قل هو للذين آمنوا هدًى وشفاء

بادی برحق [illegible] ان کہ نسخہ واقعی زلال صوری رافع علل معنوی نافع سوختین

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

مترجمہ

اکمل زمان افضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی اکرمہ اللہ العلی القوی

مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہوا

فدا حسین

[illegible]

لغات کشوری

اپنے آپ طلباء تعلیم میں ترقی کرسکتے ہیں بذریعہ لغات کشوری

فارسی زبان کی یہ سب سے پہلی ڈکشنری ہے جو اپنی ندرت جامعیت
اور طرز بیان میں بھی ایک خصوصیت رکھتی ہے اسکو عالم بے بدیل و فاضل
بے نظیر مولوی سید تصدق حسین صاحب رضوی محافظ صحت
مطبع اودھ اخبار نے مرتب و مدون فرمایا ہے جو منشی نولکشور صاحب مالک
مطبع کی جانب سے خاص اس کام کے لیے مامور ہوئے تھے جنھوں نے
تین سال کی مشقت اور عرق ریزی سے تحقیق و تدقیق لغات کے قالب میں ایک
نئی روح پھونکی ہے اور مطبع نے اسکو بڑے اہتمام و انتظام کے ساتھ طبع کیا ہے فارسی
زبان کی دو ایک ڈکشنریاں تو پہلے بھی لکھی جاچکی تھیں مگر وہ ایسی کم پایہ تھیں
جو اُن علم دوست طلبہ کے لیے چنداں مفید نہ تھیں جو بڑی بڑی درسی کتابیں
پڑھتے پڑھاتے ہیں ان کتابوں سے صرف وہی طلبہ فائدہ اُٹھا سکتے تھے جنکی
تحصیل ابتدائی ہوتی تھی اسکے علاوہ جسطرح یہ ڈکشنریاں تمام درسی لغات پر حاوی
نہ تھیں اسیطرح کنایات اور اصطلاحات سے بھی معرا تھیں لیکن لغات کشوری
میں چہارم سے زیادہ ایسے الفاظ ملینگے جنسے مبتدی کیا منتہی طلبہ تک بھی پہلے
واقف نہ تھے ۔ مولف علام نے جمع لغات کا جو التزام کیا ہے وہ مثل انگریزی ڈکشنریوں
کے ہے ہر لغت کا حرف اول باب اور حرف ثانی فصل قرار دیا ہے اور تسلسل بیان
میں لغت کے تین تین حرف التزاماً رکھے ہیں اور جہاں کہیں پہلے تین حرف برابر
آگئے ہیں جیسے پنج ارکان پنج پایہ پنج گاہ وغیرہ وہاں چوتھے حرف کا اور اسیطرح
پانچویں اور چھٹے حرف کا بھی التزام رہا ہے اسکے علاوہ جو کتابیں اس لغت کی
ماخذ ہیں وہ بھی نہایت مستند اور معتبر ہیں جیسے صراح ۔ قاموس ۔ منتخب اللغات
مؤید الفضلا ۔ برہان قاطع ۔ غیاث اللغات ۔ بہار عجم ۔ چراغ ہدایت وغیرہم اگرچہ
مشہور ہے کہ جب کسی زبان میں لغت کی متعدد کتابیں ہوتی ہیں تو اسکے اور تدوین
لغات کو ایک قسم کی آسانی ہوتی ہے لیکن اس سے کسی مولف کی قابلیت اور
لیاقت میں فرق نہیں آتا ۔ جوہری نے صحاح بیس برس میں مرتب کی تھی اور
اسکے بعد مجد الدین فیروزآبادی نے قاموس تین برس میں تالیف کرلی ۔ ایک
عالم علم اللغات کے سامنے صاحب قاموس کی بڑی تعریف کی گئی اسنے کہا تین
برس نہ کہو بلکہ تیئیس برس ۔ جوہری کے بیس برس بھی اسمیں اضافہ کرنا چاہیے

لیکن یہاں تو قضیہ بالعکس ہے لائق مولف نے ابتدا سے انتہا تک درسی کتابوں
کو پڑھکر لغات اور مصطلحات جمع کیے ہیں مثل گلستان ۔ بوستان ۔ یوسف زلیخا
سکندر نامہ ۔ انوار سہیلی ۔ مینا بازار ۔ پنج رقعہ ۔ طاہر وحید ۔ توقیعات کسری ۔
رسائل طغرا ۔ سہ نثر ظہوری ۔ گل کشتی ۔ اخلاق جلالی ۔ اخلاق ناصری وغیرہ
کے اور اسکے بعد کتب لغات سے معانی کی تفسیر اور توضیح کی ہے ۔ لغت کا قلم
جلی ہے ۔ اور ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں اور تین کالم ہیں ۔ بہت بڑی خوبی یہ بھی
ہے کہ ہر لغت پر اعراب لگا دیے گئے ہیں اسلیے کہ اختلاف اعراب سے اکثر الفاظ
کے معنی بدل جاتے ہیں ۔ تبدیل اعراب کے ساتھ جتنی مرتبہ وہ لغت آیا ہے ۔
اُتنی ہی بار اُسکو شروع سطر سے لکھکر معنی بیان کیے ہیں ۔ پھر امتیاز السنہ کے لیے ہر لغت
کے محاذی ع (عربی) ف (فارسی) ت (ترکی) ی (یونانی) م (معرب)
کا نشان لکھدیا ہے ۔ گو غیاث اللغات اس فن میں ایک بڑی بسیط کتاب ہے
لیکن اسمیں اُس سے بھی تقریباً دو ہزار لغت زیادہ ملیں ۔ شیخ ابو الفیض
فیضی فیاضی نے جب تفسیر سواطع الالہام کے لکھنے کا ارادہ کیا تو لغات عرب
پر عبور حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ عربی لغت کی کتابیں خریدا کرتے تھے ایک
مرتبہ انھوں نے اسی غرض سے کئی ہزار روپیہ کی کتابیں خریدیں اور جب
اول سے آخر تک دیکھ چکے تو ایک روز مجمع احباب میں کسی نے شیخ سے اُن کتابوں کا
حال دریافت کیا فیضی نے کہا میں نے جو خطیر رقم اُن کتابوں کی قیمت میں صرف
کی تھی الحمد للہ وہ وصول ہوگئی ۔ اِن کتابوں میں صرف دو لغت ایسے پائے
جو پہلے میری نظر سے نہ گذرے تھے ۔ جب فیضی فیاضی جیسے عالم متبحر اور فاضل
اجل نے دو لفظوں کی اتنی قدر کی تو لغات کشوری میں تو سیکڑوں لفظ
ایسے ہونگے جو طلبہ اور حضرات علم دوست کو بالکل نئے اور اجنبی معلوم ہونگے پس
امید کیجاتی ہے کہ شائقین اور طلبہ فیضی سے بھی بڑھکر اس جدید ڈکشنری یعنی اس
مجموعہ لغات کی قدر کرینگے حجم ۵۹۴ صفحہ ۔ قیمت عام دو روپیہ سوائے محصول ڈاک
مطبع منشی نولکشور لکھنؤ و کانپور اور تمام دوکان کتب فروشان ہندوستان
سے یہ کتاب پُرمنفعت طلباء کو دستیاب ہوسکتی ہے ۔

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد سوم

قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَّشِفَاءٌ

ہادی برحق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین

جلد سوم

مذاق العارفین

ترجمہ

احیاء علوم الدین

مصنفہ

اکمل زمان افضل دوران عالم المعی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادامہ اللہ العلی القوی

مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہوا

فدا حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

اے چارہ ثنا و بندہ پرور ہر دم ہی تجھی سے استعانت
کو حمد سے بہتر نہین کوئی مذکور لا احصی کا مضمون بھی ہی لیکن مشہور
جلد ثالث کو کردون پوری یہ زور قلم مین کر عنایت ربّا
کیا نسبت خاک کو ہی با عالم پاک انسان جو کرے دعویٰ سراسر ہی قصور

دیباچہ

حمد اُس خدا کو سزاوار ہی جسکے جلال کے ادراک مین دل اور خواطر سرگردان ہین اور اُسکے نور کی ادنیٰ تجلّی سے آنکھین اور نظرین حیران سب رازہاے مخفی اور مکنونات ضمیر کو جانتا ہی اور اپنی سلطنت کی تدبیر مین بشیر و وزیر سے بے پروا عیبون کو چھپانا دلون کو پھیر دینا اُسکا کام ہی اور غفار الذنوب اور ستار العیوب اُسکا نام اور صلواۃ وسلام حضرت شفیع المذنبین سید المرسلین پر کہ اُنھون نے دین کی ابتری کو درست فرمایا اور بیدینون کو جڑ سے اُکھاڑا اور اُنکی آل پاک و صحابہ طیبین پر بہت سا سلام بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ شرف انسانی جس سے کہ اُسکو اور مخلوقات پر فضیلت ہی وہ استعداد معرفت خداے پاک ہی اور یہی معرفت دنیا مین جمال و کمال انسان ہی اور آخرت مین اُسکا ذخیرہ و سامان اور استعداد معرفت قلب کو مرحمت ہوئی اور کسی عضو کو نہین ہوئی کیونکہ خداے تعالیٰ سے نزدیک ہونا اور اُسکو پہچاننا اور اُسکے لیے کام کرنا اور اُسکی طرف دوڑنا سب کام قلب ہی کا ہی اور اشیا حضوری کا مکاشفہ بھی اُسی سے متعلق ہی دوسرے اعضا اُسکے آلات اور تابع اور خدمتگار ہین وہ اُنسے اسطرح کام لیتا ہی جیسے مالک غلام سے یا حاکم رعیت سے یا کاریگر آلات سے غرضکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دل ہی مقبول ہی اگر غیر اللہ سے محفوظ رہے اور یہی محجوب بھی ہو جاتا ہی اگر غیر اللہ کی طرف بہت متوجہ ہو اور اسی سے بازپرس متعلق ہی اور اسیکو امر اور نواہی کا خطاب ہی اور اسی پر عتاب اور یہی سعادت قرب الٰہی سے بھی مشرف ہوتا ہی پس اگر صفائی اور تزکیہ نصیب ہو گیا تو فلاح کو پہونچتا ہی اور اگر آلودگی مین پڑا رہا تو بدبختی اور ناامیدی کا مورد ہوتا ہی حاصل یہ کہ درحقیقت خداے تعالیٰ کی اطاعت دل ہی کرتا ہی اور اعضا ظاہری مین صرف عبادت اُسکے

سبب تو پھیل جاتا ہی اور عصیان اور تمرد بھی دل ہی کا کام ہی اور اسوقت اعضا مین فحش اور برائیون کے آثار نمودار ہو جاتے ہین
اسی کی روشنی اور تاریکی سے ظاہر کے محاسن اور قبائح کا ظہور ہوتا ہی کیونکہ برتن مین سے وہی نکلتا ہی جو اسکے اندر ہوتا ہی۔ اور
دل ایسی چیز ہی کہ آدمی جب اسکو جان لے تو اپنے نفس کا عالم ہو جاتا ہی جسکے جاننے پر مدار خدا تعالے کی معرفت کا ہی اور اگر دل سے
جاہل رہے تو نفس سے بھی جاہل رہتا ہی اور نفس کی جہالت سے خدا تعالے کو بھی نہین پہچان سکتا اسلیے کہ جو اپنے قلب سے ہی جاہل
ہو تو غیر سے بطریق اولی جاہل ہوگا۔ اور اکثر لوگ اپنے قلوب اور نفوس سے ناواقف ہین اور انکے بیچ مین اور انکے نفسون کے درمیان مین
حجاب ہی چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہی ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ اور خدا کا حائل ہونا اسطرح ہی کہ دل کو مشاہدہ اور مراقبہ اور ادراک
صفات قلبی سے روک دے اور یہ کیفیت معلوم ہونے دے کہ دل خدا تعالی کی دو انگلیون مین کسطرح پھرتا رہتا ہی اور یہ کہ کسطرح
بعض اوقات اسکا میلان اسفل السافلین کی طرف ہو کر شیاطین کی حد تک پہونچتا ہی اور بعض اوقات اسکی رغبت اعلی علیین کی
طرف ہو کر عالم ملائکہ مقربین تک عروج کر جاتا ہی اور جو شخص اپنے قلب کا حال نہ جانے کہ اسکی نگہبانی اور محافظت کرے اور خزائن
ملکوتیہ جو اسپر وارد ہوتے ہین انکا امیدوار رہے وہ ان لوگون مین سے ہی جنکے حق مین خدا تعالے فرماتا ہی نسوا اللہ فانساہم انفسہم
اولئک ہم الفاسقون اس سے معلوم ہوا کہ قلب کا پہچاننا اور اسکے اوصاف کی حقیقت کو دریافت کرنا اصل دین اور بنیاد طریق
سالکین ہی اور چونکہ ہم نصف اول کتاب مین عبادات و معاملات متعلقہ اعضا ظاہری کا حال لکھ چکے ہین جسکو علم ظاہر کہتے ہین اور
وعدہ کر چکے ہین کہ نصف ثانی مین صفات مہلکات اور منجیات جو قلب پر جاری ہوتے ہین اور جنکا نام علم باطن ہی بیان کرینگے اسلیے
ضرور ہوا کہ قبل تفصیل مہلکات اور منجیات کے دو باب لکھین اول مین عجائب صفات اور اخلاق قلبی کا ذکر ہو اور دوم مین کیفیت
ریاضت قلب اور اسکے اخلاق کی تہذیب کا دستور اب ہم عجائب قلبی کو بطریق ضرب امثال ذکر کرتے ہین کہ جلد سمجھ مین آوے ورنہ
اسکے عجائب و اسرار جو عالم ملکوت سے متعلق ہین اکثر سمجھ مین نہین آتے

باب اول ذکر عجائبات قلبی کا مشتمل پندرہ بیانون پر

بیان اول نفس اور روح اور قلب اور عقل کے معنے کا اور یہ کہ ان چارون اسماء سے کیا مراد ہی جاننا چاہیے کہ ان چارون لفظون کا استعمال
فصول مہلکات اور منجیات مین ہوتا ہی اور علما مین سے ایسے لوگ کم ہین جو ان الفاظ کے معانی کا احاطہ کیے ہون اور انکا مصداق جانتے ہون اور اکثر
غلطی اسوجہ سے ہوتی ہی کہ لوگ انکے معنی نہین جانتے اور ان کے معانی مختلفہ مین مشترک آنے کا حال نہین پہچانتے لہذا ہم انکے معانی وہ بیان کرینگے جنسے ہماری
غرض متعلق ہی لفظ اول قلب ہی اسکے دو معنی ہین اول تو وہ گوشت کا ٹکڑا گاؤ دم جو سینے کے بائین جانب ہی اور اسکے بیچ مین خلا ہی جس مین سیاہ خون بھرا ہی
جو منبع اور معدن روح کا ہی لیکن ہمکو اسکی شکل و کیفیت کا بیان کرنا مقصود نہین اسسے غرض اطبا کی متعلق ہوتی ہی دینی غرض اس سے کوئی تعلق نہین
اسطرح کا دل تو بہائم بلکہ مردہ مین بھی موجود ہوتا ہی پس جب ذکر قلب کا اس کتاب مین آوے تو ہماری اس سے یہ معنی مراد نہونگے اسلیے کہ ان معنی کے
اعتبار سے تو دل ایک گوشت کا ٹکڑا بے قدر ہی اور عالم محسوسات ظاہری سے ہی یہانتک کہ جانورون کو بھی آنکھ سے سوجھ سکتا ہی آدمیون کا تو کیا
ذکر ہی اور دوسرے معنی دل کے یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ روحانی ربانی ہی جسکو قلب جسمانی سے تعلق ہی اور یہی لطیفہ حقیقت انسانی کہلاتا ہی اور
مدرک اور عالم اور مخاطب اور معاتب یہی ہی اور اسی سے بازپرس ہی اور جو وجہ علاقہ کی اس لطیفہ کو قلب جسمانی سے ہی اسکے ادراک مین اکثر
لوگون کی عقل حیران ہی کیونکہ اسکا تعلق قلب جسمانی سے ایسا ہی جیسا تعلق اعراض کا اجسام سے یا صفات کا اپنے موصوف سے یا تعلق کاریگر کا
اپنے آلہ سے یا مکین کا مکان سے اور ہم جو اس وجہ کو نہین بیان کرتے اسکے دو سبب ہین اول تو یہ کہ یہ امر علوم مکاشفہ یعنی اسطرح کے علوم سے متعلق ہی
اور ہمکو اس کتاب مین صرف علوم معاملہ بیان کرنے مقصود ہین دوم یہ کہ اسکی تحقیق روح کے راز فاش ہونے پر موقوف ہی اور یہ وہ راز ہی

جسمین آنحضرت صلعم نے کچھ ارشاد نہین فرمایا پس دوسرے کو بھی لب کشائی اس باب مین نہ چاہیے غرضکہ اس کتاب مین جس جگہ ہم قلب لکھینگے اس سے یہی لطیفہ مراد ہوگا اور ہماری غرض بھی یہی ہو کہ اسکے اوصاف اور احوال بیان کرین اُسکی حقیقت فی ذاتہ کا بیان کرنا منظور نہین اسلیے کہ مدار علم معاملہ کا اُسکے صفات اور حالات کے جاننے پر ہی اسمین کچھ ضرورت ذکر حقیقت کی نہین پڑتی دوسرا لفظ روح ہی اُسکے بھی دو معنی ہین ایک یہ کہ روح ایک جسم لطیف ہی جسکا منبع قلب جسمانی کا خلا ہی اور وہان سے بذریعہ شریانون کے تمام اعضا بدن مین پھیلتی ہی اور اُسکا بدن مین پھیلنا اور حیات اور حواس خمسہ کا اعضا کو دینا ایسا ہی جیسا ایک چراغ کسی گھر مین رکھدو اور اُس سے چار طرف روشنی پھیل جاوے اور گھر کے اندر جس جگہ روشنی جاوے وہان اُجالا ہو جاوے پس روح بمنزلہ چراغ کے ہی اور حیات بمنزلہ نور کے اور روح کا باطن مین حرکت کرنا اور بدن مین ساری ہونا ایسا ہی جیسا چراغ مثلاً اطراف گھر مین پھرایا جاوے یہ معنی روح کے اصطلاح اطبا کی ہی یعنی روح ایک بخار لطیف ہی جو حرارت قلب سے نضج پاتا ہی پس ان معنون کا بیان کرنا ہماری غرض نہین اس سے غرض اطبا کی متعلق ہی جو علاج بدن کرتے ہین اور اطبا ردین جو قلب کے معالج ہین ایسے ہوتے ہین کہ اسکو جوار رب العالمین تک پہونچا دین وہ اس روح سے ذرا بھی بحث نہین کرتے بلکہ اُنکی غرض دوسرے معنی سے ہی اور روح کے دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ مدرکہ ہی انسان مین اور یہ وہی معنی ہین جسکی شرح دوسرے معنی قلب مین ہم کر چکے ہین اور یہی معنی مراد ہین اس آیت شریفہ مین قل الروح من امر ربی اور یہ ایک ایسی عجیب ربانی شے ہی کہ جسکے کنہ حقیقت کے ادراک مین اکثر عقول و فہم عاجز ہین تیسرا لفظ نفس ہی یہ کئی معنو مین مشترک بولا جاتا ہی جنمین سے دو معنی ہمارے مقصود کے موافق ہین اول یہ کہ نفس انسان مین وہ شے ہی جو قوت غضب اور شہوت کی جامع ہی اور اُسکا بیان عنقریب آویگا اہل تصوف مین یہی معنی اکثر شائع ہین اُنکے نزدیک نفس وہی ہی جسمین صفات مذمومہ انسانی جمع ہین اور اسی بنا پر وہ لوگ فرماتے ہین کہ نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اور نفس کو خوب توڑنا چاہیے اور اس حدیث شریف مین بھی کہ اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک یہی مراد معنی ہین دوسرے معنی نفس کے یہ ہین کہ نفس ایک لطیفہ ربانی ہی جسکا ہم پہلے ذکر کر چکے ہین اور اس اعتبار سے واقع مین انسان وہی ہی اور نفس انسان اور ذات انسان بھی اُسکو سمجھنا چاہیے البتہ اتنا ہی کہ بسبب اختلاف احوال صفات مختلفہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہی پس جب شہوات سے مزاحمت کر کے اُسکا اضطراب دور ہو جاتا ہی اور فرمانبرداری مین ٹھہر جاتا ہی تو اُسکو نفس مطمئنہ کہتے ہین جسکے باب مین خدا تعالی فرماتا ہی یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کیونکہ نفس کے اول معنی جو بیان ہوے اُنکے اعتبار سے اُسکا اللہ کیطرف رجوع کرنا متصور نہین ہوتا بلکہ وہ تو اللہ سے دور کرتا ہی اور جماعت شیطان سے ہی۔ اور جب اُسکا سکون کامل نہین ہوتا مگر نفس شہوانی کو روکتا رہتا ہی اور اُسپر اعتراض کرتا رہتا ہی تو اُسکو نفس لوامہ کہتے ہین اسلیے کہ وہ اپنے مالک کو عبادت مولی مین قاصر پاکر ملامت کرتا ہی اسکا ذکر بھی خدا تعالی نے فرمایا ہی لا اقسم بالنفس اللوامۃ اور جب شہوانی کی روک نہ کرے بلکہ مقتضائے شہوات اور حرکات شیطانی کا مطیع اور منقاد ہو جاوے تو اُسکو امارہ بالسوء کہتے ہین جیسا کہ خدا تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام یا عزیز مصر کی بی بی کے حال مین ارشاد فرمایا ہی وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ امارہ بالسوء سے مراد نفس باعتبار معنی اول ہو تو معلوم ہوا کہ نفس بمعنی اول نہایت ہی بُرا ہی اور دوسرے معنے کی رو سے عمدہ ہی اسلیے کہ وہ انہین معنی کے اعتبار سے ذات و حقیقت انسانی ہی جو معرفت الٰہی و دیگر معلومات کی عالم ہی چوتھا لفظ عقل ہی اور وہ بھی معانی مختلفہ مین مشترک ہی جسکا بیان ہم باب العلم مین کر چکے اور انمین سے دو معنون کے ساتھ ہماری غرض متعلق ہی اول تو یہ کہ کبھی عقل بولتے ہین اور اس سے مقصود علم حقائق امور کا ہوتا ہی اس صورت مین عقل صفت علیمہ ہوگی جسکا محل قلب ہی۔ دوسرے یہ کہ کبھی عقل کہتے ہین اور اس سے مراد مدرک علوم ہوتی ہی تو اس صورت مین عقل بھی وہی لطیفہ مذکورہ بالا ہوگی اور اسکی تفصیل یہ ہی کہ ہم جانتے ہین جو عالم ہی وہ بنفسہ موجود اور قائم بذات خود ہی اور صفت علم اسمین حلول کی ہوئی ہی اور صفت غیر ہوتی ہی اپنے موصوف کی پس عقل سے کبھی تو یہ صفت علم مراد ہوتی ہی اور کبھی محل ادراک یعنی موصوف اس صفت کا مراد ہوتا ہی اور یہی معنی ہین عقل کے اس حدیث شریف مین کہ اول ما خلق اللہ العقل کیونکہ صفت علم تو قائم بالذات نہین ایک عرض ہی اُسکا اول مخلوق ہونا کیسے سمجھا جاوے تو ضرور ہی کہ اُسکا محل اُس سے پہلے یا اُسکے ساتھ مخلوق ہو ورنہ خطاب کسطرح ممکن ہوگا جو اسی حدیث مین

ف تو کہ روح ہی میرے رب کے حکم سے ۱۲ ح ۲ سب مین زیادہ تیرا دشمن تیرا نفس ہی جو تیرے پہلو مین ہی ۱۲ بیہقی در کتاب الزہد بروایت ابن عباس رض ۱۲ و سیمین محمد بن عبد الرحمن بن غزوان وضعیف ہین ۱۲ ف اے جیتن پکڑے جی پھر چل اپنے رب کی طرف تو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی ۱۲ ف قسم کھاتا ہون جی کی جو الاہنا دیتا ہی ف اور مین پاک نہین کہتا اپنے جی کو تو سکھاتا ہی برائی ۱۲ ح ۶ سب سے پہلے خدا تعالے نے عقل کو پیدا کیا ۱۲ اسکی اسناد باب العلم مین گذری ۱۲

مذکور ہو کہ خدا سے تعالیٰ نے اُسکو فرمایا کہ سامنے آ تو سامنے آ گئی پھر فرمایا پشت پھیر تو پشت پھیری اُس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں عقل سے محل صفت علمی مراد ہو اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان چاروں الفاظ قلب نفس و روح و عقل کے مدلول جدا جدا موجود ہیں یعنی قلب جسمانی اور روح جسمانی اور نفس شہوانی اور علوم اور پانچویں معنی یعنی لطیفہ مدرکہ انسانی وہ ان چاروں لفظوں میں مشترک ہو اس صورت میں لفظ چار ہوئے اور معنی پانچ اور ہر لفظ کے دو دو معنی ہوئے۔ اور چونکہ اکثر علما پر ان الفاظ کا اختلاف اور اشتراک مشتبہ ہو گیا ہو اسی جہت سے وہ خواطر میں لکھتے ہیں کہ یہ خاطر قلب ہو اور یہ خاطر نفس ہو اور یہ خاطر روح ہو مگر ناظر کو ان چیزوں میں کچھ معانی کا اختلاف معلوم نہیں ہوتا اسی قباحت کے دور کرنے کے لیے ہم نے ان الفاظ کی شرح اول کر دی۔ اور یہاں کہیں قرآن مجید یا حدیث شریف میں لفظ قلب واقع ہو پس اُس سے مراد وہ چیز ہو جو انسان میں سمجھتی ہو اور حقیقت اشیا کو معلوم کرتی ہو اور اُسکو کنایۃً اُس قلب پر بولتے ہیں جو آدمی کے سینہ میں ہو کیونکہ اُس لطیفہ اور جسم قلب میں ایک علاقہ خاص ہو اور اگرچہ وہ تمام بدن سے متعلق ہو اور سب اعضا سے کام لیتا ہو لیکن تعلق اُسکا اور اعضا سے بواسطہ قلب کے ہو یعنی لطیفہ مذکورہ کا تعلق اول قلب جسمانی ہی سے ہو گویا کہ قلب جسمانی اُسکا محل اور دار السلطنت اور مرکب ہو اور اسی جہت سے سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے قلب جسمانی کو عرش سے اور سینہ کو کرسی سے تشبیہ دی ہو اور فرمایا ہو کہ قلب عرش ہو اور صدر کرسی ہو اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُنکی غرض یہ ہو کہ قلب عرش خدا کا ہو اور صدر اُسکی کرسی ہو کیونکہ یہ امر تو محال ہو بلکہ مراد اُنکی یہ ہو کہ قلب جسمانی اور صدر لطیفہ قلبی کے لیے دار السلطنت اور تکیہ گاہ ہیں کہ اول اُسکا تصرف یہاں ہی سے شروع ہوتا ہو غرضکہ قلب جسمانی اور صدر کو لطیفہ قلبی سے وہ نسبت ہو جو عرش و کرسی کو ہو خدا سے پاک ہے اور یہ تشبیہ بھی صرف بعض وجوہ سے درست ہوتی ہو اور چونکہ اس سے ہماری غرض متعلق نہیں اسلیے قطع گفتگو کرتے ہیں

دوسرا بیان قلب کے لشکروں کا

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لشکر قلوب اور ارواح اور دوسرے عالموں میں اتنے ہیں کہ اُنکی حقیقت اور گنتی سوا اُسکے اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ خود فرماتا ہو وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ اور ہم اب بعض لشکر قلب کے بیان کرتے ہیں کیونکہ ہماری غرض قلب ہی سے متعلق ہو پس جاننا چاہیے کہ قلب کے دو لشکر ہیں ایک وہ جو ظاہری آنکھ سے محسوس ہوتا ہو اور ایک وہ جو عقل کی آنکھ سے سوجھتا ہو اور وہ دونوں قلب کے لیے بمنزلہ خادم اور مددگار کے ہیں اور یہاں لشکر کے یہی معنی ہیں پس وہ لشکر جو ظاہری آنکھ سے سوجھتا ہو وہ ہاتھ پاؤں آنکھ کان ناک اور تمام اعضا ظاہری اور باطنی ہیں کہ سب کے سب اُسکے خادم اور مسخر ہیں وہ جسطرح چاہتا ہو اُنمیں تصرف کرتا ہو یہ سب اُسی کی اطاعت کے لیے پیدا ہوئے ہیں حتیٰ کہ اُسکے خلاف کی قدرت نہیں رکھتے اور نہ اُس سے منحرف ہو سکتے ہیں مثلاً جب آنکھ کو حکم کھلنے کا کرتا ہو کھل جاتی ہو اور پاؤں کو چلنے کا کرتا ہو تو چلنے لگتا ہو زبان کو بولنے کے لیے حکم ناطق دیتا ہو تو بولنے لگتی ہو اور اسیطرح تمام اعضا کا حال ہو اور اعضا اور حواس کا مطیع ہونا قلب کے لیے من وجہ ایسا ہو جیسا فرشتے اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں کہ وہ بھی طاعت الٰہی کے لیے مخلوق ہیں خلاف کی قدرت نہیں رکھتے بلکہ اُنکا حال یہ ہو لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ البتہ ایک بات کا فرق ہو کہ فرشتے اپنی طاعت اور امر الٰہی کی بجا آوری کے عالم بھی ہوتے ہیں اور اعضا میں یہ بات نہیں مثلاً آنکھ کی پلکیں کھلنے اور بند ہونے میں اطاعت قلب کی تو کرتی ہیں مگر اُنکو مطلق نہ اپنے وجود کی خبر ہو اور نہ اس اطاعت کی خبر اور چونکہ قلب کو حاجت سواری اور زاد راہ کی اُس سفر کے لیے ہوتی ہو جسکے لیے پیدا ہوا ہو یعنی سفر معرفت الٰہی اور قطع منازل دیدار حقانی کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہو وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اسی لیے اُسکو ان اعوان اور مددگاروں کی حاجت پڑی اُن میں سے اُسکی سواری تو بدن ہو اور زاد راہ علم ہو اور جن اسباب سے کہ یہ زاد راہ تک پہونچکر توشہ حاصل کرتا ہو وہ اعمال نیک ہیں اور بندہ کے لیے ممکن نہیں کہ راہ سلوک الے اللہ بدون سکونت بدن اور بسر کرنے دنیا کے حاصل ہو سکے کیونکہ بڑی منزل تک پہونچنے کے لیے چھوٹی منزل کا قطع کرنا ضرور ہو اور اسی بنا پر اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ وارد ہوا ہو گویا دنیا بھی ایک منزل ہدایت ہو

اور اُسکا وینا اسی وجہ سے تمام ہوا کہ قدر و منزلت مین اُس دوسری منزل سے کم ہی۔ غرض کہ قلب کو ضرور ہی کہ اس عالم مین زاد راہ حاصل کرے اور بدن وہ سواری ہی جسکے باعث اس دنیا مین پہونچ جاتا ہی پس اُسکی حفاظت اور کفالت بھی ضرور ہوئی) اور اُسکی حفاظت اسطرح ہی کہ جو غذا وغیرہ اُسکے موافق ہو وہ اُسکو دیجا وے اور جو اسباب اُسکے ہلاک کے ہوں وہ اُس سے دور کیے جاوین اس اعتبار سے حصول غذا کے لیے دو خادموں کی حاجت ہوئی ایک باطنی جسکا نام بھوک اور خواہش ہی اور ایک ظاہری یعنی ہاتھ وغیرہ اعضا جنسے غذا حاصل ہو اسی لیے قلب مین بقدر حاجت خواہش بھی پیدا کی گئی اور اعضا جو ذریعہ خواہش ہین وہ بھی عنایت ہوے اسیطرح مہلکات سے بچنے کے لیے دو لشکروں کی ضرورت ہوئی ایک باطنی جسکو غضب کہتے ہین اور جسکے باعث دشمنون سے انتقام لیتا ہی اور مہلکات کو دور کرتا ہی اور ایک ظاہری یعنی ہاتھ اور پاؤن وغیرہ جنسے غضب کے مقتضا سے غضب کا کام لیتا ہی گویا ان اعضا کا وجود بدن مین مثل ہتھیارون کے ہی۔ اب جو شخص محتاج غذا کا ہی جب تک اُسکو غذا کا حال معلوم نہو تو صرف محبت غذا اور بھوک سے کام نہ چلیگا اسی لیے قلب کو غذا کے پہچاننے کے لیے دو خادمون کی ضرورت ہوئی ایک باطنی یعنی ادراک جو اس خمسہ ظاہری کا ادراک ایک ظاہری یعنی سوا ضع حواس خمسہ ظاہری کے کہ آنکھ و کان و ناک وغیرہ ہین۔ اور قلب کو جو ان اشیا کی طرف حاجت ہی اُسکی وجہ مفصل اور یہ کہ اُنمین کیا حکمت ہی اتنا طول کلام چاہتی ہی کہ بہت سی جلدون مین بھی بیان نہو سکے اور ہم نے کچھ تھوڑا سا باب الشکر مین لکھا ہی اُسی پر اکتفا کیجاتی ہی۔ حاصل یہ کہ قلب کے خادم تین قسم کے ہین ایک تو وہ کہ اُسکو کسی شی کی طرف رغبت دلاوین خواہ حصول نفع کی طرف مثل بھوک کے خواہ ضرر دور کرنے کی طرف مثل غضب کے اس قسم کے خادم کو ارادہ بھی کہتے ہین دوسری قسم وہ ہی جو حصول مقصود کے لیے اعضا کو حرکت دیتی ہی اُسکو قدرت و طاقت کہتے ہین جو تمام اعضا خصوصاً رگ و پٹھون مین پھیلی ہوئی ہی تیسری قسم جاسوسون کی طرح ادراک اور پہچاننے والی ان اشیا کی ہی جو قوت دیکھنے اور سونگھنے اور سننے اور چکھنے اور چھونے کی ہی جو اعضا معینہ مین موجود ہی اس قسم کا نام علم و ادراک ہی اور ان باطنی لشکرون مین سے ہر ایک کے ساتھ ظاہری لشکر بھی ہین یعنی اعضا جو مرکب گوشت و پوست و چربی و خون و ہڈی وغیرہ سے ہین یہ اعضا آلات و اسباب پہلے لشکرون کے ہین مثلاً قوت گرفت اُنگلیون سے متعلق ہی۔ اور قوت بینائی آنکھ مین ہی اور علی ہذا القیاس اور قوی کو سمجھنا چاہیے۔ اور ہم کو اعضاء ظاہری سے بحث نہین کیونکہ یہ عالم ظاہری سے ہین بلکہ ہم اُن اعوان قلبی کا ذکر کرتے ہین جو آنکھ سے نہین سوجھتے اور وہ اُن سب مین سے قسم سوم ہی یعنی قواے مدرکہ اور اُنکی دو قسمین ہین ایک تو وہ جسکا ٹھکانا اعضاء ظاہری مین ہی یعنی حواس خمسہ ظاہری جو متعلق اعضاء ظاہری آنکھ کان ناک وغیرہ سے ہین اور ایک وہ جسکا مسکن منازل باطنی مین ہی یعنی دماغ کی تجویفون مین اور یہ بھی پانچ ہین اسلیے کہ آدمی کسی چیز کو دیکھ کر جو اپنی آنکھین بند کر لیتا ہی تو اُس شی کی تصویر اپنے نفس مین پاتا ہی اُسکو خیال کہتے ہین پھر یہ صورت بعض باتین یاد رکھنے سے اُسکے ساتھ رہتی ہی وہ حافظہ کہلاتا ہی پھر یاد کی چیز کو سوچتا ہی اور بعض کو بعض سے ملاتا ہی اور جو بھولا ہوا ہوتا ہی وہ یاد آجاتا ہی اور صورت جون کی تون نفس مین ہو جاتی ہی پھر محسوسات کی سب باتون کو حس مشترک سے اپنے خیال مین جمع کر لیتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ باطن مین یہ قوتین ہین حس مشترک اور خیال اور فکر اور ذکر اور حفظ۔ اور اگر خدا تعالی قوت حفظ اور فکر اور ذکر اور خیال پیدا نہ فرماتا تو دماغ ان چیزون سے خالی ہوتا جیسے اب ہاتھ پاؤن وغیرہ اُنسے خالی ہین غرضکہ جیسے یہ قوی باطنی ہین اسیطرح اُنکی جگہین بھی باطنی ہین **فـــ** مترجم کہتا ہی کہ اطبا کے نزدیک جو حواس خمسہ باطنی ہین وہ سب کو معلوم ہین اور نام بھی اُنکے مشہور ہین مصنف رحمہ جو تبدیل کی ہی نہ معلوم کس رعایت سے کی ہی اُنکی تقریر کا ترجمہ کر دیا گیا ہی پس یہ اقسام ہین قلب کے لشکرون کے اور اُنکا بیان اسطرح کہ کم علمون کی بھی سمجھ مین آجاوے طول چاہتا ہی اور گو اس قسم کی کتاب مین غرض یہی ہی کہ منتہی لوگون کو نفع ہو پھر بھی ہم مثالین لکھ لکھ کر ایسا بیان کرتے ہین جسکو مبتدی بھی سمجھ لین

تیسرا بیان مثالین قلب کے باطنی خادمون کی

جاننا چاہیے کہ قلب کے دو خادم غضب اور شہوت کبھی اُسکی فرمانبرداری بدرجۂ اتم کرتے ہین تو اُسوقت قلب کو سلوک مین اُنسے مدد ملتی ہی بلکہ اُن

دونون کو اپنے سفر الی اللہ مین اچھا رفیق سمجھتا ہو اور کبھی یہ دونون اُسکی نافرمانی کرکے اُس سے باغی ہوجاتے ہین تو یہ نوبت پہونچتی ہو کہ اُسی کو غلام کرلیتے ہین اور موجب اُسکی بربادی کا ہوتے ہین اور جس سفر سے کہ اُسکو سعادت ابدی حاصل ہوتی ہو اُس سے باز رہتا ہو مگر اُسکے مددگار اور بھی ہین جنکو علم اور حکمت اور تفکر کہتے ہین اور اُنکا بیان عنقریب آتا ہو پس ایسے وقت نازک مین قلب کو مناسب ہو کہ اُن مددگارون سے جو اللہ کے گروہ کہلاتے ہین اُن دونون خادمون کے مقابلے کے لیے استعانت چاہے اسلیے کہ وہ دونون کبھی شیطان کی جماعت مین مل جاتے ہین اور قلب کو دبا لیتے ہین پس اگر قلب نے استعانت نہ کی اور غضب اور شہوت کا مطیع ہوگیا تو بھی صورت ہلاکی اور نقصان مبین کی ہو اور اکثر لوگون کا یہی حال دیکھا جاتا ہو کہ اُنکی عقلین شہوات کی ایسی مطیع ہوگئی ہین کہ اپنی شہوات کے پورا کرنے کے لیے بیسیون حیلے ڈھونڈھتے ہین اور مناسب یہ تھا کہ عقل کی ضروریات مین شہوت اُسکی مطیع رہتی اب ہم ناظرین کے سمجھانے کے لیے اسکی توضیح مثالون سے کرتے ہین

مثال اول فرض کرو کہ نفس انسانی یعنی لطیفہ مذکورہ بالا بادشاہ ہو اور بدن اُسکا شہر اور دار السلطنت اور جوارح اور قویٰ اُسکے کارکُن اور عملہ اور قوت عقلیہ اُسکا وزیر خیرخواہ و باتدبیر ہو اور غضب اُس شہر کا کوتوال ہو اور شہوت اُسکا غلام بدسرشت جو اُس شہر مین کھانا ذخیرہ دلایا کرتا ہو اور بڑا مکار حیلہ باز فریبی پلید ہو کہ خیرخواہون کی صورت مین آکر بظاہر خیرخواہی کرتا ہو مگر اُسکی خیرخواہی مین سراسر فساد اور زہر قاتل ہو اور اُسکی عادت یہ ٹھہر گئی ہو کہ وزیر باتدبیر کے ساتھ اُسکی تجویزون مین منازعت کرتا رہتا ہو یہانتک کہ کوئی گھڑی اُسکے نزع سے خالی نہین رہتا ہو پس ایسی صورت مین اگر بادشاہ اپنے امور سلطنت مین وزیر کے مشورون پر چلیگا اور اُس غلام پلید کے کہنے سے روگردان رہیگا اور یہ بات گمان لیگا کہ اُسکے خلاف ہی مین بہتری ہو اور اپنے وزیر کی خاطرداری سے کوتوال کی بھی تادیب کریگا اور وزیر کی طرف سے اُسکو اُس غلام خبیث اور اُسکے تابعین پر معین فرمادیگا تاکہ غلام مذکور اپنے درجے سے گھٹ کر پابدست مغلوب اور محکوم بنا رہے زیادہ فتنہ نہ اُٹھا سکے تو ظاہر ہو کہ بادشاہی انتظام بہت درستی اور عدل کے ساتھ ہوگا اسی طرح اگر نفس عقل سے استعانت لیگا اور غضب کی تادیب کرکے اُسکو شہوت پر مسلط رکھیگا اور کبھی غضب کو کم کرنے کے لیے شہوت سے مدد لیگا اور کبھی شہوت کے دبانے کے لیے غضب کو اُسپر مسلط کرکے مقتضیات شہوت کو بُرا سمجھیگا تو اُسکے قویٰ سب درجہ اعتدال پر رہینگے اور اُسکے اخلاق سب بہتر ہونگے اور اگر اس طریق سے عدول کریگا اُن لوگون مین سے ہوگا جنکی شان مین خداتعالیٰ فرماتا ہو اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰہَہٗ ہَوَاہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ یا یہ ارشاد ہو وَاتَّبَعَ ہَوَاہُ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْہَثْ اَوْ تَتْرُکْہُ یَلْہَثْ اور جو شخص کہ نفس کو شہوات سے روکتا ہو اُسکے حق مین یون ارشاد ہو وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی اور کیفیت ان چیزون کے ساتھ مجاہدہ کی اور ایک کو دوسرے پر مسلط کرنے کی انشاء اللہ عنقریب باب ریاضت نفس مین آویگی

دوسری مثال فرض کرو کہ بدن ایک شہر ہو اور اُسکا حاکم مدبر عقل ہو یعنی وہ چیز جو انسان کی مدرک ہو اور حواس ظاہری اور باطنی اُسکے لشکر اور اعوان ہین اور اعضا اُسکے رعیت اور نفس امارہ یعنی شہوت و غضب اُسکا دشمن کہ اُسکی سلطنت کا خواہان ہو اور رعیت کو تباہ کیا چاہتا ہو تو اب بدن گویا ایک مورچہ جاننا چاہیے جسمین بادشاہ خود حفاظت کے لیے موجود ہو پس اگر اپنے دشمن سے لڑکر اُسکو بھگا دیگا یا مغلوب کرلیگا تو اُسکا کام دربار اعلیٰ مین پسند ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجَاہِدِیْنَ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَۃً اور اگر اس مورچہ کو کھو بیٹھیگا اور اپنی رعیت کو بیکار کردیگا تو خدا کے نزدیک مذموم ہوگا اور اُسکی سزا اُسکو دیجاویگی جیسا کہ حدیث قدسی مین آیا ہو کہ ایسے شخص سے قیامت کو یون کہا جاویگا اے خبیث چرواہا تو نے گوشت کھایا اور دودھ پیا مگر گم ہوئی چیز کا ٹھکانا نہ لگایا اور شکستہ کو درست نہ کیا آج مین تجھ سے عوض لونگا اور اسی مجاہدہ کی طرف اشارہ ہو اس حدیث شریف مین کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِہَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِہَادِ الْاَکْبَرِ

تیسری مثال عقل کو ایک سوار سمجھنا چاہیے جسکا ارادہ شکار کا ہو اور شہوت کو اُسکا گھوڑا اور غضب کو اُسکا کتا خیال کرنا چاہیے پس اگر سوار حاذق اور ماہر ہوگا اور گھوڑا بھی سدھا ہوا اور کتا بھی تعلیم یافتہ تو بیشک اپنے مقصود کو پہونچیگا اور جب سوار بذات خود فن سواری سے جاہل ہوگا اور گھوڑا سرکش اور کتا دیوانہ تو نہ گھوڑا ہی اُسکا کہنا کریگا اور نہ کتا اشارہ پر چلیگا

قولہ بہشت کی ہو ٹھکانا ۱۲

اللہ نے بڑائی دی درجہ مین لڑنے والون کو اپنے مال اور جان سے بیٹھنے والون پر ۱۲

بیہقی در کتاب الزہد روایت ... اسناد مین ضعف ہو ۱۲

پس ایسے شخص کو شکار کا ملنا تو درکنار اپنی جان ہی بچانی دشوار ہوگی اس مثال میں سوار کو سواری سے آئی مثال انسان کی جہالت اور قلت حکمت اور کمی بصیرت کی ہے اور گھوڑے کی سرکشی مثل غلبۂ شہوت کے خصوصاً شہوت شکم اور شرمگاہ کی اور کتے کی دیوانگی مثل غلبۂ غضب کے ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے انسے بچاوے

چوتھا بیان قلب انسان کی خاصیت کا ذکر

واضح ہو کہ جسقدر چیزیں ہم نے اعضا و حواس سے بیان کی ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات کو بھی دی ہیں مثلاً شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی سب حیوانوں کو بھی حاصل ہیں دیکھو جب بکری بھیڑیے کو آنکھ سے دیکھتی ہے تو اسکی عداوت اپنے دل سے معلوم کر کے فوراً بھاگتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوان کو بھی ادراک باطنی موجود ہے پس اب ہم وہ چیز ذکر کرتے ہیں جو خاص قلب انسانی میں پائی جاوے اور جسکے باعث اسکو شرف اور تقرب الی اللہ کی لیاقت ہے اور وہ دو باتیں ہیں ایک علم اور دوسرا ارادہ۔ علم تو امور دنیوی اور اخروی اور حقائق عقلی کا ہے کہ یہ امور محسوسات کی حد میں داخل ہیں اور نہ حیوانات کو انہیں انسان کے ساتھ شرکت بلکہ علوم کلیہ بدیہی بھی خواص عقل انسانی سے ہیں مثلاً انسان یہ حکم کرتا ہے کہ ایک شخص کا دو مکانوں میں ہونا ایک ہی حالت میں غیر ممکن ہے پس یہ حکم ہر شخص کے واسطے ہے گو یا اسنے دنیا کے بعض ہی اشخاص دیکھے ہیں اس صورت میں اسکا حکم کر دینا جمیع اشخاص پر اسکی حس کے ادراک سے زائد ہے اور جب علم خاص بدیہی میں ایسے سمجھ چکے تو اور تمام نظریات میں اور بھی ظاہر تر ہے اور ارادہ سے یہ غرض ہے کہ جب انسان عقل سے انجام کار کو سوچتا ہے اور اسمیں بہتری معلوم ہوتی ہے تو اسکی طبیعت میں ایک شوق اس بہتری کا اور اسکے لوازم کے حاصل کرنے کا پیدا ہوتا ہے اسکو ارادہ کہتے ہیں اور یہ ارادہ وہ نہیں جو ارادۂ شہوت یا ارادہ حیوانات کا ہوتا ہے بلکہ یہ ارادہ شہوت کے ارادہ کی ضد ہے مثلاً شہوت فصد اور پچھنے سے نفرت کرتی ہے مگر عقل اسکا ارادہ کرتی ہے اور اسکے لیے مال تک خرچ کرتی ہے یا بیماری کی حالت میں شہوت کا میل لذیذ کھانوں کی طرف ہوتا ہے اور عاقل آدمی اپنے نفس میں انسے ایک مانع پاتا ہے اور یہ مانع شہوت کی طرف سے نہیں اور اگر خدا تعالیٰ عقل کو نہ پیدا فرماتا جس سے انجام کار سوجھتا ہے اور اس ارادہ کو پیدا نہ فرماتا جسکے باعث حرکت اعضا کی عقل کے حکم کے بموجب ہوتی ہے تو عقل کا حکم بیفائدہ محض ہوتا غرضکہ قلب انسانی میں وہ علم و ارادہ ہے جو تمام حیوانات میں نہیں بلکہ اول اول لڑکوں میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ ارادہ انہیں بعد بلوغ کے پیدا ہوتا ہے اور شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی ان میں سب موجود ہوتے ہیں ہاں ان علوم کے حاصل ہونے کے لڑکے میں دو درجے ہیں ایک تو یہ کہ اسکے دل میں علم بدیہی باتوں کا آجاوے مثلاً جن چیزوں کا وجود ظاہر میں نہیں ہو سکتا انکا محال جاننا یا ممکنات ظاہری کا جائز سمجھنا تو اس صورت میں اسکو علوم نظریہ تو حاصل نہونگے مگر انکے حصول کے قریب ہو جاویگا اور اسکا حال علوم نظریہ میں ایسا ہوگا جیسا کوئی کاتب کہ کتابت مرکبات سے تو عاری ہے مگر مفردات حروف اور دوات و قلم کو جانتا ہے اسطرح کا کاتب اگرچہ درجہ کتابت پر نہیں پہونچتا مگر اسکے قریب ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ علوم اسکو اکتساب اور تجربہ اور فکر سے حاصل ہو دیں اور انکا مخزن اسکے پاس رہے جب چاہے انکی طرف رجوع کرے تو ایسے شخص کا حال کاتب حاذق کا سا ہے کہ گو وہ بالفعل لکھتا نہو مگر اسکو کاتب کہینگے کیونکہ وہ کتابت پر ہر وقت قدرت رکھتا ہے اور یہ مرتبہ علوم کا انسانیت کے مدارج میں سے اعلیٰ درجہ ہے لیکن اس درجہ میں مراتب غیر متناہی ہیں کہ ان میں لوگ کثرت اور قلت معلومات کے باعث یا شرافت اور خست معلومات کی جہت سے متفاوت ہیں اور نیز طریق حصول میں بھی تفاوت ہوتا ہے کہ بعض قلوب کو اول ہی دہلہ میں بطریق مکاشفہ الہام الٰہی سے حاصل ہو جاتے ہیں اور بعض کو نوبت اکتساب اور تعلیم کی پہونچتی ہے پھر بعضے سریع الفہم ہوتے ہیں اور بعضے بطئی الحصول اور اس مقام میں درجات انبیاء و علماء اور اولیاء اور حکماء کے مختلف ہیں اور درجات ترقی کی کچھ انتہا نہیں اسلیے کہ معلومات الٰہی کی کچھ حد نہیں اور سب میں اعلیٰ رتبہ اس نبی کا ہوتا ہے جسپر سب حقیقتیں بلا اکتساب و تکلف صرف مکاشفۂ الٰہی سے بہت جلد منکشف ہو جائیں اور اسی سعادت سے

بندہ کو خداوند پاک سے قرب معنوی اور حقیقی اور وصفی ہوتا ہی مگر قرب مکانی اور نزدیکی مسافت نہین ہوتی اور ان درجات مین ترقی کرنی سالکین الی اللہ کی منزلین کہلاتی ہین اور ان منازل کی کچھ حد نہین بلکہ ہر سالک کو جس منزل تک وہ پہونچا ہی اسکا اور اسکے پیچھے کی منزلون کا حال معلوم رہتا ہی لیکن جو منزلین اسکے آگے ہین انکو علماً تو نہین جانتا الا کبھی ایماناً بالغیب انکی تصدیق کرتا ہی جیسے ہم نبوت اور نبی پر ایمان رکھتے ہین اور انکے وجود کی تصدیق کرتے ہین مگر حقیقت نبوت کو سوائے نبی کے دوسرا نہین جانتا اور جسطرح کہ پیٹ کے بچہ کو شیرخوار کا حال معلوم نہین ہوتا اور شیرخوار کو تمیزدار لڑکے کا حال معلوم نہین ہوتا کہ اسکو کیا کیا بدیہی باتین حاصل ہو گئی ہین اور تمیزدار کو عاقل کا حال معلوم نہین ہوتا کہ علوم نظریہ سے اسنے کیا سیکھا ہی اسیطرح عاقل کو بھی یہ معلوم نہین ہوتا کہ اللہ تعالی نے اولیاء اور انبیاء پر کیا کیا الطاف و رحمت زیادہ فرمائی ہین ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا اور یہ رحمت بموجب جود اور کرم خداوندی کے عام ہی کسی کیساتھ اسکی طرف سے بخل نہین مگر ظہور اس رحمت کا ان دلون مین ہوتا ہی جو نفحات رحمت کی تاک لگائے رہتے ہین جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ان لربکم فی ایام دہرکم لنفحات الا فتعرضوا لہا اور اپنے تاک لگانا اس طرح ہی کہ دل کو پاک رکھین اور خبث و کدورت جو اخلاق مذمومہ سے ہوتی ہی اس سے اجتناب کرین جیسا کہ عنقریب اسکا بیان آنے والا ہی اور خدائے پاک کی اسی وجود کی طرف اشارہ ہی اس حدیث شریف مین ینزل اللہ کل لیلۃ الی سماء الدنیا فیقول ہل من داع فاستجیب لہ اور اس حدیث قدسی مین لقد طال شوق الابرار الی لقائی وانا الی لقائہم اشد شوقا اور حدیث قدسی من تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذراعا ان سب احادیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ انوار علوم جو دلون سے پوشیدہ رہتے ہین تو منعم حقیقی کی طرف سے کچھ بخل اور روک نہین بلکہ خبث اور کدورت جو دلون مین رہتی ہی وہی باعث حجاب انوار معرفت الٰہی ہوتی ہی کیونکہ دلون کا حال برتن کا سا ہی جب تک برتن مین پانی بھرا رہیگا اسمین ہوا نہین جائیگی اسی طرح جب تک دل غیر اللہ سے مشغول رہیگا اسمین معرفت نہ جائیگی اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اس حدیث شریف مین لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی آدم لنظروا الی ملکوت السماء خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہوا کہ خاصیت انسان علم اور حکمت ہی اور اشرف علوم علم اللہ جل شانہ اور اسکی صفات اور افعال کا ہی کہ جسمین کمال انسانی ہی اور اس کمال کے باعث سعادت اور لیاقت حضوری حضرت رب العزت اسکو حاصل ہوتی ہی غرضکہ بدن نفس کی سواری ہی اور نفس محل علم ہی اور علم انسان کا مقصود اور اسکی خاصیت ہی کہ جسکے واسطے پیدا ہوا ہی اور جس طرح پر کہ گھوڑا بوجھ اٹھانے مین گدھے کا شریک ہی اور خوبصورتی اور دوڑ دھوپ مین اس سے خاص ہی تو گویا گھوڑے کی خاصیت یہی ہی اور اسی کے لیے پیدا ہوا ہی پس اگر اس بات سے عاری ہوگا تو گدھے کے درجہ کو پہونچ جائیگا اسی طرح انسان بہت سی باتون مین گھوڑے اور گدھے کا شریک ہی مگر جو خاصیت انسانی ہی اسکے باعث ان دونون سے ممتاز ہی اور یہ خاصیت ملائکہ مقربین کے اوصاف مین سے ہی اور انسان کا رتبہ بہائم اور ملائکہ کے درمیان مین ہی اس واسطے کہ انسان باعتبار غذا اور نشو و نما کے تو سبزہ ہی اور حس و حرکت اختیاری کی جہت سے حیوان ہی اور صورت قد و قامت کے اعتبار سے مثل نقش دیوار ہی لیکن خاصیت اسکی حقائق اشیا کی معرفت ہی پس جس شخص نے اپنے تمام اعضا اور قوی سے اس طرح کام کیا کہ علم اور عمل مین اسکو استعانت ہو تو ایسا شخص مشابہ فرشتون کے ہی اور ان مین لاحق ہونے کا سزاوار ہی اور اگر اسکو ملک ربانی کہا جاوے تو بجا ہی جیسا کہ اللہ تعالی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والیون کا قول نقل فرمایا ہی ما ہذا بشرا ان ہذا الا ملک کریم اور جس شخص نے کہ اپنی ہمت لذات بدنی کی طرف مصروف کی اور چوپایون کی طرح کھانے لگا تو وہ درجہ بہائم مین داخل ہو کر یا تو نرا بیل ناتجربہ کار ہوگا یا حریص مثل سور کے یا غرانے والا مثل کتے بلی کے یا کینہ ور مثل اونٹ کے یا متکبر مثل چیتے کے یا مکار مثل لومڑی کے بنجاویگا اور اگر ان سب باتون کا جامع ہوگا تو پورا شیطان رجیم ہی اور آدمی مین کوئی عضو و حاسہ ایسا نہین کہ جس سے وصول الی اللہ کی طرف مدد نہ مل سکے جیسا کہ باب الشکر مین کچھ تھوڑا سا بیان اسکا آویگا پس جو کوئی اپنے اعضا کو اسی کام مین لگا دیگا وہ فلاح کو پہونچیگا اور جو اس سے عدول کریگا وہ نقصان مین رہیگا اور انسان کی سعادت کامل اسی مین ہی کہ دیدار الٰہی کو اپنا مقصد بنا دے اور آخرت کو اپنا مستقر جانے اور دنیا کو منزل اور بدن کو سواری اور اعضا کو خادم تصور کرے اور اپنی قوت مدرکہ کو بادشاہ قرار دے جسکا دار السلطنت قلب ہی اور قوت خیالی جو مقدم دماغ مین ہی اس بادشاہ کا قاصد کیونکہ محسوسات کی خبرین اسکے پاس جمع ہوتی ہین اور قوت حافظہ

جسکا مسکن مُخ ودماغ ہی اسکا خزانچی ہی اور زبان اسکی ترجمان اور اعضا متحرک اسکے محرر اور حواس خمسہ اسکے جاسوس ہین اور ہر واحد انمین سے ایک طرف کی اخبار رسانی پر متعین ہی آنکھ عالم رنگ پر متعین ہی اور کان عالم آواز پر اور ناک عالم خوشبو پر اور علی ہذا القیاس پھر یہ سب اپنے اپنے علاقے کے اخبار جمع کرتے ہین اور قوت خیالی تک پہونچا دیتے ہین جسکا کام قاصدی ہی وہ ان اخبار کو خزانچی یعنی حافظہ کے سپرد کرتی ہی اور خزانچی پھر بادشاہ پیش کرتا ہی تاکہ بادشاہ کو ان اخبار مین سے جسقدر سلطنت کی تدابیر مین یا اس سفر کے درپیش ہی اسکی کمیل مین یا ان دشمن کے ساتھ مبارزت ہی اسکے قلع قمع مین یا رہزنون کے دور کرنے مین ضرورت ہو واسقدر لیلیوے پس اگر ایسا ہی کیا تو سعید اور کامیاب اور خدا کی نعمتون کا شاکر ہوا اور جب ان سب کو بیکار رکھا یا کام تو لیا مگر اسمین اپنے دشمنون یعنی شہوت اور غضب اور لذائذ فانی اور آبادی رہگذر یعنی اس دنیا کا ہی لحاظ رکھا تو شقی اور بدنصیب اور خدا کی نعمتون کا کافر ہوگا اور لشکر الٰہی کو جو اسکا تابع ہی ناقابل کریگا اور دشمنان خدا کی عزت اور حزب اللہ کی ذلت ہوگی انجام اسکا یہ ہوگا کہ مستحق عقاب عذاب اور خرابی معاد کا ہوگا نعوذ باللہ منہا اور جو مثال کہ ہمنے بیان کی ہی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا ہی جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انسان مین آنکھین تو راہبر ہین اور کان محافظ اور زبان ترجمان اور ہاتھ دو بازو لشکر کے اور پانون قاصد اور قلب بادشاہ ہی پس جب بادشاہ اچھا ہوگا تو اسکے توابع بھی اچھے ہونگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی سنا ہی وہ بھی یہی فرماتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمثیل قلوب مین یون ارشاد فرمایا ہی کہ زمین مین خدا کے برتن قلوب ہین انمین سے اسکو زیادہ محبوب وہ ہی جو نرم اور صاف اور سخت ہی پھر ان لفظون کی تفسیر یون فرمائی ہی کہ اپنے بھائیون کے ساتھ نرم اور یقین مین صاف اور دین مین سخت ہو اسمین اشارہ ہی اس آیت کریمہ کی طرف کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ یہ مثال نور مومن اور اسکے دل کی ہی اور اس آیت مین او کظلمات فی بحر لجی فرمایا کہ یہ مثال قلب منافق کی ہی اور زید بن اسلم نے لوح محفوظ کو جو قرآن شریف مین وارد ہی فرمایا ہی کہ وہ مومن کا قلب ہی اور سہیل تستری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ مثال قلب اور صدر کی عرش و کرسی کی ہی یہ ہین مثالین قلب کی

پانچوان بیان اوصاف جامع قلب کا اور اسکی مثالین

جاننا چاہیے کہ انسان کی خلقت اور ترکیب مین چار آمیزشین ہین جنکے سبب اسمین چار اوصاف سبعی اور بہیمی اور شیطانی اور ربانی جمع ہین پس اس جہت سے کہ اسپر غضب مسلط ہی افعال سباع کا مرتکب ہوتا ہی اور عداوت اور کینہ اور لوگون سے دھول دھپا گالی گلوچ کرتا ہی اور شہوت کے مسلط ہونے کے باعث بہائم کے افعال یعنے حرص وحسد وطمع وغیرہ اس سے سرزد ہوتے ہین اور اس جہت سے کہ وہ خود فی ذاتہ امر ربانی ہی جیسا خداے تعالیٰ فرماتا ہی قل الروح من امر ربی دعوی ربوبیت کا کرتا ہی اور تعلی اور تشخص اور سب امور پر اصرار کرنا اور ریاست کا مدعی ہوتا اور عبودیت اور تواضع کے حلقہ سے نکلنا ان سب باتون کو پسند کرتا ہی اور آرزومند تمام علوم کی اطلاع کا ہوتا ہی بلکہ علم اور معرفت اور حقائق امور پر واقف ہونے کا مدعی ہوتا ہی اور جب علم کی طرف منسوب ہوتا ہی تو خوش ہوتا ہی اور جہل کی طرف نسبت کیے جانے سے ناراض اور ظاہر ہی کہ جمیع امور کے حقائق پر محیط ہونا اور سب خلق پر کبریا و بزرگی کا مدعی ہونا اوصاف ربوبیت سے ہی اور انسان مین اسکی حرص موجود ہی اور چونکہ باوجود اشتراک غضب وشہوت کی تمیز کے باعث بہائم سے جدا ہی تو اسمین شیطانیت بھی ہی جس سے شریر کہلاتا ہی اور اپنی تمیز کو شر کی صورتون مین استعمال کرتا ہی اور اپنی غرضین مکر وحیلہ وفریب سے حاصل کرتا ہی اور خیر کے بدلے شر ظاہر کرتا ہی اور یہ سب عادتین شیطانون کی ہین غرضکہ ہر ایک آدمی مین ان چارون اصول یعنی ربانیت اور شیطانیت اور سبعی اور بہیمی کا خلط پایا جاتا ہی اور یہ چارون قلب مین جمع ہین تو گویا انسان کی جلد مین چار چیزین ہین سور اور کتا اور شیطان اور حکیم سور تو اسکی شہوت ہی اسلیے کہ سور جو مذموم کہلاتا ہی تو رنگ اور شکل کے باعث نہین بلکہ شدت حرص اور لسیار خواری سے مذموم ہی اور کتا آدمی کا غضب ہی کیونکہ درندہ جو ضرر پہونچاتا ہی اور کتا جو کاٹ لیتا ہی باعتبار صورت و شکل کے

سلم ابو نعیم در طب نبوی و طبرانی در مسند الشامیین بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا و بیہقی در شعب بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲
زور آور مین کافرون پر نرم دل مین آپس مین ۱۲
یا جیسے اندھیری ۱۲

پہ امر اُنسے سرزد نہیں ہوتا ہی بلکہ معنی بہیمیت کے یعنی آزار دینا اور عداوت اُن میں پائی جاتی ہی اسی طرح انسان کے باطن میں بھی تکلیف دہی
اور غضب درندہ کا سا موجود ہی اور حرص و طمع سُور کی سی ہیں سُور اپنی حرص کے باعث فحش اور مناہی کی طرف بلاتا ہی اور درندہ غضب کی
جہت سے ظلم اور ایذا کی طرف اور شیطان ان دونوں کی حرص و غضب کو اشتعال دیتا رہتا ہی اور ایک کو دوسرے پر بھڑکاتا رہتا ہی اور اُنکی
جبلی صفت کو اُنکی نظروں میں اچھا کرتا رہتا ہی اور عقل انسانی جو بمنزلہ حکیم کے ہی اسپر مامور ہی کہ شیطان کے مکر و حیلہ کو دفع کرے یعنی اپنی بصیرت
کاملہ اور نور واضح سے اسکا مکر وا شگاف کردے اور سور اور کتے کو مسلط کرکے اُسکی شہوت توڑ دے کیونکہ غضب سے شہوت ٹوٹتی ہی اسی طرح سور کو کتے
پر مسلط کرکے اُسکی ایذا کو دفع کرے اور کتے کو اپنی سیاست کا مغلوب کرے پس اگر ایسا کیا تو خاصی بات ٹھیک اور مملکت بدن میں عدل قائم
ہوگا اور سب کے سب راہ راست پر آجاوینگے اور اگر وہ حکیم اُنکو مغلوب نہ کر سکا تو یہ چیزیں اُسکو دبا لیتی ہیں اور اُس سے خدمت لیتی ہیں تو اب
اُسکو سور کے پیٹ بھرنے اور کتے کے راضی رکھنے کے حیلے ڈھونڈھنے پڑتے ہیں اور ہمیشہ ان دونوں کا غلام رہتا ہی اور یہ حال اکثر لوگوں کا ہی
کہ اُنکی اکثر ہمت شکم اور شہوت اور اعدا کی خوشامد پر مصروف ہوتی ہی اور عجیب بات یہ ہی کہ ایسا آدمی بُت پرستوں پر پتھر کی پرستش کا اعتراض کرتا ہی
اور اگر اسکا حجاب دور کیا جاوے اور حقیقت حال بتلائی جاوے اور مکاشفہ والوں کی طرح اُسکی صورت حال کو مجسم بنا کر بیداری یا خواب میں دکھلایا
جاوے تو یہ معلوم ہوگا کہ شخص مذکور کبھی سور کے سامنے سجدہ کرتا ہی اور کبھی رکوع اور اُسکا اشارہ اور امر کا منتظر ہی اور جب اپنی خواہش کی کوئی
چیز مانگتا ہی فوراً اُسکی تعمیل اور بجا آوری میں اُٹھ کھڑا ہوتا ہی یا یوں معلوم ہوگا کہ خود ایک پلید کتے کی طرف مائل ہی اور اُسکی عبادت اور
اطاعت کر رہا ہی اور اُسکے التماس کو بسمع رضا سن رہا ہی اور اُسکی طاعت کی بجا آوری میں فکر و فیض کر رہا ہی اور ان باتوں سے اپنے شیطان کی
خوشی میں ساعی ہوتا ہی کیونکہ شیطان ہی سور اور کتے کو بھڑکاتا ہی اور انسان سے خدمت لینے کے واسطے انکو برانگیختہ کرتا ہی تو اب سوچ سکتے
سور کتے کی کیا عبادت کی بلکہ شیطان کی پرستش کرتا ہی پس ہر ایک شخص اپنے حرکات اور سکنات اور سکوت اور نطق اور قیام و قعود کو تاکتا رہے
اور غور سے ملاحظہ کرے پھر اگر انصاف کریگا تو معلوم ہوگا کہ تمام دن انھیں چیزوں کی پرستش میں سعی کرتا رہتا ہی اور یہ نہایت درجہ کا ظلم ہی
کہ مالک کو مملوک کر دیا اور آقا کو غلام بنا دیا اور غالب کو مغلوب ٹھہرا دیا اسلیے کہ غلبہ اور سرداری کے قابل تو عقل تھی جسکو اُسنے تینوں چیزوں
کا مغلوب اور خادم کر دیا پس نتیجہ اُنکی طاعت کا یہ ہوگا کہ اُسکے دل پر پے در پے ایسے صفات آوینگے جنسے دل پر زنگ چڑھا دیگا اور انجام کار وہی
باعث اُسکے ہلاک کے ہونگے خنزیر شہوت کی طاعت سے یہ صفات اُس سے صادر ہونگے بیحیائی خباثت اسراف بخل ریا ہتک رکھائی بیہودہ
حرص حسد خوشامد غضب حقد شماتت وغیرہ اور کلب غضب کی طاعت سے دل پر یہ صفات منتشر ہونگے تہور تقدم ضیاعت لعلی خود ستائی
مغلوب الغضب ہونا تکبر عجب استہزا تحقیر خلق آزار ارادہ شر خواہش ظلم وغیرہ اور شیطان کی طاعت جو طاعت غضب اور شہوت پرستی سے لازم آتی
ہی اُس سے مکر و فریب و حیلہ و دغا بازی اور خیانت اور دنائت اور فحش کلامی وغیرہ صفات حاصل ہوتے ہیں۔ اور اگر امر بالعکس ہوا اور سب کو
صفت ربانیت کی سیاست سے دبا لیا تو دل میں صفات ربانیت قائم ہونگے یعنی علم اور حکمت اور یقین اور معرفت حقائق و ماہیت اشیا اور
غالب ہونا سب پر قوت علم و عقل سے اور استحقاق تقدم خلق پر باعث کمال علم اور جلال کے اور نیز اس صورت میں شہوت و غضب کی عبادت
سے مستغنی ہو جاویگا اور خنزیر شہوت کے روکنے سے اور اُسکے حد اعتدال پر رکھنے سے بہت سے صفات شریفہ پیدا ہونگے مثلاً عفت اور قناعت
اور سکون اور زہد اور ورع اور تقوی اور انبساط اور حیا اور حسن صورت اور ظرافت اور مساعدت وغیرہ اسی طرح قوت غضب کے روکنے اور
مغلوب رکھنے اور حد واجبی پر لانے سے یہ صفات حاصل ہونگے شجاعت اور کرم اور مروت اور ضبط نفس اور صبر اور حلم اور عفو اور استقلال اور
جوانمردی اور توقیر و اصالت وغیرہ پس اس معاملہ میں دل کو آئینہ سمجھنا چاہیے کہ جسکو ان تینوں امور مؤثرہ نے لیے رکھا ہی اور یہ آثار پے در پے
دل پر پہونچتے رہتے ہیں مگر آثار محمودہ مذکورہ بالا سے آئینہ قلب کو زیادہ جلا اور نور و چمک بڑھتی ہی یہاں تک کہ اسمیں تجلی حق جلوہ گر

ہوتی ہی اور جو امر دینی مطلوب ہو اُسکی حقیقت منکشف ہو جاتی ہی اور ایسے ہی دل کی طرف اس حدیث شریف مین اشارہ ہی اذا اراد اللہ بعبد خیراً جعل لہ واعظاً من قلبہ اور انہین مین بھی جس شخص کے لیے اُسکے دل سے واعظ موجود ہو اُسکے لیے خدا کی طرف سے نگہبان رہتا ہی اور ایسے ہی دل مین ذکر الٰہی ٹھہرتا ہی جسکے لیے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور آثار مذمومہ جو آئینۂ قلب پر عکس افگن ہوتے ہین اُنکا حال سیاہ دھوئین کا سا ہی کہ جتنا آئینہ پر پہونچتا جاتا ہی وہ کالا ہوتا جاتا ہی اسی طرح دل بھی ان آثار سے تاریک ہوتے ہوتے بالکلیہ خدا تعالیٰ سے محجوب ہو جاتا ہی اور اسی پردہ کا نام طبع اور رین ہی یعنی مہر اور زنگ جنکا ذکر قرآن مجید مین ہی کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون ہ اور فرمایا ان لو نشاء اصبناہم بذنوبہم ونطبع علی قلوبہم فہم لا یسمعون اس آیت شریفہ مین سننے کو کثرت گناہون کے باعث مہر لگ جانے کے ساتھ مربوط کیا ہی جیسا کہ دوسری جگہ سننے کو تقوی کے ساتھ ربط دیا ہی اور فرمایا واتقوا اللہ واسمعوا اور واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ غرضکہ جب گناہون کی کثرت سے دل پر مہر ہو جاتی ہی تو وہ ادراک حق اور درستی دین سے اندھا ہو جاتا ہی اور امر آخرت کو ہلکا جاننے لگتا ہی اور دنیا کا کام بڑا سمجھتا ہی اور بالکل اسی مین ہمت صرف کرتا ہی اور جبکہ آخرت اور اُسکے احوال کا ذکر سنتا ہی تو ایک کان سے سنکر دوسرے سے نکال ڈالتا ہی اور یہ ذکر اُسکے دل مین قیام نہین کرتا اور تدارک اور توبہ کی طرف رغبت نہین دلاتا تو ایسون کا یہ حال ہی کہ قد یئسوا من الآخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور اور یہی معنی ہین سیاہی قلب کے جسکا ذکر قرآن مجید اور سنت سعید مین ہی میمون بن مہران فرماتے ہین کہ جب بندہ گناہ کرتا ہی تو اُسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ منقوش ہو جاتا ہی اور جب توبہ کرتا ہی تو مٹ جاتا ہی پھر اگر دوبارہ گناہ کرتا ہی تو اُس نقطہ مین زیادتی ہوتی ہی یہانتک کہ ہوتے ہوتے سارے دل پر سیاہی دوڑتی ہی اور اسی کا نام رین یعنی زنگ ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین قلب المومن اجرد فیہ سراج یزہر وقلب الکافر اسود منکوس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ جلشانہ کی طاعت اور شہوات کی مخالفت سے دل کو جلا ہوتی ہی اور اُسکی نافرمانی سے دل سیاہ ہوتا ہی پس جو کوئی گناہ کرتا ہی تو اُسکا دل سیاہ ہو جاتا ہی اور اگر گناہ کے بعد نیک کام کرتا ہی اور پہلا اثر مٹانا چاہتا ہی تو اگرچہ سیاہی دور ہو جاتی ہی مگر نور مین نقصان جب بھی رہتا ہی جیسے آئینہ پر دم کرو اور اُسکو صاف کر ڈالو پھر دم کرو پھر صاف کرو تو اُسمین کچھ نہ کچھ کدورت رہجاتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ القلوب اربعۃ قلب اجرد فیہ سراج یزہر فذالک قلب المومن وقلب اسود منکوس فذالک قلب الکافر وقلب اغلف مربوط علی غلافہ فذالک قلب المنافق وقلب مصفح فیہ ایمان ونفاق مثل الایمان فیہ کمثل البقلۃ یمدہا الماء الطیب ومثل النفاق فیہ کمثل القرحۃ یمدہا القیح والصدید فای المادتین غلبت علیہ حکم لہ بہا وفی روایۃ ذہبت بہ اور اللہ جلشانہ فرماتا ہی ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون اس آیت مین بتلا دیا کہ جلاء قلب ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہی اور ذکر تقوی والے ہی کرتے ہین پس معلوم ہوا کہ تقوی ذکر کا پھاٹک ہی اور ذکر کشف کا دروازہ ہی اور کشف فوز اکبر یعنی دیدار الٰہی کا دروازہ ہی

چھٹا بیان دل کی مثال کا صرف باعتبار علوم کے

واضح ہو کہ محل علم کا قلب ہی یعنے وہ لطیفہ جو تمام اعضا کی تدبیر کرتا ہی اور سب اسی کی اطاعت و خدمت کرتے ہین اُسکا حال حقائق معلومات کی نسبت کرا ایسا ہی جیسا آئینہ کا حال بہ نسبت صور محسوسات کے یعنی جس طرح کہ چیزون کی تصویر آئینہ مین منقش ہو کر اُسی مین موجود رہتی ہی اسیطرح ہر ایک معلوم کی تصویر آئینۂ قلب مین عکس افگن ہو کر اُسپر واضح ہو جاتی ہی اور جس طرح کہ آئینہ اور چیز ہی اور صورت چیزون کی اور چیز اور اُنکا آئینہ مین آجانا اور چیز اسیطرح دل کے باب مین بھی تین چیزین جدا جدا ہین ایک قلب دوسرا حقائق اشیا تیسرے حصول نفس اُن حقائق کا قلب مین پس عالم تو قلب ہی جسمین کہ حقائق اشیا کی صورتین حلول کرتی ہین اور معلوم حقائق اشیا ہین اور علم اُن حقائق کی صورتون کا آئینۂ قلب مین حاضر ہوتا ہی ایک اور مثال

عالم اور معلوم اور علم کی یہ ہی کہ قبضہ اور گرفت کے لیے تین چیزیں چاہییں ایک گرفت کرنے والا مثلاً ہاتھ دوسرے جسکو گرفت کرتا ہو مثلاً تلوار تیسرا
ملنا ہاتھ اور تلوار کا جسکو گرفت کہتے ہیں اسیطرح معلوم کی تصویر کا دل میں پہونچنا علم کہلاتا ہی اور کبھی حقیقت چیز کی بھی موجود ہوتی ہی اور دل بھی موجود مگر
علم نہیں ہوتا کیونکہ علم نام اسی بات کا ہی کہ حقیقت چیز کی دل تک پہونچ جاوے جس طرح تلوار بھی ہو اور ہاتھ بھی مگر جب تک ہاتھ میں نہ آویگی تو
گرفت نہیں کہلاویگی ہاں اتنا فرق ہی کہ گرفت میں بعینہ تلوار ہاتھ میں آجاتی ہی اور معلوم بعینہ دل میں نہیں آتا مثلاً کوئی اگر آگ کو جان لیوے تو
خود آگ اسمین نہیں چلی جاویگی بلکہ آگ کی حقیقت جو اسکی ظاہری شکل کے مطابق ہی وہ دل میں آتی ہی اسی جہت سے اسکو آئینہ کے ساتھ مشابہت
و بہی مناسب ہی کیونکہ آئینہ میں بھی خود انسان نہیں چلا جاتا بلکہ ایک نقش و صورت اسی کے مطابق حاصل ہوتی ہی اسیطرح دل میں بھی معلوم کی صورت آتی ہی
آجاتی ہی اور بڑی وجہ مشابہت کی آئینہ کے ساتھ یہ ہی کہ آئینہ میں پانچ وجہ سے صورت معلوم نہیں ہوتی اول تو یہ کہ آئینہ ہی اچھا نہو یعنی اسکے جوہر میں
نقصان ہو یا اسکی شکل ٹھیک نہو دوسرے یہ کہ اسمین کجی اور روجہ سے کدورت آگئی ہو تیسرے یہ کہ جس چیز کا آئینہ میں عکس پڑے وہ اسکے سامنے
نہو مثلاً اسکے پیچھے ہو چوتھے یہ کہ چیز اور آئینہ کے بیچ میں آڑ ہو پانچویں یہ کہ جس چیز کی صورت آئینہ میں دیکھی ہی اسکی جہت معلوم نہو کہ اس سو جب آئینہ
ٹھیک سمت پر رکھا جاوے اسیطرح آئینۂ قلب بھی ایسی چیز ہی کہ اسمین تمام امور میں امر حق منکشف ہوسکتا ہی مگر قلوب میں جو بعض علوم نہیں آتے تو ہو نکا
سبب وہی پانچ چیزیں ہیں اول خود قلب کا ناقص ہونا جیسے لڑکوں کا قلب ہوتا ہی کہ اسمین انکشاف معلومات کا نقصان کی جہت سے نہیں ہوتا
دوسرے کدورت گناہوں کی اور میل معاصی کا کہ باعث کثرت شہوات کے قلب پر چھا جاتا ہی اور اسکی صفائی اور جلا کو کھو دیتا ہی تو اس تاریکی کی
وجہ سے حق بات اسمین ظاہر نہیں ہوسکتی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس حدیث شریف میں کہ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہی تو عقل اس سے
جدا ہو جاتی ہی اور پھر کبھی اسکے پاس نہیں آتی یعنی اسکے دل میں ایسی کدورت آجاویگی کہ اسکا اثر کبھی نہیں جاویگا کیونکہ غایت مافی الباب یہ ہی کہ
گناہ کے بعد کوئی نیکی کریگا جسکے سبب وہ اثر دور ہو لیکن اگر گناہ نہ کرتا اور نیکی ہی کرتا تو بیشک دل میں نور زیادہ ہوتا مگر چونکہ پہلے گناہ کر چکا ہی تو
فائدہ نیکی کا کچھ نہوا جیسا قلب پہلے گناہ کے تھا ویسا ہی ہوگیا نور کی زیادتی نہوئی تو یہ واقع میں بڑا نقصان ہی جسکا کچھ علاج نہیں دیکھو جس آئینہ پر
زنگ لگ جاتا ہی اور صیقل سے دور کیا جاتا ہی وہ اس آئینہ کے برابر نہیں ہوتا جسپر بے زنگ جلا کیا جاوے خلاصہ یہ کہ اللہ کی طاعت کی طرف متوجہ ہونا
اور مقتضاء شہوات سے روگردان ہونا جلاء قلب اور صفاء باطن کرتا ہی اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے فرمایا ہی وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تیسرے یہ کہ حقیقت مطلوبہ کی جہت سے پھرا ہوا ہو مثلاً ایک شخص مطیع اور صالح ہی مگر
اسکا قلب طالب امر حق نہیں بلکہ اکثر طاعات بدنیہ یا اسباب معیشت کے تہیہ میں اپنی ہمت کو مصروف رکھتا ہی اور اپنی فکر کو حقائق خفیۂ الہیہ اور
حضرت ربوبیت کے تامل میں نہیں لگاتا تو اسکا دل اگرچہ صاف ہوتا ہی لیکن اسمین جلوۂ حق نہیں ہوتا بلکہ اسمیں وہی امر منکشف ہوتا ہی جسکا اسکو
خیال رہتا ہو مثلاً اگر فکر آفات اعمال کی دقائق میں تھی یا نفس کے خفیہ عیوب جاننے میں یا مصالح معیشت کے باب میں تو یہی باتیں منکشف
ہوجاوینگی اور جب یہ بات ٹھہری کہ صرف ہمت اعمال اور تفصیل طاعات میں مانع انکشاف جلوۂ حق ہی تو جو لوگ اپنی ہمت کو شہوات دنیوی اور اسکی
لذات و علائق میں مصروف رکھتے ہیں انپر کسیطرح کشف حقیقی ہوسکتا ہی چوتھا حجاب مانع انکشاف ہوتا ہی مثلاً کوئی مطیع آدمی جس نے اپنی شہوات کو
دبا رکھا ہی اگر کسی حقیقت کے دریافت میں فکر کرے تو بعض اوقات اسکو امر حق نہیں منکشف ہوتا اس لیے کہ باعث تقلید آبائی یا حسن ظن کے
کسی ایسی بات کا اعتقاد کر لیتا ہی کہ یہی اعتقاد امر حق میں اور اسکے دل میں حجاب ہو جاتا ہی اور جس بات کا وہ لڑکپن سے معتقد ہی اور تقلید کی
باعث اسکے دل پر جم رہی ہی وہ مانع ہی اس سے کہ اسکا خلاف اسکے دل پر منکشف ہوجاوے اور یہ بھی بڑا حجاب ہی کہ جسکے باعث اکثر متکلمین
اور مذاہب کے متعصبین امر حق سے محجوب ہیں بلکہ اکثر صالحین جنکی فکر ملکوت زمین و آسمان میں رہتی ہی وہ بھی اسی بلا میں مبتلا ہوئے ہیں
کہ بعض اعتقادات تقلیدیہ انکے نفوس میں ایسے جم جاتے ہیں کہ ادراک حقائق سے مانع ہوتے ہیں پانچویں عدم واقفیت اس جہت کی جس سے

[حاشیہ:] یعنی جو شخص کہ عمل کرے جو جانتا ہے اسکو ایسی چیزوں کا علم دیتا ہے جو اسکو معلوم نہ تھیں ابو نعیم در حلیہ ... رضی اللہ عنہ ۱۲

مطلوب کے مثلاً کوئی طالب علم اگر کسی مجہول کو دریافت کرنا چاہے تو جب تک معلومات مناسب مطلوب کو خیال نہ کریگا اور ان معلومات کو بترتیب خاص کہ علماء کے نزدیک معتبر ہو نہ رکھیگا تب تک مجہول مطلوب حاصل نہوگا کیونکہ جو معلومات جبلی نہیں ہین انکا علم بدون دوسرے معلومات کے نہیں آسکتا بلکہ ہر ایک علم کے لیے یہ ضرور ہی کہ دو علم اُس سے پہلے حاصل ہون اور انہین ترکیب و ازدواج مخصوص عمل مین آوے جب تیسرا علم حاصل ہو جسطرح کہ بچہ نر اور مادہ سے پیدا ہوتا ہی پھر جیسا کہ بچھیرا مثلاً اگر کسی کو مطلوب ہو تو وہ اونٹ اور گدھے اور انسان سے نہین مل سکتا بلکہ اسکے لیے گھوڑا اور گھوڑی چاہیے کہ ان دونون مین مجامعت ہو کر مطلوب حاصل ہو اسی طرح ہر ایک علم کے واسطے دو اصل مخصوص اور ایک طریق انکی ترکیب کا چاہیے جنسے علم مطلوب حاصل ہو پس عدم واقفیت ان اصول کی اور انکی کیفیت ترکیب کی مانع ادراک ہوتی ہی جیسا آئینہ مین جہت مطلوب کے معلوم نہونے سے صورت عکس انکی نہین ہوتی اور ایک مثال واضح تر یہ ہی کہ مثلاً کوئی آدمی یہ چاہے کہ آئینہ مین اپنی پشت دیکھ لے تو اگر آئینہ کو اپنے منھ کے سامنے رکھیگا تو پشت نظر نہ آویگی کیونکہ آئینہ اُسکے محاذی نہین اور اگر آئینہ کو پشت کے محاذی کریگا تب بھی پشت نہ سوجھیگی بلکہ خود آئینہ بھی نظر نہ آویگا کہ آنکھ سے اوجھل ہوگیا تو ضرور اس صورت مین ایک اور آئینہ کی ضرورت ہوگی کہ ایک کو تو وہ محاذی پشت کے رکھے اور دوسرے کو ایسی طرح آنکھ کے سامنے رکھے کہ دونون آئینون مین بھی محاذات رہے اس صورت مین یہ شخص اپنی پشت کو دیکھ سکتا ہی اسلیے کہ اُسکی پشت کا عکس پیچھے کے آئینہ مین پڑیگا اور اسکا عکس دوسرے آئینہ مین جو سامنے رکھا ہوا ہی پڑیگا تو پہلے آئینہ مین جو پشت کا عکس تھا وہ دوسرے مین معلوم ہونے لگیگا اسی طرح علوم کے حاصل کرنے مین تصرفات اور تحریفات اس مثال سے بڑھکر عجیب ہوتے ہین اور روے زمین پر ایسا کوئی نہین کہ جسکو کیفیت ان تحریفات کی معلوم ہی ہوجایا کرے تو یہی سبب قلوب کے لیے مانع معرفت حقائق امور کا ہوجاتا ہی اور نہ ہر ایک قلب کو باعتبار جبلت صلاحیت ادراک حقائق کی ہی اسلیے کہ وہ ایک امر ربانی شریف ہی اور سب جواہر مین اسی خاصیت کے باعث ممتاز و اشرف ہی اور اسی کی طرف اللہ جل شانہ نے اس آیت شریف مین اشارہ فرمایا ہی اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ یعنی انسان مین ایک خاصیت ہی کہ جسکے باعث آسمانون اور زمین اور پہاڑون سے ممتاز ہوا اور تحمل امانت الٰہی کے قابل ٹھہرا اور وہ امانت معرفت اور توحید کی ہو کہ ہر ایک شخص کا دل اُسکے اُٹھانے کی لیاقت رکھتا ہی مگر جو اسباب ہمنے ذکر کیے انکے باعث امر وہین تک پہونچ نہین سکتا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ اور اس حدیث شریف مین کہ لَوْلَا اَنَّ الشَّيَاطِيْنَ يَحُوْمُوْنَ عَلٰى قُلُوْبِ بَنِيْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰى مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ اشارہ ہی بعض اسباب کی طرف جو قلب اور ملکوت مین حجاب ہوتے ہین اور اسی کی طرف اشارہ ہی اُس قول مین جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے پوچھا کہ یا حضرت خدا تعالیٰ کہان ہی زمین مین یا آسمان مین آپنے ارشاد فرمایا کہ اپنے ایمان والے بندون کے دل مین ہی بیچ ہی ۵ ارض و سما کہان تری وسعت کو پا سکے میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے　اور حدیث قدسی مین ارشاد ہی نہ میری گنجایش زمین مین ہی نہ آسمان مین اور میری گنجایش میرے بندہ مومن کے دل مین ہی جو نرم اور ساکن ہو اور ایک حدیث مین ہی کہ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ فَقَالَ كُلُّ مُؤْمِنٍ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ فَقِيْلَ مَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقَالَ هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ الَّذِيْ لَا غِشَّ فِيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غَدْرَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل نے خدا کو جب دیکھا تقوی کے باعث حجاب دور ہوگیا اور جس شخص کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان سے حجاب اُٹھ جاتا ہی تو صورت ملک اور ملکوت کی اُسکے دل مین ظاہر ہوتی ہی تو اُسکو ایسی جنت نظر پڑتی ہی کہ اُسمین سے تھوڑی سی کا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہو اور سب کی سب جنت تو ایسی ہوتی ہی کہ ان آسمانون اور زمینون مین نہین سما سکتی کیونکہ یہ چیزین اس عالم محسوس کی ہین اور یہ عالم اگرچہ بہت لمبا چوڑا ہی پھر بھی حد و نہایت رکھتا ہی لیکن عالم ملکوت یعنی وہ اسرار غائب جو آنکھ سے نہین سوجھتے اور اُنکے لیے نور بصیرت درکار ہی وہ بیحد و بپایان ہین ہان جسقدر کہ قلب مین اُنکا ظہور ہوتا ہی وہ مقدار متناہی ہی مگر اُنکو اگر بذات خود دیکھو یا باعتبار علم الٰہی کے خیال کرو تو کچھ ٹھکانا نہین بے انتہا ہین اور سب عالم ملک و ملکوت کا اگر

ایک ساتھ لیا جاوے تو اُسکا نام حضرت ربوبیت ہے کیونکہ حضرت ربوبیت تمام موجودات کو محیط ہے اسلیے کہ سواے خدا کے جو کچھ موجود ہے وہ یا اُسکے افعال میں یا مملکت یا بندے تو جسقدر اُنمیں سے قلب پر واضح ہوتا ہے بعضوں کے نزدیک بعینہ وہی جنت ہے اگر اہل حق اُسکو سبب استحقاق جنت جانتے ہیں اور جنت میں وسعت ملک موافق وسعت معرفت کے ہوگی یعنی اللہ کی صفات اور افعال میں سے جسقدر اُسکو زیادہ معلوم ہوا ہوگا اُسی قدر وسعت بھی زیادہ ہوگی اور سب طاعات اور اعمال جوارح کا مقصود یہی ہے کہ دل صاف و شستہ ہو اور جلا پاوے اور اُسکی جلا سے یہ غرض ہے کہ نور ایمان یعنی لمعہ معرفت اُسمیں آجاوے اور یہی مراد ہے اس آیت شریف میں فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ اور اس دوسری آیت میں بھی فَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ اب اس تجلی اور ایمان کے تین مرتبے ہیں پہلا مرتبہ ایمان عوام کا ہے کہ محض تقلید پر اُسکی بنا ہوتی ہے دوسرا مرتبہ ایمان متکلمین کا کہ اُس میں کچھ حجت و دلیل بھی ہوتی ہے مگر اُسکا درجہ بھی ایمان عوام کے قریب ہی ہے تیسرا مرتبہ ایمان عارفین کا جو نور یقین سے دریافت ہوتا ہے اور ہم ان مراتب کو ایک مثال سے بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مثلاً زید کے گھر میں ہونے کی تصدیق آدمی کو تین طرح سے ہوسکتی ہے ایک تو یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص بیان کرے کہ بارہا اُسکی راست گوئی کا امتحان ہوا ہے اور کسی طرح کی جھوٹی بات اُسکی طرف سے مشہور نہ ہوئی ہو نہ اُسکے قول میں گنجایش اتہام ہو تو ایسے آدمی کے کہتے ہی یقین ہوگا کہ بیشک زید گھر میں ہے یہ مثال اُس ایمان کی ہے جو محض تقلید سے ہوتی یعنی ایمان عوام کی کیونکہ انکا بھی یہی حال ہے کہ جب سن تمیز کو پہونچکر اپنے ماں باپ سے اللہ تعالی کے وجود اور علم و قدرت و ارادہ و جمیع صفات الٰہی کو اور انبیا کے مبعوث برحق ہونے کو اور جو احکام وے لائے ہیں اُنکے سچ ہونے کو سنتے ہیں فوراً ایمان لاتے ہیں اور اُسپر ثابت رہتے ہیں اور اُسکا خلاف اُنکے دل میں نہیں گذرتا کیونکہ اُنکو ماں باپ اور اساتذہ کی طرف حسن ظن ہوتا ہے پس اس طرح کا ایمان باعث نجات اخروی ہوتا ہے اور ایسے ایمان دار اصحاب یمین میں سے ادنی درجہ کے ہوتے ہیں مقربین میں سے نہیں ہوتے کیونکہ تقرب میں کشف اور بصیرت اور نور یقین سے سینہ کا منور ہونا بھی ہوتا ہے جو اس طرح کے ایمان میں نہیں پایا جاتا علاوہ اسکے اعتقاد کے باب میں جو خبر بعض لوگ بابت سے لوگ بیان کریں اسمیں غلطی بھی ممکن ہے دیکھو یہود اور نصاری کے لڑکوں کو بھی اپنے ماں باپ کے قول پر اطمینان ہوتا ہے کہ جس بات کے وہ معتقد ہیں وہ غلط ہے کیونکہ اُنکے دلوں پر غلطی ہی کا القا ہوا اور مسلمانوں کا اعتقاد حق ہے اور یہ حقیقت اس جہت سے نہیں کہ اُنکو اُسکی اطلاع ہوگئی بلکہ اس جہت سے ہے کہ دلوں میں حق بات ہی پڑی دوسری طرح یہ ہے کہ آدمی زید کی آواز گھر میں سے سُنے اور خود دیوار کی آڑ میں ہو تو اُس سے بھی معلوم ہوگا کہ زید گھر میں ہے اور جسقدر تصدیق کہ دوسرے شخص کے کہنے سے ہوتی آواز سننے سے بیشک اُس سے کسی قدر زیادہ ہوگی مثلاً پہلے سے سُن رکھو کہ زید گھر میں ہے پھر اُسکی آواز بھی اندر سے سنو تو زیادہ یقین ہوجاویگا کیونکہ آواز سننے سے تمام شکل و صورت بولنے والی دھیان میں گذر جاتی ہے اور دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ یہ آواز فلاں شخص کی ہے پس یہ مثال دوسرے قسم کے ایمان کی ہے جسمیں کچھ دلیل کا بھی لگاؤ ہوتا ہے مگر غلطی اسمیں بھی ممکن ہے کیونکہ ایک آواز دوسرے سے ملتی جلتی بھی ہوسکتی ہے اور بعض اوقات دوسرے شخص کے نقل کرنے کو بہ تکلف ویسا ہی بولنے لگتے ہیں اور یہ امر سامع کو معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے اور آواز کی مشابہت اور نقل و حکایت سے کچھ غرض نہیں رکھتا تیسری طرح یہ ہے کہ آدمی خود اندر جاکر زید کو دیکھ لے کہ گھر میں موجود ہے پس یہ مثال ایمان عارفین اور مقربین اور صدیقین کی ہے اسی کو معرفت حقیقی اور مشاہدہ یقینی کہتے ہیں کہ انکا ایمان مشاہدہ کے بعد ہوتا ہے انکا ایمان ایمان عوام اور متکلمین کو متضمن ہے مگر اسمیں ایک ایسی زیادتی مشاہدہ کی ہوجاتی ہے کہ اسکے ساتھ احتمال غلطی کا نہیں رہتا ہاں ان میں بھی مقدار علوم اور کشف میں تفاوت ہوتا ہے علم کے درجہ کا تفاوت تو یوں سمجھنا چاہیے کہ مثلاً مثال مذکورہ بالا میں ایک شخص زید کو گھر کے صحن میں قریب جاکر خوب روشنی میں دیکھے اور دوسرا شخص اُسکو کسی کوٹھری میں یا دور سے یا شام کے وقت دیکھے تو پہلے شخص کا دیکھنا زیادہ کامل ہوگا اور دوسرے کا اور اگرچہ بھی گو اسوجہ سے عمدہ ہے کہ دیکھنے کے بعد یقین اُسکے وجود کا ہے مگر اُسکے خیال میں زید کی شکل و صورت میں جو علامات ہونگے وہ اچھی طرح نہ آوینگے اسی طرح مشاہدہ کے امور میں بھی فرق ہوا کرتا ہے کہ بعضوں کو خوب دقائق خفیہ تک معلوم ہوجاتے ہیں اور بعضے اُنسے محروم

یعنی سو جسکو اللہ چاہے کہ راہ دے کھول دے سینہ اسکا حکم برداری کو ۱۲

یعنی بھلا جسکا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمانی پر سو وہ اجالے میں ہی اپنے رب کی طرف سے ۱۲

رہتے ہین جیسا کہ تفاوت علم مین ہوتا ہی ویسا ہی معلوم ہین بھی ہوتا ہی مثلاً ایک شخص نے زید کو مع بکر و عمرو وغیرہ کے دیکھا اور دوسرے نے صرف زید ہی کو دیکھا تو اول کے معلومات زیادہ ہونگے یہ ہی حال قلب کا باعتبار علوم کے واللہ اعلم بالصواب

ساتوان بیان قلب کے حال کا باعتبار اقسام علوم کے یعنی علوم عقلی اور دینی اور دنیوی اور اخروی کے

پہلے مذکور ہوچکا ہی کہ قلب اپنی طبیعت سے حقائق معلومات کے قبول کرنے کا مستعد ہی اب یہ بیان ہوتا ہی کہ جو علوم اسمین آتے ہین انکی دو قسمین ہین ایک عقلی اور ایک شرعی پھر عقلی کی بھی دو قسم ہین ایک وہ کہ بدیہی ہون اور ایک وہ کہ سیکھنے سے آوین اور جو سیکھنے سے حاصل ہوتی ہین وہ بھی دو طرح کی ہین یا دنیوی ہین یا اخروی اور علوم عقلی سے ہماری یہ غرض ہی کہ نفس عقل ام ان کے مقتضی ہو تقلید اور سننے کو اسمین دخل نہو وان مین سے بدیہی وہ ہین کہ جنہین یہ معلوم نہو کہ یہ کہان سے اور کسطور حاصل ہوئے مثلاً اس بات کو جاننا کہ ایک شخص دو مکانون مین ایک ہی وقت نہین رہ سکتا اور ایک ہی چیز قدیم اور حادث یا موجود اور معدوم معاً نہین ہوسکتی تو یہ علوم آدمی لڑکپن سے جانتا ہی مگر یہ معلوم نہین کہ یہ کب اور کسطرح حاصل ہوئے یعنی انکو کوئی سبب قریب ظاہری نہین جانتا ہی ورنہ یہ تو جانتا ہی کہ یہ علوم خدا کی طرف سے دل مین آگئے ہین اور جو علوم کہ سیکھنے سے آتے ہین وہ وہ ہین کہ جنہین تعلم اور استدلال کی ضرورت ہی اور ان دونون قسمون کو عقل کہتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی جسکا خلاصہ یہ ہی رباعی

دو قسمین ہین عقل کی یہ سمجھے سن لو	اول طبعی ہی دوم سمعی جانو	طبعی کے بدون ہووے سمعی بے نفع	خورشید سے جیسے نفع اندھے کو نہو

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ہی کہ ما خلق اللہ خلقاً اکرم علیہ من العقل اس سے عقل اول قسم کی مراد ہی اور اس ارشاد مین اذا تقرب الناس الی اللہ تعالی بانواع البر فتقرب انت بعقلک دوسری قسم کی عقل مراد ہی کیونکہ تقرب الی اللہ عقل غریزی فطری سے ممکن نہین اور نہ علوم بدیہی سے حاصل ہوسکتا ہی بلکہ اسکے لیے علوم مکتسبہ درکار ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسا شخص ہی تقرب کے لیے ان علوم کے حاصل کرلے ہین کہ جنسے قرب رب العالمین حاصل ہو عقل کو استعمال کرسکتا ہی ہر ایک کا کام نہین غرضکہ قلب کو بمنزلہ آنکھ کے تصور کرنا چاہیے اور عقل فطری کو اسمین بمنزلہ قوت بینائی معلوم کرنا چاہیے اور قوت بینائی ایک ایسا لطیفہ ہی جو اندھے مین نہین ہوتا اور بینا مین موجود رہتا ہی گو وہ اپنی آنکھین بند کرلے یا اندھیری رات مین ہو اور قلب کو جو علم اس عقل سے حاصل ہوتا ہی اسکو بجاے قوت ادراک آنکھ کے یعنی رویت عین اشیا کی گننا چاہیے اور عقل کی آنکھ سے جو اور علوم وقت طفل سے سن تمیز اور بلوغ تک مخفی رہتے ہین اسکو یون جاننا چاہیے کہ آنکھ بھی جب تک آفتاب نہین چمکتا اور مبصرات پر اسکا نور نہین پھیلتا تب تک کچھ کام نہین کرتی اور وہ قلم کہ جس سے خدا تعالی معلوم کو قلب پر نقش فرماتا ہی بمنزلۂ قرص آفتاب کے خیال کرنا چاہیے اور لڑکپن مین جو علم نہین حاصل ہوتا اسکی وجہ یہی ہی کہ اسوقت تک اسکے قلب کی تختی مین لیاقت نقش علوم کی نہین ہوتی اور قلب سے ہماری یہ غرض ہی کہ خدا نے ایک ایسی چیز پیدا کی ہی جس سے علوم کا نقش دل پر ہوجاتا ہی جیسا خود فرمایا کہ علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم اور خدا تعالی کا قلم ہمارے تمھارے قلم کی صورت کا نہین جیسے اسکے اوصاف خلق کے اوصاف سے بالکل جدا ہین اسکا قلم لکڑی اور نے وغیرہ کا نہین جیسے وہ خود جوہر و عرض ہونے سے منزہ ہی غرضکہ بصیرت باطنی اور بینائی ظاہری مین ان وجوہ مذکورہ بالا سے مشابہت ہوسکتی ہی مگر شرف اور رتبہ مین کچھ مناسبت نہین کیونکہ بصیرت باطنی عین نفس ہی جو لطیفۂ مدرکہ کہلاتا ہی اور وہ بمنزلہ سوار کے ہی اور بدن مثل گھوڑے کے اور سوار اگر اندھا ہو تو اسکا زیادہ ضرر ہی بہ نسبت گھوڑے کی نابینائی کے بلکہ ایک ضرر کو دوسرے سے کچھ بھی مناسبت نہین اور چونکہ بصیرت باطنی اور ظاہری مین مشابہت پائی جاتی ہی تو خداوند کریم نے بھی دل کے ادراک کو بینائی سے تعبیر فرمایا ہی اور یہ ارشاد کیا کہ ما کذب الفواد ما رای اور اسیطرح اس آیت شریفہ مین وکذالک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ادراک قلبی کو رویت سے بیان فرمایا اس سے رویت ظاہری ہرگز مقصود نہین کیونکہ اسمین کچھ خصوصیت حضرت ابراہیم کی نہین رہتی بلکہ گنجایش اعتراض کی باقی رہتی ہی اور نیز بوجہ مشابہت مذکورہ ضد ادراک کو

نابینائی سے تعبیر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور اور فرمایا من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا یہ ہو بیان علم عقلی کا اب علوم دینی کو سنا چاہیے کہ وہ وہ ہین کہ بطور تقلید انبیا صلوات اللہ علیہم سے پہونچے ہون اور وہ کتاب اللہ اور حدیث شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکھنے اور انکے معانی کے سمجھنے سے حاصل ہوتے ہین اور صفت قلبی کا کمال انھین سے ہوتا ہو اور قلب امراض اور ردی دون سے انھین کے باعث بچا رہتا ہو غرضکہ علوم عقلیہ قلب کی سلامتی کے لیے کافی نہین گو انکی حاجت ہوتی ہو جسطرح کہ دوام صحت کے لیے صرف عقل کافی نہین بلکہ خواص ادویہ اور انکے اصول کو اطبا سے دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہو کیونکہ یہ باتین خود بخود عقل سے نہین معلوم ہوتین مگر سُننے کے بعد انکے سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہو اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقل کو سماع سے چارہ نہین اور سُننے کو عقل سے گریز نہین پس جو شخص کہ محض تقلید ہی کا ہو رہے اور عقل کو بالاے طاق رکھے وہ جاہل ہی اسیطرح جو صرف عقل ہی پر اکتفا کرے اور انوار قرآنی اور حدیث شریف کی طرف ملتفت نہو وہ مغرور ہو طالب کو چاہیے کہ ان دونون طریقون کو جمع کرے اور دونون اصلون کا جامع ہو کیونکہ علوم عقلیہ مثل غذا کے ہین اور علوم شرعیہ مثل دوا کے بیمار شخص کو اگر دوا نہ ملیگی تو صرف غذا سے البتہ تکلیف ہوگی اسی طرح قلوب کی بیماری کا علاج انھین دوائون سے ہو سکتا ہو جو شریعت کے شفاخانہ سے ملتی ہین یعنی وظائف عبادات اور اعمال جنکو اصلاح قلوب کے لیے حکماے روحانی انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے ترتیب دیا ہو پس جو شخص اپنے دل بیمار کا علاج عبادات شرعیہ سے نکرے اور علوم عقلی ہی پر کفایت کرے تو اسکو ضرر ہوگا جیسا اس بیمار کو ہوتا ہو جو دوا نہ کھاوے اور غذا کھاتا رہے اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ علوم عقلیہ علوم شرعیہ کے خلاف ہین اور دونون کا جامع ہونا ممکن نہین تو یہ بات انکی لاعلمی سے ہو وے لوگ نور بصیرت سے عاری ہین بلکہ ایسے لوگون کے نزدیک بعض اوقات بعض علوم شرعیہ بھی ایک دوسرے کے مخالف معلوم ہونے لگتے ہین اور انکے جمع کرنے سے عاجز ہو کر یہ گمان کرتے ہین کہ اس دین ہی مین تناقض ہو اور حیران ہو کر دین ہی سے ایسے نکل جاتے ہین جیسا بال آٹے مین سے اور یہ اس سبب ہوتا ہو کہ انکو اپنے عجز کے باعث دین مین اختلاف معلوم ہوا حالانکہ یہ بات نہ تھی اور اسکی مثال ایسی ہو کہ کوئی اندھا آدمی کسی کے گھر مین جاوے اور اتفاقاً اسکا پانون برتنون پر پڑجاوے اور لوگون سے کہنے لگے کہ عجب طرح کے آدمی ہین کہ برتن راہ مین رکھ چھوڑے ہین انکو اپنے موقع پر کیون نہین رکھا تو وہ لوگ اس سے کہین کہ یہان صاحب برتن تو سب اپنے اپنے موقع سے ہین مگر آپ کو نابینائی کے سبب راہ کی تمیز نہین اور بڑے تعجب کی بات ہو کہ اپنے آپ تو نہ سمجھے اور دوسرون کا قصور بتلاوے یہی نسبت علوم دینیہ کی طرف علوم عقلیہ کی ہو پھر علوم عقلی کی دو قسمین ہین دنیوی جیسے علم طب اور حساب اور ہندسہ اور نجوم وغیرہ صناعات اور حرفہ اور اُخروی مثل علم احوال قلب اور آفات اعمال اور علم اللہ تعالی اور اسکے صفات اور افعال کا جیسا کہ باب العلم مین ہم مفصل کہہ چکے ہین اور یہ دونون ایک دوسرے کے منافی ہین اس نظر سے کہ اگر کوئی شخص انمین سے ایک کی طرف تمام ہمت متوجہ ہوگا تو غالباً اسکی بصیرت دوسرے سے قاصر رہیگی اور اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا اور آخرت کی تین مثالین فرمائی ہین ایک مین فرمایا کہ دونون مثل دو پلہ ترازو کے ہین اور دوسری مین ارشاد کیا کہ دونون مثل مشرق اور مغرب کے ہین اور تیسری مین فرمایا کہ وہ دونون مثل دو سوتون کے ہو اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناخوش اور یہی سبب ہو کہ جو لوگ امور دنیا مین خوب ہوشیار رہتے ہین اور علم طب اور حساب اور ہندسہ اور حکمت خوب جانتے ہین وہ امور آخرت سے جاہل رہتے ہین اور جن لوگون کو دقائق علوم آخرت پر عبور ہوتا ہو وہ اکثر علوم دنیا کو نہین جانتے کیونکہ قوت عقلی اکثر لوگون کی دونون باتون کے جمع کرنے کو وفا نہین کرتی جب ایک کو سیکھتے ہین تو دوسری بات مین کمال نہین ہو سکتا اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہو کہ ان اکثر اہل الجنۃ البلہ یعنے جنکو کہ امور دنیا مین شعور نہین اور حضرت حسن بصری رض نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا کہ ہمنے ایسے لوگون سے ملاقات کی ہو کہ اگر تم انکو دیکھو تو مجنون کہو اور اگر وے تمکو دیکھین تو شیطان کہین پس آدمی کو چاہیے کہ جب کسی امر دینی عجیب کو سُنے کہ علما علوم ظاہری اسکے منکر ہون تو شبہہ نہ کرے کہ انکو ایسے امور کے اقرار سے انکار ہو بلکہ یون سمجھے کہ یہ ہو نہین سکتا کہ کوئی چلے تو مشرق کو اور مغرب کی چیز اسے ملجاوے

جہان مین انتہا ہو اور زیادہ دور پڑا رہا ہو ... ۱۲

امر دنیا اور آخرت کبھی ایسے ہی ہیں دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے ان الذین لا یرجون لقاءنا ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا والذین ہم عن آیاتنا غافلون
اور یہ بھی فرمایا کہ یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ ہم غافلون اور فرمایا فاعرض عمن تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذلک مبلغہم
من العلم حاصل یہ کہ امور دنیا و دین میں کمال بصیرت انہیں لوگوں کو حاصل ہے جنکو اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں سے تدبیر معاش اور معاد دونوں
عنایت فرمائے ہیں اور وہ زمرۂ انبیاء علیہم الصلوۃ کا ہے کہ جنکو روح قدس اور قوت الٰہی سے تائید ہوتی رہتی ہے انکے دلوں میں سب امور کی گنجایش
اور کچھ وقت نہیں مگر اور لوگوں کے قلوب اگر امر دنیا میں پکے ہونگے تو آخرت کے کمال سے قاصر رہینگے

آٹھواں بیان فرق کا الہام اور تعلم میں اور امر حق کے واضح ہونے میں صوفیہ اور علماء ظاہر پر

جاننا چاہیے کہ جو علم بدیہی نہیں اور دل میں کبھی کبھی آ جاتے ہیں انکا دل میں آنا کئی طرح ہوتا ہے کبھی تو دل پر ایسی طرح آ جاتے ہیں گویا کسی نے بے خبر
دل میں ڈال دیے اور کبھی بطریق تعلم اور استدلال کے حاصل ہوتے ہیں پس جو علم کہ بدون اکتساب اور دلیل کے حاصل ہوتے ہیں انکو الہام کہتے ہیں
اور جو استدلال سے حاصل ہوتے ہیں انکو اعتبار اور استبصار بولتے ہیں پھر علم اول کی دو قسمیں ہیں ایک تو یہ کہ بندہ کو یہ خبر نہو کہ علم مذکور کہاں
سے اور کسطرح حاصل ہوا اسکو تو الہام اور نفث فی القلب کہتے ہیں اور یہ اولیا اور اصفیا کے لیے ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ جس ذریعہ سے وہ علم
حاصل ہو وہ بندہ کو معلوم ہو جاوے یعنی وہ فرشتہ جو دل میں ڈالتا ہے وہ نظر آ جاوے اسکو وحی کہتے ہیں اور یہ خاصہ انبیا کا ہے اور علم جو کہ اکتساب
اور استدلال سے ہوتا ہے وہ علما کو ہوتا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ قلب میں استعداد اس امر کی ہے کہ سب چیزوں میں امر حق اسکو معلوم ہو جاوے مگر وہی
پانچ وجہیں جنکا اوپر ذکر ہو چکا ہے اسکو مانع ہوتی ہیں تو گویا یہ چیزیں آئینۂ قلب اور لوح محفوظ کے درمیان میں حجاب ہو جاتی ہیں اور لوح محفوظ وہ ہے
جسپر تمام امور تا قیامت نقش ہیں اور لوح محفوظ سے حقائق علوم کا قلب پر جلوہ گر ہونا ایسا ہے جیسا ایک آئینہ کا عکس دوسرے آئینہ
محاذی میں معلوم ہوا کرتا ہے اور جسطرح کہ دونوں آئینوں کے درمیان کا حجاب کبھی ہاتھ سے سرکا دیتے ہیں اور کبھی خود بخود ہوا سے کھل جاتا ہے اسیطرح
کبھی نسیم الطاف یزدانی چلتی ہے اور قلب کی آنکھ کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے تو بعض چیزیں جو لوح محفوظ میں مسطور ہیں وہ نظر آنے لگتی ہیں اور یہ امر
کبھی تو خواب میں ہوتا ہے کہ اس سے مستقبل کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور بالکل حجاب کا مرتفع ہونا موت پر ہے موت کے باعث انکشاف تام ہو جاتا ہے
اور کبھی بیداری میں ہوتا ہے کہ حجاب کے اٹھتے ہی پردہ غیب سے بڑی عجیب باتیں علوم کی دل پر کھلتی ہیں مگر یہ انکشاف بعض اوقات بجلی
ایک حد تک گذر رہتا ہے اور اسکا دائمی ہونا نہایت قلیل ہے خلاصہ یہ کہ الہام اور اکتساب میں نہ تو نفس علم میں فرق ہے نہ محل اور سبب میں بلکہ صرف فرق حجاب
کے زائل ہونے کا ہے جو بندہ کے اختیار میں نہیں اسیطرح وحی اور الہام میں بھی کچھ فرق نہیں صرف اتنا فرق ہے کہ وحی میں وہ فرشتہ جو ذریعہ تعلم کا ہوتا ہے
نظر آتا ہے اور علم جو دلوں میں حاصل ہوتا ہے وہ فرشتوں ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من
وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء اور جب یہ معلوم ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ اہل تصوف علوم الہامی کی طرف راغب ہوتے ہیں علوم تعلیمی کی
طرف مائل نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ کتابیں مصنفین کی نہیں پڑھتے اور اقوال اور ادلہ سے بحث نہیں کرتے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اول خوب مجاہدہ کرنا چاہیے
اور صفات ذمیمہ اور تمام علائق کو قطع کرکے ہمہ تن و تمام ہمت خدا تعالی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور جب یہ بات حاصل ہو جاویگی تو خدا تعالی خود متکفل
اور متولی اپنے بندہ کے قلب کا ہو جاویگا اور جب وہ متولی ہوگا تو اسپر سایہ رحمت ہوگا اور قلب میں نور چمکنے لگیگا اور سینہ کھلجاویگا اور سر ملکوت اسپر ظاہر ہوگا
اور قلب کے سامنے سے حجاب دور ہو جاویگا اور امور الٰہیہ کے حقائق اسمیں روشن ہونگے پس اس تقریر کے بموجب بندہ کا کام صرف اتنا ہے کہ محض تصفیہ
اور اپنی ہمت کو ارادہ صادق کے ساتھ متوجہ کرے اور رحمت الٰہی سے انکشاف کا ہمیشہ منتظر اور امیدوار رہے پس انبیا اور اولیا کے اوپر جو امر منکشف
ہو جاتا ہے اور دلوں پر نور پھیل جاتا ہے کچھ تعلم اور نوشت خواند کتب سے نہیں ہوتا بلکہ دنیا میں زہد کرنے اور علائق سے منقطع ہونے اور اشغال دنیاوی سے
فارغ البال ہونے اور تمام ہمت متوجہ الی اللہ ہونے سے ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ کا ہو رہتا ہے اللہ اسکا ہو جاتا ہے اور اہل تصوف کا یہ بھی مقولہ ہے کہ اس طریق

اول علائق دنیا کو تمام منقطع کر ڈالے اور دل کو اُنسے خوب فارغ کرے اور ہمت کو اہل اور مال اور اولاد اور وطن اور علم اور ولایت اور جاہ سے اٹھالے اور دل کو ایسی حالت میں کرلے کہ اُسکے سامنے چیزوں کا ہونا اور نہونا برابر ہوجاوے پھر اپنے آپ ایک گوشہ میں ہو بیٹھے اور ضروریات فرائض و نوافل پر اکتفا کرکے ہمت مجتمع ماسوی اللہ سے فارغ البال ہوجاوے یہانتک کہ قرات قرآن اور معانی تفسیر حدیث وغیرہ کی فکر سے بھی اپنا دھیان پریشان نکرے بلکہ اس بات میں کوشش کرے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے دل میں اور کچھ نہ رہنے پاوے اور خلوت میں بیٹھکر ہمیشہ بحضور قلب اللہ اللہ کہتا رہے اور اس اسم پاک کا ہمیشہ ورد کرے کہ ایسی حالت پر پہونچ جاوے کہ اگر زبان کی حرکت موقوف کردے تب بھی یہی معلوم ہو کہ زبان سے اللہ اللہ نکلتا ہے پھر اسی حالت پر ٹھہر کر اس لفظ کا اثر زبان سے مٹادے اور قلب سے اس ذکر کی مواظبت کرے حتی کہ قلب میں سے صورت اور ہیئت لفظوں کی محو ہوجاوے اور صرف معنی اس لفظ کے مدام موجود رہیں گویا کہ قلب کے ساتھ لازم ہیں اور اس حد تک پہونچنے میں اور اس حالت کے مدام رکھنے میں بندہ کو اختیار ہے اس طرح کہ وسواس غیر اللہ کا دفع کرتا رہے لیکن رحمت الٰہی کی کشش کا اختیار نہیں بلکہ اس فعل سے جذب رحمت کی لیاقت ہوجاتی ہے بس اب یہی باقی رہا کہ اس درجہ کو پہونچکر فتوحات قلبی کا منتظر ہووے کہ جیسا اللہ تعالیٰ نے انبیا اور اولیا پر امور حق مفتوح فرمائے اسپر بھی منکشف فرماوے اور اس صورت میں اگر اسکا ارادہ سچا ہوگا اور ہمت بھی درست ہوگی اور مواظبت بھی خوب کریگا اور رغبت شہوات سے بچا رہیگا اور علائق دنیا کی کوئی بات دل میں نہ آویگی تو البتہ لوائح حق کے اُسکے دل میں چمکنے لگینگے اور ابتدا میں بجلی کی طرح گذر جاوینگے اور فوراً نہیں ٹھہرینگے پھر دوبارہ ایسا ہی ہوویگا اور بعض اوقات دیر بھی ہوجاویگی اور اگر دوبارہ آوینگے تو کبھی ٹھہرینگے اور کبھی نہیں ٹھہرینگے اور ٹھہرنے کی صورت میں کبھی زیادہ مدت ہوگی اور کبھی تھوڑی اور بعض اوقات اس طرح کے لوائح زیادہ ہوجاوینگے اور بعض وقت صرف ایک ہی فن پر اقتصار رہیگا اور لحاظ ان وجوہ مذکورہ کے اولیا کے منازل کا تفاوت کچھ انتہا نہیں رکھتا جیسے کہ اُنکے اخلاق کے تفاوت کی انتہا نہیں غرضکہ یہ اہل تصوف کی تقریر کا یہ ہے کہ تصفیہ اور جلاء قلب بندہ کی جانب سے ہونا چاہیے اور پھر لیاقت حاصل ہونے کے بعد امیدوار رحمت ہونا چاہیے اور علماء ظاہر کو اس طریق کے امکان میں اور بحصول رشاد منزل مقصود تک پہونچ جانے میں کسی طرح کا انکار نہیں کیونکہ اکثر انبیا اور اولیا کا یہی حال ہوتا ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ یہ طریق بہت مشکل ہے اور اُسکا نتیجہ دیر کر حاصل ہوتا ہے اور ان شروط کا جمع ہونا بھی بہت بعید ہے کیونکہ علائق کا اس درجہ تک محو دینا گویا کہ غیر ممکن ہے اور اگر ہو بھی جاوے تو اسکا باقی رہنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ ذرا سے وسواس اور اندیشہ سے قلب کو تشویش ہوجاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلب المومن اشد تقلبا من القدر فی غلیانها اور یہ بھی فرمایا کہ قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن علاوہ اسکے اس مجاہدہ میں کبھی مزاج بگڑ جاتا ہے اور عقل خبط ہوجاتی ہے اور بدن بیمار پڑتا ہے اور اگر پہلے سے حقائق علوم سیکھ کر نفس کی تہذیب نہیں کیجاتی ہے تو دل میں عجب طرح کے خیالات فاسد جمع ہوجاتے ہیں کہ بدون اُنکے رفع کیے ہوئے نفس اُنھیں میں مبتلا رہتا ہے اور عمر بھر وہ حل نہیں ہوتے بہت سے صوفی جو اس راہ پر چلے ایک ہی خیال میں بیس بیس برس اُلجھے رہے اگر پہلے سے علم پڑھ لیتے تو اس طرح کے خیال کا التباس فوراً کھلجاتا اس سے معلوم ہوا کہ اشتغال تعلم ہی کے طریق پر معتبر اور اقرب الی المقصود ہے اور علما یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ اہل تصوف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص فقہ نہ سیکھے اور یوں کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو نہیں سیکھا تھا اور وحی اور الہام سے بلا فقیہ ہوگئے تھے پس میں بھی ریاضت اور مواظبت کرتے کرتے ویسا ہی ہوجاونگا تو جس کسی نے ایسا خیال کیا اُسنے اپنی جان پر ظلم کیا اور عمر بھر ناحق تلف کی بلکہ وہ تو ایسا ہے کہ کھیتی اور کمائی کچھ نہ کرے اور اس بات کا متوقع ہو کہ کہیں سے خزانہ ملجاوے تو گو یہ بات ممکن ہے مگر یہ بات نہایت بعید ہے اور علما کا اس باب میں یہ قول ہے کہ اول تحصیل علم کرنی چاہیے اور علما کے اقوال کے معانی سمجھنے چاہئیں پھر اسکے بعد اس بات کا منتظر ہووے کہ جو اور علما کو نہیں معلوم ہوا وہ مجھکو معلوم ہوجاوے تو شاید بعد مجاہدہ کے یہ بات حاصل ہوجاوے

نواں بیان دونوں مقاموں کے فرق کا ذکر مثال محسوس سے

جاننا چاہیے کہ قلب کے عجائب حواس سے مدرک نہین ہوسکتے جیسا کہ خود قلب بطور حواس سے خارج ہی اور جو چیز مدرک بالحواس نہین ہوتی تو بغیر ایک اسکی مثال محسوس
چیز سے مثال دی جاوے تب تک سمجھ مین اچھی طرح نہین آتی لہذا کم فہمون کے واسطے ہم اسکی دو مثالین بیان کرتے ہین ایک تو یہ کہ فرض کرو کہ ایک حوض
زمین مین کھدا ہوا ہی اب اسمین پانی ہونے کے دو طریق ہین یا تو اوپر سے نالیان بنا کر کسی جگہ سے اسمین پانی بھر دیا جاوے یا زمین کو اتنا کھودا جاوے کہ
خود بخود اندر سے پانی نکل آوے یہ دوسرے طریق کا پانی صاف بھی زیادہ ہوگا اور ہمیشہ بھی رہیگا اور بعض اوقات زیادہ بھی ہوگا پس قلب کو حوض سمجھنا چاہیے اور
علم کو پانی اور حواس خمسہ کو مثل نالیون کے تصور کرنا چاہیے تو قلب کی طرف علم کا پہونچنا نالیون بھی ہوسکتا ہی کہ حواس خمسہ کے ذریعہ سے جب مشاہدات ہونگے جاوین علم آتا جاوے
یہانتک کہ قلب خوب علم سے بھر جاوے اور ایک صورت یہ ہی کہ حواس کی نالیان عزلت کے باعث بند کر دی جاوین اور خود قلب کی کاوش مین
سعی کیجاوے اصلاح کر خلوت مین بیٹھکر اسکی صفائی کیجاوے اور پردون کے طبقات اس پر سے دور کیے جاوین یہانتک کہ خود اسمین سے علم کا
چشمہ پیدا ہو جاوے مگر اسمین یہ اعتراض ہوتا ہی کہ جب دل مین علم موجود نہین تو اسکے اندر سے کسطرح چشمہ نکلیگا اسکا جواب یہ ہی کہ اسرار قلبی مین سے
یہ ایک عجیب بات ہی اور علم معاملہ مین اسکا اسی قدر ذکر ہوسکتا ہی کہ حقائق اشیا لوح محفوظ مین مکتوب ہین بلکہ فرشتون کے دلون مین مسطور ہین
جسطرح کہ معمار پہلے ایک سادہ کاغذ پر نقشہ عمارت کا کھینچ لیتا ہی پھر اسی کے موافق عمارت بناتا چلا جاتا ہی اسی طرح خالق آسمان و زمین نے عالم کا
حال اول سے آخر تک لوح محفوظ مین لکھ لیا ہی اور اسی کے مطابق بناتا رہتا ہی پس اس عالم ظاہری کی شکل آدمی کے حس اور خیال مین بھی موجود
ہوتی ہی مثلاً آسمان اور زمین کی طرف دیکھکر اگر کوئی آنکھین بند کرلے تو صورت ان دونون کی خیال مین معلوم ہوگی گویا انھین کی طرف دیکھ
رہا ہی یہانتک کہ اگر بالفرض آسمان و زمین نابود ہوجاوین اور دیکھنے والا صرف باقی رہجاوے تب بھی آسمان و زمین کی صورت اپنے خیال
مین ایسی ہی پاویگا گویا انکی طرف دیکھ رہا ہی پھر خیال سے ایک اثر قلب پر پڑتا ہی تو اسمین حقائق ان اشیا کے آتے ہین جو حس اور خیال مین موجود
رہتے ہین پس جو کچھ دل مین حاصل ہوا ہی وہ تو مطابق صورت خیالی کے ہی اور صورت خیالی موافق وجود ظاہری کے ہی جو انسان اور اسکے
قلب سے دونون سے علیحدہ موجود ہی اور یہ عالم ظاہری مطابق اس نقشہ کے ہی جو لوح محفوظ مین مندرج ہی اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ عالم
ظاہری کو چار وجود ہین ایک تو لوح محفوظ مین اور یہ وجود اسکے وجود جسمانی سے مقدم ہی دوم وجود حقیقی جو دنیا مین ہوتا ہی تیسرا وجود خیالی جو
وجود حقیقی کے بعد اسکی صورت خیال مین موجود ہوتی ہی چوتھا وجود عقلی جو صورت خیالی سے قلب مین صورت حاصل ہوتی ہی اور ان چارون وجودون
مین بعض تو وجود جسمانی ہین اور بعض روحانی اور وجود ہاے روحانی مین سے بعض مین روحانیت زیادہ ہی اور بعض مین کم اور ایسی باتون مین
حکمت الہی نظر پڑتی ہی دیکھو آنکھ کے حدقہ کو ایسا بنایا کہ باوجود چھوٹے ہونے کے جہان کی صورت اور آسمان و زمین کی شکل اسمین پیدا ہو جاتی ہی
اور ان چیزون کا پھیلاؤ اسقدر ہی کہ بیان سے باہر پھر آنکھ کے ذریعہ سے ان چیزون کا وجود خیال مین پہونچتا ہی اور وہان سے دل مین جاتا ہی
جب دل کو معلوم ہوتا ہی کیونکہ آدمی جب تک کوئی چیز اس تک نہین پہونچتی خبر نہین ہوتی پس اگر خدا تعالی آدمی کے دل مین عالم کی صورت
نہ بناتا تو جو چیزین آدمی سے علیحدہ ہین انکا کبھی علم نہ آتا سبحان اللہ قلوب اور ابصار مین کیسی عجیب باتین رکھی ہین اور بعض قلوب اور ابصار
کو اندھا بھی کردیا ہی یہانتک کہ اکثر لوگون کو اپنے نفس کی اور اسکے عجائب کی مطلق خبر نہین اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہین کہ قلب
مین جو حقیقت عالم کی آتی ہی تو کبھی تو حواس ہی سے آتی ہی اور کبھی لوح محفوظ سے آتی ہی جسطرح پر کہ آنکھ مین سورج کی صورت کبھی تو اسکی طرف دیکھنے
سے آتی ہی اور کبھی بذریعہ پانی کے دیکھنے کے جسمین کہ آفتاب کا عکس ہوتا ہی اور یہ عکس آفتاب کی صورت اصلی ہی کے مشابہ ہوتا ہی اسی طرح جب دل
کے سامنے سے حجاب دور ہو جاتا ہی تو لوح محفوظ کی چیزین سوجھنے لگتی ہین اور انکا علم اسمین آجاتا ہی اس صورت مین جو اسکے استفادہ سے مستغنی
ہو جاتا ہی اسکی ایسی ہی مثال ہو جاتی ہی کہ گویا زمین کو اسقدر کھودا کہ خود بخود اسمین سے پانی نکل آیا اور کبھی قلب کی توجہ ان خیالات کی طرف
ہوتی ہی جو محسوسات سے حاصل ہوتے ہین تو یہ امر اسکو مطالعہ لوح محفوظ سے مانع ہوتا ہی جیسے کہ پانی جب نہر مین جمع ہو جاتا ہی تو نیچے سے نہین نکل سکتا

جسطرح کہ کوئی شخص آفتاب کے عکس کو پانی مین دیکھے تو اسکو خود آفتاب نظر نہ آویگا حاصل یہ کہ قلب مین دو دروازہ ہین ایک تو عالم ملکوت اور لوح محفوظ کی طرف کو ہی اور ایک دروازہ حواس خمسہ کی جانب کو ہی جو عالم ظاہری سے اخذ اشیا کرتے ہین اور ان دونون عالمون مین ایک طرح کی مشابہت ہی پس دروازہ عالم ظاہری سے جسطرح پر کہ قلب کو بذریعہ حواس علم ہوتا ہی وہ تو معلوم ہی ہی مگر جو دروازہ کہ عالم ملکوت کی طرف ہی اور اُس سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہی اُسکا بھی یقین ہوسکتا ہی اگر اس بات کو سوچے کہ خواب مین عجیب عجیب حالات پیش آتے ہین اور دل کو احوال آیندہ و گذشتہ معلوم ہوجاتا ہی حالانکہ حواس کو اسمین کچھ دخل نہین ہوتا اور یہ دروازہ اُس شخص کے لیے کھلتا ہی جو خدا تعالیٰ کے ذکر ہی مین مستغرق رہے جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبق المفردون قیل ومن هم یا رسول اللہ قال المتهترون بذکر اللہ تعالیٰ وضع الذکر عنهم اوزارهم فوردوا القیامة خفافا پھر ان لوگون کی توصیف مین خداوند کریم کا یہ قول ارشاد فرمایا کہ پھر مین اپنے چہرہ کو انکی طرف کرکے متوجہ ہوتا ہون تجھے معلوم ہی کہ جسکے سامنے مین اپنا چہرہ کرتا ہون اور کوئی جانتا ہی کہ مین انکو کیا دیا چاہتا ہون پھر ارشاد فرمایا کہ اول یہی عطا ہوتی ہی کہ انکے دلون مین روشنی ڈالدیتا ہون تو وہ میرے حال سے خبر دینے لگتے ہین جیسے مین انکا حال کہتا ہون اور مدخل ان خبرون کا دروازہ باطنی ہی اس بیان سے فرق علوم اولیا اور انبیا اور علوم علما اور حکما کا ظاہر ہوا وہ یہ ہی کہ علم اولیا و انبیا کا تو اُس دروازہ سے ہوتا ہی جو عالم ملکوت کی طرف کھلا ہوا ہی اور علم حکمت وغیرہ ابواب حواس سے حاصل ہوتا ہی جو عالم ظاہری کی طرف مفتوح ہین غرضکہ عجائبات قلبی اور اُسکی آمد و شد دونون عالمون غیب اور شہادت مین علم معاملات مین ذکر نہین ہوسکتے صرف اس مثال سے مدخل دونون علمون کا معلوم ہوگیا اب دوسری مثال ایسی بیان ہوتی ہی کہ اُس سے علما اور اولیا کے عمل کا فرق معلوم ہوجاوے یعنی علما کا عمل تو یہ ہی کہ نفس علوم کو حاصل کرتے ہین اور اُسکو دل کی طرف کھینچتے ہین اور اولیا رحمہم صرف قلوب کی جلا اور صفائی مین کوشش کرتے ہین تو ان دونون کی مثال یہ ہی کہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے مذکور ہوا کہ اہل روم اور چین والے نقاشی کے کام مین بڑے ماہر ہین اور تصویر بہت عمدہ کھینچتے ہین اُسکے دل مین یہ آیا کہ ایک مکان کی ایک طرف تو روم والون کے سپرد کرنی چاہیے اور ایک جانب چین والون کو دینی چاہیے تاکہ دونون فریق اپنی کارستانی ظاہر کرین اور بیچ مین ایک ایسا پردہ ڈالنا چاہیے کہ ایک کے کام کی دوسرے کو اطلاع نہو چنانچہ ایسا ہی کیا پس روم والون نے عجیب عجیب رنگ بیشمار اکٹھے کیے اور چین والے بے رنگ ہی کام مین مصروف ہوئے یعنی اپنی طرف کی جانب کو خوب جلا کرنی شروع کردی جب روم والے رنگ کے نقوش سے فارغ ہوئے تو چین والون نے بھی کہا کہ ہم بھی نقش کرچکے بادشاہ بہت متحیر ہوا کہ انھون نے کیسا نقش بنایا ہی جسمین رنگ کی ضرورت نہوئی اُنسے پوچھا تو انھون نے جواب دیا کہ آپ کو اس سے کچھ غرض نہین پردہ اُٹھا کر ملاحظہ فرمائیے جونہین پردہ اُٹھایا گیا تمام نقوش رومیون کے چین والون کی جانب مین جلا کے سبب معلوم ہونے لگے بلکہ اُن مین چمک سے زیادہ تھی کیونکہ اُنکی جانب جلا کے سبب آئینہ کے مثال ہوگئی تھی اس سے اور بھی زیادہ خوبی معلوم ہوتی تھی پس اولیاء اللہ کی توجہ بھی چین والون کی طرح قلب کی جلا اور تطہیر و صفا مین مصروف رہتی ہی یہانتک کہ اسمین امور حق چمکنے لگتے ہین اور علما ظاہر کی توجہ روم والون کی طرح اکتساب اور نقوش علمی کی طرف رہتی ہی بہر صورت علم قلب مین جسطرح حاصل ہو قلب مومن کا فنا نہین ہوتا اور نہ اسکا علم موت پر جاتا رہتا ہی نہ صفا قلب مین کچھ کدورت آتی ہی جیسا کہ حسن بصری رض نے فرمایا ہی کہ خاک محل ایمان کو نہین کھاتی بلکہ وسیلہ تقرب الی اللہ ہوتی ہی اور نفس علم جو دل مین آتا ہی اور صفا اور استعداد اس علم کے حاصل ہونے کی یہ چیزین لابدی ہین سعادت ابدی بدون علم اور معرفت کے کسی کو نہین ملسکتی اور اس سعادت مین بھی بعض لوگ اشرف ہین بعض سے جسطرح کہ تونگری کے واسطے مال کی ضرورت ہوتی ہی تو تھوڑے روپیہ والا بھی غنی کہلاتا ہی اور جسکے پاس بہت سے خزانے ہون وہ بھی غنی ہی مگر دونون مین بہت فرق ہوتا ہی اسیطرح معرفت ایمان مین بھی تفاوت درجات ہی کہ اُسکی کچھ انتہا نہین معرفت وہ نور ہی جس سے کہ ایمان والے خدا تعالیٰ کے دیدار کی طرف چلینگے جیسا خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا نورهم یسعى بین ایدیهم وبایمانهم اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ بعضون کو نور مثل پہاڑ کے عنایت ہوگا اور بعضون کو اُس سے کم یہانتک کہ سب سے پچھلا وہ شخص ہوگا کہ اُسکو صرف دونون پاؤن کے انگوٹھون پر نور عنایت ہوگا اور وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہوجاویگا چمکنے کی حالت مین تو وہ قدم

آگے کو بڑھا دیگا اور گل ہونے کی صورت مین کھڑا رہیگا اور پل صراط پر گذرنا بھی موافق نور ہی کے ہوگا کوئی تو آنکھ کے جھپکتے ہی اُتر جاویگا اور بعض بجلی کی طرح اور کوئی بادل کی طرح اور کوئی شہاب کیطرح اور کوئی سرپٹ گھوڑے کی طرح گذریگا اور جسکے صرف انگوٹھون پر نور ہوگا وہ رگڑتا جلیگا کہ ایک ہاتھ کو بچاویگا تو دوسرا لٹک جاویگا اور اسی طرح ہاتھ پاؤن کو آگ لگ کر خلاص ہوگا اس بیان سے لوگون کے ایمان کا تفاوت معلوم ہوتا ہے اور یہ جو ایک روایت مین آیا ہے کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام جہانون کے ایمان کے ساتھ سوائے پیغمبرون کے وزن کیا جاوے تو انھین کا ایمان بھاری ٹھہرے اسکی یہ مثال ہے کہ کوئی یون کہے کہ اگر آفتاب کا نور اور تمام دنیا کے چراغون کا مقابل کیا جاوے تو آفتاب ہی کا نور غالب رہے پس عوام مومنین بعضون کے ایمان کا نور چراغ جیسا ہے اور بعضون کا نور مشعل جیسا اور صدیقین کے ایمان کا نور مثل چاند اور ستارون کے نور کے ہے اور انبیا کے ایمان کا نور آفتاب کے مانند تو جسطرح کہ آفتاب کے نور سے تمام آفاق کی صورت باوجود وسعت کے منکشف ہو جاتی ہے اور چراغ کے نور سے صرف مکان کا ایک کونا ظاہر ہوتا ہے اسی طرح سینہ کے انشراح کا فرق سمجھنا چاہیے کہ قلوب عارفین پر بباعث معرفت تمام عالم ملکوت منکشف ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ یقال یوم القیامۃ اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان نصف مثقال وربع مثقال وشعیرۃ و ذرۃ اس حدیث سے کئی باتین نکلتی ہین ایک یہ کہ درجات ایمانی مین تفاوت ہے اور یہ ایک کہ اسقدر ایمان دخول نار کا مانع نہین اور ایک یہ کہ جس شخص کا ایمان مثقال سے بڑھکر ہوگا تو وہ داخل نار نہو گا کیونکہ اگر وہ بھی داخل ہوتا تو حکم اسکے اخراج کا بھی ہوتا اور ایک یہ کہ جسکے دل مین بوزن ذرہ ایمان ہوگا اگرچہ دوزخ مین جاوے مگر اسمین ہمیشہ نہ رہیگا اور اسی طرح اس حدیث شریف مین لیس شیئی خیرا من الف مثلہ الا الانسان المومن اشارہ ہے فضیلت پر قلب عارف باللہ کے جو یقین کامل رکھتا ہو کیونکہ وہ ہزار عام لوگون کے قلب سے بہتر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و انتم الاعلون ان کنتم مومنین اسمین مومنین کو فضیلت دی مسلمانون پر اور مومن سے غرض یہ ہے کہ عارف ہو مقلد نہو اور یہ بھی فرمایا یرفع اللہ الذین امنوا منکم و الذین اوتوا العلم درجات اس آیت مین الذین آمنو سے وہ لوگ مراد ہین کہ جنھون نے بدون علم کے تصدیق کی اُن لوگون کو علم والون سے علیحدہ بیان فرمایا اور اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ مومن کا لفظ مقلد پر بھی بولا جاتا ہے اگرچہ تصدیق اُسکی کشف اور بصیرت سے نہو اور حضرت ابن عباس نے والذین اوتوا العلم درجات کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم کا درجہ مومن پر سات سو درجہ اونچا کریگا کہ ہر درجہ کا فاصلہ اسقدر ہوگا جیسا آسمان اور زمین کا ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ اکثر اہل الجنۃ البلہ وعلیون لذوی الالباب اور نیز یہ ارشاد فرمایا فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنیٰ رجل من اصحابی اور ایک روایت مین یون وارد ہے کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب پس ان دلیلون سے واضح ہوتا ہے کہ تفاوت درجات اہل جنت کا مطابق اُنکے معارف اور قلوب کے ہوگا اسی لیے روز قیامت کو تغابن یعنے گھاٹے کا دن کہتے ہین کیونکہ جو کوئی اللہ کی رحمت سے محروم رہیگا اُسکو بڑا گھاٹا اور نقصان ہوگا اور اسطرح کا شخص اپنے اوپر بڑے درجے دیکھیگا تو اُسکا دیکھنا ایسا ہوگا جیسے وہ شخص جسکے پاس دس روپیہ ہو ایسے شخص کو دیکھے جو روے زمین کا مالک ہے اگرچہ یہ دونون غنی ہین لیکن دونون مین فرق زمین و آسمان کا ہے پس جسکو آخرت کے بڑے بڑے درجات اور فضائل سے کچھ کم ملیگا اُسکو کتنا بڑا نقصان ہوگا

دسوان بیان دلائل شرعی کا اس بات پر کہ اہل تصوف جو تحصیل معرفت تعلیم سے اور معتاد طور سے نہین کرتے اُنکا یہ طریق درست ہے

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے دل مین کچھ تھوڑی سی چیز بھی بطریق الہام بلا خبر دل مین پڑنے کی منکشف ہو جاوے تو وہ بجہت صحت طریق کے عارف کہلاویگا اور جسکو یہ بات کبھی نہ معلوم ہو تو اُسکو بھی اسپر ایمان چاہیے کیونکہ درجہ معرفت آدمی کے اندر امر جبلی ہے اور اُسکے لیے دلائل شرعی اور تجربہ اور حکایات موجود ہین دلائل یہ ہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا یعنے حکمت کا ظہور قلب سے بسبب دوام عبادت کے بے تعلم بطریق کشف اور الہام کے ہوتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم ووفقہ فیما

عمل حتی یستوجب الجنۃ ومن عمل بما یعلم تاہ فیما یعلم ولم یوفق فیما عمل حتی یستوجب النار یعنی جو شخص اپنے علم کے موافق عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو وہ علم دیتا ہے جو وہ نہین جانتا اور عمل کی توفیق دیتا ہے یہانتک کہ مستحق جنت کا ہو اور جو علم کے موجب عمل نہین کرتا جو کچھ جانتا ہے اسمین حیران ہوتا ہے اور عمل کی توفیق نہین دیا جاتا حتی کہ مستحق دوزخ کا ہو جاتا ہے

یعمل حتی یتوجب الجنۃ ومن العمل بالعلم تاہ فی العلم ولم یوفق فی العمل حتی یستوجب النار اور اللہ تعالی نے فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب یعنی اشکالات اور شبہات سے مخرج نصیب ہوتا ہے اور علم اور فطانت بدون تعلیم اور تجربہ کے عنایت ہوتا ہے اور فرمایا یاایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا یعنی فرقان سے مراد نور ہے کہ جس سے حق و باطل میں فرق کرے اور شبہات سے نکل جاوے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں اکثر نور طلب مانگا کرتے تھے اللہم اعطنی نورا وزدنی نورا واجعل لی فی قلبی نورا وفی قبری نورا وفی سمعی نورا وفی بصری نورا یہانتک کہ یوں فرماتے میرے بال اور گوشت و پوست اور خون اور ہڈیوں میں نور عنایت فرما اور جب آپ سے اس آیت کی تفسیر میں افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ شرح صدر کے معنی پوچھے گئے تو ارشاد فرمایا کہ اس سے غرض فراخی ہے یعنی نور جب دل میں ڈالا جاتا ہے تو اسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رض کے لیے دعا مانگی اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات خفیہ نہیں بتلادی ہے مگر اللہ تعالی اپنے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی سمجھ مرحمت کردیتا ہے اور یہ بات تعلم سے نہیں آتی اور اس آیت میں کہ یوتی الحکمۃ من یشاء بعضوں نے حکمت کی تفسیر فہم کتاب اللہ کی ہے اور اس آیت میں ففہمناہا سلیمان جو بات حضرت سلیمان علیہ السلام پر بواسطہ انکشاف ظاہر ہوئی تھی اسکو فہم سے تعبیر فرمایا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے تھے کہ مومن وہ ہے جسکو اللہ کے نور سے پردہ کے پیچھے کی چیز نظر آوے اور قسم کھا کر ارشاد فرماتے کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ اللہ تعالی امر حق کو مومنوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اور انکی زبانوں پر جاری کردیتا ہے اور بعض سلف کا قول ہے کہ مومن کا گمان کہانت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ تعالی اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں ان فی ذلک لآیات للمتوسمین اور اسمیں کہ قد بینا الآیات لقوم یوقنون اور حضرت امام حسن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا العلم علمان فعلم باطن فی القلب فذلک ہو العلم النافع اور بعض علماء سے علم باطن کے معنی پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک بھید ہے اللہ کے اسرار میں سے کہ اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالدیتا ہے اور کسی فرشتہ خواہ آدمی کو اس پر آگاہ نہیں فرماتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان من امتی محدثین ومعلمین ومکلمین وان عمر منہم اور حضرت ابن عباس رض نے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی کے بعد ولا محدث بھی پڑھا ہے اور محدث کے معنی صدیقین فرماتے ہیں غرضکہ محدث اسکو کہتے ہیں جسپر الہام ہو اور الہام والا وہ شخص ہے کہ جسپر باطن قلب سے انکشاف اشیاء ہو محسوسات خارجی کی حاجت نہو اور قرآن شریف میں یہ امر صریح ہے کہ تقوی مفتاح ہدایت اور کشف ہے اور اسی کا نام علم بدون تعلم ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا وما خلق اللہ فی السموات والارض لآیات لقوم یتقون اور ہذا بیان للناس وہدی وموعظۃ للمتقین ہدایت میں اہل تقوی کی ہی تخصیص فرمائی اور ابو یزید وغیرہ رض فرماتے تھے کہ عالم اس شخص کا نام نہیں ہے کہ کتاب میں سے کچھ یاد کرلے اور جب اسکو بھول جاوے تو جاہل رہ جاوے بلکہ عالم اسکو کہتے ہیں کہ علم اپنا پروردگار کے پاس سے جس وقت چاہے بدون درس و حفظ حاصل کرلے اور علم ربانی اسی کو کہتے ہیں اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وعلمناہ من لدنا علما ورنہ ہر ایک علم اسی کی طرف سے ہے فرق یہ ہے کہ بعض علوم بواسطہ تعلیم خلق ہوتے ہیں انکا نام علم لدنی نہیں بلکہ علم لدنی وہ ہے کہ جو قلب میں بدون کسی سبب خارجی معتاد کے حاصل ہو یہ دلائل نقلی اور اگر سب آیات و احادیث جو اس باب میں وارد ہیں لکھے جاویں تو شمار نہو جاویں تجربہ سے جو مشاہدہ ان امور کا ہوا ہے وہ بیان ہوتا ہے وہ بھی بے نہایت ہوا اور صحابہ اور تابعین اور بعد کے لوگوں کو سب کو ہوا ہے جیسا کہ روایت ہے حضرت ابو بکر صدیق رض نے حضرت عائشہ رض سے اپنی موت کے وقت فرمایا کہ تیرے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں حالانکہ حضرت کی زوجہ اسوقت حاملہ تھیں اور بعد کو بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرلیا کہ لڑکی ہوگی اور حضرت عمر رض نے عین خطبہ کے درمیان میں ارشاد فرمایا کہ یا ساریۃ الجبل الجبل یعنے جب آپ کو کشف سے معلوم ہوا کہ دشمن لشکر اسلام پر چڑھ آیا تو آپ نے لشکر اسلام کو للکارا کہ پہاڑ کی طرف ہوجاؤ پھر اس آواز کا لشکر میں پہونچ جانا نہایت بڑی کرامت ہے اور انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ میں

ایک روز حضرت عثمان کی خدمت میں جاتا تھا راستہ میں مجھکو ایک عورت ملی مین نے اسکو دیکھا اور اسکے حسن کو اچھی طرح معاینہ کیا پس جب مین خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت عثمان رضہ نے مجھکو ارشاد فرمایا کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس ایسے آتے ہین جنکی آنکھون مین زنا کا اثر ہوتا ہی کیا تجھکو معلوم نہین کہ آنکھون کا زنا یہی طرح سے دیکھنا ہی یا تو توبہ کر ورنہ تجھکو سزا دونگا مین نے پوچھا کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی وحی ہوتی ہی آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن بصیرت اور فراست صادقہ ہی اور ابو سعید خراز سے نقل ہی کہ ایک بار مین حرم شریف مین گیا اور ایک فقیر کو دیکھا کہ دو خرقہ پہنے ہوئے ہی دل مین کہا کہ اس قسم کے لوگ آدمیون پر بھاری ہوتے ہین اسنے مجھکو پکارا اور کہا اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ تو مین نے اپنے دل مین استغفار کیا پھر اسنے مجھکو پکار کر کہا وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ اور یہ کہکر میری نظرون سے غائب ہو گیا اور زکریا ابن داؤد سے روایت ہی کہ ابو العباس ابن مسروق ابو الفضل ہاشمی کی عیادت کو گئے اور یہ مریض عیال والے تھے اور بسر اوقات کا سامان ظاہری کچھ نہ تھا تو جب ابو العباس اٹھنے لگے دل مین کہا کہ الٰہی یہ شخص کہان سے کھاتا ہوگا اسی وقت ابو الفضل نے آواز دی کہ خبردار اس کمی بات کا کبھی دھیان نہ کر خدا تعالی کے الطاف پوشیدہ بہت ہین اور احمد نقیب سے روایت ہی کہ ایک روز مین حضرت شبلی رحہ کی خدمت مین گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے احمد خدا تعالی نے ہم سب کو پہچان کے لیے داغ دیا ہی پھر پوچھا کہ حضرت کیا حال ہی آپ نے فرمایا کہ مین اسوقت بیٹھا ہوا تھا میرے دل مین یہ بات گذری کہ تو بخیل ہی احمد کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ حضرت مین تو بخیل نہین ہون پھر آپ نے تامل کر کے فرمایا کہ بیشک تو بخیل ہی پھر مین نے دل مین قصد کیا کہ جو کچھ آج مجھکو ملیگا اسکو جو فقیر پہلا اول ملیگا اسے دے دونگا مین اسی فکر مین تھا کہ ایک شخص میرے پاس پچاس اشرفیان لیکر آیا اور کہا کہ اسکو اپنے مصارف مین خرچ کرنا مین لیکر اٹھا سے وعدہ کے لیے اٹھا دیکھا تو ایک اندھا فقیر نائی سے سر منڈاتا ہی مین اسکے سامنے جا کر اشرفیان اسکو دینے لگا اسنے جواب دیا کہ اس نائی کو دے مین نے کہا کہ پچاس ہین اسنے جواب دیا کہ تجھسے کہہ نہین دیا کہ تو بخیل ہی نائی کو دیدے جب نائی کو دینے لگا تو اسنے کہا کہ جب سے یہ فقیر مجھ سے سر منڈانے بیٹھا ہی مین نے عہد کیا ہی کہ اجرت نہین لونگا پس مین نے ان اشرفیون کو دریا مین پھینک دیا اور یہ کہا کہ جو کوئی تمھاری عزت کرتا ہی اسکو خدا ذلیل کرتا ہی اور حمزہ بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ حضرت ابو الخیر رحہ کے گھر گیا اور دل مین عہد کیا کہ انکے گھر کچھ کھانا نہ کھاؤنگا جب مین گھر سے نکلا تو دیکھا وہ میرے پاس ایک طباق لیے آتے ہین اور فرمایا کہ لو اب کھاؤ یہان تو میرا گھر نہین ہی اور ان صاحب کی کرامتین بھی مشہور ہین چنانچہ ابراہیم رقی سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ انکی زیارت کو گیا مغرب کی نماز انھون نے پڑھائی تو الحمد بھی اچھی طرح نہ پڑھ سکے مین نے اپنے دل مین سوچا کہ ناحق مین انکے پاس آیا جب نماز ہو چکی تو مین استنجے کو باہر گیا ایک شیر نے مجھکو لتاڑا مین نے حضرت ابو الخیر کی خدمت مین آکر حال بیان کیا آپ نے وہین سے شیر کو للکارا کہ کیون ہم نے کہہ نہین دیا کہ ہمارے مہمانون سے مزاحمت نہ کیا کر یہ سنتے ہی شیر علحدہ ہو گیا مین طہارت کے بعد جب پھرا تو مجھسے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنے ظاہر کو سیدھا کیا ہی اس جہت سے شیر سے ڈر گئے اور ہم نے اپنے باطن کو سیدھا کیا ہی اسلیے شیر ہم سے ڈرتا ہی اسیطرح کی بے انتہا حکایتین ہین جنسے مشائخ کی فراست اور لوگون کے دلون کا حال معلوم کرنا انکے اعتقاد کو تبلا دینا پایا جاتا ہی بلکہ مشائخ نے جو حضرت خضر سے ملاقات کی ہی اور انسے سوال کیے ہین اور ہاتف کی آوازین سنی ہین اور دیگر اقسام کی کرامات اسقدر ہین کہ انکا حصر بھی نہین ہو سکتا ہان منکر کے لیے صرف حکایات کافی نہین جب تک کہ اسکے نفس سے اسکا مشاہدہ نہ ہو جاوے اور جو شخص خود اس کیفیت کا منکر ہوگا وہ سب تفصیل کا منکر ہوگا لیکن وہ دلیل قاطع کہ جسکا کوئی انکار نہ کرے دو باتین ہین اول تو عجیب و غریب سچی خوابین کہ انسے غیب کا حال کھلتا ہی کیونکہ جب یہ ممکن ہوا کہ خواب مین احوال غیب منکشف ہو جاوے تو بیداری مین ہو جانا محال نہین اسواسطے کہ فرق دونون حالتون مین صرف یہی ہی کہ خواب مین حواس ساکن ہوتے ہین اور محسوسات ظاہری کی طرف مشغول نہین ہوتے اور یہ بات اکثر بیداری مین بھی واقع ہو جاتی ہی کہ آدمی اگر کسی بات کو خوب غور کر رہا ہو تو اسوقت نہ آواز سنتا ہی اور نہ کوئی چیز دیکھتا ہی اپنے دھیان مین لگا رہتا ہی دوسرے خبر دینا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کے احوال سے اور امور آئندہ سے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہی اور جب یہ بات نبی سے ثابت ہوئی تو غیر نبی سے بھی ہو سکتی ہی کیونکہ نبی اسی شخص کو کہتے ہین جسکو حقائق امور کا منکشف

معلوم ہون اور اصلاح خلق مین مشغول ہو تو ممکن ہی کہ کوئی اور شخص اسطرح کا ہو جسکو حقائق امور مکاشفہ سے معلوم ہوجاوین مگر اصلاح خلق اسکا کام نہو تو ایسے شخص کو نبی تو نہ کہینگے بلکہ ولی کہینگے اب جو آدمی انبیا کو مانیگا اور سچی خوابون کی تصدیق کریگا اسکو بالضرور اقرار کرنا پڑیگا کہ قلب کے دو دروازہ ہین ایک خارج یعنی حواس کی طرف اور دوسرا عالم ملکوت کی طرف جسکو دروازۂ الہام اور وحی کہتے ہین جب ان دونون دروازون کا اقرار کریگا تو کبھی یہ نہین کہسکتا کہ علوم انحصار صرف تعلم اور اسباب معتادہ ہی پر منحصر ہو بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہو کہ ذریعہ علم کا صرف مجاہدہ ہو اس بیان سے حقیقت آمد و شد قلب کی درمیان عالم ظاہری اور عالم ملکوت کے صاف ظاہر ہی لیکن یہ بات کہ اسباب مین اختلاف امر کیون ہوتا ہی اور انبیا اور اولیا کے لیے فرشتے صور مختلفہ مین کیون معلوم ہوتے ہین یہ بھی اسرار عجائب قلب مین سے ہی اور اسکا بیان علم مکاشفہ کے لائق ہی اسی لیے ہم اسیقدر پر اکتفا کرتے ہین کیونکہ ترغیب مجاہدہ اور اسی سے احوال کے معلوم کرنے کے لیے اتنا ہی بہت ہی بعض مکاشفین سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ مجھکو کراما کاتبین نے ظاہر ہو کر یہ کہا کہ تم اپنا ذکر خفی اور مشاہدہ توحید کچھ لکھدو کیونکہ ہم تمھارا کوئی عمل نہین لکھتے اور اس بات کے آرزو مند ہین کہ جس عمل سے تم تقرب الی اللہ کرتے ہو اسکو لیکر آسمان کو جاوین مین نے پوچھا کیا تم میرے فرائض نہین لکھتے انھون نے کہا کہ فرائض تو لکھتے ہین مین نے جواب دیا کہ لکھنے کو بس اسیقدر کفایت ہی اس سے معلوم ہوا کہ کراما کاتبین کو بھی اسرار قلب پر اطلاع نہین ہوتی وہ بھی اعمال ظاہری پر مطلع ہوتے ہین بعض عارفین سے منقول ہی کہ مین نے ایک ابدال سے مسئلہ مشاہدہ یقین پوچھا تو وہ اپنی بائین طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ کیون بھائی کیا کہتا ہی پھر وہی طرف متوجہ ہو کر یہی کہا پھر سینہ کی طرف گردن جھکا کر یہی کہا اسکے بعد بڑا عجیب و غریب جواب دیا کہ مین نے ویسا کبھی نہین سنا تھا پھر مین نے انکے متوجہ ہونے کا حال پوچھا تو انھون نے فرمایا کہ مجھکو جواب تمھارے سوال کا معلوم نہ تھا تو مین نے بائین طرف کے فرشتے سے پوچھا اسنے کہا کہ مجھکو معلوم نہین تب مین نے دہنے فرشتے سے پوچھا کہ وہ زیادہ جانتا ہی اسنے بھی لاعلمی بیان کی تب مین نے اپنے دل کی طرف دیکھا اور اس سے دریافت کیا تو اسنے وہ جواب دیا جو مین نے تم سے ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دونون سے زیادہ جانتا ہی بس یہ صاحب گویا مصداق اس حدیث کے ہین اِنَّ فِي اُمَّتِي مُحَدَّثِيْنَ وَاِنَّ عُمَرَ مِنْهُمْ اور ایک حدیث قدسی مین ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی اَيُّمَا عَبْدٍ اِطَّلَعْتُ عَلٰى قَلْبِهٖ فَرَاَيْتُ الْغَالِبَ عَلَيْهِ التَّمَسُّكَ بِذِكْرِيْ تَوَلَّيْتُ سِيَاسَتَهٗ وَكُنْتُ جَلِيْسَهٗ وَمُحَادِثَهٗ وَاَنِيْسَهٗ اور ابو سلیمان درانی فرماتے ہین کہ قلب بمنزلہ ایک برج کے ہی جسکے چارون طرف دروازے بند ہین ان مین سے جو دروازہ اسکے لیے کھلتا ہی وہ اسمین کام کرتا ہی غرضکہ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ قلب کے دروازون مین سے ملکوت کی جانب بھی ایک دروازہ ہی اور وہ مجاہدہ اور ورع اور انقطاع شہوات دنیاوی سے کھلتا ہی اور اسی جہت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے رئیسون کو ارقام فرمایا تھا کہ جو مطیع لوگ تم سے کچھ کہین اسکو یاد رکھا کرو کیونکہ انپر امور صادقہ منکشف ہوتے ہین اور بعض علما نے یہ فرمایا ہی کہ حکما کے منہ پر اللہ کا ہاتھ ہی وہی بات انکے منہ سے نکلتی ہی جو اللہ تعالے انکے لیے امر حق تیار کر دیتا ہی اور ایک بزرگ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی خاشعین کو اپنے بعض اسرار پر مطلع فرما دیتا ہی

ہ کے دل پر مین چھا جاتا ہون اور جانتا ہون کہ بہت سا ذکر کرنا اسکا پیر غالب ہو تو اسکی بات کا منتظم ہوجاتا ہون اور اسکا جلیس اور ہم کلام و انیس ہوجاتا ہون ۱۲

گیارھوان بیان شیطان کے مسلط ہونے کا دل پر وسواس کی جہت سے اور معنی وسوسہ کے اور اسکے غلبہ کا سبب

یہ مثال پہلے بیان ہوچکی ہی کہ قلب مثل ایک برج کے ہی جسکے گرد ہت سے دروازہ ہون انھین دروازون سے اسپر احوال کی آمد و شد ہوتی ہی یا قلب کو مثل تودہ کے سمجھنا چاہیے جسپر چارون طرف سے نشانے لگتے ہون یا مثال آئینہ کے جاننا چاہیے جسپر مختلف صورتین گذرتی رہتی ہین اور ایک کا عکس بعد دوسری کے پڑتا رہتا ہی یا ایک حوض ہی جسمین مختلف نالیون سے پانی آتا ہی بہرصورت قلب مین ہر اوقات ان نئے نئے آثار کا ظہور یا تو حواس خمسہ ظاہری کی جہت سے ہوتا ہی یا باطن کی جہت سے اس صورت مین خیال اور شہوت اور غضب اور اخلاق مرکبہ انسان کے مزاج مین داخل ہین مثلاً اگر کسی چیز کو حواس سے معلوم کریگا تو اس سے دل مین ایک اثر پیدا ہوگا اسی طرح کثرت غذا اور زور طبیعت کے باعث

اگر بیان شہوت ہوگا تو اس سے بھی دل پر ایک اثر ہوگا اور اگر حواس کو روک دیوے تو نفس میں جو خیالات باقی رہتے ہیں اُنکی طرف خیال پہنچیگا اور خیال ایک شی سے دوسری کی طرف بدلتا جاویگا اسی طرح دل بھی ایک حال سے دوسرے کی طرف بدلتا جاویگا غرضکہ دل کے تغیر اور تاثیر ہمیشہ انہیں اسباب سے ہوتی ہی اور جو آثار خاصکر دل میں آتے ہیں اُنکو خواطر کہتے ہیں یعنی فکر اور ذکر اور فکر اور ذکر سے یہ مراد ہی کہ جو علوم قلب اور ان کرتا ہی خواہ وہ نئے ہوں یا پہلی باتوں کا تذکرہ ہو اسی کا نام خواطر ہی کیونکہ یہ چیزیں دل میں آتی ہیں حالانکہ پہلے سے دل کو انسے غفلت تھی اور ارادوں کے محرک یہی خواطر ہوتے ہیں اس لیے کہ جس چیز پر آدمی نیت اور عزم اور ارادہ کرتا ہی پہلے وہ چیز دل میں گذرتی ہی خلاصہ یہ کہ تمام افعال کا مبدا خواطر ہیں پھر خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہی اور رغبت سے عزم اور نیت کو حرکت ہوتی ہی اور نیت اعضا کو حرکت دیتی ہی لیکن جن خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہی اُسکی دو قسمیں ہیں ایک خاطر شر جو انجام کو مضر ہو اور ایک خاطر خیر جس سے آخرت میں نفع ہو اور چونکہ یہ دونوں بالکل مختلف ہیں اس لیے اُنکے نام بھی جُدا جُدا رکھے گئے ہیں خاطر خیر کو تو الہام کہتے ہیں اور خاطر شر کو وسواس بولتے ہیں اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ خاطر جو دل میں حادث ہوتی ہی کوئی اُسکا بانی بھی چاہیے جسکے سبب یہ دل میں حادث ہوتے ہیں اور از انجا کہ مسبب مختلف ہیں اُنکے اسباب بھی مختلف ہی ہونگے اور خدا تعالی کی عادت بھی اسی طرح ہی کہ جیسا سبب ہوتا ہی ویسا ہی اُسکا مسبب ہوتا ہی مثلاً اگر گھر میں آگ جلاویں اور دیوارین اُسکی روشنی سے روشن ہوجاویں اور دھوین سے چھت کالی پڑجاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ سیاہی کا سبب آگ کی روشنی نہیں ہی اسی طرح دل کی روشنی اور سیاہی کے بھی سبب جُدا جدا ہیں یعنی خاطر خیر کا سبب فرشتہ ہی اور خاطر شر کا سبب شیطان اور دل کی نرمی جس سے کہ الہام یعنی خاطر خیر کے قبول کے لیے تیار رہتا ہی توفیق کہلاتی ہی اور اگر اس سے وسواس شیطانی کو پذیرا کرے تو اسکو خذلان بولتے ہیں کیونکہ معانی کے اختلاف سے الفاظ میں بھی اختلاف ہونا چاہیے اور فرشتہ سے وہ مخلوق مراد ہی کہ جسکو خدا تعالی نے افاضہ خیر اور افادہ علم اور کشف حق اور وعدہ خیر اور امر بالمعروف کے لیے پیدا کیا ہی اور وہ اسی کام کے لیے مسخر ہی اور شیطان وہ مخلوق ہی کہ جسکا کام اسکے خلاف ہو یعنی وعدہ شر اور امر بالفحشا اور خیرات کرنے کے وقت مفلسی کا خوف دلانا وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ کے مقابل الہام ہی اور شیطان کے مقابل فرشتہ اور خذلان کے مقابل توفیق اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت میں وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ یعنے موجودات تمامہا متقابل اور جفت ہیں سوا ذات خدا پاک کے کہ اسکا نہ کوئی جفت ہی نہ مقابل بلکہ وحدہ لاشریک خالق تمام جفت چیزون کا ہی غرضکہ قلب انسانی شیطان اور فرشتہ کی اینچاتانی میں رہتا ہی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ فِي الْقَلْبِ لَمَّتَانِ لَمَّةٌ مِنَ الْمَلَكِ إِيعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذَلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَلَمَّةٌ مِنَ الْعَدُوِّ إِيعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبٌ بِالْحَقِّ وَنَهْيٌ عَنِ الْخَيْرِ فَمَنْ وَجَدَ ذَلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ آخر تک اور حسن بصری رح کا قول ہی کہ دو قصد دل کے گرد پھرتے ہیں ایک اللہ کی طرف سے اور ایک دشمن کی طرف سے پس اللہ رحم کرے اُس بندہ پر جو قصد کرنے کے وقت توقف کیا کرے اگر اللہ کی طرف سے معلوم ہو اگر ہے تو اُسکو جاری کرے اور اگر دشمن کی طرف سے جانے تو اُس سے لڑے اور قلب کی اسی اینچاتانی کی طرف اشارہ ہی اس حدیث میں قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کیونکہ خدا تعالی اس بات سے بری ہی کہ اُسکی کوئی اُنگلی مرکب گوشت و پوست و خون و ہڈی وغیرہ سے ہو بلکہ مراد یہ ہی کہ جیسا آدمی جلد جلد اُنگلیوں سے کام کرتا ہی اور دوسرے کی سرعت کو تحریک اُنگلیوں سے بتلایا کرتا ہی اسی طرح اللہ تعالی فرشتہ اور شیطان سے کام لیتا ہی اور یہ دونوں دل کے بدلنے میں مثل آدمی کی اُنگلیوں کے ہیں اجسام کے بدلنے میں اور باعتبار اصل پیدایش کے دل میں لیاقت قبول کرنے آثار ملکی اور شیطانی کی دونوں کی مساوی ہی کسی کو ترجیح ایک دوسرے پر نہیں ہاں اتباع شہوات اور اُنکی مخالفت سے ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح ہوجاتی ہی یعنی اگر انسان غضب اور شہوت کے مقتضا کے موافق کام کریگا تو شیطان بواسطہ خواہش نفسانی غالب ہوجاویگا اور اس صورت میں قلب شیطان کا ملجا اور ماوا ہوگا کیونکہ خواہش نفسانی اُسکی چراگاہ اور سیرگاہ ہی اور اگر شہوات کو مغلوب کرکے فرشتوں کے اخلاق اختیار کریگا تو

اس صورت میں دل فرشتوں کی منزل اور مستقر ہو جاویگا اور چونکہ قلب میں صفات بشریہ یعنی شہوت و غضب و حرص و طمع و طول امل وغیرہ جو خواہش
نفسانی کی فرع ہیں سب موجود ہیں تو بالضرور ہر ایک قلب میں شیطان کو بھی وسوسہ کرنے کی مجال ہے اسی جہت سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ما منکم
من احد الا و له شیطان قالوا و انت یا رسول اللہ قال و انا الا ان اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یأمر الا بخیر اور شیطان کا خیر کے لیے امر کرنا صرف
شہوت ہی کے ذریعہ سے تصرف کرنا ہے پس جس کسی پر خدا تعالیٰ نے عنایت کی اور اسکی شہوت کو اسکا ایسا مطیع کر دیا کہ حد مناسب کے سوا اسکا ظہور نہ ہونے
پاوے تو اس صورت میں اسکی شہوت اُس شخص کو شر کی طرف داعی نہیں ہوتی پس شیطان بھی کہ شہوت ہی کا چلایا ہوا ہے اسکو امر خیر کے سوا
کچھ نہیں کہتا اور جب دل پر ذکر دنیا خواہش نفسانی کے سبب غالب ہو جاتا ہے تو شیطان کو مجال وسوسہ کی ملتی ہے اور اپنے کام میں مصروف ہوتا ہے اور جب
قلب ذکر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو شیطان کو موقع نہیں ملتا ہے اور چل دیتا ہے اسوقت فرشتہ اپنی مداخلت کرتا ہے اور ان شیاطین اور فرشتوں کے
دونوں لشکروں میں ہمیشہ یہی کشمکش دل پر رہتی ہے یہانتک کہ قلب ایک کا انمیں سے منقاد ہو جاتا ہے اور پھر اُسی کا مستقر اور مکان بن جاتا ہے دوسرے کا
گذر اس میں اگر ہوتا بھی ہے تو چھپا چھپی کے طور پر ہوتا ہے لیکن اکثر قلوب کا یہ حال ہے کہ شیاطین نے انکو مفتوح اور مسخر کر لیا ہے اور انکا مالک بن بیٹھا ہے
تو ایسے دل وسوسوں سے پُر ہیں اور انھوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دے رکھا ہے اور اس لشکر کے غالب ہونے کا مبدا شہوات اور ہواے نفسانی کا اتباع
ہے اب جبتک کہ شیطان کا زور کم ہوگا انکا مسخر ہونا ممکن نہیں اور اسکا زور اسطرح کم ہوتا ہے کہ شہوات اور ہواے نفسانی سے دل کو خالی کرے اور اللہ تعالیٰ
کے ذکر سے اسکو پُر کرے جسکے سبب فرشتوں کا اثر دل پر نزول کرتا ہے جابر بن عبیدہ عدوی فرماتے ہیں کہ علاء بن زیاد سے میں نے شکایت کی کہ میرے
دل میں وسوسہ ہوتا ہے انھوں نے فرمایا کہ اسکی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ ایک گھر میں چور گھسے اگر اسمیں کچھ ہوگا تو مار کر لیجاوینگے اور اگر کچھ نہوگا
تو چھوڑ جاوینگے غرض اس سے یہ ہے کہ جو دل ہواے نفسانی سے خالی ہے اسمیں شیطان نہیں جاتا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ
عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ پس جو آدمی اتباع ہواے نفسانی کرتا ہے وہ گویا اللہ کا بندہ نہیں ہے اسکو بندہ ہوا کہنا چاہیے چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے اَفَرَأَیْتَ مَنِ
اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اسمیں صاف ارشاد فرمایا کہ متبع ہواے نفسانی بندہ ہوا ہے اسی کو اپنا معبود سمجھتا ہے پس ایسے شخص پر شیطان کو غالب فرما دیا ہے اور
شیطان سے بچاؤ کے لیے بھی احادیث میں ذکر اللہ ہی مذکور ہے مثلاً حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مبارک میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ شیطان مجھ میں اور میری نماز میں حائل ہوتا ہے یعنی نماز و قرأت میں وسوسہ ڈالتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا
ذٰلِکَ شَیْطَانٌ یُقَالُ لَهٗ خَنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَنْ یَسَارِکَ ثَلٰثًا عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے ارشاد کے بموجب
عمل کیا تو وہ بات جاتی رہی اسی طرح دوسری حدیث میں وارد ہے اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَیْطَانًا یُقَالُ لَهُ الْوَلْهَانُ فَاسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْهُ اور خدا کے ذکر ہی سے
شیطان کا دفع ہونا ایک عمدہ وجہ سے ہم ثابت کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ وسوسہ شیطانی دل میں سے جب ہی جاویگا جب اُس وسوسہ کے سوا کوئی
اور بات دل میں گذرے کیونکہ جب ایک بات کا دل میں گذر ہوتا ہے تو دوسری سے جو اس سے اول تھی وہ اسمیں نہیں رہتی پس دل کو کسی اور
بات کی طرف متوجہ کرنے سے وسوسہ شیطانی رفع ہو سکتا ہے مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس دوسری بات میں بھی وہ وسوسہ کرنے لگے لیکن ذکر الٰہی اور اسکے
متعلقات ایک ایسی شی ہیں کہ انکے ہوتے شیطان کی مجال نہیں ہوتی کہ دل کے پاس پھٹکے اس سے معلوم ہوا کہ وساوس کے رفع کے لیے سواے ذکر
الٰہی اور اسکے متعلقات کے کوئی شی مفید نہیں اور اسی سے دفع شیطان کے لیے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ
الْعَظِیْمِ وارد ہوا ہے اور اسکے دفع کی قدرت انھیں کو ہے جو متقی ہیں اور اکثر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں ایسے لوگوں پر شیطان زلات کے وقت میں
گذر کر جاتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ اور مجاہد نے من شر الوسواس الخناس کی تفسیر میں

[illegible]

فرماتے ہین کہ شیطان دل پر پھیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ دبکتا ہے اور سکڑ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو پھیلتا ہے اور ذکر اللہ اور وسوسہ
مین ایسا خلاف ہے جیسا روشنی اور اندھیرے مین یا دن اور رات مین ہے اور ان دونون مین ضدیت ہی کی جہت سے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے استحوذ
علیہم الشیطان فانساہم ذکر اللہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان واضع خرطومہ
علی قلب ابن آدم فان ہو ذکر اللہ تعالیٰ خنس وان نسی اللہ تعالیٰ التقم قلبہ اور ابن اوضاح سے روایت ہے کہ جب آدمی چالیس برس کا ہو جاتا ہے
اور توبہ نہین کرتا تو شیطان اسکے منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس صورت کے قربان جایئے کہ فلاح نہین پانے کی غرض کہ شہوات آدمی کے
گوشت اور خون مین گھسے ہوے ہین تو سلطنت شیطان کی بھی اسکے خون اور گوشت مین موجود ہے اور قلب کو چارون طرف سے گھیرا ہے اسی لیے
حدیث شریف مین وارد ہے کہ ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم فضیقوا مجاریہ بالجوع اور اسیلیے فرمایا ہے کہ بھوک کے باعث شہوات
کم زور ہوتے ہین اور شیطان کی دخل کی راہ شہوات ہی ہین اور قلب کا چارون طرف سے شہوات مین گھرا رہنا اس آیت سے ثابت ہے لاقعدن لہم
صراطک المستقیم ثم لآتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم وعن ایمانہم وعن شمائلہم اور بھی ذکر اس حدیث مین ہے کہ ان الشیطان قعد لابن آدم بطرق
فقعد لہ بطریق الاسلام فقال اتسلم وتترک دینک ودین آبائک فعصاہ واسلم ثم قعد لہ بطریق الہجرۃ فقال اتہاجر اتدع ارضک وسمائک فعصاہ وہاجر ثم
قعد لہ بطریق الجہاد فقال اتجاہد وہو تلف النفس والمال فتقاتل فتقتل فتنکح نساءک ویقسم مالک فعصاہ وجاہد پھر آپ نے یہ فرمایا کہ جو شخص ایسا کریگا
خدا بالضرور اسکو داخل جنت کریگا پھر آپ نے ذکر وسوسہ کا فرمایا کہ وہ اسی طرح کے خواطر ہین جیسے مجاہد کے دل مین گذرین کہ اگر مارا جاوُنگا
تو میری منکوحہ غیر سے منسوب ہو جاویگی اور اسیطرح کے اور وساوس جو اسکو جہاد سے مانع ہون اور یہ خواطر سب کو معلوم ہین تو وسواس بھی معلوم ہے
اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ سبب ان خواطر کا شیطان ہوتا ہے اور آدمی کا اس سے جدا ہونا متصور نہین البتہ اسکی متابعت اور نافرمانی کی جہت سے
آدمیون مین اختلاف ہوتا ہے اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مامن احد الا ولہ شیطان اس سارے بیان سے معنی وسوسہ
اور الہام اور فرشتہ اور شیطان اور توفیق اور خذلان کے معلوم ہوگئے اب اگر کوئی یہ دریافت کیا چاہے کہ شیطان کیا چیز ہے وہ جسم لطیف ہے یا نہین
اور اگر جسم ہے تو انسان کے بدن مین کیسے گھستا ہے تو ان باتون کا ذکر علم معاملہ مین ضروری نہین بلکہ جو کوئی ایسی باتین پوچھے اسکی مثال ایسی ہے
کہ کسی کے کپڑون مین سانپ گھس جاوے تو وہ اس بات کی تو فکر نہ کرے کہ کسی طرح نکلجاوے اور اسکے آسیب سے حفاظت ہو جاوے بلکہ یون
پوچھنے لگے کہ سانپ کا رنگ اور شکل کیسی ہے اور اسکا طول وعرض کیا ہے تو ایسا سوال جہالت محض ہے پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ آدمی کے دل مین
ایسے خواطر گذرتے ہین جو باعث شر کے ہوا کرتے ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان خواطر کا کوئی سبب ہوا کرتا ہے اور یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو چیز آدمی کے
شر کی طرف داعی ہے وہ دشمن جانی ہے تو ان باتون سے دشمن کا وجود تو یقیناً معلوم ہوا اب اس باب مین کوشش کرنی چاہیے کہ یہ دشمن
ضرر نہ پہونچاسکے اللہ تعالیٰ نے اسکی عداوت کا اپنی کتاب پاک مین اکثر جا اسی لیے ارشاد فرمایا کہ لوگ اسپر ایمان لاوین اور اسکے ضرر سے بچین ایک
جگہ فرمایا ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا انما یدعو حزبہ لیکونوا من اصحاب السعیر اور دوسری جگہ ارشاد ہوا الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان
انہ لکم عدو مبین پس آدمی کو واجب ہے کہ اس دشمن سے اپنے کو آپ بچاوے نہ یہ پوچھے کہ اسکی اصل ونسب اور مسکن کیا ہے بلکہ پوچھنے کے قابل یہ امر ہے
کہ اسکے ہتھیار کیا کیا ہین تاکہ انسے اپنے آپ کو دور رکھے اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ شیطان کے ہتھیار شہوات نفسانی ہین پس اسقدر علما کے لیے جاننا
کافی ہے لیکن پہچاننا اسکی ذات کا اور فرشتون کی حقیقت کا پس یہ امر متعلق عارفین سے ہے جو علوم مکاشفات مین مستغرق رہتے ہین اسکے دریافت
کی حاجت علم معاملہ مین نہین پڑتی یہان یہ بات جاننے کے قابل ہے کہ خواطر تین قسم پر ہین اول تو وہ کہ قطعاً داعی الی الخیر ہون تو انکے الہام ہونے مین
کچھ شک نہین دوسرے وہ کہ یقیناً داعی الی الشر ہون انکے وسوسہ ہونے مین کچھ کلام نہین تیسرے وہ کہ بین بین ہو اور معلوم نہو کہ یہ خاطر فرشتہ کی طرف

سے ہو یا شیطان کی طرف سے تو ہمیں بڑا دھوکا پڑتا ہے اور تمیز اسکی بہت دقیق ہے کیونکہ بعض لوگ جو نیک ہوتے ہیں شیطان اُنکو صریح شر کی طرف تو بلا نہیں سکتا بلکہ شر کو خیر کی صورت میں لاکر اُنکے سامنے کرتا ہے اور یہ بڑا فریب ہے اس سے اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں مثلاً عالم سے بطریق وعظ کہتا ہے کہ خلق کا حال دیکھو کہ جہل میں گرفتار اور غفلت میں سرشار دوزخ کے کنارے پر ہیں ان اللہ کے بندوں پر رحم کرکے ہلاکی سے بچانا چاہیے اور وعظ و نصیحت انکو سنانا چاہیے خدا تعالیٰ نے تجھکو نعمت علم اور دل روشن اور تقریر دلکش اور سخن خوش سے بہرہ مند فرمایا ہے تو اللہ کی نعمت کی ناشکری کسطرح کریگا اور علم کی اشاعت سے ترک کرکے مورد عنایت خداوند کیونکر ہوگا لوگوں کو راہ راست کی طرف بلانا چاہیے اسی طرح کی تقریریں اسکے نفس سے ہمیشہ کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اسکو وعظ گوئی پر بطرایف الحیل آمادہ کر دیتا ہے پھر اسکے بعد یوں دل میں ڈالتا ہے کہ اگر عمدہ لباس پہنکر اچھے لہجہ سے تقریر اور اظہار خیر نہ کروگے تو تمہاری بات دل پر اثر نہ کریگی اور نہ کسی کو راہ راست ملیگی اور اسی طرح کی تقریریں مدام کرتا رہتا ہے اور اسکی غرض ان باتوں سے یہ ہوتی ہے کہ عالم مذکور کے دل میں ڈالے کہ اسکو شوق اپنی تعظیم اور کثرت خدام کا اور اپنے علم اور جاہ کا اور حقارت کی آنکھ سے اور لوگوں کو دیکھنے کا ہو جاوے تو دیکھو کہ ظاہر میں تو کیسی خیر خواہی کی باتیں پیش کرتا ہے مگر واقع میں ایک غریب بیچارہ کی ہلاک کی فکر ہے اسکی چکنی باتوں سے سننے والا بھی جانتا ہے کہ یہ خیر خواہی کرتا ہے اور اللہ کے نزدیک اُسکا بڑا مرتبہ ہوگا حالانکہ اسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ ریا اور عجب میں پڑکر تباہ ہو جاوے ایسے ہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے ان حدیثوں میں کہ ان اللہ لیؤید ہذا الدین بقوم لاخلاق لہم وان اللہ لیؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر اور اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیطان مردود کے جواب میں کیا اچھا ارشاد فرمایا یعنی ابلیس مردود جو حضرت کے سامنے آیا اور آپ سے عرض کیا کہ فرمائیے لا الہ الا اللہ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کلمہ تو ٹھیک ہے مگر تیرے کہنے سے میں نہیں کہونگا اس سے غرض آپ کی یہی تھی کہ یہ مردود خیر کے اندر بھی کچھ دغا کرتا ہے اور شیطان کے اس قسم کے فریب بے شمار ہیں جنکے باعث علما اور عابد و زاہد اور فقرا اور اغنیا اور اور قسم کے لوگ جو صرف ظاہر شر کو برا جانتے ہیں اور بعض گناہ علانیہ کے مرتکب نہیں ہوتے تباہ و برباد ہو جاتے ہیں باب غرور و غافلین میں ہم کچھ شیطان کے فریب اس جلد کے آخر میں لکھینگے اور اگر فرصت ملی تو شاید ایک کتاب ہی اسی باب خاص میں لکھکر اسکا نام تلبیس ابلیس رکھینگے کیونکہ آجکل اسکے فریب زمانہ میں اور مخلوق کے جابجا مذاہب اور اعتقادات میں بہت پھیلے ہوئے ہیں حتی کہ خیر کا نام ہی نام رہگیا ہے اور یہ اسی لیے ہے کہ لوگ شیطان کے دھوکوں کو یقین کر لیتے ہیں پس بندہ پر واجب ہے کہ جو قصد اسکے دل میں آوے اسمیں توقف اور تامل سے یہ بات معلوم کرے کہ یہ فرشتہ کی جانب سے ہے یا شیطان کی جانب سے اور اسکو خوب غور سے سوچے کیونکہ یہ بات بدون نور تقویٰ اور کثرت علم اور بصیرت کے معلوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون اس سے غرض یہی ہے کہ تقوی والے ایسے وقت میں نور علم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انکا اشکال دور ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ تقوی نہیں کرتا اسکو خواہش نفس کی متابعت کی جہت سے شیطان کے فریب کا یقین ہو جاتا ہے اور بسبب دھوکے کھاتا ہے اور بے سمجھے بوجھے ہلاک ہو جاتا ہے انہیں جیسوں کے حق میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وبدا لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون یعنی جن عملوں کو وہ حسنات تصور کرتے تھے وہ سیئات میں داخل ہوئے اور علم معاملہ میں سب سے باریک بات نفس و شیطان کے فریبوں کا معلوم کرنا ہے اور یہ ہر ایک بندہ پر فرض عین ہے مگر لوگ اس سے غافل ہو کر ایسے علوم میں مشغول ہوتے ہیں جنسے وسواس زیادہ ہو اور شیطان غالب ہو اور اسکی عداوت اور اس سے بچنے کا طور بھول جاویں اور کثرت وسواس سے بچنے کا یہ طور ہے کہ ابواب خواطر کے بند کیے جاویں اور وہ حواس خمسہ ظاہری ہیں اور باطن میں شہوات اور دنیا کے علائق پس حواس ظاہری تو اسطرح بند ہوتے ہیں کہ اندھیرے مکان میں بیٹھ رہے اور باطن کے وسواس کم کرنے کا یہ طور ہے کہ اہل اور مال سے جدا ہو جاوے اس صورت میں صرف تخیلات کے راستے کھلے رہینگے جو ہر وقت دل میں جاری رہتے ہیں انکے دفع کے لیے سواے ذکر اللہ کے اور کوئی چارہ نہیں لیکن شیطان دل کو یہاں بھی نہیں چھوڑتا ہے اور خدا تعالیٰ کا ذکر اس سے بھلاتا رہتا ہے پس اس صورت میں اس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اس مجاہدہ کی انتہا موت پر ہوتی ہے کیونکہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے شیطان سے چھٹکارا نہیں ہوتا ہاں بعض اوقات

بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ

جو لوگ ڈر رکھتے ہیں جہاں پڑ گیا اثر شیطان کا کذر ہو گئے پھر تبھی انکو سوجھ گئی ۱۲

اور نظر آیا انکو اللہ کی طرف سے جو خیال نہ رکھتے تھے ۱۲

ایسا زبردست ہوجاتا ہے کہ شیطان کا فرمانبردار نہیں رہتا اور مجاہدہ سے اُسکے شر کو ٹال دیتا ہے لیکن جب تک خون بدن میں رہتا ہے جب تک اُسکا مجاہدہ ضروری ہے کیونکہ ابواب شیطانی زندگی بھر تک آدمی کے دل پر مفتوح رہتے ہیں اور بند نہیں ہوتے اور وہ غضب اور شہوت اور طمع اور حسد وغیرہ ہیں جیسا کہ عنقریب اُنکا بیان ہوگا اور جب دروازے کھلے ہوں اور دشمن بھی غافل نہو تو بغیر حفاظت اور مجاہدہ کے کام نہ چلیگا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ اے ابوسعید شیطان سویا بھی کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر وہ سوتا تو ہمکو چین ہوتی خلاصہ یہ کہ بندۂ مومن کو اُس سے چھٹی نہیں البتہ اسکا زور کم کرسکتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے ان المومن لینضی شیطانہ کما ینضی احدکم بعیرہ فی سفرہ اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہے کہ مومن کا شیطان دُبلا ہوتا ہے اور قیس ابن حجاج فرماتے ہیں کہ میرا شیطان مجھسے کہنے لگا کہ میں تمھارے پاس اونٹ کے موافق توانا آیا تھا اب چڑیا جیسا ہوں میں نے پوچھا کہ یہ کسطرح ہے جواب دیا کہ تم ذکر اللہ سے مجھے گھلاتے ہو تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ تقوی والوں پر ابواب ظاہری شیطانی کا بند ہونا مشکل نہیں کہ جو طریق واضح مفضی الی المعاصی ہیں اُنسے اجتناب کرتے ہیں اور حفاظت و حراست کما ینبغی بجالاتے ہیں مگر جو شیطان کے طریق غامض ہیں اُن میں اُنکو بھی لغزش ہوجاتی ہے کیونکہ وہ جلدی معلوم نہیں ہوتے کہ اُنکی حفاظت کریں جیسا کہ ہمنے علما کے فریب دینے میں ایک مثال لکھدی ہے اور زیادہ مشکل یہ ہے کہ جو ابواب شیطانی دل پر مفتوح ہیں وہ تو بہت سے ہیں اور فرشتوں کی طرف کا دروازہ صرف ایک ہے اور یہ اکیلا دروازہ اُن سب میں مشتبہ ہوگیا ہے بندہ کا حال باعتبار اُن دروازوں کے ایسا ہے جیسا کوئی مسافر اندھیری رات میں کسی جنگل میں کھڑا ہو جسمیں بہت سی راہیں دشوار گذار موجود ہیں تو اُس شخص کو ٹھیک راستہ دو طرح معلوم ہوسکتا ہے یا تو بصیرت اور عقل سے یا آفتاب کی چاندنی سے پس اُن دروازوں کی معرفت میں قلب متقی بجائے بصیرت اور عقل کے ہے اور علم کثیر کتاب اللہ و سنت کا مثل آفتاب کے اُنکے سبب سے البتہ راستہ درست معلوم ہوگا ورنہ شیطان کے طریق بہت ہیں اور نامعلوم اور اسی کے مطابق وہ روایت ہے جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ سے منقول ہے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ راستہ اللہ کا ہے پھر اُس خط کے داہنے اور بائیں بہت سے خطوط کھینچے اور فرمایا کہ یہ راستے شیطان کے ہیں ہر ایک راہ پر ایک شیطان ہے کہ اُسی طرف کو بلاتا ہے پھر یہ آیت پڑھی وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل اور سبل کہکر چھوٹوں کو ارشاد فرمایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکے راستوں کی کثرت واضح کردی اور ہم نے اُسکی باریک راہ کی ایک مثال بھی لکھدی ہے جس سے کہ وہ علما اور عابدوں کو فریب دیتا ہے حالانکہ یہ لوگ اپنے شہوات کے مالک ہوتے ہیں اور گناہ ظاہری بھی نہیں کرتے اب ہم اُسکے ایک واضح طریق کا ذکر کرتے ہیں کہ آدمی خواہ مخواہ اُس راہ چلنے لگتا ہے اور یہ قصہ حدیث شریف میں بھی وارد ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا شیطان نے ایک لڑکی کا گلا دبایا اور اُسکے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اُسکا علاج فلان راہب کے پاس ہے بس وے لوگ اُسکو راہب کے پاس لیگئے اُسنے اول معالجہ سے انکار کیا مگر اُنھوں نے اصرار کرنا شروع کیا یہانتک کہ راہب مان گیا اور لڑکی کو اپنے پاس علاج کے لیے رکھ چھوڑا اب شیطان نے راہب کے پاس آکر اُس سے صحبت کرنے کا وسوسہ دل میں ڈالا یہانتک کہ وہ نہ رہ سکا اور مباشرت کر بیٹھا اُسکو حمل رہ گیا تب اُسکے دل میں یہ بات پیدا کی کہ اب تیری فضیحت ہوگی اُسکے گھر والے آوینگے بہتر یہ ہے کہ اُسکو مار کر دفن کردے اگر کوئی پوچھنے آویگا تو کہدیجو کہ مرگئی راہب نے ایسا ہی کیا پھر شیطان اُس لڑکی کے اقربا کے پاس گیا اور اُنکے دل میں وسوسہ کیا کہ راہب نے اُسکے ساتھ ایسا ایسا کیا اور مار کر دفنا دیا وہ لوگ راہب سے پوچھنے آئے اور کچھ حال ہی کا معلوم کرکے اُسکو قصاص میں مار ڈالنے کے لیے گرفتار کیا تب شیطان اُسکے سامنے آیا کہ یہ سب کام میرے کیے ہوئے ہیں اب اگر میرا ہی کہنا مانے تو اس خون سے بچیگا اُسنے پوچھا کہ کیا کروں کس طرح خون سے نجات پاؤں اُسنے جواب دیا کہ مجھکو دو سجدے کرلے تو بچ جاویگا جب اُسنے سجدے کرلیے تو کہا کہ میں کچھ نہیں کرسکتا میں تجھے کیا جانوں پس یہی شخص ہے جسکا حال اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بری منک تو دیکھنا چاہیے

ایمان دار اپنے شیطان کو لاغر کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنا اونٹ سفر میں لاغر کر دیتا ہے ۱۲ احمد ... ابی ہریرہ رضہ اور اسکی سند میں ابن لہیعہ ضعیف ہے ۱۲ نسائی ... بکری و حاکم بروایت ابن مسعود ۱۲

اور کہا یہ ... ہے میری سیدھی سو اسپر چلو اور مت چلو کئی راہیں ۱۲

کہ کیسا بڑا حیلہ باز ہی کہ راہب کو کسطرح کبیرہ گناہوں میں مبتلا کر دیا اور منشا اسکا صرف اسقدر ہوا کہ راہب نے علاج کے باب میں اسکا وسوسہ مان لیا اور یہ ایک امر بہت آسان تھا ابتدا رہی معلوم ہوتا تھا کہ علاج کرنا عمدہ بات ہی پس اس سے معلوم ہوا کہ اول اول دل میں ایسی بات ڈالتا ہی کہ آدمی بسبب رغبت خیر کے اسکو اچھا جانے اور انجام کو کام ہاتھ سے نکلجاتا ہی اور ایک بات سے دوسری ایسی پیدا ہوجاتی ہی کہ اس سے چھوٹنا میسر نہیں ہوتا ابتدا ر امور کے ضائع ہونے سے خدا بچاوے اور یہ جو حدیث شریف میں وارد ہی من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ امین بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہی

بارھوان بیان تفصیل شیطان کے راستون کی دل کی طرف

جاننا چاہیے کہ قلب انسانی بمنزلہ ایک قلعہ کے ہی اور شیطان دشمن ہی کہ اسکے اندر گھسکر اسکا قبضہ کرنا چاہتا ہی تو اگر قلعہ کے دروازون کی حفاظت کیجاوے اور شیطان کی آمد کے راستون کی حراست رہے تو قلب محفوظ رہ سکتا ہی لیکن جو شخص کہ دروازے ہی نہ جانتا ہو وہ حفاظت بھی نہیں کرسکتا اور قلب کو بچانا وسواس شیطان سے واجب ہی بلکہ ہر بندہ عاقل بالغ پر فرض عین ہی اور جو چیز کہ ذریعہ فرض عین تک پہونچنے کا ہو وہ بھی واجب ہی اور دفع کرنا شیطان کا اسکی آمد کے راستون کے پہچاننے سے ہوسکتا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسے راستون کا پہچاننا واجب ہی اور یہ راستے بندون کی صفات ہین اسی لیے انکی کچھ انتہا نہین لیکن ہم ان مین سے بڑے بڑے راستون کو بتلائے دیتے ہین کہ جنپر شیطان کے لشکرون کی کثرت رہتی ہی اول اسکا بڑا مدخل غضب اور شہوت ہی کیونکہ غصہ سے عقل جاتی رہتی ہی اور جب عقل کم زور ہوتی ہی تو بڑا لشکر شیطان حملہ کرتا ہی اور جب آدمی غصہ کرتا ہی تو شیطان اس سے ایسا کھیلتا ہی جیسا لڑکا گیند سے کھیلا کرتا ہی چنانچہ روایت ہی کہ ابلیس حضرت موسی علیہ السلام سے ملا اور عرض کیا کہ تم تو وہ ہو جنکو خدا نے رسول کیا اور کلام کیے اور مین بھی اللہ کی مخلوق ہون مجھسے ایک گناہ ہوگیا اور اس سے توبہ کیا چاہتا ہون تو آپ خدا سے میری سفارش کر دیجیے کہ توبہ قبول فرماوے حضرت موسی علیہ السلام نے اسکی عرض قبول کی اور جب پہاڑ پر تشریف لیگیے اور رب سے ہمکلام ہوکر اترنا چاہا رب العزت سے ارشاد ہوا کہ ای موسی امانت ادا کر آپنے عرض کیا کہ الٰہی تیرا بندہ ابلیس یہ چاہتا ہی کہ اسکی توبہ قبول ہو حکم ہوا کہ اگر وہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے اسکی توبہ قبول ہوگی حضرت موسی نے ابلیس سے فرمایا کہ تیری حاجت پوری ہوگئی یون حکم ہوا ہی کہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے تو توبہ قبول ہوجاویگی وہ ملعون غصہ ہوا اور تکبر سے کہنے لگا کہ مین نے اسکو زندگی مین تو سجدہ کیا ہی نہین مرنے پر تو کیون کرنے لگا ہون پھر عرض کیا کہ آپ کا مجھ پر حق ہی کہ آپنے خدا سے میری سفارش کی مین آپ کو ایک بات بتلاتا ہون کہ مجھکو تین چیزون مین یاد رکھیے انمین آپ کو ضرر نہ پہونچا سکونگا ایک تو غصہ کی حالت مین کیونکہ میری روح تو آپ کے دل مین ہی اور آنکھ آپ کی آنکھ مین اور جہان جہان بدن کا خون پھرتا ہی وہان وہان میرا گذر ہی تو غصہ کی حالت مین میرا خیال ضرور کر لیا کرو اس لیے کہ جب غصہ آدمی کرتا ہی تو مین اسکی ناک مین پھونک ماردیتا ہون پھر اسکو خبر نہین رہتی کہ مین کیا کرتا ہون اور ایک صف قتال مین مجھکو یاد رکھو کیونکہ جب آدمی لڑائی مین جاتا ہی تو مین اسکو اسکا گھر بار جورو بچے یاد دلاتا ہون یہانتک کہ بھاگ جاوے اور ایک اس بات کو یاد رکھو کہ جس عورت کا محرم نہ ہو اسکے پاس ہرگز مت بیٹھنا کیونکہ مین اسکی طرف تمھارا پیام پہونچاتا ہون اور اسکا پیام تمکو پہونچاتا ہون یہانتک کہ دونون گناہ مین مبتلا ہوجاؤ غرض ان باتون سے اسنے شہوت اور غضب اور حرص کی طرف اشارہ کیا کیونکہ آدم کو مرنے پر سجدہ نہ کرنا تو حسد کے باعث تھا اور بھاگنا صف قتال سے دنیا کی حرص کی جہت سے ہوتا ہی اور یہ شیطان کے بڑے مداخل مین سے ہی اسیطرح بعض اولیا سے منقول ہی کہ انھون نے ابلیس سے پوچھا کہ آدمی کے دل پر تو کسوقت غالب ہوتا ہی اسنے جواب دیا کہ غضب اور خواہش نفسانی کے وقت اسکو دبا لیتا ہون اور یہ بھی مروی ہی کہ ابلیس ایک راہب کے سامنے آیا اسنے پوچھا کہ آدمی کی کون سی صفت سے تجھکو زیادہ مدد ملتی ہی اسنے کہا کہ تیزی مزاج سے کیونکہ جب آدمی تیز مزاج ہوتا ہی تو مین اسکے دل کو ایسا لوٹتا ہون جیسا کوئی لڑکا گیند کو لوٹتا ہی اور کہتے ہین کہ شیطان کا یہ قول ہی کہ

[illegible] بھلا جاوے اخرجہ البخاری ومسلم بروایت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ۱۲

آدمی مجھپر کسطرح غالب ہوسکتا ہی کیونکہ جب وہ ہنسی خوشی رہتا ہی تو مین اُسکے دل مین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اڑکر اُسکے سر مین پہونچتا ہون
دوسرا بڑا مدخل شیطان کا حسد اور حرص ہی جب آدمی کسی شی پر حریص ہوتا ہی تو حرص اُسکو اندھا اور بہرہ کردیتی ہی جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی
حبک الشیئ یعمی ویصم پس جب نور بصیرت حسد اور حرص کے باعث جاتا رہتا ہی تو کچھ نہین سوجھتا اور شیطان کو اُسوقت موقع ملجاتا ہی کہ جو چیز حریص
کی خواہش تک پہونچانیکی ہو اُسیکو اُسکی نظرون مین اچھا کرکے دکھلاتا ہی گو وہ کیسی ہی بُری ہو حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی مین سوار ہوئے
اور موافق ارشاد الٓہی کے ہر ایک چیز کا آئین ایک جوڑا رکھلیا تو کشتی مین آپ نے ایک بُڈھا اجنبی شخص دیکھا آپ نے پوچھا کہ تو کیون سوار ہوا ہی
اُسنے عرض کیا کہ آپکے یارون کے دل لینے آیا ہون اُنکے بدن آپکے ساتھ رہینگے اور دل میرے ساتھ ہونگے آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوا
تو مردود دشمن خدا ہی یہان سے نکلجا اُسنے عرض کیا کہ پانچ باتین ہین جنسے مین لوگون کو ہلاک کرونگا مین تین تو آپکو بتلا دونگا دو نہین بتاؤنگا
اُسوقت آپکو وحی ہوئی کہ جو باتین یہ بتایا چاہتا ہی اُنکی آپکو کچھ حاجت نہین وہ دو باتین پوچھو جو چھپاتا ہی تو آپ نے اُس سے پوچھا کہ وہ دو باتین
کونسی ہین اُسنے کہا وہ دو ہین کہ کبھی مجھے دھوکا نہ دینگی اور لوگون کے ہلاک کرنے مین کبھی خطا نہ کرینگی وہ دونون حسد اور حرص ہین حسد تو وہ چیز ہی
جس سے مین ملعون اور شیطان رجیم ہوا ہون اور حرص وہ ہی کہ آدم کے لیے تمام جنت سوا ایک درخت کے مباح ہوئی تھی تو مین نے حرص ہی کی جہت سے
اپنا کام نکالا اور اُنکو خرابی مین ڈالا اور ایک اُسکے بڑے راستون مین سے پیٹ بھر کر کھانا ہی خواہ مال حلال طیب ہی کیون نہو اسلیے کہ پیٹ بھرنے سے
شہوات کا زور ہوتا ہی اور شہوات شیطان کے ہتھیار ہین چنانچہ روایت ہی کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے سامنے ابلیس آیا اور اُسکے ہاتھ مین پھندے تھے آپنے
پوچھا کہ یہ پھندے کیسے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ شہوات ہین کہ اُنسے آدمیون کو پھنساتا ہون آپ نے پوچھا کہ انمین کوئی میرے لیے بھی ہی اُسنے جواب دیا
کہ ہان کبھی جو آپ پیٹ بھر کھانا کھاتے ہین تو مین آپ پر نماز پڑھنا اور ذکر کرنا بھاری کردیتا ہون پھر آپ نے فرمایا کہ اُسکے سوا کوئی اور چیز بھی ہی اُسنے
عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ مجھکو قسم ہی کہ کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھاؤنگا شیطان نے کہا کہ مین بھی قسم کھاتا ہون کہ مسلمان سے کبھی خیر خواہی کی بات نہ
کہونگا اور کہتے ہین کہ بہت کھانے مین چھ چیزین مذموم جمع ہین اول یہ کہ خوف الٓہی دل سے جاتا رہتا ہی دوسرے یہ کہ خلق پر رحم نہین رہتا کیونکہ جانتا ہی
کہ سب پیٹ بھرے ہین تیسرے یہ کہ طاعت خدا بھاری پڑجاتی ہی چوتھے یہ کہ حکمت کی بات سننے سے دل مین نرمی نہین ہوتی پانچوین یہ کہ اگر اورون کو
نصیحت کرتا ہی تو کسی کے دل مین تاثیر نہین ہوتی چھٹے یہ کہ بیماریون کا گھر ہوجاتا ہی اور ایک اُسکے بڑے راستون مین سے اچھا معلوم ہونا زینت ظاہری کا
اسباب اور لباس اور مکان وغیرہ سے ہی کیونکہ شیطان جب یہ بات قلب انسان پر غالب پاتا ہی تو اُسمین انڈے بچے دیتا ہی اور ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہی کہ
گھر خوب اونچا اور وسیع بناکر اُسکی چھت اور دیوارون کو خوب آراستہ کرنا چاہیے اسی طرح لباس اور سواری بھی خوب تڑک بھڑک کی ہونی چاہیے غرضکہ
مدت العمر اسی بات مین لگائے رہتا ہی اور جب آدمی کو ایک بار اس امر مین لگا پایا تو پھر دوبارہ اپنے آنے کی ضرورت بھی نہین جانتا کیونکہ آدمی کو خود ایک
چیز سے دوسری کا شوق پیدا ہوتا ہی اور بنانے کے پھیر مین پڑجاتا ہی یہان تک کہ موت آجاتی ہی اور اسی راہ شیطانی اور ہوائے نفسانی مین چل دیتا ہی
اور اس سے خوف خرابی عاقبت اور کفر کا بھی ہی نعوذ باللہ منہ اور ایک اُسکے بڑے راستون مین سے طمع ہی دوسرے شخصون کی کیونکہ جب دل پر طمع
غالب ہوتی ہی تو شیطان یہ سکھلاتا ہی کہ جس سے طمع رکھتا ہی اُسکے سامنے خوب تکلف اور زینت ظاہر کرنی چاہیے اور اپنی تلبیس اور ریا کراتا ہی کہ گویا
جس سے طمع ہی وہی اُسکا معبود ہی اور ہمیشہ اسی فکر مین رہتا ہی کہ کوئی حیلہ ایسا نکلے جس سے اُسکی نظرون مین محبوب ہوجاؤن اور اس بات کے
واسطے بہتیری خاک چھانتا ہی ادنی بات یہ ہی کہ اُسکی تعریف مین غلو کرتا ہی اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا موقع آوے تو دیدہ و دانستہ اُسکے
سامنے درگذر کرتا ہی حضرت صفوان بن سلیم سے روایت ہی کہ ایک بار ابلیس عبد اللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہا کہ مین تمکو ایک بات سکھائے
دیتا ہون یاد رکھنا انھون نے فرمایا کہ مجھکو تیری بات کی ضرورت نہین اُسنے عرض کیا کہ اگر اچھی ہو تو یاد رکھنا بُری ہو تو میرے پہلے باندھنا
بات یہ ہی کہ سواے خدا کے کسی سے ایسا سوال مت کرنا جسمین طمع پائی جاوے اور غصہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھالنا کیونکہ اُسوقت تم میرے قابو مین

ہوتے ہو اور ایک اُسکے بہت بڑے طریقوں میں سے کاموں میں جلدی کرنا اور استقلال کو ہاتھ سے دینا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ العجلة من الشیطان
والتانی من اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خلق الانسان من عجل اور فرمایا وکان الانسان عجولا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ولا تعجل
بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیه اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا ارتکاب بعد بصیرت اور جانچ کے ہونا چاہیے اور جانچ کے واسطے تامل اور مہلت
چاہیے جلدی سے یہ بات نہیں ہوسکتی اور جلدی میں شیطان اپنی بدی انسان پر ایسی طرح ڈال دیتا ہے کہ اسکو خبر بھی نہیں ہوتی چنانچہ روایت ہے
کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو سب شیطان ابلیس کے پاس آئے اور کہا کہ آج سب بت اوندھے ہوگئے اُسنے کہا کہ معلوم ہوتا ہے
کہ کوئی نئی بات ہوئی تم یہاں ہی ٹھہرو میں خبر لاتا ہوں اور اُسی وقت روئے زمین پر اڑ گیا مگر کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی پھر دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ
السلام پیدا ہوئے ہیں اور انکو فرشتوں نے گھیر رکھا ہے ابلیس نے اپنے گروہ سے آکر بیان کیا کہ شب گزشتہ میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے اور جو عورت حاملہ ہوئی
ہے یا بچہ جنتی ہے میں اُسوقت موجود رہتا ہوں مگر اس لڑکے کا مجھکو علم نہ ہوا تو آج سے بتوں کی پرستش سے ناامید ہونا چاہیے لیکن آدمیوں کو جلدی
کے وقت میں بہکایا کرو اور ایک اُسکی بڑی راہوں سے روپیہ اور اسباب اور چاندی وغیرہ ہے کیونکہ ان چیزوں میں سے جب بقدر قوت سے
زائد ہوتی ہے اُسپر شیطان کا پہرہ ہوتا ہے اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ جسکے پاس بقدر قوت موجود ہو وہ آدمی فارغ البال ہے لیکن اگر کسی طرح اسکو سو روپیہ
مل جاویں تو اسکے دل کے اندر سے دس ہزار شہوات اٹھینگی کہ ہر ایک کے پورا ہونے کے لیے سو سو روپیہ چاہییں تو جسقدر اسکے پاس ہے اس سے
کام نہ نکلیگا بلکہ نوسو کی اور ضرورت ہوگی حالانکہ جب کچھ نہ تھا تب فارغ البال اور بے پروا تھا اسکو یہی علم ہے کہ سو روپیہ سے تونگری ہو گئی ہے
خبر نہیں کہ سو کے ملنے سے نوسو کا محتاج ہو گیا مثلاً سو جب ملے تو یہ خیال ہوا کہ اگر نو سو اور ہوتے تو ایک گھر مول لیتے اور اسباب خانہ داری
اور لباس وغیرہ بھی درست ہو جاتا اور ہر ایک ان میں سے ایسی شی ہے کہ جسکو دوسری کوئی اور چیز لازم ہے اسی طرح بے انتہا چیزیں ضروری
نکلتی چلی آتی ہیں انکا فکر کرتے کرتے انجام یہ ہوتا ہے کہ جہنم میں پڑ جاتا ہے اور اسی پر خاتمہ ہوتا ہے حضرت ثابت بنانی رحمہ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جامہ رسالت در بر فرمایا ابلیس نے اپنے گروہ سے کہا کہ کوئی نئی بات ہوئی ہے اسکو تلاش کرو سب شیاطین ادھر ادھر پھر کر
عاجز ہو کر چلے آئے کہ ہمکو کچھ معلوم نہیں ابلیس نے کہا کہ رہو میں خبر لاتا ہوں اور خود جا کر یہ خبر لایا کہ خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر
فرمایا اب تم اُنکے یاروں کی خبر لو شیاطین ناامید ہو کر اُسکے پاس گئے اور کہا کہ ایسے لوگ ہمنے کبھی دیکھے ہی نہیں اگر کوئی بات ہم کرتے کراتے
ہیں وہ نماز کو کھڑے ہو جاتے ہیں اس سے اُنکی خطائیں محو ہو جاتی ہیں ابلیس نے کہا کہ چندے توقف کرو غالب ہے کہ جب یہ لوگ ملکوں کو
فتح کرینگے اور انکو دنیا ملیگی تو اُسوقت ہمارا مطلب حاصل ہو جاویگا اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک پتھر اپنے سر تلے رکھ لیا
ابلیس کا جو گذر اُنپر ہوا کہنے لگا کہ یا حضرت آپکو بھی دنیا کی رغبت ہوئی آپ نے پتھر کو سر کے نیچے سے نکال کر پھینک مارا اور فرمایا کہ یہ مع
دنیا تیرے ہی لیے ہے اور درحقیقت اگر غور کرو تو جس شخص کے پاس تکیہ کے بجائے پتھر ہو تو اُسکے پاس اتنی دنیا تو ہوگئی کہ شیطان اپنا داؤ کھیلے
اگر کوئی تہجد کو اُٹھے اور اُسکے قریب ایک پتھر بھی ہو جسپر تکیہ ہو سکتا ہے تو شیطان ضرور دل میں ڈالیگا کہ ذرا اسپر تکیہ لگا لے اور اس صورت میں
رغبت نیند کی ہو جاتی ہے کہ کاش دیکھکر بالوں بچھونے ہیں اگر سر سے پتھر نہ ہوتا تو ایسی بات دل میں نہ گذر سکتی اور نہ سونے کی رغبت
ہوتی یہ حال تو پتھر کا ہے لیکن جسکے پاس گاؤ تکیہ اور گدے فرش اور آرام طلبی کے لوازم موجود ہوں اسکو عبادت الٰہی سے کب مزہ
حاصل ہو سکتا ہے اور ایک اُسکی بڑی راہوں میں سے بخل اور فقیر ہو جانے کا خوف ہے اور یہ وہ بات ہے کہ صدقہ اور خیرات کچھ نہیں کرنے دیتی
بلکہ جمع کرنے اور گاڑ رکھنے کی رغبت دلاتی ہے ایسے لوگوں کے واسطے عذاب الیم کا وعید کلام مجید میں موجود ہے خیثمہ بن عبد الرحمن فرماتے
ہیں کہ شیطان کا قول ہے کہ آدمی کتنا ہی مجھپر غالب ہو جاوے مگر تین باتوں میں مجھپر نہیں بڑھ سکتا جو کہتا ہوں وہ مانتا ہے اول ناحق کسی کا
مال لینا دوسرے اسکا بے موقع خرچ کرنا تیسرے جہاں ضرورت خرچ کی ہو وہاں نہ خرچ کرنا اور سفیان رح فرماتے ہیں کہ شیطان کے پاس

بنایا ہے آدمی شتابی کا ۱۲
اور ہے انسان اوتاولا ۱۲
اور تو جلدی نہ کر قرآن لینے میں جب تک پورا ہو چکے اسکا اترنا ۱۲

کوئی ہتھیار مفلسی کے خوف دلانے سے بڑھکر نہین جب آدمی اُسکو مان لیتا ہی تو باطل کی طرف راغب ہوتا ہی اور امر حق سے باز رہتا ہی اور
مطلب ہی کی بات کہتا ہی اور خدا تعالیٰ سے بدگمان ہو جاتا ہی اور بخل اور حرص کی آفتون مین سے یہ بھی ہی کہ مال جمع کرنے کے لیے
ہر وقت بازار مین موجود رہے جو شیطان کے رہنے کی جگہ ہی اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی کہ جب ابلیس زمین پر اُترا تو رب العزت سے درخواست کی کہ الٰہی تو نے مجھکو زمین پر اُتار کر مردود کر دیا میرے لیے رہنے کی جگہ کیا ہی
فرمایا کہ حمام تیرے رہنے کا مقام ہی عرض کیا کہ بیٹھک بھی ارشاد ہو حکم ہوا تیری بیٹھک بازار اور چوراہے ہی عرض کیا کہ میری خوراک بھی مقرر
ہو حکم ہوا کہ جس کھانے پر خدا کا نام نہ لیا جاوے وہ تیری غذا ہی عرض کیا کہ میرے لیے پانی بھی عنایت ہو ارشاد ہوا کہ نشہ کی چیزین تیرا
پانی ہین عرض کیا کہ مجھے ایک خبر رسان بھی ملے حکم ہوا کہ مزامیر تیرے موذن ہین عرض کیا کہ میرے لیے کچھ پڑھنے کی چیز مرحمت ہو حکم ہوا
کہ وہ شعر ہین عرض کیا کہ لکھنے کے لیے بھی ارشاد ہو حکم ہوا کہ بدن کا گودنا تیری کتابت ہی عرض کیا کہ مجھے حدیث عنایت ہو حکم ہوا کہ جھوٹ
تیری حدیث ہی عرض کیا کہ میری شکارگاہ بھی مقرر ہو حکم ہوا کہ وہ عورتین ہین[1] اور ایک اُسکے بڑے راستون مین سے تعصب مذاہب اور خواہش
نفسانی ہی اور جو اپنے خلاف پر ہون اُنسے بغض رکھنا اور اُنکو حقارت سے دیکھنا اور یہ ایک ایسی بات ہی جس سے عابد اور فاسق دونون ہلاک ہوتے
ہین کیونکہ لوگون پر طعن کرنا اور اُنکی بُرائیون کا ذکر کرنا یہ ایک صفت سبعی ہی جو آدمی کی طینت مین داخل ہی پس جب شیطان اس صفت کو آدمی کی
نظر مین حق قرار دیتا ہی اور اُسکی طبیعت مین تو پہلے ہی سے تھی تو قالب پر اُسکا چسکا پڑ جاتا ہی اور تمام ہمت اُسی مین لگ جاتا ہی اور اس بات سے
بہت خوش ہوتا ہی اور سمجھتا ہی کہ مین دین مین سعی کرتا ہون یہ خبر نہین کہ اتباع شیاطین کرتا ہون مثلاً ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی محبت مین متعصب ہی مگر حرام خوار [illegible] اور جھوٹا اور بکھیڑیا اور فسادی ہی تو ایسے شخص کو اگر حضرت صدیق دیکھتے تو اپنا بڑا دشمن تصور
فرماتے اسلیے کہ اُنکا دوست تو وہ ہی جو اُنکی راہ چلے اور اُنکی سیرت کو دستور العمل بنا دے اور زبان کو واہیات سے روکے حضرت کا یہ دستور تھا
کہ منہ مین کنکر رکھے رہتے تھے تاکہ کوئی کلمہ بیجا منہ سے نہ نکلے پس یہ مدعی کیسے اُنکی محبت کا دعویٰ کرتا ہی اور اُنکی سیرت اختیار نہین کرتا اسیطرح
بعضون کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت مین تعصب ہوتا ہی حالانکہ ریشمی کپڑے بدن پر ہوتے ہین اور مال حرام سے خوب زرق برق
بنے رہتے ہین پھر دعویٰ محبت علی رضہ کا کرتے ہین حضرت ممدوح نے عین خلافت مین وہ کپڑے پہنے ہین کہ اُنکا دام ایک روپیہ سے بھی کم
تھا پھر ایسے شخص سے وہ کیسے خوش ہونگے بلکہ قیامت کو یہ شخص اُنکا دشمن ہوگا مقام غور ہی کہ اگر کوئی شخص کسی کے فرزند لخت جگر کو اپنے یہان
لیجاوے اور اُسکے بال نوچے اور بدن کو قینچیون سے کاٹے اور سب طرح کی ایذا دے اور پھر اس بات کا مدعی ہو کہ مین اس بچہ کے باپ سے
محبت رکھتا ہون یہ دعویٰ کسطرح صحیح ہوگا یہی حال ان لوگون کا ہی کہ دین اور شریعت جو خلفاے اربعہ اور جمیع صحابہ کے نزدیک فرزند و زن و مال
و عیال بلکہ خود اپنی جانون سے بھی عزیز تھا اُسکے تو یہ لوگ یون ٹکڑے کرین کہ کوئی بات اُسکی اختیار نہ کرین بلکہ پابندی شہوات سے ابلیس لعین
دشمن دین کی خوشی مناتے رہین پھر محبت صحابہ رضہ کا دم بھرین قیامت کے روز معلوم ہوگا کہ صحابہ اور اولیا کے سامنے ان لوگون پر کیا گذریگا
قیامت تو دور ہی اگر دنیا ہی مین پردہ اُٹھا لیا جاوے اور صحابہ رضہ کا عندیہ اُمت کے باب مین معلوم ہو جاوے کہ اُنکو کسطرح کے لوگ اچھے
معلوم ہوتے ہین تو یہ لوگ اپنے حالات کو دیکھکر شرم کے مارے کبھی اپنی زبان ناقص سے اُنکا نام بھی نہ لین[2] خلاصہ یہ کہ خیالات شیطانی سے
اُنکے دلون مین یہ بات جم گئی ہی کہ جو کوئی محبت مین حضرت ابوبکر رضہ و حضرت عمر رضہ کی مریگا اُسکے گرد شعلہ دوزخ نہ پھٹکیگا یا جو کوئی محبت مین
حضرت علی رضہ کی وفات پاویگا اُسکے گرد خوف نہ آویگا اس حدیث شریف کو نہین دیکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر قرة العین
حضرت فاطمہ رضہ سے فرماتے ہین کہ اعملی فانی لا اغنی عنک من اللہ شیئا اور یہ ہواے نفسانی مین سے ایک مثال ہی اسی طرح اُن لوگون کا
حال ہی جو امام ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد رح کے باب مین تعصب کرتے ہین پس جو لوگ ایک امام کے مذہب کا دعویٰ کرتے ہین اور

۱؎ طبرانی نے بیت [illegible] ابوامامہ وابن عباس بسند ضعیف ۱۲

۲؎ عمل کر کے [illegible] بڑی [illegible] سے خدا تعالیٰ [illegible]

انکی سیرت اختیار نہین کرتے قیامت کے روز وہی امام اُنکے مقابل ہوکر پوچھینگے کہ میرا مذہب تو عمل تھا قول نہ تھا اور قول بھی عمل کے واسطے تھا جبکہ
کرنے کے لیے نہین تھا تو نے میرے عمل کی مخالفت کیون کی جسپر مین ہمیشہ رہا اور اُسپر خاتمہ ہوا اور پھر جھوٹ موٹ کا دعویٰ میرے مذہب کا کیا غرضکہ
یہ ایسا بڑا راہ شیطان کی آمد کا ہی کہ بہت لوگ اسمین تباہ ہوتے ہین وعظ و نصیحت ایسے لوگون کے متعلق ہی جو خدا کا خوف نہین کرتے دین کے مسائل سے
کم واقف ہین دنیا کی رغبت کا زور ہی لوگون کے معتقد کرنے کی حرص بہت ہی اور لوگون کا اعتقاد اور انکا وقر صرف تعصب ہی سے بڑھا ہو اسلیے
اسی بات کو اچھا بتلاتے ہین شیطان کے فریبون کو نہین بتلاتے بلکہ اُسکے فریب جاری ہونے کے لیے وہ اُسکے نائب بنگئے ہین اور لوگ بھی
انھین کی باتون پر جم گئے ہین اور اصول کو دین کے بالکل بھول گئے تو وہ خود بھی تباہ ہوئے اور اورون کو بھی تباہ کر دیا خدا تعالیٰ اُنکی اور ہماری
توبہ قبول فرما دے اور حضرت حسن بصری رض فرماتے ہین کہ شیطان کا یہ قول ہی کہ مین نے امت محمد صلعم کے لیے جو معصیتون کو آراستہ کیا تو
انھون نے استغفار کر کے میری پیٹھ توڑ دی پھر مین نے اُنکے لیے ایسے گناہ گڑھے کہ اُنسے استغفار نہ کرین اور وہ خواہشات نفسانی ہین اور
یہ بات اُس ملعون نے سچ کہی کیونکہ ایسے امور مین لوگون کو خبر ہی نہین ہوتی کہ اُنکا انجام نافرمانی ہی ورنہ استغفار ضرور کرتے اور ایک بڑا
حیلہ شیطان کا یہ ہی کہ انسان اپنے آپ لوگون کے اختلافات اور خصومات مین لگا جاوے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض فرماتے ہین کہ
ایک جماعت ذکر الٰہی مین مشغول تھی شیطان نے چاہا کہ یہان سے اُنکو اُٹھا دیوے اور جدا جدا ہو جاوین مگر کچھ بن نہ پڑی پس ایک دوسری جماعت
مین گیا جو دنیا کی باتین کر رہے تھے اُن مین فساد کرا دیا یہان تک کہ اُنکے آپس مین کشت و خون ہونے لگا تو پہلی جماعت اُٹھ کھڑی ہوئی
اور اُن مین بیچ بچاؤ کر دیا مطلب اسکا یہ تھا کہ پچھلی جماعت مین کشت و خون ہو بلکہ جماعت اول کا اُٹھانا مقصود تھا سو اسطرح اُٹھا دیا
اور ایک اُسکے طریق مین سے یہ ہی کہ عوام لوگون کو جو علم مین کم تبحر رکھتے ہین خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات اور ایسے امور کی فکر مین اُلجھا
دیتا ہی جو اُنکی عقل مین نہ آسکین یہانتک کہ اصل دین مین شک کرنے لگتے ہین اور خداوند کریم کی نسبت اُنکو ایسے خیال پیدا ہوتے ہین کہ اُنسے
یا کافر یا دہریہ ہو جاتے ہین اور ان باتون سے بہت خوش ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ بصیرت اور معرفت یہی ہی اور یہ امر سب کو کشف سے
معلوم ہوا ہی اپنی تیزی عقل پر نازان ہوتے ہین حالانکہ سب مین زیادہ بیوقوف وہ ہی جو صرف اپنی عقل پر زیادہ اعتقاد کرے اور عقلمند وہ شخص
کہ اپنی عقل کو متہم سمجھکر اکثر علما سے پوچھتا رہے حضرت عائشہ رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان یاتی احدکم
فیقول من خلقک فیقول اللہ تبارک و تعالیٰ فیقول فمن خلق اللہ فاذا وجد احدکم ذالک فلیقل آمنت باللہ ورسولہ فان ذالک یذہب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہین فرمائی کہ اس وسواس کے علاج مین بحث کیجاوے کیونکہ یہ وسواس عوام کو ہوتا ہی علما کو نہین ہوتا عوام
کو بھی چاہیے کہ ایمان و اسلام لا کر اپنی عبادت و معیشت مین مصروف ہون علم کی باتین علما پر چھوڑ دین عامی آدمی اگر زنا اور چوری کرے
تو اس سے بہتر ہی کہ ایسی باتون مین پڑے کیونکہ جو کوئی بے جانے بوجھے اللہ تعالیٰ اور اُسکے دین کی نسبت کچھ کہیگا کافر ہو جاویگا اور اُسکو خبر بھی
نہو گی اور اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی تیرنا نہ جانے اور دریاے مواج مین کود پڑے غرضکہ مذاہب اور عقائد کے باب مین شیطان کے فریب
وانتہا مین ہمنے بطور نمونہ کچھ لکھدیا ہی اور ایک اُسکے دروازون مین سے مسلمانون سے بدگمان ہونا ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یا ایہا الذین
آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم پس جو کوئی دوسرے پر بدی کا گمان کریگا شیطان اُسکو اس بات کی بھی ترغیب دیگا کہ اُسکی
غیبت کرے یا اُسکے حقوق کم ادا کرے یا تعظیم مین سستی کرے اور اُسکو بچشم حقارت دیکھے اور اپنے آپ کو اُس سے بہتر سمجھے یہ سب چیزین
تباہی کی ہین اور اسی جہت سے شریعت مین تہمتون سے بچنے کے لیے حکم ہی جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہی اتقوا مواضع التہم اور خود آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے تہمت سے احتراز فرمایا علی بن حسین رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے فرمایا کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مسجد مین معتکف تھے مین جب آپکی خدمت مین گئی تو حائض ہو گئی شام کو وہان سے مراجعت کی اور آپ بھی میرے ساتھ چلے بہتر

شیطان ... سے کہتا ہی ... آتا ہی اور ... پیدا کیا ... خدا تعالیٰ ... پوچھا ... جب ... ایسا ... حال ... ایمان لایا اللہ ... سے ... جائیگی ۱۲ آہر
دنیا اور ابو یعلی در مسانید خود با روایت الی ہریرہ ۱۲
ای ایمان و الیہ مہ ہو ابیت یقین کرنے سے مشہور ہی یعنی تہمت کا ۱۲
تہمت کی جگہون سے بچو مجھکو اسکا پتہ نہین ۱۲
بخاری و مسلم بروایت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ۱۲

ذوالفقار سے ملے اور آپ کو سلام کر کے پھرے آپ نے انکو پکارا اور فرمایا کہ یہ صفیہ بنت حیی ہے یعنی میری زوجہ ام المومنین ہے انھوں نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو آپ کے ساتھ گمان غیر ہی آپ نے فرمایا کہ یہ درست ہے مگر شیطان آدمی کے ساتھ ایسا ہی جیسا خون بدن میں ہی
اسلیے مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تمکو نہ بہکا وے پس اس شفقت نبوی کو دیکھنا چاہیے کہ انکے دین کا خوف کر کے انکو بھی بچا دیا اور امت کے لیے طریق
احتراز تہمت سے سکھلا دیا کہ ایسا نہو کوئی عالم متقی جو دینداری میں انگشت نما ہو تہمت کے حالات میں بھول اختیار کرے اور اپنے نفس پر بھروسا
کر کے یہ جانے کہ مجھپر کوئی بدگمانی نہ کریگا لوگ میرے ساتھ ظن خیر ہی سے پیش آوینگے اسلیے کہ کیسا ہی بڑا متقی اور عالم ہو سب لوگ اسکے
یکسان نہیں معتقد ہوتے بلکہ بعض اس سے خوش رہتے ہیں اور بعضے ناراض جو خوش ہیں وہ اسکے عیب نہ دیکھینگے اور فریق ثانی الٹا
عیب ہی میں مبتلا رہینگے جیسا کہ قول سعدی کا ہے ع چشم بداندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید ہنرش در نظر + دو ہنری داری و ہفتاد
عیب + دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر پس ضرور ہوا کہ بدگمانی اور بدون کی تہمت سے احتراز کیا جاوے کیونکہ یہ فرقہ تمام لوگوں سے بدگمان
رہتا ہے پس جب کوئی آدمی ایسا نظر آوے کہ لوگوں کی طرف بدگمانی کرتا ہو اور انکے عیوب کا متلاشی ہو جان لینا چاہیے کہ وہ خود باطن میں
خباثت رکھتا ہے اور یہ عیب جوئی اسی خباثت کا ظہور ہے کہ سب کو اپنے ہی جیسا جانتا ہے کیونکہ عیب جوئی منافق کا کام ہے مومن کا سینہ
سب خلق کی طرف سے صاف رہتا ہے یہ ہی تھوڑا سا بیان شیطان کے راستوں کا قلب کی جانب اور اگر سب راستوں کو لکھا جاوے تو ہماری
قدرت سے باہر ہے اسی قدر سے اوروں کا قیاس ہو سکتا ہے مثلاً یون جاننا چاہیے کہ جو صفت بد آدمی کی ہے وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور وہی اسکا
مداخل بھی اب اگر کوئی یون پوچھے کہ شیطان کے دفع کرنے کی تدبیر کیا ہے اور اسکے دفعیہ میں زبان سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ یا کوئی اور
ذکر اللہ کافی ہے یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ دل کا علاج شیطان سے بچانے کے لیے یہی ہے کہ اسکی سب راہیں بند کر دیجاویں یعنی دل کو ان
صفات مذمومہ سے صاف کیا جاوے اور اسکا بیان بہت طویل ہے اور اس جلد میں ہمکو یہی غرض ہے کہ صفات مہلکہ انسانی بیان کریں ہر ایک
صفت کے لیے ایک باب علیحدہ کی حاجت ہے جیسا کہ شرح آیندہ بیان ہوگا یہاں اسقدر ضروری ہے کہ جب قلب ان صفات کے اصول سے
منقطع اور علیحدہ ہو جاتا ہے تو پھر شیطان صرف سیر اچھیری اور خطرات ہی کرتا رہتا ہے جگہ نہیں بیٹھتا اور اسکی آمد و رفت کو ذکر اللہ مانع ہے
کیونکہ دل میں ذکر اللہ جب ہی جاگزین ہوتا ہے جب تقوی اور صفائی کے باعث صفات مذمومہ سے دل آزاد ہو جاتا ہے اور اگر ایسا نہو تو ذکر
بھی از قبیل خطرات ہوتا ہے اسکو دل پر کچھ قابو نہیں ہوتا اور شیطان کو بھی دفع نہیں کر سکتا اسی جہت سے خداوند کریم نے اس آیت میں
ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون ذکر دافع شیطان کو متقی کے ساتھ خاص فرمایا ہے خلاصہ یہ کہ شیطان
کو مثل بھوکے کتے کے اپنے پاس سمجھنا چاہیے پس اگر آدمی کے پاس روٹی و گوشت وغیرہ نہو تو صرف دُوت کہنے ہی سے ٹل جاویگا
لیکن اگر سامان کھانے کا ہوگا اور کتا بھوکا ہوگا تو ضرور کھانے پر گریگا اور صرف للکارنے سے نہیں ٹلیگا اسی طرح جس دل میں غذا شیطانی
نہیں تو اسکے پاس سے شیطان صرف ذکر اللہ سے ہٹ جاویگا لیکن اگر دل پر شہوت غالب ہے تو دل کا سویدا شیطان کے قابو میں ہوگا اور
ذکر اللہ کو قلب کے اطراف میں پھیلا دیگا اور متقیون کے دل جو ہوا نفسانی اور صفات مذمومہ سے خالی ہوتے ہیں ان پر شیطان کا آنا شہوات
کے باعث نہیں ہوتا بلکہ جسوقت ذکر سے غفلت ہوتی ہے اسوقت اپنی راہ نکالتا ہے اور جب پھر وہ ذکر کرنے لگتے ہیں تو ٹل جاتا ہے اور اسکی
دلیل یہ ہے کہ خدا تعالی نے اسکے دفع کے لیے فرمایا فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم اسی طرح اور آیات اور اخبار سے جو ذکر کے
باب میں ہیں مفہوم ہوتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بار مومن کا شیطان اور کافر کا شیطان آپس میں ملے کافر کا شیطان تو خوب چکنا اور موٹا
اور اچھا لباس پہنے تھا اور مومن کا شیطان ننگا و دُبلا غبار آلود تھا اسنے اس سے پوچھا کہ تو دُبلا کیوں ہے اسنے کہا کہ میں ایسے شخص کے
ساتھ رہتا ہوں کہ اپنے کھانے اور پینے اور کپڑا پہنے اور سر میں تیل ڈالنے کے وقت بسم اللہ کہتا ہے تو نہ مجھے کھانا نصیب ہوتا ہے نہ پانی

مومن ہی تقی گنا دے پنگے کی اور توشہ طاعت کی اللہ تعالی کی توفیق سے ۱۲ جو لوگ ڈر رکھتے ہیں

جہاں ... شیطان ... تب ... ۱۲ ... شیطان ... ۱۸

نہ کپڑا نہ تیل اسی واسطے بھوکا پیاسا ننگا بال بکھرے رہتا ہون کافر کے شیطان نے کہا کہ بار مین تو ایسے کے ساتھ ہون کہ ان باتون مین سے کسی پر بھی خدا کا نام نہین لیتا اسی لیے مین اسکے سب امور مین شریک رہتا ہون اور محمد بن واسع ہر روز بعد نماز صبح یہ دعا مانگا کرتے تھے اللہم انک سلطت علینا عدوا بصیرا بعیوبنا یرانا ہو وقبیلہ من حیث لا نراہم اللہم فآیسہ منا کما آیستہ من رحمتک وقنطہ منا کما قنطتہ من عفوک وباعد بیننا وبینہ کما باعدت بینہ وبین رحمتک انک علی کل شی قدیر وہ فرماتے ہین کہ ایک روز شیطان مجھکو مسجد کے راستہ مین ملا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتے ہو مین نے کہا کہ تو کون ہی جواب دیا کہ ابلیس ہون مین نے پوچھا کہ کس غرض سے آیا ہی کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس دعا کو کسی کو مت سکھلانا مین تم سے کچھ مزاحم نہ ہونگا مین نے کہا کہ مین ہرگز کسی کو منع نہین کرونگا جو چاہے پڑھے تیرا جو دل چاہے وہ کر اور حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلے فرماتے ہین کہ ایک شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت مین ہاتھ مین آگ کی مشعل لیکر کھڑا ہوا کرتا تھا اور قرات اور استغفار سے نہین جاتا تھا آپ کی خدمت مبارک مین حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ آپ یون پڑھیے اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزہن بر ولا فاجر من شر ما یلج فی الارض وما یخرج منہا وما ینزل من السماء وما یعرج فیہا ومن فتن اللیل والنہار ومن طوارق اللیل والنہار الا طارقا یطرق بخیر یا رحمن جب حضرت نے اسیطرح پڑھا تو اس مردود کی شمع گل ہو گئی اور او ندھے منھ گر پڑا اور حضرت حسن بصری رح سے منقول ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت مبارک مین آئے اور عرض کیا کہ ایک جن آپ سے دغا کیا چاہتا ہی جب آپ بستر پر لیٹین آیت الکرسی پڑھ لیا کیجیے اور حدیث شریف مین آیا ہی لقد اتانی الشیطان دفنازعنی فاخذت بحلقہ فوالذی بعثنی بالحق ما ارسلتہ حتی وجدت برد ماء لسانہ علی یدی ولولا دعوۃ اخی سلیمان علیہ السلام لاصبح طریحا فی المسجد اور یہ بھی وارد ہی ما سلک عمر فجا الا سلک الشیطان فجا غیر الذی سلکہ عمر اور یہ اس جہت سے فرمایا کہ ان لوگون کے قلوب شیطانون کے مداخل اور غذا سے پاک تھے یعنی شہوات کا دخل نہ تھا پس اگر کوئی اور شخص چاہے کہ صرف ذکر الٰہی سے شیطان دور ہو جاوے جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور ہو گیا تھا تو یہ امر محال ہی اور اسکی مثال ایسی ہی جیسا کہ کوئی شخص دوا پیوے اور پرہیز نہ کرے حالانکہ معدہ مین بھی بلا تبر بھری ہو اور اسپر توقع دوا کے نفع کی بھی کرے کہ جیسا پرہیز اور تنقیہ والون کو فائدہ ہوتا ہی ویسا ہی مجھے بھی ہو یہان ذکر الٰہی کو دوا سمجھنا چاہیے اور تقویٰ کو پرہیز اور قلب کے خالی ہونے کو شہوات سے تنقیہ تصور کرنا چاہیے تو جب ذکر الٰہی ایسے قلب مین جاویگا جو ماسوی اللہ سے خالی ہی تو شیطان دفع ہو جاویگا جیسے تنقیہ کے بعد دوا کھانے سے بیماری جاتی رہتی ہی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب اور دوسری جگہ فرمایا کتب علیہ انہ من تولاہ فانہ یضلہ ویہدیہ الی عذاب السعیر پس جو کوئی عمل کی رو سے شیطان کی متابعت کریگا وہ اسکا تھانگی اور یار کہلاویگا اگرچہ زبان سے ذکر اللہ کرے اب اگر کوئی یہ کہے کہ حدیث مین تو مطلق یون وارد ہی کہ ذکر اللہ سے شیطان دفع ہوتا ہی اور یہ خصوصیات جنکا علماے دین بیان کرتے ہین اسمین لفظ عام مین مفہوم نہین ہوتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہی اسکا امتحان اپنے ہی نفس مین کر لینا چاہیے تاکہ حقیقت انکے بیان کی معلوم ہو غور کرنا چاہیے کہ آدمی کا منتہا ذکر اور عبادت نماز ہی تو جب نماز مین کھڑا ہو اسوقت اپنے دل کا حال دیکھتا رہے کہ شیطان کہان کہان اسکو کھینچتا ہی کبھی فکر بازار اور لوگون کے حساب کتاب مین اور کبھی دنیا کی دوا دارو اور معاندین کے جواب مین غرضکہ یہانتک نوبت پہونچتی ہی کہ جو دنیا کی بات دل سے جاتی بھی رہی ہو وہ بھی نماز ہی مین یاد آتی ہی اور شیطان کا حملہ بھی نماز ہی مین زیادہ ہوتا ہی پس نماز دلون کے لیے کسوٹی ہی کہ اس سے خوبی اور برائی انکی معلوم ہو جاتی ہی اور جو دل کہ شہوات دنیا سے بھرے ہین انکی نماز مقبول نہین ہوتی ؎ لب در ذکر و دل در فکر خانہ + چہ حاصل زین نماز پنجگانہ + تو ایسی نماز کے سبب سے دفعیہ شیطان کا بھی نہین ہوگا بلکہ غالبا وسواس اور زیادہ ہوگا جیسے کہ دوا بدون پرہیز کے اکثر نقصان ہی کیا کرتی ہی اگر کسی کو شیطان سے

خلاص منظور ہو تو اول پرہیزگاری اختیار کرے بعد اسکے ذکر کی دوا پیوے تب شیطان اسکے پاس سے بھاگیگا جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتا تھا وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور شیطان کو ظاہر مین برا مت کہو کہ تم باطن مین اسکے دوست یعنی فرمانبردار ہو اور بعضون نے فرمایا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آدمی جس شخص کا اپنے اوپر احسان دیکھے اسی محسن کی نافرمانی کرے اور شیطان لعین کی سرکشی اور زور معلوم کرلے اور پھر اسکی اطاعت کرے اور جسطرح بموجب اس آیت شریفہ کے کہ ادعونی استجب لکم دعا مانگتے ہو اور قبول نہین ہوتی اسی طرح ذکر الٰہی کرتے ہو اور شیطان نہین دفع ہوتا کیونکہ شرطین ذکر اور دعا کی مسبوقہ وہان حضرت ابراہیم بن ادہم سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو فرمایئے کہ ہم لوگون کی دعا کیون نہین قبول ہوتی اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ تمہارے دل مردہ ہین پوچھا کہ انکے مردہ ہونے کی کیا جہت ہے آپ نے فرمایا کہ آٹھ عادتین ہین اول یہ کہ اللہ کا حق معلوم کرلیا اسکو بجا نہ لائے دوم قرآن کو پڑھا اور اسکی بموجب عمل نہ کیا سوم دعوی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا اور انکے طریق کے موافق عمل نہ کیا چہارم موت کا خوف کیا اور اسکے لیے سامان نہ کیا پنجم حکم الٰہی یون تھا کہ شیطان کو دشمن جانو جیسا کہ فرمایا ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا اگر تم نے معصیت مین اس سے یاری کی ششم دعوی خوف دوزخ کا کیا مگر پھر اپنے بدنون کو اسمین جھونک دیا ہفتم جنت کو دل سے چاہتے رہے مگر اسکے لیے کوئی کام نہ کیا ہشتم صبح اٹھتے ہی اپنے عیبون کو تو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور لوگون کی عیب چینی اختیار کی پس ان باتون سے خدا تعالیٰ ناراض ہوگیا تو دعا کیسے قبول فرماوے باقی رہی یہ بات کہ معاصی مختلفہ کا داعی ایک ہی شیطان ہے یا سب گناہون کے لیے جدا جدا شیطان ہین تو اس امر کا جاننا علم معاملہ مین چندان ضروری نہین بیان اسی ضرور ہے کہ اپنے نفس کو دشمن سے بچاوے اور اپنے مطلب سے غرض رکھے بقول شخصے کہ آم کھانے یا پیڑ گننے تاہم جو کچھ اخبار اور نور بصیرت سے واضح ہوا ہے اسکو ہم بیان کیے دیتے ہین کہ ہر نوع معصیت کے لیے ایک شیطان مخصوص ہے اسکا کام یہی ہے کہ اسی خاص گناہ کی طرف بلاتا ہے اس حساب سے شیطانون کے دل کے دل ہین اور جس طریق سے کہ یہ امر دریافت ہوتا ہے اسکا لکھنا طویل ہے وہی ایک بات کافی ہے کہ مسبب کے اختلاف سے سبب کا اختلاف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آگ کی روشنی اور دھوین کی سیاہی مین مذکور ہوا لیکن دلائل اخبار یہ ہین کہ حضرت مجاہد فرماتے ہین کہ شیطان کے پانچ فرزند ہین ان مین سے ہر ایک کو ایک کام سپرد کردیا ایک کا نام ثبر ہے اور اسکو مصیبت کا کام سپرد ہے تو واویلا کرنا اور گریبان پھاڑنا اور طمانچہ مارنا اور نوحہ وغیرہ کرنا سب اسی کے اغوا سے ہوتا ہے دوسرے کا نام اعور ہے اسکا کام زنا کے لیے بہکانا اور اسی کو لوگون مین اچھا معلوم کراتا ہے تیسرا مسوط ہے جسکو جھوٹ کا عہدہ ہے جو تھا داسم ہے کہ آدمی کے ساتھ گھرون مین جاکر اقربا کی برائیان اسکے سامنے پیش کرتا ہے اور اسکو ان سے خفا کردیتا ہے پانچوان زلنبور وہ بازار مین رہتا ہے وہان کے فسادات سب اسکی جہت سے ہوتے ہین اور یہ بھی ایک روایت مین ہے کہ نماز کے شیطان کا نام خنزب ہے اور وضو کے شیطان کا نام ولہان اور جیسے کہ شیطان کثرت سے ہین ویسے ہی فرشتون مین کثرت ہے باب الشکر مین ہم لکھ چکے ہین کہ وجہ انکی کثرت کی اور ہر عمل کے لیے جدا جدا مخصوص ہونے کی کیا وجہ ہے اور حضرت ابوامامہ باہلی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وکل بالمومن مائۃ وستون ملکا یذبون عنہ ما لم یقدر علیہ من ذلک للبصر سبعۃ املاک یذبون عنہ کما یذب الذباب عن قصعۃ العسل فی الیوم الصائف وما لو بدا لکم لرأیتموہ علی کل سہل وجبل کل باسط یدہ فاغرفاہ ما لو وکل العبد الی نفسہ طرفۃ عین لاختطفتہ الشیاطین اور ایوب بن یونس سے روایت ہے کہ مجکو یون پہنچا ہے کہ اولاد آدم کے ساتھ اولاد جن بھی پیدا ہوتی ہے اور انھین کے ساتھ نشو و نما ہوتی ہے اور جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انھون نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا تونے مجھ مین اور شیطان مین عداوت کردی اگر تیری اعانت نہ ہوگی تو مین اسپر غالب نہ ہونگا ارشاد ہوا کہ تیرا جو فرزند پیدا ہوگا اسپر ایک فرشتہ موکل معین ہو جاویگا عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ اگر کوئی ایک بدی کریگا تو ایک ہی بدی کی سزا پاویگا مگر نیکی کا بدلہ دس گنے سے جہانتک مجکو منظور ہوگا دونگا پھر زیادتی اعانت کی درخواست کی تو ارشاد ہوا

کہ جبتک روح بدن مین رہیگی دروازہ توبہ کا مفتوح رہیگا شیطان نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو تونے مجھپر اشرف بنایا اگر مجھکو اعانت نہ ہوگی تو مین کیسے قادر ہونگا حکم ہوا کہ جو بچہ آدم کے ہوگا اُسکے ساتھ تیرے بھی بچہ پیدا ہوگا اُسنے عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو اکہ جیسے خون بدن مین چلتا ہو ویسا ہی تو بھی اُنکے رگ و پے مین جاری ہوگا اور اُنکے سینون مین اپنا گھر بنا دیگا اُسنے عرض کیا کہ اور زیادہ ملے حکم ہوا کہ اجلب علیہم بخیلک ورجلک وشارکہم فی الاموال والاولاد وعدہم ومایعدہم الشیطان الا غرورا اور حضرت ابو درداء رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلق اللہ الجن ثلثۃ اصناف صنف حیات وعقارب وخشاش الارض وصنف کالریح فی الہواء وصنف علیہم الثواب والعقاب وخلق اللہ تعالی الانس ثلثۃ اصناف صنف کالبہائم کما قال اللہ تعالی لہم قلوب لایفقہون بہا ولہم اعین لایبصرون بہا ولہم اذان لایسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل وصنف اجسامہم اجسام بنی آدم وارواحہم ارواح الشیاطین وصنف فی ظل اللہ تعالی یوم القیامۃ یوم لاظل الاظلہ اور وہیب بن الورد کہتے ہین کہ شیطان ایکبار حضرت یحیی کی خدمت مین آیا اور کہا کہ مین آپکو کچھ نصیحت کیا چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ مجھکو تیری نصیحت کی حاجت نہین مگر مجھے بنی آدم کا حال کچھ کہہ اُسنے کہا کہ ہمارے نزدیک اُنکی تین قسمین ہین ایک قسم جو ہمپر بہت سخت ہین وہ لوگ ہین کہ ہم اُنکے پاس جاتے ہین اور اُنکو بہکا کر اپنے قابو مین لاتے ہین مگر وہ استغفار اور توبہ کرنے لگتے ہین ہمارا کیا کرایا سب مٹی ہوجاتا ہی پھر اگر ہم دوبارہ کچھ فکر کرتے ہین وہ اُسکے بعد بھی ایسا ہی کرتے ہین اسی جھٹ وپٹ مین نہ ہم اُنسے ناامید ہی ہوتے ہین نہ مطلب ہی نکلتا ہی مشقت ہی مشقت ہی اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ وہ ہمارے پنجہ مین ایسے ہین جیسے لڑکون کے ہاتھ مین گیند ہوتا ہی اُنکو ہم جدہر چاہتے ہین اُدھر پھیر لیتے ہین اُنکی ہمین کچھ فکر نہین اور تیسری قسم آپ جیسے لوگ معصوم ہین اُنپر ہمارا کچھ بس نہین چلتا اب اگر یہ کہو کہ اسکی کیا وجہ ہی کہ بعض لوگون کو تو شیطان صورت پکڑکر سوجھتا ہی اور بعضون کو نہین معلوم ہوتا اور نیز جب نظر آتا ہی تو وہ شکل اُسکی اصلی صورت ہی یا اُسکا عکس ومثال ہی اور اگر اصلی صورت ہی تو اُسکی مختلف صورتین کیون معلوم ہوتی ہین اور ایک ہی وقت مین دو جگہ جدا جدا صورت دو شخصون کو کیسے معلوم ہوتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ شیطان اور فرشتون کی اصلی صورتین بھی ہین مگر ان اصلی صورتون کو مشاہدہ سے نہین دیکھ سکتے بلکہ اُنکا دیکھنا انوار نبوت سے ہوتا ہی اسی لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکی اصلی صورت پر صرف دو مرتبہ ملاحظہ فرمایا تھا یعنی ایک دفعہ تو خود حضرت نے اُنسے درخواست کی کہ اپنی اصلی صورت مجھکو دکھاؤ اُنھون نے وعدہ کیا کہ بہت اچھا اور کوہ حرا پر اصلی صورت مین نمود ہوے تو مشرق سے مغرب تک تمام آفاق کو روک لیا اور دوسری دفعہ معراج کی رات مین سدرۃ المنتہی پر اُنکو اصلی صورت مین دیکھا ورنہ اکثر حضرت دحیہ کلبی کی صورت مین ملاحظہ فرماتے تھے اور یہ شخص نہایت خوبصورت تھے اور اکثر مکاشفہ اہل دل کا یون ہوتا ہی کہ صورت اصلی کی مثال اُنکے سامنے ہوجاتی ہی مثلاً شیطان بیداری مین صورت پکڑکر اُنکی آنکھ کے سامنے آتا ہی تو وہ اُسکو دیکھتے بھی ہین اور کلام بھی سنتے ہین اور یہی صورت قائم مقام صورت اصلی کے ہوجاتی ہی جیسا کہ اکثر صلحا کو خواب مین اتفاق ہوتا ہی اور صاحب کشف اُسکو کہتے ہین کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاوے کہ باوجود مشغولی حواس کے دنیا مین اُسکے مکاشفہ مین خلل نہ آوے یعنی اُسکو بیداری مین وہ بات معلوم ہوجاوے جو اورون کو خواب مین سوجھتی ہی جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہو کہ ایک شخص نے رب العزت سے یہ دعا مانگی کہ مجھکو وہ جگہ دکھلادے جہان قلب بنی آدم پر شیطان رہتا ہی تو خواب مین یہ دیکھا کہ ایک آدمی کا جسم بلور کی صورت کا ہی یعنے اُسکے اندر کی چیز باہر سے معلوم ہوتی ہی اور شیطان مینڈک کی صورت مین اُسکے بائین شانہ پر مونڈھے اور کان کے درمیان بیٹھا ہی اور اُسکی پتلی اور لمبی سونڈ ہی جسکو آدمی کے دل مین ڈالکر وہان ہی سے وسوسہ کر رہا ہی اور جب وہ ذکر الٰہی کرتا ہی تو ہٹ جاتا ہی اسی طرح کا امر کبھی بیداری مین ہوبہو معلوم ہوتا ہی چنانچہ بعض اہل کشف نے دیکھا کہ شیطان ایسی صورت مین نظر آیا کہ گویا کوئی کتا مُردار پر گرتا ہی اور لوگون کو اُسطرف بلاتا ہی یعنی دنیا بصورت مُردار معلوم ہوئی پس اسطرح پر معلوم ہونا قائم مقام

صورت اصلی کے نظر آنے کے ہی کیونکہ یہ پہلے بیان ہو چکا ہی کہ قلب کے لیے دو طرف ہین ایک وہ ہی جو عالم ملکوت کے مقابل ہوتی ہی اور وہی مدخل وحی و الہام ہی کہ عالم ظاہری کی طرف کو ہی تو جب قلب کی پہلی جانب پر عالم ملکوت سے کسی شی کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی ہی تو اسکے اثر سے وہ جانب جو عالم ظاہری کی طرف ہی اسمین بھی چپک آجاتی ہی اس لیے کہ دونون جانبین ایک دوسرے سے ملی جلی ہین تو ظاہر ہی کہ اس جانب مین جو عالم ظاہری کی طرف کو ہی جو شی نظر آویگی وہ ایک صورت متخیلہ ہوگی اسوجہ سے کہ تمام عالم ظاہری متخیلات ہی مین داخل ہی اتنا فرق ہی کہ آدمی کا خیال جو حس ظاہری سے ہوتا ہی اسمین یہ بات ممکن ہی کہ صورت مطابق سیرت نہو کیونکہ عالم ظاہری مین تلبیس بہت واقع ہوتی ہی مثلاً ممکن ہی کہ جو آدمی ظاہر مین خوبصورت نظر آتا ہی وہ باطن کا خبیث ہو گرچہ صورت کہ عالم ملکوت کی چمک سے دل کو حاصل ہوتی ہی وہ بعینہ مطابق صفت اور سیرت کے ہوتی ہی کیونکہ عالم ملکوت مین صورت مطابق سیرت ہی کے ہوا کرتی ہی اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کا باطن برا ہوگا وہ اسیطرح پر بری ہی نظر آویگی اسی لیے شیطان جب اسطرح نظر آتا ہی تو کتے اور مینڈک اور سور وغیرہ کی صورت مین معلوم ہوتا ہی اور فرشتہ اسکے برعکس خوبصورت سوجھتا ہی پس یہ صورت گویا باطن کا عنوان ہو جاتی ہی اور اسی کے مطابق ہوتی ہی پس اگر کوئی شخص خواب مین بندر یا سور دیکھے تو اسکی تعبیر انسان خبیث کے دیکھنے سے ہوگی اور اگر بکری دیکھے تو انسان سلیم الطبع سے مراد ہوگی اور تمام تعبیرات خواب کا یہی حال ہی غرضکہ یہ امر بھی اسرار قلبی مین سے ایک عجیب بات ہی جسکا ذکر کرنا علم معاملہ کے مناسب نہین یہان یہی مقصود ہی کہ اس بات کا یقین کر لیا جاوے کہ شیطان خواہ فرشتہ اہل دل کو منکشف ہوتا ہی کبھی تو بطریق حکایت اور تمثل کے جیسا کہ خواب مین ہوتا ہی جو مشابہ باطن کے ہو مگر نظر آتا اس مثال کا آنکھ سے حقیقت مین ہوتا ہی اور اسکو ارباب مکاشفہ صرف دیکھ سکتے ہین اسکے گرد کے لوگ نہین دیکھ سکتے جیسے سونے والے نہین دیکھ سکتے

تیرھوان بیان اس امر کا کہ قلب کے وساوس اور ہم اور قصد اور خواطر سے کونسی چیز پر مواخذہ ہوتا ہی اور کونسی چیز معاف ہی

واضح ہو کہ اس باب مین آیات اور اخبار مختلف واقع ہوئے ہین کہ سوائے علماء کاملین شریعت کے انمین کسی سے تطبیق نہین ہو سکتی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آپنے فرمایا عفی عن امتی ما حدثت بہ نفسها ما لم تتکلم او تعمل بہ اور ایک روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ تعالی یقول للحفظۃ اذا ہم عبدی بسیئۃ فلا تکتبوہا علیہ فان عملہا فاکتبوہا سیئۃ واذا ہم بحسنۃ فلم یعملہا فاکتبوہا حسنۃ فان عملہا فاکتبوہا عشرا اور یہ حدیث بخاری اور مسلم دونون مین موجود ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ عمل قلبی اور اسکا میلان طرف بدی کے معاف ہی اور دوسری روایت یون ہی کہ من ہم بحسنۃ فلم یعملہا کتبت لہ حسنۃ ومن ہم بحسنۃ فعملہا کتبت لہ عشرا الی سبعمائۃ ضعف ومن ہم بسیئۃ فلم یعملہا لم تکتب علیہ وان عملہا کتبت اور ایک روایت یون ہی واذا تحدث بان یعمل سیئۃ فانا اغفرہا لہ ما لم یعملہا اور ان سب سے عفو ہی سمجھا جاتا ہی اور مواخذہ کے باب مین یہ آیت ہی ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اور یہ آیت ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا یعنی عمل قلب مثل عمل آنکھ اور کان کے ہی معاف نہین ہونے کا اور یہ آیت ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ آثم قلبہ اور یہ آیت لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم ان سے مواخذہ پایا جاتا ہی اور اس مسئلہ مین حق یہ ہی کہ جب تک تفصیل اعمال قلوب کی شروع سے لیکر اعضا کے ارتکاب تک نہ بتلائی جاوے تب تک کچھ حکم عفو یا مواخذہ کا مطلق نہین کہنا چاہیے اب ہم کہتے ہین کہ قلب پر اول جو چیز وارد ہوتی ہی اسکو خاطر اور حدیث نفس کہتے ہین مثلاً ایک عورت کی

[illegible]

صورت دل مین آوے جو اُسکی پس پشت ہو کہ اگر چاہے تو پھر کر اُسکو دیکھ لے دوسری بات دیکھنے کی رغبت کا ہیجان ہی یعنی وہ شہوت جو طبیعت
مین موجود ہی متحرک ہو اور یہ امر پہلے خاطر سے پیدا ہوتا ہی اُسکو میل طبع کہتے ہین تیسری بات دل کی اجازت اس رغبت کی تعمیل کے لیے
مثلاً مثال مذکور مین دیکھنے کے لیے اجازت دینی کیونکہ بعضی دفعہ طبیعت کی رغبت تو ہوتی ہی مگر موانع کے باعث دل اجازت نہین دیتا
مثلاً حیا کے سبب نہین دیکھ سکتا یا پھر کر دیکھنے سے کچھ خوف معلوم ہوتا ہی اور ان موانع کا برطرف ہونا تامل سے ہوتا ہی جو بہرحال عقل
کی ہی اجازت سے ہی اسکا نام اعتقاد ہی اور یہ اُن دو پہلی باتون کے بعد ہوتا ہی چوتھی بات پکا کرنا ارادہ کا متوجہ ہونے پر اسکو نیت اور
قصد اور ارادہ کہتے ہین اس ارادہ کا مبدء کبھی ضعیف ہوتا ہی مگر باعتبار خاطر اول کے کشش نفس کو اسقدر ہوتی ہی کہ یہ ارادہ مصمم اور موکد
ہو جاتا ہی بعد اس ارادہ کے مصمم ہونے کے کبھی آدمی ندامت کے باعث فعل کا مرتکب نہین ہوتا اور کبھی اس نظر سے نہین کرتا کہ کسی وجہ
غافل ہو جاتا ہی اور اُس کام کی طرف توجہ نہین رہتی اور کبھی کوئی ایسا مانع پیش آتا ہی کہ اُس کام کا کرنا متعذر ہو جاتا ہی غرضکہ دل کے لیے
پہلے اعضا کے عمل سے چار حالتین ہوتی ہین اول حدیث نفس پھر میل طبع پھر اعتقاد پھر عزم اب ان چارون کا حکم سننا چاہیے کہ حدیث نفس
اور میل طبع پر تو مواخذہ نہین اسواسطے کہ انسان کا اُنپر کچھ بس نہین یہ باتین آدمی کے اختیار سے باہر ہین اور اس حدیث مین کہ عفی عن
امتی ما حدثت بہ نفوسہا یہی دونون مراد ہین اسلیے کہ حدیث نفس اُسی کو کہتے ہین کہ صرف دل مین گذرے اور اُسکے کرنے کا عزم نہو
اور عزم اور ارادہ کو حدیث نفس نہین کہتے بلکہ حدیث نفس یہ ہی جیسا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اُنھون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا حضرت میرے جی مین یون آتا ہی کہ اپنی بی بی خولہ کو طلاق دے دون
آپ نے فرمایا کہ مہلا ان من سنتی النکاح اُنھون نے عرض کیا کہ میرا جی یون چاہتا ہی کہ خصی ہو جاؤن آپ نے فرمایا کہ مہلا خصاء امتی دوب
الصیام عرض کیا کہ میرا جی یہ چاہتا ہی کہ راہب بن جاؤن آپ نے فرمایا کہ مہلا رہبانیۃ امتی الجہاد و الحج عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہی کہ گوشت
کھانا چھوڑ دون آپ نے فرمایا کہ مہلا فانی احبہ ولو اصبتہ لاکلتہ ولو سالت اللہ تعالی لاطعمنیہ پس جن خواطر کے ساتھ عزم نہین ہوتا وہ حدیث
نفس مین داخل ہین جیسے ان صحابی کے خواطر تھے اسی جہت سے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکے باب مین مشورہ لیا کہ
عزم اُنکے ارتکاب کا نہ تھا تیسری بات یعنی اعتقاد اُسکی دو قسمین ہین ایک اختیاری اور ایک اضطراری اور دونون کا حکم بھی مختلف ہی
کہ اختیاری پر مواخذہ ہوتا ہی اور اضطراری پر نہین ہوتا اور چوتھی بات یعنی قصد فعل اسپر مواخذہ ہوتا ہی مگر جب کام اس قصد کے بعد
نہین کیا تو یہ دیکھنا چاہیے کہ خوف آلہی اور ندامت کے باعث سے نہین کیا یا اور سبب سے اول صورت مین ایک نیکی اسکے لیے لکھی جاوے گی
اسلیے کہ ارادہ شر گناہ ہی اور اُس سے باز رہنا اور نفس پر مجاہدہ کرنا نیکی ہی اور نیز ارادہ کرنا حسب اقتضاے طبع اسپر دلالت نہین کرتا کہ خدا
سے بالکل غافل ہو گیا لیکن نفس کو مجاہدہ سے طبیعت کے خلاف پر باز رکھنا اسکو بڑی قوت چاہیے تو اُسنے جسقدر کوشش ارادہ فعل
کی جہت سے شیطان کی متابعت مین کی تھی اُس سے زیادہ مخالفت طبع اور رشد کام کرنے مین کی اسلیے سزاوار ایک نیکی کا ہوا اور اگر
کسی مانع یا عذر کے باعث اُس فعل سے باز رہا ہی تو اسپر ایک بُرائی لکھی جاوے گی اسلیے کہ ارادہ کرنا بھی قلب کا فعل اختیاری ہی اور یہ احکام
جو ہمنے مفصل لکھے ہین اُنکی دلیل یہ ہی کہ اسی طرح الفاظ حدیث مین مفصل مذکور ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قالت الملائکۃ علیہم
السلام رب ذاک عبدک یرید ان یعمل سیئۃ وہو ابصر بہ فقال ارقبوہ فان ہو عملہا فاکتبوہا لہ بمثلہا وان ترکہا فاکتبوہا لہ حسنۃ فانما ترکہا
من جرائی اور جس روایت مین لم یعملہا آیا ہی اُس سے بھی یہی مراد ہی کہ خدا کے خوف سے چھوڑ دیا ہو اور اگر گناہ پر ارادہ کر کے کسی عذر یا غفلت
کے سبب چھوڑا ہو تو اس صورت مین نیکی کا مستحق نہین ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہی انما یحشر الناس علی نیاتہم اور یہی معلوم ہی کہ جو کوئی
رات کو اس بات کا ارادہ کرے کہ صبح کو کسی مسلمان کو قتل کر دیگا یا کسی عورت سے زنا کر دیگا اور اُسی رات مین مر جاوے تو اپنے ارادہ پر

سے مر جاوے گا اور اسی نیت پر اسکا حشر ہوگا حالانکہ فعل کا مرتکب نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں لم یعمل سے مراد یہی ہے کہ خدا کے خوف سے چھوڑ دیا اور دلیل قاطع نیت پر مواخذہ کے باب میں یہ حدیث شریف ہے اذا التقی المسلمان بسیفیہما فالقاتل والمقتول فی النار فقیل یا رسول اللہ ہذا القاتل فما بال المقتول قال لانہ اراد قتل صاحبہ اس سے صحیح معلوم ہوگیا کہ صرف ارادہ کی جہت سے ناری ہوا باوجود یکہ خود ظلماً مقتول ہوا پس مواخذہ جب نص صریح سے معلوم ہوا تو اب گمان یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ نیت پر مواخذہ نہ فرماویگا بلکہ جو قصد کہ آدمی کے اختیار سے ہوگا اسپر اسکا مواخذہ ہوگا لیکن اگر اسکا کفارہ نیکی سے کر دیگا تو مواخذہ سے بری ہو جاویگا اور اپنے عزم کو ندامت کے سبب فسخ کرنا نیکی ہے اسلیے مستحق نیکی کا ہوتا ہے مگر مانع کے سبب کام کو ترک کرنا نیکی نہیں اسلیے مواخذہ دار رہتا ہے اور خواطر اور میل طبع بندہ کے اختیار میں نہیں اگر اسپر مواخذہ ہو تو گویا جو بات طاقت سے باہر ہے اسکا حکم ہوا اور یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت اتری وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ کچھ صحابی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ہمپر حکم ایسی بات کا ہوا جو ہماری طاقت سے باہر ہے کہ ہم میں بعضوں کے دل میں ایسی باتیں گذرتی ہیں کہ یہ منظور نہیں کہ وہ دل میں رہیں پھر انپر مواخذہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ شاید تم بھی ایسا کہتے ہو جیسا یہودیوں نے کہا تھا سمعنا وعصینا یوں کہو کہ سمعنا واطعنا انھوں نے کہا سمعنا واطعنا ایک برس کے بعد خداوند کریم نے وہ تنگی رفع کی اور یہ آیت اتری لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا پس ظاہر ہوا کہ جو بات اعمال قلبی سے بندہ کے اختیار میں نہیں اسپر مواخذہ بھی نہیں یہی بیان شافی اس امر کا اور جو لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ جو بات دل پر گذرے وہ حدیث نفس ہے اور ان اقسام کی کچھ تفریق نہیں کرتے وہ بیشک غلطی پر ہیں اور کیا وجہ ہے کہ اعمال قلبی پر مواخذہ نہو حالانکہ کبر اور عجب اور ریا اور نفاق اور حسد وغیرہ سب اعمال قلب ہی میں سے ہیں بلکہ اصل یہی ہے کہ جو اعمال بندہ کے اختیار میں ہیں خواہ آنکھ کے ہوں یا کان یا دل کے سب پر مواخذہ ہوگا یہانتک کہ اگر آنکھ بے اختیار کسی غیر محرم پر پڑ جاوے تو اسپر بھی مواخذہ نہیں ہاں اگر دوبارہ پھر دانستہ دیکھیگا تو اسپر مواخذہ ہوگا اسی طرح خواطر قلبی کا حال ہے بلکہ مواخذہ قلب ہی سے اولیٰ ہونا چاہیے کیونکہ اصل وہی ہے حدیث شریف میں ہے کہ التقویٰ ہہنا یعنی دل طرف اشارہ کرکے آپنے یہ لفظ فرمایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماءہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم اور ایک حدیث میں اسطرح ارشاد ہے الاثم حواز القلوب اور یہ بھی فرمایا البر ما اطمان الیہ القلب وان افتوک وافتوک یہانتک کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر مفتی کے دل نے کسی چیز کے واجب ہونے کو کہا اور وہ مثلاً غلطی پر ہے تب بھی اسکو ثواب ہوگا یا کسی نے یہ جانا کہ میں وضو سے ہوں اور نماز پڑھی بعد نماز کے خیال ہوا کہ مجکو وضو نہ تھا تو اسکی پہلی نماز کا ثواب ملیگا لیکن باوجود جاننے اپنی طہارت کے نماز چھوڑ دیگا تو مستحق عقاب ہوگا گو پیچھے یاد آوے کہ مجکو وضو نہ تھا یا کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو پایا اور یہ جانا کہ میری منکوحہ ہے اور اس سے جماع کیا تو گنہگار نہوگا گو وہ عورت اجنبی ہی ہو اور اگر بالفرض اسکی منکوحہ ہی ہوتی مگر یہ شخص اسکو غیر عورت جانکر صحبت کرتا تو گنہگار ہوتا پس ان مسائل کی بنا دل ہی پر ہے اعضا کو انمیں کچھ دخل نہیں

چودھواں بیان اس بات کا کہ ذکر کرنے کے وقت وسواس بالکل منقطع ہو جاتا ہے یا نہیں

واضح ہو کہ جو علما قلوب کے احوال کے نگران ہیں اور اسکے صفات وعجائب کو دیکھتے رہتے ہیں اس مسئلہ میں انکے پانچ فرق ہیں ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذکر الٰہی سے وسوسہ منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاذا ذکر اللہ خنس اور خنس کے معنی خاموشی کے ہیں گویا کہ شیطان چپ ہو جاتا ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ اصل وسوسہ تو نہیں جاتا مگر اسکا اثر جاتا رہتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب دل میں ذکر بھر جاویگا تو تاثیر نہ کرنے پاویگا جیسے کوئی آدمی کسی سوچ میں بیٹھا ہو تو بعض اوقات کلام نہیں سمجھتا اگرچہ آواز اسکے کان پر پہونچتی ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ نہ وسوسہ منقطع ہوتا ہے نہ تاثیر جاتی ہے مگر غلبہ اسکا فرو ہو جاتا ہے یعنی وسواس تو ہوتا ہے مگر بہت ضعیف اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذرا سی دیر ذکر سے وسوسہ معدوم ہو جاتا ہے اور اتنی ہی دیر کے وسوسہ سے ذکر معدوم ہو جاتا ہے

اور اُنکے پے در پے اور جلد جلد آنے سے ایک تار سا بندھ جاتا ہے اور اُنکی مثال ایسی ہے کہ ایک کرہ پر چند نقطے متفرق دیگر اگر اسکو زور سے گھماوے تو وہ نقطے دائرہ کی شکل معلوم ہونگے کیونکہ تیزی حرکت کی باعث ایک دوسرے سے ملے معلوم ہونگے اور یہ لوگ اپنے قول کی دلیل یہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف میں خناس مذکور ہے مگر ہکو ذکر کے ساتھ وسوسہ سوجھتا ہے تو اُسکی تطبیق بجز بیان مذکور کے اور کسی طرح نہیں ہوسکتی اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ وسوسہ اور ذکر دل پر ہمیشہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہیں اور منقطع نہیں ہوتے جیسے کوئی آدمی ایک ہی حالت میں اپنی آنکھ سے دو چیزیں دیکھے اسی طرح دل بھی دو چیزوں کا مقام ہوتا ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ ما من عبد الا و لہ اربعۃ اعین عینان فی راسہ یبصر بھما امر دنیاہ وعینان فی قلبہ یبصر بھما امر دینہ اور یہی مذہب محاسبی رح کا ہے اور ہمارے نزدیک یہ سب مذہب درست ہیں مگر اقسام وسواس کا حصر کسی میں نہیں ہر ایک نے جس وسواس کو دیکھا ویسا ہی بتلا دیا اسلیے ہم اسکے اقسام لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وسواس تین قسم کے ہیں اول یہ کہ امر حق کو مشتبہ کرنے سے شیطان وسوسہ کرے مثلاً یوں سمجھاوے کہ دنیا کی لذت نہ چھوڑنی چاہیے زندگی بہت ہے خواہشات کو اتنے دنوں روکنا بڑا عذاب ہے پس اسوقت اگر بندہ اللہ تعالی کا حق اور اسکا ثواب عظیم اور عقاب یاد کریگا اور اپنے نفس کو سمجھاویگا کہ خواہش سے رکا رہنا تو سخت ہے مگر دوزخ کی آنچ کا سہنا سخت تر ہے دونوں میں سے ایک ہی ہوسکتا ہے تو جب اسطرح وعدہ اور وعید کو یاد کرکے تجدید اپنے یقین کی کریگا تو شیطان بھاگ جاویگا کیونکہ یہ نہیں کہسکتا کہ دوزخ کی آگ پر صبر کرنا گناہوں کے صبر سے ہلکا ہے نہ یہ کہسکتا ہے کہ گناہ کا انجام دوزخ نہیں اسلیے کہ اگر کہیگا بھی تو بندہ کتاب اللہ پر ایمان رکھنے سے اسکی کب سنیگا بہر کیف اسکا وسوسہ منقطع ہوجاویگا اسی طرح اگر عجب کے لیے وسوسہ ڈالے مثلاً دل میں یہ بات ڈالے کہ آج تیری برابر معرفت اور عبادت الٰہی میں کوئی نہیں تیرا رتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے اور اسوقت بندہ یہ یاد کرے کہ میری معرفت اور اختیار اور قلب اور اعضا جنسے کہ میں نے جانا یا عمل کیا سب کے سب اللہ تعالی نے پیدا کیے ہیں پس عجب کس پر کرنا چاہیے تو اسوقت بھی شیطان ٹلیگا کیونکہ یہ نہیں کہسکتا کہ یہ اللہ کی جانب سے نہیں اور اگر کہے بھی تو ایمان کی جہت سے شنوائی کب ہوسکتی ہے غرضکہ اس قسم کا وسواس تو بالکل منقطع ہوجاتا ہے جو لوگ عارف ہیں اور نور ایمانی اور معرفت سے روشن ضمیر ہیں انکے پاس نہیں رہتا دوسری قسم وسواس کی یہ ہے کہ شہوت کو حرکت دے اور اُسمیں یہ تفریق ہے کہ تحریک یا تو ایسی چیز کی طرف ہو کہ بندہ کو یقینی معلوم ہوجاوے کہ وہ چیز معصیت ہے یا صرف غلبہ ظن ہی ہو پس یقینی جاننے کی صورت میں شیطان ہیجان شہوت سے تو باز نہیں رہیگا مگر ایسا ہیجان نہیں کریگا جس سے تحریک ہو اور اگر امر مظنون ہوگا تو اکثر موثر رہیگا یہانتک کہ اسکے دفع کے لیے مجاہدہ کی ضرورت ہوگی پس وسوسہ تو موجود رہتا ہے مگر دبا ہوا ہوتا ہے تیسری قسم وسوسہ کی خواطر ہیں اور غائب چیزوں کا حال یاد کرنا جب دل متوجہ ذکر الٰہی کی طرف ہوتا ہے تو ذرا ٹلجاتا ہے پھر آجاتا ہے پھر ذرا دیر کو ٹلجاتا ہے تو ذکر اور وسوسہ پے در پے اسی طرح آتے ہیں کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ دونوں کا ایک سلسلہ ہوگیا ہے یہانتک کہ ذہن میں معنی قرات کے بھی آتے ہیں اور یہ خواطر بھی رہتے ہیں گویا اُن دونوں چیزوں کے ٹھکانے دل میں دو جگہ ہیں اور اسی قسم کا وسوسہ بالکلیہ منقطع ہوجانا بہت مشکل ہے مگر محال نہیں اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من صلی رکعتین لم یحدث انفسہ فیھما بشیء من الدنیا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ پس اگر یہ بات محال ہوتی تو حضرت ذکر نہ فرماتے ان یہ امر اُسکی دل میں ہوسکتا ہے جسپر محبت الٰہی حاوی ہوگئی ہو کیونکہ قلب کو جسطرف مشغولی تام ہوتی ہے اسکے سوا اور کچھ دل پر نہیں گذرتا جیسے عاشق اگر فکر محبت میں مستغرق ہوتا ہے تو سوا ذکر محبوب اور کوئی بات اسکے دل میں نہیں گذرتی یا جسکو کسی دشمن کا خیال ہوتا ہے تو بعض اوقات دو رکعت یا زیادہ کی مقدار ایسا فکر میں ڈوبا رہتا ہے کہ سوا اُس دشمن کی بات کے اور کچھ دل پر نہیں گذرتا یہانتک کہ اگر اس عرصہ میں کوئی پاس کو نکلجاوے یا کچھ کہہ جاوے تو اُسکو خبر نہیں ہوتی گویا کہ اُسپر آنکھ ہی نہیں پڑی پس جب یہ بات دنیا کے تفکرات میں ممکن ہے تو اگر کسی کو خوف دوزخ یا حرص جنت سے یہ استغراق نصیب ہو تو کیا بعید ہے ہاں بنظر ضعف ایمان کے البتہ شاذ و نادر ہے پس جب اُن سب اقسام وساوس کو

کلمہ ... [illegible] ... ایک ... دو ... دل میں ... خطرے ... عبادت ... ۱۲

جو شخص دو رکعت نماز ایسی پڑھے کہ اُن میں اسکا نفس کوئی بات دنیا کی ذکر نہ کرے تو اُسکے سب گناہ اگلے بخش دیے جاتے ہیں ۱۲ باب الصلوۃ میں گذری ۱۲

سو چو تو معلوم ہو جاوے کہ مذہب مذکورہ بالا مین سے ہر ایک کے لیے ایک وجہ ہی لیکن اُسکا محل مخصوص ہی خلاصہ یہ کہ شیطان سے خلاص ہونا ایک لحظہ یا ساعت کو کچھ بعید نہین مگر عمر بھر اس سے نجات ملنی بہت بعید ہی بلکہ محال ہی کیونکہ اگر یہ بات ممکن الوجود ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی قسم کا وسوسہ نہوتا حالانکہ وسوسہ آپ کو بھی ہوا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آپ نے نماز مین اپنے کپڑے کے نقوش پر نگاہ کی اور سلام پھیر کر وہ کپڑا پھینک دیا اور فرمایا شغلنی عن الصلوۃ اور ایک بار سونے کے حرام ہونے سے پیشتر آپ کے ہاتھ مین ایک انگوٹھی سونے کی تھی خطبہ پڑھتے مین اسپر نگاہ جا پڑی تو آپ نے اُسکو نکالکر پھینک دی اور فرمایا نظرۃ الیہ ونظرۃ الیکم تو التفات نگاہ کو سونے کی انگوٹھی یا کپڑے کے نقش کی طرف حرکت دینے وسوسہ کے باعث تھی اسی لیے آپ نے اُنکو پھینک دیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ وسوسہ متاع دنیاوی اور نقد کا جب ہی منقطع ہوگا جب اُسکو علیحدہ کر دیا جاوے اور جب تک ایک دمڑی بھی ملک مین رہیگا نماز مین شیطان اُسی کا وسوسہ کریگا کہ اُسکو کہان چھپایا جاوے کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور حفاظت کسطرح ہو اور کس خرچ مین اُٹھانا چاہیے اور کیونکر اُسکو ظاہر کر کے نام پیدا کیا جاوے اسی طرح کے بیسیون وسوسے کرتا ہی پس جو کوئی دنیا مین پھنسکر یہ طمع کرے کہ مجھے شیطان سے نجات ملے اُسکی ایسی مثال ہی کہ شہد بدن مین لپیٹکر یہ چاہے کہ اُسپر مکھی نہ بیٹھیگی اور یہ بات محال ہی غرضکہ دنیا وسوسہ کا بڑا پھاٹک ہی اور اُسکا ایک راستہ نہیں بہت سے راستے ہین ایک حکیم کا قول ہی کہ شیطان اول بنی آدم کے پاس معاصی کی طرف سے آتا ہی اگر اُسنے کہنا نہ مانا تو نصیحت کے طور پر پیش آتا ہی کہ کسی بدعت مین پھنساوے اور اگر اُسکو بھی نہ مانا تو اُسکو تنگی اور شدت کا حکم کرتا ہی کہ جو چیز حرام نہو اُسکو بھی حرام کرے اگر اُسکو بھی پذیرا نہ کیا تو وضو اور نماز مین شبہہ ڈالدیتا ہی کہ کسی کا یقین نہ رہے اگر یہ بھی بن نہ پڑا تو اعمال نیک کو اُسپر آسان کر دیتا ہی اور جب لوگ اُسکو صابر اور عفیف دیکھتے ہین اور اُسکی طرف راغب ہوتے ہین تو عجب مین ڈالکر تباہ کر دیتا ہی مگر اس صورت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا اسلیے کہ یہ جانتا ہی کہ اگر اب کی بار پھندے مین نہ آیا تو کھڑا جنت کو چلا جاویگا

پندرھوان بیان قلب کے جلد بدلنے کا اور تغیر اور ثبات کے اعتبار سے اُسکی تقسیم کا

پیشتر ہم لکھ چکے ہین کہ قلب پر آثار اور احوال مختلف طرق سے آتے رہتے ہین اور اس باب مین گویا وہ ایک تودہ ہی جسپر چارون طرف کے تیر پڑتے رہتے ہین پس جب ایک طرف سے کسی چیز کا اُسپر اثر ہوا دوسری طرف سے اُسکے خلاف کوئی چیز آجاتی ہی تو پہلی صفت بدلجاتی ہی مثلاً اگر شیطان نے اُسکو ہواے نفسانی کی طرف سے کھینچا فرشتہ اُسکو آکر اس سے باز رکھتا ہی اور اگر ایک شیطان نے ایک برائی کو کہا دوسرے نے دوسری طرف کھینچ لیا اور اگر ایک فرشتے نے کسی چیز کی رغبت دلائی دوسرے نے دوسری چیز سوجھائی پس کبھی تو دو فرشتون کی کشاکش مین رہتا ہی اور کبھی دو شیطانون کی اور کبھی ایک فرشتہ اور ایک شیطان کی مگر کسی وقت فارغ نہین رہتا اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین ونقلب افئدتھم وابصارھم اور اتنا کہ قلب کو خداوند کریم نے ایک عجیب چیز بنایا ہی اور اسمین بہت عجائب بھرے ہین اور ان عجائب سے اور اُسکے بدلنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی واقف کیا تھا تو اکثر آپ اسطرح قسم کھاتے تھے لا ومقلب القلوب اور اکثر یون دعا مانگتے تھے یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو بھی قلب کا خوف ہی آپ نے فرمایا کہ ومایؤمنی والقلب بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبہ کیف یشاء اور ایک روایت مین یہ ہی ان شاء ان یقیمہ اقامہ وان شاء ان یزیغہ ازاغہ اور آپ نے قلب کی تین مثالین فرمائین اور ایک یہ کہ فرمایا مثل القلب مثل العصفور یتقلب فی کل ساعۃ اور دوسری جگہ فرمایا مثل القلب فی تقلبہ کالقدر اذا استجمعت غلیا نہا اور تیسری مثال مین فرمایا مثل القلب کمثل ریشۃ بارض فلاۃ تقلبہا الریاح ظہر البطن اور یہ دلون کی تبدیل اور اللہ تعالی کی عجیب صنعت اس باب مین ایسی ہی کہ بجز ان لوگون کے جو اپنے احوال کے نگران رہتے ہین

مجھکو تاز ستر دکی دیا ۱۲ باب الصلوۃ مین گذری ۱۲ ہم ایکبار اُسکو دیکھا ہون اور ایکبار تمکو ۱۲ نسائی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ... ۱۲ ... اُسکے دل ... ۱۲ ... دونون کے بیچ ... ۱۲ بخاری بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ ... اے دلون کے پھیرنے والے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ ۱۲ ترمذی بروایت انس ... کونسی چیز مجھکو بے خوف کرتی ... [illegible]

... جیسے ہانڈی جب جوش مارتی ہی ... ۱۲ احمد و حاکم بروایت مقداد بن اسود ۱۲ ... دل کی مثال ایسی ہی جیسے جنگل مین پر ہو کہ ہوائین اُسکو لوٹ پوٹ کرتی رہتی ہین طبرانی در کبیر و بیہقی در شعب بروایت ابی موسی ۱۲

اور مراقبہ مین لگے رہتے ہین اور کسی کو معلوم نہین ہوتے۔ اور قلب باعتبار ثابت رہنے کے خیر اور شر پر یا مذبذب رہنے کے ان دونون مین تین قسم
پر ہی ایک قلب تو وہ ہی کہ تقوی سے بہرہ ہو اور ریاضت سے اسکا تزکیہ ہوا ہو اور خبیث عادات سے پاک وصاف ہوگیا ہو ایسے دل مین خواطر خیر خزانہ
غیب اور طریق ملکوت سے آتے ہین اور عقل ان خواطر کے تفکر مین مصروف ہوتی ہی کہ انکے دقائق خیر اور اسرار فوائد سے مطلع ہو پس جب
نور بصیرت سے اسپر انکی وجہ ظاہر ہو جاتی ہی تو کہہ دیتی ہی کہ اس کام کا کرنا ضروری ہی اور قلب کو ہم سکے ارتکاب کی ترغیب دیتی ہی اور فرشتہ
کی نظر جو اس قلب پر پڑتی ہی تو دیکھتا ہی کہ اسکا جوہر صاف ہی اور نور خرد سے تمام اجالا ہو رہا ہی تقوی سے معمور ہی شمع معرفت سے نور علی نور ہی
ہمارے رہنے کے قابل ہی اور ہمارے اترنے کی صلاحیت حاصل تو اسوقت ایسے لشکرون سے اسکی مدد کرتا ہی کہ جو سو جھتے نہین اور سبب سے
اور خیرات کی طرف ہادی بنتا ہی یہانتک کہ ایک چیز سے دوسری اور پھر تیسری اور پھر چوتھی اسی طرح بےشمار خیرات کی ترغیب علی الدوام کرتا
رہتا ہی اور ان باتون کو اسپر آسان کرتا رہتا ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری اسیطرح سے
دل مین مطلع ربوبیت سے خورشید معرفت طلوع ہوتا ہی کہ جسکے لمعان نور سے اسپر شرک خفی چھپا نہین رہتا حالانکہ وہ اندھیری رات مین سیاہ
چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہی اسیطرح اور پوشیدہ باتین اسپر چھپی نہین رہتین اور نہ مکر شیطانی کارگر ہوتا ہی بلکہ شیطان کھڑا ہوکر
بہت سی چکنی باتین وسوسے کی کہتا ہی مگر وہ متوجہ بھی نہین ہوتا اور اسطرح کا دل جب مہلکات سے صاف ہو جاتا ہی منجیات سے معمور ہوتا ہی
یعنی شکر اور صبر اور خوف اور رجا اور فقر اور زہد اور محبت اور رضا و شوق اور توکل اور تفکر اور محاسبہ وغیرہ جنکو آگے بیان کرینگے انکا محل ہو جاتا ہی
یہی دل ہی کہ جسکی طرف خود مبدا فیاض یعنی خدا عزوجل کی توجہ ہوتی ہی اور قلب مطمئن اسی کا نام ہی جو اس آیت سے مراد ہی الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب اور اس آیت مین بھی وہی غرض ہی یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک دوسرا قلب اول کے عکس ہی یعنی ہوا نفسانی سے
معمور اور برے عادات مذموم مین آلودہ ہو دروازے شیطانون کے اسکی طرف مفتوح ہون اور فرشتون کے ابواب مسدود ایسے دل مین آغاز
شر کا اسطرح ہوتا ہی کہ اول اسمین ایک خطرہ ہوا نفسانی کا آتا ہی اور دل مین کھٹکتا ہی تو وہ حاکم عقل کی تجویز پوچھتا ہی کہ مصلحت کیا ہی
تو چونکہ عقل پہلے سے ہوا نفسانی کی خدمتگزاری کی معتاد ہوتی ہی اور ہمیشہ اسکے لیے حیلے ڈھونڈھا کرتی ہی اور اسی کی مرضی کے موافق
کام کرتی ہی اب بھی نفس کی مساعدت کرتی ہی اور اسی کے مطابق جواب دیتی ہی تو ہوا نفسانی کے لیے سینہ کھلجاتا ہی اور اسکا اندھیرا پھیلتا ہی
اور لشکر عقل مغلوب ہو جاتا ہی شیطان کی بن پڑتی ہی خوب پانون پھیلاتا ہی اور زینت ظاہری اور فریب اور طول امل اور اسی طرح کی
سمی باتون کی ترغیب بہانے کرتا ہی کہ سلطان ایمان کمزور ہو جاتا ہی اور نور یقین گل ہو جاتا ہی یعنی وعدہ اور وعید اور خوف آخرت کا یقین
نہین رہتا کیونکہ ہوا نفسانی سے ایک ایسا سیاہ دھوان نکلتا ہی کہ قلب کے چارطرف پھیلکر اسکے نور کو بجھا دیتا ہی عقل کا حال اسوقت ایسا
ہوتا ہی جیسے کسی کی آنکھ مین کڑوا دھوان بھرا ہوا ہو دیکھ نہ سکے یہی حال غلبہ شہوت سے قلب پر طاری ہوتا ہی کہ تامل اور استبصار ذرا نہین
رہتا اور اگر امر حق کو کوئی واعظ سوجھاوے تو بھی نہین سمجھتا اور نہ کان دھرتا ہی ایسی صورت مین شیطان جدا حملہ کرتا ہی شہوت جدا ہیجان
مین آتی ہی اعضا جدا موافق ہوا نفسانی کے حرکت کرتے ہین معصیت تقدیر الٰہی کی جہت سے ظاہر ہوتی ہی ایسے ہی دل کی طرف اس
آیت مین اشارہ ہی ارایت من اتخذ الٰہہ ہواہ افانت تکون علیہ وکیلا ام تحسب ان اکثرہم یسمعون او یعقلون ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل
سبیلا اور اس آیت مین بھی لقد حق القول علی اکثرہم فہم لایومنون اور اس آیت مین وسواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لایومنون اور بعضے
قلوب کا تو حال بہ نسبت سب شہوات کے ایسا ہی ہوتا ہی اور بعضون کا ایسا حال باعتبار بعض شہوات کے ہوتا ہی مثلاً بعض لوگ ایسے ہوتے ہین
کہ بعض معصیتون سے پرہیز کرتے ہین لیکن جب کوئی خوبصورت صورت نظر پڑتی ہی تو اس سے صبر نہین کر سکتے عقل رخصت ہوتی ہی اور دل
کو ضبط نہین کر سکتے اور بعضون کا یہ حال ہی کہ اگر جاہ اور ریاست اور کبر کا سامان نظر پڑتا ہی تو اسپر دیوانہ ہو جاتے ہین اور بعضے لوگ ایسے ہین

کہ اگر کوئی کلام انکی حقارت یا عیب کا سنتے ہیں غصہ کے مارے آگ بہولا ہو جاتے ہیں اور بعضے روپیہ پیسا لینے کے وقت ایسے نڈر ہوتے ہیں کہ مروت اور تقوی کا کچھ خیال نہیں رکھتے پس یہ سب باتیں ایسے سے ہوتی ہیں گویا وہ دہوان ہوا نفسانی کا قلب پر چھا جاتا ہی اور اسمیں نور بصیرت کو دھندلا پڑ جاتا ہی اسی جہت سے حیا اور ایمان اور مروت کو بالاے طاق رکھکر مراد شیطانی کی تحصیل میں کوشش کرتے ہیں تیسرا قلب وہ ہی کہ اسمیں ہوا نفسانی کی خاطر ظاہر ہوتی ہی اور اسکو شر کی طرف کھینچتی ہی اُسی وقت خاطر ایمان آتی ہی اور خیر کی طرف بلاتی ہی اور نفس شہوت پرست خاطر شر کی طرفداری پر مستعد ہوتا ہی اسوقت شہوت کو کچھ غلبہ ہوتا ہی اور تمتع اور لذت اچھی معلوم ہونے لگتی ہی پس عقل خاطر خیر کی پیچ کرتی ہی اور شہوت کی برائی بیان کرتی ہی اور کہتی ہی کہ یہ کام نادانی کا ہی یا مشابہ افعال بہائم اور سباع کے ہی جنکو انجام کی پروا نہیں ہوتی اور بدی پر کمر باندھتے ہیں تو نفس عقل کی نصیحت پر راغب ہوتا ہی اسیوقت شیطان عقل پر حملہ کرتا ہی اور ہوا نفسانی کو کمک پہونچاتا ہی اور کہتا ہی کہ یہ رہبانیت کیا ہی تو اپنی خواہش سے کیوں رکتا ہی دنیا میں اور بھی کوئی ہی جو اپنا مطلب چھوڑ دیتا ہی کیا دنیا کی لذتیں اوروں کے حصہ میں ہیں تیرے نصیب میں بدبختی اور رنج اور مصیبت اور حرمان کے سوا کچھ نہیں لوگ تجھپر ہنسینگے دیکھ فلان فلان شخص نے یہی بات چاہی تھی اور اُسکے مرتکب ہوئے کیسے چین کرتے ہیں تو اُنسے بڑھکر رتبہ کیوں نہیں حاصل کرتا فلان شخص عالم بھی تو ایسا ہی کرتا ہی اور اُس سے پرہیز نہیں کرتا اگر یہ بات منع ہوتی تو وہ کیوں کرتا ان باتوں سے نفس شیطان کی طرف کو جھکتا ہی اسوقت فرشتہ شیطان پر چڑھ آتا ہی اور یوں سمجھاتا ہی کہ جو شخص اتباع لذت حال کرتا ہی اور انجام اور مآل پر دہیان نہیں دہرتا وہ تباہ ہو جاتا ہی کیا اس چند روزہ عیش پر قانع ہو کر ابد الآباد کی لذت بہشتی کو چھوڑے دیتا ہی شہوت پر صبر کرنے کا رنج نہیں اٹھا سکتا دوزخ کا عذاب ہلکا سمجھا ہوگا لوگوں کی اتباع شہوات میں پڑنے سے اور اطاعت شیطانی کرنے سے تو بھی اپنے نفس سے غافل ہو جاتا ہی یہ بڑا دہوکا ہی دوسروں کا گناہ تیرے عذاب کو ہلکا نہیں کریگا اگر بالفرض جیٹھ اساڑہ کے دنوں میں اور لوگ دہوپ میں جلتے ہوں اور تجھکو کوئی ٹھنڈا مکان میسر ہو جاوے تو تو لوگوں کا ساتھ دیگا یا اپنا بچنا غنیمت جانیگا جب دہوپ میں تجھکو اوروں کے ساتھ کھڑا ہوتے ڈر لگتا ہی تو دوزخ میں اوروں کے ساتھ جاتے کیوں نہیں ڈرتا اس نصیحت سے نفس فرشتہ کی طرف میل کرتا ہی اور اسی کشاکشی میں دونوں فریق کے رہتا ہی یہان تک کہ دل پر اگر صفات شیطانی غالب ہونگے تو اُسی طرف کا ہو رہیگا اور گروہ شیاطین کا مدد و معاون ہو کر گروہ رحمانی سے اعراض کریگا اور اعضا پر سابقہ تقدیر ازلی سے وہ کام جاری ہونگے جو اللہ تعالی سے دور ہونے کے سبب ہوں اور اگر اُسپر صفات ملکیہ کا غلبہ ہوگا تو اغوا شیطانی اور اُسکی ترغیب کو ہیچ جانیگا اور دنیا فانی کی ترجیح اور آخرت کی سستی کی طرف ذرا بھی مائل نہوگا بلکہ گروہ رحمانی کی طاعت قبول کریگا اور اعضا سے وہی کام صادر ہونگے جو موجب رضا الٰہی ہوں اور یہ بھی معاملہ تقدیر الٰہی کا ہی کیونکہ قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن واقع ہی یعنی کشاکشی درمیان ان دونوں فریق کے اکثر رہتی ہی اور تقلب ادہر اُدہر کرتا رہتا ہی مگر ایک ہی گروہ کی طرف ہمیشہ کو جم جانا بہت کم ہی اور جمیع طاعت خواہ معاصی خزانہ غیب سے جو عالم ظہور میں آتے ہیں بواسطہ خزانہ قلب کے آتے ہیں کیونکہ قلب خزائن ملکوت سے ہی اور اُسکے ظہور ہی سے ارباب قلوب قضاء الٰہی پہچانتے ہیں یعنی جو جنت کے لیے پیدا ہوا ہی اُسکے واسطے اسباب طاعت آسان کر دیے جاتے ہیں اور جو دوزخ کے لیے پیدا ہوا ہی اُسکے لیے لوازم معصیت کے مہیا ہو جاتے ہیں صحبت بھی ویسی ہی ملتی ہی حکم شیطان دل میں چڑہ جاتا ہی کیونکہ وہ سیکڑوں مکروں سے احمقوں کو فریب دیتا ہی اور کہتا ہی ع غفور ست داور تو ساغر بنوش کچھ پروا نکر سب لوگ خدا سے ڈرتے ہیں تم انکے خلاف نہونا چاہیے ابھی زندگی بہت ہی کل توبہ کر لیجیو یعدہم ویمنیہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا یعنی وعدہ دیتا ہی اور مغفرت کی تمنا دلاتا ہی تاکہ ان جیسے حیلوں سے آدمی کو تباہ کرے پس آدمی دہوکے میں آکر اُسکی بات مان لیتا ہی اور امر حق کے قبول سے اسکا دل تنگ ہوتا ہی اور پہلے سے حکم الٰہی اسیطرح ہوتا ہی فمن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام

دمین یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ اس سے
معلوم ہوا کہ ہدایت وضلالت اسی کے ہاتھ ہو بفعل ما یشاء و یحکم ما یرید نہ اسکے حکم کو کوئی ٹال سکے اور نہ اسکی قضا کو کوئی تاخیر کرسکے
اُسی نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے لیے کچھ لوگ بنائے اُنکو ویسے ہی کامون مین لگایا اور دوزخ کو بھی پیدا کیا اُسکے لیے بھی لوگ بنائے
اُنکو ویسے ہی کامون مین لگایا لوگون کو نشان دونون طرح کے لوگون کے بتلا دیے اور فرمایا ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم پھر اپنے
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یون بھی ارشاد فرمایا ہولاء فی الجنۃ ولا ابالی وہولاء فی النار ولا ابالی غرضکہ اسکا معاملہ بہت
بڑا ہو لایسئل عما یفعل وہم یسئلون اب ذکر عجائب قلبی کو ہم اسی تھوڑی سی مقدار پر کفایت کرتے ہین اسکا پورا بیان علم معاملہ کے مناسب نہین
بلکہ اسی قدر بیان کر دیا ہو جس سے کہ علوم کی بارکیان باتین اور اسرار کے دریافت کرنے مین حاجت پڑتی ہو کیونکہ بعض لوگون کو صرف بیان
ظاہری سے سیری نہین ہوتی وہ کچھ اسمین باریکیان بھی معلوم کرنے کے مشتاق ہوتے ہین پس اسقدر بیان سے انشاء اللہ اُنکو اطمینان اور فائدہ
ہوجاویگا واللہ ولی التوفیق عجائب قلبی پوری ہوچکے اُسکے بعد ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق کا ذکر ہو والسلام علی من اتبع الہدی
والحمد للہ اولا و آخرا

باب دوم ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق اور قلب کی بیماریون کے علاج مین اسمین گیارہ بیان ہین

رباعی ہو خلق حسن وصف نبی مرسل ثمرہ ہو عبادت کا ریاضت کا پھل بدخلق کو زہر ہو شیاطین کا نصیب دوزخ مین لیجاتا ہو ذلیل و ارذل
معلوم کرنا چاہیے کہ حسن خلق صفت سید المرسلین کی ہو اور اعمال صدیقین مین سے افضل ہی اور حقیقت مین نصف دین اور
ثمرہ مجاہدہ متقین اور نتیجہ ریاضت عابدین اسی کو کہنا چاہیے اور اخلاق بد زہر قاتل اور مہلکات ہین اور ذلت وخواری اور فضیحت و رسوائی ظاہر
ہوتی ہو جو اسکے قرب سے دور کرتے ہین اور شیطان کے گروہ مین سلک نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کے کھلے دروازے ہین جیسے کہ
اخلاق جمیلہ دار نعیم کے کھلے پھاٹک ہین اور قرب الی اللہ کے وسائل خلاصہ یہ کہ اخلاق بد قلوب کی ایسی بیماریان ہین کہ جیسے جسم کی بیماری لگی
جاتی رہتی ہو اور امراض بدنی صرف حیات جسمی ہی سے دور کرتے ہین پس اُن مین اور ان مین کچھ نسبت نہین اور اسی طرح اطبا اُن امراض کا
علاج کرتے ہین جیسے کہ صرف حیات فانی جاتی رہتی ہو اور اسکے لیے قانون اور تشخیص علامات کی طرف توجہ مصروف رکھتے ہین تو امراض
قلوب جیسے کہ حیات باقی فوت ہوجاتی ہو اُنکے علاج کے لیے بھی ضابطہ قواعد پر ضرور ہو اور اسی طب کا سیکھنا سب اہل عقل پر واجب
کیونکہ ہر ایک دل مین کوئی نہ کوئی مرض ہوتا ہو اگر اسکا علاج نہ کیجیے تو مرض بڑھکر لاعلاج پیدا ہوتے ہین اسی لیے ہر شخص کو
اُن امراض کا پہچاننا اور اُنکے اسباب کا جاننا اور پھر اُنکے علاج و اصلاح کے لیے مستعد ہونا ضروری ٹھہرا اور آیت قد افلح من زکھا مین
دل کے علاج ہی سے غرض ہو اور قد خاب من دسھا مین اُسکے علاج سے غفلت مقصود ہو ہم اس باب مین کچھ امراض قلوب اور اُنکا علاج بطور
اجمال بیان کرتے ہین اور تفصیل وار بیان ہر مرض کا مع علاج جداگانہ آگے بیان کرینگے یہان صرف یہ مقصود ہو کہ تہذیب اخلاق اور
اُسکے ڈھنگ ڈالنے کو عام طور پر بیان کرین اور اسمین ذکر ہین علاج بدن سے مثال دینگے تاکہ سمجھ مین جلد آجاوے

بیان اول فضیلت حسن خلق اور مذمت خلق بد کا

واضح ہو کہ جناب رب العزت نے اپنے حبیب نبی کریم کی ثنا مین اُنپر اپنی نعمت کا اظہار کرکے فرمایا وانک لعلی خلق عظیم حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا اور جب یہ آیت اُتری خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین تو آپ نے
حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہو انہون نے عرض کیا کہ جب تک جناب باری سے سوال کر لون نہین معلوم

پھر حضرت جبرئیل آسمان پر گئے اور تشریف لا کر عرض کیا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ آپ سے جو علیحدہ ہو اُس سے آپ ملیں اور جو آپ کو نہ دے اُسکو آپ مرحمت فرماویں اور جو کوئی آپ پر ظلم کرے اُسکو آپ معاف فرماویں اور حدیث شریف میں ہو کہ آپ نے فرمایا انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق اور یہ بھی فرمایا اثقل ما یوضع فی المیزان یوم القیمۃ تقوی اللہ وحسن الخلق اور ایک شخص نے آپ کے سامنے سے آکر سوال کیا کہ یا رسول اللہ دین یعنی دین کیا ہو آپ نے فرمایا حسن الخلق یعنی خوش خلق ہونا پھر وہ شخص آپ کی داہنی طرف سے آکر پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ دین آپ نے وہی جواب فرمایا پھر بائیں طرف سے ہو کر وہی سوال کیا آپ نے پھر وہی جواب دیا اُسنے پیچھے سے آکر وہی سوال کیا آپ نے اُسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اما تفقہ ہو ان لا تغضب اور ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ نحوست کیا چیز ہو آپ نے فرمایا سوء الخلق یعنی بدخلقی اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جہاں کہیں ہو خدا سے ڈر اُسنے عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ ہو جاوے تو اُسکے پیچھے نیکی کیا کر اُس سے وہ گناہ مٹ جاویگا اُسنے عرض کیا کچھ اور فرمائیے آپ نے فرمایا خالق الناس بخلق حسن اور ایک شخص نے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل کونسا ہو آپ نے فرمایا کہ حسن خلق اور ایک حدیث میں ہو کہ ما حسن اللہ خلق عبد وخلقہ فتطعمہ النار اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ذکر کیا کہ فلاں عورت دن کو روزہ رکھتی ہو اور رات کو تہجد پڑھتی ہو مگر بدخلق ہو ہمسایوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہو آپ نے فرمایا کہ لا خیر فیہا ہی من اہل النار اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے سنا ہو کہ فرماتے تھے میزان میں جو چیز اول تلیگی حسن خلق اور سخاوت ہوگی اور جب اللہ تعالی نے ایمان کو پیدا کیا اُسنے عرض کیا کہ الہی مجھے قوت عنایت کر خداوند کریم نے اُسکو حسن خلق اور سخاوت سے قوت دیا اور جب کفر کو پیدا کیا اُسنے بھی تقویت کے لیے عرض کیا اُسکو بخل اور بدخلقی سے زور عنایت ہوا اور ایک حدیث میں ہو ان اللہ استخلص ہذا الدین لنفسہ ولا یصلح لدینکم الا السخاء وحسن الخلق الا فزینوا دینکم بہما اور ایک جگہ یوں فرمایا حسن الخلق خلق اللہ الاعظم اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مومنین میں سے باعتبار ایمان کے کون افضل ہو آپ نے فرمایا احسنہم خلقا یعنی جو خلق میں سب سے اچھا ہو اور ایک حدیث میں ہو کہ لن تسعوا الناس باموالکم فسعوہم ببسط الوجہ وحسن الخلق اور یہ بھی فرمایا کہ سوء الخلق یفسد العمل کما یفسد الخل العسل اور حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ مجھکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھکو خدا تعالی نے خوبصورت بنایا ہو اپنے خلق کو بھی تو خوبصورت کر اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب میں زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے ع حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری ٭ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری ٭ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یوں دعا مانگا کرتے تھے اللہم حسنت خلقی فحسن خلقی اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اکثر اس طرح دعا مانگتے تھے اللہم انی اسئلک الصحۃ والعافیۃ وحسن الخلق اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کرم المؤمن دینہ وحسبہ حسن خلقہ ومروتہ عقلہ اور اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایکبار خدمت اقدس میں حاضر ہوا اُسوقت بدو لوگ آپ سے یہ پوچھ رہے تھے کہ بندہ کو سب میں بہتر کیا چیز عنایت ہوئی ہو آپ نے فرمایا خلق حسن اور ایک روایت میں ہو ان احبکم الی واقربکم منی مجلسا

قیامت کے روز تم میں سے مجھکو زیادہ محبوب اور زیادہ بیٹھنے میں مجھ ۱۲ آداب الصحبت میں گذر چکی ۱۲ ابن ماجہ نے نقل کی ۱۲ بہ اسناد لین ۱۲ خرائطی در مکارم الاخلاق ۱۲ خلق کو چاہتا ہوں

یوم القیمۃ احسنکم اخلاقا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص میں تین
چیزیں نہوں یا ایک بھی ان میں کی نہو تو اسکے عمل کا کچھ اعتبار نہ کرو تقوی یحجزہ عن معاصی اللہ او حلم یکف بہ السفیہ او خلق یعیش بہ بین الناس اور
شروع نماز میں آپ یہ دعا مانگتے تھے اللھم اہدنی لاحسن الاخلاق لا یہدی لاحسنہا الا انت واصرف عنی سیئہا لا یصرف عنی سیئہا الا انت اور حضرت انس رض فرماتے ہیں
کہ ہم ایک روز آپ کی خدمت فیضدرجت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا ان حسن الخلق لیذیب الخطیئۃ کما یذیب الشمس الجلید اور فرمایا من سعادۃ المرء
حسن الخلق اور الیمن حسن الخلق اور حضرت ابو ذر کو فرمایا یا اباذر لا عقل کالتدبیر ولا حسب کحسن الخلق اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ حضرت
ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر کسی عورت کے دنیا میں دو شوہر تھے اور وہ دونوں مرگئے اور جنتی ہوئی وہ عورت
کس کو ملیگی آپ نے فرمایا لاحسنہما خلقا کان عندہا فی الدنیا یا ام حبیبۃ ذہب حسن الخلق بخیر الدنیا والاخرۃ اور نیز فرمایا ان المسلم المسدد لیدرک درجۃ
الصائم القائم بحسن خلقہ وکرم ضریبتہ اور ایک روایت میں درجۃ الظمان فی الہواجر آیا ہے اور حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ ہم آپ کی خدمت میں تھے آپ نے فرمایا کہ میں نے رات کو عجیب خواب دیکھا کہ ایک آدمی میری امت میں سے دو زانو بیٹھا ہے اور اسکے اور خدا تعالی
کے درمیان حجاب ہو گیا ہے اتنے میں حسن خلق آیا اور اسکو خدا کے سامنے کر دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض لوگ
عبادت میں ضعیف ہوتے ہیں مگر اپنے حسن خلق کی جہت سے شرف منازل اور بڑے بڑے درجات آخرت کے پاوینگے اور روایت ہے کہ ایک
روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اسوقت آپ کی خدمت میں کچھ قریش کی عورتیں جمع تھیں اور
آپ سے زور زور باتیں کر رہی تھیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جلدی سے پردے میں ہو گئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خدمت
میں حاضر ہوئے تو آپ کو ہنستے پایا انھوں نے سبب آپ کے ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے ان عورتوں کی بات پر ہنسی آئی جو میرے پاس تھیں
کہ جب تمھاری آواز سنی فوراً پردہ کر لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ زیادہ مستحق ہیبت تھے پھر عورتوں کی طرف
مخاطب ہو کر کہا کہ بے وقوفو مجھسے ڈرتی ہو اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں انھوں نے جواب دیا کہ ہاں تمھارا خوف ہے
کیونکہ تم آنحضرت صلے اللہ وسلم کی نسبت سخت مزاج ہو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایہا یا ابن الخطاب الذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان قط سالکا
فجا الا سلک فجا غیر فجک اور ایک حدیث میں ہے کہ سوء الخلق ذنب لا یغفر وسوء الظن خطیئۃ تفوح اور نیز آپ نے فرمایا ان العبد لیبلغ من سوء
خلقہ اسفل درک جہنم آثار لقمان حکیم رح سے انکے بیٹے نے پوچھا انسان میں کون سی خصلت اچھی ہے فرمایا کہ دین اسنے پوچھا کہ اگر دو ہوں
تو کون سے ہوں فرمایا کہ دین اور مال پوچھا کہ اگر تین ہوں فرمایا کہ دین اور مال اور حیا پوچھا کہ اگر چار ہوں فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور
حسن خلق پوچھا کہ اگر پانچ ہوں فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور حسن خلق اور سخاوت ہیں پوچھا کہ اگر چھ ہوں انھوں نے ارشاد کیا کہ بیٹا پانچ ہی
خصلتوں کے جمع ہونے سے صاف متقی اور اللہ کا ولی اور شیطان سے بری ہو جاتا ہے زیادہ کی کیا حاجت ہے اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں
کہ جو کوئی بدخلقی کرتا ہے اپنی جان کو ستاتا ہے اور حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے حسن خلق کی بدولت جنت کے اعلی

[illegible]

[illegible]

درجہ کو پہونچ جاتا ہو گو عبادت نہ کرتا ہو اور بدخلقی کے باعث اسفل طبقۂ جہنم کو پہونچ جاتا ہو گو عابد ہی ہو اور یحیی بن معاذ رح کا قول ہو کہ حسن خلق روزی کا خزانہ ہو اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ بدخلق آدمی پھوٹے گھڑے کی مثال ہو کہ جڑ نہ سکے نہ مٹی ہو سکے اور فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی بدکار خوش خلق آدمی میرے ساتھ رہے اس سے بہتر ہو کہ عابد اور بدخلق ہو اور صحب بن المبارک رح سے منقول ہو کہ ایکبار کوئی بدخلق آدمی انکے ساتھ سفر مین ہو لیا آپ اسکی بہت سی مدارات اور نازبرداری کرتے جب وہ علحدہ ہو گیا تو رونے لگے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھکو اسپر رحم آیا کہ مین تو اس سے علحدہ ہو گیا مگر اسکا اخلاق بد اسکے ساتھ ہی رہا وہ نہ جدا ہوا اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ چار باتین آدمی مین ایسی ہین کہ گو علم و عمل کم ہو تب بھی اعلی درجات ملجاتے ہین وہ علم اور تواضع اور سخاوت اور حسن خلق ہین اور کمال ایمان اسی حسن خلق سے ہوتا ہو اور کتانی رح کا قول ہو کہ تصوف خلق کا نام ہو جو کوئی آدمی مین خلق زیادہ کر دے وہ گویا اسکے تصوف کو زیادہ کر دے اور حضرت عمر رضا فرماتے ہین کہ لوگون سے اخلاق کے ساتھ ملو اور اعمال کی جہت سے انسے علحدہ رہو اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بدخلقی ایسی بلا ہو کہ اسکے ہوتے حسنات کی کثرت سے کچھ فائدہ نہین ہوتا اور خوش خلقی ایسی خوبی ہو کہ اسکے ہوتے برائیون کی کثرت سے کچھ ضرر نہین ہوتا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کرم کیا چیز ہو آپ نے فرمایا کہ جو خدا تعالی نے اپنے کلام پاک مین فرمایا ہو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم پوچھا کہ حسب کیا ہو آپ نے فرمایا کہ جو خوش خلق زیادہ ہو وہی خوش حسب زیادہ ہو اور یہ سب بزرگوارون کا قول ہو کہ عمارت بنا پر موقوف ہو اور بناء اسلام حسن خلق ہو اور ابن عطا رح کا قول ہو کہ جس کسی کو شرف اور رتبہ حاصل ہوا ہو صرف حسن خلق کے باعث سے ہوا ہو اور کوئی شخص اسکے کمال کو بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہین پہونچا اخلاق مین زیادہ مقرب الی اللہ وہی لوگ ہین جو خوش خلقی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتے ہین

دوسرا بیان حقیقت خوش خلقی اور بدخلقی کا

جاننا چاہیے کہ لوگون نے خوش خلقی کے باب مین بہت کچھ لکھا ہو مگر اسکی حقیقت کے بیان کا تعرض کسی نے نہین کیا فقط اسکے ثمرات اور نتائج لکھے ہین وہ بھی پورے نہین لکھے بلکہ جسکی جو سمجھ مین آیا وہی ثمرہ لکھدیا اسکی حد اور ماہیت اور بیان ثمرات کا مفصل کسی نے نہین لکھا ہم کچھ اقوال ان لوگون کے نقل کرتے ہین حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ خوش خلقی عبارت اس سے ہو کہ کشادہ پیشانی رہے اور دولت کو خرچ کرے اور ایذا سے باز رہے اور واسطی کا قول ہو کہ وہ یہ ہو کہ نہ خود کسی سے خصومت کرے نہ اس سے کوئی خصومت کرے اور انکا دوسرا قول یہ ہو کہ مفلسی اور تونگری مین خلق کو راضی رکھے اور شاہ کرمانی معرفت الہی کے جوش مین یون کہتے ہین کہ ایذا سے باز رہنا اور مشقتون کا سہنا ہو اور بعضون کا قول ہو کہ لوگون سے قریب رہنا اور ان مین غریب ہونا ہو اور ابو عثمان فرماتے ہین خدا تعالی کی خوشنودی سے مراد ہو اور سہل تستری سے جو خوش خلقی کو پوچھا تو جواب دیا کہ ادنی یہ ہو کہ بردباری کرے اور انتقام نہ لے بلکہ ظالم پر رحم اور شفقت کرے اور اسکے لیے مغفرت چاہے اور انکا دوسرا قول یہ ہو کہ رزق کے باب مین خدا سے بدگمان نہو اسپر اعتماد کرے اور جس چیز کا وہ ضامن ہوا ہو اسکے وعدہ پورا ہونے پر ساکت رہے اور اسکے جتنے حقوق ہین ان مین اور حقوق عباد مین اسکی نافرمانی نہ کرے بلکہ اطاعت کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خوش خلقی تین چیزون مین ہو محرمات سے بچنا اور حلال روزی کا تلاش کرنا اور عیال پر زیادہ خرچ کرنا اور حسین بن منصور فرماتے ہین کہ خوش خلقی یہ ہو کہ بعد معلوم ہونے حق کے ظلم لوگون کا تاثیر نہ کرے اور ابو سعید خراز کہتے ہین کہ سوائے خدا تعالی کے کسی طرف ہمت نہ کرنے کا نام خوش خلقی ہو اسیطرح کے بہت سے اقوال ہین مگر ان سب مین ثمرات خوش خلقی کا ذکر ہو خود اسکا ذکر نہین علاوہ ازین ثمرات بھی سب مذکور نہین ہین نظر براین حقیقت امر بیان کرنا ان اقوال کے نقل سے بہتر معلوم ہوتا ہو پس جاننا چاہیے کہ خلق اور خلق دو لفظ ہین کہ ایک ہی ساتھ مستعمل ہین یعنی اسطرح بولتے ہین کہ فلان شخص خوش خلق اور خوش خلق ہو یعنی حسن ظاہری اور باطنی دونون رکھتا ہو تو معلوم ہوا کہ خلق سے

۱ ۵۰ فرزوت اندر کیمیان لی کو کاہ جکو ادیب ۱۲۱۷

صورت ظاہری مراد ہوتی ہے اور خُلق سے صورت باطنی کیونکہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک تو بدن جو آنکھ سے سوجھتا ہے اور ایک روح یعنی نفس جو بصیرت اور عقل سے معلوم ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک صورت ہوتی ہے خواہ اچھی خواہ بُری اور نفس جو عقل کی آنکھ سے سوجھتا ہے قدر و منزلت میں جسم سے بڑھکر ہے اور اسی سبب سے خدا تعالیٰ نے بھی اسکو اپنی طرف منسوب کیا تاکہ اسکی عظمت معلوم ہو فرمایا کہ انی خالق بشرا من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین اس آیت میں صاف ارشاد ہے کہ جسم منسوب ہے مٹی کی طرف اور روح منسوب ہے خدا تعالیٰ کی طرف اور روح اور نفس اس جگہ ایک ہی ہیں غرضکہ خُلق کی تعریف یہ ہے کہ خُلق وہ ہیئت راسخہ ہے نفس میں جس سے کہ افعال بآسانی بلا فکر و تامل صادر ہوں پس اگر یہ ہیئت ایسی ہے کہ اس سے ایسے افعال صادر ہوں جو عقلاً اور شرعاً عمدہ ہیں تو اس ہیئت کا نام خلق خوش ہے اور اگر اس سے بُرے افعال صادر ہوں تو اس ہیئت کا نام خلق بد ہے اب ہم ان قیدوں کا فائدہ بتلاتے ہیں کہ راسخ اور ثابت فی النفس کی قید اسلیے ہے کہ اگر کوئی شخص اتفاقاً کسی ضرورت میں بہت سا اٹھا دے تو اسکا خلق سخاوت نہ کہلاویگا جب تک کہ یہ بات اسکے دل میں نہ جم جاوے اور بدون تامل کی قید صدور افعال میں اسلیے ہے کہ اگر کوئی بڑے فکر و تامل سے بتکلف مال خرچ کرے یا اپنے غصہ کو فرو کرے تو اسکا خلق سخاوت اور حلم نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ یہاں چار باتیں ہیں اول فعل اچھا یا بُرا دوسرے اسپر قادر ہونا تیسرے اسکو پہچاننا چوتھے نفس میں ایسی صورت ہونی جس سے کہ اسکو دونوں طرف میں سے ایک کی طرف رغبت ہو یعنی حسن و قبح میں سے ایک اسپر آسان ہو جاوے پس خلق صرف فعل کا نام نہیں کیونکہ بہت سے آدمی خلق سخا رکھتے ہیں مگر مفلسی یا کسی اور مانع کے سبب خرچ کرنے سے معذور ہیں یا بعضے ایسے ہیں کہ خلق بخل رکھتے ہیں مگر ریا وغیرہ کی جہت سے خرچ کرتے ہیں اور نیز خلق ملکہ کا نام بھی نہیں اسلیے کہ ملکہ کی نسبت سخا اور بخل بلکہ ضدین کی طرف بھی یکساں ہے اور ہر ایک انسان اپنی فطرت سے سخا اور بخل پر قدرت رکھتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلق بخل اور خلق سخاوت اسمیں ہو اور صرف معرفت یعنی پہچاننا بھی خلق نہیں کیونکہ معرفت بھی مثل ملکہ اور قدرت کے اچھے بُرے سب کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہے تو اب چوتھی بات رہی یعنی وہ ہیئت کہ جس سے نفس صدور بخل یا سخا کا مستعد ہوتا ہے تو خلق نام اسی نفس کی ہیئت اور صورت باطنی کا ہے اور جسطرح کہ حسن ظاہری صرف ایک عضو مثلاً آنکھوں کے اچھا ہونے سے کامل نہیں ہوتا بلکہ ناک منہ رخسار سب کے عمدہ ہونے سے حسن ظاہری پورا ہوتا ہے اسی طرح باطن کے حسن کے لیے بھی چار ارکان ہیں جب ان میں حسن ہوگا تو خوش خلقی پوری ہوگی یعنی جب وے چاروں ارکان درجہ اعتدال پر تناسب رہینگے تو خوش خلق کہلائیگا وہ چاروں ارکان یہ ہیں قوت علم قوت غضب قوت شہوت قوت عدل یعنی ان تینوں قوتوں کو اعتدال پر رکھنے کی طاقت قوت علم کی خوبی تو یہ ہے کہ آدمی اسکے سبب اقوال کا صدق اور کذب اور اعتقادات میں حق و باطل اور اعمال میں اچھا اور بُرا جان لیوے پس جب قوت علم اسطرح کی ہو جاویگی تو اسکا ثمرہ حکمت حاصل ہوگی جو کہ سب اخلاق عمدہ میں اصل ہے اور جسکے باب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور قوت غضب اور شہوت کی خوبی یہ ہے کہ یہ دونوں حکمت کے موافق ہوویں اسکے اشارہ پر چلیں یعنی جس بات کو عقل اور شرع تجویز کرے ویسا ہی عمل کریں اور قوت عدل سے یہی غرض ہے کہ غضب اور شہوت کو عقل و شرع کے پابند کر دینے کی قدرت ہو پس عقل کو مثل مشیر ناصح کے سمجھنا چاہیے اور قدرت عقل کو ایسا جاننا چاہیے کہ یہ اشارہ عقل کی تعمیل کرنے والی ہے اور غضب وہ چیز ہے جسپر اشارہ تعمیل منظور ہو اسکو بمنزلہ شکاری کتے کے تصور کرنا چاہیے جسکو تعلیم کی حاجت ہوتی ہے یہانتک کہ چھوٹنا اور ٹھہرنا سب اشارہ پر ہو اپنی خواہش نفس کے ہیجان سے نہو اور شہوت کو مثل اس گھوڑے کے جاننا چاہیے جسپر شکار کی تلاش میں سوار ہوتے ہیں اور وہ کبھی تو مؤدب اور عادی ہوتا ہے کبھی سرکش اور شریر ہوتا ہے غرضکہ جس شخص میں یہ چاروں رکن درجہ اعتدال پر ہو سکے تو وہ خوش خلق مطلق کہلاویگا اور جسمیں کہ صرف ایک ہی چیز یا دو چیز حد اعتدال پر ہونگی وہ تو صرف اسی اعتبار سے خوش خلق ہوگا جیسے کسی کے چہرہ میں بعض چیزیں اچھی ہوں تو اتنی ہی چیزوں کو اچھا کہینگے پورا خوبصورت نہیں کہلاویگا اب قوت غضبی کے اعتدال اور حسن کا نام

[illegible] ایک اپنی جان تو اگر [illegible] میں ۱۲ [illegible] اور جسکو [illegible] بہت خوبی ہے ۱۲

شجاعت ہی اور قوت اور شہوت کے حسن و اعتدال کا نام عفت پس قوت غضبی اگر حد اعتدال سے زیادہ ہوگی تو اسکا نام تہور ہی اور اگر کم ہوگی
تو نامردی اور جور کہلاویگی اور قوت شہوت زیادہ ہونے کی صورت میں شرہ اور حرص بولی جاتی ہی اور کمی کی صورت میں جمود یعنی بستگی
طبیعت نام ہی اور ان میں فضیلت اور عمدگی اوسط درجہ کی ہی دونوں طرفین کمی زیادتی کی مذموم اور رذیل ہیں اور قوت عدل میں کمی
بیشی کچھ نہیں ہوتی اسکی ضد صرف ظلم ہی کہ جب عدل نہوا تو ظلم ہوگا اور قوت علمیہ کا حسن و اعتدال یعنی حکمت اگر اسکی زیادتی خراب
مطلبوں میں واقع ہو تو اسکا نام مکر و فریب ہوتا ہی اور کمی کی صورت میں بیوقوفی کہلاتی ہی اور درجہ اوسط کا نام حکمت ہی اس سبب سے
معلوم ہوا کہ اخلاق کی اصل چار چیزیں ہیں حکمت اور شجاعت اور عفت اور عدل حکمت سے ہماری غرض وہ حالت نفس کی ہی جس سے
سب احوال اختیاری میں صحت اور غلطی کو معلوم کرلے اور عدل سے مراد وہ حالت نفس کی ہی جس سے کہ غضب اور شہوت کو قابو میں رکھے
اور انکا چھوٹنا اور روکنا مقتضائے حکمت کے موافق ہو اور شجاعت سے یہ غرض ہی کہ غضب عقل کا منقاد ہو جہاں وہ اقدام کو کہے وہاں
کرے اور عفت سے یہ غرض ہی کہ قوت شہوت عقل کی تادیب کے بموجب کاربند ہو پس ان چاروں اصول کے اعتدال کے باعث سب
اخلاق عمدہ پیدا ہوتے ہیں اور افراط و تفریط سے اخلاق بد ہوتے ہیں مثلاً قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں حسن تدبیر
اور تیزی ذہن اور رائے صائب اور دقائق اعمال اور آفات پوشیدہ نفس کا معلوم کرنا وغیرہ اور اسکی زیادتی سے مکر و فریب اور حقد اور
خبث باطن پیدا ہوتے ہیں اور کم ہونے سے ناتجربہ کاری اور بےشعوری اور حمق اور جنون پیدا ہوتے ہیں ناتجربہ کاری سے یہ غرض ہی کہ
باوجود سلامتی تخیل کے تجربہ نہو جیسے بعض آدمی ایک بات میں ہوشیار ہوتے ہیں اور دوسری میں جاہل اور حمق اور جنون میں یہ فرق ہی
کہ احمق کا مقصود تو صحیح ہوتا ہی مگر اُس تک پہونچنے کا راستہ اسکو معلوم نہیں ہوتا اور یہ نہیں جانتا کہ کس طریق سے غرض تک پہونچیگا تو اسکا
طریق فاسد ہوتا ہی اور جنون یہ ہی کہ جو بات قابل اختیار نہیں ہی اسکو اختیار کرلے پس اسکے اختیار ہی میں سرے سے فساد ہوتا ہی مقصود ہی
صحیح نہیں ہوتا اور قوت غضبی کے اعتدال یعنی خلق شجاعت سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں کرم اور دلیری اور شہامت اور کسر نفس اور حلم
اور استقلال اور غصہ کا فرو کرنا اور وقار وغیرہ اور یہ سب باتیں اچھی ہیں اور اسکی زیادتی یعنی تہور سے کبر اور شیخی اور غصہ سے جل اٹھنا
اور عجب وغیرہ صادر ہوتے ہیں اور اسکی کمی یعنی نامردی سے خواری اور ذلت اور خوف اور خست اور پست حوصلگی اور واجبی بات سے
منقبض ہونا صادر ہوتے ہیں اور اعتدال قوت شہوت یعنی عفت سے یہ افعال صادر ہوتے ہیں سخاوت حیا صبر چشم پوشی قناعت پرہیز
لطافت حوصلہ قلت طمع اور اسکی کمی اور بیشی کی صورت میں یہ باتیں صادر ہوتی ہیں حرص بیحیائی خبث اسراف گھر والوں پر کم خرچ کرنا
ریا بےحرمتی فحش لغو خوشامد حسد شماتت تونگروں میں ذلیل بننا فقیروں کو حقیر جاننا وغیرہ غرضکہ محاسن اخلاق کے اصول میں چاروں
چیزیں ہیں یعنی حکمت و شجاعت اور عفت و عدل ہیں اور باقی چیزیں انکی فروع ہیں اور ان چاروں کا کمال اعتدال پر ہونا سوا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوا اور آپکے بعد لوگوں میں تفاوت ہی جو شخص کہ ان اخلاق میں آپ سے قریب ہی وہ
اُسی قدر خداتعالی سے قریب ہی اور جو بعید ہی وہ بعید ہی اور جو شخص جامع ان سب اخلاق کا ہو وہ مستحق اسکا ہی کہ مرجع کل ہو اور لوگ
اسکی اطاعت اور اقتدا کریں اور اسکی پیروی سب افعال میں عمل میں لاویں اور جو کوئی ان میں سے کسی بات کے ساتھ متصف نہو بلکہ
انکے ضدوں کا جامع ہو وہ اس بات کے لائق ہی کہ شہروں میں سے نکال دیا جاوے کیونکہ وہ شیطان رجیم سے قریب ہوگیا ہی تو چاہیے کہ
شیطان کی طرح اُس سے بھی علیحدگی کیجاوے جیسا کہ پہلا شخص فرشتہ کے قریب ہوجاتا ہی تو وہ اسی بات کے لائق ہی کہ اُسکی پیروی
اور نزدیکی کیجاوے کیونکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اسی لیے مبعوث ہوئے ہیں کہ مکارم اخلاق کو پورا کریں جیسا کہ حدیث شریف
میں وارد ہی اور قرآن مجید میں بھی مومنین کے اوصاف میں ان اخلاق کی طرف اشارہ ہی فرمایا کہ انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ

ثم لم یرتابوا [illegible]
ایمان والے وہی ہیں جو
یقین لائے اللہ پر اور
اسکے رسول پر پھر شبہہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]

قولہ ثم لم یرتابوا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ اولئک ہم الصادقون یعنی اللہ اور رسول پر بے تردد ایمان لانا قوت یقین سے ہوتا ہی جو ثمرہ عقل اور منتہائے حکمت ہی اور مجاہدہ مال سے کرنا سخاوت ہی جو قوت شہوت کو روکنے سے ہوتا ہی اور جہاد نفس کا نام شجاعت ہی جو بشرائط عقل اور حد اعتدال کے مطابق استعمال قوت غضبی سے ہوتی ہی اور صحابہ کی تعریف مین اسطرح ارشاد ہوا ہی کہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ شدت اور رحمت جدے جدے مقامون پر ہوتی ہین اس سے یہ معلوم ہوا کہ نہ ہر حال مین شدت ہی کرنے سے کمال ہی نہ رحمت کرنے مین یہ ہی

بیان حقیقت خلق اور اسکے حسن و قبح اور ارکان اور ثمرات و فروع کا

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اخلاق مین تغیر ہو سکتا ہی

جاننا چاہیے کہ جن لوگون پر اعتقاد باطل کا غلبہ ہی اور مجاہدہ اور ریاضت تزکیہ نفس کے لیے شاق ہی انکا نفس اس بات کو گوارا نہین کرتا کہ تزکیہ نفس باوجود نقصان اور خبث باطن کے سمجھے ہو سکے تو اس قسم کے لوگون کا یہ قول ہی کہ اخلاق مین تغیر ہو ہی نہین سکتی کیونکہ طبیعت مین تبدیل نہین ہو سکتی اور اس دعوی کی دو وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ خلق صورت باطن کا نام ہی جیسے کہ خلق صورت ظاہری کو کہتے ہین لیکن صورت ظاہری کی تبدیل ممکن نہین مثلاً ٹھگنا آدمی اپنے قد کو بڑھا نہین سکتا نہ بڑے قد والا چھوٹا ہو سکتا ہی اور نہ بدصورت خوبصورت بن سکتا ہی اور نہ اسکا عکس ممکن پس باطن کی برائی کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے دوسری وجہ یہ ہی کہ حسن خلق سے شہوت اور غضب کا استیصال مراد ہی مگر ہمنے جو طول مجاہدہ سے امتحان کیا تو معلوم ہوا کہ یہ چیزین مزاج اور طبیعت کے اقتضا سے ہوتی ہین اور کبھی منقطع نہین ہوتین پس اسکے درپے ہونا بے فائدہ عمر کا ضائع کرنا ہی کیونکہ غرض تزکیہ نفس سے یہ ہی کہ قلب کا التفات لذات فانی کی طرف نہ رہے اور اسکا وجود محال ہی اب ہم ان دونون وجہون کا جواب دیتے ہین وجہ اول کے جواب مین کہتے ہین کہ اگر اخلاق مین تغیر نہ ہو سکتا تو وعظ و نصیحت اور تادیب سب بیکار جاتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیون فرماتے کہ حسنوا اخلاقکم آدمی تو درکنار یہ بات تو جانورون مین بھی ممکن ہی دیکھو باز کی وحشت کیسے انس کے ساتھ بدل جاتی ہی شکاری کتا کیسا تعلیم سے مودب ہو جاتا ہی کہ شکار کو صرف پکڑ لیتا ہی کھانے کی حرص مطلق نہین کرتا گھوڑا سرکش کیا غریب اور فرمان بردار بن جاتا ہی پس اگر یہ اخلاق کی تغیر نہین تو اور کیا ہی اور اصل اس باب مین یہ ہی کہ موجودات مین بعض اشیا تو ایسی ہین کہ جنکا وجود کامل ہی اور جس جس بات کی اسمین ضرورت تھی وہ ہو چکی اب آدمی کے اختیار سے اسمین کچھ نہین ہو سکتا جیسے آسمان اور ستارے اور اعضاء ظاہری و باطنی انسان یا حیوان کے اور بعض چیزین ایسی ہین کہ انکا وجود ناقص ہی مگر استعداد کامل ہونے کی ان مین موجود ہی اگر شرائط کمال پائے جاوین تو وہ درجہ کمال کو پہونچ جاوین اور وہ شرائط کبھی انسان کے اختیار مین ہوتی ہین مثلاً آم کی گٹھلی نہ تو پھل ہی نہ پیڑ ہی مگر اسکی پیدایش اسطرح کی ہی کہ پیڑ ہو سکتی ہی بشرطیکہ خدمت معمولی کیجاوے اور اگر اس گٹھلی کو سیب بنانا چاہین تو ہرگز نہین ہو سکیگا اسکی استعداد اسمین نہین جب گٹھلی بندہ کے اختیار سے متاثر ہوتی ہی کہ ایک حال سے دوسرے مین بدل جاتی ہی تو غضب اور شہوت اگر متغیر ہو جاوین تو کیا بعید ہی ہان انکا اسطرح پر استیصال ہو جانا کہ بالکل اثر نہ رہے اسپر ہمارا قابو نہین مگر انکا دبا دینا اور ریاضت اور مجاہدہ سے اپنے قابو مین رکھنا یہ ہو سکتا ہی اور اسی کا ہمکو حکم بھی ہی اور یہی ہماری نجات اور وصول الی اللہ کا سبب ہی البتہ طبائع مختلف ہین کہ بعضے جلدی متاثر ہوتے ہین اور بعضے دیر کرتے ہین انکے اختلاف کے دو سبب ہین اول دیرپا ہونا وجود اس شی کا جسکا بدلنا مقصود ہی یعنی اصل پیدایش سے اسکے ساتھ ہی مثلاً شہوت اور غضب اور تکبر ہر ایک انسان مین موجود ہین مگر سب سے زیادہ مشکل بدلنا شہوت کا ہی کیونکہ شروع پیدایش سے ساتھ ہی ہوتی ہی چنانچہ لڑکپن سے بچے کو خواہش ہوتی ہی اور غصہ اکثر سات برس کی عمر مین پیدا ہوتا ہی اور اسکے بعد قوت تمیز عنایت ہوتی ہی اور دوسرا سبب یہ ہی کہ خلق یعنی عادت کبھی کثرت عمل سے بھی مضبوط ہو جاتی ہی کہ لوگ اپنی عادت کے مقتضا کے موافق کام کرتے ہین اور اسکی طاعت مین سرگرم رہتے ہین اور اسی کو پسندیدہ اور عمدہ سمجھتے ہین اور اس باب مین لوگون کے چار درجے ہین پہلا

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق بروایت معاذ اور اسکا راوی مجہول ہین مگر مضمون [illegible]

تو یہ کہ آدمی جیسا پیدا ہوا ہو ویسا رہے حق و باطل اور اچھے و برے میں تمیز نہ کر سکے سب اعتقادات سے غافل اور خالی ہو اور اتباع لذات سے شہوت بھی کامل نہوئی تو ایسے شخص کا علاج جلد ہو سکتا ہے اسکے لیے صرف ایک استاد و مرشد ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک سبب نفس میں باعث اسکے مجاہدہ کا ہو تو تھوڑے ہی دنوں میں ایسے شخص کا خلق درست ہو جاتا ہے دوسرا یہ کہ عمل بد کو تو بد جانتا ہے مگر عمل صالح کا عادی نہیں عمل بد ہی اچھا معلوم ہوتا ہے اس امر میں اپنی شہوت کا تابع ہے اور راہ صواب سے منحرف ہوتا ہے مگر اپنے عمل کے قصور سے واقف ہے تو ایسے شخص کا روبراہ ہونا پہلے کی نسبت سخت ہے کیونکہ اسمیں دو باتوں کی ضرورت پڑیگی اول تو عادت عمل بد کی چھڑانی دوسرے عمل صالح کی عادت ڈالنی بہرحال ایسا شخص بھی قابل تاثیر ہے اگر ریاضت میں خوب اچھی طرح مستعد ہو تیسرا یہ کہ اخلاق بد پر اسکو یہ اعتقاد ہو کہ یہ بہت اچھے ہیں اور انکا کرنا واجب ہے اور انکفیں پر اسکی پرورش بھی ہوئی ہو تو ایسے آدمی کا اصلاح کرنا محال ہے اور اسکی صلاح کی توقع نہیں کیونکہ گمراہی کے اسباب کی کثرت ہو چوتھا یہ کہ باوجود رائے فاسد پر نشوونما پانے اور اعمال بد پر پرورش ہونے کے یہ بات بھی ہو کہ بہت سے شر کے کو اور لوگوں کے تباہ کرنے کو باعث فضیلت اور فخر جانتا ہو اور خیال کرتا ہو کہ ہماری عزت اسی سے ہے یہ درجہ سب میں سخت ہے اسی کے شخص کی شان میں یہ مصرع شیخ کا ہے مصرع تربیت نا اہل را چون گردکان بر گنبد است ان چاروں میں سے اول تو جاہل محض ہے دوسرا جاہل گمراہ ہے تیسرا جاہل و گمراہ و فاسق ہے چوتھا جاہل و گمراہ و فاسق و شریر ہے اب ہم دوسری وہم کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ وہ لوگ یہ بات جو کہتے ہیں کہ حسن خلق سے استیصال شہوت و غضب کا ہوتا ہے اور یہ آدمی میں پایا جانا محال ہے تو انکو یہ خیال ہوا ہے کہ حسن خلق سے یہ صفات بالکل نیست ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ بات مقصود نہیں کیونکہ شہوت تو ایک فائدہ کے لیے پیدا ہوئی ہے خلقت انسانی میں اسکا ہونا بھی ضرور ہے اگر بالفرض شہوت کھانے کی نہ رہے تو آدمی ہلاک ہو جاوے یا شہوت جماع نہ رہے تو نسل منقطع ہو اسی طرح غضب اگر بالکل نابود ہو جاوے تو مہلک چیزوں کو آدمی دفع نہ کر سکے اور تباہ ہو جاوے اور اگر اصل شہوت باقی ہے تو حب مال جو شہوت تک پہونچاتی ہے وہ بھی باقی رہیگی اور بخل کی ترغیب دیگی اور اس اصل کا بالکل نیست و نابود کرنا غرض نہیں بلکہ یہ منظور ہے کہ افراط و تفریط کو چھوڑ کر معتدل درجہ پر آجاوے علی ہذا القیاس غضب میں یہ مقصود ہے کہ تہور اور نامردی سے علیحدہ ہو کر حسن حمیت کا پابند ہو اور اسکو عقل کا منقاد کر دے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا اشداء علی الکفار رحماء بینہم[1] صحابہ کے وصف شدت کے ساتھ کی جو غضب سے صادر ہوتی ہے اگر غضب بالکلیہ جاتا رہے تو جہاد بھی منقطع ہو جاوے اور غضب اور شہوت کے بالکل منقطع ہو جانے کا کیسے کوئی دعوی کر سکتا ہے انبیا علیہم السلام تو اس سے علیحدہ ہوئے ہی نہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے انما انا بشر اغضب کما یغضب البشر[2] اور جب کبھی کوئی بات آپ کے سامنے خلاف مرضی بیان ہوتی تو ایسے غصہ ہوتے کہ رخسار مبارک سرخ پڑ جاتے مگر جب بھی حق بات ہی فرماتے یعنی آپ کا غصہ کبھی آپ کو احاطہ حق سے باہر نہیں جانے دیتا تھا اور خدا تعالی فرماتا ہے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس[3] اسمیں صفت ایسے لوگوں کی ہے جو غصہ ہوتے ہیں مگر اسکو دبا لیتے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ جنمیں غصہ بالکل نہیں اس بیان سے معلوم ہوا کہ غضب اور شہوت کا حد اعتدال پر آنا اسطرح پر کہ کوئی ان میں سے عقل پر غالب نہو بلکہ عقل ہی کے قابو میں رہیں ممکن ہے اور تبدیل خلق سے بھی یہی غرض ہے اسلیے کہ بعض اوقات آدمی پر شہوت ایسا زور کرتی ہے کہ پھر عقل سے کچھ بن نہیں پڑتی مگر ریاضت سے اسکا حد اعتدال پر آنا ممکن ہے امتحان اور تجربہ سے یہ بات ایسی ظاہر ہو جاتی ہے کہ اسمیں کسی طرح کا شک نہیں رہتا اور اس بات کی دلیل کہ اخلاق میں غرض افراط و تفریط نہیں بلکہ درجہ اوسط مطلوب ہے یہ ہے کہ خدا تعالی درجہ اوسط اخلاق ہی کی تعریف فرماتا ہے چنانچہ فرمایا والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما[4] اسمیں اشارہ سخاوت کی طرف ہے جو اسراف و کمی کے درمیان ہے اور فرمایا لا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط[5] اور اسیطرح شہوت طعام میں اعتدال مطلوب ہے حرص اور تنگی طبع ناپسند ہے جیسا کہ فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین[6] اور غضب کے باب میں فرمایا اشداء علی الکفار رحماء بینہم اور حدیث شریف میں ہے کہ خیر الامور اوسطہا اور وسطہا

ف ۱ زور آوروں کا توڑنے والا اور آپس میں نرم دل ۱۲

ف ۲ میں آدمی ہی ہوں غصہ کرتا ہوں جیسے آدمی غصہ ہوتا ہے ۱۲ مسلم بروایت انس رضی اللہ عنہ بروایت ابو ہریرہ یہ الفاظ ہیں انما انا بشر یغضب کما یغضب البشر ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ ۱۲

ف ۳ اور پی جانے والے غصہ کے اور معاف کرنے والے لوگوں سے

ف ۴ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ بیجا اڑاویں اور نہ تنگی کریں اور ہے اسکے بیچ سیدھی گذران ۱۲

ف ۵ اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اسکو بالکل کھول دینا ۱۲

ف ۶ کھاؤ اور پیو اور بیجا مت اڑاؤ اسکو نہیں بھاتے بیجا اڑانے والے ۱۲

درجے کے مقصود ہوتے ہیں ایک یہ ہی وہ یہ ہے کہ سعادت انسانی یہ نہیں ہے کہ اسکا قلب عوارض دنیاوی سے سالم ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اور بخل اور اسراف دونوں عوارض دنیاوی سے ہیں تو دل کو ان دونوں سے بچا رہنا چاہیے نہ تو مال کی طرف متوجہ ہو اور نہ اسکے خرچ کرنے کا حریص ہو اسلیے کہ جسکو خرچ کرنے کی حرص ہو گی اسکا دل اسمیں لگا رہیگا اور جو بخل دوست ہوگا وہ امساک میں اپنا دل مصروف رکھیگا تو کمال قلب اسمیں ہوا کہ یہ دونوں وصف اسمیں نہوں اور جبکہ ارتفاع نقیضین دنیا میں ہو نہیں سکتا تو ایسی بات کی طرف رجوع کرنی پڑی جو دونوں وصفوں سے زیادہ کے مشابہ اور انسے علیحدہ ہو وہ درجہ اوسط ان دونوں کا ہے گویا درجہ اوسط میں دونوں وصف نہیں مثلاً پانی گرم کی اگر حرارت نکالا دے اور ٹھنڈا بھی ہونے نہ پاوے تو اسکو نہ ٹھنڈا ہی کہتے ہیں نہ گرم یہی حال سخاوت کا ہے درمیان اسراف اور کم خرچی اور شجاعت کا درمیان تہور و نامردی کے اور عفت کا درمیان حرص و بستگی اور اور تمام اخلاق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ دونوں طرفین مذموم ہیں اور جو درمیانہ وسط مقصود ہے اور وہ ممکن ہے اب ان ہر دو امر کی ہر شخص کو چاہیے کہ مرید کو کبھی فرما دے کہ غصہ بالکل نہ کر اور مال ذرا بھی مت رکھا کرے شیخ غضب اور امساک کی برائی ہی اسکے سامنے بیان کرتا رہے تاکہ جب اس شخص کے کہ مبالغہ کر کیا اوپر ناپ راضی نہ ہو وہ دونوں چیزیں اسمیں اوسط درجہ پر ہو جاوینگی ورنہ اگر اسکو ذرا بھی ان دونوں چیزوں کا اشارہ ملیگا تو اسکو بخل اور غضب کا ایک حیلہ ہو جاویگا جسقدر ان دونوں کا مرتکب ہو گا یہی سمجھیگا کہ اتنے کی مجھے اجازت ہو گئی ہے اسلیے اس سے یہی فرما دے کہ ان دونوں کا استعمال کر گو یہ بھی اس سے کہنے کا نہیں
احمقوں کو اس سے دھوکا ہو جاتا ہے وہ یہی تصور کرتے ہیں کہ ہمارا غضب اور بخل جائز طور پر ہیں

چوتھا بیان اس سبب کا جس سے حسن خلق حاصل ہو

یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ حسن خلق سے قوت اعتدال عقل اور کمال حکمت اور اعتدال قوت غضب و شہوت اور انکا منقاد ہونا شرع اور عقل کو مقصود ہی سو یہ بات دو وجہ سے حاصل ہوتی ہے وجہ اول داد الٰہی ہے کہ آدمی ابتدا پیدائش سے کامل العقل خوش خلق پیدا ہو وے اور شہوت و غضب کو اسپر غلبہ نہو بلکہ یہ دونوں عقل و شرع کے منقاد رہیں تو ایسا شخص بے تعلیم عالم ہو جاتا ہے اور بے تادیب مؤدب جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حبیب رب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہم اجمعین اور اور انبیا علیہم السلام اور یہ بات کچھ بعید نہیں کہ آدمی کی پیدائش اور فطرت میں وہ بات ہو جو اکتساب سے حاصل ہوتی ہے اکثر لڑکے شروع ہی سے سچے اور سخی اور جری اور حیادار پیدا ہوتے ہیں اور بعضے انکے خلاف ہوتے ہیں مگر یہ امر انکو اور لوگوں میں ملے جلے رہنے سے حاصل ہوتا ہے جو ان اوصاف سے متصف ہوتے ہیں اور کبھی سیکھنے سے آتا ہے دوسری وجہ ان اخلاق کو مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کرنا یعنی نفس سے ایسے کام لینے جنسے کہ خلق مطلوب حاصل ہو جاوے مثلاً جو شخص خلق سخاوت حاصل کیا چاہے اسکا طریقہ یہ ہے کہ بہ تکلف اہل سخاوت کا فعل یعنی بذل مال اختیار کرے اور ہمیشہ اپنے نفس پر زور دے کر یہ کام لیتا رہے یہانتک کہ یہ امر اسکی عادت ہو جاوے اور طبیعت میں جم جاوے تو اس بات سے سخی ہو جاویگا اسی طرح جو شخص خلق تواضع کو حاصل کیا چاہے اور اسپر کبر غالب ہو تو اسکو چاہیے کہ اول مدت مدید تک اہل تواضع کے افعال پر بہ تکلف و مجاہدہ مواظبت کرے یہانتک کہ وہ افعال اسپر آسان ہو جاویں اور خلق و طبیعت بن جاویں اور جتنے اخلاق شرعاً عمدہ ہیں سب اسیطرح حاصل ہو سکتے ہیں اور اسکی انتہا یہ ہے کہ اس کام میں آدمی کو لذت معلوم ہونے لگے مثلاً سخی اسی کو کہینگے کہ جو مال خرچ کرے اور اسمیں اسکو لذت ملے اور اگر خرچ کرتا ہے کہ برا معلوم ہوتا ہے تو سخی نہوگا اسیطرح متواضع وہ آدمی ہوگا جسکو تواضع میں مزہ ملے اور اخلاق دینی نفس میں جب تک [illegible] نفس سب بری عادتوں کو چھوڑ کر اچھی عادتوں کا معتاد نہو جاوے اور افعال خسیسہ پر مشتاقوں کی طرح مواظبت نکرے اور ان سے لذت حاصل نکرے اور افعال قبیحہ کو برا جانکر انسے ایذا نہ پاوے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جعلت قرة عینی فی الصلوٰة اور جب تک عبادات کا بجا لانا اور ممنوعات کو چھوڑنا برا معلوم ہوگا اور نفس پر شاق گذریگا تب تک نقصان باقی رہیگا اور کمال سعادت کو نہ پہنچیگا ہاں ان باتوں پر مواظبت [illegible]

نہ کرنے کے بہتر ہو گی گو طبع در بعیت کے ساتھ کرنے کی نسبت بہتر نہیں اسی بنا پر اللہ تعالی نے فرمایا وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اعبد اللہ فی الرضا فان لم تستطع ففی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر پھر سعادت موعودہ کے حاصل ہونے کے لیے یہ امر کافی نہیں کہ
کبھی تو طاعت میں مزہ ملے اور معاصی بری معلوم ہوں اور بعض اوقات نہو بلکہ تمام عمر یہی بات رہنی چاہیے اور جسقدر عمر زیادہ ہو گی یہ فضیلت زیادہ
مستقل ہو گی اور اسی سبب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے سوال کیا کہ سعادت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ طول العمر فی طاعۃ اللہ تعالے
اور اسی جہت سے انبیا اور اولیا موت کو برا سمجھتے تھے کیونکہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دار العمل ہے پس جسقدر طول عمر سے عبادات زیادہ ہونگی اسی قدر
ثواب زیادہ ہو گا اور نفس طاہر اور اطہر ہو گا اور اخلاق اقوی اور راسخ تر ہونگے علاوہ اور مقصود عبادات سے یہ ہے کہ انکا اثر قلب پر باقی رہے
اور تاثیر قلب پر جب ہی ہوتی ہے جب عبادات پر مواظبت اور مداومت کثرت سے ہو اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان اخلاق سے غرض یہ ہے
کہ نفس میں سے دنیا کی محبت جاتی رہے اور خدا تعالی کی محبت اسمیں جم جاوے یہانتک کہ کوئی چیز اسکے نزدیک دیدار الہی سے محبوب تر نہ ہو
اپنا مال بھی ایسی ہی باتوں میں خرچ کرے جس سے یہ مطلب حاصل ہو اور غضب و شہوت کو بھی ایسی ہی طرح کام میں لاوے کہ جس سے خدا
ملے اور ظاہر ہے کہ یہ اسی صورت میں ہو گا کہ شرع اور عقل کے مطابق ہو پھر اسطرح کے کاموں سے خوش ہو اور مزہ پاوے اور اگر کسی نماز
میں راحت اور خنکی چشم حاصل ہو یا عبادات اچھی معلوم ہونے لگیں تو کچھ بعید نہیں عادت کے باعث نفس میں اس سے بھی زیادہ عجیب باتیں
ہو جاتی ہیں دیکھو جواری مفلس جوے میں کیسا خوش ہوتا ہے اور مزہ پاتا ہے حالانکہ جس حال میں وہ ہے اگر دوسروں کو وہ نوبت ہو تو بے قراری
زندگی ناگوار ہو جاوے اسکے سوا قمار کے باعث مال سب جاتا رہتا ہے گھر خراب ہوتا ہے پھر بھی محبت اور جی کا قمار کا لگا رہتا ہے یہ اسی باعث
ہے کہ کھیلتے کھیلتے اس سے انسیت ہو گئی ہے اسی طرح کبوتر باز دن بھر دھوپ میں کھڑا رہتا ہے دھوپ کی گرمی نہیں مانتا اس لیے کہ کبوتروں کا
اڑنا اور انکی حرکات اور بازیاں بھی معلوم ہوتی ہیں چور اچکوں پر کیسے کیسے کوڑے پڑتے ہیں اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے مگر وہ لوگ اسکو اپنا فخر
سمجھتے ہیں اور سختی کی برداشت سے خوش ہوتے ہیں یہانتک کہ بالفرض اگر انکے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو تب بھی نہ مال کا نشان دینگے
نہ اپنے ساتھیوں کا نام لینگے پس ایسی سختیوں کا سہنا اور سیاستوں کو خیال میں نہ لانا اسی جہت سے ہے کہ اپنے کام کو کمال اور شجاعت اور
بہادری اعتقاد کر لیا ہے اور باوجودیکہ اسمیں لتے ہوتے ہیں تاہم انکی راحت اسی میں ہے سب سے زیادہ بدتر حال مخنث کا ہے کہ اپنے آپ کو عورتوں
کی صورت بناتا ہے مگر وہ بھی اس حال میں خوش ہی رہتا ہے بلکہ اپنے کمال کا فخر کرتا ہے اور مخنثوں میں بیٹھکر شیخی بگھارتا ہے اسی طرح کنجر اور حلال خور
اپنے پیشہ میں فخر و مباہات کرتے ہیں جیسا علما اور سلاطین میں ہوتا ہے تو یہ سب امور عادت سے متعلق ہیں کہ جب ایک بات پر مدت مدید مواظبت ہوتی
ہے اور مجبوبین میں وہی مشاہدہ ہوتی ہے تو اپنے نفس کو اچھی لگتی ہے پس جب عادت کے سبب امر باطل سے لذت ہوتی ہو اور نفس اسکی طرف راغب
ہوتا ہو تو امر حق پر اگر مواظبت مدت مدید رہیگی اس سے کیوں نہیں لذت حاصل ہو گی بلکہ رغبت نفس امور بد کی طرف مقتضائے طبع سے خارج ہے
اور ایسی ہے جیسے کسی کو مٹی کھانے کی رغبت ہو جاوے جیسا کہ بعض لوگوں کو کھاتے کھاتے عادت ہو جاتی ہے لیکن حکمت کی طرف راغب ہونا اور
محبت اور معرفت و عبادت الہی کا میل کرنا حسب مقتضائے طبیعت قلبی ہے اور ایسا ہے جیسا کھانے پینے کی رغبت کرنی اس لیے کہ قلب ایک امر ربانی
ہے مقتضائے شہوت کی طرف اسکا میل کرنا امر عارضی ہے اور اسکی ذات سے بعید بلکہ اسکی غذا حکمت اور معرفت اور محبت الہی ہے مگر کسی بیماری
لاحقہ سے اپنے مقتضائے طبعی سے منحرف ہو گیا ہے جسطرح معدہ میں کچھ خلل ہو تو کھانے کو اور پینے کو دل نہیں چاہتا حالانکہ کھانے پینے ہی سے زندگی
ہوتی ہے پس جسقدر کوئی دل غیر اللہ کی محبت کی طرف مائل ہو گا اسیقدر اسمیں مرض ہو گا مگر اس صورت میں کہ اس شے کی محبت صرف اس
غرض سے ہو کہ اس سے محبت اور دین الہی میں مدد ملیگی اس صورت میں البتہ یہ محبت غیر اللہ مرض میں شمار نہ ہو گی اس بیان سے اب قطعاً
معلوم ہو گیا کہ ان اخلاق حسنہ کا اکتساب ریاضت سے ہو سکتا ہے یعنے اولاً بتکلف انکے مرتکب ہونے سے آخر کو امور طبعی اور خلقی ہو جاتے ہیں اور

۱ـــــ اور البتہ وہ بھاری ہو گی مگر عاجزوں پر جنکے دل گھبرا رہے ہیں ۱۲ ـ عبادت اللہ کی بجا لا خوشی کی حالت میں اور اگر نہو سکے تو صبر کر جو بری معلوم ہوتی ہے اسپر صبر کرنا ۱۲ ـ بہت بہتر ہے ۱۲ ـ حدیث ہے ۱۲ ـ کی طاعت میں ۱۲ ـ ابو منصور دیلمی بروایت ابن عمر دنیا ضعیف ۱۲ ـ آخرت کی کھیتی ہے ۱۲

یہ ایک عجیب طرح کا علاقہ قلب اور اعضا مین ہی کہ جو صفت قلب مین ظہور کرتی ہی اسکا اثر اعضا پر پہونچتا ہی کہ اسی کے موافق حرکت کرنے لگتے ہین اور جو فعل اعضا سے کیا جاتا ہی اس سے بھی کبھی اثر دل پر بطریق دور ہو جاتا ہی اسکو مثال سے سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی شخص چاہے کہ خوش خطی مین ماہر ہو جاوے تو اسکا طریق یہی ہی کہ جیسے کاتب اپنے ہاتھ سے مشق کرتے ہین ویسے ہی یہ بھی مدت مدید تک مشق کیے جاوے یہانتک کہ صفت کتابت اسکے نفس مین جم جاوے اور حروف خوشخط آمد کے طور پر ہاتھ سے نکلنے لگین جیسے پہلے آورد سے نکلتے تھے اسیطرح اگر کوئی فقیہ بنا چاہے تو افعال فقہا کی مواظبت کرے یعنی فقہ کے مسائل مکرر سہ کرر زبان سے ادا کرے یہانتک کہ دل پر اثر اس فقہ کا پہونچے اسوقت فقیہ النفس ہو جاویگا اسی طرح جو سخی بارسا حلیم متواضع ہو نا چاہے اسکو چاہیے کہ ابتداءً ان لوگون کے افعال بتکلف ادا کرے تاکہ رفتہ رفتہ یہ امور طبیعت مین جگہ پکڑلین اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہین اور جسطرح یہ کہ طالب فقہ ایک بار وز تعطیل کرنے سے اپنے مطلب سے محروم نہین رہتا اور صرف ایک بار وز کی محنت سے فقیہ نہین ہو جاتا اسی طرح جو شخص تزکیہ اور تکمیل اور تحسین قلب کی اعمال حسنہ سے چاہتا ہو وہ نہ ایک دن کی عبادت مین یہ رتبہ پا سکتا ہی اور نہ ایک دن کی نافرمانی سے اس رتبہ سے محروم ہو سکتا ہی اور یہ جو قول ہمارے بزرگون کا ہی کہ ایک کبیرہ موجب ہمیشہ کی بدبختی کا نہین ہوتا اسکے یہی معنی ہین ہان ایک بار وز کو بیکار چھوڑنا دوسرے روز کی بیکاری کا باعث ہوتا ہی پھر اسی طرح ہوتے ہوتے آخر کو نفس کسل کا عادی ہوکر سرے سے تحصیل ہی چھوڑ دیتا ہی اور فضیلت فقہ سے محروم رہتا ہی اسی طرح ایک گناہ صغیرہ کا ارتکاب دوسرے کا باعث ہوتا ہی اور بتدریج اصل سعادت سے باز رکھتا ہی اور خاتمہ کے وقت اصل ایمان کو غارت کرتا ہی نعوذ باللہ منہ اور جسطرح ایک رات کی محنت سے فقہ کے آثار نمودار نہین ہوتے بلکہ بتدریج مثل نشوونما بدن اور قد کے ظاہر ہوتے ہین اسی طرح ایک طاعت کے کرنے سے اثر تزکیہ نفس کا اسوقت محسوس نہین ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ مدت کے بعد معلوم ہوتا ہی تاہم تھوڑی طاعت کو حقیر نہ جاننا چاہیے اسلیے کہ تھوڑی ہی تھوڑی ہوکر بہت ہو جاتی ہی اور مجموعہ کا اثر کچھ کچھ حصہ رسد ایک ایک کے بھی مقابل ہوتا ہی گو محسوس نہین ہوتا علاوہ بریں اگر تاثیر مخفی ہی تو ہوا کرے ثواب تو نہین کہین گیا وہ عوض تاثیر کے موجود ہی اسیطرح معصیت کو قیاس کرنا چاہیے اور بہت سے فقیہ ایسے ہوتے ہین کہ ایک روز کی تعطیل کو ہیچ سمجھتے ہین اور پھر رفتہ رفتہ بیاپے تعطیل کرکے نفس کو ایک ایک روز کی توقع دیتے رہتے ہین یہانتک کہ طبیعت قبول فقہ سے خارج ہو جاتی ہی اسی طرح لوگ صغیرہ گناہون کو حقیر جانتے ہین اور نفس کو توبہ کا وعدہ آج کل پر ٹالتے رہتے ہین یہانتک کہ دفعۃً موت مین گرفتار ہو جاتے ہین اور سیاہی گناہون کی دل پر دھوان دھار ہو جاتی ہی اور توبہ مشکل پڑ جاتی ہی اسلیے کہ تھوڑے تھوڑے گناہ ہوتے ہوتے بہت ہوگئے اور قلب ان پھندون مین ایسا پھنسا کہ رہائی غیر ممکن ہوگئی اور دروازے توبہ کے بند ہونے سے یہی مراد ہی اور اس آیت سے بھی یہی غرض ہی کہ وجعلنا من بین ایدیہم سدا و من خلفہم سدا فاغشیناہم فہم لا یبصرون اور اسی جہت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ قلب مین اول ایمان ایک سفید نقطہ کے برابر ہوتا ہی جتنا ایمان زیادہ ہوتا جاتا ہی اسی قدر یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہی جب بندہ کا ایمان کامل ہو جاتا ہی تو تمام دل نورانی ہو جاتا ہی اور نفاق اول ایک نقطہ سیاہ کے برابر دل مین ظاہر ہوتا ہی پھر جتنا بڑھتا جاتا ہی اتنا سیاہی دوڑتی ہی جب نفاق کامل ہوتا ہی تو دل ہی تمام سیاہ ہو جاتا ہی اس بیان سے واضح ہوا کہ اخلاق حسنہ کبھی تو طبیعت اور اصل پیدایش سے ہوتے ہین اور کبھی عمدہ افعال کے عادی ہونے سے اور کبھی صلحا اور ارباب خیر کے افعال دیکھنے سے کیونکہ ایک طبیعت دوسرے سے شر اور خیر دونون چراتی ہی پس اگر کوئی شخص ایسا ہو جسمین تینون جہات جمع ہو گئے ہون یعنی طبعاً اور عادۃً اور تعلم سے فضیلت کو پہونچا ہو تو ایسا شخص نہایت درجہ فضیلت پر ہی اور جو شخص کہ طبیعت کا اچھا نہوا اور اسباب شر کے مہیا ہونے سے اسی کا عادی ہوگیا ہو اور صحبت والے بھی بد ہون تو وہ نہایت درجہ پر خدا تعالیٰ سے بعید ہی اور جسمین ان جہات کا کچھ اختلاف ہی وہ ان دونون مرتبون کے درمیان ہی اور اسکا قرب و بعد بموجب اسکی صفت اور حال کے ہی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ و ما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون

پانچوان بیان تہذیب اخلاق کے طریق مفصل کا

[illegible] ... وہ دیکھ لیگا اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لیگا ۱۲ [illegible] اور اللہ نے ظلم نہ کیا ان پر لیکن اپنا برا کرتے تھے ۱۲

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ مزاج بدن میں اخلاق کا معتدل رہنا صحت نفس کہلاتا ہے اور انکا اعتدال پر نہ رہنا سقم اور مرض نفس ہے جیسے کہ اعتدال اخلاط صحت بدن ہے اور انکا میل کرنا اعتدال سے مرض بدن اب جاننا چاہیے کہ نفس کا علاج اس طور کہ اس میں سے رذیل اور ردی اخلاق دور رکھے جاویں اور فضائل اور افعال حسنہ کا مورد بنایا جاوے مشابہ بدن کے علاج کے ہے کہ اس میں سے امراض کو دور کر کے اسکی صحت و تندرستی میں کوشش کیجاوے پس جسطرح پر کہ اکثر اصل مزاج اعتدال ہی پر ہوتا ہے اور غذا اور خواہش و دیگر عوارض کی جہت سے معدہ میں خلل ہو جاتا ہے اسی طرح پر فطرت بھی صحیح و معتدل ہی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ وانما ابواہ یہودانہ وینصرانہ ویمجسانہ یعنی آدمی عادت خواہ تعلم سے اکتساب رذائل کرتا ہے اور جیسے کہ بدن ابتدا میں کامل نہیں پیدا ہوتا بلکہ نشو و تربیت اور غذا سے کامل ہوتا ہے اسی طرح نفس بھی ناقص پیدا ہوتا ہے مگر لیاقت کمال کی اس میں رہتی ہے تزکیہ اور تہذیب اخلاق اور غذا علم سے کامل ہو جاتا ہے اور جسطرح کہ بدن اگر صحیح ہو تو طبیب حفظ صحت کی تدبیر کرتا ہے اور اگر بیمار ہو تو حصول صحت کی فکر میں رہتا ہے اسی طرح اگر آدمی کا نفس پاک و صاف و مہذب ہو تو چاہیے کہ اس باب میں کوشش کرے کہ ویسا ہی بنا رہے بلکہ ان امور کو اس میں قوت اور زور ہو جاوے اور اگر اس میں کچھ کمال نہو تو اس کمال کے حاصل کرنے میں سعی کرے اور جیسا کہ اس علت کا علاج جس سے کہ اعتدال بدن میں خلل ہوا ہے اسکی ضد سے ہوتا ہے مثلاً اگر حرارت سے ہے تو برودات سے تدبیر کیجاتی ہے اور اسکا عکس اسی طرح رذائل یعنی امراض قلبی کا علاج بھی انکی ضدوں سے ہوتا ہے مثلاً جہل کا علاج تعلم سے اور بخل کا علاج سخی بننے سے اور کبر کا تواضع سے اور حرص کا علاج بزور خواہش نفسانی کے روکنے سے ہوتا ہے اور جیسے مرض بدن میں تلخی دوا کی برداشت کرنی پڑتی ہے اور دل چاہتی چیزوں سے صبر کرنا ہوتا ہے اسی طرح علاج قلب میں تلخی مجاہدہ کا برداشت کرنا اور علاج پر صبر کرنا ہوتا ہے بلکہ اس میں بطریق اولی چاہیے اسواسطے کہ مرض بدنی سے تو مرنے پر نجات ہو جاتی ہے اور مرض قلبی معاذ اللہ ایسا مرض ہے کہ بعد موت بھی ابد الآباد تک رہتا ہے اور جسطرح کہ ہر ایک حرارت کے لیے ہر دوا سرد کافی نہیں بلکہ برعایت شدت اور ضعف اور دوام اور اتفاق اور کثرت اور قلت کے مختلف طور پر دیجاتی ہے اور خوراک کے لیے بھی وزن معین ہوتا ہے کیونکہ مراعات وزن کے نہونے سے فساد زیادہ ہوتا ہے اور وزن کی مقدار دوا کے درجہ کے موافق اور احوال بدن کے مناسب اور مریض کے سن و سال و موسم کے مطابق اور مرض کی شدت و ضعف کے بموجب ہوا کرتی ہے کہ جب طبیب حرارت یا برودت کی قوت و ضعف معلوم کر لیتا ہے تو انھیں باتوں کے لحاظ سے نسخہ تجویز کرتا ہے اسی طرح مرشد و استاد جو مریدوں کے نفوس کے معالج ہیں انکو چاہیے کہ مریدوں پر ایکبارگی ریاضت اور تکلیف صرف ایک فن مخصوص یا طریق معین کی نہ ڈالیں جب تک کہ انکے اخلاق و امراض سے بخوبی واقف نہوں اور جیسے کہ طبیب اگر سب مرضوں کا علاج ایک ہی دوا سے کرے تو اکثر مر جاینگے ایسے ہی مرشد اگر سب مریدوں کو ایک ہی لکڑی ہانکیگا وہ بھی ہلاک ہونگے بلکہ یوں چاہیے کہ مرید کا مرض اور اسکا حال اور سن و سال اور مزاج غور سے دیکھے اور معلوم کرے کہ کس قسم کی ریاضت اس سے ہو سکتی ہے اسی قسم کی مشقت اس سے لیوے مثلاً اگر مرید مبتدی جاہل ہو اور احکام شرع نہ جانتا ہو تو اول اسکو طہارت اور نماز اور عبادات ظاہری سکھلاوے اور اگر مال حرام اور معصیت میں مشغول ہو تو اسکو ان چیزوں کے ترک کا حکم کرے جب ظاہر اسکا زیور عبادات ظاہری سے آراستہ ہو جاوے اور اعضا بھی علانیہ معاصی سے پاک ہو جاویں تو قرائن احوال سے اسکے باطن کی طرف متوجہ ہو کر اسکے اخلاق و امراض قلبی کو دیکھے پس اگر اسکے پاس قدر ضرورت سے مال زیادہ جانے اس سے لیکر خیرات کر ڈالے کہ اسکی طرف سے فارغ البال ہو جاوے اور اسطرف ملتفت نہو اور اگر رعونت اور کبر اسپر غالب پاوے تو اسکو بازار میں گداگری کے لیے بھیجے کیونکہ عزت ریاست کی اور شیخی نفس کی بے ذلت نہیں جاتی اور سوال سے زیادہ کوئی ذلت نہیں پس اسکو اسی کی مواظبت کا حکم کرے جب تک اسکا کبر جاتا رہے کہ کبر اور رعونت امراض قلبی میں سے مہلک ہیں اور اگر بدن کی صفائی اور لطافت لباس کو غالب دیکھے اور اسکا دل بھی ان باتوں کی طرف متوجہ پاوے تو اس سے تبدار خانہ کا کام لے اور خس و خاشاک کی جگہ میں جھاڑو دلواوے اور مدام باورچی خانہ اور دھوئیں کی جگہوں میں

بیٹھنے کی اجازت دے یہانتک کہ صفائی کی رعونت مزاج سے نکل جاوے کیونکہ جو لوگ کپڑوں میں بناؤ سنگار کرتے ہیں اور رنگارنگ کے منقش تلاش کرتے ہیں اُن میں اور دُلھن میں کیا فرق ہے وہ بھی دن بھر اپنے آپ کو بنایا سنوارا کرتی ہے اور آدمی خواہ اپنے تن کی پرستش کرے خواہ کسی بُت کی عبادت کرے اسمیں بھی کچھ فرق نہیں کیونکہ جب غیر خدا کی عبادت ہوتی ہے تو خدا تعالی سے حجاب ہو جاتا ہے اسمیں اپنا نفس اور بُت برابر ہیں پس جو کوئی اپنے کپڑے کی طرف مائل ہو اور بحیثیت حلال اور طاہر ہونے کے اور طور پر اُسکی طرف دل لگاوے تو وہ اپنے نفس کا پابند ہے اور ایک عجیب طرح کی ریاضت یہ ہے کہ جب مُرید رعونت یا کسی دوسری صفت کے ترک پر اصلا راضی نہو اور اُسکی ضد کو دفعۃً گوارا نہ کرے تو مُرشد کو چاہیے کہ اُسکو ایک عادت بد سے دوسری عادت بد میں جو اُس سے ہلکی ہو لگا دے مثلاً اگر کپڑے پر خون لگا ہے اور پانی سے اُسکا دھبا نہیں جاتا تو اول کپڑے کو پیشاب سے دھوتے ہیں بعد اُسکے پانی سے دھوتے ہیں یا لڑکے کو مکتب میں اول ترغیب گیند بلا وغیرہ کی دیجاوے پھر کھیل سے عمدہ کپڑوں کی ترغیب دیجاوے اُسکے بعد ریاست اور جاہ کی ترغیب دیجاوے پھر ان سب کے بعد جاہ و ریاست آخرت کی طرف برانگیختہ کیا جاوے اسیطرح جس کسی کا نفس دفعۃً جاہ کے چھوڑنے پر راضی نہو تو چاہیے کہ اُسکو کسی ہلکے جاہ میں مصروف کیا جاوے اسی طرح تدریج اُس صفت کو اُس سے دور کرنا چاہیے اور جب اُسپر حرص کھانے کی غالب ہو تو ہمیشہ روزہ رکھواوے اور کھانا کم کھلاوے اور یہ حکم کرے کہ مزہ دار کھانے پکا کر دوسروں کو کھلاوے آپ اُن میں سے نہ کھاوے یہانتک کہ اُسکے نفس کو صبر کی عادت ہو اور کھانے کی حرص دور ہو اور جب اُسکو جوان شائق نکاح جانے مگر نان نفقہ سے عاجز ہو تو اُسکو روزہ رکھنے کا حکم کرے اور اگر اُس سے خواہش کم نہو تو یوں کہے کہ رات کو پانی سے افطار کیا کرو روٹی نہ کھاؤ اور دوسرے دن شام کو روٹی کھاؤ پانی نہ پیو اور گوشت و سالن کی ممانعت قطعی کر دے تاکہ اُسکا نفس ذلیل ہو اور خواہش کم ہو جاوے کیونکہ شروع میں بھوک سے بڑھکر کوئی اچھا علاج نہیں اور اگر غصے کو اُسپر غالب دیکھے تو حلم اور سکوت کے لیے حکم کرے اور ایک بد مزاج کے ساتھ اُسکو کر کے کہدے کہ اُسکی اطاعت کیا کر یہانتک کہ اُسکا نفس برداشت کرنے پر عادی ہو جاوے چنانچہ بعض بزرگوں کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے نفس کو حلم کی عادت ڈالنے اور شدت غضب کو دور کرنے کے لیے ایسے آدمیوں کی مزدوری کیا کرتے تھے جو برملا گالیاں دیں پس اپنے نفس سے بزور صبر کراتے تھے اور غصہ پیتے تھے یہانتک کہ حلم اُنکی عادت ہو گئی اور اِس باب میں ضرب المثل ہو گئے اور بعضے بزرگ اپنے آپ میں نامردی اور ضعف قلب پاتے تھے تو تحصیل شجاعت کے لیے جاڑوں کے موسم میں جب سمندر میں خوب موجیں اٹھتی ہوتیں سوار ہوتے اور رہبند و عابد کسل عبادت کا علاج یوں کرتے ہیں کہ تمام تمام رات ایک ہی ہیئت پر کھڑے رہتے ہیں اور بعض بزرگ ابتداء مریدی میں قیام سے کسل کرتے تھے تو اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ تمام رات سر کے بل کھڑا رہونگا تاکہ پاؤں پر کھڑا ہونے کو بخوشی مان لے اور بعضوں نے دوستی مال کا یوں علاج کیا کہ سارا مال بیچکر اُسکا دام دریا میں پھینک دیا اِس جہت سے کہ لُٹانے میں شُبہہ سخاوت یا ریا کا بھی تھا اِن مثالوں سے علاج قلوب کا طور معلوم ہوتا ہے مگر ہماری غرض یہ نہیں کہ ہر ہر مرض کے لیے جُدا جُدا دوا لکھیں اُسکا بیان آگے آویگا یہاں یہی غرض ہے کہ طریق عام اس باب میں نفس کی خواہش کے خلاف پر چلنا ہے اور اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اس بات کو ایک ہی کلمہ میں ارشاد فرمایا ہے یعنے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور اصل مہم مجاہدہ میں پورا کرنا عزم کا ہے پس جب آدمی ترک شہوت کا عزم کرے اور اُسکے لوازم پیش آجاویں تو یہ جانے کہ یہ خدا تعالی کی طرف سے امتحان ہے اُسوقت چاہیے کہ صبر کرے اور اپنے وعدہ پر جا رہے اسلیے کہ اگر عہد شکنی کریگا تو نفس کو ویسی ہی عادت ہو جاویگی اور تباہ ہو جاویگا بلکہ اگر عہد شکنی کرے تو اپنے اوپر ایک سزا مقرر کرے جیسا کہ ہمنے باب محاسبہ اور مراقبہ میں نفس کی تعزیر میں بیان کیا ہے اور اگر اُسکو سزا سے نہیں ڈراویگا تو نفس اُسپر غالب آجاویگا اسصورت میں شہوت بموجب مرتکب ہو بیٹھیگا جسکے سبب سے ریاضت برباد ہو جاویگی

سے اور روکا جی کو چاہے تو افیم ماش ہو کھانا ۱۲

چھٹا بیان قلوب کی بیماریوں کی علامتوں کا اور اُسکے تندرست ہو جانے کی علامتوں کا

واضح ہو کہ ہر ایک عضو اعضاء بدن سے ایک فعل خاص کے لیے پیدا ہوا ہے اگر اُس سے وہ فعل صادر نہوگا یا کچھ اضطراب کے طور پر صادر ہوگا تو وہ عضو

صحیح نہ کہلاویگا بیمار ہوگا مثلاً ہاتھ کا مرض یہ ہی کہ اس سے گرفت نہ ہو سکے اور آنکھ کا مرض یہ ہی کہ دیکھ نہ سکے یا دیکھنا مشکل ہو اسی طرح مرض قلب وہ ہوگا جس سے قلب اپنا فعل خاص نہ کر سکے اور اسکا فعل خاص علم اور حکمت اور معرفت اور محبت اور عبادت الٰہی ہی اور اسکے ذکر سے لذت پانا اور سوا اسکے ہر چیز کی خواہش پر اسی لذت کو ترجیح دینی اور تمام اعضا اور آرزوون سے اسی کے لیے مدد چاہنی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اس سے معلوم ہوا کہ قلب انسانی کا فعل خاص عبادت و معرفت الٰہی ہی اور خاصیت نفس انسانی وہ ہی ہونی بھی چاہیے کہ جس سے بہائم سے علیحدہ ہو جاوے کیونکہ قوت کھانے اور پینے اور جماع اور دیکھنے مین تو انسان انسے متمیز نہین بلکہ اس امر سے متمیز ہی کہ چیزون کو انکی اصل حقیقت پر جانتا ہی اور از انجملہ موجد اور مخترع تمام اشیا کا اللہ جل شانہ ہی پس اگر کوئی تمام اشیا کو جانے اور انکے صانع کو نہ پہچانے تو گویا اسنے خاک بھی نہ جانا اور علامت خدا کے پہچاننے کی اسکی محبت ہی جو اسکو پہچانتا ہی اسکی دوستی مین محو ہو جاتا ہی

ع این مدعیان در طلبش بیخبرانند ✤ آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد ✤

اور اسکی محبت کی یہ نشانی ہی اسپر دنیا اور مافیہا اور تمام اپنی محبوب چیزون کو ترجیح نہ دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها ومساکن ترضونها احب الیکم من اللہ ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی اللہ بامره پس جس کسی کے نزدیک خدا کے سوا اور کوئی چیز محبوب تر ہو تو اسکا دل مریض ہی جیسا کہ کسی کے معدہ مین روٹی اور پانی کی نسبت محبت مٹی کی زیادہ ہو جاوے اور غذا کی خواہش جاتی رہے تو وہ مریض ہوتا ہی پس مرض قلوب کے یہ علامات ہین اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ تمام قلوب بیمار رہین الا ماشاء اللہ اور چونکہ بعضے مرض ایسے ہوتے ہین کہ بیمار کو معلوم نہین ہوتے اور مرض قلب بھی انھین مین سے ہی اسیواسطے آدمی غافل رہتا ہی اور اگر جان بھی جاتا ہی تو اسکے علاج کی تلخی پر صبر مشکل ہی اسلیے کہ دوا اسکی شہوات کی مخالفت ہی جسکو جان کندنی سمجھتا ہی اور اگر نفس مین صبر بھی پاتا ہی تو کوئی معالج حاذق نہین ملتا کہ اسکا علاج کرے کیونکہ طبیب اس مرض کے علما ہین اور وہ خود اس مرض مین مبتلا ہین پس جب وہ اپنا ہی علاج نہین کرتے دوسرے کا کسطرح کرینگے

ع جو معالج تھا وہی اس درد سے لاچار ہی ✤ پھر دوا بیمار کی ہونی بہت دشوار ہی ✤

اسی جہت سے مرض قلوب مرض لاعلاج ہو گیا ہی نہ اسکا علم لوگون مین رہا نہ اس مرض کو کوئی جانتا ہی لوگ جب دنیا پر جھک پڑے اور ایسے اعمال پر متوجہ ہوے کہ ظاہر مین عبادت ہون اور باطن مین ریا و عادت یہانتک اصول امراض کی علامات ہو چکین اب علامات صحت کو بعد معالجے کے سنا چاہیے وہ اسطرح ہی کہ جس بیماری کا علاج کرنا ہی اگر وہ بخل ہی جو موجب تباہی اور بعد عن اللہ ہوتا ہی تو اسکا علاج مال کے دے ڈالنے اور خرچ کرنے سے ہوتا ہی مگر بذل مال اس درجہ پر کرے کہ مسرف نہو جاوے ورنہ ایک اور مرض مین مبتلا ہو جاویگا جیسے کوئی شخص سردی کا علاج گرمی سے اتنا کرے کہ حرارت بڑھ جاوے تو یہ بھی ایک مرض ہی بلکہ مقصود یہ ہی کہ اعتدال سردی اور گرمی مین ہو جاوے اسیطرح یہان بھی مقصود ہی کہ فضول خرچی اور کم خرچی مین اعتدال ہو جاوے اور درجہ اوسط جو دونون طرفون سے نہایت فاصلہ پر ہی حاصل ہو جاوے پس اگر تمکو اپنا منظور ہو کہ درجہ وسط معلوم کرو تو اسکا طریق یہ ہی کہ جو فعل کسی خلق کے باعث ہوتا ہی اسکو دیکھنا چاہیے اگر وہ سہل اور شیرین معلوم ہو تو جاننا چاہیے کہ یہی خلق نفس پر غالب ہی مثلاً اگر مال کا روکنا اور جمع کرنا آسان اور لذیذ معلوم ہو بہ نسبت مستحقین کے دینے کے تو جان لو کہ بخل کا غلبہ ہی اسصورت مین داد و دہش کی مواظبت زیادہ کرنی چاہیے اور اگر غیر مستحقون کو دینا آسان اور لذیذ معلوم ہوتا ہو بہ نسبت امساک واجبی کے تو اپنے اوپر فضول خرچی کا غلبہ سمجھو اور اس صورت مین امساک کی مواظبت کی طرف رجوع کرو اور اسی طرح نفس کے افعال کو دیکھکر انکی سہولت اور اشکال سے عادت پر استدلال کرتے رہو یہانتک کہ علاقہ دل مال کی طرف التفات سے منقطع ہو جاوے اور بذل اور امساک دونون کی طرف رجوع نہ کرے بلکہ مال کا حال پانی کا سا ہو جاوے کہ اگر امساک بھی ہو تو کسی محتاج کی حاجت کے لیے ہو اور بذل بھی ہو تو ایسا ہی کچھ مگر ان دونون کو ایک دوسرے پر غلبہ نہ رہے پس جو قلب اسطرح کا ہو جاویگا وہ اس مقام خاص سے سالم رہیگا اور تمام اخلاق سے سالم

ف ۱ ه اور مین نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو ۱۲

ف ۲ ه تو کہہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتین اور برادری اور مال جو کمائے ہین

ہونا ضروری ہو یہانتک کہ متعلقات دنیا میں سے کسی چیز کا علاقہ نہ رہے اور یہاں سے بے لگاؤ اٹھ جاوے نہ خود دنیا کا التفات ہو نہ اسکے لوازم کا شوق اُسوقت پروردگار کے سامنے اطمینان کے ساتھ جاویگا کہ وہ اس سے راضی اور یہ اُس سے خوش اور برگزیدگان مقربین یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی جماعت میں داخل ہوگا جو عمدہ رفیق ہیں اور از انجا کہ درجہ اوسط دونوں طرفوں میں نہایت باریک بال سے زیادہ پتلا اور تلوار سے زیادہ تیز ہی تو بالضرور جو اس صراط المستقیم پر دنیا میں قائم رہیگا وہ اسیطرح آخرت کے پل صراط پر گذریگا اور جو کوئی کچھ نہ کچھ صراط مستقیم درجہ اوسط سے ایک نہ ایک طرف کو جھک جاتا ہی اسی لیے اسکا قلب متعلق اُسی جانب کو ہوتا ہی جسطرف کو جھکا ہی اور یہیں لحاظ کچھ نہ کچھ عذاب اور گزند دوزخ ضرور ہوگا گو بجلی ہی کی طرح نکلجاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا یعنی وہ لوگ کہ صراط مستقیم سے اکثر قریب رہے بعید کمتر رہے اور اسی استقامت کی دشواری کی جہت سے ہر روز بندہ کو اثناء قرات الحمد میں سترہ بار یہ دعا واجب ہوئی اہدنا الصراط المستقیم روایت ہی کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہی کہ مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا اسکی وجہ کیا ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسمیں حکم خداوندی یون ہی کہ فاستقم کما امرت اس سے معلوم ہوا کہ استقامت راہ راست پر نہایت دشوار ہی مگر بندہ کو چاہیے کہ اگر استقامت حقیقی میسر نہو تو اس سے قریب ہی کے لیے کوشش کیے جاوے غرضکہ جو شخص اپنی نجات چاہے تو بدون عمل صالح نہ ہوگی اور اعمال صالح عمدہ اخلاق سے ہوتے ہیں اسلیے ضرور ہی کہ آدمی اپنے صفات اور اخلاق کی طرف متوجہ ہو اور ایک ایک کا علاج بہ ترتیب کرے خداوند کریم ہماری توفیق نصیب فرماوے ---

ساتوان بیان اس طریق کا جس سے انسان اپنے عیب پہچانے

جاننا چاہیے کہ جب حق تعالیٰ کو کسی کے ساتھ بھلائی کرنی منظور ہوتی ہی اُسکی نظر کو خود اُسکے عیبون کی طرف پھیر دیتا ہی پس جسکی عقل تیز ہوتی ہی اُسپر اُسکے عیب پوشیدہ نہیں رہتے اور عیب کے معلوم ہونے کے بعد علاج بھی ممکن ہی مگر افسوس کہ لوگ اپنے عیبون سے جاہل ہیں دوسرون کے عیوب ذرا ذرا معلوم کرتے ہیں لیکن اپنے بڑے عیب بھی نہیں جانتے قولہ ای ہنر ہا نہادہ برکف دست + عیبہا را گرفتہ زیر بغل + تا چہ خواہی خریدن ای مغرور + روز درماندگی بسیم دغل + پس جو کوئی اپنے عیب جاننا چاہے اُسکے چار طور ہیں اول یہ کہ جو مرشد کہ عیوب نفس جان سکتا ہو اور آفات پوشیدہ کو معلوم کرسکتا ہو اُسکے سامنے بیٹھے اور اپنے آپکو اُسکے حوالہ کرے اور جو کچھ وہ مجاہدہ بتلاوے اُسکے بموجب عمل کرے یہ حال مرید کا مرشد کے ساتھ ہی کہ مرشد عیوب نفس اور علاج دونوں بتلاتا ہی مگر اسوقت میں ایسے شخص کا وجود کمیاب ہی دوسرے یہ کہ کسی اپنے دوست صادق متدین عقیل سے کہے کہ میرے احوال اور افعال کو تاکتا رہے اور جو کچھ میرے اخلاق و افعال ظاہری و باطنی میں برا معلوم ہو اُس سے مجھکو اطلاع کر دو اکابر ائمہ دین اسیطرح کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا کی رحمت ہو اُس شخص پر جو مجھکو میرے عیب بتلا دے اور حضرت سلمان فارسی سے اپنے عیوب پوچھا کرتے جب حضرت سلمان آپکے پاس تشریف لائے تو آپنے فرمایا کہ کوئی ایسی بات بھی میری تم تک پہونچی ہی جو تمہیں بری معلوم ہو انھون نے عرض کیا کہ اس بات سے مجھکو معاف کیجیے آپ نے باصرار پوچھا تو انھون نے کہا کہ میں نے سنا ہی کہ آپ نے دسترخوان پر دو سالن جمع کیے اور آپکے پاس دو لباس ہیں ایک رات کا ایک دن کا آپ نے فرمایا کہ انکے سوا کچھ اور سنا ہی انھون نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ ان دونون سے تسلی رکھو انکی ایک وجہ ہی اور حضرت حذیفہ سے پوچھتے کہ آپ منافقین کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہیں یہ بتلاؤ کہ مجھمیں تو کوئی نشان نفاق کا نہیں پاتے سبحان اللہ باوجود اس جلالت شان اور علو مکان کے آپ اپنے نفس کو اسقدر متہم کرتے تھے پس جو کوئی عقل زیادہ اور منصب عالی رکھتا ہوگا وہ عجب کمتر کریگا اور سب سے زیادہ اپنے نفس پر تہمت باندھیگا اور اس زمانے میں ایسا دوست ملنا دشوار ہی کہ منہ دیکھے کا لحاظ ترک کرکے عیب بتلاوے یا حسد کے باعث جتنا چاہیے اُس سے زیادہ نہ کہے آج کل کے دوست حاسد اور خود غرض ہیں کہ جو عیب نہو اُسکو بھی عیب جانیں

[illegible]

یا خوشامد کے مارے عیب چھپاوین اسی جہت سے داؤد طائی رحمۃ اللہ نے لوگون سے کنارہ کر لیا تھا جب اُنسے پوچھا کہ لوگون سے آپ کیون نہین ملتے تو اُنھون نے کہا کہ مین ایسے لوگون سے ملکر کیا کرون جو میرے عیب پوشیدہ رکھین غرضکہ ارباب دین کی آرزو یہی ہوتی تھی کہ دوسرے کے بتلانے سے اپنے عیبون پر متنبہ ہون لیکن اب زمانہ ایسا ہوگیا ہی کہ جو کوئی نصیحت کی بات کہے اور ہمکو ہمارے عیب بتلاوے وہ سب سے بڑھکر دشمن گنا جاتا ہی اور یہ علامت ضعف ایمان کی ہی کیونکہ اخلاق بد مثل سانپ اور بچھو کے ہین پس اگر کوئی ہمسے یون کہے کہ تمھارے کپڑون مین بچھو ہی تو اُسکا ممنون ہونا چاہیے اور خوش ہوکر اُسکے علیحدہ کرنے اور قتل کرنے مین کوشش کرنی چاہیے حالانکہ بچھو کا زہر اور رنج صرف ایک روز یا اُس سے بھی کم رہتا ہی اور اخلاق بد کا وبال یہ خوف ہی کہ بعد موت بھی ہمیشہ کو ہزارون برس رہے تو جو کوئی اُنکا حال ہمکو بتلاتا ہی اُس سے خوش نہین ہوتے اور اُنکے دور کرنے مین مشغول نہین ہوتے بلکہ اُسکے مقابلہ مین کوئی عیب نصیحت کنندہ کا کہنے لگتے ہین کہ تم مین بھی تو فلان عیب ہی اور اس عیب جوئی کی جہت سے اُسکی نصیحت کا فائدہ مہمل ہو جاتا ہی اور یہ امر کثرت ذنوب سے سختی دل کا نشان ہی اور اصل سب کی وہی ضعف ایمان ہی ہم اللہ سے چاہتے ہین کہ ہمکو راہ راست دکھلا دے اور ہمارے عیبون پر ہمکو مطلع کرے کہ اُنکے علاج مین مصروف کرے اور اس بات کی توفیق عنایت کرے کہ جو کوئی عیب ہمکو تبلادے اُسکے ممنون اور مشکور ہون تیسرا طور یہ ہی کہ اپنے عیب دشمنون کی زبانی معلوم کرے کہ وہ لوگ عیب ہی کے درپے رہتے ہین اور غالب یہ ہی کہ آدمی اس باب مین نسبت دوستون کے دشمنان عیب جو سے زیادہ نفع حاصل کرسکتا ہی اسلیے کہ دوست خوشامد کی جہت سے عیب نہین ظاہر کرتے مگر آدمی کی پیدائش مین یہ بات ہی کہ دشمن کے قول کو جھوٹا اور مبنی بر حسد جانتے ہین لیکن اہل بصیرت دشمنون کے قول سے بھی فائدہ مند ہوتے ہین اسلیے کہ بُرائیان ضرور اُنکی زبانون پر مذکور ہوتی ہین چوتھا طور یہ ہی کہ آدمیون سے ملکر جو باتین اُنمین بُری دیکھے اپنے نفس کو اُسپر متنبہ کرے اسلیے کہ مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہی دوسرے کے عیب دیکھکر اپنے عیب کو معلوم کرے اور جانے کہ طبیعتین سب کی قریب قریب ہوتی ہین جو بات ایک مین ہوگی اُسکی اصل دوسرے مین بھی ہوگی یا اُس سے بڑھکر ہوگی اسطرح جو بات دوسرے سے بُری معلوم ہو اُس بات کو اپنے نفس سے دور کرے اور یہ تادیب بہت عمدہ ہی اگر آدمی اسپر عمل کرین تو مرشد و مودب کی کچھ حاجت نہو حضرت عیسی علیہ السلام سے لوگون نے پوچھا کہ آپ کو ادب کس نے سکھلایا آپ نے فرمایا کہ مجھکو کسی نے ادب نہین سکھلایا جاہل کی جہالت مجھکو بُری معلوم ہوئی اُس سے مین نے کنارہ کیا اور یہ طور اُن لوگون کے لیے ہین جنکو ایسا اُستاد کامل میسر نہو جو عارف اور ذکی اور عیوب نفس سے واقف ہو اور شفقت سے دین کی نصیحت کرے اور اپنے نفس کی تہذیب سے فارغ ہوکر اللہ کے بندون کی تہذیب و تعلیم مین مشغول ہو ورنہ جسکو ایسا مرشد میسر آجاوے تو گویا طبیب ملگیا اُسکا پیچھا نہ چھوڑے وہ اُسکا مرض کھو دیگا اور ہلاک سے بچاویگا

آٹھوان بیان دلائل نقلی ارباب بصیرت اور شواہد شریعت کا اس بات پر کہ امراض قلوب کا علاج شہوات کے چھوڑنے سے ہی اور یہ کہ مادہ ان امراض کا اتباع شہوات ہی

جاننا چاہیے کہ بیان مذکورۂ بالا اگر بنظر تامل اور اعتبار کے دیکھا جاوے تو آدمی کی بصیرت کھل جاوے اور امراض قلوب مع اُنکے علاج کے نور علم و یقین سے معلوم ہوجاوین پس اگر اس سے عاجز ہو تو یہ ضرور چاہیے کہ اُسکی تصدیق اور ایمان براہ تقلید حاصل ہو کیونکہ ایمان کا درجہ جُدا ہی اور علم کا جُدا علم بعد ایمان کے حاصل ہوتا ہی اور اُسکا درجہ بھی ایمان کے اوپر ہی قال اللہ تعالی یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات پس جس شخص نے اس بات کی تصدیق کی کہ شہوت کی مخالفت موصل الی اللہ ہی اور اسکا سبب اور بھید نہین جانا تو وہ ایمان والون مین ہی اور جب سبب و بھید پر بھی وقوف ہوگیا تو علم والون مین ہوا

والتہ اللہ اور جو کسی اُنکا جواب ... سعدی سے مروی ہے [illegible]

وکلا وعد اللہ الحسنی اور اس بات پر ایمان لانا قرآن و حدیث و اقوال علما سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور فرمایا
اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی اسکی تفسیر یوں کی ہے کہ انکے دلوں سے محبت شہوات نکال لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن بین
خمس شدائد مومن یحسدہ ومنافق یبغضہ وکافر یقاتلہ وشیطان یضلہ ونفس تنازعہ یعنی بیان فرمایا کہ آدمی کا نفس دشمن نزاع کنندہ ہے اس سے مجاہدہ
واجب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد اپنے اصحاب کو شہوات کے کھانے سے ڈرا اور بچاؤ
کیونکہ جن قلوب کی عقلیں شہوات دنیاوی سے متعلق ہیں وہ مجھسے محجوب ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خوشا حال اس شخص کا جس نے
حال کی شہوت کو بن دیکھے وعدہ کے لیے چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو فرمایا جو جہاد سے پھر کر آئے تھے مرحبا بکم قدمتم من الجہاد
الاصغر الی الجہاد الاکبر لوگوں نے پوچھا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا جہاد النفس اور فرمایا المجاہد من جاہد نفسہ فی طاعۃ اللہ عز وجل اور فرمایا کف اذاک
عن نفسک ولا تتابع ہواہا فی معصیۃ اللہ تعالیٰ اذا تخاصمک یوم القیامۃ فیلعن بعضک بعضا الا ان یغفر اللہ تعالیٰ ویستر اور حضرت سفیان ثوری رح
فرماتے ہیں کہ نفس سے سخت تر علاج میں نے کسی چیز کا نہیں دیکھا کبھی تو میرے مفید ہوتا ہے اور کبھی مضر اور ابو العباس موصلی اپنے نفس سے کہتے
کہ نہ تو شہزادوں کے ساتھ دنیا کا مزہ پاتا ہے نہ آخرت کی طلب میں عابدوں کے ساتھ محنت اٹھاتا ہے گویا مجھکو دوزخ اور جنت کے بیچ میں قید کریگا
شرم نہیں کرتا اور حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ نفس سے زیادہ سرکش گھوڑے کو بھی سخت لگام کی حاجت نہیں ہوتی اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں
کہ نفس کے ساتھ ریاضت کی تلواروں سے لڑنا چاہیے اور ریاضت چار طرح پر ہے تھوڑا کھانا تھوڑا سونا بقدر حاجت بولنا اور سب لوگوں کی ایذا
کو سہنا تھوڑے کھانے سے شہوت مرجاتی ہے اور تھوڑے سونے سے نیت صاف ہوتی ہے اور کم بولنے سے آفتوں سے سلامت رہتا ہے اور ایذا کی
برداشت سے اقصے مراتب کو پہونچتا ہے اور بندہ پر حلم اور برداشت جفا کے برابر کوئی چیز سخت نہیں ہے جب نفس میں سے ارادہ شہوات کا اٹھے
یا شیرینی کلام بیہودہ کی اس سے جوش مارے اسی وقت چاہیے کہ شمشیر قلت طعام غلاف تہجد اور کم خوابی سے پہنکر سے اور خاموشی کا اور ایذا پر صبر
جڑے یہانتک کہ ظلم اور انتقام سے باز آوے اور ہمیشہ کو اسکے وبال سے چھوٹے اور کدورت شہوات سے اسکو پاک وصاف کردے تب پھر
اسکی آفتوں سے چھٹی ملے اسوقت نوری اور روحانی ہلکا پھلکا ہو جاویگا اور میدان خیرات میں دوڑتا پھریگا اور طاعت کے رستوں میں سبک
گھوڑے کی طرح جولانیاں کریگا اور ایسا ہو جاویگا جیسے بادشاہ چمن میں سیر کرتا ہے اور یہ بھی انھوں نے ہی فرمایا ہے کہ انسان کے دشمن تین ہیں
دنیا اور شیطان اور نفس تو دنیا سے زہد کرنے سے بچنا چاہیے اور شیطان سے اسکی مخالفت کرنے سے اور نفس سے ترک شہوات سے اور بعض حکما کا
قول ہے کہ جس شخص پر نفس غالب ہو جاتا ہے وہ اسکی چاہ کی چاہ میں قید ہو جاتا ہے اور بیڑیاں اور طوق پڑ جاتا ہے باگ اسکے قبضہ میں ہو جاتی ہے
جدہر چاہتا ہے لیے پھرتا ہے قلب کو فوائد سے مانع ہوتا ہے اور امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اسپر علما و حکما کا اتفاق ہے کہ عیش دائمی بے عیش
چھوڑے نہیں ملتا اور ابو یحییٰ وراق فرماتے ہیں کہ جس نے اعضا کی خوشی شہوات کے ارتکاب سے کی اسنے مزرعہ دل میں تخم ندامت بویا اور
وہب بن الورد فرماتے ہیں کہ روٹی سے زیادہ اگر ہو تو خواہش نفس میں داخل ہے اور یہ بھی انکا قول ہے کہ جو کوئی شہوات دنیا سے محبت کرتا ہے
چاہیے کہ ذلت کے واسطے تیار رہے اور روایت ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اسوقت میں کہ آپ مالک مصر ہوگئے تھے عرض کیا اے
یوسف حرص اور شہوت نے بادشاہوں کو غلام کر دیا اور صبر و تقوی نے غلاموں کو بادشاہ بنا دیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو خدا ہی نے کہا ہے انہ
من یتق ویصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو میں جاگا اور نماز پر کھڑا ہوا کچھ وہ لذت نہ ملی جو
ہمیشہ ہوتی تھی تو ارادہ کیا کہ سو رہوں یہ بھی نہ ہو سکا پھر بیٹھنا چاہا تو وہ بھی ممکن نہ ہوا آخر مکان سے نکلا تو دیکھا کہ ایک آدمی کمل میں لپٹا ہوا
راستہ میں لیٹا ہے جب اسنے میری آہٹ سنی تو کہا کہ اے ابو القاسم اسوقت ذرا میرے پاس آنا میں نے کہا کہ میاں صاحب پہلے سے تو آپ نے
اطلاع نہیں فرمائی اسنے کہا کہ ٹھیک ہے میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ تمہارے دل کو میرے لیے حرکت دے میں نے کہا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے

کیا اب آپ فرمائیں کیا مطلب ہے آپنے کہا کہ نفس کا درد کسوقت اسکا علاج ہوتا ہو مین نے جواب دیا کہ جب آدمی خواہش نفس کے خلاف کرتا ہو تو اسکو تکلیف ہوتی ہو گر یہی اُسکا علاج اور دوا ہو پس وہ شخص اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ سن مین نے تجکو ساتبار یہی جواب دیا تھا تو نے نہ مانا اور کہا کہ جنید سے سنونگا لے اب سن لیا پھر وہ شخص چلدیا اور مین نے نہ پہچانا اور یزید رقاشی فرمایا کرتے کہ یارو ٹھنڈا پانی مجکو دنیا مین نہ دو ایسا نہو کہ آخرت مین اُس سے محروم رہون اور ایک شخص نے عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا کہ مین کسوقت کلام کیا کرون آپنے فرمایا کہ جب نفس خاموشی چاہے اُسنے پوچھا کہ چپ کسوقت ہون فرمایا کہ جب وہ بولنا چاہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسکو شوق جنت کا ہو وہ دنیا مین شہوات سے الگ رہے اور حضرت مالک بن دینار بازارون مین پھرتے جب کوئی چیز اپنے جی چاہتی دیکھتے تو نفس سے کہتے کہ صبر کرنا چاہیے تجھہ کو مین تجکو منع کرتا ہون صرف تجکو اپنے نزدیک بڑا سمجھکر روکتا ہون ان سب روایتون سے معلوم ہوا کہ علماء و حکما کا اسپر اتفاق ہو کہ سعادت آخروی کا طریق سوائے روکنے نفس کے ہوائے نفسانی سے اور مخالفت شہوات کے اور کوئی نہین تو اسپر ایمان واجب ہو اور علم تفصیل اس امر کا کہ شہوات سے کون شی ترک کرنی چاہیے اور کونسی نہین اس بیان سے معلوم ہوتا ہو جو ہم اوپر لکھ چکے ہین اور اصل ریاضت اسکا نام ہو کہ جو چیز قبر مین نہ جائے اُس سے نفس کو بقدر ضرورت بہرہ مند کرے جیسے کھانا اور لباس اور نکاح اور مسکن اور جو چیزین کہ ضروری ہون اُنسے بقدر حاجت وضرورت مستفید ہو اگر اسقدر سے کچھ بھی زیادتی کریگا تو اُسی قدر کے ساتھ انس والفت ہو گی جب مریگا تو اسی جہت سے تمنا دنیا مین پھر آنے کی باقی رہیگی اور دنیا مین آنے کی تمنا اُسی کو ہو گی جسکو آخرت سے بہرہ نہو اور اس سے نجات کی صورت بھی ہو کہ قلب خدا کی معرفت اور محبت اور فکر مین مشغول رہے اور اُسی کا ہو رہے اور دنیا سے اُسقدر پر قناعت کرے جو فکر اور ذکر کی مانع نہو اور یہ باتین سب اُسی کی عنایت سے میسر ہوتی ہین پس جو کوئی اس ریاضت حقیقی تک نہ پہونچ سکے اُسکے قریب قریب پہونچنے کا قصد کرے اس باب مین لوگ چار طرح پر ہین ایک وہ ہو کہ اُسکا قلب ذکر الٰہی مین مستغرق ہو اور دنیا کی طرف سوائے ضرورت معیشت کے التفات ہی نہین کرتا ایسا شخص صدیقین مین سے ہو مگر یہ رتبہ بہت دنون کی ریاضت اور مدت تک ترک شہوات کے بعد ملتا ہو ؎ عمرے باید کہ یار آید بکنار ٭ این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند ٭ دوسرا وہ شخص ہو کہ دنیا مین اُسکا دل ڈوبا ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر صرف بطور حدیث نفس کے آجاتا ہو یعنی صرف زبان سے ذکر کرتا ہو نہ دل سے تو ایسا شخص ہالکین مین سے ہو تیسرا وہ شخص ہو کہ دنیا اور دین دونون مین مشغول ہو لیکن قلب پر دین غالب ہو تو ایسا شخص آگ مین تو ضرور جائیگا مگر جسقدر دل پر غلبہ ذکر الٰہی ہو گا اُسی قدر جلد نجات پا دیگا چوتھا وہ شخص ہو کہ دونون مین مشغول ہو مگر دنیا کا غلبہ دل پر ہو تو یہ شخص دوزخ مین زیادہ رہیگا لیکن اُسمین سے بیشک نکلیگا کیونکہ اگرچہ دنیا اُسکے دل پر غالب تھی مگر خدا کا ذکر بھی تہ دل سے کرتا تھا اُسی کی قوت سے نجات حاصل ہو گی الٰہی ہمکو ذلت ورسوائی سے بچانا ؎ نفس شیطان زور کرد یا راہ ما ٭ رحمت باد اشفاعت خواہ ما ٭ بعضے لوگ یہ کہتے ہین کہ اشیاء مباح سے لذت لینی مباح ہو تو اس سے خدا کی دوری کیسے ہو گی مگر یہ اُنکا خیال خام ہو بلکہ اصل حقیقت یہ ہو کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ دوستی دنیا کی ہر ایک گناہ کی جڑ ہو اور ہر ایک حسنہ کو حبط کرتی ہو اور مباح شی جو ضرورت سے زیادہ ہو وہ بیشک دنیا ہی ہو اور دوری کا سبب ہوتی ہو چنانچہ اسکا ذکر ذم دنیا کے باب مین آویگا ابراہیم خواص کہتے ہین کہ مین ایک دفعہ پہاڑ لگام پر تھا مجکو انار نظر پڑے اور دل چاہا ایک توڑ کر جو چیرا تو کھٹا پایا اُسے ڈالکر چلدیا راہ مین ایک شخص پڑا ہوا تھا اور اُسپر بھڑین جمع تھین مین نے اُس سے کہا السلام علیک اُسنے کہا وعلیک السلام یا ابراہیم مین نے پوچھا کہ تمنے مجھے کیسے پہچانا اُسنے کہا کہ جو خدا کو پہچانتا ہو اُسپر کوئی چیز مخفی نہین رہتی مین نے کہا کہ آپ تو رسیدہ ہین خدا سے دعا کیون نہین مانگتے کہ ان بھڑون سے تمکو بچا دے اُسنے جواب دیا کہ آپ بھی تو رسیدہ ہین دعا کیون نہین کرتے کہ انار کی خواہش سے تمھارے دل کو بچا دے بھڑون کا رنج تو دنیا ہی تک رہتا ہو شہوت کا دکھ تو آخرت تک رہیگا مین چپ ہو کر چلا گیا اور سری رح فرماتے ہین کہ چالیس برس سے میرا نفس یون چاہتا ہو کہ روٹی چھوہارے کے

شیرہ مین تر کرکے کھاؤن مگر مین نے نہ کھلائی اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح قلب طریق آخرت کے سلوک کے لیے نہین ہوتی جب تک کہ نفس کو شہوات سے اور مباح چیزون کی لذت سے روکا نہ جاوے اسلیے کہ مباحات کی لذت سے محظورات مین پڑجاتا ہے مثلاً اگر کوئی چاہے کہ زبان سے غیبت اور فضول بات نہ نکلے تو اسکو چاہیئے کہ بجز ذکر الٰہی یا ضروریات دین کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے اور سکوت اختیار کرے یہانتک کہ شہوت کلام فنا ہوجاوے پھر جو کلام نکلیگا وہ حق ہوگا اور سکوت اور کلام دونون عبادت ہونگے اور جب آنکھ مین یہ عادت ہو کہ ہر ایک اچھی چیز کی طرف پڑتی ہے تو حرام چیزون پر بھی پڑیگی اور علیٰ ہذا القیاس اور شہوات کو خیال کرو کیونکہ حلال اور حرام دونون کی شہوت تو ایک ہی ہے اور بندہ کو حکم ہے کہ حرام سے شہوت کو روکے پس اگر مقدار حاجت پر کفایت کا عادی نہوگا تو شہوت کا غلبہ ہوجاویگا اور یہ ادنیٰ آفت مباحات کی ہے اسکے سوا اور بڑی آفتین ہین وہ یہ ہے کہ لذت دنیا پاکر نفس خوش ہوتا ہے اور اُسکی طرف میل اور اطمینان کرتا ہے اور اترا کر پھولا نہین سماتا اور ایسا ہوجاتا ہے جیسا کوئی متوالا کہ کبھی ہوش مین نہین آتا اور یہ خوشی اُسکے حق مین زہر قاتل ہے کہ رگ و ریشہ مین پھیل جاتی ہے اور دل سے خوف اور ذکر موت اور اہوال قیامت کو ایک لخت اُڑا دیتی ہے اسی کا نام موت قلب ہے قرآن مجید مین اکثر جا مذمت دنیا کی اور اُسپر خوش ہونے کی موجود ہے جیسا کہ ارشاد ہوا رضوا بالحیوٰۃ الدنیا واطمأنوا بہا اور فرمایا وما الحیوٰۃ الدنیا فی الاٰخرۃ الا متاع اور فرمایا اعلموا انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد خدا تعالے ان آفات سے بچاوے علاوہ ازین جو لوگ ارباب قلوب مین سے تھے انھون نے امتحان کیا ہے تو دنیاوی خوشی کی حالت مین دلکو سخت اور سرکش اور ذکر الٰہی سے کم متاثر پایا اور غم کی حالت مین نرم اور صاف اور متاثر معلوم کیا اس سے جان لیا کہ نجات آدمی کی اسی مین ہے کہ مدام غمگین رہے اور اسباب خوشی اور طغیان سے کوسون دور اسی لیے اپنے نفسون کو اس بات کی عادت ڈالے کہ شہوات خواہ حلال ہون یا حرام سب پر صبر کرے اور جتنے اُسکے مقرر اور ٹھکانے تھے اُسکو سب سے علیحدہ کردیا اور یہ بھی جان لیا کہ حلال شہوت مین بھی حساب ہوتا ہے جو ایک قسم کا عذاب ہے اسلیے کہ جس سے مناقشہ حساب کا ہوگا عرصات قیامت مین کیسی تکلیف اُٹھاویگا ان باتون کے لحاظ سے انھون نے اپنے نفسون کو اس تکلیف سے بچایا اور شہوات کی غلامی اور قید سے چھوٹ کر دونون جہان کی آزادی اور بادشاہت لی اور خدا تعالے کے ذکر و طاعت سے شغل و انس حاصل کیا اور اپنے نفسون سے وہ معاملہ کیا جو باز سے تادیب کے وقت کیا جاتا ہے یعنے اولاً باز کو اندھیرے مکان مین رکھتے ہین اور اُسکی آنکھین سی دیتے ہین تاکہ ہوا مین اُڑنا اور چھوٹا رہنا جسکا پہلے سے عادی تھا وہ موقوف ہوجاوے بعد اُسکے اُسکو گوشت پر لگاتے ہین تاکہ اپنے مالک کو پہچان لے اور جب اُسکی آواز سُنے اُسکے پاس پھر آوے اسی طرح نفس بھی اپنے رب سے مانوس نہین ہوتا اور نہ اُسکے ذکر سے اُلفت کرتا ہے لیکن اول اُسکی عادتین خلوت اور عزلت سے چھڑائی جاتی ہین اور کان اور آنکھ کو اُسکے مالوف چیزون سے حفاظت کیجاتی ہے پھر ذکر و ثنا کی عادت ڈالی جاتی ہے یہانتک کہ اُسکو اُسی سے اُنس ہوجاوے اور اُنس دنیاوی مع تمام شہوات نسیاً منسیاً ہوجاوے اور یہ امر مرید کو اول مین گران گذرتا ہے مگر انجام مین چاٹ پڑجاتی ہے جیسے شیر خوار لڑکے کا دودھ چھڑاوین تو کیسا روتا ہے کیونکہ دم بھر بھی اُسکو بے دودھ رہنے کی عادت نہتھی اب دفعۃً روک دیا گیا اسی لیے بہت روتا ہے اور عوض دودھ کے جو کھانا اُسکے سامنے لاتے ہین اُس سے بھی نفرت کرتا ہے مگر جب سرے سے دودھ نہین ملتا بتدریج بعد چندے غلبۂ بھوک مین بتکلف کچھ کھانے لگتا ہے یہانتک کہ پھر کھانا ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے دودھ کا نام بھی نہین لیتا بلکہ اُسکو بُرا جانتا ہے اسی طرح بچھیرا اول اول لگام اور زین اور سواری سے بھاگتا ہے لیکن زبردستی اُس سے یہ کام لیا جاتا ہے اور چھوٹے رہنے کی عادت چھڑانے کو اگاڑی پچھاڑی لگائی جاتی ہے مگر رفتہ رفتہ ایسا مودب ہوجاتا ہے کہ جس جگہ سوار چھوڑدے وہان سے نہین ہلتا گو بندھا نہو انھین چیزون کی تادیب کی طرح نفس کی تادیب بھی ہوتی ہے اور اُسکو ادب اس طور دیتے ہین کہ لذاید دنیاوی کے دیکھنے اور اُس سے انس اور خوشی حاصل کرنے سے روک دیتے ہین بلکہ جتنی چیزین کہ موت کے بعد اس سے

جان رکھو کہ دنیا کا جینا یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائیان کرنی آپس مین اور بہتایت ڈھونڈھنی مال کی اور اولاد کی ۱۲

چھوٹ جاتی ہین سب کا اُنس چھڑا دیتے ہین اور یون سمجھاتے رہتے ہین کہ جس چیز کے ساتھ چاہے محبت کرا سکا انجام کو چھوڑنی پڑیگی جب اُنکو یقین ہوجاتا ہی کہ جو شخص کسی چیز کی طرف دل لگا ویگا بیشک درد فراق مین مبتلا ہوگا اور جدا ہونا ضروری ہی تو اس نصیحت سے ایسی چیز کی محبت کرتا ہو جس سے کبھی جدا نہو یعنے ذکر الٰہی کہ قبر مین بھی ساتھ رہیگا جدا نہوگا اور اس بات کے واسطے چندروز صبر کرنا پڑتا ہی یعنی مدت حیات تک جو بہ نسبت حیات آخرت کے بہت ذرا سی ہی دیکھو عاقل آدمی اس بات پر راضی ہوتے ہین کہ چندے سفر کر کے کوئی کام یا پیشہ ایک آدھ مہینے مین ایسا سیکھ لین جس سے ایک برس خواہ عمر بھر کو چین ہوجاوے پس اگر حساب کرو تو مدت زندگی بہ نسبت ابد الآباد کے اتنی بھی نہین ہی جتنی مدت ایک مہینے کی بہ نسبت ایام زندگی کے تو اتنے دنون کا صبر اور مجاہدہ اُس خوشی دائمی کے لیے بہت ضرور ہی اور طریق مجاہدہ اور ریاضت کا باعتبار احوال ہر ایک انسان کے مختلف ہی مگر کلیہ یہ ہی کہ اسباب دنیا مین سے جس شخص کو جس سے خوشی ہوتی ہو اُسکو ترک کردے مثلاً جو لوگ مال اور جاہ سے خوش ہوتے ہون یا اپنے وعظ کی تاثیر سے خوش ہوتے ہون یا ریاست و حکومت کی عزت سے یا کثرت تلامذہ سے خوش ہوتے ہون تو اُنکو چاہیے کہ اول ان چیزون کو دل سے بھلا دین پھر اُسکے بعد اگر کوئی چیز ان چیزون مین اُنسے روک دیجاوے اور کہا جاوے کہ تمکو اُسکے نہ ملنے سے کچھ آخرت کا ثواب کم نہین ہوگا اور وہ اُس سے ناراض ہو اور رنج اٹھاوین تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اُن لوگون مین سے ہین کہ رضوا بالحیوة الدنیا واطمانوا بہا اور یہ اُنکے حق مین زہر ہے جب اسباب فرح کو چھوڑ دے تو لوگون سے الگ ہو کر اپنے دل کا نگران رہے یہان تک کہ بجز ذکر اور فکر الٰہی کے اور کسی چیز مین مشغول نہو اور جو کچھ نفس مین وسوسہ یا شہوت ظاہر ہو اُسکو تاکتا رہے جب ہی کچھ پیدا ہو فوراً اُسکی جڑ اُڑا دے یعنی ظہور وسوسہ کے لیے کوئی سبب ضرور ہی پس اُسکا استیصال اس سبب کے قطع کرنے سے ہوگا اور اسیطرح عمر بھر کرتا رہے اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ نفس کی انتہا موت ہی

نوان بیان تمیز علامات حسن خلق کا

جاننا چاہیے کہ آدمی کو اپنے عیوب کی خبر نہین ہوتی پس جب ذرا سا مجاہدہ کر کے بڑے بڑے گناہ چھوڑ دیتا ہی تو جاننے لگتا ہی کہ اب مین مہذب ہوگیا اور مجھ مین حسن خلق آگیا اب مجاہدہ کی ضرورت نہین اسلیے ضرور ہوا کہ علامات حسن خلق تبلا دیے جاوین کیونکہ حسن خلق عین ایمان ہی اور سوء خلق عین نفاق اور کتاب مجید مین خداوند کریم نے صفات مومنین اور منافقین کے بیان کردیے ہین اور وے سب نتیجہ حسن خلق اور سوء خلق کے ہین کچھ ہم یہان بیان کرتے ہین تاکہ نشانی حسن خلق کی معلوم ہوجاوے فرمایا اللہ تعالے نے قد افلح المومنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون والذین ہم عن اللغو معرضون آخر اولئک ہم الوارثون تک اور فرمایا التائبون العابدون الحامدون وبشر المومنین تک اور فرمایا وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا واذا خاطبہم الجاہلون آخر سورہ تک پس جس کسی کو اپنے حال مین کچھ شک پڑے تو ان آیتون کے مطابق اپنے آپ کو دیکھے اگر سب باتین اُسمین اُنھین کے مطابق ہون تو حسن خلق حاصل ہوا اور اگر کوئی مطابق نہین تو سوء خلق کی علامت ہی اور اگر تھوڑی باتین مطابق ہین اور تھوڑی نہین تو اسی قدر نقصان ہی ایسی صورت مین جو باتین حاصل ہوگئی ہین اُسکی حفاظت کرے اور دوسری بات کی تلاش اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مومن کو بہت صفات سے

ماکو قیدون کے چھڑ دے کے اسپر کر ٹھہرے رہے اور لیئے آویگے اُنکو وان دعا اور سلام کہتے ہوئے رہا کرین اُنمین خوب جگہ ہی ٹھہراؤ کی اور خوب جگہ رہنے کی تو کہہ پرواہ نہین رکھتا میرا رب تمھاری اگر تم

ذکر فرمایا اور اُن سب کا اشارہ محاسن اخلاق کی طرف فرمایا ہو مثلاً یہ ارشاد کیا المؤمن یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ اور فرمایا من کان یومن باللہ والیوم الآخر
فلیکرم ضیفہ اور ایک روایت میں فلیکرم جارہ ہی اور ایک میں فلیقل خیراً او لیصمت ہی اور یہ بھی بیان فرمایا کہ صفات مومنین کے حسن خلق
ہی ہین چنانچہ ارشاد فرمایا اکمل المؤمنین ایماناً احسنہم اخلاقاً اور فرمایا اذا رأیتم المؤمن صموتاً وقوراً فادنوا منہ فانہ یلقن الحکمۃ اور فرمایا من سرتہ
حسنتہ وساءتہ سیئتہ فہو مومن اور فرمایا لا یحل لمومن ان ینظر الی اخیہ بنظرۃ توذیہ اور فرمایا لا یحل لمسلم ان یروع مسلماً اور فرمایا انما یتجالس المتجالسان
بامانۃ اللہ عز وجل فلا یحل لاحدہما ان یفشی علی اخیہ ما یکرہ ہی اور بعض لوگون نے سب علامات حسن خلق کو جمع کر دیا ہی اور فرمایا کہ خوش خلق
وہ آدمی ہی کہ کثیر الحیا کثیر الصلاح کم آزار کم سخن غیر فضول کثیر العمل کم لغزش راست گفتار نیکوکار صاحب وقار صابر شاکر رضی حلیم رفیق پارسا
شفیق ہشاش بشاش ہو بدگفتار دشنام دہندہ چغل خور غیبت کنندہ جلد باز کینہ ور بخیل حاسد نہو بغض وغضب اللہ ہی کے واسطے کرے اور
حب ورضا بھی اللہ ہی کے لیے انہی باتون سے خوش خلق ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علامات مومن اور منافق کو پوچھا
تو آپ نے فرمایا ان المؤمن ہمتہ فی الصلوۃ والصیام والعبادۃ والمنافق ہمتہ فی الطعام والشراب کالبہیمۃ اور حاتم اصم فرماتے ہین کہ
مومن فکر و عبرت مین مشغول رہتا ہی اور منافق حرص و امل مین مومن سوا خدا کے کسی سے توقع نہین رکھتا ہی اور منافق بجز اللہ تعالے
کے سب سے متوقع رہتا ہی مومن سوا خدا کے سب سے مامون و نڈر ہی اور منافق سوا خدا کے سب سے خائف مومن مال دیتا ہی دین نہین دیتا
اور منافق دین دیتا ہی مال نہین دیتا مومن حسنات کرکے روتا ہی اور منافق گناہ کرکے ہنستا ہی مومن کو خلوت اور تنہائی اچھی معلوم ہوتی ہی
اور منافق کو مجمع اور جماعت اچھی لگتی ہی مومن کھیتی کرتا ہی اور اسکے بگاڑ سے ڈرتا ہی اور منافق بیخ کنی کرتا ہی اور توقع خرمن کی رکھتا ہی
مومن امر و نہی سیاست کی کرکے اصلاح کرتا ہی اور منافق امر و نہی فساد کی کرکے فساد کرتا ہی اور حسن خلق کا اول امتحان ایذا پر صبر کرنے سے
ہوتا ہی پس جو کوئی دوسرے کی بدخلقی کی شکایت کرے اُسی کی بدخلقی کی دلیل ہی کیونکہ حسن خلق ایذا و جفا کی برداشت کا نام ہی چنانچہ
حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر نجرانی موٹے کنارے کی اوڑھے تشریف لیے جاتے تھے اور آپ
کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے ایک اعرابی رستہ مین ملا اُسنے چادر پکڑ کے اس زور سے کھینچا کہ چادر کا کنارہ آپ کی گردن
مبارک مین گھس گیا اور کہا کہ اے محمد تمھارے پاس جو خدا کا مال ہی اُسمین سے مجھے بھی دو آپ نے اُسکی طرف دیکھا اور ہنسکر اُسکو کچھ
دلوا دیا اور جب قریش نے ایذا اور ضرب آپ پر بہت روا رکھی تو فرمایا اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ کلام آپ نے احد
کی لڑائی مین فرمایا تھا بہر صورت انھین باتون سے اللہ تعالے نے آپ کی شان مین فرمایا وانک لعلی خلق عظیم اور روایت ہی کہ ایک روز
ابراہیم ادہم رح کسی جنگل مین جاتے تھے ایک سپاہی ملا اُسنے کہا کہ تو بندہ ہی آپ نے فرمایا کہ ہان اُسنے پوچھا کہ بستی کدھر ہی آپ نے قبرستان کی
طرف اشارہ کر دیا اُسنے کہا کہ مین آبادی پوچھتا ہون آپ نے فرمایا کہ قبرستان ہی آبادی ہی اس سے سپاہی کو غصہ آیا سر مین ایسا کوڑا مارا
کہ سر پھٹ گیا اور آنکو شہر مین پکڑ لایا جب دوست آشنا آئے اور حال پوچھا تو سپاہی نے ماجرا بیان کیا اُنھون نے کہا کہ یہ ابراہیم بن ادہم ہین

سپاہی گھوڑے سے اتر پڑا اور آپکے ہاتھ پاؤن چومنے لگا اور عذر کرنے لگا بعد اسکے لوگون نے انسے کہا کہ آپنے کیون فرمایا تھا کہ مین بندہ ہون آپنے فرمایا کہ اُسنے مجھسے یون نہین پوچھا کہ تو کس شخص کا بندہ ہی بلکہ یون پوچھا کہ تو بندہ ہی چونکہ مین بندہ خدا تھا اسواسطے کہدیا کہ بندہ ہون جب اُسنے مجھے مارا تو مین نے اُسکے لیے دعاء جنت کی مانگی لوگون نے پوچھا اُسنے تو آپ پر ظلم کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجکو یقین تھا کہ اس مصیبت پر مجکو ثواب ملیگا تو مین نے یہ اچھا نہ جانا کہ اُسکے باعث مجکو ثواب ملے اور میری طرف سے اُسکو عذاب ہو ابو عثمان حیری کو کسی شخص نے بنظر امتحان دعوت کے بہانے بلایا جب آپ اُسکے گھر گئے تو کہا کہ اسوقت تو مجھسے کچھ بن نہین سکا آپ یہان سے پھر گئے جب بہت دور نکل آئے پھر وہ شخص آیا اور کہا کہ جو اسوقت موجود ہی اسی پر قناعت کیجیے جب دروازہ پر پہونچے تو جیسا پہلے کہا تھا ویسا کہا پھر آپ لوٹ گئے اسی طرح کئی بار بلایا اور پھر لوٹا دیا مگر آپ ذرا نہ بگڑے پھر تو وہ شخص پاؤن پر گر پڑا اور کہا کہ مین نے آپکو آزمانا چاہا تھا سبحان اللہ کیا خلق ہی آپ نے فرمایا کہ جو بات تو نے میری دیکھی وہ تو صفت کتے کی ہی کہ جب بلاؤ چلا آوے اور ہٹاؤ تو ہٹ جاوے اور یہ بھی انھین کا ذکر ہی کہ کسی روز سوار ہو کر ایک کوچہ مین گذرے اوپر سے کسی نے اُنپر راکھ پھینک دی آپ اُتر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا اور کپڑون پر سے راکھ جھاڑ دی اور کچھ نہ کہا لوگون نے کہا کہ آپ نے راکھ ڈالنے والے کو جھڑکا نہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص مستحق آگ کا تھا اُسپر راکھ پڑے تو اُسکو غصہ کرنا مناسب نہین اور روایت ہی کہ حضرت علی بن موسی رضی رح کا رنگ سانولا تھا اس جہت سے کہ آپ کی والدہ حبشن تھین نیشاپور مین آپ کے دروازہ پر ایک حمام تھا جب آپ حمام مین جایا چاہتے تھے تو حمامی آپ کے لیے حمام خالی کر دیا تھا ایک روز جو آپ حمام مین تشریف لے گئے وہ دروازہ بھیڑ کر کسی کام کو چلا گیا اتنے مین ایک شخص رستاقی آیا اور حمام کا دروازہ کھولکر اندر گھسا اور کپڑے اُتار کر حمام مین گیا آپ کو دیکھکر یہ جانا کہ حمام کا کوئی خادم ہی آپ سے کہا کہ اُٹھ کر میرے لیے پانی لا آپنے اُسکا کہنا کیا اور جو جو کہتا گیا کرتے گئے جب حمامی پھر آیا اور رستاقی کے کپڑے دیکھے اور اُسکی گفتگو آپ کے ساتھ سُنی ڈر کر بھاگ گیا جب آپ حمام سے نکلے تو حمامی کو پوچھا لوگون نے کہا کہ وہ خوف کے مارے بھاگ گیا آپ نے فرمایا کہ اُسکو بھاگنا کیا ضرور تھا قصور اُسکا ہی جس نے اپنا نطفہ حبشن کے حوالے کیا اور ابو عبد اللہ خیاط کے حال مین لکھا ہی کہ آپ دوکان پر بیٹھتے اور کپڑا سیتے ایک مجوسی جو آپ سے دشمنی رکھتا تھا اپنا کپڑا سلواتا اور کھوٹے درم مزدوری مین دیتا آپ اُنکو لیکر نہ واپس کرتے اور نہ اُسکو خبر کرتے ایک روز جو وہ مزدوری دینے آیا تو آپ کو نہ پایا آپ کا شاگرد بیٹھا تھا اُسکو اُجرت دیکر اپنا کپڑا مانگا شاگرد نے کھوٹا دام دیکھکر پھیر دیا جب ابو عبد اللہ آئے تو اُسنے حال کہا آپ نے فرمایا کہ تو نے بُرا کیا یہ مجوسی ایک برس سے یہی معاملہ کرتا ہی اور مین چپ چاپ اُجرت لیکر کنوئین مین ڈال دیتا ہون تاکہ کسی مسلمان کو دھوکا نہ دیوے اور یوسف بن اسباط فرماتے ہین کہ حُسن خلق کی علامت دس باتین ہین قلت خلاف حسن انصاف انتقام نہ لینا گناہون کا بُرا جاننا عذر کرنا ایذا اُٹھانا نفس کو ملامت کرتے رہنا دوسرونکے عیوب سے قطع نظر کرکے اپنے عیوب کو پہچاننا چھوٹے بڑے سے بکشادہ پیشانی پیش آنا اپنے سے ادنی اور اعلے کے ساتھ نرمی سے بولنا کسی شخص نے سہل تستری رح سے پوچھا کہ حُسن خلق کیا ہی آپ نے فرمایا کہ ادنی یہ ہی کہ انتقام نہ لے اور ایذا کو سہے اور ظالم پر رحم کرکے اُسکے لیے دعاء مغفرت مانگے اور احنف بن قیس سے پوچھا کہ آپ نے حلم کس سے سیکھا کہا کہ قیس بن عاصم سے لوگون نے کہا کہ اُنکے حلم کا کیا حال ہی آپ نے کہا کہ ایک روز وہ اپنے گھر مین بیٹھے تھے اُنکی لونڈی ایک سیخچہ جسپر کباب چڑھے تھے لیکر آئی اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر اُنکے ایک لڑکے صغیر سن پر گرا کہ اُسکے صدمہ سے وہ لڑکا مرگیا وہ لونڈی ڈری آپ نے فرمایا کہ کچھ خوف نکر مین نے تجھے للہ آزاد کیا اور حضرت اویس رح قرنی رح کا حال لکھا ہی کہ جب آپ کو لڑکے دیکھتے تو پتھر مارتے تھے آپ اُنسے کہتے کہ بھائیو اگر مارنا ضرور ہی ہی تو چھوٹے پتھر مارو کہ میرے پاؤن مین سے خون نہ نکلے اور نماز کا ہارج نہو اور احنف بن قیس کو ایک آدمی نے گالیان دینی شروع کین آپ

چپ چاپ چلے گئے جب محلہ کے قریب پہونچے تو ٹھہر کر اُس سے کہا کہ اگر کچھ اور جی مین رہا ہو تو وہ بھی اب کہہ لے ایسا نہو کہ محلہ کا کوئی بیوقوف تیری آواز سُنے تو تجھے ایذا دے اور حضرت علی رضہ نے ایک بار اپنے ایک غلام کو پکارا وہ نہ بولا پھر آپ نے دوبارہ سہ بارہ پکارا پھر نہ بولا آپ خود اُسکے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ لیٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین اُسنے عرض کیا کہ سنا تو تھا آپ نے پوچھا کہ پھر جواب کیون نہین دیا اُسنے عرض کیا کہ مجھکو یہ خوف تو تھا ہی نہین کہ آپ مارینگے اسلیئے کاہل ہو گیا آپ نے فرمایا کہ مین نے للہ تجھے آزاد کیا اور مالک بن دینار رحمۃ کو ایک عورت نے پکارا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ یہ نام تو نے خوب نکالا جو اہل بصرہ بھول گئے تھے اور یحیی بن زیاد حارثی کے پاس ایک غلام بدخلق تھا لوگون نے اُنسے کہا کہ آپ اسکو کیون رکھتے ہین آپ نے فرمایا تاکہ مین اس سے حلم سیکھون ان روایات سے معلوم ہوا کہ ان لوگون کے نفوس ریاضت سے ڈھیلے ہو کر انکے اخلاق اعتدال پر آگئے تھے اور عناد و خباثت اور حقد سے دل صاف تھے اسکا ثمرہ یہ ہوا کہ تقدیرات الٰہی پر راضی ہوئے جو کہ قطعی غایت حسن خلق کی ہے کیونکہ جو شخص خدا کے کام کو اچھا نہ جانے اور اُسپر راضی نہو تو اُسکی نہایت بدخلقی ہے ان لوگون کی ظاہرین علامتین حسن خلق کی موجود تھین جیسا کہ مذکور ہوا پس اگر کوئی شخص اپنے نفس مین یہ علامات نپاوے تو اُسکو متصف بحسن خلق نہ خیال کرے اور دھوکا نہ کھاوے بلکہ ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول ہو یہانتک کہ درجہ حسن خلق نصیب ہو یہ درجہ نہایت عظیم الشان ہے مقربین و صدیقین ہی اُسکو پہونچتے ہین

دسوان بیان لڑکون کی ریاضت اور تادیب و تحسین اخلاق کا

واضح ہو کہ لڑکون کی تہذیب ایک امر نہایت ضروری ہے اور لڑکا ماں باپ کے پاس امانت ہے اور اُسکا قلب ایک جوہر نفیس سادہ ہر نقش و صورت سے خالی ہر ایک نقش کے قابل ہے اور جس طرف کو مائل کرو اُسطرف میلان کے لائق ہوتا ہے مثلاً اگر تعلیم خیر کی پاوے اور اُسکا عادی کیا جاوے تو بڑا ہو کر بھی ایسا ہی رہیگا اور دونون جہان کی سعادت لیگا اور اس ثواب مین ماں باپ اور اُستاد و ادیب شریک رہینگے اور اگر بُرائی کا عادی ہوگا اور جانورون کی طرح بے غور چھوڑا جاویگا تو تباہ ہو جاویگا اور اُسکا وبال اُسکے مربی پر ہوگا اور اللہ تعالے فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا توجب باپ دنیا کی آگ سے اپنی اولاد کو بچاتا ہے تو آخرت کی آگ سے بچانا بطریق اولی ضرور ہے اور اُسکی حفاظت نار آخرت سے اسطرح ہے کہ ادب اور تہذیب اور محاسن اخلاق سکھاوے اور صحبت بد سے بچاوے زینت اور بناؤ سنگار اور لذات و آرام طلبی اُسکی نظرون مین حقیر کرے تاکہ بڑا ہو کر انکی طلب نہ کرے اور ہلاک ابدی سے بچے بلکہ شروع ہی سے اُسکی حفاظت ضرور ہے بایطور کہ اُسکو کسی عورت نیک بخت متدین حلال خوار کا دودھ پلاوے کیونکہ حرام کے دودھ مین برکت نہین ہوتی اور جب لڑکپن مین حرام کا دودھ پیتا ہے تو اُسکے خمیر مین پہنچ جاتا ہے بڑا ہو کر خبث کی طرف میل کرتا ہے اور جب اُسمین کچھ تمیز شروع ہو تب زیادہ حفاظت ضرور ہے اور شروع تمیز حیا کے ظاہر ہونے سے ہوتی ہے اسلیئے کہ جب لڑکا بعض افعال حیا کے سبب چھوڑ دیتا ہے تو یہ اسی سبب سے ہوتا ہے کہ عقل کے نور کی جھلک اُسمین آتی ہے اور بعض چیزون کو بہ نسبت بعض کے بُرا جانتا ہے تو افعال بد سے حیا کرنے لگتا ہے اور یہ امر خدا کی عنایت سے ہے اور اعتدال اخلاق اور صفاء قلب پر دلالت کرتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا ہونے پر کمال عاقل ہوگا تو ایسے شرمالو لڑکے کو مہمل نہین چھوڑنا چاہیئے بلکہ حیا اور تمیز پر تادیب مین اُسکی مدد کرنی چاہیئے اول اول جو صفت کہ لڑکے پر غالب ہوتی ہے وہ خواہش کھانے کی ہے تو اُسی کے ادب اُسکو سکھانے چاہیین کہ داہنے ہی ہاتھ سے کھاوے اور کھانے پر بسم اللہ کہے اور اپنے سامنے سے کھاوے اور دوسرون سے پہلے کھانا شروع نہ کرے اور کھانے کی طرف گھورے نہین اور نہ کسی کھاتے کی طرف تاکے اور جلدی جلدی نہ کھاوے اچھی طرح چبا کر کھاوے اور پے در پے لقمہ منھ مین نہ دے اور ہاتھ اور کپڑا نہ بھرے اور کبھی کبھی روکھی روٹی کی بھی عادت ڈالنی چاہیئے کہ یہ نہ جانے کہ سالن کے ساتھ ہی کھانا ضرور ہے اور بسیار خواری کی مذمت اُسکے سامنے کرنی چاہیئے اسطرح

کہ جو زیادہ کھاتا ہے وہ چوپایون کی طرح ہے یا کسی لڑکے بسیار خوار کی مذمت اسکے سامنے بیان کیجاوے اور کم خوار کی ثنا کیجاوے اور اسکی نظر مین یہ بات بھی اچھی جتائی چاہیے کہ کھانا دوسرون کو دے دیا کرے اپنے آپ اسکی پروا کم کرے اور روا لی دلیہ جو کچھ میسر آوے اسپر قناعت کرے اور کپڑون مین سے سفید کپڑا اسکو پسند کرانا چاہیے رنگین اور ریشمی کو کہدینا چاہیے کہ یہ عورتون اور مخنثون کا لباس ہے مرد اسکو برا جانتے ہین اور یہی طرح کئی بار اس سے کہا جاوے اور جب کوئی لڑکا رنگین اور ریشمی کپڑا پہنے نظر پڑے اسکی حقارت اسکے سامنے بیان کرین اور اسکو ایسے لڑکون کی صحبت سے بچانا چاہیے جنکو شوق و عادت آرام طلبی اور عمدہ پوشاک کی ہو اور ایسون سے بھی نہ ملنے دے جنکے کہنے سے اسکے دل مین ان باتون کی رغبت ہو جاوے اسلیے کہ ابتدا مین اگر لڑکے کی خبر گیری نہین ہوتی تو اکثر عادات بد اسمین پیدا ہوتے ہین جھوٹا حاسد چور جھگڑالو بیفعل غور بیہودہ گو بے شرم مکار بے پروا ہو جاتا ہے ان امور سے بچاو بہت حسن تادیب سے ہوتا ہے بعدہ مکتب مین بھیجنا چاہیے اور قرآن اور حدیث اور صلحا کی حکایتین سکھانی چاہیین تاکہ محبت صالحین کی اسکے دل مین جمے اور ایسے اشعار جنمین عشق و عاشق کا ذکر ہو اسکو پڑھنے نہ دیوین بلکہ جو لوگ ایسے اشعار کو ظرافت اور ہوشیاری جانتے ہون انسے بھی نہ ملنے دین کہ ان اشعار سے فساد کا بیج دلمین پڑتا ہے اور جب لڑکا کوئی عمدہ کام کرے تو چاہیے کہ اسکو کچھ انعام دین کہ جس سے خوش ہو اور لوگون مین اسکی تعریف کرین اور اگر کبھی ایک آدھ مرتبہ امر خلاف کرے تو اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اسکا پردہ نہین کھولنا چاہیے خاصکر ایسی صورت مین کہ خود لڑکا اس کام کو چھپاوے اور اسکے پوشیدہ رکھنے مین جد وجہد کرے کیونکہ اگر اسکو معلوم ہو جاویگا کہ اس امر کے ظاہر ہونے سے کچھ نہوا تو آئندہ کو جرأت ہوگی اور راز کھلنے کی پروا نہ رہیگی اگر دوبارہ ایسی حرکت کو کرے تو اسکو پوشیدہ عتاب کرنا چاہیے اور تاکید سے کہنا چاہیے کہ خبردار آئندہ ایسا مت کرنا اگر پھر کروگے تو لوگون مین فضیحت ہوگے اور ہر وقت عتاب نہین کرنا چاہیے اس ملامت کا عادی ہو جاتا ہے اور بری باتین کرنے کی جرأت بڑھ جاتی ہے کلام کی تاثیر دل سے جاتی رہتی ہے ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است * چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است * اور باپ کو چاہیے کہ اسکے ساتھ کلام لحاظ کے ساتھ کرے کسی وقت صرف گھڑک دیا کرے اور مائین اسکو بری باتون سے روکے اور باپ کا خوف دلاوے اور دن کو سونے کی عادت نہ ڈالنی چاہیے کہ موجب سستی کا ہوتی ہے مگر رات کو سونے سے روکنا نہ چاہیے الا گدگدا بچھونا نہ دینا چاہیے تاکہ بدن سخت رہے آرام طلب نہو غرضکہ فرش و لباس و غذا مین آرام طلبی چھوڑانے کا لحاظ رہے اور کوئی کام اسکو پوشیدہ نہ کرنے دیوین کیونکہ جس امر کو وہ اپنے نزدیک برا سمجھیگا اسکو چھپا کر کریگا پس اسکو عادت علانیہ کام کرنے کی ہوگی تو برے افعال سے باز رہیگا اور دن کو کوئی وقت ایسا مقرر کرنا چاہیے کہ جسمین چلنے پھرنے کی عادت ہو تاکہ سستی کا غلبہ نہو اور اسکی بھی عادت رہے کہ اپنے ہاتھ پاؤن نہ کھولے اور دوڑکے نہ چلے اور اپنے باپ کی چیزون سے ہمجولیون پر فخر نہ کرے خواہ کھانے پہننے کی اشیا پر نہ اتراوے اور نہ تختی اور دوات وغیرہ پر ناز کرے بلکہ جو اس سے ملے اسکے ساتھ تواضع اور اکرام سے پیش آوے اور کلام ملائمت کے ساتھ کرے اور لڑکون سے کوئی چیز نہ لے اگر امیر زادہ ہے تو اسکو یون سمجھایا جاوے کہ تمہارا مرتبہ دینے کا ہے لینا نہین چاہیے کسی سے لینا خست اور دنائت کا نشان ہے اور اگر فقیر زادہ ہے تو اسکو یہ کہا جاوے کہ طمع اور لینا ذلت ہے اور کتے کی عادت کیونکہ لقمہ کے لیے وہی دم ہلایا کرتا ہے حاصل یہ کہ لڑکون کو سونے چاندی کی محبت اور طمع سے روکنا چاہیے اور سانپ بچھو سے زیادہ ان چیزون کا خوف دلانا چاہیے کیونکہ ان چیزون کی آفت کا ضرر بہ نسبت زہر کے لڑکے کے حق مین زیادہ مضر ہے بلکہ بڑون کے حق مین بھی یہی حال ہے اور اس بات کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ بیٹھنے کی جگہ مین تھوک وغیرہ نہ ڈالے اور دوسرے کے سامنے جمائی نہ لیوے اور نہ کسی کی طرف پشت پھیر کر بیٹھے اور ایک پاؤن پر دوسرا نہ رکھے اور ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ نہ دے اور نہ بازو کو سر کا تکیہ کرے کیونکہ یہ سب امور سستی کے نشان ہین کیفیت جلوس کی اسکو بتانی چاہیے اور کثرت کلام سے منع کرنا چاہیے اور بیان کرنا

چاہیے کہ زیادہ بولنا بیحیائی کا کام ہے کمینے آدمی زیادہ بکا کرتے ہیں اور قسم خواہ سچی ہو خواہ جھوٹی مطلق دونوں سے روکنا چاہیے تاکہ لڑکپن ہی میں عادت قسم کی نہ پڑے اور اس بات کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ سب سے پہلے نہ بولے بلکہ کوئی کچھ پوچھے تو صرف اسکا جواب اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہے اور جب کوئی دوسرا شخص خواہ بڑا کچھ بات کہے تو اسکو خوب سنے اور اپنے سے بڑے کی اٹھکر تعظیم کرے اور اسکے لیے جگہ خالی کر دے آپ اسکے سامنے بیٹھے اور لغو اور فحش اور لعنت اور دشنام سے روکنا چاہیے بلکہ جس شخص میں یہ عادتیں ہوں اس سے ملنے دینا بھی نہیں چاہیے کیونکہ یہ باتیں صحبت بد سے حاصل ہوتی ہیں اور تادیب میں لڑکوں کی اصل بھی یہی ہے کہ بدلوگوں کی صحبت سے روکنا چاہیے اور جب استاد مارے تو زیادہ شور و شر نہ کرے نہ کسی کو سفارشی ڈھونڈھے بلکہ صبر کرے اور اس سے کہدینا چاہیے کہ صبر کرنا مردوں اور بہادروں کا کام ہے اور زیادہ رونا پیٹنا عورتوں اور غلاموں کا کام اور مکتب سے آنے کے بعد اسکو اجازت کسی اچھے کھیل کی دینی چاہیے جس سے کہ مکتب کی مشقت سے راحت ملے مگر کھیل بھی اتنا کھیلے کہ تھک نہ جاوے اگر اسقدر کھیل کی اجازت نہو اور تعلیم میں ہمیشہ کمال سخت گیری کیجاوے تو لڑکے کا دل مرجاتا ہے اور تیزی طبیعت کی جاتی رہتی ہے اور زندگی تلخ ہو جاتی ہے یہانتک کہ کوئی حیلہ ایسا ڈھونڈھنے لگتا ہے کہ جس سے بالکل کچھ بھی نہ سیکھے اور یہ بھی تعلیم ضرور ہے کہ اپنے والدین اور معلم مودب اور عمر میں زیادہ کی فرمانبرداری کرے خواہ اپنا ہو یا بیگانہ اور انکی طرف نظر تعظیم سے دیکھے اور انکے سامنے نہ کھیلے اور جب سن تمیز کو پہونچے تو طہارت اور نماز کے سکھلانے میں بھی غفلت نہ کرنی چاہیے اور رمضان میں کچھ روزے رکھانے چاہییں اور حریر و دیبا اور سنہرے کپڑے پہننے سے قطعی روکا جاوے اور بقدر ضرورت حدود شرع تعلیم کرنی چاہییں اور چوری اور مال حرام اور خیانت اور جھوٹ اور فحش اور جو باتیں کہ لڑکوں پر غالب ہو جاتی ہیں انسے ڈرانا چاہیے جب اسطرح پر پرورش ہوگی تو قریب بلوغ ان باتوں کے اسرار بتلانے چاہییں اور یہ کہنا چاہیے کہ کھانے بمنزلہ دواؤں کے ہیں انسے یہ غرض ہے کہ انسان میں طاقت خدا تعالیٰ کی عبادت کی آوے اور چونکہ دنیا ایک ناپایدار چیز ہے اسلیے اسکی کچھ اصل نہیں موت پر اسکی لذتیں جاتی رہتی ہیں یہ صرف گذرگاہ ہے آخرت رہنے کی جگہ ہے اور موت ہر گھڑی گھڑی تاک رہی ہے دانا وہوشیار وہی ہے جو دنیا سے زاد آخرت لے اور چلدے اور خدا تعالیٰ کے پاس بڑا رتبہ پاوے اور وسعت جنت سے مزا اٹھاوے پس اگر پہلے سے تربیت اچھی ہوگی تو یہ باتیں جو دل میں ہیں بلوغ کے وقت دل پر پتھر کی لکیر ہو جاوینگی اور اگر تربیت اچھی طرح نہوگی اور لڑکے کو عادت کھیل کود اور فحش اور بیحیائی اور کھانے اور لباس وغیرہ اور تفاخر کی ہوگی تو ان باتوں کا اثر دل پر کچھ نہوگا جیسے خشک مٹی دیوار پر نہیں ٹھہرتی حاصل کلام یہ ہے کہ لڑکوں کی تربیت ابتدا میں بہت ضروری ہے کہ اسوقت اسکا جوہر قلبی سب طرح کی لیاقت رکھتا ہے خیر و شر دونوں سیکھ سکتا ہے اور اسکا اختیار ماں باپ کو ہے جس طرف چاہیں اسطرف پھر سکتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ وانما ابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رح فرماتے ہیں کہ جب میں تین برس کا تھا رات کو جاگتا اور اپنے ماموں محمد بن سوار کو نماز پڑھتے دیکھتا ایک روز انھوں نے فرمایا کہ تو اللہ کا ذکر نہیں کرتا جس نے تجھکو پیدا کیا ہے میں نے کہا کسطرح ذکر کروں کہا کہ جب تو لیٹا کرے تین بار یہ الفاظ دل سے کہہ لیا کر زبان مت ہلانا اللہ معی اللہ ناظر الی اللہ شاہدی میں نے چند شب ایسا ہی کیا اور انکو اطلاع دی انھوں نے فرمایا کہ سات بار کہا کر میں نے ویسا ہی کیا اور انسے کہدیا انھوں نے فرمایا کہ گیارہ مرتبہ کہا کر میں نے گیارہ بار کہنا شروع کیا تو میرے دل میں اسکا مزا معلوم ہوا جب میں نے برس روز اسکا ورد کیا تو انھوں نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے تجھکو سکھایا ہے اسکو یاد رکھنا اور ہمیشہ کیے جانا یہانتک کہ قبر میں جاوے یہ بات تجھکو دونوں جہان میں کام آویگی میں نے چند سال اسکی مزاولت کی اور باطن میں حلاوت زیادہ معلوم ہوئی تو ایک روز ماموں صاحب نے فرمایا کہ اے سہیل جو شخص کہ اللہ اسکے ساتھ ہو اور وہ اسکا ناظر اور شاہد رہے بھلا وہ شخص اسکی نافرمانی کر سکتا ہے خبردار خدا کی نافرمانی مت کرنا پس میں الگ ہو کر یہی ذکر رکھتا جب مجھکو مکتب میں بٹھایا تو یہ ڈر ہوا کہ کہیں اس امر میں فتور نہو اسی لیے میں نے کہا کہ استاد سے یہ

شرط کر لو کہ ایک گھنٹہ پڑھکر چلا آؤنگا پھر مکتب میں جا کر چھ یا سات برس کی عمر میں کلام اللہ حفظ کر لیا اور ہمیشہ روزہ رکھتا اور جو کی روٹی بارہ برس کی عمر تک کھائی جب تیرہ برس کا ہوا تو ایک سوال میرے دل میں آیا میں نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے بصرہ میں بھیجدو کہ وہاں جا کر پوچھوں بصرہ میں آکر وہاں کے علما سے دریافت کیا کسی نے جواب شافی نہ دیا تو عباداں کو چلا گیا وہاں ایک بزرگ ابو حبیب رہتے تھے اُن سے جا کر پوچھا تو اُنھوں نے جواب شافی دیا میں اُنکی خدمت میں ایک مدت تک رہا اُنکے کلام سے نفع لیتا اور اُنکے طریق سیکھتا پھر میں تستر کو چلا آیا اور اپنی غذا یوں مقرر کی کہ ایک درم کے جو خریدتا اور اُنکو پسوا کر دکھی روٹی بے نمک سحر کے وقت بقدر ایک چھٹانک کے کھاتا تو ایک درم سال بھر کو کافی ہو جاتا پھر میں نے یہ قصد کیا کہ تین دن روزہ اتصال رکھتا اور ایک روز افطار کرتا پھر پانچ دن پھر سات دن کا اتصال کرتا یہانتک کہ پچیس دن کے اتصال پر نوبت پہونچی اور بیس برس اسی طرح گذر گئے پھر میں نے چند سال ملکوں کا سفر کیا اور تستر میں لوٹ کر تمام شب کا جاگنا اختیار کیا

گیارھواں بیان مرید ہونے کی شرطوں اور مقدمات مجاہدہ کا اور راہ ریاضت کے چلنے میں تدریج مرید کی ترقی کا

جاننا چاہیے کہ جو کوئی اپنے دل سے آخرت کو مشاہدہ یقینی کر لیتا ہے وہ آخرت کے زاد کا مشتاق ہوتا ہے اُسی کے رستہ پر چلتا ہے دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کو خوار و ناپائدار سمجھتا ہے جیسا کسی کے پاس پوت ہو اور اُسکو کوئی جوہر قیمتی نظر پڑے تو پوت کی رغبت اُسکے دل سے جاتی رہیگی اور یہ چاہیگا کہ اِس جوہر سے اُسکو بدل لوں اور جسکو کہ رغبت آخرت نہیں اور نہ دیدار الٰہی کا طالب ہے وہ اِسوجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ اور قیامت پر اُسکو ایمان نہیں اور ہماری غرض اُس ایمان سے نہیں کہ زبان سے کلمہ شہادت کہ لیا اور بے صدق و اخلاص دل میں وسوسہ گذر گیا اسطرح کے ایمان کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اِس بات کی تصدیق کرے کہ جوہر پوت سے اچھا ہے مگر جوہر کا نام ہی سُنا ہے اُسکی حقیقت نہیں جانتا اور اس طرح کا شخص اگر پوت کی اُلفت میں پڑ جاے گا تو اُس کو نہیں چھوڑے گا یا جوہر کا اشتیاق خوب نہ کریگا اِس سے معلوم ہوا وصول الی اللہ بے سلوک کے نہیں ہوتا اور سلوک بے ارادہ ممکن نہیں اور ارادہ کا مانع ایمان کا نہونا ہے اور سبب ایمان کے نہونے کا یہ ہے کہ کوئی ہادی اور مذکر نہیں اور علما جو راہ حق بتاویں اور دنیا کی حقارت اور اُسکا فانی ہونا اور آخرت کا امر مہم ہونا اور اُسکی بقا سمجھاویں مفقود ہیں خلق خدا غافل ہے اور اپنے شہوات میں مستغرق اور معرفت الٰہی سے خواب خرگوش میں ہیں کوئی عالم دین ایسا نہیں کہ اُنکو متنبہ کرے اگر کوئی متنبہ ہوتا ہے تو خود ناواقفیت کی جہت سے چل نہیں سکتا اور اگر علما سے پوچھتا ہے تو وہ خود ہواے نفسانی میں مبتلا ہو کر راہ راست سے علحدہ ہیں تو ضعف ارادہ اور راہ کی ناواقفیت اور علما کا ہواے نفسانی سے بولنا اِس بات کا باعث ہوا کہ خدا تعالیٰ کی راہ کے چلنے والے نہ رہے پس جب مقصود محجوب ہوا اور راہبر مفقود اور ہواے نفسانی غالب اور طالب غافل تو راہ البتہ خالی رہیگی اور پہونچنا دشوار ہوگا پھر اگر کوئی ہوشیار خود بخود یا کسی دوسرے کی ترغیب سے تجارت آخرت کا ارادہ کرے تو اُسکو معلوم کرنا چاہیے کہ ارادت یعنے مرید ہونے کے لیے شروع میں چند شرطیں ہیں کہ اُنکا پہلے بجالانا چاہیے اور ایک گرفت کی چیز ہے جسکو گرفت کر لی چاہیے اور ایک قلعہ ہے جسمیں پناہ لینی چاہیے تاکہ دشمنان راہ زن سے بچے اور نیز چند وظائف ہیں کہ اثناء سلوک میں اُنکی مداومت کرنی چاہیے پس جو شرطیں کہ اُنکا اول مقدم کرنا ضرور ہے وہ یہ ہیں کہ اپنے اور حق کے بیچ میں جو حجاب اور روک ہے اُسکو دور کرنا چاہیے کیونکہ خلق کا محروم رہنا حق سے اِسی باعث ہے کہ بہت سے پردے بیچ میں حائل ہیں چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وجعلنا من بین ایدیہم سدا ومن خلفہم سدا فاغشیناہم فہم لا یبصرون اور یہ حجاب مرید اور حق کے درمیان چار ہیں مال اور جاہ اور تقلید اور نافرمانی مال کا حجاب اسطرح دور ہوتا ہے کہ اُسکو بانٹ دے اور بقدر ضرورت کے سوا سب اپنے ملک سے نکال دے کیونکہ جب تک ایک درم بھی پاس

ا… اور بنائی [illegible]

رہیگا دل کی توجہ اُسکی طرف رہیگی اور وہی حجاب رہیگا اور جاہ کے حجاب دور کرنے کی یہ تدبیر ہو کہ ایسی جگہ مین نہ رہے جہان جاہ حاصل ہو اور سکوت اور تواضع اختیار کرے اور ایسے اعمال کرے کہ خلق کو اُس سے نفرت ہو جاوے اور تقلید کا حجاب مرتفع ہونے کا یہ طور ہو کہ مذہبون کا تعصب چھوڑ دے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے معنی کی تصدیق کرکے اسکی تصدیق حقیقی کے حاصل کرنے کی حرص کرے یعنی سواے خدا تعالیٰ کے جو چیز اُسکی معبود ہو اُسکو نابود کرے اور سب سے بڑھکر معبود آدمی کا ہواے نفسانی ہو اُسکو دور کرے اگر ایسا کیے جائیگا تو جس چیز کا اعتقاد تقلید کے باعث حاصل ہوا تھا اُس کی حقیقت کھل جائیگی اور یہ بات مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہو مجادلہ سے نہین ہوتی پس اگر اُسپر تعصب کا غلبہ ہوگا کہ نفس مین سواے اُس اعتقاد تقلیدی کے اور بات کی گنجایش نہوگی تو اسی مین پھنسا رہیگا اور یہی امر باعث حجاب ہوگا کیونکہ مریدین یہ شرط نہین کہ کسی خاص مذہب کا ہو اور نافرمانی کے حجاب کے رفع کرنیکی تدبیر بجز اسکے نہین کہ توبہ کرے اور گناہون سے صاف ہو اور عہد مضبوط کرے کہ دوبارہ ایسا نہ کرونگا اور پہلے گناہون سے نادم ہو کر کے جو چیز کسی کی چھین لی ہو وہ واپس کرے اور حقدارون کو اُنکے حق ادا کرے پھر جو کوئی توبہ تو نہ کرے اور گناہ ظاہری بھی نہ چھوڑے اور یہ چاہے کہ اسرار دین کے مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین اُسکی مثال ایسی ہو کہ کوئی بے عربی سیکھے یہ چاہے کہ قرآن شریف کے اسرار اور تفسیر معلوم ہو جاوے حالانکہ دستور یہ ہو کہ اول ترجمہ الفاظ عربی کا سیکھتے ہین پھر اُسکے بعد معانی کے اسرار معلوم کرتے ہین اسی طرح یہان اول ظاہر شریعت کو ابتدا سے آخر تک درست کر لیتے ہین پھر اُسکے اسرار و دقائق کی طرف ترقی کرتے ہین غرضکہ جب ان چارون شرطون کو مقدم کرکے مال و جاہ سے کنارہ کریگا تو ایسا ہو جاویگا کہ جیسا کوئی شخص وضو اور طہارت کرکے نماز کے قابل ہو جاوے اور صرف ایک امام کی اقتدا کی ضرورت رہے اسی طرح مرید کو ایک مرشد اور اُستاد کی ضرورت ہوگی جو راہ مستقیم بتاوے اسلیے کہ دین کا رستہ بہت باریک ہو اور شیطان کی راہ ظاہر اور بہت ہین تو اگر مرشد ہادی نہوگا تو بالضرور شیطان اپنے راستون کی طرف کھینچ لیگا کہ بدون رہبر راہ پر خطر مین چلنا اپنی جان کو تباہی مین ڈالنا ہو اور جو اپنی عقل پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسے ہین جیسا خودرو پیڑ ہوتا ہو کہ تھوڑے ہی عرصہ مین سوکھ کے رہ جاتا ہو اور اگر چندے ٹھہر گیا اور پتے بھی نکل آئے تو پھل نہین لگتا خلاصہ یہ کہ بعد تقدیم چارون شروط مذکورہ کے مرید کے لیے جو شیخ قابل گرفت ہو وہ اُستاد ہو اُسپر تمسک ایسا چاہیے جیسا نہر کے کنارہ اندھا آدمی اپنی لاٹھی پکڑنے والے پر کرتا ہو کہ اپنا سب امر اُسکے سپرد کر دیتا ہو پیچ و خم مین اُسکی متابعت کرتا ہو اور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین کرتا اسی طرح مرید کو مرشد کے ساتھ ہونا چاہیے اور یہ جانے کہ کہ اگر مرشد غلطی بھی کریگا تو اُسکی غلطی مین مجھکو نفع زیادہ ہو بہ نسبت اسکے کہ مین اکیلا چلون اور اتفاقاً راہ صواب ہی پاؤن تو جب ایسا مرشد ملجاوے تو مرشد کو چاہیے کہ اپنے مرید کو ایسی پناہ کی جگہ اور قلعہ مین بٹھادے کہ راہزنون سے محفوظ رہے اور یہ قلعہ چار چیزین خلوت اور سکوت اور بیداری اور بھوک کیونکہ مقصود مرید کا یہ ہو کہ قلب کی اصلاح ہو جاوے تاکہ اُس سے پروردگار کا مشاہدہ کرے اور اسکے قرب کی لیاقت بہم پہونچاوے اور یہ بات اُن چارون چیزون سے حاصل ہو بھوک سے دل کا خون کم ہوتا ہو اور سفید ہو جاتا ہو اور سفیدی مین اُسکا نور ہو اور نیز چربی دل کی بھوک سے دور ہوتی اور یہ باعث اُسکی نرمی کا ہو جو کلید مکاشفہ ہو جسطرح سختی دل باعث حجاب ہو اور جب خون دل کم ہو جاتا ہو تو دشمن کی راہ تنگ ہو جاتی ہو اسلیے کہ اُسکی گذرگاہ رگین ہین جنمین شہوات بھرے ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین کو فرمایا کہ اپنے شکمون کو بھوکا رکھو تاکہ اپنے پروردگار کو دیکھو اور حضرت سہیل تستری فرماتے ہین کہ ابدال چار چیزون سے یہ رتبہ پاتے ہین پیٹ کو بھوکا رکھنا جاگنا سکوت اور عزلت غرضکہ بھوک سے روشنی قلب کا ہونا ظاہر ہو تجربہ بھی اُسکا مقر ہو اور باب کسر شہوت مین اُسکا بیان مفصل آویگا اور بیداری سے یہ فائدہ ہو کہ جلا اور صفا قلب کی حاصل ہوتی ہو اور جسقدر بھوک سے نور حاصل ہوا تھا اُسپر یہ نور زیادہ ہو جاتا ہو اور دل مثل ستارہ یا آئینہ جلا کیے ہوئے کے چمکنے لگتا ہو اور اُسمین جمال حق ظاہر ہوتا ہو اور درجات بلند آخرت کے اور دنیا کی حقارت اور اُسکی آفتین نظر آنے لگتی ہین تو اسصورت مین آدمی کا دل اُسکی طرف سے ہٹ جاتا ہو اور ہمہ تن متوجہ آخرت کی طرف

ہوتا ہے اور بیداری بھی نتیجہ بھوک ہی کا ہے پیٹ بھرنے پر جاگنا نہیں ہو سکتا نیند دل کو سخت اور مردہ کر دیتی ہے لیکن اگر بقدر ضرورت ہو تو سبب
مکاشفہ اسرار غیبی کا ہوتی ہے ابدال کی صفات میں لکھا ہے کہ غذا انکی فاقہ ہے اور نیند غلبہ اور کلام بقدر ضرورت اور ابراہیم خواص فرماتے ہیں
کہ سب صدیقین کی رائے اس بات پر متفق ہوئی ہے کہ زیادہ پانی پینے سے نیند بڑھتی ہے اور سکوت کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے عزلت آسان
ہو جاتی ہے مگر عزلت نشین کو اس شخص کا دیکھنا ضرور ہوتا ہے جو کھانا پانی وغیرہ پہونچاوے تو چاہیے کہ اس سے ضرورت کے سوا کلام نہ کرے
کلام سے دل اور طرف مصروف ہو جاتا ہے اور دل کو کلام کی طرف بڑی رغبت ہے کیونکہ ذکر فکر سے تھک کر اسمیں آرام ملتا ہے خلاصہ یہ کہ
سکوت سے عقل کو قوت ہوتی ہے اور باعث ورع و تقوی کا ہوتا ہے اور خلوت کا فائدہ یہ ہے کہ آنکھ اور کان جو قلب کے دروازے ہیں رکے
رہیں اور شغل دور ہو جاویں کیونکہ دل بمنزلہ ایک حوض کے ہے جسمیں حواس کی نہروں سے گندہ پانی اور خس و خاشاک گرتا ہے اور ریاضت
سے یہ منظور ہے کہ یہ حوض اس خراب پانی سے خالی ہو جاوے اور کیچڑ تہ میں سے نکالا جاوے تاکہ اسکو کھودتے کھودتے اصل پانی تک
پہونچا دیں اور پھر صاف اور ستھرا پانی نکل آوے پس یہ غیر ممکن ہے کہ نہروں میں سے پانی کو نہ روکیں اور حوض خالی ہو جاوے
بلکہ جتنا خالی کرینگے اس سے زیادہ اور چلا آویگا اسلیے ضرور ہوا کہ حواس کو ضرورت کے سوا ضبط کیا جاوے اور یہ بات بدون خلوت یعنی
اندھیرے مکان کے نہیں ہو سکتی اور اگر اندھیرا مکان نہ ملے تو اپنا منہ چادر یا لنگی وغیرہ سے ڈھانپ لیوے اسوقت میں آواز غیب
سننے لگیگا اور جلال ربوبیت سوجھنے لگیگا دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی حال میں آواز پہونچی تھی کہ یا ایہا المزمل اور
یا ایہا المدثر اس سے معلوم ہوا کہ یہ چاروں چیزیں بمنزلہ قلعہ یا سپر کے ہیں جن سے رہزن دور ہوتے ہیں اور موانع برطرف جب یہ بات
بھی کر چکے تو اب راہ معرفت کی چلنے میں مشغول ہو اور اسکا چلنا بدون طے کرنے گھاٹیوں کے نہوگا اور اس راہ میں گھاٹیاں صفات قلبی
ہیں جو التفات دنیا کے سبب سے ہوتی ہیں اور ان میں سے بعض آسان ہیں اور بعض مشکل انکا طے کرنا یہ ترتیب شروع کرے یعنی
اول سب سے آسان کو قطع کرے پھر اس سے مشکل کو پھر اس سے مشکل کو اور یہ صفات انھیں علائق کے اسرار اور آثار ہیں جو شروع
ارادت میں قطع کیے ہیں یعنی مال و جاہ و حب دنیا و التفات الی الخلق اور معاصی کا میل پس ضرور ہے کہ جیسا ظاہر میں انکے اسباب رفع
کر دیے باطن سے بھی انکے نشان دفع کرے اور اسمیں مجاہدہ بہت چاہیے اور اختلاف احوال کے اعتبار سے یہ بھی مختلف ہوتا ہے
بعض لوگ اکثر صفات سے محفوظ ہوتے ہیں انکو تھوڑا ہی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مجاہدہ مخالفت ہوا اور شہوات کے
خلاف سے کرنا ایسی صفت ہے کہ نفس مرید کی ہر صفت پر غالب ہوتی ہے پس جب شہوات سے محفوظ ہو جاوے یا انکو ضعیف کر پاوے
اور دل میں کوئی علاقہ قابل شغل نہ رہے تو مرشد کو چاہیے کہ ہمیشہ اسکے دل کے پیچھے پڑا رہے اور وظائف ظاہری زیادہ نہ پڑھنے دے
بلکہ فرائض اور سنن پر اکتفا کرا کر صرف ایک وظیفہ جو لب لباب اور ثمرہ تمام اوراد کا ہے اسکا ورد کرے اور وہ یہ ہے کہ جب دل غیر اللہ سے
فارغ ہو جاوے خدا تعالے کا ذکر کراوے اور جبتک اسکا دل اور علائق کی طرف ملتفت ہو اسمیں ذکر مبارک کا شغل نہ بتاوے چنانچہ
حضرت شبلی رح نے اپنے مرید حصری سے فرمایا تھا کہ جس جمعہ کو تم میرے پاس آتے ہو اگر اس سے لیکر دوسرے جمعہ تک تمہارے دل میں
سوا خدا کے کوئی اور چیز گذری تو تمکو میرے پاس آنا حرام ہے اور اس طرح کا تجرد بے صدق ارادت اور غلبہ محبت الہی کے حاصل نہیں
ہوتا جب تک کہ عاشق صادق نہ بنجاوے کہ سواے ایک فکر کے دوسرا باقی نہ رہے جب اسطرح کا حال مرید کا ہو تو مرشد اسکو اجازت
دے کہ کسی گوشہ میں تنہا بیٹھے اور ایک آدمی ایسا مقرر کر دے کہ اسکو تھوڑی سی غذا حلال پہونچا دیا کرے روزی حلال ہونی
بہت ضرور ہے کیونکہ طریق دین کی اصل یہی ہے کہ غذا حلال کھاوے اور پھر اسکو کوئی ذکر تعلیم کرے کہ وہ اپنا دل اور زبان اسمیں مشغول
کرے مثلاً اللہ اللہ یا سبحان اللہ سبحان اللہ یا اور الفاظ جو مرشد کی تجویز میں آویں ہمیشہ کہا کرتا رہے یہانتک کہ اسکی مواظبت کرے

بخاری و مسلم بروایت عائشہ [illegible] بقدر [illegible] [illegible] کہنے والے [illegible] بیٹھنے [illegible]

کہ حرکت زبان کی موقوف ہو جاوے اور کلمہ مذکور گویا زبان پر بے حرکت جاری ہو جاوے پھر اس حال پر مداومت کرتے کرتے زبان سے بالکل جاتا رہے اور دل میں صورت لفظ کی منقوش ہو جاوے پھر اسپر مداومت کرنے سے صورت لفظوں کی یعنی حروف دل پر سے مٹ جاویں صرف معانی لفظ کے دل کے ساتھ اور اسپر غالب رہیں اس طرح کہ کبھی سامنے سے غائب نہوں اور کل ماسوا سے دل خالی ہو جاوے کیونکہ دل جب ایک چیز میں مشغول ہوتا ہے تو دوسری شے کوئی سی ہو اس سے نکل جاتی ہے اسی لیے اگر ذکر الٰہی مقصود بالذات میں مشغول ہو جاویگا تو بیشک ماسوا سے خالی ہو جاویگا اب اس وقت یہ چاہیے کہ وساوس اور خواطر دنیاوی سے دل کو بچاوے اور اپنا اور پرایا حال کچھ یاد نہ کرے اسلیے کہ اگر ذرا بھی دل اس طرف متوجہ ہوگا یاد الٰہی سے خالی رہیگا اور اتنا ہی نقصان ہو جاویگا تو ایسے امور کو ضرور ہی دفع کرنا چاہیے ہر چند جب سب وساوس کو دفع کریگا ایک خاص کلمہ کی طرف نفس کو پھیرے گا تو اسی کلمہ کے باب میں وساوس پیدا ہونگے کہ یہ کلمہ کیا ہے اور اسکے معنی کیا ہیں اور وہ کس سبب سے خدا کا مقصود ہوگا اور ایسے وساوس سے فکر کا دروازہ کھل جاویگا اور شیطان کی طرف سے ایسے وساوس آنے لگیں کہ کفر و بدعت ہوں مگر جب ان وساوس کو برا جانتا ہوگا اور قلب سے انکو دور کرنے کے درپے مستعد رہیگا تو اسکے کچھ ضرر نہ ہوگا پھر ان وساوس کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ کہ جنہیں یقینی معلوم ہو جاوے کہ خداوند کریم ان شبہات سے پاک ہے مگر شیطان دل میں ڈالا کرتا ہے اور انمیں پھنسایا چاہتا ہے تو اسکا علاج یہ ہے کہ اسکی پروا نہ کرے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو اور خدا تعالیٰ سے اسکے لیے پناہ مانگے وہی اسکو دور کریگا جیسا خود فرمایا واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ بالله انه سمیع علیم اور فرمایا ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون اور ایک وہ ہیں کہ ان میں تردد اور شک ہو تو انکی تدبیر یہ ہے کہ مرشد سے کہے بلکہ جو کچھ دل پر گذرے خواہ سستی ہو یا نشاط یا التفات کسی علاقہ کی طرف یا صدق ارادت سب کو اس سے کہہ دینا چاہیے اور اسکے اوروں سے اسکا ذکر نہ کرے پھر مرشد کو چاہیے کہ اسکے حال کو اور اسکی ذکا اور کیاست کو غور سے ملاحظہ کرے اگر اسکو ایسا جانے کہ بحال خود چھوڑا اور فکر کی اجازت دینے سے خود بخود امر حق پر متنبہ ہو جاویگا تو اسکو فکر ہی میں لگا دے اور اسپر مداومت کی اجازت دے یہاں تک کہ اسکے دل میں نور الٰہی جلوہ گر ہو اور حقیقت امر دین کی تو ان معلوم ہو جاوے اور اگر ایسا جانے کہ اس جیسا شخص آپ ہی آپ معلوم نہ کر سکیگا تو اسکے سامنے اعتقاد یقینی مشہور مذکور کا جسقدر اسکے دل کو قبول ہو بیان کرے اور پند و نصیحت کے ساتھ ایسی دلیل اعتقاد کی سناوے جو اسکے فہم میں آ جاوے اور چاہیے کہ حضرت مشائخ اسے حال بہت نرمی سے کیا کرے کیونکہ یہ طریق مہلک اور پر خطر ہے بعض مریدوں کو اثنا شغل ریاضت میں ایسے خیال فاسد جم گئے ہیں کہ انکی کشف پر انکو قدرت نہو دے تو اپنی چال چھوڑ کر راہ بطالت طے کرنے لگا اور یہ امر نہایت درجہ کی تباہی کا ہے اور جو شخص کہ صرف ذکر ہی کا ہو رہے اور ان علائق کو جو دل کو مشغول کرتے ہیں دفع کرے وہ بھی ایسے افکار سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ خطر کی کشتی میں سوار ہے لیکن اگر بچ گیا تو دین کا بادشاہ ہے اور اگر چوک گیا تو تباہ ہوا اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علیکم بدین العجائز یعنی اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد بطور تقلید مانکر اعمال خیر میں مصروف ہونا چاہیے اسکے خلاف میں بہت سے خطرے ہیں اسی لحاظ سے بعضوں کے نزدیک مرشد پر واجب ہے کہ مرید کا حال فراست سے معلوم کرے اگر ذکی اور ہوشیار نہو اور اعتقاد ظاہری کی اسرار واقعی نہ رکھتا ہو تو اسکو ذکر و فکر میں مشغول نہ کرے بلکہ اعمال ظاہری کا پابند کرکے وظائف متواتر و مشہور بتلاوے یا فکر والوں کو خدمت میں مشغول کر دے تاکہ انکی برکت میں یہ بھی شریک ہو جاوے جب کوئی شخص جہاد سے عاجز ہو تو اسکو چاہیے کہ مجاہدین کو پانی پلاوے اور انکے جانوروں کی خبر لے تاکہ قیامت کو انکے ساتھ اٹھے اور انکی برکت میں شریک ہو گو انکا درجہ نہ پاوے پھر مرید کو اور بہت سے راہزن مثل عجب اور ریا اور احوال کے منکشف ہونے کی خوشی اور اوائل کرامات کے ظاہر ہونے کی فرحت کے پیش آتے ہیں اگر ان میں سے کسی کی طرف التفات کرے اور نفس کو اسی قدر پر قانع کر دے تو سلوک میں خلل واقع ہو اور اسی جگہ رہ جاوے تو ایسی صورت میں چاہیے کہ اپنے حال پر مدت العمر چلا جاوے اور کسی امر پر قناعت نہ کرے بلکہ اپنا حال مثل اس پیاسے کے جانے کہ اگر بالفرض دریا کے دریا اسکے سامنے آ جاویں تب بھی پیاسا

نہ سمجھے اور راس المال اپنا خلق سے علیحدگی اور خلوت کو جانے بعض کہتا ہون سے منقول ہی کہ مین نے ایک ابدال عزلت گزین کی خدمت مین عرض کیا کہ تحقیق کی راہ کسطرح ہی اور آپ ایک دفعہ یہ پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتلایئے جس سے دوام میرا دل خدا کے ساتھ رہے انھون نے فرمایا کہ خلق کو مت دیکھ اُنکی طرف دیکھنا تاریکی ہی مین نے کہا اسکا ہونا ضروری ہی انھون نے فرمایا کہ اُنکا کلام مت سُن کہ سختی دل کا باعث ہی مین نے کہا کہ یہ بھی ضروری ہی انھون نے فرمایا کہ اُنسے لین دین مت کر اس سے وحشت ہوتی ہی مین نے کہا کہ اُن مین تو رہتا ہون لین دین کیسے چھوڑ دون انھون نے فرمایا کہ اُن مین مت رہو اُن مین رہنا تو تباہی ہی مین نے کہا کہ اُنکے درمیان رہنے کا مرض ہو گیا ہی انھون نے فرمایا کہ عجیب بات ہی غافلون کی طرف دیکھنا بھی چاہتے ہو جاہلون کے کلام کی گفتگو سُنو اور معاملہ بھی کرو اور پھر چاہتے ہو کہ دوام دل خداتعالی کے ساتھ رہے یہ کبھی نہین ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ انتہا ریاضت یہ ہی کہ آدمی علی الدوام اپنے دل کو خداتعالی کے ساتھ پاوے اور یہ بات بدون اسکے کہ غیر سے خالی ہو غیر ممکن ہی اور غیر سے خالی ہونا بے مجاہدہ نہین ہوسکتا پس جب اپنے دل کو اللہ کے ساتھ پاویگا تو جلال حضرت ربوبیت منکشف ہوگا اور حق جلوہ گر اور ایسے ایسے لطیفے اللہ تعالی کی طرف سے معلوم ہونگے جنکی صفت ہرگز نہین ہوسکتی جب مرید کا حال اس درجہ کو پہونچے اور اُن مین سے کچھ منکشف ہونے لگے تو اسوقت بڑا راہزن یہ امر ہوتا ہی کہ اِن اُمور کو بطور پند و نصیحت بیان کرنے لگتا ہی اور وعظ گوئی کے درپے ہوتا ہی اس سے نفس کو کمال درجہ کی لذت ملتی ہی اور اُس لذت سے اس بات کی فکر ہوتی ہی کہ اُن معانی کو جس الفاظ سے مرتب و مزین بیان کیجیے اور حکایات و دلائل قرآن و حدیث سے مُدلل اور ایسی خوبصورتی سے ادا ہون کہ لوگون کو اُنکے سننے کی طرف رغبت ہو اور شیطان دل مین یہ خیال ڈال دیتا ہی کہ یہ امر اسلیے ہی کہ جو لوگ خدا سے غافل ہین اُنکے دل زندہ ہوجاوین ہمکو اس سے نہ کچھ فائدہ نہ لذت ہم صرف خداتعالی اور اُسکے بندون مین ذریعہ ہین کہ اُنکو اُسکی راہ بتاتے ہین اور یہ شیطانی وسوسہ اُسوقت کُھلتا ہی کہ کوئی اپنے ہمسرون مین ایسا ہو کہ اُسکا وعظ اپنی نسبت عمدہ ہو اور لوگون کا میلان بھی اُسکی طرف زیادہ ہو پس اگر وعظ گوئی لذت کے سبب سے ہوتی ہوگی تو ایسے شخص کو دیکھکر رشک حسد اندر سے جوش کریگی اور اگر واقع مین یہی منظور ہوگا کہ لوگ راہ راست پر آجاوین تو ایسے شخص سے کمال طبیعت خوش ہوگی اور خدا کا شکر کریگا کہ خوب ہوا ایک سے دو ہوئے جیسے کوئی لاوارث مردہ کو دفنانا چاہے اور کوئی وہان موجود نہو اور شرعاً اسی کے ذمہ آپڑے تو ایسے وقت مین اگر کوئی مددگار پیدا ہوجاوے تو کمال خوشی ہوتی ہی اور کسی طرح کی حسد نہین اُٹھتی اسیطرح غافل لوگ مردہ ہین اور واعظ اُنکے دلون کو زندہ کرنا چاہتے ہین تو واعظین کی کثرت سے ایک دوسرے کو اعانت اور راحت ہوتی ہی یہ مقام خوشی کا ہی نہ حسد کا اور ایسا بہت کم پایا جاتا ہی اسلیے مرید کو چاہیے کہ اس سے بچے کیونکہ یہ شیطان کے بڑے جالون مین سے ہی جس سے اُن لوگون کی راہ مارتا ہی جنپر اول اول کچھ راہ معرفت کھلتی ہی اور لوگ اسوجہ سے اس جال مین پھنس جاتے ہین کہ زندگانی دنیاوی انسان پر طبعاً غالب ہی اسی جہت سے اللہ تعالے نے فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پھر فرمایا کہ طبیعتون مین شر ہمیشہ سے چلی آئی ہی اور کتب سابقہ مین بھی اُسکا ذکر ہوا ہی اور یہ فرمایا اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولٰى صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰى یہی حال مرید کو ریاضت سکھلانے اور بتدریج اُسکی تربیت کا خداتعالے کے دیدار کے لیے اور تفصیل ریاضت کی ہر ہر صفت مین آگے مذکور ہوگی اور راز اسکا یہ کہ صفات انسانی مین غالب تر شہوت پیٹ اور شرمگاہ اور زبان کی ہی اور اُسکے بعد غضب ہی جو شہوات کی حمایت کرتا ہی اور جب شہوت پیٹ اور شرمگاہ کے ساتھ مانوس ہوتا ہی تو دنیا کی محبت ہوتی ہی اور مال و جاہ مین مبتلا ہوتا ہی مال و جاہ مین بڑھکر کبر و عجب و ریاست مین ایسا پھنستا ہی کہ سرے سے دنیا چھوڑنے کو دل نہین چاہتا اور دین مین بھی ایسی بات کو لیتا ہی جسمین ریاست اور غرور پایا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ بعد ان دونون بابون کے آٹھ باب اس تفصیل سے لکھین باب اول شہوت شکم و فرج کی کمی مین باب دوم حرص کلام کے دور کرنے مین باب سوم غضب اور حقد و حسد کے دور کرنے مین باب چہارم دنیا کی مذمت اور اُسکے مکرون کی تفصیل مین باب پنجم محبت مال توڑنے اور بخل کی بُرائی مین باب ششم

ریا اور محبت جاہ کی برائی مین باب ہفتم کبر و عجب کی برائی مین باب ہشتم دہوکا کہانے کے مواقع مین ان مہلکات اور انکے معالجات کے تمام ہونے کے بعد جو ہماری غرض اس جلد مین بیان کرنی ہے انشاء اللہ پوری ہو جاویگی کیونکہ باب اول مین تو ہمنے صفات قلبی کی شرح کی ہے جو معدن مہلکات اور منجیات دونون کا ہے اور دوسرے باب مین تہذیب اخلاق اور امراض قلبی کے معالجات کا طور بطور کلی اجمالاً ذکر کیا ہے اب ان ابواب مین انکی تفصیل بیان ہوگی ذکر ریاضت نفس و تہذیب اخلاق خدا تعالے کی مدد و حسن توفیق سے تمام ہوا اسکے بعد دو شہوتون کے دور کرنے کا مذکور ہوتا ہے
والحمد للہ اولاً و آخراً والسلام علی من اتبع الہدی وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

باب سوم شہوت شکم اور شرمگاہ کے توڑنے کے بیان مین اور اسمین کئی بیان ہین

ربا نہی دل کہتا تھا حکم کبریا کو کیجیے	زان بعد ثنا مصطفیٰ کو کیجیے
پر حوصلہ اپنا دیکہا جسنے ہوکہا	احسن ہے یہی کہ بندگا کو کیجیے

جاننا چاہیے کہ بڑا مہلک اولاد آدم کا شہوت شکم ہے جسکے سبب حضرت آدم و حوا علیہما السلام دارالقرار سے اس ناپائدار مین نکالے گیے کیونکہ انکو درخت خاص سے منع کیا گیا تہا اور انکی شہوت غالب ہوئی کہا بیٹھے اور سب انکی برائیاں ان پر کہل گئین اور درحقیقت شکم چشمہ شہوات اور معدن آفات ہے اسلیے کہ شہوت شکم کو شہوت جماع لازم ہے پیٹ بہرنے پر یہ سوجہتا ہے کہ بہت سی منکوحہ ہون اور خوب صحبت کیجیے اسکے بعد مال و جاہ کو دل چاہتا ہے کہ انکے ذریعہ سے یہ مطلب بخوبی نکلتا ہے اور مال کی کثرت سے طرح طرح کی رعونتین اور حسد پیدا ہوتی ہین اور انہین مال و جاہ کی بدولت ریا اور تفاخر اور غرور پیدا ہوتا ہے جس سے حقد و حسد و کینہ و دشمنی اٹہتی ہے اور پہر یہ نوبت پہونچتی ہے کہ آدمی سرکشی اور نافرمانی اور مکروہات و ممنوعات کرنے لگتا ہے اور یہ سب اس بات کا ثمرہ ہے کہ معدہ کو خالی نہ رکہا اور ناکون ناک بہر لیا اگر آدمی اپنے نفس کو بہوک سے ذلیل رکہے اور اسکے سبب شیطان کے رستے تنگ کردے تو البتہ قدم جادۂ اطاعت الٰہی سے نہ اٹہا دیگا اور سرکشی اور اترانا پاس نہ پہٹکیگا اور بالکل آخرت کو چہوڑ کر دنیا کا نہو رہیگا اور دنیا کے واسطے اتنے جہگڑے اور خصومات نہ مول لیگا پس از انجا کہ آفت شہوت شکم اس درجہ ہے تو ضرور ہوا کہ اسکی آفات و مہلکات کو بیان کر دیا جاوے کہ اس سے لوگ بچین اور طریق مجاہدہ کا اور اسکی فضیلت بہی شرح کر دیجاوے تاکہ اسکی طرف رغبت کرین اور چونکہ شہوت فرج بہی کچہ ایسی ہے اور اسکے بعد ہوتی ہے اسلیے اسکا بیان بہی ضرور ہے لہذا ہم ان سب امور کو آٹہ بیانون مین ذکر کرینگے۔

بیان اول بہوک کی فضیلت اور سیری کی مذمت مین

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جاہدوا انفسکم بالجوع والعطش فان الاجر فی ذلک کالاجر المجاہد فی سبیل اللہ وانہ لیس من عمل احب الی اللہ من جوع و عطش اور حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ آسمان کے فرشتے اس شخص کے پاس نہین آتے جو اپنا پیٹ بہرے اور کسی نے آپ سے پوچہا کہ آدمیون مین سے کون افضل ہے آپنے فرمایا من قل طعمہ وضحکہ ورضی بما یستر بہ عورتہ اور فرمایا سید الاعمال الجوع و ذل النفس لباس الصوف ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ اوسکا کپڑا پہنو اور آدہے پیٹ کہاؤ کیونکہ یہ ایک نبوت کا جزو ہے اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا ہے کہ فکر نصف عبادت ہے اور قلت غذا پوری عبادت اور یہ بہی انہین سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا افضلکم عند اللہ منزلۃ یوم القیمۃ اطولکم جوعاً وتفکراً فی اللہ سبحانہ وابغضکم عند اللہ عز وجل یوم القیمۃ کل نؤوم اکول اشرب اور عائشہ سے روایت ہے کہ آپ بے ضرورت بہی بہوکے رہتے تہے یعنی یہ امر آپکو پسند تہا اور حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے کہ جسکا خور و نوش

مین نراوہ ہوگا جو بہت سونیوالا اور بسیار خوار اور بہت پینے والا ہو ۲۳ اسکی سند مجہے نہین ملی ۱۶ بیہقی در شعب الایمان عائشہ صدیقہ رض اور اسکی سند ضعیف (۱۲)

[illegible]

دنیا مین کم ہو فرشتون پر فخر فرماتا ہی اور کہتا ہو کہ میرے بندہ کو دیکھو کہ مین نے اسکو دنیا مین اکل و شرب کم دیا ہی اسنے صبر کیا اور انکو ترک کردیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چھوڑیگا اسکے عوض جنت مین درجات عنایت کرونگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تمیتوا القلوب بکثرۃ الطعام و الشراب فان القلب کالزرع یموت اذا اکثر علیہ الماء اور فرمایا ما ملأ ابن آدم وعاء اشر من بطنہ حسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبہ و ان کان لابد فاعلا فثلث للطعام و ثلث للشراب و ثلث للنفس اور ایک حدیث طویل مین اسامہ بن زید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فضیلت بھوک کی وارد ہوئی ہی اسمین ارشاد فرمایا ہی کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل سے زیادہ قریب وہ ہونگے جو دنیا مین زیادہ بھوکے پیاسے اور غمگین رہے وہ لوگ چھپے متقی ہین کہ اگر ظاہر ہون تو کوئی نہ جانے اور اگر غائب ہوجاوین تو کوئی تلاش نہ کرے زمین انکو جانتی ہی اور فرشتے انکو گھیرے رہتے ہین وہی اچھے لوگ ہین اور خدا تعالے کی طاعت بھی اچھی طرح وہی کرتے ہین لوگ نرم نرم فرش بچھاتے ہین اور وہ اپنا ماتھا اور گھٹنے بچھاتے ہین نبیون کے اخلاق اور افعال لوگون کو نہ ملے مگر انکو حفظ ہین جس زمین پر سے وہ چلے جاتے ہین تو زمین انکے لیے روتی ہی اور جس شہر مین کوئی ان مین سے نہو اسپر خدا کا غضب ہوتا ہی دنیا کے لیے مردار پر کتون کی طرح نہین لڑتے بقدر سد رمق کھاتے ہین اور پھٹا پرانا پہنتے ہین میلے کچیلے حال سے رہتے ہین لوگ یہ جانتے ہین کہ انکو کچھ مرض ہی حالانکہ انکو کوئی مرض نہین اور بعضے سمجھتے ہین کہ انکی عقل ماری جاتی رہین اور یہ بات بھی نہین ہوئی بلکہ جن چیزون پر لوگون کی عقل دنیا مین دوڑتی ہی وہ ان مین نہین پائی جاتی اسواسطے لوگ جانتے ہین کہ بے عقل ہین مگر وہ لوگ وہ باتین سمجھتے ہین کہ جہان لوگون کی عقل کم ہوتی ہی شرف آخرت انھین لوگون کے لیے ہی اے اسامہ جس شہر مین ایسے لوگ نظر آوین تو جان لے کہ اس شہر کی امن کا باعث یہی ہین جس قوم مین وہ ہوتے ہین اسکو خدا عذاب نہین دیتا زمین بھی انسے خوش ہی اور خدا بھی راضی آدمیون مین انکو اسلیے رکھا ہی کہ شاید انکے باعث انکی نجات ہو اور اگر تجھ سے بھوک پیاس کی برداشت مرتے دم تک ہوسکے تو کیا کر اسکے باعث تجھکو شرف منزلت ملیگا اور نبیون کی صف مین داخل ہوگا اور جب تیری روح فرشتون کے پاس جائیگی تو وے خوش ہونگے اور خدا تجھ پر رحمت کریگا اور حضرت حسن رض ابو ہریرہ رض سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البسوا الصوف و شمروا و کلوا فی انصاف البطون تدخلوا فی ملکوت السماء اور حضرت عیسے علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زمرہ حواریین اپنے معدون کو بھوکا رکھو اور بدنون کو ننگا تاکہ تمہارے دل خدا عزوجل کو دیکھ پاوین اور یہی روایت طاؤس رحمہ اللہ نے آنحضرت اللہ علیہ وسلم سے بھی کی ہی اور روایت ہی کہ توریت مین لکھا ہی کہ اللہ تعالے کو موٹا عالم پسند نہین اسلیے کہ موٹاپن غفلت اور کثرت غذا پر دلالت کرتا ہی اور یہ امر عالم کے حق مین اچھا نہین اور اسی حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالے اس قاری سے جو پیٹ بھر بھر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ شیطان آدمی مین خون کی طرح پھرتا ہی تو اسکے رستون کو بھوک اور پیاس سے تنگ کرو اور ایک روایت مین ہی کہ پیٹ بھرے پر کھانے سے برص ہوجاتا ہی اور فرمایا کہ المومن یاکل فی معاء واحد و الکافر یاکل فی سبعۃ امعاء یعنے مومن کی نسبت کافر سات گنا کھاتا ہی یا اسکی خواہش مومن سے سات گنی ہوتی ہی اور آنت کو بجاے شہوت مجازاً ارشاد فرمایا اسلیے کہ طعام کا قبول کرنا اور لینا شہوت کے متعلق ہی جیسا کہ آنت اسکو اخذ اور قبول کرتی ہی اور اس سے یہ غرض نہین ہی کہ منافق کی آنتین درحقیقت زیادہ ہوتی ہین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آپ یہ فرماتے تھے ادیموا قرع باب الجنۃ یفتح لکم انھون نے پوچھا کہ باب جنت کو ہمیشہ کیسے کھٹکھٹاوین آپ نے فرمایا بالجوع و الظماء یعنے بھوک اور پیاس سے اور ایک حدیث مین ہی کہ حضرت ابو جحیفہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس اقدس مین ڈکار لی آپ نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز وہی زیادہ بھوکا ہوگا جس نے دنیا مین زیادہ پیٹ بھرا ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا اور بعض اوقات انکی بھوک دیکھکر رحم کے مارے روپڑتی اور آپ کے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیر کر کہتین کہ مین آپکے قربان جاؤن دنیا سے اتنا تو لے لیا کرو جس سے قوت رہے اور بھوک سے محفوظ رہو تو آپ

۱۳ دل کو زندہ مت کرو بہت کھانے پینے سے مردہ ہوجاتے ہین کہ دل مثل کھیتی کے ہی کہ جب اسپر پانی زیادہ پہونچتا ہی تو کھیتی مرجاتی ہی ۱۲ م ۲۶ آدمی نے کوئی برتن زیادہ خراب اپنے پیٹ سے نہین بھرا ۱۲ ترمذی برو ایت مقدام ۱۲ م ۳۴ خزائن ابن ماجہ و روایت سعد بن زید اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین لکھا ہی ۱۲ م ۴۶ اون پہنو اور مستعد رہو اور نصف پیٹ کھاؤ آسمان کے فرشتون مین داخل ہوجاؤگے ۱۲ ابو منصور دیلمی در مسند فردوس بے سند مجھے نہین ملی ۱۲ م ۵ ترمذی ۱۲ م ۶ باب الصوم مین ترمذی نے بروایت ابن ابی الدنیا نے اور ابن ابی الدنیا مین اور نے ایک لکھا ہی ۱۲ م ۷ مومن ایک آنت مین کھاتا ہی اور کافر سات آنتون مین ۱۲ بروایت عمر فاروق بخاری و مسلم ۱۲ م ۸ جنت کے دروازہ کو ہمیشہ کھٹکھٹاتے رہو تمہارے لیے کھلیگا اسکی سند نہین ملی ۱۲ م ۹ بیہقی و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابو جحیفہ ۱۲

۱۰۶ اسکی سند نہین ملی ۱۲

فرماتے کہ اے عائشہ میرے بھائیون نے یعنی اولو العزم رسولون نے مجھسے بھی زیادہ شدائد اٹھائے اور انہون صبر کر کے جب پروردگار کے سامنے گئے تو اُنکی بڑی تکریم ہوئی اور نہایت ثواب عنایت ہوا مجھکو یہ حیا آتی ہی کہ ایسا ہو زندگی مین کچھ آرام کرنے سے کل کو اُنسے کمتر رتبہ ملے پس یہ چند روز صبر کرنا آسان ہی اس سے کہ کل کو آخرت مین حصہ کم ملے اور مجھکو اپنے بھائیون اور دوستون سے ملنے کے سوا کوئی چیز اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ بخدا اس گفتگو کے بعد آپ کو ایک ہفتہ بھی نہین گذرا تھا کہ آپ نے وفات پائی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک روٹی کا ٹکڑا آپ کی خدمت مین لائین آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہی انھون نے کہا کہ مین نے ایک روٹی پکائی تھی میرا دل چاہا تو یہ ٹکڑا آپکے پاس لے آئی آپ نے تناول فرما کر ارشاد کیا کہ یہ اول غذا ہی جو تیرے باپ کے منھ مین تین دن پیچھے پہونچی ہی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی مدت العمر اپنے گھر والون کو تین دن پیہم گیہون کی روٹی پیٹ بھر نہین دی اور آپ نے فرمایا ہی ان اہل الجوع فی الدنیا ہم اہل الشبع فی الآخرۃ وان ابغض الناس الی اللہ المتخمون الملای وما ترک عبد اکلۃ یشتہیہا الا کانت لہ درجۃ فی الجنۃ اور آثار بھی فضیلت بھوک مین بہت ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ پیٹ بھرنے سے اپنے آپکو بچاؤ کہ زندگی مین موجب گرانی اور موت کے بعد باعث بدبو ہوتا ہی اور شقیق بلخی رحمہ اللہ کا قول ہی کہ عبادت ایک پیشہ ہی بھوک کی دوکان خلوت اور اوزار بھوک کا اور حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا جب معدہ پُر ہوتا ہی تو فکر سو رہتا ہی اور دانائی گونگی ہو جاتی ہی اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہین اور حکمت بیکار رہ جاتی ہی جو سعدی فرماتے ہین اندرون از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی اور حضرت فضیل بن عیاض اپنے نفس سے کہتے کہ تو کس بات سے ڈرتا ہی کیا بھوک سے ڈرتا ہی اس سے خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ تیرے باعث خدا کے سامنے ہلکا پھلکا تو ہی اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب بھوکے رہتے تھے اور کہمس رحمہ فرماتے کہ الٰہی تو نے مجھکو بھوکا رکھا ننگا رکھا اندھیری راتون مین بے چراغ رکھا کیسے وسیلون سے مجھکو اس درجہ پر پہونچایا اور فتح موصلی کو جب مرض اور بھوک زیادہ ہوتی تو کہتے کہ الٰہی تو نے مجھکو مرض اور بھوک مین مبتلا کیا اور تو اپنے دوستون سے ایسا کیا کرتا ہی تو کونسی بات سے تیری نعمت کا شکر کرون اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین نے محمد بن واسع سے کہا کہ خوشحال وہ شخص ہی جسکے پاس تھوڑا غلہ اسکے بقدر رزق کے لیے ہو اور لوگون کا محتاج نہو انھون نے فرمایا کہ اے مالک خوشحال وہ ہی جو صبح اور شام کو بھوکا رہے اور پھر خدا سے راضی رہے اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے کہ الٰہی تو نے مجھکو اور میرے عیال کو بھوکا رکھا اور اندھیری راتون مین بے چراغ رکھا یہ باتین تو اپنے دوستون سے کیا کرتا ہی مجھکو یہ بڑا رتبہ کیسے ملیگا اور یحیی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ راغبین کی بھوک تنبیہ کے لیے ہوتی ہی اور تائبین کی امتحان کے لیے اور مجتہدین کی بزرگی کے لیے اور صابرین کی سیاست کے لیے اور زاہدین کی حکمت کے لیے اور توریت مین مذکور ہی کہ اللہ سے ڈرو اور جب پیٹ بھرے تو بھوکے کو یاد کرو اور ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ رات کے کھانے مین سے ایک لقمہ کم کھانا مجھکو بہ نسبت تمام شب کی بیداری کے اچھا معلوم ہوتا ہی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ بھوک اللہ کے خزانے سے اسی کو عنایت ہوتی ہی جسکو وہ دوست رکھتا ہی اور حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری پچیس روز نہ کھاتے اور ایک درم کے غلہ مین ایک سال گذار دیتے اور بھوک کا بڑا رتبہ جانتے اور اسکے باب مین مبالغہ کرتے اور کہتے کہ قیامت کے روز کسی نیک عمل کا اتنا ثواب نہ ملیگا جتنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جہت سے فضول طعام کو چھوڑنے سے ملیگا اور یہ بھی فرمایا کہ دانا لوگون کو کوئی چیز دونون جہان کی نافع بھوک سے بڑھکر نہین ملی اور فرمایا کہ طالبین آخرت کے حق مین کوئی چیز کھانے سے زیادہ مضر نہین اور فرمایا کہ حکمت اور علم بھوک مین ہین اور معصیت اور جہل سیری مین اور فرمایا کہ کوئی عبادت اس سے بڑھکر نہین کہ ہوائے نفسانی کے خلاف حلال چیز کو ترک کرے اور جس حدیث مین مذکور ہی کہ پیٹ کی تہائی غذا کے لیے ہی اس مین آپ نے فرمایا کہ جو اس مقدار سے زیادہ کھائیگا وہ اپنی نیکیان کھائیگا اور اس درجہ سے بڑھکر مرتبہ کا حال جو اُنسے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسکو فضیلت نہو گی جب تک کہ غذا کا نہ کھانا

[illegible]

انکے نزدیک کہانے کی نسبت محبوب ہو اور اگر ایک رات بھوکا رہے تو خدا تعالے سے دعا مانگے کہ دو رات بھوکا رکھے اور جب یہ حال اسکا ہو جائیگا کہ خدا انکا کہانے کو محبوب جانیگا اور ایک رات کے فاقہ سے دو رات کے فاقہ کی دعا مانگیگا تو البتہ فضیلت اسکو حاصل ہو گی اور فرمایا کہ لوگ جو ابدال ہوئے ہین تو شکم کو بھوکا رکھنے اور بیداری اور سکوت اور خلوت سے ہوئے ہین اور فرمایا کہ آسمان و زمین مین ہر نیکی کی جڑ بھوکہ ہی اور ہر بدی کی اصل پیٹ بھر کہانا اور فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو بھوکا رکھا اُس سے وسوسے دور ہوتے ہین اور فرمایا کہ اللہ عز وجل کا متوجہ ہونا بندہ پر بھوکہ اور مرض و مصیبت سے ہوتا ہی مگر جسکو خدا چاہے اور فرمایا کہ جان لو یہ وہ زمانہ ہی کہ اسمین نجات اُسی کو ملیگی جو بھوکا اور جہد اور مجاہدہ سے اپنی نفس کشی کرے اور فرمایا کہ جو آدمی اسی پانی کو خوب پیٹ بھر کے پیے تو مجکو نہین معلوم ہوتا کہ معصیت سے بچ رہے اگرچہ شکر اللہ تعالے کا کرے پس کہانے سے سیر ہونے مین کیا حال ہوگا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ مین اپنے نفس کو کس چیز سے روکون اُسنے جواب دیا کہ بھوکہ اور پیاس کی بیڑی ڈال اور گمنامی اور ترک عزت سے اسکو ذلیل کر اور آخرت والون کا خاک پا بناکر اسکو چھوٹا کر اور بڑے ہوئے لوگون کے لباس چہوڑنے سے اسکو توڑ اور اُسکی طرف مدام بدظن ہو کر اسکی آفتون سے بچ اور اُسکی خواہشون کے خلاف کرتا رہ اور عبد الواحد ابن زید فرماتے کہ بجز محبت الہی نہین ملتی مگر بھوکہ سے اور اولیا پانی پر نہین چلتے اور زمین اُنکے لیے طی نہین ہوتی مگر بھوکہ سے اور خدا تعالی انکی کفالت نہین فرماتا مگر بھوکہ سے اور ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ پیٹ مثل ستار کے ہی کہ خالی لکڑی مین تار لگے رہتے ہین مگر اُسکی حسن صورت سبکی اور رقت سے ہوتی ہی کہ جوف دار ہوتا ہی اسمین کچھ بھرا نہین ہوتا اسی طرح پیٹ کا حال ہی کہ جب خالی رہتا ہی تو تلاوت بھی شیرین معلوم ہوتی ہی اور شب بیداری اور قلت خواب پر بھی مداومت کرتا ہی اور بکر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ تین آدمیون کو خدا تعالے دوست رکھتا ہی کم خواب کم خوار کم راحت اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام دو مہینے تک خدا تعالے سے مناجات اور باتین کرتے رہے اور کچھ نہ کہایا ایکبار جو روٹی کا خیال دل مین آیا تو مناجات جاتی رہی اور دیکہا کہ روٹی سامنے رکھی ہی آپ مناجات کے جاتے رہنے سے بیٹھے رویا کیے اتنے مین ایک مرد پیر اُنکے پاس آیا آپنے فرمایا کہ اے ولی اللہ خدا تجھکو برکت دے مین ایک حالت مین تھا کہ روٹی کا دھیان آیا اور وہ حالت جاتی رہی تو خدا سے میرے لیے دعا کر اُسنے کہا کہ الہی جب سے مین نے تجھے پہچانا ہی اگر روٹی کا دھیان مجھے آیا ہو تو میری مغفرت مت کیجیو بلکہ جو کچھ کبھی دھیان مین گذرا اُسکو بے فکر کہا لیا اور روایت ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو جب شرف ہم کلامی خدا سے نصیب ہوا تھا تو چلہ بھر کہانا نہین کہایا تھا

ف ۱ [illegible]

دوسرا بیان بھوکہ کے فائدے اور پیٹ بھرنے کی آفتین

اب اگر کوئی یون کہے کہ بھوکہ مین اتنی فضیلت کہان سے آئی اور اُسکی وجہ کیا ہی کیونکہ بھوکہ سے تو صرف معدہ کا رنج دینا اور تکلیف اٹھانا ہی ہی اور اگر تکلیف ہی مین فضیلت ہی تو چاہیے کہ جو لوگ خودکشی کرین یا اپنی بوٹیان کاٹین یا بری چیزین کہائین یا ایسی ہی اور حرکات کرین اُنکو زیادہ ثواب ملا کرے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ یہ قول ایسا ہی کہ کوئی دوا پینے سے اچھا ہو جاوے تو یون سمجھے کہ اسمین جو بُرائی اور تلخی تھی اُس سے مجھکو آرام ہوا ہی اور اسی خیال سے اور بری کڑوی چیزین کہانے لگے حالانکہ یہ امر غلط ہی دوا کا نفع تلخی کی جہت سے نہین بلکہ اسمین ایک خاصیت ہی جسکو اطبا جانتے ہین اسی طرح بھوکہ مین جو فوائد ہین اُنکو علما جانتے ہین جو کوئی اُسکے نافع ہونے کا یقین کرکے اپنے اوپر بھوکہ اختیار کرے اور جانے کہ شرعاً یہ اچھی چیز ہی تو اُسکو بیشک نفع ہوگا گو نفع کا سبب نہ معلوم ہو جیسے دوا پینے والے کو نفع ہوتا ہی گو اُسکی وجہ نہین جانتا مگر بموجب اس آیت کے یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات اگر کوئی علاوہ فوائد کی تصدیق کے انکا علم بھی ترقی مدارج کے لیے چاہے تو اُسکے لیے ہم بھوکہ کے دس فائدے لکھے دیتے ہین فائدہ اول قلب کی صفائی اور طبیعت کی تیزی اور بصیرت کا نافذ کامل ہونا کیونکہ سیری سے غباوت ہوتی ہی اور ذہن اندھا ہو جاتا ہی اور دماغ مین بخار نشہ کی طرح زیادہ چڑھتا ہی اور فکر کی جگہہ کو

گھیر لیتا ہی تو دل بھاری ہو کر فکر کیطرف نہیں دوڑتا اور جلد ادراک نہیں کر سکتا بلکہ لڑکا جب زیادہ کھا جاتا ہی تو اُسکے حفظ مین فرق آجاتا ہی اور ذہن بگڑ جاتا ہی اور غبی ہو جاتا ہی اور حضرت ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ بھوک کو اختیار کرنا چاہیے کہ اُس سے نفس ذلیل اور قلب رقیق ہوتا ہی اور باعث علم آسمانی کا ہوتی ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی احیوا قلوبکم بقلۃ الضحک وقلۃ الشبع وطہروہا بالجوع تصفو وترق اور بعض اکابر کا قول ہی کہ بھوک مثل رعد کے ہی اور قناعت مثل ابر کے اور حکمت مثل مینہ کے یعنے اُن دونون سے حاصل ہوتی اور حدیث شریف مین ہی من اجاع بطنہ عظمت فکرتہ وفطن قلبہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من شبع ونام قسا قلبہ اور پھر آپ نے فرمایا کہ لکل شیء زکوۃ وزکوۃ البدن الجوع اور حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب کبھی مین خدا کے واسطے بھوکا رہا ہون تو ایک دروازہ حکمت اور عبرت کا اپنے دل مین ایسا کھلا پایا ہی کہ پہلے نہ تھا اور یہ تو بدیہی بات ہی کہ مقصود عبادات سے وہ فکر ہی جو معرفت پر پہونچا دے اور حقائق اشیا جون کی تون نظر آوین اور بھوک سے یہ مقصود حاصل ہی اور سیری اسکی مانع اور چونکہ معرفت الٰہی جنت کا ایک دروازہ ہی تو ضرور ہی کہ بھوک کی ملازمت سے جنت کے دروازہ کا کھٹکھٹانا نصیب ہوا اور حضرت لقمان رحمہ اللہ علیہ نے اسی وجہ سے اپنے بیٹے کو کہا تھا کہ جب معدہ پر ہوتا ہی تو فکر سو رہتا ہی اور حکمت ساکت ہوتی ہی اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہین اور حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کا قول ہی کہ بھوک ایک ابر ہی کہ بندہ کے دل سے بھوک کے وقت حکمت برستی ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نور الحکمۃ الجوع والتباعد من اللہ عز وجل الشبع والقرب الی اللہ عز وجل حب المساکین والدنو منہم لا تشبعوا فتطفؤا نور الحکمۃ عن قلوبکم ومن بات فی خفۃ من الطعام بات الحور حولہ حتی یصبح دوسرا فائدہ قلب کی نرمی ہی جس سے استعداد ادراک لذت ذکر کی حاصل ہوتی ہی بہت بار ایسا ہوتا ہی کہ ذکر زبان پر حضور دل کے ساتھ جاری رہتا ہی مگر قلب کو اُس سے لذت اور اثر نہیں ہوتا گویا قلب مین اور اثر مین حجاب سختی دل کا پڑا ہوا ہی اور بعض دفعہ ذکر سے خوب اثر ہوتا ہی اور مناجات مین ایک لذت معلوم ہوتی ہی اور ظاہر اسکی علت معدہ کا خالی ہونا ہی چنانچہ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ مجھکو عبادت مین زیادہ حلاوت جبھی ہوتی ہی جب میری پیٹھ پیٹ سے لگی رہے اور یہ بھی انکا ہی قول ہی کہ جب دل بھوکا پیاسا رہتا ہی تو صاف و رقیق ہوتا ہی اور جب سیر ہوتا ہی تو اندھا اور کثیف اور حضرت جنید فرماتے ہین کہ بعض آدمی اپنے سینے مین کھانے کی آخور رکھ لیتے ہین اور پھر مناجات کی حلاوت چاہتے ہین اس بیان سے معلوم ہوا کہ آسان ہونا فکر کا اور حصول معرفت اور شی ہی اور اُس سے لذت و تاثیر ہونی اور چیز اور یہ دوسرا فائدہ ہی تیسرا فائدہ انکسار اور فروتنی ہی اور دور ہونا اترانے اور خوشی کا جو مبدا طغیان اور غفلت کا ہی کیونکہ نفس کسی شی سے اتنا منکسر اور ذلیل نہیں ہوتا جتنا بھوک سے ہوتا ہی اور بھوک کی حالت مین جب اسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہی اور حیلہ جاتا رہتا ہی اور ٹکڑا روٹی کا اور گھونٹ پانی کا نہیں پاتا تو اللہ کی اطاعت کرتا ہی اور ذلیل اور عاجز بنا رہتا ہی اور جب تک انسان اپنے نفس کو عاجز اور ذلیل مشاہدہ نہیں کرتا تب تک عزت و غلبہ مولی نہیں سوجھتا اور چونکہ سعادت انسانی اسی مین ہی کہ ہمیشہ اپنے آپ کو عاجز اور ذلیل جانے اور حق تعالے کو عزیز و غالب تو ضرور ہوا کہ ہمیشہ بھوکا اور خدا کی طرف مضطر رہے اور اس اضطرار مین ذوق و حلاوت پاوے اور یہی باعث تھا کہ جب دنیا اور اُسکے خزانے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گیے تو آپ نے اُنسے اعراض کیا اور فرمایا کہ لا بل اجوع یوما واشبع یوما فاذا جعت صبرت وتضرعت واذا شبعت شکرت یا کچھ اور طرح فرمایا غرضکہ شکم اور شرمگاہ ایک دوزخ کے دروازون مین سے ہی اور اصل پیٹ بھرنا ہی اور عاجزی اور انکسار جنت کا دروازہ ہی اور اسکی اصل بھوکا رہنا ہی پس جو کوئی دروازہ دوزخ کو بند کریگا باب جنت کھل جائیگا اسلیے کہ یہ دونون ایک دوسرے کی ضدین ہین جیسا مشرق و مغرب کہ جتنا ایک کی طرف چلو دوسرے سے دور ہو جاوگے چوتھا فائدہ نہ بھولنا عذاب الٰہی اور اہل مصیبت کا اسلیے کہ پیٹ بھرے کو بھوکا اور بھوک کو دونون یاد نہین رہتے اور ہوشیار آدمی جب کوئی مصیبت دیکھتا ہی اُس سے آخرت کی مصیبت یاد کرتا ہی پیاس سے پیاس اہل عرصات قیامت مین یاد کرتا ہی اور بھوک سے دوزخیون کی بھوک یاد کرتا ہی کہ جب اُنکو بھوک لگیگی تو سینڈھ اور خاردار درخت غذا اسکے لیے

اور پیاس کے وقت پیاسا اور سردی میں ٹھٹھرا ہوگا اور بندہ کو ایسا ہی چاہیے کہ عذاب آخرت کو نظر رکھے اسلیے کہ اس سے خوف الٰہی کا جوش ہوتا ہے اور
جو آدمی کبھی ذلت و فاقہ و مصیبت میں گرفتار نہوا ہو وہ عذاب آخرت کو بھول جاتا ہے بلکہ خود عذاب ہی کو نہیں جانتا اور نہ اسکے دل پر اسکا
خوف غالب ہوتا ہے تو بندے کو لازم ہے کہ ہمیشہ مصیبت میں رہنا یا مصیبت کو دیکھنا چاہیے اور سب سے اولی مصیبت جو آدمی اٹھا سکتا ہے وہ بھوک ہے
کہ اسمین سوائے یاد کرنے عذاب آخرت کے اور بہت سے فوائد عمدہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انبیا اور اولیا حسب مدارج کسی مصیبت خاص میں مبتلا
ہوتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے لوگوں نے کہا کہ آپ بھوکے کیوں رہتے ہیں آپ کے قبضہ میں تو زمین کے خزانے ہیں آپ نے فرمایا
کہ مجھے خوف ہے کہ پیٹ بھر کر بھوکوں کو نہ بھول جاؤں اس سے معلوم ہوا کہ بھوکوں محتاجوں کی یاد بھی ایک فائدہ بھوک کا ہے اسلیے کہ بھوک
سے رحم اور کھانا کھلانا اور شفقت خلق خدا پر پیدا ہوتی ہے اور پیٹ بھرے کو بھوکے کی تکلیف کیا معلوم ہو سکتی آنکہ در راحت ہمہ زیست + او چہ داند
کہ حال گرسنہ چیست؟ جسکی کچھ تفصیل ہو چکی وہ کیا جانے پیر پرائی پانچواں فائدہ جو سب فائدوں میں زیادہ ہے توڑنا شہوات معاصی کا
اور غالب آنا نفس امارہ پر ہے کیونکہ تمام گناہوں کا منشا شہوات اور قوی ہیں جنکا مادہ غذائیں اور کھانے ہیں پس انکے کم کرنے سے ہر ایک
شہوت و قوت کمزور ہو جاتی ہے اور چونکہ سعادت تمامتر اسمیں ہے کہ آدمی اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور شقاوت یہ ہے کہ نفس کے قابو میں
پڑ جاوے تو جیسے سرکش گھوڑا بے آب و دانہ رکھنے سے قابو میں آ جاتا ہے اسی طرح نفس بھی بھوکا رکھنے سے دب سکتا ہے بعض اکابر سے
منقول ہے کہ انسے لوگوں نے کہا کہ آپ اب ضعیف ہوئے نفس کی خدمت کیوں نہیں کرتے کہ اب وہ کمزور ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اسلیے کہ
یہ جلدی اکڑنے لگتا ہے اور بہت شرارت کرتا ہے ایسا نہو کہ سرکشی کر کے مجھے کسی ورطہ میں ڈالدے اسکے ساتھ سختی برتنی اس سے بہتر ہے کہ مجھے
ارتکاب گناہ کا درپے ہو اور حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب کبھی پیٹ بھر کر کھایا تو گناہ کیا یا قصد گناہ میں مبتلا ہوا اور
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اول بدعت جو بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی یہ تھی کہ لوگ سیر ہو کر کھانا کھانے
لگے پیٹ بھر کھاوینگے تو ضرور انکے نفس دنیا کی طرف کو زور کرینگے اور اسکو ایک فائدہ نہ تصور کرنا چاہیے بلکہ فوائد کی کان جاننی چاہیے
اور اسیواسطے بزرگ فرماتے ہیں کہ بھوک خدا تعالی کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے ایک ادنی بات یہ ہے کہ بھوک کے سبب شہوت شرمگاہ
اور شہوت کلام جاتی رہتی ہے کیونکہ بھوکے کا دل زیادہ بولنے کو نہیں چاہتا اور اس جہت سے زبان کی آفتوں سے مثل غیبت اور فحش اور
جھوٹ اور چغلی وغیرہ کے سبب سے محفوظ رہتا ہے اور پیٹ بھرے پر دل لگی سوجھتی ہے اسوقت لوگوں کی غیبت کا ضرور ہی ذکر ہوتا ہے غرضکہ
زبان ہی کی بدولت آدمی دوزخ میں جاوینگے اور شہوت زنا کی برائی تو مخفی نہیں مگر بھوکے سے اسکے شر سے بھی محفوظ رہتا ہے اور شکم سیر کو یہ
اور شہوت زور کرتی ہے اپنے آپ میں نہیں رہتا اور اگر تقوی کی ہمت سے اسکو روکا تو آنکھ قابو میں نہ رہیگی اور وہ بھی زنا میں داخل ہے
اور اگر بالفرض آنکھ بھی بند کر لیگا تو فکر تو اختیاری نہیں دل میں خطرات خبیثہ اور وساوس اسباب شہوت کے ایسے پیدا ہونگے جن سے مناجات
کھٹی پڑ جاوے بلکہ اکثر اسطرح کے افکار نماز کی حالت میں پیش آوینگے اسی طرح اور اعضا کے معاصی کو خیال کرنا چاہیے زبان اور شرمگاہ
کو ہمنے بطور مثال لکھدیا ہے سب اعضا کے افعال کا سبب قوت ہوتی ہے جو پیٹ بھرنے سے حاصل ہوتی ہے ایک حکیم کا قول ہے کہ جو مرید
سیاست پر صبر کرے اور برس روز نصف پیٹ روکھی روٹی کھاوے اور اسمیں کوئی چیز اپنے دل چاہتی نہ ملاوے تو اللہ تعالی اس سے
عورتوں کی فکر دور فرماتا ہے چھٹا فائدہ نیند کا دفع ہونا اور مدام بیدار رہنا کیونکہ جو پیٹ بھر کھاویگا وہ پانی بہت پیئے گا اور زیادہ
پانی پینے سے نیند بہت آتی ہے بعض اکابر اسی بنا پر اپنے مریدوں سے کھانا کھانے کے وقت فرماتے کہ بہت مت کھاؤ ورنہ پانی بہت پیوگے
اور زیادہ سوؤگے اور کثرت سے حسرت کروگے اور ستر صدیق اس بات پر متفق ہیں کہ نیند کی کثرت بہت پانی پینے سے ہوتی ہے اور کثرت
نیند سے اور کئی خرابیاں ہیں تہجد جاتا رہتا ہے طبیعت غبی ہوتی ہے دل سخت ہوتا ہے اور ازانجا کہ عمر جوہر انفس ہے اور تجارت کے لیے راس المال

آدمی کا بھی ہو اور نیند بمنزلہ موت کے ہو تو کثرت نیند سے عمر کم ہوتی ہو اور غلبہ خواب سے حلاوت تہجد بھی نہیں ملتی پھر جو آدمی اگر شکم سیری پر سوئیگا تو احتلام ہو جاویگا یہ بھی تہجد سے مانع ہو اسلیے کہ حاجت غسل میں ٹھنڈے پانی سے تکلیف ہوتی ہو اور گرم پانی رات کو اسوقت بعض اوقات نہیں ملتا تو اگر وتر بھی اول شب نہ پڑھے ہونگے وہ بھی قضا ہو جاوینگے اسلیے ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہو کہ احتلام عقوبت ہو کہ بہت سی عبادت سے مانع ہو جاتا ہو ہر وقت آدمی سے غسل نہیں ہو سکتا ہو غرضکہ نیند جنبیہ آفات ہو اور سیری اسکا سبب ہو اور بھوک اسکی دافع **ساتواں فائدہ** آسان ہونا عبادت کی مواظبت کا کیونکہ خود کھانا کثرت عبادات سے یوں وجہ مانع ہو کہ اسکے لیے ایک وقت چاہیے اور کبھی آٹا وغیرہ مول لینے میں اور پکانے میں بھی وقت گذر جاتا ہو اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے اور خلال کرنے میں اور کئی دفعہ پانی پینے میں بھی زمانہ صرف ہوتا ہو اگر ان اوقات کو ذکر و مناجات میں صرف کرتا تو زیادہ نفع ہوتا سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جرجانی رح کے پاس ستو دیکھے کہ رکھے پھانک رہے تھے میں نے کہا کہ یہ کس باعث سے آپ کرتے ہیں کہا کہ میں نے چابنے اور پھانکنے کا جو حساب لگایا تو ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چابنے میں زیادہ دیر لگتی ہو اسی لیے چالیس برس سے میں نے روٹی کھانی چھوڑ دی غور کی جگہ ہو کہ انہوں نے کیسے اپنے وقت کا تاسف ہونا چاہیے میں سوچا اور اسکو ضائع ہونے دیا اسی طرح ہر ایک سانس عمر کا جوہر نفیس بے بدل ہو اس سے آخرت کا خزانہ باقی حاصل کرنا چاہیے اور یہ بات اسکے اللہ کے ذکر و طاعت میں صرف کرنے سے ہوتی ہو علاوہ ازیں کثرت غذا سے مدام طہارت نہیں رہ سکتا [illegible] بار بار پانی پینے اور پیشاب کرنے کے لیے نکلنا پڑیگا اور روزہ رکھنا بھی ایسے شخص کو دشوار ہوا اسلیے کہ جسکو بھوک کی عادت ہوتی ہو وہی روزہ رکھ سکتا ہو پس روزہ رکھنا اور دوام اعتکاف اور طہارت اور اوقات حصول غذا اور اسکے لوازم کے عبادت میں صرف کرنا [illegible] اور نفع کی چیزیں ہیں انکی قدر ان غافلوں کو معلوم نہیں جنکی شان میں یہ وارد ہو رضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا اور یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وہم عن الآخرۃ ہم غافلون اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ سیری میں چھ آفتیں ہیں مناجات کی حلاوت نہ پانی حکمت کے حفظ سے محروم رہنا خلق پر شفقت سے بے بہرہ رہنا کیونکہ اپنی سیری سے اور دن کو بھی ایسا ہی سمجھتا ہو عبادت کا گراں معلوم ہونا شہوات کی زیادتی [illegible] اور پیٹ بھرے گندی جگہوں کے گرد **آٹھواں فائدہ** بدن کا تندرست رہنا اور بیماریوں کا دفع ہونا اسلیے کہ امراض کا سبب [illegible] ہوتا ہو کہ غذا کی زیادتی سے بنکے اخلاط معدہ اور رگوں میں جمع ہو جاتے ہیں پھر مریض سے عبادت نہیں ہو سکتی دل کو تشویش ہوتی ہو ذکر و فکر نہیں کر سکتا زندگی تلخ ہو جاتی ہو فصد و حجامت و دوا و طبیب کی ضرورت ہوتی ہو اور ان سب کے لیے پیسا چاہیے جس سے کہ انسان رنج [illegible] اٹھاوے اور معصیت سے خالی نہ رہے اور بھوک میں یہ سب باتیں مفقود ہیں روایت ہو کہ ہارون رشید نے چار طبیب ہندی اور رومی اور عراقی اور حبشی بلا کر انسے کہا کہ ہر کوئی ایسی دوا بتلاو جس سے مرض نہو ہندی نے کہا کہ میرے نزدیک ایسی دوا ہلیلہ سیاہ ہو اور عراقی نے کہا کہ میرے نزدیک [illegible] اور رومی نے گرم پانی بتلایا حبشی کہ سب میں زیادہ جانتا تھا بولا کہ ہڑ سے معدہ تنگ ہوتا ہو اور یہ بھی ایک مرض ہو اور [illegible] سے معدہ نرم ہوتا وہ خود مرض ہو اور گرم پانی سے معدہ سست ہوتا ہو وہ بھی روگ ہو انھوں نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک کونسی دوا ہو اسنے کہا کہ میرے نزدیک جس دوا سے مرض نہو یہ ہو کہ کھانا ایسے وقت کھاوے کہ خواہش ہو اور موقوف ایسے وقت کرے کہ خواہش باقی ہو [illegible] بعض حکما اہل کتاب کے سامنے اس حدیث کا ذکر ہوا کہ ثلث طعام و ثلث شراب و ثلث للنفس تو اسنے متعجب ہو کر کہا [illegible] باب میں اس سے زیادہ محکم کوئی قول میں نے نہیں سنا یہ کلام بیشک کسی حکیم کا معلوم ہوتا ہو اور اسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البطنۃ اصل الداء والحمیۃ اصل الدواء وعودوا کل جسم ما اعتاد ہمارے نزدیک اگر اس حدیث سے طبیب زیادہ تعجب کرے تو لائق ہو اور ابن سالم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی گیہوں کی روکھی روٹی ادب کے ساتھ کھاوے تو مرض موت کے سوا کبھی بیمار نہو پوچھا لوگوں نے کہ ادب کیا کیا ہو انھوں نے کہا کہ بھوک پر کھانا اور سیری سے پہلے ہاتھ کھینچنا اور بعض اطبا فاضلین کا قول بسیار خواری کی مذمت میں یہ ہو کہ [illegible]

سب سے زیادہ فائدہ اثر کرتا ہی اور سب سے زیادہ ضرر ناک لیکن تھوڑا ناک کا تا بنسبت بہت اثر کرانے کے مفید ہی اور حدیث میں ہی صوموا
تصحوا یعنی روزہ رکھو تندرست رہوگے بھی جصوم میں داخل ہی غرضکہ غذا کی کمی میں اجسام مرضون سے محفوظ رہتے ہین اور قلوب کو سرکشی اور تکبر وغیرہ کا روگ نہین ہوتا۔
نوان فائدہ خرچ کا کم ہونا کیونکہ جو کم کہاویگا اسکو تھوڑا سامان کافی ہوگا اور اگر پیٹ بھرنے کی عادت ہوگی تو ہمیشہ پیٹ کا تقاضا ہوگا اور گردن
پکڑکے کہیگا کہ کہانے کی فکر بھی ہی تو آدمی در بدر اسکے لیے پھرتا پھریگا پھر اگر وجہ حرام سے کچھ پیدا کریگا تو گناہگار ہوگا اور وجہ حلال سے لاویگا تو بھی
بیچ و ذلت سے خالی نہین اسلیے کہ اکثر لوگون کی طرف طمع سے دیکھنا پڑیگا جو کمال درجہ کی ذلت ہی مومن وہ ہی جو اپنا خرچ کم رکھے بعض حکما کا
قول ہی کہ مین اپنی اکثر حاجتیں اسطرح پوری کرتا ہون کہ انکو ترک کر دیتا ہون اس سے دل کو بڑی آسایش پاتا ہون اور ایک حکیم اور کہتے ہین
کہ جب مین کسی دوسرے شخص سے اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے قرض لیا چاہتا ہون تو اپنے نفس ہی سے اُس خواہش کو قرض لیکر ترک کر دیتا ہون
تو میرا نفس میرے لیے خوب مودی ہی اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ اپنے یارون سے اکولات کا نرخ پوچھتے اگر وہ گران بتلاتے تو فرماتے
کہ ترک کرکے ارزان کرلو اور سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ بسیار خوار تین حال مین ہوتا ہی اگر اہل عبادت ہی تو سستی کریگا اور اگر پیشہ والا ہی
تو آفات سے خالی نہ رہیگا اور اگر کچھ آمد والا ہی تو اپنے دل سے خدا کا انصاف نہ کریگا حاصل یہ کہ حرص دنیا موجب تباہی ہی اور دنیا کی
حرص پیٹ اور شرمگاہ کے سبب سے ہی اور شہوت جماع شہوت غذا سے ہوتی ہی جسکے تھوڑا کرنے سے یہ سب باتین جاتی رہتی ہین اور یہ سب ابواب
دوزخ ہین انکے بند ہوتے ہی جنت کے دروازے کھل جاتے ہین جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا داوموا قرع باب الجنۃ بالجوع پس جو شخص
ایک چپاتی پر ہر روز قناعت کریگا وہ سب شہوت سے قناعت کریگا اور آزاد اور مستغنی ہوکر رنج سے راحت پاویگا اور عبادت آلہی اور تجارت اخروی
ہی کا ہو رہیگا اور ان لوگون مین سے ہوگا جنکی شان مین ہی لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله کہ دنیا کے معاملات ایسون کو لہو مین نہین ڈالتے
کیونکہ یہ لوگ اُس سے بے پروا ہین اور جنکو اُسکی طرف حاجت ہی اُنکو لہو مین ضرور ڈالتے ہین دسوان فائدہ یہ کہ جو غذا کہانے سے بچیگی
اُس سے صدقہ اور خیرات ہو سکتی ہی اور یتیمون مسکینون کی خبرگیری سے قیامت کی دھوپ مین حدیث کے بموجب اپنے صدقہ کے سایہ مین رہیگا
جسقدر آدمی کہا لیتا ہی وہ مٹی اور پاخانہ ہو جاتا ہی اور جو صدقہ دیتا ہی وہ فضل آلہی کے لیے ذخیرہ ہوتا ہی تو بندہ کو مال مین بھی یہ دیکھنا ہی کہ خواہ
صدقہ سے اُسکو جمع کر رکھے یا کہا کر فنا کر دے یا پھینککر ضایع کر دے مگر اپنی غذا کو کم کرکے اگر بقیہ سے صدقہ کرے تو اس سے بہتر ہی کہ شکم سیر ہوکر ہیضہ
مین مبتلا ہو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جب یہ آیت پڑہی انا عرضنا الامانة على السموات والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن
منها وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا فرمایا کہ خداوند کریم نے انھین ساتون آسمانون کو جو مزین بہ نجوم ہین وحملہ عرش ارشاد فرمایا کہ تم بار
امانت کو مع مافیہا اُٹھاؤگے اُنھون نے عرض کیا کہ اُسکے اندر کیا ہی ارشاد ہوا کہ اگر نیک کرے ثواب پاوے اور بُرا کرے تو عذاب ہو عرض کیا کہ
ہمسے نہین اُٹھیگا پھر اسی طرح زمین سے پوچھا اُسنے بھی انکار کیا پھر بڑے بڑے مضبوط سخت پہاڑون پر یہ مضمون پیش ہوا اُنھون نے بھی
انکار کیا پھر انسان سے جو فرمایا تو اُسنے مان لیا کیونکہ اپنے نفس پر ظالم اور امر ربانی کی حکمت سے ناواقف تھا اور بخدا کہ اب ہم ظلم و جہل کا
مشاہدہ ہوتا ہی کہ ایمان کو مال کے بدلے مین دے ڈالتے ہین اور ہزارون کے مالک ہوکر گہرون کو وسیع اور قبرون کو تنگ اور مویشی کو موٹا اور دین کو
دُبلا کرتے ہین اور صبح شام حاکم کے دروازے پر جا جا کر اپنی جانون کو مصیبت لگاکے حاکم حقیقی سے بیخوف ہوئے ہین کوئی یہ کہتا ہی کہ مین یہ چاہتا
ہون اور یہ آرزو رکھتا ہون اور میرے لیے فلانی فلانی چیز لے آؤ اور بائین ہاتھ پر تکیہ لگا کر پرایا مال چکھتا ہی اور جب نوبت بدہضمی اور ہیضہ
کی پہونچتی ہی تو نوکرون سے کہتے ہین کہ کوئی ایسی چیز لاؤ جس سے کہانا ہضم ہو اے بیوقوف کہانا ہضم کیا چاہتا ہی یا دین کو ہضم کر بیٹھا ہی
اور یتیم اور بیوہ و مسکین کہان گئے جنکی خبرگیری کا حکم تجھکو خدا نے دیا تھا اس بیان سے اسی فائدہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہی یعنے جو کچھ کہانے
سے بچے اُسکو محتاج کو دینا چاہیے تا کہ اجر اخروی کا ذریعہ ہو اور کہانے کی نسبت یہ امر بہتر ہی اسلیے کہ اُس سے دوناگناہ کُہلتا ہی آنحضرت صلی اللہ

دروازہ کو ... جنت کے [illegible] نہین غافل ہوتے سورہ آل [illegible] حاکم [illegible] دکھائی امانت آسمان کو [illegible] اور زمین [illegible]

علیہ وسلم نے ایک آدمی کی تونددیکھکر انگشت مبارک سے توند کی طرف اشارہ کر کے اسکو فرمایا کہ اگر اسقدر غیر کے پیٹ مین جاتا تو تیرے واسطے اچھا ہوتا یعنی اگر تو اپنی خوراک کم کر کے اور دن کو کھلاتا تو آخرت کے لیے ذخیرہ ہوتا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ ہمنے ایسے لوگ دیکھے ہین کہ جنکے پاس اتنی غذا تھی کہ اگر وہ چاہتے تو سب کھا لیتے مگر یہ کہا کہ بخدا اسب اپنے پیٹ مین نہ ڈالونگا کچھ للہ بھی دونگا پس یہ دس فائدہ بھوک کے ہین جنمین سے ہر ایک حاوی فوائد بیشمار ہی اسی لیے بھوک کو فوائد اخروی کا خزانہ کہنا چاہیے بعض اکابر سے منقول ہی کہ بھوک کلید آخرت اور زہد کا پھاٹک ہی اور شکم سیری کلید دنیا اور باب رغبت اور یہی مضمون اخبار مین بھی ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ان فوائد کی تفصیل جاننے سے معانی ان اخبار کے بخوبی معلوم و مفہوم ہو جاتے ہین اور اگر تفصیل فوائد معلوم نہو اور صرف بھوک کو مفید جانے تو تب بھی رتبہ ایمان تقلیدی کا حاصل ہوگا

بیان سوم ایسی ریاضت کا جس سے شہوت شکم ٹوٹے

جاننا چاہیے کہ مرید کو شکم اور غذا کے باب مین چار چیزین مقرر کرنی چاہیین اول مقدار غذا دوم وقت غذا سوم جنس غذا چہارم درجات ورع انکا بیان باب حلال وحرام مین ہمنے لکھا ہی بیان تین اول کی چیزون کا ذکر لکھا جاتا ہی مگر جان لینا چاہیے کہ مقدم غذا کا حلال ہی اسلیے کہ عبادت غذا حرام کے ساتھ ایسی ہی جیسی عمارت پانی پر بنانا چاہین اول بات جو مقرر کرنے کی ہی مقدار غذا کو کم کرنا ہی اور اسمین ریاضت بتدریج کرنی چاہیے تاکہ ایک اندازہ پر پہونچ جاوے کیونکہ اگر کوئی شخص بہت کھانے کا عادی ہوگا اور دفعۃً کم کر دیگا تو مشقت بھی زیادہ ہوگی اور بارے ضعف کے اسکا مزاج متحمل ریاضت نہوگا پس تھوڑا تھوڑا کم کرنا چاہیے مثلاً اگر دو روٹی کھاتا ہی اور یہ چاہے کہ ایک روٹی کھایا کرے تو چاہیے کہ اسی طرح کم کرے کہ مہینے بھر مین ایک روٹی پر آجاوے اور یہ بات کئی طرح ہوسکتی ہی خواہ اول مقدار دو روٹی کو وزن کر لے اور پھر ہر روز ایک روٹی کے وزن کا تیسوان حصہ کم کر دیا کرے یا لقمون کے شمار سے اسکو گھٹائے تو نہ اسکو ضرر ہوگا اور نہ کچھ اثر کسی طرح کا معلوم ہوگا اور غذا کے باب مین چار درجے ہین درجہ اعلیٰ یہ ہی کہ غذا اتنی کم کرے کہ مقدار سد رمق رہ جاوے جسکے بدون زندگی نہ ہوسکے یہ مرتبہ صدیقین کا ہی اور سہل تستری رحمہ اللہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہین وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالےٰ تین چیزون سے عبادت لیتا ہی زندگی اور عقل اور قوت پس اگر بندہ کو اول کی دو چیزین جاتی رہنے کا خوف ہو تو کھاوے روزہ ہو تو افطار کرے پاس نہو تو تلاش کرے اور اگر ان دونون کے جانے کا خوف نہو صرف طاقت جانے کا ڈر ہو تو کچھ پروا نہ کرے گو ضعیف ہو جاوے یہانتک کہ بیٹھ کے نماز پڑھے اور یہ جانے کہ بھوک کے ضعف سے بیٹھ کر نماز پڑھنی قوت غذا سے کھڑے ہو کر پڑھنے کی نسبت افضل ہی اور انسے جو کسی نے شروع کا حال اور غذا کی کیفیت پوچھی تو فرمایا کہ میری غذا سال بھر مین تین درم ہوتی تھی ایک درم کا شیرہ انگور لیتا تھا اور ایک کا چاول کا آٹا اور ایک کا گھی اور سب ملا کر تین سو ساٹھ گولیان بنا لیتا تھا ہر ایک شب ایک گولی سے افطار کیا کرتا تھا لوگون نے کہا کہ اب کیا حال ہی انھون نے فرمایا کہ اب کچھ مقدار و وقت مقرر نہین اور بعض راہبین کی حکایت ہی کہ وہ اپنی خوراک ساڑھے تین ماشہ غذا تک پہونچاتے ہین دوسرا درجہ یہ ہی کہ رات دن مین مقدار نصف مد یعنے سوا پاؤ کھاوے اور غالب ہی کہ اکثر لوگون کی نسبت مقدار سوم حصہ شکم کی مساوی ہوگی جسکا ذکر حدیث شریف مین وارد ہی اور لقیمات سے بڑھکر ہی کیونکہ یہ وزن جمع سالم کا قلت کے لیے مستعمل ہی جو دس سے کم پر بولتے ہین حضرت عمر رضہ کی عادت یہی تھی آپ سات لقمہ یا نو کھایا کرتے تھے تیسرا درجہ یہ ہے کہ مقدار ایک مد کے یعنے اڈھائی پاؤ کھاوے یہ ثلث شکم سے بڑھ کر ہی اور غالب ہی کہ دو ثلث شکم کے مساوی ہو اس صورت مین ثلث شکم پانی کا حق رہیگا مگر ذکر کے لیے کچھ نہ رہا جیسا کہ بعض روایتون مین بجاے نفس کے ثلث للذکر واقع ہوا ہی چوتھا درجہ یہ ہی کہ مد سے بڑھکر ایک سیر تک کھاوے اور سیر سے زیادہ کھانا اسراف مین داخل ہی اور حکم ربانی ولا تسرفوا کے مخالف مگر یہ حکم اکثریہ ہی ورنہ مقدار غذا باعتبار شخص اور عمر اور کار متعلقہ ہر شخص کے جداگانہ ہی اور ایک پانچوان طور اور بھی ہی مگر اسمین دھوکے کا مقام ہی وہ یہ ہی کہ جب اشتہاء صادق ہو جب کھانا کھاوے اور ابھی اشتہاے صادق باقی ہو کہ ہاتھ کھینچے لیکن جو شخص ایک یا دو روٹی کی مقدار مقرر نہ کریگا اسکو انتہاء اشتہاء صادق کی ظاہر نہوگی بلکہ اشتہاء

لاسے اور بہا چرہ کر ۱۲

کاذب سے اسکو تمیز نہ کریگا اگرچہ اشتہاء صادق کی علامتیں بھی لکھی ہیں اول تو یہ کہ کوئی سی روٹی روکھی سوکھی ملے اسکو کھالے جبکسی معین روٹی
کو جی چاہے یا سالن کی تمنا ہو تو اشتہاء صادق نہوگی اور ایک یہ ہو اگر تھوک کے تو کھی نہوکہ پر نہ بیٹھے یعنی چکنائی تھوک میں نہ ہونے سے معلوم
ہوتا ہی کہ معدہ خالی ہی اور اسکی پہچان مشکل ہی تو مرید کے حق میں اولی یہی ہی کہ اپنی مقدار کھانے کی مقرر کرلے کہ جس سے عبادت کے دریے
اسکو بخوبی کرسکے اسکے کرنے میں کمزور نہ ہوجاوے جب اُس حد پر پہنچے تب ٹھہر جاوے گو اشتہار باقی رہے خلاصہ یہ کہ اندازہ خاص غذا کا
نہیں ہوسکتا کیونکہ احوال اور اشخاص کے اعتبار سے ہر ایک کے لیے حد جدا ہی اگلا نہ ہو ان صحابہ رضی میں سے ایک جماعت کا معمول تھا کہ ہفتہ میں
ایک صاع گیہوں تناول فرماتے اور اگر خرما کھاتے تو ڈیڑھ صاع ہفتہ میں کھاتے اور صاع چار مد کا ہوتا ہی تو اب اس سے ایک روز کی غذا
کو حساب کرو تو ایک روز میں کچھ اوپر نصف مد گیہوں ہوتے ہیں اور خرما کے بڑھنے کی یہ وجہ ہی کہ اسمیں سے گٹھلی نکل جاتی ہی پس یہ مقدار اُسی
ترتیب پر جسکو چہارم حصہ شکم کے لیے لکھا ہی اور حضرت ابوذر غفاری رحمہ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہر ہفتہ میں تین سیر
جو کھاتے اور بعد آپ کے بھی اسی قدر تناول فرماتے اور کہتے کہ بخدا میں اس مقدار پر زندگی بھر نہ بڑھاؤنگا کیونکہ میں نے سنا ہی کہ آپ فرماتے تھے کہ
تم میں سے قیامت کو مجھ سے زیادہ قریب اور محبوب تر وہ ہوگا کہ مرتے دم تک اُسی حال پر رہے جسپر آپ موجود ہی اور بعض صحابہ رضی کا حال
دیکھکر بڑا معلوم ہوتا اور کہتے کہ تمنے سب ڈھنگ بدل ڈالا جو کو چھاننے لگے پتلی چپاتیاں پکوانے لگے دودھ و سالن اور رنگ برنگ کے
کھانے کھانے لگے کپڑے صبح کو اور شام کو اور پہننے لگے یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کہاں تھیں اور ارباب صفہ کی غذا یہ تھی
کہ دو آدمیوں کے بیچ تین پاؤ خرما ہر روز کھاتے اور اُسمیں گٹھلی بھی ہی جسکے دور کرنے سے بہت ہی کم مقدار رہتی ہی اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے
ہیں کہ مومن مثل بھیڑ کے ہی اسکو ایک مٹھی سڑے خرما کی یا ستو کی اور ایک گھونٹ پانی کافی ہی اور منافق درندہ ایذا دہندہ کے موافق ہی کہ نگلے
چلا جاتا ہی نہ ہمسایہ کے لیے اپنے پیٹ میں کمی کرے نہ اوروں کی بھائی بند کو اپنے اوپر ترجیح دے اور سہیل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض
دنیا خون خالص ہی ہوتی تب بھی مومن کی غذا حلال ہی ہوتی اسلیے کہ مومن وہی ہی جو ضرورت کے وقت بقدر سد رمق کھاوے دوسری
بات مقرر کرلے کے وقت غذا ہی کہ کتنی دیر کے بعد کھاوے اسمیں تین درجہ ہیں اعلی درجہ یہ ہی کہ تین دن یا اُس سے زیادہ کچھ نہ کھاوے
اور بعض عارفین نے اس باب میں اتنی ریاضت کی ہی کہ تیس روز اور چالیس روز کے طی تک نوبت پہونچادی ہی اور علما میں سے بھی
بہت سے لوگ ایسے ہی ہیں مثلاً محمد بن عمر عربی اور عبد الرحمن بن ابراہیم اور ابراہیم تیمی اور سلیمان خواص اور سہیل تستری اور ابراہیم
بن احمد خواص وغیرہ اور حضرت ابوبکر صدیق رض چھ روز کا طی فرماتے اور عبد اللہ بن الزبیر اور ابو الجوزا سات روز کا اور سفیان ثوری
اور ابراہیم بن ادہم تین روز کا غرضکہ یہ سب بزرگ بھوک سے طریق آخرت پر مدد چاہتے تھے بعض علما کا قول ہی کہ جو کوئی خدا کے
واسطے چالیس روز کچھ نہ کھاوے اسپر بعض اسرار آلہی کھلجاتے ہیں اور ایک شخص اس جماعت میں کا ایک راہب کے پاس گیا اور
اسکو نصیحت کرنی شروع کی کہ اسلام اختیار کرنا چاہیے تمھارے طریق میں صرف دھوکا ہی دھوکا ہی اسکو چھوڑ دینا چاہیے یہانتک
اُس سے گفتگو کی کہ راہب کہنے لگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام چالیس روز تک طی کا روزہ رکھتے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہی کہ سوا ئے نبی صادق
کے اور کوئی نہیں کرسکتا صوفی نے کہا کہ اگر میں پچاس دن طی کا روزہ رکھوں تو تو اپنے دین کو چھوڑدیگا اور دین اسلام کو قبول کرکے جان لیگا
کہ تمھارا دین باطل ہی اور اسلام حق ہی اُسنے کہا کہ ہاں ایسا ہی کرونگا پھر صوفی نے اُسکے سامنے ہی بیٹھکر پچاس روز پورے کیے اور کہا کہ ساٹھ
پورے کیے دیتا ہوں پس ساٹھ روزے کے بعد راہب کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ مجھکو یہی خیال تھا کہ عیسی علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی نہ کرسکیگا
آخر کو مسلمان ہوگیا اور یہ ایک بڑا درجہ ہی اسکو ایسا ہی شخص پہونچتا ہی کہ قطع علائق و عادات کرکے مکاشفہ اور مشاہدہ میں مستغرق ہوکر بھوک و
حاجت سے مستغنی ہوا ہو دوسرا درجہ یہ ہی کہ دو روز سے تین روز تک کا طی کرے اور یہ امر عادت سے خارج نہیں بلکہ ممکن ہی اور تھوڑے سے

مجاہدہ اور کوشش سے پہونچ سکتا ہی تیسرا درجہ جو ادنیٰ ہی وہ یہ ہی کہ رات دن میں ایک بار کھاوے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو اسراف میں داخل ہی
اور ہمیشہ شکم سیر رہنا کہ بھوک کی حالت محسوس نہو عیاشون کا کام ہی اور خلاف سنت حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم اگر صبح کو کھاتے تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح کو نہ کھاتے اور اکابر کا یہی دستور تھا کہ ایک بار غذا کھاتے
تھے اور حدیث شریف میں حضرت عائشہ رض کو آپ نے فرمایا ایاک والسرف فان اکلتین فی کل یوم من السرف واکلۃ واحدۃ فی کل یومین اقتار و
اکلۃ فی کل یوم قوام بین ذلک وھو المحمود فی کتاب اللہ عز وجل اس جہ کوئی ایک دفعہ رات دن میں کھانا چاہے تو مستحب یون ہی کہ سحر کے وقت
صبح صادق سے پہلے تہجد کے بعد کھاوے کہ دن کو بھوکا رہنے سے روزہ ہو جاویگا اور رات کو بھوکا رہنے سے تہجد کے لئے اٹھنا سہل ہوگا اور معدہ کے خالی
رہنے سے فارغ البال اور رقیق القلب اور مجمع الہم رہیگا نفس بھی ساکن رہیگا پہلے وقت سے تقاضا نہ کریگا اور عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ حضرت
ابو ہریرہ رض سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا تہجد نہین پڑھتے تھے جیسا تم پڑھتے ہو بلکہ آپ کا دستور تہجد کا یہ تھا کہ
کھڑے کھڑے پاؤن ورم کر جاتے تھے اور روزہ وصال بھی تمہاری طرح نہ رکھتے تھے بلکہ افطار روزہ سحر کے وقت کیا کرتے تھے اور حضرت
عائشہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روزہ کو سحر میں ملا دیتے تھے پس اگر روزہ دار کا دل بعد مغرب کھانے کا مائل ہو اس طرح
کہ تہجد میں حضور قلب نہو سکے تو ایسی صورت میں چاہیے کہ جسقدر کھانے کی اسنے عادت کی ہو اسکے دو حصہ کرے ایک کو بعد مغرب کھالیوے
اور ایک کو سحر کے وقت افطار کے وقت کھانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ نفس کھانے کی طرف نہ کھنچیگا اور تہجد اچھی طرح ادا ہوگا اور سحر کے کھانے سے
دن کو بھوک کی زیادتی نہوگی اور جو ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکھے تو اسکو انہین کچھ مضائقہ نہین کہ روزہ کے دن سحر کے وقت
کھاوے اور افطار والے دن ظہر کے وقت یہ طریق ہی غذا کے وقت مقرر کرنے کا تیسری بات مقرر کرنے کی جنس غذا ہی اور سالون کا چھوڑنا اس
معلوم کرنا چاہیے کہ غذا سب سے عمدہ گیہون کا آٹا ہی اگر چھان کر لے تو آسایش میں داخل ہی اور اوسط غذا جو بنا ہوا آٹا جو کا اور ادنیٰ انکا
بن چھنا آٹا اور عمدہ سالن گوشت اور مٹھائی ہی اور اوسط شوربا اور چکنائی بے گوشت اور ادنیٰ نمک اور سرکہ ہی اور سالکین کی عادت یہ ہی
کہ سالن کبھی نہین کھاتے بلکہ لذیذ چیز جسکو انسان کی طبیعت چاہے اس سے بھی باز رہتے ہین کیونکہ اس سے نفس میں شوخی اور سختی ہوتی
ہی اور لذات دنیا دل میں گھر کر جاتی ہین اُسے مانوس ہو کر موت اور دیدار الٰہی کو برا جاننے لگتا ہی اور دنیا کو جنت اور موت کو قید خانہ تصور کرتا ہی
اور اگر نفس کو شہوات سے روکا جاوے تو سب معاملے برعکس ہو جاتے ہین نفس تنگ ہو کر یہ چاہتا ہی کہ کل کا مرتا آج مرجاؤن یہان کی لذتون
سے محروم ہون وہان کی لذات سے جلد بہرہ یاب ہون اور زندگی کی قید سے چھوٹون یحییٰ ابن معاذ رح فرماتے ہین اے گروہ صادقان جنت کا
کھانا ہی اپنے نفسون کو خوب بھوکا رکھو جتنی بھوک زیادہ ہوگی اتنی ہی اشتہا اس کھانے کی بڑھیگی علاوہ ازین جتنے آفات شکم سیری کے ہم نے لکھے ہین
وہ دل چاہی چیزون کے کھانے اور لذات میں پڑنے سے ہوتی ہین اسی لیے شہوات کے ترک میں اگر مباحات کو بھی چھوڑ دیا جاوے تو ثواب
بہت ہوتا ہی اور انکے کھانے میں خطرہ رہتا ہی اور اسی بنا پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین یاکلون مخ الحنطۃ اور اس سے
یہ غرض نہین کہ میدا کھانا حرام ہی بلکہ وہ تو مباح ہی اس طرح پر کہ اگر گاہ گاہ کھا لیا تو کچھ برا نہین مگر اسی پر مداومت کرے تب بھی اسکے کھانے سے گنہگار
نہوگا الا نفس کو لذت کی چاٹ پڑ جاویگی اور دنیا کے انس میں مبتلا ہو کر اسی کے طلب میں ساعی ہوگا اور گناہون کا ارتکاب بھی ہو جاوے گا
اسی جہت سے شرار امت فرمایا کہ میدا ایسے امور میں مبتلا کرتا ہی کہ وہ باعث معاصی ہون اور نیز فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ
اجسامھم وانما ھمتھم الوان الطعام وانواع اللباس ویتشدقون فی الکلام اور خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ یہ یاد کر لیا کرو کہ تم
قبر میں رہنا ہی اس سے بہت سی شہوتون سے باز رہو گے اور اکابر سلف لذیذ کھانون سے بہت ڈرتے اور انکو علامت بدبختی سمجھتے اور ان سے
منع فرمانے کو نہایت سعادت جانتے چنانچہ وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ دو فرشتے چوتھے آسمان پر آپس میں ملے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ

[illegible]

کہو نا بھکو انہین علی بخاری
سکبرو بیت ابو سعید رازی
سکبرو بیت نقل کی ۱۲ [illegible]
[illegible] بروہ [illegible]
[illegible] گیہون کا مغز کھاتے
[illegible] ۱۲
[illegible]
اور انکی ہمت صرف انواع
غذا اور انواع لباس ہی اور
کلام میں [illegible]
[illegible] ۱۲

کہان سے آتے ہو اُسنے کہا کہ مجھکو حکم ہوا کہ ایک مچھلی سمندر سے فلانی جگہ لیجاؤن جسکو فلانے یہودی نے تمنا کی تھی دوسرے نے کہا کہ مین بھی اسی بات پر مامور تھا کہ فلانے عابد کے لیے تیل ڈال آؤن جو اُسکا آرزومند تھا پس اس بات کا اشارہ ہو کہ آسان ہونا لوازم خیر کا علامت اچھی نہین اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈے پانی کا شربت نہ پیا اور فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے الگ رکھو غرضکہ کوئی عبادت شہوات اور ترک لذات سے بڑھکر نہین جیسا کہ ریاضت نفس مین ہمنے بیان کیا ہو اور حضرت نافع رض فرماتے ہین کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک بار مریض تھے تازی مچھلی کو اُنکا جی چاہا مدینہ منورہ مین باوجود تلاش نہ ملی بعد چندے جو ملی تو ڈیڑھ درم کو مول لیکر اُسکو پکایا اور ایک روٹی پر رکھکر آپ کے سامنے لے گیے اتنے مین ایک سائل دروازہ پر آیا آپ نے خادم سے کہا کہ اُسکو روٹی مین لپیٹ کر سائل کو دے دے خادم نے عرض کیا کہ جناب عالی آپ کا دل اتنے دنون سے چاہتا تھا جب تو ملی نہ تھی اب جو ملی تو ڈیڑھ درم کو ہمنے مول لیکر آپ کے واسطے پکائی تو اگر آپ فرماوین اُسکو اُسکا نقد دام دیا جاوے آپ نے فرمایا کہ اُسی کو روٹی مین لپیٹ کر دے دو پھر خادم نے سائل سے کہا کہ تم اُسکو ایک درم کی عوض دیتے ہو اُسنے کہا اچھا خادم نے ایک درم اُسکو دے دیا اور مچھلی کو آپ کے سامنے لاکر رکھا اور کہا کہ اُسکو ایک درم دیکر یہ مول لے لی آپ نے فرمایا کہ اُس سے درم بھی واپس نہ کرو اور یہ بھی مع روٹی دے دو مین نے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو کہ آپ فرماتے تھے ایّما امرأ اشتھی شھوۃ فرد شھوتہ واثر بھا علی نفسہ غفر اللہ لہ[1] اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا سددت کلب الجوع برغیف وکوز من الماء القراح فعلی الدنیا واھلھا الدمار[2] اسمین اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ مقصود بھوک پیاس سے مشقت وضرر کا دور کرنا ہو لذات دنیاوی سے عیش کرنا منظور نہین حضرت عمر رض کو خبر پہونچی کہ یزید بن ابی سفیان طرح طرح کے کھانے کھاتے ہین آپ نے اُنکے خادم سے فرمایا کہ جب اُنکا طعام شبینہ تیار ہو مجھکو اطلاع کرنا اُسنے ویسا ہی کیا آپ اُنکے یہان تشریف لے گئے جب کھانا آیا تو اول ثرید اور گوشت لائے آپ نے بھی اُنکے ساتھ کھایا بعد اسکے بھنا ہوا گوشت آیا اُنھون نے ہاتھ بڑھایا مگر حضرت عمر رض نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ اے یزید بن ابی سفیان کیا ایک غذا کے بعد دوسری بھی ہوتی ہو بخدا کہ اگر تم سلف کی سُنت کو چھوڑ دوگے تو بیشک اُنکا طریق بھی تمسے جاتا رہیگا اور یسار بن عمیر رح فرماتے ہین کہ مین نے کبھی حضرت عمر رض کے لیے آٹا نہین چھانا اور اگر چھانا بھی ہو تو اُنکی مرضی کے خلاف کیا ہو اور عتبہ رح اپنا آٹا گوندھ کر دھوپ مین رکھ دیتے جب سوکھ جاتا تو کھا لیتے اور کہتے کہ ایک ٹکڑے اور نمک پر رہنا چاہیے یہانتک کہ آخرت مین بھنا گوشت اور عمدہ کھانا میسر ہو جاوے اور کوزہ اٹھا کر ایک ٹھلیا مین سے پانی پیتے جو تمام دن دھوپ مین رہتی تھی آپ کی لونڈی کہتی کہ اگر اپنا آٹا آپ مجھکو دے دیا کرین تو مین پکا دیا کرونگی اور پانی ٹھنڈا کر دیا کرونگی آپ جواب دیتے کہ غرض بھوک کے کتے کا روکنا ہو سو یون بھی رک جاتا ہو اور شقیق بن ابراہیم کہتے ہین کہ مین نے ابراہیم بن ادہم کو مکہ معظمہ کے سوق اللیل مین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہ کے قریب ہو دیکھا کہ رستہ سے ایک کنارہ پر بیٹھے ہوے روتے تھے مین بھی راہ چھوڑ کر اُنکے پاس جا بیٹھا اور سبب گریہ کا پوچھا اُنھون نے فرمایا خیریت ہو پھر مین نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا اُنھون نے فرمایا کہ کسی سے کہو نہین تو کہون مین نے کہا کہ بہتر آپ فرماوین اُنھون نے کہا تیس برس سے میرا دل حریرہ کو چاہ رہا تھا مگر مین کمال کوشش سے اُسکو روکتا تھا کل رات مین بیٹھا ہوا تھا کہ اونگھنے لگا اتنے مین ایک شخص آیا جسکے ہاتھ مین سبز پیالہ تھا اُسمین بھاپ اور خوشبو حریرہ کی آتی مین نے اپنی ہمت سے نفس کو روکا پھر اُسنے پیالہ میرے قریب کرکے کہا کہ اے ابراہیم کھاؤ مین نے کہا کہ مین نے اُسکو للہ چھوڑ دیا ہو نہ کھاؤنگا اُسنے کہا کہ اگر خدا ہی کھلاوے تو کھانا چاہیے مجھسے کچھ جواب اور تو نہ بن آیا رونے لگا پھر اُسنے کہا کہ لو کھاؤ مین نے کہا کہ ہمکو حکم ہو کہ جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ کھانا کہان سے آیا ہو تب تک ہاتھ نہ ڈالین اُسنے جواب دیا کہ کھاؤ یہ تمھارے ہی واسطے عنایت ہوا ہو مجھکو حکم ہوا ہو کہ اے خضر اس پیالے کو لیجا اور نفس ابراہیم بن ادہم کو کھلا دے کیونکہ اُسنے اب بہت دنون سے نفس پر صبر کرکے اُسکو روک رکھا ہو اب اللہ نے اُسپر رحم کیا اور اے ابراہیم یہ بھی یاد رکھو کہ مین نے فرشتون سے سُنا ہو کہ وہ کہتے ہین جو شخص عطا کو نہین لیتا تو پھر اگر طلب کرتا ہو تو نہین ملتی مین نے کہا کہ اگر یہی حال ہو تو مین تمھارے

[1] جس شخص کو کسی چیز کی خواہش ہوئی اور اُسنے اپنی خواہش کو رد کیا اور اُسکو اپنے نفس پر مقدم رکھا اللہ تعالیٰ اُسکی مغفرت کریگا ۱۲ ابن حبان در ثواب بسند ضعیف اور ابن جوزی نے اُسکو موضوع کہا ہو

[2] جب تم نے بھوک کے کتے کو ایک روٹی اور ایک آبخورہ پانی صاف سے روک دیا تو دنیا اور اہل دنیا پر خرابی ہو ابو منصور دیلمی نے ابوہریرہ سے روایت کیا بسند ضعیف

سامنے ہوں اسکا عقدہ اتنے ہی کھولیگا پھر میں نے جو دیکھا تو ایک اور شخص نظر آیا کہ اُسنے پہلے کچھ دیا اور کہا کہ تو ہی اپنے ہاتھ سے کھلا دے اُسنے
میرے منہ میں لقمہ دینا شروع کیا یہانتک کہ میں سوگیا جب جاگا تو اسکا مزا منہ میں پایا شقیق کہتے ہیں کہ جب ابراہیم نے یہ بات تمام کی میں نے
کہا کہ اپنا ہاتھ تو لاؤ انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کے بوسہ دیا اور یوں کہنے لگا کہ خداوندا جو لوگ اپنی شہوتوں کو اچھی طرح روکتے ہیں تو اُن کی
آرزو پوری کرتا ہو دل میں یقین تو ہی ڈالتا ہو دلوں کو اُن سے مطمئن تو ہی رکھتا ہو اپنے بندہ شقیق پر بھی نظر توجہ ہو پھر حضرت ابراہیم بن
ادہم کا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگا کہ الٰہی اس ہاتھ کی اور اس ہاتھ والے کی برکت سے اور اس الہام کی برکت سے جو تو نے انپر فرمایا
اپنے بندہ مسکین پر عطا کر وہ تیرے ہی فضل و احسان و رحمت کا محتاج ہو اگرچہ اسکا سزاوار نہیں اسکے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوے اور چلکر حرم شریف
میں داخل ہوے اور مالک بن دینار رحم کو کہتے ہیں کہ چالیس برس دودھ کو چاہتے رہے مگر نہ پیا اور ایک روز آنکے پاس تر چھوارے ہدیۃً آئے
اور لوگوں نے اُنسے کھانے کو اصرار کیا آپنے فرمایا کہ تمہیں کھالو میں نے چالیس برس سے انکو نہیں چکھا اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ
ابو سلیمان دارانی کا دل ایکبار گرم روٹی نمکین کو ہوا میں سامنے لے گیا آپنے ایک بار دانت سے کترکر چھوڑ دیا اور رو کر کہنے لگے کہ
بہت سی محنت و مشقت کے بعد تو نے میری آرزو دیار عنایت کی اب میں کی توبہ کرتا ہوں مجکو معاف فرما احمد کہتے ہیں کہ پھر کبھی نمک زندگی
بھر نہ کھایا اور مالک بن ضیغم فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کی بازار میں جاتا تھا ایک ترکاری دیکھی میرے نفس نے کہا کہ رات کو مجکو یہ کھلا دے
میں نے قسم کھائی کہ چالیس روز نہ کھلاؤنگا اور حضرت مالک بن دینار بصرہ میں پچاس برس رہے مگر ان لوگوں کے تر و خشک و خرما کبھی
نہ کھاتے بعد اسکے آپنے کہا کہ اے بصرہ والو میں تم میں پچاس برس رہا اور تمہارے تر و خشک سے سروکار نہ رکھا لیکن میری کوئی چیز تمہارے
کم ہوئی تم میں نہ بڑھی اور نہ جو چیز تم میں زیادہ تھی مجھ سے کم ہوئی اور یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ میں نے دنیا کو پچاس برس سے چھوڑ دیا مگر
میرا دل دودھ کو چالیس برس سے چاہتا ہے مگر بخدا اُسکو پھر نہ پیونگا اور حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہیں کہ میں داؤد طائی کے پاس آیا وہ دروازہ
بند کیے ہوے کہہ رہے تھے کہ تو نے روٹی چاہی میں نے کھلا دی پھر خرما کھانا چاہتا ہے میں نے قسم کھائی کہ کبھی نہ کھلاؤنگا پھر جب میں نے
سامنے ہوکر سلام کیا تو معلوم ہوا کہ صرف اکیلے اپنے نفس سے کہہ رہے تھے اور ابو حازم ایک روز بازار میں جاتے تھے ایک میوہ نظر پڑا
بیٹے سے کہا کہ یہ میوہ جو ٹوٹا ہوا اُترا ہوا دھرا ہے آ ہمیں سے میرے واسطے خرید لا شاید میوہ جنت بن ٹوٹا بے روک کبھی مل جاوے جب وہ
خرید کر لایا اپنے نفس سے کہنے لگے کہ تو نے فریب دیا کہ دیکھتے ہی آرزو پیدا کی اور پھر اسکو مول لوایا بخدا کہ کھلاؤنگا نہیں پس اسکو یتیم محتاجوں
کو بانٹ دیا اور موسیٰ اشج سے نقل ہے کہ بیس برس سے میرا دل ذرہ ذرہ نمک کو چاہتا ہے اور احمد بن خلیفہ کہتے ہیں کہ بیس برس تک میرا
نفس یہی کہتا رہا کہ پانی پیٹ بھر کر پلا دے مگر میں نے کبھی سیراب نہ کیا اور عتبہ غلام کہتے ہیں کہ سات برس تک میرا دل گوشت کو چاہتا رہا
بعد اسکے مجھے شرم آئی کہ کب تک ٹالتا ہوں سات برس سے تو ٹال رہا ہوں آخر ایک گوشت کا ٹکڑا لیکر بھونا اور اسکو لیکر ایک روٹی میں
لپیٹا اور ایک لڑکے کو دیکھکر اُس سے پوچھا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے جو مرگیا اُسنے کہا کہ ہاں ہاں پس وہ روٹی اُسکے حوالہ کی کہتے ہیں کہ روٹی دیکر
آپ رونے لگے اور یہ آیت پڑھی ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا اور پھر کبھی گوشت نہ کھایا اور چند روز انکا دل خرما کو چاہا کیا ایک
روز کسی قدر خرید کر رات کے لیے رکھ چھوڑے کہ اسی سے افطار کرونگا اتنے میں ہوا کا طوفان آیا اور اندھیرا ہوگیا لوگوں کو خوف معلوم ہوا
عتبہ اپنے نفس سے کہنے لگے کہ یہ بلا اسی سبب سے آئی کہ میں نے تیری خاطر سے اتنے خرمے مول لیے اب خبردار انکو مت چکھنا اور داؤد طائی
رہنے و حیلے کے نقل اور پیسے کا سرکہ مول لیا اور تمام رات نفس سے کہتے رہے کہ اے داؤد قیامت کو کیسا بڑا حساب دینا پڑے گا پھر اسکے بعد
روکھی روٹی کھائی اور عتبہ غلام نے ایک روز عبد الواحد بن زید سے کہا کہ فلاں شخص اپنے نفس میں ایسا درجہ بتلاتا ہے کہ میں اُس رتبہ کو
اپنے نفس میں نہیں پاتا انہوں نے کہا کہ یہ اسلیے ہے کہ تم روٹی کے ساتھ خرما کھاتے ہو اور وہ صرف روٹی ہی کھاتا ہے عتبہ نے کہا کہ اگر میں بھی

خرما چھوڑ دوں تو وہ رتبہ حاصل ہوگا انھوں نے کہا کہ بیشک یہ سن عتبہ رونے لگے لوگوں نے کہا کہ کیا خرما پر روتے ہو عبد الواحد نے فرمایا کہ کچھ نہ کہو انکے نفس نے جان لیا کہ ارادہ پکا کرتے ہیں اور جس چیز کو چھوڑ دینگے پھر اسکی طرف رجوع نہ کرینگے اور جعفر بن نصر کہتے ہیں کہ مجھکو حضرت جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ تھوڑے انجیر میرے لیے خرید لا جب میں مول لے آیا تو افطار کے وقت ایک منھ میں ڈالا اور تھوک دیا اور کہا کہ اٹھا لیجا میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ میرے دل میں عجب سے یہ ندا آئی کہ تو نے میری خاطر چھوڑا تھا کیا پھر کھائیگا اور صالح کہتے ہیں کہ میں نے عطا سلمی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کے لیے ایک چیز بھیجا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ واپس نہ کریں انھوں نے فرمایا بہتر میں نے اپنے لڑکے کے ہاتھ ستو گھی اور شہد میں ملا کر بھیجے اور کہدیا کہ جب تک وہ کھا نہ لیں تب تک مت آنا آپ نے کھا لیے دوسرے روز میں نے پھر بھیجے آپ نے نہ پیے اور واپس کر دیے پس میں آپ سے خفا ہو کر کہنے لگا کہ سبحان اللہ آپ نے میرا ہدیہ واپس کیا جب انھوں نے مجھکو غصہ میں دیکھا فرمایا کہ برا ماننے کی بات نہیں ایکبار تو میں نے تعمیل کی جب دوسری بار تم نے بھیجا تو ہر چند میں نے کھانا چاہا مگر نہ ہوسکا جب میں ارادہ کھانے کا کرتا تھا یہ آیت یاد پڑتی تھی یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ آخر تک صالح کہتے ہیں کہ میں رو پڑا اور دل میں کہنے لگا کہ میں اور کہیں ہوں اور تم اور کہیں اور سری سقطی فرماتے ہیں کہ میرا نفس تیس برس سے چاہتا ہے کہ روٹی شیرہ انگور میں تر کرکے کھاؤں مگر میں نے نہیں کھلائی اور ابو بکر جلائی فرماتے ہیں کہ ایک شخص میں نے ایسا دیکھا ہے کہ اسکا نفس اس سے کہتا تھا کہ میں دس روز تک کچھ نہ کھاؤنگا بشرطیکہ تو دس روز کے بعد جو کہوں وہ کھلا دے اسنے جواب دیا کہ میں دس روز کا فاقہ نہیں چاہتا تو بھی تمنا چھوڑ دے ایک عابد کا ذکر ہے کہ انھوں نے کسی اپنے یگانہ کی دعوت کی اور روٹیاں سامنے رکھدیں وہ شخص روٹیوں کو لوٹنے لگا کہ اچھی دیکھکر کھاوے عابد نے فرمایا کہ یہ کیا کرتے ہو تمکو معلوم نہیں کہ جس روٹی کو تم نے چھوڑ دیا اسمیں کتنی حکمتیں ہیں اور کتنے کاریگروں کے ہاتھ سے نکلکر تمھارے پاس آئی اول ابر سے چاہو کہ اسمیں پانی آیا اور پانی سے زمین اور ہوا اور چارپایہ تازے ہوگئے اور بہت سے لوگوں نے کام کیا جب کہیں تم تک آئی اب تم انکو لوٹتے ہو رغبت سے نہیں کھاتے حدیث شریف میں ہے لا یستدیر الرغیف و یوضع بین یدیک حتی یعمل فیہ ثلاث مائۃ و ستون صانعا اولھم میکائیل علیہ السلام الذی یکیل الماء من خزائن الرحمۃ ثم الملائکۃ التی تزجی السحاب والشمس والقمر والافلاک وملائکۃ الھواء ودواب الارض آخرھم الخباز وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند + تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں قاسم جوعی کے پاس آیا اور انسے پوچھا کہ زہد کیا چیز ہے انھوں نے کہا کہ تمنے اسکے باب میں کیا سنا ہے میں نے چند اقوال نقل کیے وہ چپ ہو رہے میں نے کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں انھوں نے کہا کہ پیٹ آدمی کا دنیا ہے جسقدر اسکو ضبط کریگا اتنا ہی زہد حاصل کریگا اور جتنا اسکو نہ روکیگا اتنے ہی دنیا اسپر قابض ہوگی اور بشر بن الحارث ایکبار بیمار پڑے عبد الرحمن بن طبیب کے پاس جاکر اکولات میں سے اپنے مزاج کے موافق پوچھنے لگے انھوں نے کہا کہ پوچھتے تو ہو لیکن اگر میں بتاؤنگا تو مانوگے یا نہیں انھوں نے کہا کہ تم بتاؤ تو سہی میں مانونگا کہا کہ سکنجبین پیو اور سیب چوسو بعد اسکے شوربا کھاؤ انھوں نے فرمایا کہ سکنجبین سے کمتر کوئی چیز ہے کہ اسکی قائم مقام ہو کہا کہ مجھے معلوم نہیں انھوں نے کہا مجھے معلوم ہے وہ کاسنی ہے سرکہ کے ساتھ پھر پوچھا کہ سیب کے کمتر چیز قائم مقام اسکے ہے انھوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہا کہ میں جانتا ہوں وہ شامی روبیہ کی پھلی ہے پھر پوچھا کہ شوربا سے کم کوئی چیز اسکا عوض معلوم ہے کہا کہ نہیں انھوں نے کہا کہ مجھکو معلوم ہے نخود آب گاؤ گھی میں اسکا بدل ہے عبد الرحمن نے کہا کہ تم مجھ سے طب زیادہ جانتے ہو پھر بے فائدہ پوچھتے ہو ان حکایات سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو شہوات سے باز رہے اور غذا شکم سیر سے رکے اسکا باعث وہی فوائد ہیں جنکا تمنے ذکر کیا اور بعض اوقات یہ بھی وجہ ہوتی تھی کہ روزی حلال و صاف نہ جانتے تھے اسوجہ سے بے ضرورت اپنے نفس کو اجازت غذا نہ دیتے تھے اور دل چاہتی چیزیں داخل ضرورات نہیں چنانچہ ابو سلیمان فرماتے ہیں کہ نمک بھی شہوت و آرزو کی چیز ہے اسلیے کہ روٹی سے زیادہ ہے اور جو چیز روٹی کے سوا ہے سب زائد اور شہوت میں داخل ہے یہ انتہا درجہ کی بات ہے اگر کوئی اسپر قادر نہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اپنے نفس سے غافل نہو اور شہوات میں مستغرق نہو آدمی کو اسی قدر اسراف کافی ہے کہ جو دل چاہے وہ کھاوے اور جو جی میں آوے

وہ کرے اسلیے ضرور ہوا کہ مداومت گوشت کی چھوڑ دے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین جو شخص چالیس روز گوشت ترک کردے بدخُلق ہو جاتا ہی اور جو برابر چالیس روز کھاوے سخت دل ہو جاتا ہی اور بعضون کا یہ قول ہی کہ گوشت کی مداومت مین شراب کا نشہ ہوتا ہی اور جب بہت کھا ہو اور جماع کو بھی دل چاہے تو یہ نہ کرے کہ کھا کر صحبت کرے اور نفس کی دو آرزوئین پوری کرے کیونکہ وہ اسوقت قوی ہو جاویگا اور بعض دفعہ غذا اسی لیے کھاتا ہی کہ صحبت کا نشاط زیادہ ہو اور مستحب ہی کہ شکم سیری پر نہ سوئے نہین تو دو غفلتون کا جامع ہوگا اور سستی کا عادی اور سختی دل بھی اس سے پیدا ہوتی ہو ایسی صورت مین نماز پڑھے یا بیٹھکر ذکر کرے کہ یہ بات شکر کے قریب ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی اذیبوا طعامکم بالذکر والصلوٰۃ ولا تنامو علیہ فتقسوا قلوبکم اور ادنی مقدار یہ ہی کہ چار رکعتین پڑھے یا سو دفعہ سبحان اللہ کہے یا ہر غذا کے بعد کچھ قرآن شریف کی تلاوت کرے حضرت سفیان ثوری رح جس رات شکم سیر ہوتے تو تمام رات عبادت کرتے اور اگر دن کو سیر ہوتے تو پیا پی نماز و ذکر مین مصروف رہتے اور فرماتے کہ کالی بلا کا پیٹ بھرو اور محنت لو خواہ یون کہتے کہ گدھے کو شکم سیر کرکے اس سے محنت لو اور جب بھی کسی غذا کے بعد کچھ تنقلات کو جی چاہے تو روٹی نہ کھانی چاہیئے اسکے عوض اسی میوہ کو کھالے تا کہ غذا مین داخل ہو اور نفس جامع عادت اور شہوت کا نہو اور سہیل تستری رحمہ اللہ نے ابن سالم کے ہاتھ مین روٹی اور چھوہارے دیکر فرمایا کہ چھوہارے اول کھاؤ اگر کافی ہو فبہا ورنہ پھر روٹی بقدر ضرورت کھا لینا اور جب ایک کھانا لطیف اور ایک غلیظ میسر آوے تو اول لطیف کھاوے کیونکہ اسکے بعد غلیظ کو دل نہ چاہیگا اور اگر پہلے اچھا نہ کھاویگا تو دوسرے کھانے کے بعد اسپر طبیعت کھنچتی رہیگی اور بعض اکابر اپنے ساتھیون سے کہتے کہ جی چاہتی چیزین مت کھاؤ اور اگر کھاؤ تو انکی تلاش مت کرو اگر تلاش کرو تو انسے محبت نہ رکھو اور خاص طرح کی روٹی ڈھونڈھنی داخل شہوت ہی حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے کہ عراق سے ہمارے پاس کوئی فاکہ روٹی سے بڑھکر نہین آتا تو دیکھنا چاہیے کہ روٹی کو آپنے فاکہہ ارشاد فرمایا حاصل کلام یہ ہی کہ مباحات کی شہوت و اتباع مین بھی نفس کو ڈالنا نہ چاہیے ایسا نہو کہ اگر یہان شہوتین پوری کرین اور قیامت کو کہا جاوے کہ اذہبتم طیباتکم فی حیٰوتکم الدنیا واستمتعتم بہا اور جسقدر کہ یہان نفس پر مجاہدہ کرکے شہوات کو چھوڑیگا اسی قدر آخرت مین چاہتی چیزین پاویگا بصرہ کے ایک بزرگ چانول کی روٹی اور مچھلی کو بیس برس تک چاہتے رہے مگر نفس پر مجاہدہ کرکے اسکو روکا اور ہر چند نفس مانگا کیا مگر کبھی نہ دی جب وفات پائی تو کسی نے انکو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمھارے ساتھ خدا تعالے نے کیا معاملہ کیا انھون نے کہا کہ جو نعمتین اور کرامتین عنایت فرمائین مین اچھی طرح بیان نہین کرسکتا سب سے اول چیز جو مجھکو عنایت ہوئی چانول کی روٹی اور مچھلی تھی ارشاد ہوا کہ آج جتنا چاہیے بے حساب جی بھر کر کھالے چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتا ہی کلوا واشربوا ہنیئا بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ یعنی پہلے عمل بھی کیا تھا کہ شہوات کو چھوڑ دیا تھا ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ ایک شہوت کا چھوڑ دینا برس روز کے روزے اور شب بیداری سے زیادہ نافع ہوتا ہی خدا ہمکو بھی اپنی رضا کی توفیق عنایت کرے بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم

بیان چوتھا اختلاف مین حکم بھوک کے اور اسکی فضیلت کے اور یہ کہ احوال لوگون کا اسمین مختلف ہوتا ہی

جاننا چاہیے کہ غایت مقصود سب احوال و اخلاق مین بموجب خیر الامور اوساطہا کے میانہ روی ہی اور دونون طرفین افراط و تفریط کے مذموم ہین اور بھوک کی فضیلت مین جو کچھ ہم لکھ آئے ہین اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسکی افراط منظور ہی بلکہ وجہ اسکی یہ ہی کہ جن چیزون کی طرف اقتضے کو طبیعت طالب ہوتی ہی اور اسمین کچھ فساد ہوتا ہی تو اسرار حکمت شرعی مین سے ہی کہ ایسی صورت مین منع مبالغہ کے ساتھ کیا جاتا ہی یہانتک کہ جاہل کو یہ گمان ہو کہ مقصود یہی ہی کہ ہر حال مین طبیعت کا ضد خیال کیا جاوے اور جہانتک ممکن ہو اسکے خلاف عمل کیا جاوے اور عاقل یہ سمجھتے ہین کہ منظور درجہ اعتدال ہی مثلاً نہایت شکم سیری اقتضائے طبع ہی تو شریعت کمال درجہ کی بھوک کی مدح

انتہا کرنی ہی تاکہ طبیعت کبھی تو اپنے مقتضا سے باز رہکر درجہ اعتدال حاصل کرے کیونکہ اقتضار طبع کو بالکل استیصال کرنا امر محال ہی تو ضرور کوئی انتہا اسکی ہوگی لہذا پیہم عمل کرنے سے شرعًا ممدوح ہو اسی طرح اگر کوئی مسرف خلاف طبع اسراف کرے تو شریعت میں اسکی مذمت پائی جاویگی مثلاً شب بیداری اور روزہ کے باب میں شریعت میں نہایت مبالغہ کیساتھ وعدہ ہی مگر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ بعض لوگ ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں اور تمام رات جاگتے ہیں تو اُنکو اس سے منع فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود صرف درجہ اعتدال ہی پس کھانے کے باب میں افضل اور معتدل یہ ہی کہ اتنا کھاوے کہ نہ معدہ ثقیل ہو نہ بھوک کی تکلیف معلوم ہو ؎ نخوردان بخور کز دہانت برآید نچندانکہ از ضعف جانت برآید + بلکہ کھانا اسی طرح کھاوے کہ اسکا اثر معلوم نہو اسلیے کہ غرض غذا سے بقار حیات اور قوت عبادت ہی معدہ کی گرانی سے بھی عبادت نہیں ہو سکتی اور بھوک کی تکلیف بھی دل کے شغل کو مانع ہی تو یہی نتیجہ نکلا کہ اسی طرح کھاوے کہ غذا کا اثر معلوم نہو تاکہ فرشتوں کے مشابہ ہوجاوے کہ اُنکو بھی غذا کی گرانی اور بھوک کی تکلیف نہیں معلوم ہوتی اور انسان کا درجہ کمال بھی یہی ہی کہ انکا اقتدا کرے اور چونکہ سیری اور بھوک سے تو چھوٹ ہی نہیں سکتا تو دونوں حالتوں سے دور تر درجہ وسط ہی جسکو اعتدال کہتے ہیں اور رجوع کرنا افراط و تفریط سے درجہ وسط و اعتدال کی طرف ایسا ہی کہ ایک لوہے کی گرم کنڈل کو زمین میں ڈالکر ایک چیونٹی کو اسکے بیچ میں چھوڑ دو اب چیونٹی اس حلقہ کی گرمی سے بچنا چاہیگی اور چاروں طرف سے نکلنا چاہیگی مگر ہر طرف وہی گرمی موجود ہو کسی طرف سے نکل نہیں سکتی بھاگتی پھریگی یہانتک کہ اس حلقہ کے مرکز میں پہونچکر ٹھہر جاوے تو البتہ سب طرف کی حرارت سے دور تر رہیگی اسی طرح شہوات بھی انسان کو محیط ہیں اور یہ چیونٹی کی طرح انکے کنڈل میں پڑا ہوا ہی اور فرشتے اس سے خارج ہیں اور انسان کو ان سے نکلجانا تو غیر ممکن ہی اور تشبیہ فرشتوں کا کیا چاہتا ہی تو اسی صورت سے ہوسکتا ہی کہ شہوات سے جتنا دور ممکن ہو وہاں ہوجاوے اور چونکہ درجہ اعتدال سب اطراف سے برابر دوری پر ہی اسی واسطے سب اخلاق متقابلہ میں وہی مطلوب ہونا چاہیے اور اسی اعتدال سے اس حدیث میں مقصود ہی کہ خیر الامور اوساطہا اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہی کلوا واشربوا ولا تسرفوا پس جب انسان کو بھوک اور سیری دونوں محسوس نہونگی تب نفس ہلکا رہیگا اور عبادت و فکر آسان معلوم ہونگی اور عمل کرنے پر قادر ہوگا مگر چونکہ ابتدا امر میں نفس سرکش ہوتا ہی اور شہوات کا شائق اور افراط کا مائل تو اعتدال کا حاصل ہونا سہل نہیں ہوتا اور نہ اس سے چندان فائدہ بلکہ اسوقت بھوک سے اسکی ایذا دینے میں خوب مبالغہ کرنا چاہیے جیسا اول اول گھوڑے وغیرہ کی شائستگی کے لیے بھوکا پیاسا رکھتے ہیں اور خوب کوڑے پڑتے ہیں تب کہیں سیدھا ہوتا ہی اور کام دیتا ہی پھر جب مرضی کام کرنے کے بعد سب مشقت اس سے دور کردی جاتی ہی اور اعتدال پر چھوڑ دیا جاتا ہی اور اسی بھید کی جہت سے مرشد اپنے مریدوں کو ایسے کام بتاتا ہی جو خود نہیں کرتا مثلاً بھوکا رہنے کو کہتا ہی یا شہوات کے چھوڑنے کو فرماتا ہی حالانکہ خود بھوکا نہیں رہتا نہ شہوات سے بالکلیہ منقطع ہوتا ہی بلکہ بعض اوقات فواکہ اور شہوات کا مرتکب ہوتا ہی کیونکہ وہ اپنے نفس کی تادیب سے فارغ ہوگیا اب تکلیف دینے کی اسکو حاجت نہیں اور چونکہ نفس غالب احوال میں شہوت پرست اور شریر و سرکش اور عبادت کا چور ہوتا ہی تو مناسب یہی ہی کہ بھوکا رکھا جاوے کہ اکثر احوال میں تکلیف اُٹھاوے اور انکسار پاکر درجہ اعتدال حاصل کرے بعد اسکے غذا بھی معتدل کر دیجاوے اور ہمیشہ بھوکا رہنے سے دو ہی شخص باز رہتے ہیں ایک صدیق اور ایک احمق دھوکے میں پڑا ہوا صدیق کو تو اسوجہ سے بھوک کی ضرورت نہیں کہ اسکا نفس راہ راست پر مستقیم ہی اسکو تکلیف دہی نفس کی حاجت نہیں اور جو شخص احمق ہی وہ اسلیے بھوکا نہیں رہتا کہ اپنے آپ کو صدیق جانتا ہی اور نفس کو تادیب کے قابل نہیں سمجھتا اور یہ ایک بڑا دھوکا ہی اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہی اسلیے کہ نفس کی تادیب بوجہ کمال کمتر ہوتی ہی اور بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہی کہ کسی صدیق کو دیکھا کہ وہ اس باب میں پروا نہیں کرتا تو آپ بھی ویسا ہی کرنے لگا اور اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی بیمار کسی تندرست آدمی کو جو مرض سے شفا پاچکا ہی کوئی چیز کھاتے دیکھے تو اپنے آپ کو تندرست جانکر وہی چیز کھانے لگے اور ہلاک ہوجاوے اور اس بات کی وجہ کہ

مقدار اور جنس اور وقت غذا میں کچھ تخصیص نہیں بلکہ مقصود اصلی مجاہدہ نفس نافرمان کا ہے جو حق سے متجاوز ہو کر رتبہ کمال کو نہیں پہونچا ہے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی مقدار و وقت غذا مقرر نہ تھا چنانچہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آپ اسقدر روزے رکھتے کہ ہمکو گمان ہوتا
کہ افطار نہ کرینگے اور کبھی افطار کے دن اتنے ہوتے کہ معلوم ہوتا کہ اب روزہ نہ رکھینگے اور جب گھر میں تشریف لاکر پوچھتے کہ کچھ ہے اور گھر کے
لوگ عرض کرتے کہ ہے تو تناول فرماتے ورنہ فرماتے کہ تو آج میرا روزہ ہے اسی طرح جب آپ کے سامنے کوئی چیز پیش ہوتی تو فرماتے کہ میرا ارادہ
تو روزہ رکھنے کا تھا اور ایک روز آپ باہر تشریف لیگئے اور فرمایا کہ میں روزہ سے ہوں حضرت عائشہ رض نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ
ہمارے یہاں حیس یعنے چھوارے گھی اور پنیر میں ملے ہوئے آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں نے تو روزہ رکھنا چاہا تھا مگر خیر لے آؤ اور اسی جہت سے
سہل تستری سے نقل ہے کہ انسے کسی نے پوچھا کہ شروع میں آپ کا کیا حال تھا انھون نے عجیب عجیب شقتین بیان فرمائیں یہانتک کہ فرمایا
کہ مدت تک میں نے بیری کے پتون پر گذر کی اور تین برس تک انجیر کوٹ کوٹ کر کھائے پھر یہ کہا کہ تین برس میں تین درم کی غذا کھاتا
تھا پھر جب پوچھا گیا کہ اب آپ کی غذا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اب کچھ حد اور وقت مقرر نہیں اس سے یہ غرض نہیں کہ اب بہت کھاتا ہون بلکہ مطلب یہ ہے
کہ کوئی مقدار مقرر نہیں ہے اور نہ کچھ وقت مقرر ہے جیسا کہ ضروری سمجھتا ہون اور جیسا وقت مناسب جانتا ہون کھا لیتا ہون اور معروف کرخی کے پاس لوگ اچھے اچھے کھانے
لوگ بھیجتے آپ کھا لیتے لوگون نے کہا کہ آپکے بھائی بشر ایسے کھانے نہیں کھاتے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی بشر کو ورع نے روک رکھا ہے اور مجھکو معرفت نے کشادہ
کر رکھا ہے پھر فرمایا کہ میں خدا کا مہمان ہون جب مجھے کھلاتا ہے کھاتا ہون جب بھوکا رکھتا ہے صبر کرتا ہون مجھکو اعتراض و تمیز سے کیا کام پڑا ہے اور حضرت
ابراہیم بن ادہم رح نے اپنے بھائیون میں سے کسی کو چند درم دیے اور کہا کہ انکا مکھن اور شہد اور روٹی لے آؤ انھون نے عرض کیا کہ حضرت ان سب کا آپ نے
فرمایا بھلے مانس اگر ہمکو ملتا تو مردون کی طرح کھاتے ہیں اور اگر نہیں ہوتا تو مردون ہی کی طرح صبر کرتے ہیں اور ایک روز بہت سا کھانا پکوایا اور چند
لوگون کی دعوت کی کہ ان میں اوزاعی اور ثوری رح تھے پس سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ اے ابا اسحاق ہمکو خوف نہیں معلوم ہوتا کہ کہیں یہ
اسراف نہو جاوے آپ نے فرمایا کہ کھانے میں اسراف نہیں ہوتا اسراف کپڑے اور اثاث البیت میں ہوتا ہے پس جس شخص کو علم سمعی باتون سے
اور نقل اور تقلید سے ہوتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم کا تو یہ حال سنتا ہے اور مالک بن دینار رح کا حال یہ سنتا ہے کہ انھون نے فرمایا کہ میرے گھر
میں بیس برس سے نمک نہیں آیا اور سری سقطی رح کا حال دیکھتا ہے کہ چالیس برس تک انکا دل شیرہ انگور سے روٹی کے ٹکڑے کو چاہتا رہا
مگر نہ کھایا تو ان باتون کو ایک دوسرے کے خلاف پاتا ہے اور حیران ہو کر جانتا ہے کہ ان میں سے بیشک ایک شخص خطا پر تھا اور جس پر ادمی
پر اسرار علم کھل گئے ہیں وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب لوگ حق پر تھے مگر باعتبار احوال و اوقات انکے اعمال مختلف تھے پھر ان احوال مختلف کو سنکے
سے محتاط آدمی تو یہ سمجھتا ہے کہ میں درجہ معرفت کو نہیں پہونچا مجھکو کسی طرح کی مسامحت اور بے پروائی مثل انکا بر نہیں چاہیے میرا نفس کچھ
مالک بن دینار یا سری سقطی کے نفس سے زیادہ مطیع نہیں ہے جنھون نے لذات کو ترک کر دیا تھا پس انھین کا اقتدا کرتا ہے اور مغرور آدمی یون
سوچتا ہے کہ میرا نفس ابراہیم بن ادہم اور معروف کرخی کے نفس سے زیادہ نافرمان نہیں میں بھی انھین کا اقتدا کرون اور غذا کے اندازہ
کو بالاے طاق رکھون میں بھی اپنے خدا کے گھر مہمان ہون مجھکو اعتراض سے کیا کام پڑا ہے پھر اگر کوئی شخص ایسے آدمی کے حق میں یا امر
میں یا مال و جاہ میں ایک طور پر کفایت کرے تو اسپر قیامت برپا ہو اور اعتراض کرنے لگے احمقون کے ساتھ شیطان کو اس باب میں بڑا دخل
ہوتا ہے بلکہ غذا اور روزہ رکھنے اور اشتہا کی چیزون کو کھانے کی قید اٹھانی صرف اسی کو زیبا ہے جو نور ولایت اور نبوت سے دیکھتا ہے اور اسکے
اور خدا کے درمیان کوئی علامت انقباض خواہ استرسال کی ہو گئی ہے اور یہ بات جب ہی نصیب ہوتی ہے جب نفس ہوا نفسانی کی طاعت سے
نکلجاوے اور عادات سے بالکلیہ منقطع ہو جاوے یہانتک کہ اگر کچھ کھاوے تو اسمیں بھی کچھ نیت ہو اور نہ کھاوے تو وہ بھی خالی از نیت نہو
تو البتہ اس صورت میں غذا اور عدم غذا دونون خدا کے واسطے ہونگے اس باب میں حضرت عمر رض کی احتیاط مدنظر رکھنی چاہیے کہ باوجودیکہ

[illegible]

۲ ۵ بخاری و مسلم میں بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا ہے کہ آپ کو شیرینی پسند تھی اور اسی میں آپ کے شہد پیتے تھے [illegible] ۱۲۵

آپ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پسند تھا اور اسکو بنا دل فرمایا کرتے تھے مگر اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس پر قیاس نہ فرمایا بلکہ جب شہد کا شربت یا شربت لوگ آنکے سامنے لاتے تو اپنے ہاتھ مین برتن کو پھراتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اسکو پیون تو مزہ تھوڑی دیر مین جاتا رہیگا مگر اسکا مواخذہ باقی رہیگا یہ کہکر کہا کہ مجھ سے اسکا حساب الگ کرو مین نہ پیونگا مرشد کو چاہیے کہ ان اسرار کو مرید سے بیان نہ کرے بلکہ صرف بھوک کی حد بتانے پر کفایت کرے اور یہ نہ کہے کہ اسمین اعتدال کرنا چاہیے کیونکہ وہ اعتدال سے کسی قدر ضروری قصور کریگا بلکہ غایت درجہ کی بھوک کو ارشاد کرے تاکہ اعتدال پر نوبت آجاوے چنانچہ مگر گرش بگیرتا بہ تپ راضی شود مثل مشہور ہے اور یہ بھی اس سے نہ کہے کہ عارف کامل ریاضت سے مستغنی ہوجاتا ہے نہین تو شیطان اسپر ہمیشہ وسوسہ ڈالیگا کہ اب تو عارف کامل ہوگیا اور کوئی دقیقہ باقی نہین رہا سب تمکو حاصل ہے حضرت ابراہیم خواص جو ریاضت مرید کو بتلاتے وہی آپ بھی اسکے ساتھ کرتے تاکہ اسکے دل مین یہ نہ آوے کہ پیر جیو خود تو کرتے ہی نہین مجھ سے کہتے ہین اور بایں لحاظ ریاضت سے نفرت کرنے لگے اور زبردست آدمی جب دوسرے کو ریاضت سکھاتا ہے اور اسکی اصلاح کے درپے ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ کمزورون کی طرح ہوجاوے جیسا کہ کشتی وغیرہ سکھانے والے کیا کرتے ہین اس امر سے زیادہ تر تلطف پایا جاتا ہے اور جلد آدمی سعادت کو پہونچتا ہے اور اسمین انبیا اور اولیا کا بڑا امتحان ہوتا ہے اور از انجا کہ حد اعتدال ہر ایک شخص کے حق مین ایک امر پوشیدہ ہے پس حزم و احتیاط کو کسی حال مین ہاتھ سے نہ دینا چاہیے حضرت عمر رضی نے ایکبار اپنے لڑکے عبداللہ کو دیکھا کہ وہ گوشت اور گھی روٹی کے ساتھ کھا رہے ہین آپ نے درہ سے انکو مارا اور فرمایا کہ کسی روز روٹی دودھ سے کھا اور کسی روز گھی سے اور کسی روز تیل سے اور کسی روز نمک سے اور کسی روز روکھی پھیکی کھا اس سے معلوم ہوا کہ اعتدال اسی کا نام ہے گوشت اور شہوت کی چیزون پر مواظبت کرنی افراط اور اسراف مین داخل ہے اور بالکل گوشت کو ترک کر دینا تفریط اور تنگی مین شمار ہے اور کبھی کبھی کھا لینا درجہ اوسط و اعتدال ہے

پانچوان بیان ریا کی آفت کا جو شہوات کے تارک اور کم خوراک آدمی پر آتی ہے

جاننا چاہیے کہ تارک شہوات پر دو آفتین جو کہ چاہتی چیزون کے کھانے سے بھی زیادہ ہین آتی ہین اول تو یہ ہے کہ نفس بعض شہوات کو نہین چھوڑ سکتا اُنکی خواہش رہتی ہے لیکن یہ نہین چاہتا کہ کوئی جانے اسواسطے لوگون سے علیحدہ ہو کر اس چیز کو کھا لیتا ہے مجمع مین نہین کھاتا اسکا نام شرک خفی ہے بعض علما سے کسی زاہد کا حال پوچھا تو وہ چپ ہو رہے لوگون نے کہا کہ کوئی برائی انکی آپ کو معلوم ہے انھون نے کہا کہ وہ تنہائی مین ایسی چیزین کھاتا ہے جو مجمع مین نہین کھاتا غرضکہ یہ بہت بڑی آفت ہے بندہ کو یہ مناسب ہے کہ اگر شہوات کی محبت مین مبتلا ہوجاوے تو اسکو ظاہر کردیوے صدق حال اسی کو کہتے ہین اس سے صرف اتنا معلوم ہوگا کہ اعمال کی شامت سے مجاہدہ جاتا رہا اور اگر کسی نقصان کو چھپا کر اسکے مقابل کا کمال ظاہر کریگا تو اسمین دو نقصان ہونگے جیسے جھوٹ بولے اور اسکو چھپا دے تو دو جھوٹ ہوتے ہین اور دونا غصہ ہوتا ہے اور جب تک دونو بہ صادق نہین کرتا تب تک اس سے کوئی خوش نہین ہوتا اور اسی بنا پر خداوند کریم نے منافقون کا عذاب زیادہ ارشاد فرمایا کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کیونکہ کافر نے کفر علانیہ کیا اور منافق نے کفر کرکے چھپایا تو چھپانا دوسرا کفر ہوا اسلیے کہ اُسنے اس بات کو ہلکا جانا کہ خداتعالے دل کو دیکھتا ہے اور بندون کی نظر کو زیادہ سمجھکر اپنے ظاہر مین سے کفر کو دور کر دیا اسلیے مستحق دونے عذاب کا ہوا اور عارفین شہوات کیا بلکہ معاصی مین بھی مبتلا ہوجاتے ہین مگر ریا مین گرفتار نہین ہوتے اور اپنے عیوب کو پوشیدہ نہین کرتے بلکہ کمال عرفان یہ ہے کہ خدا کے واسطے شہوات اپنے نفس سے دور کرے اور ظاہر مین لوگون کے اعتقاد دور کرنے کو اظہار شہوات کرے بعضے اکابر کوئی چاہتی چیز مول لیکر اپنے گھر مین لٹکا دیتے حالانکہ اسکو کھاتے نہین تھے مگر یہ باعث تھا کہ غافل لوگ آنکے پاس آکر خلل انداز ہون اور جانین کہ یہ شخص مبتلا رشہوات ہے زاہد کا بڑا کمال اسی مین ہے کہ زہد مین زہد کرے یعنی اسکے خلاف ظاہر کرے اور یہ کام صدیقین کا ہے کیونکہ اُسنے دو صدق کو اکٹھا کیا یعنی دو بار نفس پر بوجھ ڈالا اور جام صبر نوش کیا ایکبار تو اس چیز سے روکنے کے

ذلت منافقین ہے سب سے نیچے درجہ مین اسفل کے ۱۱

باعث اور دوسری بار لوگون کے طعن کے باعث تو ایسے لوگون کا یہ حال ہے اور انکے لیے تو یون اجر ہم مرتین بما صبروا اور اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص ظاہر مین کسی کو کچھ دے اور وہ اسوقت تو لے لیوے اور پھر چھپا کر مالک کو پھیر دے تو اس شخص کا دل دو بار منکسر ہوگا اول تو ظاہر مین لینے کی ذلت سے دوم چھپا کر واپس کرکے اپنی احتیاج باقی رکھنے سے پس جب تک یہ مرتبہ نہ حاصل ہو تب تک آدمی اپنے آپ کو ناقص جانے اور اظہار شہوت سے اجتناب نہ کرے اور شیطان کے اس دھوکے مین نہ آوے کہ اگر تم یہ بات ظاہر کروگے تو دوسرے لوگ بھی تمھاری پیروی کرینگے دوسرون کی اصلاح اسی مین ہے کہ اسے دبائے رکھو اسلیئے کہ اگر فی الحقیقت دوسرون کی اصلاح منظور ہوتی تو خود اپنے نفس کی اصلاح مقدم اور اہم ہوتی بقول شخصیکہ اول خویش بعدہ درویش ورنہ خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت کے کیا معنی معلوم ہوا کہ صرف مقصود ریا ہے کہ دوسرون کی اصلاح کے بہانے سے شیطان نے اسکو اسمین مبتلا کر رکھا ہے اسلیئے اسکا کھل جانا گران معلوم ہوتا ہے گو یہ بھی جانتا ہو کہ لوگون کو اطلاع ہونے سے کوئی میری پیروی نہ کریگا اور نہ میرے تارک الشہوات ہونے سے با اعتقاد ہوگا دوسری آفت یہ ہے کہ ترک شہوت پر قادر تو ہے مگر عفیف مشہور ہونے کا شائق ہے اور اس سے خوش بھی ہوتا ہے تو اس صورت مین شہوت غذا جو ضعیف تھی اسکا تو تارک ہوا اگرچہ بدی مین اس سے زیادہ تھی یعنی خواہش جاہ اسکی اطاعت کی اور اسکو شہوت خفیہ کہتے ہین پس جب آدمی اس طرح کی خواہش اپنے جی مین پاوے تو اسکا توڑنا شہوت غذا سے ہو کر بہتر سمجھکر اگر کھا لیوے تو اسکے حق مین اچھا ہے حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ جب تیرے سامنے جی چاہتی چیز آوے جسکا تو تارک ہے تو اسمین سے ذراسی کھالے نفس کی مرضی کے موافق مت کھا اسمین دو فائدہ ہونگے ایک تو یہ کہ شہرت نہین رہنے کی دوسرے نفس ترسارہ جاویگا اور حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ ارشاد فرماتے کہ جب میرے سامنے کوئی خواہش کی چیز آتی ہے تو مین اپنے نفس کی طرف دیکھتا ہون اگر اسکی تمنا ظاہر مین آ سیر پاتا ہون تو اسکو کھلا دیتا ہون روکنے سے یہ امر افضل ہے اور اگر خواہش خفی کرتا ہے اور ظاہر مین تارک ہونے کو چاہتا ہے تو اسکی سزا یہ ہے کہ اس چیز کو مین ترک کر دیتا ہون اور کبھی نہین دیتا اس سے معلوم ہوا کہ طریق سزا نفس کا شہوت خفیہ پر اسطرح ہوا کرتا ہے غرض یہ ہے کہ شہوت غذا کو چھوڑکر جو شخص ریا مین مبتلا ہو وہ ایسا ہے کہ بچھو سے ڈر کر سانپ کے پاس جاوے اسلیئے کہ ریا کا ضرر خواہش غذا کے ضرر سے بہت زیادہ ہے

چھٹا بیان شہوت شرمگاہ کا حال

جاننا چاہیے کہ آدمی پر شہوت جماع دو فائدون کے لیے مسلط ہوئی ہے اول تو یہ کہ اس سے لذت حاصل کرکے قیامت کی لذتون کو یاد کرے کیونکہ اگر یہ لذت دیرپا ہوتی تو اجسام کی لذتون مین سے سب سے زیادہ قوی ہوتی جس طرح پر کہ آگ کی تکلیف سب تکلیفون سے زیادہ ہے اور آدمیون کو سعادت اور جنت کی رغبت دلانی اور شقاوت اور دوزخ سے ڈرانا بدون لذت محسوس اور تکلیف محسوس کے نہین ہوسکتا تو جب دنیا مین مثلاً کوئی لذت جماع کو سمجھ پاویگا جان لیگا کہ جنت کے لذائذ بھی اسی طرح کے خواہ اس سے اعلی ہونگے دوسرا فائدہ نسل کا باقی رہنا ہے یہ تو دو فائدے ہین مگر اسمین آفتین ایسی بڑی ہین کہ اگر آدمی اس شہوت کو ضبط کرکے اعتدال پر نہ رکھے تو دین و دنیا دونون کھو بیٹھے اس آیت شریف مین ربنا و لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ بعضون نے طاقت سے زیادہ چیز کے یہی معنی لکھے ہین کہ شدت شہوت جماع مراد ہے اور من شر غاسق اذا وقب مین حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ مراد آلہ تناسل کے کھڑے ہونے سے ہے اور بعضون نے اسکی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچائی ہے مگر تفسیر اس طرح کی ہے کہ آلہ تناسل وقت دخول مراد ہے اور اسمین تو شک نہین کہ جب آدمی کو جوش اس شہوت کا ہوتا ہے تو دو ثلث عقل جاتی رہتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین فرماتے اعوذ بک من شر سمعی و بصری و قلبی و منی اور یہ بھی فرمایا النساء حبائل الشیطان و لولا ہذہ الشہوۃ لما کان للنساء سلطنۃ علی الرجال ایک روایت مین ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کسی مجلس مین بیٹھے ہوتے تھے کہ ابلیس آیا اسکے سر پر ٹوپی تھی جس مین بیسیون رنگ جھلکتے تھے جب حضرت سے قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھدی اور

[illegible]

بری نگاہ سے پناہ مانگتا ہون بری سننے سے یعنی کان اور آنکھ اور دل اور نطفہ سے ۱۲ الباب الدعوات ترمذی ۱۲ ۹۶ [illegible] شیطان کا جال ہین اگر یہ شہوت نہ ہوتی تو عورتون کو مردون پر قابو نہ ہوتا ۱۲ [illegible]

خدمت مین آکر سلام کیا حضرت نے پوچھا کہ تو کون ہی عرض کیا کہ ابلیس ہون آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے موت دے یہان کیون آیا ہی عرض کیا چونکہ اللہ کے
نزدیک آپ کو رتبہ اور منزلت ہی اس جہت سے آپ کے سلام کو آیا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے سر پر کیا چیز تھی بولا کہ ٹوپی ہی جس سے آدمیون کے دل
اچکتا ہون آپ نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہی کہ جب انسان اسکو کرتا ہی تو تو غالب ہو جاتا ہی عرض کیا کہ جب مجھ مین دیگر نسبت اُسکے دل مین سماتا ہی اور
گنتا ہون کہ بھول کر اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہی اسوقت میرے قابو مین آجاتا ہی اور تین باتون سے مین آپ کو ڈراتا ہون اول تو یہ کہ اجنبی عورت کے ساتھ
خلوت مت ہونا کیونکہ جو مرد اجنبی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہی تو وہان مین خود جاتا ہون اپنے اور کارندون کو نہین بھیجتا اور اُس مرد کو فتنہ مین ڈال دیتا
ہون دوسری بات یہ ہی کہ اللہ سے جو عہد کرو تو اسکو پورا کرنا اور جو زکوۃ اور صدقہ کے لیے مال نکالو تو اسکو بانٹ دینا اسلیے کہ جب آدمی کچھ خیرات کرنے کو
علیحدہ کرتا ہی تو وہان بھی مین موجود ہوکر ایسا پیچ ڈالتا ہون کہ اپنی نیت پوری نہ کرسکے پھر اسکے بعد شیطان چلا گیا اور یہ کہتا تھا کہ افسوس حضرت موسی کو
آدمیون کے مبتلا ہونے کے داؤ معلوم ہو گئے اور سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو نبی زمانہ سابق مین مبعوث ہوے شیطان کو یہی توقع رہی کہ مین انکو
عورتون کی جہت سے ہلاک کرونگا اور میرے نزدیک بھی کوئی چیز ایسی بڑھکر خوفناک نہین اسلیے مین مدینہ منورہ مین سوا اپنے گھر کے اور کسی کے
گھر مین نہین جاتا یا اپنی بیٹی کے یہان جمعہ کو صرف نہانے جاتا ہون اور بعض اکابر کا قول ہی کہ شیطان عورت سے کہتا ہی کہ تو میرا آدھا لشکر ہی اور
تو میرا تیر ہی کہ جب چلاتا ہون چوکتا ہی نہین اور تو میرے بھید کی جگہ ہی اور تو میری حاجت مین میری قاصد ہی یعنی نصف لشکر اسکا شہوت ہی اور
نصف غضب مگر سب شہوات سے بڑھکر عورتون کی شہوت ہی پھر اس شہوت کے تین درجے ہین افراط اور تفریط اور اعتدال افراط یہ ہی کہ عقل کو دبا کے
اور مرد کو ہمہ تن عورتون کی صحبت مین مصروف کر دے اور سلوک طریق آخرت سے محروم رکھے یا دین پر غالب ہوکر امور قبیحہ مین مبتلا کر دے اور
بعض اوقات اسکی افراط سے کئی امر شنیع پیدا ہوتے ہین اول ادویہ مقوی باہ کی فکر پڑتی ہی جیسے بعضے لوگ کھانے کے ہضم کے لیے چورن کی تلاش
مین رہتے ہین اور انکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص درندون اور سانپون مین جا پڑا ہو اور وہ اگر کبھی اس سے غفلت کرین اور سو جاوین تو یہ کسی
حیلہ سے انکو جگا دے پھر جب وہ ضرر پہونچا دین تو انکی اصلاح و علاج مین مشغول ہو اسی طرح شہوت غذا اور جماع دونون موذی ہین ایسا اولی ہی
محفوظ رہنا چاہیے اور جب چورن یا مقویات سے انکو چوکنا کر دیا تو پھر آفت سے بچنا معلوم یہان پر اعتراض ہوتا ہی کہ ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے حضرت جبریل علیہ السلام سے باہ کی شکایت کی تو آپ نے ہریسہ کھانے کو بتایا تو قوت باہ کی تلاش حدیث سے
ثابت ہی اسکا جواب یہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیان تھین اور آپ پر سب کے اطمینان واجب تھے اسلیے کہ غیر پر انکا نکاح حرام
تھا گو آپ طلاق بھی دے دین تو اسلیے آپ نے قوت چاہی تھی نہ لذت حاصل کرنے کے لیے دوسرے یہ کہ افراط کے باعث امراض خبیثہ پیدا
ہوتے ہین بلکہ کچھ اسی پر منحصر نہین اسکی اولاد تک بھی انکا اثر رہتا ہی تیسرے یہ کہ افراط شہوت سے بعض گمراہون کو عشق سوجھتا ہی اور اس سے
کمال درجہ کی جہالت غرض اصلی جماع سے پائی جاتی ہی اور قوت بہیمی مین چوپایون سے بھی بڑھ جاتا ہی اسلیے کہ چوپایہ اپنی شہوت کو کسی طرح دفع
کر دیتا ہی اور عاشق ایک خاص شخص کے سوا اور طرح اپنی شہوت رفع نہین کر سکتا گو سب خواہشون مین بڑی ہی اور شرم و حیا کا مقام ہی مگر اسکا
اعتقاد یہی ہی کہ اسی معین شخص سے ہو یہانتک کہ اُسکے لیے ذلت پر ذلت اور غلامی گوارا کرتا ہی اور شہوت کی خدمت مین اپنی عقل کو فرمان پذیر
کرتا ہی یہ نہین جانتا کہ پیدایش عقل کی اسلیے ہی کہ یہ اورون سے کام لے نہ یہ کہ خود شہوت کے مطیع ہوکر اسکے اجرا کے حیلے تلاش کرے اور اگر
عشق پر غور سے دیکھو تو ایسے آدمی کا کام ہی جسکے دل پر کوئی فکر نہو اور اسکا منشا وہی افراط شہوت ہی اور اوائل مین اس سے بچنے کا ڈھنگ
یہی ہی کہ دوبارہ نہ دیکھے اور اپنی فکر مین مشغول رہے ورنہ مستحکم ہونے پر اسکا دفع کرنا مشکل ہوتا ہی ؎ سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل + چو پر شد
نشاید گذشتن بہ پیل + اسی طرح عشق مال اور جاہ اور اولاد اور ستار نوازی اور شطرنج و چوسر بازی وغیرہ کا ہی کہ بعض اوقات لوگون پر ایسے
حاوی ہوتے ہین کہ انکے دین و دنیا کے کام نہین ہونے دیتے اور کسی وقت انکو چین نہین لینے دیتے اگر اول مین عشق کا روگ چاہے تو لیا ہی گا

تا عشق اور رضاے طرفین اوسط برد ریت متعلقہ ... ۱۳۲

جیسا سوار دروازہ سے باہر ہو اور منظور یہ ہو کہ گھوڑا دروازے میں نہ جاوے تو ادنیٰ اشارہ باگ کا کافی ہوتا ہے اور بعد استحکام کے علاج کرنا ایسا ہے کہ پہلے سے گھوڑے کو چھوڑ دیا جب وہ دروازہ میں گھس گیا تو اسکی دم پکڑ کر پیچھے کو گھسیٹنا چاہا تو دونوں باتوں میں فرق زمین و آسمان کا ہے اسلیے احتیاط ابتدا امر میں ضروری ہے انجام کو علاج بہت دشواری اور نہایت کوشش سے ہوتا ہے کہ نوبت جان کندنی کی پہونچتی ہے خلاصہ یہ کہ اس درجہ کی افراط شہوت مذموم اور کمی کا درجہ نامرد ہوجانے کا ہے وہ بھی مذموم اور برا ہے اور اعتدال کا درجہ جو محمود ہے وہ یہ ہے کہ شہوت مطیع عقل و شرع کی ہوگا اور انہیں کے موجب کام کرے اور جب اسمیں زیادتی ہو تو اسکا توڑنا بھوک اور نکاح سے ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

الشباب علیکم بالباءۃ فمن لم یستطع فعلیہ بالصیام فانہ لہ وجاء

ساتواں بیان مرید کے نکاح اور ترک نکاح کے حال میں

ابتدا میں مرید کو شغل نکاح میں پڑنا نہیں چاہیئے کہ اس سے سلوک آخرت سے باز رہیگا اور بیوی کی محبت میں پھنس جاویگا اور جو غیر اللہ سے انس اختیار کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس نہیں ہوتا اور اس بات سے دہوکا نہ کھاوے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سے نکاح کیے تھے اسلیے کہ قلب مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر نہیں سکتی تھیں تو اپنے قیاس کرنا بیجا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک آپ کا استغراق محبت الٰہی میں اسدرجہ پر تھا کہ بعض مرتبہ گرمی محبت کا دل میں یہ جوش پاتے کہ یہاں خوف ہوتا کہ دل پھٹ جائیگا اور اسی جوش و خروش میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ مارتے اور فرماتے کہ کچھ باتیں کرو تاکہ ان کی باتوں کے باعث قلب میں جو زیادتی حرارت ہے اسکا اثر کم ہوجاوے کہ بدن مبارک کو طاقت اسکے تحمل کی نہ تھی واقع میں یہ بوجھ ایسا ہی ہے کہ آسمان بار امانت نتوانست کشید ۔ قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند غرضکہ حضرت کی طبیعت دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس طبعی تھا اور خلقت کے ساتھ عارضی تاکہ بدن کو کچھ راحت ملجاوے پھر جب لوگوں میں بیٹھے تو صبر نہ آتا اور تنگ ہوکر فرماتے ارحنا یا بلال تاکہ جس چیز میں آپ کی آنکھ کو ٹھنڈک ملتی تھی اسمیں مصروف ہو جاویں پس دوسرا شخص اپنے آپ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہیں کرسکتا اور اگر کریگا تو دھوکا کھا دیگا اسلیے کہ آپ کے افعال کے اسرار کوئی نہیں سمجھ سکتا غرضکہ ابتدا میں مرید کو تجرد ہی شایان ہے ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ جو شخص نکاح کرتا ہے وہ دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے میں نے کسی مرید کو نہیں دیکھا کہ بعد نکاح کے پہلا سا حال رہا ہو اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے باز رکھے خواہ بیوی ہو یا مال یا اولاد اسکو منحوس جاننا چاہیے اور ایکبار انسے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کیا حاجت ہوئی کہ ایک عورت سے مانوس ہوسکے فرمایا کہ خدا نہ کرے کہ میں اس سے انس کروں یعنے اس سے انس کرنا اللہ کے ساتھ انس کرنے سے روکتا ہے بہر حال مرید کو تجرد ہی تک اچھا ہے جب تک شہوت کا زور نہو اور اگر اسکا غلبہ دیکھے تو اول بھوک اور ہمیشہ کے روزہ سے اسکو توڑے اگر اس سے بھی دفع نہو یا اس طور کہ گو اپنی شرمگاہ کو روک سکتا ہے مگر آنکھ کے روکنے پر قادر نہیں تو ایسی صورت میں تسکین شہوت کے لیے نکاح کرنا مناسب ہے ورنہ اگر آنکھ کو روک نہ سکیگا تو فکر اچھی طرح نہ کرسکیگا اور مطالب میں پریشانی واقع ہوگی اور بعض اوقات ایسی مصیبت میں پڑیگا کہ طاقت سے زیادہ ہو علاوہ ازیں آنکھ کا زنا صغیرہ گناہوں میں بہت بڑا ہے اور اسی سے کبیرہ بھی ہوجایا کرتا ہے جو شخص اپنی آنکھ پر قادر نہیں وہ اپنے دین کی بھی حفاظت نہیں کرسکتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تاکنے سے بچتے رہو کیونکہ اس سے دل میں شہوت کا بیج پڑتا ہے اور اسی قدر فتنہ کافی ہے حضرت سعید رضہ بن جبیر فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو فتنہ میں مبتلا ہوئے صرف نظر کے باعث سے ہوئے اور اسی جہت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ شیر اور سانپ کے پیچھے جائیو مگر عورت کے پیچھے نہ جائیو حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کی ابتدا کیا ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ دیکھنا اور للچانا اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ابلیس کہتا ہے کہ نظر میری قدیم کی تیر و کمان ہے کہ کبھی خطا نہیں کرتی اور حدیث شریف میں ہے النظرۃ سہم مسموم من سہام ابلیس فمن ترکہا خوفا من اللہ اعطاہ اللہ

اللہ تعالی ایسا نا پید ہمارا تصدیق قلبہ اور فرمایا ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء اور فرمایا اتقوا فتنۃ الدنیا و فتنۃ النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کان من قبل النساء اور اللہ تعالی فرماتا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم الآیۃ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے لکل ابن آدم حظ من الزنا فالعینان تزنیان وزناہما النظر والیدان تزنیان وزناہما البطش والرجلان تزنیان وزناہما المشی والفم یزنی وزناہ القبلۃ والقلب یہم او یتمنی ویصدق ذلک الفرج او یکذبہ اور حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ایک بار ابن ام مکتوم اندھے رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا چاہا اس وقت میں اور میمونہ بیٹھی ہوئی تھیں آپ نے فرمایا کہ پردہ کر لو ہم نے عرض کیا کہ وہ تو اندھا ہے آپ نے فرمایا کہ تم اسکو دیکھتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اندھوں کے پاس بیٹھنا اور بے ضرورت انکو دیکھنا جائز نہیں جیسا آجکل مروج ہو رہا ہے ہاں حاجت کے وقت عورت کو مرد سے بات کرنی خواہ دیکھنا جائز ہے اور اگر مرید کا یہ حال ہو کہ عورتوں سے تو آنکھ بچا سکتا ہے مگر لڑکوں کو دیکھنے سے نہیں رہ سکتا تب بھی نکاح اولی ہے اسلیے کہ لڑکوں کی حسن پرستی میں زیادہ خرابی ہے کیونکہ اگر مثلاً کسی عورت کی طرف دل راغب ہوگا تو اس سے نکاح کر کے تمنا کو پہونچنا ممکن ہے اور لڑکے میں یہ بات مفقود ہے اسی لیے لڑکے کو نگاہ بد سے دیکھنا حرام ہے بلکہ مرد کی صورت بھی اگر اچھی ہو اور داڑھی والے کی نسبت دل میں زیادہ کھبتی ہو تو اسکی طرف بھی دیکھنا ناجائز لیکن اگر یوں کہو کہ خوبصورت اور بدصورت میں تو ہر کوئی فرق کیا ہی کرتا ہے اور لڑکوں کے چہرے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں تو انسے بچاؤ کسطرح ہو سکتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری غرض صرف تمیز ہی سے نہیں تمیز اچھے اور برے کی سب اشیاء میں ہوتی ہے مثلاً ایک درخت ہرا ہو اور دوسرا سوکھا یا ایک پانی صاف ہو اور دوسرا میلا یا ایک درخت میں پھول اور کلیاں ہوں اور دوسرے میں پتے بھی نہوں تو بالضرور ان میں سے ایک کی طرف طبیعت کو میل ہوگا مگر اس رغبت میں شہوت نہو گی کہ اس سے بوس و کنار چاہیے پس اگر اسی طرح کا حال خوبصورت شکل کا ہے کہ جیسے اور چیزیں خوبصورت اچھی معلوم ہوتی ہیں اور ان میں لگاؤ شہوت کا نہیں ہوتا تو دیکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر نفس میں یہ بات ملی ہو کہ کسی طرح سے اسکا قرب اور چھیڑ چھاڑ میسر ہو تو ایسی نظر نظر بد کہلاتی ہے اور حرام ہے اور اس باب میں آدمی بہت سستی برتتے ہیں اور آئندہ کو ہلاکیوں میں پڑتے ہیں بعض تابعین کا قول ہے کہ مجکو جوان سالک پر امرد کی ہم نشینی کا اتنا خوف ہے کہ اتنا درندہ کا خوف نہیں اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص براہ شہوت کسی لڑکے کے پاؤں کی انگلیوں میں بھی گدگدی کریگا تو لوطی ہوگا اور بعضے اکابر سلف کا قول ہے کہ اس امت میں تین طرح کے لوطی ہونگے بعضے تو صرف دیکھینگے اور بعضے مصافحہ کرینگے اور بعضے فعل شنیع کے مرتکب ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ نظر کے باعث بڑی بڑی آفتیں پیدا ہوتی ہیں تو جب مرید اپنی نظر کے روکنے اور فکر کے ضبط کرنے پر قادر نہو تو اسکے حق میں بہتر یہی ہے کہ نکاح کر لے اسلیے کہ اکثر آدمی ایسے ہوتے ہیں جنکا جوش شہوت بھوک سے کم نہیں ہوتا چنانچہ ایک بزرگ روایت کرتے ہیں کہ ابتدا سلوک میں مجھپر شہوت غالب ہوئی تو میں خدا کی درگاہ میں خوب رویا خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا کیا حال ہے میں نے ماجرا بیان کیا انھوں نے فرمایا کہ آگے آؤ میں بڑھ گیا انھوں نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا اسکی ٹھنڈک میں نے اپنے دل اور بدن میں پائی صبح کو جو جاگا تو وہ جوش اپنے آپ میں نہ پایا برس روز تک ویسا ہی رہا پھر غلبہ ہوا پھر میں نے فریاد مچائی ایک شخص خواب میں نظر آیا اسنے کہا کہ اگر تجھے اپنی گردن کٹوانی منظور ہو تو تیرا علاج کروں میں نے کہا کہ بہتر اسنے کہا تو گردن جھکا میں نے گردن جھکا دی اسنے ایک نور کی تلوار میری گردن پر ماری میں جاگ پڑا اور برس روز تک پھر اچھا رہا بعدہ پھر وہی زور ہوا بلکہ اس سے بھی سخت تو اس حال میں میں نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ میرے سینہ اور پہلو کے درمیان ہے اور مجھسے کہتا ہے کہ جس چیز کا خدا کو دور کرنا منظور نہیں اسکے دفع ہونے کے واسطے کب تک التجا کریگا پھر میں نے جاگ کر نکاح کر لیا اور اولاد ہوئی اور زور جاتا رہا پس اگر مرید کو حاجت نکاح ہو تو شرط ارادت کسی حال میں نہ چھوڑے یعنے ابتدا میں تو نیت اچھی ہو اور انجام میں حسن خلق و سیرت سے پیش آوے اور حقوق واجبہ کو ادا کرے جیسا کہ احکام نکاح میں ہم بیان کر چکے ہیں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں اور صدق نیت کی علامت یہ ہے کہ کسی مفلس

اسکو سچا کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے ۱۲ ۶ ۷ ابوداؤد و ترمذی و نسائی ۱۲

دیندار عورت سے نکاح کرے مالدار کی تلاش نہ کرے بعض اکابر کا قول ہے کہ مالدار عورت سے نکاح کرنے مین پانچ خرابیان ہین اول مہر کا زیادہ ہونا دوئم رخصت مین دیر لینا سوم خدمت کا نہ کرنا چہارم زیادہ خرچ کا تحمل پنجم اگر دل چھوڑنے کو ہو تو مال کی حرص سے چھوڑا نہ جانا اور مفلس مین ان مین سے کوئی بھی بات نہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ عورت چار چیزون مین مرد سے کم ہونی چاہیے ورنہ وہ مرد کو حقیر سمجھیگی عمر مین قد مین مال مین اور حسب مین اور چار چیزون مین بڑھکر ہونی چاہیے خوبصورتی مین ادب مین پرہیز مین اور خلق مین اور علامت صدق ارادت کی دوام نکاح مین خلق ہی ہے بعض مریدین نے نکاح کیا اور ہمیشہ اسکی خدمت کرتے رہے یہانتک کہ وہ شرمانے لگی اور اپنے اپ سے کہنے لگی کہ مین اس شخص کے حال مین حیران ہون اتنے برس سے اسکے گھر مین جب پاخانہ کو جاتی ہون لوٹا مجھسے پہلے وہان رکھدیتا ہے اور ایک بزرگ نے ایک خوبصورت عورت سے نکاح کیا جب رخصت کے دن قریب آئے اسکے چیچک نکل آئی اسکے گھر والون کو نہایت رنج ہوا کہ اب شوہر اسکو پسند نہ کریگا اس مرد بزرگ نے خبر پاکر بہانہ کیا کہ میری آنکھین دکھتی ہین اور بعد اسکے اندھا بن گیا جب وہ عورت گھر مین آئی بیس برس تک ساتھ رہکر مرگئی پھر آپ نے آنکھین کھولدین لوگون نے سبب پوچھا کہا کہ مین جان بوجھکے اندھا ہوا تھا تاکہ سسرال والے رنج نہ کرین لوگون کو کمال حیرت ہوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اب دنیا مین نہین اور ایک صوفی نے ایک بدخلق عورت سے نکاح کیا ہمیشہ اسکی باتین سہتے لوگون نے کہا کہ آپ طلاق کیون نہین دیدیتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید کوئی اور شخص اسکے باعث ایذا نہ پاوے پس اگر مرید نکاح کرے تو ایسا ہی ہونا چاہیے اور اگر بے نکاح رہ سکے اور جانے کہ نکاح کرنے سے سلوک آخرت مین خلل واقع ہوگا تو نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے محمد بن سلیمان ہاشمی کا ذکر ہے کہ انکے یہان اسی ہزار درم کا اناج ہر روز آتا تھا بصرہ کے لوگون اور علما کو لکھا کہ مین کسی عورت سے نکاح کیا چاہتا ہون سبنے باتفاق لکھا کہ بی بی رابعہ عدویہ سے آپ نکاح کرین تو مناسب ہے کہ آپ نے انکو اسطرح خط لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد وصلوۃ کے معلوم کرو کہ اللہ تعالے نے مجھکو آج اتنا غلہ دیا ہے کہ اسی ہزار درم کا ہر روز آتا ہے اور کچھ دن ہی جاتے ہین کہ پورے لاکھ کا ہر روز عنایت فرماویگا اگر تم مجھکو منظور کرو تو یہ سب تمہارا ہی ہے فقط انھون نے جواب لکھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد ونعت کے واضح ہو کہ دنیا مین زہد کرنے سے دل کو چین اور بدن کو راحت ہے اور اسکی طرف رغبت کرنا موجب رنج واندوہ آپ کو چاہیے کہ بفور پہونچنے اس رقعہ کے اپنی زاد آخرت کی تیاری کرین اور معاد کی فکر مین لگین اور خود اپنے نفس کے وصی ہون تاکہ اور لوگون کو میراث بانٹنے مین وصی کرنے کی حاجت نہ رہے تمام عمر روزہ رکھو اور موت کے وقت افطار کرو اور میرا حال یہ ہے کہ اگر خداوند کریم مجھکو اتنا عنایت کرے جتنا تمکو دیا ہے یا اس سے بھی دوچند سہ چند ہو تب بھی ایک لحظہ بے یاد الہی مجھے اچھا نہ معلوم ہوگا فقط الخ یہ معلوم ہوا کہ جو چیز مانع شغل الہی سے ہو اسمین نقصان ہے تو مرید بھی اپنے حال اور قلب پر غور کرے اگر مجرد رہنا اچھا معلوم ہو تو بہتر اور اگر نہ رہ سکے تو نکاح بہتر ہے اور اس مرض کی تین دوا ہین اول بھوک دوم نظر کا بند رکھنا سوم دل کو ایسے شغل مین مصروف کر دینا جو اسپر حاوی ہوجاوے اگر ان تینون تدبیرون سے کچھ فائدہ نہو تو آخر کو نکاح ہے اس سے اس بیماری کی جڑ جاتی رہتی ہے اور اسی جہت سے سلف کے لوگ نکاح کی طرف سبقت کرتے تھے اور اپنی لڑکیون کا نکاح کر دیتے تھے سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ شیطان کسی سے بے توقع نہین ہوا عورتون کے سبب ضرور ہی جال مارتا ہے اور جب انکی عمر چوراسی برس کی ہوئی اور ایک آنکھ بھی جاتی رہی اور دوسری سے بھی رتوندا آتا تھا اسوقت فرماتے تھے کہ مجھے عورتون سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہین اور عبداللہ بن ابی وداعہ رض کہتے ہین کہ مین انکے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا چند روز نہ گیا پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا کہ کہان تھے مین نے کہا کہ میری بیوی مرگئی تھی اس لیے حاضری سے مقصر رہا آپ نے فرمایا کہ تمنے ہمکو اطلاع نہ کی ہم بھی آتے بعد اسکے مین نے اٹھنا چاہا آپ نے فرمایا کہ اب کوئی اور بیوی ہے کہ اٹھے جاتے ہو مین نے عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسہ کی اوقات ہے مجھے کون بیٹی دیتا ہے آپ نے فرمایا کہ مین دیتا ہون مین نے عرض کیا کہ آپ دینگے

فرمایا کہ ہان اور خطبہ پڑھکر تھوڑے سے درم پر اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردیا مین وہان سے اُٹھا اور خوشی کے مارے پھول رہا تھا اور یہ سوچتا
تھا کہ کس سے قرض لون اور کیا کرون اسیمین مغرب کا وقت ہوا مین نماز پڑھکر گھر آیا اور چراغ جلایا روزہ افطار کرکے روٹی اور تیل کھانے
بیٹھا تھا مین دروازہ سے دستک کی آواز آئی مین نے پوچھا کون ہی کہا سعید مین نے بہت فکر کیا کہ کون سے سعید مین خیال مین نہ آیا اور
سعید بن المسیب کا دھیان بھی نہ تھا کیونکہ انھون نے چالیس برس سے مسجد کے سوا جانا بالکل ترک کردیا تھا جب مین دروازہ پر آیا تو دیکھا
کہ سعید بن المسیب ہین مجکو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپکو ہوئی ہوگی مین نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے کیون نہ بلوا لیا فرمایا کہ تمھارے
پاس آنا ہی مناسب تھا مین نے پوچھا کہ کیا حکم ہی فرمایا کہ تمھارا نکاح کیا تھا مجھے تمھارا اکیلا سونا بُرا معلوم ہوا اسلیے تمھاری بیوی کو پہنچانے
آیا ہون مین نے جو دیکھا تو واقع مین وہ عورت اُنکے پیچھے کھڑی ہوئی تھی انھون نے اُسکا ہاتھ پکڑکے دروازہ مین کردیا اور دروازہ کو بند کردیا
وہ عورت مارے شرم کے گر پڑی مین نے دروازہ کو خوب بند کردیا پھر جس پیالے مین روٹی اور تیل رکھا تھا اُسکو چراغ کے سامنے سے
ہٹا یا کہ عورت کی نظر اسپر نہ پڑے پھر چھت پر چڑھکر اپنے ہمسایون کو پکارا سب جمع ہوگئے پوچھا کہ کیا حال ہی مین نے کہا کہ سعید بن المسیب نے
آج دن کو اپنی بیٹی مجھے بیاہی تھی اب رات کو مجھے خبر بھی نہ تھی وہ اُسے یہان پہونچا گئے لوگون نے تعجب سے پوچھا کہ کیا سعید نے تمھارا
نکاح کیا ہی مین نے کہا ہان انھون نے پوچھا کہ لڑکی گھر مین ہی مین نے کہا ہان تو سب لوگ اُسکے پاس گئے اور میری والدہ کو جو خبر ہوئی تو
انھون نے آکر کہا کہ اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو کبھی منہ نہ دیکھونگی تین دن مین ہم اسکو ٹھیک کر لینگے تب مضائقہ نہین تین دن
مین علحدہ رہا پھر جو مین نے اسکو دیکھا تو نہایت خوبصورت کلام اللہ کی حافظ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم اور حقوق
شوہر سے واقف پایا ایک مہینے تک نہ سعید بن المسیب میرے پاس آئے اور نہ مین اُنکے پاس گیا بعد مہینے کے مین گیا تو آپ حلقہ مین بیٹھے تھے
سلام کیا آپنے جواب سلام دیکر کچھ نہ کہا جب لوگ اُٹھ گئے اسوقت پوچھا کہ اس آدمی کا کیا حال ہی مین نے کہا کہ بہت اچھا حال ہی دوست
خوش ہون اور دشمن جلین کہا کہ اگر کوئی بات خلاف مرضی پاؤ تو لاٹھی سے خبر لینا مین گھر کو چلا آیا انھون نے مین ہزار درم میرے پاس
بھیدیے اور یہ لڑکی وہی تھی جسکو عبدالملک بن مروان اپنے بیٹے ولید کے ساتھ اپنے عہد خلافت مین نسبت چاہتے تھے مگر سعید بن المسیب نے
انکار کردیا تھا اور عبدالملک نے ایک حیلہ قائم کرکے اُنکے سو کوڑے مارے تھے اور جاڑے کے موسم مین ایک گھڑا ٹھنڈا پانی سر پر ڈالا تھا اور کمل کا
کرتہ پہنایا تھا پس اُنکا اُسی رات رخصت کردینا کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہی جزاہ اللہ خیر الجزاء

آٹھوان بیان فضیلت اُس شخص کا جو زنا اور نظر سے بچے

جاننا چاہیے کہ شہوت شرمگاہ سب شہوات انسانی سے غالب ہی اور ہیجان کے وقت سب سے زیادہ عقل کی نافرمان علاوہ اسکے اسکا
نتیجہ ایسا بُرا ہی کہ جس سے شرم آتی ہی اور اسکی مبادرت سے خوف معلوم ہوتا ہی اور لوگ جو اُسکی مبادرت نہین کرتے تو یا عاجزی کے
سبب یا لوگون کے خوف کے باعث یا حیا کے مارے یا حشمت بچانے کی جہت سے نہین کرتے اور اُن مین سے کسی مین ثواب نہین اسلیے
کہ اسمین ایک حظ نفس کو دوسرے پر ترجیح دینی ہی ہان ان موانع مین بھی ایک فائدہ ہی کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہی کسی سبب سے
بچے مگر درجہ اور ثواب اسمین ہی کہ باوجود قدرت اور عدم موانع کے صرف خدا کے خوف سے زنا نہ کرے خاصکر جب کہ شہوت صادق موجود
ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہی اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من عشق فعف فکتم فمات فھو شہید اور فرمایا کہ سات آدمیون
کو قیامت کے روز اللہ تعالی عرش کے سایہ مین جگہہ دیگا اور اس دن سوا اُسکے کہین سایہ نہوگا ان مین سے ایک وہ شخص بھی ہوگا
جسکو کوئی عورت خوبصورت حسب ونسب والی اپنی طرف بلاوے اور وہ جواب مین کہے کہ انی اخاف اللہ رب العالمین اور حضرت یوسف علیہ السلام
کا قصہ زلیخا کے ساتھ باوجود قدرت اور اُسکی رغبت کے مشہور ومعروف ہی جسپر خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید مین اُنکی ثنا کی ہی اور آپ اس باب مین

سب کے امام ہین حضرت سلیمان بن یسار جو بہت خوبصورت جوان تھے اُنکا ذکر ہو کہ ایک عورت اُنکے گھر آئی اور اُنسے مباشرت کی طالب ہوئی اُنھون نے انکار کیا اور اُسکو گھر مین چھوڑ کر بھاگ گئے رات کو خواب مین حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ تم یوسف ہو اُنھون نے فرمایا کہ ہان مین وہ یوسف ہون کہ ارادہ کیا تھا اور تو وہ سلیمان ہو کہ ارادہ بھی نہ کیا یعنے آپ نے ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ کی طرف اشارہ فرما کے اُنکی مدح کی اور ایک اور عجیب قصہ انھین کا مذکور ہو کہ ایک رفیق کے ساتھ ایک بار مدینہ منورہ سے حج کے لیے نکلے جب ابوا مین پہونچے تو اُنکا رفیق دسترخوان لیکر کچھ خریدنے کو بازار چلا گیا اور خیمہ مین بیٹھے رہے ایک بدوی عورت کی نگاہ جو اُنکے حسن و جمال پر پڑی ہزار جان عاشق ہو گئی اور پہاڑ سے اُتر کر سامنے آکر کھڑی ہوئی اور چونکہ خود بھی مہ پارہ تھی برقع اُٹھا کر چاند سورج کی جوت ملائی اور اُنسے کہا کہ مجھے کچھ دیجیے اُنھون نے جانا کہ کھانا مانگتی ہو یہ روٹی لیکر دینے لگے اُسنے کہا کہ مین یہ نہین مانگتی میری تمنا وہ امر ہو جو میان بیوی مین ہوتا ہو آپ نے فرمایا کہ تجھکو شیطان میرے پاس لایا ہو پھر اپنا سر گھٹنون کے اندر کر کے خوب زور سے رونے لگے جب اُسنے یہ حال دیکھا تو اپنا سا مُنھ لیکر اپنے گھر چلی گئی جب اُنکا رفیق آیا تو دیکھا کہ روتے روتے آنکھین سوج گئی ہین اور گلا پڑ گیا ہو پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ نہین مجھے لڑکی یاد آگئی تھی اُسنے کہا کہ کوئی اور بات ہو تین منزل مین آپ کو لڑکی کبھی یاد نہ آئی آج کیا تھا غرض بہت اصرار سے جو پوچھا تو آپ نے بدوی عورت کا قصہ کہہ دیا وہ شخص دسترخوان رکھ کر پھوٹ پھوٹ رونے لگا اُنھون نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہو اُسنے جواب دیا کہ مین اس لیے روتا ہون کہ اگر آپ کی جگہ مین ہوتا تو مجھ سے نہ رہا جاتا معصیت مین مبتلا ہو جاتا تھوڑی دیر تک دونون روتے رہے جب مکہ مین پہونچے اور طواف اور سعی کے بعد حجر اسود کے پاس آئے تو سلیمان بن یسار گوشہ مین بیٹھ رہے اور اُنکو نیند آگئی تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص دراز قد خوبصورت لباس فاخرہ پہنے اور عمدہ خوشبو لگائے ہوئے ہو اُنھون نے پوچھا کہ آپ کون ہین فرمایا کہ مین یوسف ہون پوچھا کہ یوسف صدیق فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ آپ کا حال زلیخا کے ساتھ بڑا عجیب ہو آپ نے فرمایا کہ تمھارا حال ابوا والی عورت کے ساتھ اُس سے بھی زیادہ عجیب ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یون سُنا ہو کہ زمانہ گذشتہ مین تین آدمی چلے جاتے تھے رات کو ایک غار مین رہے ایک پتھر اتفاقا پہاڑ سے ایسا گرا کہ اُس غار کا مُنھ بند ہو گیا آپس مین کہنے لگے لیجیے اپنے عمل صالح یاد کر کے خدا سے دُعا مانگو شاید اُنکی برکت سے یہ پتھر سرک جاوے ایک نے اُن مین سے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہو کہ میرے ماباپ بوڑھے تھے اور مین شام کا کھانا پہلے اُنکو کھلا دیتا تھا جب اپنے گھر والون اور جانورون کو دیتا تھا ایک روز مجھکو چارہ لانے مین دیر ہو گئی تو وہ سو گئے اور مین اُنکے لیے دودھ دوہ کر اُنکے پاس لے گیا تو سوتا پایا مجھکو جگانا اچھا نہ معلوم ہوا پیالہ ہاتھ مین لیے اُنکے پاس صبح تک کھڑا رہا میرے بچے میرے پاؤن پر لوٹا کیے مگر مین نے ماباپ سے پہلے اُنکو دینا اچھا نہ جانا جب صبح کو وے پی چکے تب اورون کو دیا الٰہی اگر تو یہ جانتا ہو کہ یہ کام مین نے صرف تیری رضامندی کے لیے کیا ہو تو اس بلا سے نجات فرما اُسکی دعا سے وہ پتھر اتنا سرکا کہ آسمان سوجھنے لگا دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہو کہ مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور اُس سے وصال کی استدعا کی مگر اُسنے انکار کیا جب اُسکو قحط سالی مین تکلیف ہوئی تو میرے پاس آئی مین نے ایک سو بیس اشرفیان دین بشرطیکہ مجھ سے انکار نہ کرے اُسنے میرا کہنا مان لیا لیکن جب مین نے اُس سے صحبت کرنا چاہا تو اُسنے کہا کہ خدا کا خوف کر ناحق میری ہتک ستر کر مین ٹل گیا اور اُسکو چھوڑ دیا اور جو کچھ دے چکا تھا وہ بھی نہ لیا اور محبت ابھی بدستور رکھی الٰہی اگر یہ امر مین نے تیرے خوف سے چھوڑا تھا تو ہماری مصیبت کو ٹالدے اسکی دعا سے وہ پتھر تھوڑا اور سرک گیا مگر ایسا رستہ نہ تھا کہ اُسمین سے نکل سکین تیسرے نے کہا کہ الٰہی مین نے ایک بار چند مزدورون کو کام پر لگایا تھا اور سب کی مزدوری چکا دی تھی مگر ایک مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا مین نے اُسکو اُسکے پیچھے بڑھایا یہانتک کہ بہت سا مال ہو گیا جب وہ مدت کے بعد مجھ سے مزدوری مانگنے آیا تو مین نے جو کچھ اُسکا مال تھا اونٹ اور گائے اور بکری سب دکھا دیا اور کہا کہ یہ سب تیرا ہو اُسنے کہا کہ بندۂ خدا کیا ہنسی کرتے ہو مین نے کہا کہ ہنسی نہین ہو

یہ تیری ہی مزدوری کی تجارت سے ہوئے ہین انکو لیجا وہ ان سب کو ہانک لے گیا اور کچھ نہ چھوڑا الٰہی اگر یہ امر مین نے تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہمکو بادل سے نجات عنایت فرما پس اسکی دعا کے بعد وہ پتھر بالکل علیحدہ ہوگیا اور تینون نے اپنی اپنی راہ لی یہ حال و فضیلت تو اسکی ہے جس نے کہ اپنے آپ کو شہوت رانی سے بچایا اور پارسا رہا اسی کے قریب وہ شخص بھی ہے جو آنکھ کی شہوت رانی سے محفوظ رہے کیونکہ زنا کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ نظر کا روکنا بھی اہم مہم اور مشکل ہے اسلیے کہ اسکو سہل تصور کر لیا ہے اور اسکا خوف بہت نہین ہے حالانکہ جتنی آفتین ہین سب کا منشا نظر ہی ہے ایکبار دیکھنے سے تو مواخذہ نہین ہوتا مگر دوبارہ تاکنے پر مواخذہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لک الاولی وعلیک الثانیۃ مراد اس سے نظر ہی ہے اور علاء بن زیاد فرماتے ہین کہ اپنی نگاہ تو عورت کی چادر پر مت ڈال اسلیے کہ نظر تخم شہوت دل مین بوتی ہے اور انسان جب کبھی عورت یا لڑکے پر نظر ڈالتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ دوبارہ نہ تاکے پس جمال کا خیال مد نظر ہوگا تو دوبارہ دیکھنے پر طبیعت راغب ہوگی اسوقت اپنے نفس مین یہ ٹھہرا لے کہ دوبارہ دیکھنا ہمین حماقت ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہین اگر دوسری دفعہ مین صورت اچھی معلوم ہوئی تو نفس مقتضی شہوت کا ہوگا اور تم اسکو پا سکتے نہین تو بجز ارمان حسرت اور کیا ہاتھ آویگا اور اگر بری معلوم ہوئی تو جس واسطے دیکھتا تھا یعنے حصول لذت کے لیے وہ حاصل نہ ہوگی تو گناہ بے لذت مین مبتلا ہوگا ہر صورت یا حسرت سے ہم آغوش ہوگا یا لذت کے نہ حاصل ہونے سے ہمکنار اور دونون امر مین نقصان ہی ہے اور اگر آنکھین بند کر لیجاوین تو بہت سی آفتین دل پر سے جاتی رہتی ہین اور اگر آنکھ سے خطا بھی ہووے اور باوجود قدرت اپنے آپ کو زنا سے بچایا تو یہ بڑے زور اور نہایت توفیق کا کام ہے ابو بکر بن عبد اللہ مزنی روایت کرتے ہین کہ ایک قصاب اپنے ہمسایہ کی لونڈی پر عاشق ہوا جب اسکے مالک نے اسکو کسی کام کے لیے دوسرے گانون بھیجا تو قصاب اسکے پیچھے ہوا اور مطلب کا خواہان اس لونڈی نے کہا کہ جتنا تم مجھے چاہتے ہو اس سے زیادہ مین تمھین چاہتی ہون مگر اس بات سے درگذرو کہ مجھکو خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے اسنے کہا کہ جب تجھے خوف ہے تو مجھے نہو گا غرض کہ تائب ہوکر پھر الٹا اسکے اسکو اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب مرنے کے ہوگیا اتنے مین انبیاء بنی اسرائیل مین سے کسی کا قاصد ملا اسنے اس سے حال پوچھا اسنے کہا کہ مین پیاسا ہون نبی کے قاصد نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دعا کرین کہ خدا تعالے اس گانون مین جانے تک ابر سایہ پھیر کر دے اسنے کہا کہ مین نے کوئی کام نیک نہین کیا کہ دعا مانگون تم دعا مانگو قاصد نے کہا کہ اچھا مین دعا مانگتا ہون تم آمین کہنا پھر قاصد نے دعا شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا یہانتک کہ ایک بادل کا ٹکڑا ان دونون کے سر پر ہوگیا اور گانون مین پہونچ گئے جب قصاب اپنے مکان کی طرف کو جدا ہوا تو ابر بھی اسکے ساتھ ہی ہولیا قاصد نے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نیک نہین دعا مین نے مانگی تھی اور آمین تم نے کہی تھی اور بادل دونون پر آیا تھا اب کسطرح تمھارے ساتھ ہولیا اپنا حال مجھسے کہو اسنے قصہ توبہ کا بیان کیا قاصد نے کہا کہ خدا کے نزدیک تائب کا وہ درجہ ہے کہ کسی کا نہین اور احمد بن سعید اپنے باپ سے ناقل ہین کہ کوفہ مین ہمارے پاس ایک جوان نہایت شکیل وخوبصورت و خوش سیرت عابد رہتا تھا کبھی مسجد جامع سے جدا نہوتا ایک عورت جمیلہ عقیلہ اسکو دیکھکر فریفتہ ہوئی اور مدت تک یونہی رہی ایکروز وہ شخص مسجد کو جاتا تھا اسکی راہ مین کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ میان صاحب جو کچھ مین کہون اسکو سن لیجیے پھر جو دل مین آوے سو کیجیے مگر شخص مذکور نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا پھر جب وہ گھر کو جانے لگا پھر راستہ روک کر کہا کہ میری بات سنتے جاؤ انھون نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ یہ تہمت کی جگہ ہے مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ کوئی مجھپر تہمت کرے اسنے کہا کہ مین جو یہان آکر کھڑی ہون تو یہ بات نہین ہے کہ تمھارا حال نہین جانتی بلکہ خدا نہ کرے کہ لوگون کو میری طرف سے ایسا ویسا حال معلوم ہو مگر مجھکو خود اس جیسے کام مین تمھارے پاس آنا پڑا مجھے خود معلوم ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ جانا کرتے ہین اور تم لوگ عابد مثل آئینہ کے ذراسی بات سے تمکو عیب لگ جاتا ہے مجھے سو کی ایک بات یہ کہنی ہے کہ مین سراپا ہے جس ان سے نظرون مین میری + جدھر دیکھتی ہون ادھر

۱۹ حاشیہ ... اول بار نگاہ کا رکھنا اور وبال ہے دوسری بار ... ۱۲

تو ہی تو ہے + تو میرے اور تیرے معاملہ کو خدا ہی چکا دے راوی کہتا ہے کہ وہ جوان یہ سنکر گھر چلے گئے اور نماز پڑھنی چاہی مگر سمجھ میں نہ آیا کہ کیا پڑھتے ہیں ایک پرچہ کاغذ لیکر اسپر ایک رقعہ لکھا اور گھر سے نکلے دیکھا کہ عورت راہ میں اسی جگہ کھڑی ہوئی ہے وہ رقعہ اسکی طرف پھینک کر اپنے گھر چلے آئے مضمون رقعہ کا یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اے عورت آگاہ ہو کہ جب بندہ نافرمانی خدا کی کرتا ہے تو وہ بردباری فرماتا ہے اور جب دوبارہ کرتا ہے تب بھی پردہ پوشی فرماتا ہے ع گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم + اور جب گناہ کو اپنا شعار کر لیتا ہے تو پھر اسپر ایسا غضب نازل ہوتا ہے کہ نہ اسکو زمین و آسمان سہار سکیں نہ پہاڑ و اشجار نہ دود و دام ع بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم + بمانند کروبیان صم و بکم پس ایسے غضب کی کسکو طاقت ہے اور جو تو نے بات کہی تھی وہ اگر باطل ہے تو یاد کر اس دن کو کہ آسمان گلے ہوئے تانبے کی شکل کا ہوگا اور پہاڑ دھنی روئی کی طرح اور صولت جباری اور دبدبہ قہاری اس زور و شور پر ہوگا کہ تمام لوگ گھٹنے کے بل گرے ہوئے ہونگے اور میرا حال یہ ہے کہ میں اپنے ہی نفس کی اصلاح نہیں کر سکتا تا بدیگرے چہ رسد اور اگر تیرا مقولہ حق ہے تو ایسا طبیب بتلائے دیتا ہوں کہ تمام دردوں کی دوا کرے اور مہلک بیماریوں کا علاج فرما دے وہ ذات پاک اللہ جلشانہ کی ہے اسی کی طرف صدق دل سے رجوع کرنا چاہئے اور مجھکو تیری طرف سے یہی آیت کافی ہے وانذرھم یوم الآزفۃ اذ القلوب لدی الحناجر کاظمین ما للظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور اس آیت سے کوئی مفر نہیں ہوتا فقط پھر وہ عورت اسکے پاس آئی اور راہ میں کھڑی ہوئی جب اس شخص نے اسکو دور سے دیکھا گھر کو لوٹنے کا ارادہ کیا کہ اسکی صورت نظر نہ پڑے اسنے کہا کیوں جاتے ہو آج کے سوا کبھی ملاقات نہ ہوگی اب خدا ہی کے یہاں ملینگے یہ کہکر خوب روئی اور کہا کہ میں خدا سے دعا کرتی ہوں جسکے ہاتھ میں تیرا دل ہے کہ تیری مشکل آسان کرے لیکن مجھکو کوئی نصیحت اور وصیت کر کہ اسپر عمل کروں اسنے کہا کہ میں تجھکو یہی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے آپکو اپنے نفس سے بچائے رکھنا اور یہ آیت یاد رکھنا وھو الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار اس عورت نے گریبان میں منہ ڈالکر پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ رونا شروع کیا اور پھر افاقہ کے بعد اپنے گھر چلی آئی اور خدا تعالی کی عبادت میں چند سے مصروف رہکر اسی رنج میں مر گئی وہ جوان اسکو یاد کر کے رویا کرتے لوگ پوچھتے کہ یہ صدمہ کیا ہے اسنے کہا کہ میں ہمہ اور دہشت + آپ ہی نے تو اسکو مایوس کیا تھا آپ کیوں روتے ہو فرمایا کہ میں نے بیچاری کی گرشتن ردراول اسکی طمع کو اول ہی دفعہ ذبح کر ڈالا اور اسسے کنارہ کشی کو خدا کے یہاں اپنے لیئے ذخیرہ کیا اب یہ شرم آتی ہے کہ جو ذخیرہ کہیں واپس نہ ہو جاوے باب کسر شہوتین تمام ہوا اسکے بعد آفات زبان مذکور ہوتے ہیں والحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی من اہل الارض والسماء

باب چہارم آفات زبان میں

رباعی کر احسن تقویم میں پیدا انسان	اسرار دلی کیے ودیعت بزبان
پھر اپنی نبی سے سمت صحبت سے نوازا	اللہ اللہ تیرے ہیں کیا کیا احسان

جاننا چاہیے کہ زبان اگرچہ ایک مضغہ گوشت ہے مگر خدا تعالی کی بڑی نعمتوں اور صنائع لطیفہ میں سے ہے اسکا گناہ بھی سب سے زیادہ ہے اور طاعت بھی بڑھکر کیونکہ کفر و ایمان جو پہلے درجہ کی طغیانی و طاعت کہلاتے ہیں وہ زبان کی شہادت سے ظاہر ہوتے ہیں پھر کوئی سی چیز معدوم ہو یا موجود خالق ہو یا مخلوق معلوم ہو یا موہوم خیالی ہو یا ظنی سب کی سب زبان پر آتی ہیں اور انکی نفی و اثبات میں تعرض کرتی ہے مثلا جس چیز پر علم حاوی ہوتا ہے اسکو زبان ہی سے بیان کرتے ہیں خواہ حق ہو یا باطل اور علم سے کوئی چیز باہر نہیں اسلیے زبان پر سب طرح کے مذکورات آسکتے ہیں اور یہ ایک ایسی خاصیت ہے کہ اور اعضا میں نہیں پائی جاتی مثلا آنکھ رنگ کی چیزوں کی صورتوں کے سوا اور چیز نہیں دیکھ سکتی کان آواز کے سوا نہیں سن سکتا ہاتھ اجسام کے سوا نہیں پہونچ سکتا اسی طرح سب اعضا کو جاننا چاہیے مگر زبان کا میدان وسیع ہے اسکے لیے کچھ حد و انتہا

وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو چھپا ہے سینوں میں اور وہی ہے کہ تمکو پھیر لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو ۱۲

نہیں جیسے خیر کے بولنے پر قادر ہو ویسے ہی شر کے بولنے پر قابو رکھتی ہو پس جو کوئی اپنی زبان کو اختیار میں نہ رکھے نہ معلوم شیطان اُس سے کیا کیا کہلاسے اور کس گڑھے میں ڈھکیلے ولا یکب الناس فی النار علی مناخرہم الا حصائد السنتہم حدیث صحیح ہو ان زبان کی شرارت سے وہی بچیگا جو اسکو لگام شرع دیے رہیگا اور منھ سے بات وہی نکالیگا کہ جسمیں نفع دنیا یا آخرت کا ہو اور جس بات کی ابتدا و انتہا میں کچھ شک پاویگا اسکو زبان تک نہ لاویگا اور اس بات کا معلوم کرنا کہ کس بات کا کہنا اچھا ہو اور کسکا بُرا بہت دقیق ہو اور اُسکے اوپر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل انسان کے حق میں سب اعضا سے زیادہ نافرمان زبان ہو کیونکہ اسکے ہلانے میں ذرا بھی مشقت نہیں ہوتی اور لوگ اسکی آفات سے بچنے اور مضرات سے خوف کرنے میں سہل انکاری کرتی ہو حالانکہ یہ انسان کے بہکانے کو شیطان کے بڑے اوزاروں میں سے ہو اسلیے ہم اللہ کی مدد و توفیق سے سب آفتیں زبان کی ایک ایک مع تعریف اور سبب انکے اور احتراز کی تدبیر مفصل لکھتے ہیں اور اخبار و آثار جو انکی مذمت میں وارد ہیں وہ بھی نقل کرینگے قبل ذکر آفات کے فضائل خاموشی کے لکھتے ہیں بعد اسکے وہ آفتیں جو زبان سے متعلق ہیں ذکر کرینگے اسطرح کہ اول جو سب سے ادنی ہوگی اسکو لکھینگے بعدہ اُس سے زیادہ پھر اُس سے زیادہ اسیطرح آخر تک مرتب لکھینگے

بیان زبان کے خطرے کے بڑے ہونے کا اور فضیلت چپ رہنے کی

معلوم کرنا چاہیے کہ زبان کے باعث اندیشہ بہت بڑا ہو اور اُس سے بچنے کی صورت بجز سکوت کے اور کوئی نہیں اسی واسطے شرع میں سکوت کی مدح و ترغیب پائی جاتی ہو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجا اور فرمایا الصمت حکم وقلیل فاعلہ یعنی خاموشی حکمت اور دانائی کی بات ہو اور عبداللہ بن سفیان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اسلام میں کوئی ایسی بات ارشاد فرمائیے کہ پھر آپ کے پیچھے کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آوے آپ نے فرمایا کہ قل آمنت باللہ ثم استقم پھر انھوں نے عرض کیا کہ میں کس چیز سے بچوں آپ نے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے بچو اور عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہو آپ نے فرمایا امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک اور سہیل بن سعد ساعدی فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا من تکفل لی بما بین لحییہ ورجلیہ اتکفل لہ بالجنۃ اور فرمایا من وقی شر قبقبہ و ذبذبہ ولقلقہ فقد وقی الشر کلہ یعنی جو شخص اپنے شکم اور شرمگاہ اور زبان کے شر سے بچا وہ سب شروں سے محفوظ رہا کیونکہ اکثر لوگ انھیں تین شہوات سے تباہ ہوتے ہیں اور اسی لیے ہمنے بھی بعد بیان شہوتین کے آفات زبان کی تشریح کو مقدم سمجھا اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہو جسکے باعث جنت میں کثرت سے جاوینگے آپ نے فرمایا تقوی اللہ وحسن الخلق اور جب یہ پوچھا کہ دوزخ میں کس چیز کے سبب زیادہ جاوینگے فرمایا کہ الاجوفان الفم والفرج اس حدیث میں فم سے مراد آفات زبان بھی ہوسکتی ہیں کیونکہ منھ زبان کا محل ہو اور شکم بھی مراد ہوسکتا ہو کہ اسکے بھرنے کا راستہ منھ ہی ہو اور حضرت معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم جو بولتے چالتے ہیں اسپر ہمسے مواخذہ ہوگا آپ نے فرمایا ثکلتک امک یا ابن جبل وہل یکب الناس فی النار علی مناخرہم الا حصائد السنتہم اور حضرت عبداللہ ثقفی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کوئی بات قابل تمسک مجکو ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا قل ربی اللہ ثم استقم انھوں نے عرض کیا کہ جس چیز کا آپ کو مجھپر زیادہ خوف ہو وہ کیا ہو آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا کہ یہ ہو اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب آپ سے پوچھا کہ اعمال میں سے افضل کونسا ہو آپ نے اپنی زبان نکالکر اسپر انگلی رکھی یعنی سکوت افضل اعمال ہو اور حضرت انس بن مالک سے یہ حدیث مروی ہو کہ لا یستقیم ایمان العبد حتی یستقیم

[illegible]

قلبہ ولا یستقیم قلبہ حتی یستقیم لسانہ ولا یدخل الجنۃ رجل لا یامن جارہ بوائقہ اور فرمایا من سرہ ان یسلم فلیلزم الصمت اور سعید بن جبیر رضہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب صبح ہوتی ہے اعضا سب کے سب زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارے باب میں ذرا خدا کا خوف رکھنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہینگے ورنہ تو ٹیڑھی ہوئی تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچ رہے تھے آپ نے پوچھا کہ اے نائب رسول اللہ صلعم آپ کیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اسنے مجھے بہت ناک جگہ پہنچایا ہیں اور آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ جسم میں کوئی ایسا عضو نہیں کہ زبان کی تیزی کی شکایت خدا سے نہ کرتا ہو اور حضرت ابن مسعود صفا پر کھڑے ہوئے یوں فرماتے تھے یا لسان قل خیرا تغنم واسکت عن شر تسلم من قبل ان تندم لوگوں نے پوچھا کہ یہ اپنی طرف سے آپ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا ہے ان اکثر خطایا ابن آدم فی لسانہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث فرماتے ہیں من کف لسانہ ستر اللہ عورتہ ومن ملک غضبہ وقاہ اللہ عذابہ ومن اعتذر الی اللہ قبل اللہ عذرہ اور روایت ہے کہ معاذ بن جبل رضہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھکو کوئی وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا اعبد اللہ کانک تراہ وعد نفسک فی الموتی پھر فرمایا کہ اگر تو کہے ایسی بات بتادوں کہ اس سب سے زیادہ تجھکو نافع ہو اور ہاتھ سے اشارہ زبان کی طرف فرمایا اور صفوان بن سلیم سے یہ حدیث شریف مروی ہے الا اخبرکم بایسر العبادۃ واہونہا علی البدن الصمت وحسن الخلق اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیسکت اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمکو یہ حدیث پہنچی ہے رحم اللہ عبدا تکلم فغنم او سکت فسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل بتلائیے کہ جس سے جنت ملے آپ نے فرمایا کہ کبھی نہ بولو سو انھوں نے عرض کیا کہ یہ تو نہیں ہوسکتا فرمایا کہ خیر کے سوا کچھ زبان سے مت نکالو اور حضرت سلیمان بن داود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کلام بالفرض چاندی ہو تو چپ رہنا سونا ہے اور براء بن عازب رضہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا بتلائیے جس سے مجھکو جنت ملے آپ نے فرمایا کہ بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پانی پلا اور اچھی بات کا امر کر اور بری بات سے منع کر اور اگر یہ نہوسکے تو اپنی زبان سے سوا خیر کے اور کچھ مت بول اور ایک حدیث شریف میں فرمایا اخزن لسانک الا من خیر فانک بذلک تغلب الشیطان اور فرمایا ان اللہ عند لسان کل قائل فلیتق اللہ امرء علم ما یقول اور فرمایا اذا رایتم المومن صموتا وقورا فادنوا منہ فانہ یلقن الحکمۃ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا آدمی تین قسم کے ہیں ایک غنیمت لوٹنے والا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور ایک آفتوں سے محفوظ جو خاموش ہے اور ایک ہلاک ہونے والا جو باطل میں خوض کرتا رہتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ مومن کی زبان دل کے پیچھے رہتی ہے جب بولنا چاہتا ہے اول دل میں سوچ لیتا ہے جب زبان سے نکالتا ہے اور منافق کی زبان دل کے آگے ہوتی ہے بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے بک دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عبادت کے دس حصے ہیں نو حصے تو سکوت میں ہیں اور ایک حصہ لوگوں سے جدا رہنے میں اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من کثر کلامہ کثر سقطہ ومن کثر سقطہ کثرت ذنوبہ ومن کثرت ذنوبہ کانت النار اولی بہ آثار حضرت ابوبکر صدیق رضہ منہ میں کنکر رکھتے تاکہ بولنے سے رکے رہیں اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کرکے فرماتے اسنے مجھکو بہت سے گھاٹ اتارا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی

جسکے سوا کوئی معبود نہیں زبان سے زیادہ کوئی چیز زیادہ قید رکھنے کی محتاج نہیں اور حضرت طاؤس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری زبان درندہ ہے اگر چھوڑ دوں تو مجھے چٹ کر جاوے اور وہب بن منبہ حکمت آل داؤد میں فرماتے ہیں کہ عاقل پر واجب ہے کہ عارف زبان اور حافظ زبان اور اپنی وضع کا پورا ہو اور حضرت حسن رض فرماتے ہیں کہ جسنے اپنی زبان نہ روکی اُسنے دین کو بھی نہیں سمجھا اوزاعی فرماتے ہیں کہ ہمکو عمر بن عبد العزیز رح نے یوں لکھا تھا کہ جو کوئی موت کو بہت یاد کرتا ہے دنیا سے تھوڑی چیز پر قناعت کرتا ہے اور جو اپنے کلام کو بھی عمل تصور کرے وہ بیفائدہ کم بولیگا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ سکوت سے آدمی میں دو فضیلتیں جمع ہوتی ہیں اول تو دین سلامت رہتا ہے دوم دوسرے کی بات خوب سمجھتا ہے اور محمد بن واسع رح نے مالک بن دینار کو فرمایا کہ آدمی کو زبان کا روکنا روپیہ پیسے کی حفاظت سے زیادہ مشکل ہے اور یونس بن عبید رح فرماتے ہیں کہ جسکی زبان ایک ٹھکانہ پر رہتی ہے اسکے سب کام ٹھیک رہتے ہیں اور حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رض کی مجلس میں لوگ بول رہے تھے اور احنف بن قیس چپ بیٹھے تھے حضرت معاویہ رض نے اُنسے کہا کہ آپ کچھ نہیں فرماتے آپ نے جواب دیا کہ اگر جھوٹ کہوں تو خدا کا خوف آتا ہے اور اگر سچ کہوں تو تمہارا ڈر لگتا ہے اور ابو بکر بن عیاش فرماتے ہیں کہ ایک بار چار بادشاہ جمع ہوئے بادشاہ ہند اور بادشاہ چین اور بادشاہ فارس اور قیصر روم ایک نے کہا کہ جو میں کہتا ہوں اس سے پچھتاتا ہوں اور جو نہیں کہتا اُسپر کچھ ندامت نہیں ہوتی دوسرے نے کہا کہ جب میں کوئی کلمہ بولتا ہوں میں اسکے اختیار میں ہو جاتا ہوں وہ میرے قابو میں نہیں رہتا اور جبتک اسے نہیں بولتا تو وہ میرے اختیار میں رہتا ہے میں اُسکے قابو میں نہیں اسکے قابو سے باہر رہتا ہوں تیسرے نے کہا کہ مجھے ایسے بولنے والے ہی سے تعجب ہے کہ اگر وہی بات اُسپر واپس آوے تو ضرر دے اور اگر واپس نہ آوے تو کچھ فائدہ نہ دے چوتھے نے کہا کہ میں ان کہی بات کے ہٹا لینے پر زیادہ قادر ہوں کہی ہوئی کو نہیں ہٹا سکتا اور منصور بن المعتمر کے حال میں لکھا ہے کہ عشاء کے بعد چالیس برس تک کوئی کلمہ نہیں بولتے تھے اسی طرح ربیع بن خثیم نے بیس برس تک کوئی دنیا کے کلام نہیں کیے اور جب صبح ہوتی دوات قلم اور پرچہ کاغذ اپنے پاس رکھ لیتے جو کچھ بولتے وہ کاغذ پر لکھ لیتے شام کو اپنے نفس سے اُسکا حساب کیا کرتے یہ فضائل سکوت کے ہیں اور جس سبب سکوت کے افضل ہونے کی یہ ہے کہ بولنے میں صدہا آفات ہیں خطا اور جھوٹ اور غیبت اور چغلی اور ریا اور نفاق اور فحش اور تکرار اور اپنے آپ کو پاک جتلانا امر باطل میں خوض کرنا خصومت زیادہ گوئی بات بدلنی بڑھانا گھٹانا خلق کو ایذا دینا پردہ دری کرنی یہ سب زبان ہی کے سبب سے ہوتے ہیں زبان ہلاتے کچھ دقت نہیں معلوم ہوتی دل میں مزہ معلوم ہوتا ہے طبیعت اور شیطان اُکساتا رہتا ہے اور یہ بات بہت کم ہے کہ جو بولنے کا عادی ہو تو زبان کو ایسی طرح قابو میں رکھے کہ جہاں بولنا چاہیے وہاں ہی بولے اور جس بات کو کہنا نہ چاہیے اس سے باز رہے کیونکہ اسکا معلوم ہونا بہت مشکل ہے کہ کون سی بات کہنے کے قابل ہے اور کون سی نہیں اس جہت سے بولنے میں خطرہ رہتا ہے اور خاموشی میں سلامتی ہے اسی بنا پر اسکی فضیلت بھی زیادہ ہوئی علاوہ ازیں سکوت سے یہ بھی فائدے ہیں کہ ہمت اکٹھی رہتی ہے اور ہیبت بنی رہتی ہے فکر و ذکر و عبادت کی فراغت میسر ہے بولنے کی آفات سے دنیا میں نجات حاصل اور آخرت میں حساب سے برائت ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید اور فضیلت سکوت کی ایک اور دلیل عقلی عمدہ ہے وہ یہ ہے کہ کلام چار قسم ہے ایک تو وہ کہ اسمیں ضرر ہی ضرر ہو دوسرے وہ کہ اسمیں محض نفع ہی ہو تیسرے وہ کہ ضرر و نفع دونوں ہوں چوتھے وہ کہ نہ نفع ہو نہ ضرر تو قسم اول سے تو سکوت ضروری ہی ہے اور ایسے ہی قسم سوم سے بھی اگر ضرر نفع سے زیادہ ہو اور چوتھی قسم کے کلام میں وقت کا ضائع کرنا ہے اور یہ بھی بڑا نقصان ہے پس قابل بولنے کے دوسری قسم ہی رہی یعنے ایک چوتھائی کلام کی قابل بولنے کے ہے تین چوتھائی میں سکوت ہی اولی ہے اب یہ چوتھائی بھی خطر سے خالی نہیں کیونکہ اس میں بعض آفات خفی مثل ریا اور تکلف اور خود پرستی اور زیادہ گوئی و غیبت و چغلی وغیرہ ملجاتی ہیں کہ متکلم کو معلوم نہیں ہوتی اس سبب بولنے سے ہر وقت خطرہ ہی ہے اور جو شخص زبان کی آفات سے ہماری تفصیل کے موافق آگاہ ہو جاویگا وہ قطعاً جان لیگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا من صمت نجا بہت درست ہے اور خطاب فیصل ہے خداوند کریم نے اس ذات ستودہ صفات کو حکمت کے ذریعہ بہا اور کلمات

واقعی نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اُس پاس ایک راوی کہتا بار ۱۲۳۴

جامع عنایت فرمائے ہین ہر ہر لفظ مین سو سو نکتے کوٹ کوٹ بھر دیتے ہین سمندر کو کوزہ مین پُر فرما دیتے ہین صلے اللہ علیہ وسلم افضل صلواة
خواص علما کے سوا آپکے کلام کے دقائق اور نکات اور کوئی سمجھ بھی نہین سکتا انشا اللہ تعالیٰ بیان آیندہ سے اسکی حقیقت واضح ہوگی اب ہم
بیس آفتین مرتب شروع کرتے ہین

پہلی آفت کلام بے فائدہ ہے

یعنے ایسا کلام منہ سے نکالنا کہ اگر اسکو نہ کہے تو کچھ گناہ نہو اور نہ جان و مال مین کچھ ضرر ہو واضح ہو کہ سب مین عمدہ حال یہ ہے کہ آدمی اپنے سب الفاظ مین یہ خیال رکھے کہ جتنی آفتین مثل غیبت اور چغلی اور جھوٹ اور خصومت وغیرہ کے ہین سب سے الفاظ محفوظ رہین اور صرف وہی بات منہ سے نکلے جسکا بولنا مباح ہو اور اس سے نہ اپنے کو ضرر ہو نہ اور کسی بھائی کا ضرر ہو لیکن بعض اوقات ایسی باتین بھی منہ سے نکلجاتی ہین کہ جنکی کچھ احتیاج نہو ایسی صورت مین وقت کا ضائع کرنا اور اپنی گردن پر حساب زبان کا لینا اور کمتر چیز کے بدلے بہتر شی کو دے ڈالنا ہوا اسلیے کہ اگر بولنے کے وقت فکر مین صرف کرتا تو شاید فتوحات غیبی مین سے ایسی چیز مرحمت ہوتی کہ اسکا نفع زیادہ ہوتا یا تہلیل اور تسبیح اور تکبیر یا کسی اور ذکر مین لگتا تو یقینا بہتر ہوتا بہت الفاظ ایسے ہین جنکے باعث جنت مین مکان بنتا ہے پس جس شخص کو قدرت اس بات کی ہو کہ خزانہ لیسکے وہ اسکے عوض مین ڈھیلے جمع کرلے تو نقصان کے سوا اور کیا کہا جاتا ہے تو ذکر اللہ تو عمدہ خزانہ مین سے ہے اسکو چھوڑ کر کلمات بے حاجت کو زبان سے نکالنا ایسا ہی ہے گو انکا بولنا مباح تھا اور کچھ گناہ نہ ہوا اگرچہ کہ بڑا اصل منافع انکے سبب سے فوت ہوگیا اس جہت سے خسارہ ہی ہوا ابرار کا سکوت فکر ہوتا ہے اور نطق ذکر اور دیکھنا عبرت اور اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کا راس المال اوقات ہین جب انکو کلام بے ضرورت مین صرف کریگا اور انکے ثواب آخرت کا ذخیرہ نہ حاصل کریگا تو راس المال مین بٹہ پڑیگا اسی جہت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ بلکہ اس سے بھی سخت ایک حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ احد کی لڑائی مین ایک گروہ ہم مین سے شہید ہوا ہمنے جو دیکھا تو بھوک کے سبب اسکے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا اسکی ماں اسکے منہ سے مٹی جھاڑ کر کہنے لگی کہ بیٹا جنت مبارک ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوا شاید وہ کلام بے فائدہ کیا کرتا ہو اور جس چیز سے اسکا ضرر نہو وہ اوروں کو نہ دیتا ہو اور دوسری حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو چند روز سے نہ دیکھا تو پوچھا کہ کہاں ہین لوگون نے عرض کیا کہ بیمار ہین آپ عیادت کو تشریف لائے جب انکے پاس آئے تو فرمایا کہ خوشخبری ہو تجھکو اے کعب انکی ماں نے کہا کہ اے کعب تجھکو جنت مبارک ہو آپنے فرمایا کہ یہ کون ہے کہ خدا پر حکم کرتی ہے حضرت کعب نے عرض کیا کہ میری ماں آپنے فرمایا کہ تجھکو کیسے معلوم ہوا شاید تمہارے بیٹے نے کوئی کلام بے حاجت کیا ہو یا کسی چیز کو بے فائدہ منع کیا ہو اس سے یہ غرض ہے کہ کھٹکا جنت مین بے حساب وہی جاتا ہے جسکے ذمہ کچھ حساب نہو اور جب کلام بے حاجت کرتا ہے تو اسکا حساب باقی رہتا ہے اگرچہ مباح ہی کیون نہو تو باوجود مناقشہ حساب کے یہ کہنا کہ بے روک ٹوک جنت مبارک ہو نہین چاہیے اور محمد بن کعب سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دروازہ سے آج جو اول آویگا وہ جنتی ہوگا حضرت عبداللہ بن سلام داخل ہوئے تو انکو دیکھکر کچھ اصحاب رضی اللہ عنہم انکے پاس گئے اور جو کچھ آپنے انکے حق مین فرمایا تھا انسے کہا اور پوچھا کہ جو نسا عمل محکم تم کرتے ہو اور اس سے توقع بڑی ہو اسکو ہمکو بھی بتلاؤ انھون نے فرمایا کہ مین ضعیف آدمی ہون میرا عمل کیا ہے الا جس سے مجھکو توقع ہے وہ یہ ہے کہ سینہ کو بچائے رکھتا ہون اور بے فائدہ کلام نہین کرتا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ تجھے ایسا عمل بتلادون کہ بدن پر ہلکا ہو اور میزان مین بھاری ہو انھون نے عرض کیا کہ بہت بہتر فرمائیے آپنے فرمایا ہو الصمت و حسن الخلق و ترک مالا یعنیہ اور مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عباس رضہ سے سنا ہے یہ کہا کرتے تھے کہ

[illegible] ابن ابی الدنیا [illegible] ۱۲ م ۵ کعب بن عجرة [illegible] اسکی سند مین [illegible] مختلف فیہ [illegible] ابن ابی الدنیا بسند منقطع ۱۲ م ۸ وہ سکوت [illegible] اور خوش خلقی اور غیر مفید چیز کا چھوڑنا ۱۲ [illegible]

پانچ چیزیں جنھیں دیکھ دیون کے وقت سے بھی اچھی معلوم ہوتی ہیں ایک کلام بے فائدہ کا ترک کرنا کیونکہ وہ زیادہ ہوتا ہو اور اس سے گناہ کا
خوف لگا رہتا ہو دوسرے کلام مفید بے موقع نہ کہنا کہ اکثر کلام مفید بھی اگر بے موقع بولا جاتا ہو جھگڑا لی لاتا ہو تیسرے حلیم اور بیوقوف سے
بحث نکالی کیونکہ حلیم سے بحث کرنے سے اسکو غصہ دلاتا ہو اور بیوقوف سے ایذا اٹھانی چوتھے ذکر کسی غائب بھائی کا ایسی طرح کرنا جیسی
طرح خود اپنا ذکر اس سے کیا جانا منظور ہو اور اسکے ان قصوروں سے درگذر کرنا جنکو اس سے معاف کرنا اچھا معلوم ہوا اور اس سے وہ معاملہ
کرنا کہ وہ بھی ویسا ہی کرے تو اچھا لگے ان سب کا خلاصہ یہ ہو کہ ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگر مپسند پانچویں عمل کرنا اس یقین کے ساتھ کہ جتنا
کرنے سے جزا پائیگا اور جرم کرنے سے سزا لقمان حکیم رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ آپ کیا حکمت کرتے ہیں فرمایا کہ جو چیز خود معلوم ہو جاوے اسکے
پوچھنے کے درپے نہیں ہوتا اور بے تکلف کلام بے فائدہ نہیں کہتا اور مورق عجلی کہتے ہیں کہ میں بیس برس سے ایک امر کی تلاش میں ہوں
دہ ابتک ملا اسکی طلب میں سے چھوڑتا ہی لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہی انھوں نے فرمایا کہ کلام بے فائدہ سے سکوت چاہتا ہوں اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کلام بے فائدہ کا متعرض نہ ہونا چاہیے اور دشمن سے کنارہ کش اور دوست سے پرحذر رہنا چاہیے
مگر جو دوست امین ہو اور امین وہی ہی جو خدا تعالے سے ڈرے اور بدکار کی صحبت سے بچنا چاہیے ورنہ اسکا اثر اپنے آپ میں ہو جاویگا
اور اپنے بھید کی اسکو خبر کرنی چاہیے اور مشورہ کاموں میں ایسے لوگوں سے کرے جنکو خوف خدا ہو اب جاننا چاہیے کہ تعریف کلام
بے فائدہ کی تو اوپر مذکور ہوئی بیان اسکی مثال بتلائی جاتی ہی مثلاً کوئی شخص لوگوں میں بیٹھکر اپنے سفروں کا ذکر کرے اور کوہ و بیابان
وسبزہ و آب رود ان وحالات اشیاء اور عمدہ کھانے اور کپڑے اور عجیب و غریب طرز مشائخ کے خواہ اور کوئی چیز جو سفر میں دیکھی ہو یا سنی ہو
اسکو بیان کرے تو یہ ایسی باتیں ہیں کہ اگر انکو بیان نہ کرے تو کچھ گناہ بھی نہ ہو اور نہ کچھ اپنا نقصان ہو بشرطیکہ ان حکایات میں اپنی طرف
سے کچھ کم و بیش نہ کرے نہ اپنا فخر ظاہر ہو کہ ہمنے ایسے بڑے بڑے امور دیکھے نہ کسی کی غیبت شامل ہو اور نہ مذمت کسی مخلوق کی پائی
جاتی ہو جب اسطرح پر بیان کریگا تو یہ کلام بے فائدہ ہوگا اور ایسا کلام کرنا اپنے وقت کا ضائع کرنا ہی اور پر ظاہر ہی کہ آدمی ہاتھ کیسے میں
آفات سے کسی طرح نہیں بچ سکتا کسی نہ کسی میں مبتلا ہو جاتا ہو ورنہ تضییع اوقات تو ہر وقت ہوتا ہی اسمیں کسی طرح کا شک نہیں اور ایک
کلام بے فائدہ یہ ہی کہ دوسرے سے سوال بے فائدہ کرے تو اس سے ایک تو اپنا وقت سوال میں ضائع کرتا ہی اور چونکہ دوسرے کو
جواب دینا پڑیگا تو گویا اسکا وقت بھی کھویا اور یہ اسی صورت میں ہی کہ سوال میں کوئی آفت نہو ورنہ اکثر سوالوں میں بڑی بڑی آفتیں
رہتی ہیں اگر کسی سے اسکی عبادت کا حال پوچھو مثلاً اسطرح کہ تم روزہ دار ہو تو اس سوال کے جواب میں چار صورتوں میں سے ایک صورت
پیش آویگی یا تو وہ ہاں کہیگا تو اپنی عبادت کو ظاہر کرنا پڑیگا اور ریا میں داخل ہو جاویگی اور اگر بالفرض ریا میں شامل نہوئی تب پوشیدہ
عبادت کا جو ثواب بیدرجہ زیادہ ہوا کرتا ہی وہ تو ضرور ہی جاتا رہیگا یا نہیں کہیگا تو اس صورت میں جھوٹ بولیگا یا خاموش رہیگا کچھ جواب نہ دیگا
تو تمکو برا معلوم ہوگا کہ ہمنے پوچھا انھوں نے نہ بتایا شاید ہمکو حقیر سمجھا یا جواب نہ دینے کا کوئی حیلہ سوچیگا تو ایک مشقت مفت میں اسکے ذمہ
پڑجاویگی پس اسطرح کے سوال سے ریا خواہ جھوٹ خواہ حقیر سمجھنا خواہ حیلہ کی فکر میں مبتلا ہونا کوئی سی نہ کوئی سی خرابی ضرور آپڑیگی
علے ہذا القیاس اور عبادتوں کا حال پوچھنا بھی ایسا ہی ہی اسی طرح اگر گناہوں کا حال یا پوشیدہ امور کا حال پوچھو اور وہ کہنے سے شرماوے
یا یوں پوچھو کہ فلان شخص نے تمسے کیا کہا اور تمہاری کیا رائے ہی یا کسی مسافر سے پوچھو کہ کہاں سے آئے اکثر بتلانا منظور نہیں ہوتا کوئی وجہ
مانع ہوتی ہی اگر سچ کہتا ہی تو راز کھلتا ہی یا حیا آتی ہی ورنہ جھوٹ بولنا پڑتا ہی اور ان دونوں باتوں کا سبب صرف سوال ہی ہی یا کسی مسئلہ
کی حاجت تو ہو نہیں ویسے ہی کسی عالم سے پوچھو اور اسکو یاد نہو مگر یہ کہنے کو جی نہیں چاہتا کہ مجھکو نہیں آتا بلکہ ان گھڑ جواب کہدیگا پس کلام
بے فائدہ سے ہمارا مقصود اسطرح کے سوالات کا نہیں کیونکہ ان میں یا گناہ موجود ہی یا ضرر ہی بلکہ کلام غیر مفید کی یہ مثال ہی جو لقمان حکیم
۴

منقول ہو کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت مین ایسے وقت گئے کہ آپ زرہ بنا رہے تھے اور اُنھون نے پہلے کبھی زرہ نہ دیکھی تھی تعجب سے دیکھتے رہے اور چاہا کہ پوچھین مگر حکمت مانع ہوئی اور نہ پوچھا جب آپ تیار کر چکے تو کھڑے ہو کر اُسکو پہنا اور فرمایا کہ لڑائی کے لیے زرہ کیا عمدہ چیز ہو حضرت لقمان رح نے دل مین کہا کہ سکوت بڑی حکمت ہو مگر اُسکو کم لوگ اختیار کرتے ہین لیعنے بے سوال ہی حال معلوم ہو گیا حاجت پوچھنے کی نہ رہی اور ایک روایت مین ہو کہ سال بھر تک پھر ایکیے کہ بدون پوچھے حال معلوم ہو جاوے پس اسطرح کے سوالات مین اگر نقصان اور ہتک اور ریا و کذب مین مبتلا کرنا بچایا جاوے تو داخل کلام بے فائدہ ہین اور ایسے کلام کے لیے حدیث شریف مین وارد ہو کہ اسکے چھوڑنے سے اسلام کی خوبی ہو اب معلوم کرنا چاہیے کہ باعث اس کلام بیفائدہ کا یا تو بغیر ضروری چیز کے معلوم کرنے کی حرص ہوتی ہو یا بطور محبت کلام کو پھیلانا منظور ہوتا ہو یا دل بہلانے کے لیے اور ایسی حکایات کہتے ہین کہ جنسے کچھ فائدہ نہین ہوتا اور ان سب کا علاج یہ ہو کہ اس بات کا یقین کرے کہ موت سامنے کھڑی ہو بعد مرنے کے ایک ایک لفظ سے پرسش ہوگی اور یہ کہ راس المال آدمی کا اسکی سانس ہین اور زبان ایک جال ہو کہ اس سے طائر نعماء بہشتی پھنسا سکتا ہو پس اسکو بیکار چھوڑنا بڑے نقصان کی بات ہو یہ علاج علمی ہو اور عملی تدبیر گوشہ کے سوا بہتر نہین یا کنکر منہ مین رکھے اور اول اول ضروری کلام کا بولنا بھی چھوڑ دے تاکہ عادت کلام بیفائدہ کے ترک کی پڑ جاوے اور اس زمانہ مین بجز گوشہ نشینی کے زبان کا روکنا بہت مشکل ہو

دوسری آفت زیادہ گوئی ہو اسمین کلام بے فائدہ بھی شامل ہو اور کلام ضروری پر اگر مقدار ضرورت سے بڑھ جاوے وہ بھی اسمین داخل ہو اور اسی لیے دوسری قسم آفت کی قرار دی گئی مثلاً کلام حاجت کا بولنا مختصر طور پر بھی ہو سکتا ہو تو ایک کلمہ کی جگہ اگر دو کہیگا دوسرا کلمہ زائد ہوگا یعنے حاجت سے زائد ہوگا گو اس سے تقریر با آبرو منظور رہے اور یہ بھی بُرا ہو اگرچہ اسمین کچھ گناہ اور ضرر نہو عطا بن ابی رباح فرماتے ہین کہ اکابر سلف کلام زائد کو بُرا جانتے تھے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور معروفات اور نہی منکر اور حاجت ضروری دنیاوی کے سوا اور کلام زائد تصور فرماتے تھے پھر اب کیا اس بات کا انکار ہو کہ کراماً کاتبین دو جو باتین سے لکھتے ہین مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید اس بات کی شرم نہین آتی کہ نامہ اعمال جب کھلیگا تو اکثر ایسی باتین نکلین کہ نہ دین کی ہون نہ دنیا کی اور بعض صحابہ رضہ فرماتے ہین کہ بعض آدمی مجھ سے ایسی بات کہتے ہین کہ اسکا جواب جیسے پیاسے کو ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہو اس سے زیادہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہو مگر مین زائد ہونے کے ڈر سے جواب نہین دیتا اور مطرف رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالے کے جلال کو لحاظ رکھا کرو یعنے جگہہ اسکا ذکر مت کیا کرو مثلاً کتے یا گدھے کو دیکھکر کہو کہ الٰہی اسے ہٹا دے یا اور اسی طرح کے کلام مین اُسکا ذکر کرو اب معلوم کرنا چاہیے کہ کلام زائد کا کچھ حصر نہین بلکہ جو کلام ضروری ہو اُسکا حصر کلام مجید مین موجود ہو چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہو لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس اور حدیث شریف مین ہو کہ خوشخبری ہو اُس شخص کو جو زبان کو زائد بات سے روکے اور زائد مال کو خرچ کرے پس دیکھنا چاہیے کہ لوگون نے کیسا معاملہ الٹا کر رکھا ہو کہ مال زائد کو تو جوڑ رکھا ہو اور زبان کو مطلق العنان چھوڑ رکھا ہو اور مطرف بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اُنکے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بنی عامر کے گروہ کے ساتھ حاضر ہوئے انکو لوگون نے عرض کرنا شروع کیا کہ آپ ہمارے والد اور سید اور افضل اور محسن اور منعم ہین اور آپ چنین ہین اور آپ چنان ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ قولوا بقولکم ولا یستھوینکم الشیطان اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی کسی کی تعریف مین زبان کھولتا ہو گو سچی ہی ہو مگر خوف اسکا ہو کہ شیطان زائد نہ کہلا وے اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ مین تمکو کلام زائد سے ڈراتا ہون آدمی کو اسی قدر کلام کافی ہو کہ اُسکی حاجت روائی ہو جاوے اور حضرت مجاہد رضہ فرماتے ہین کہ آدمی کی سب باتین لکھی جاتی ہین یہانتک کہ لڑکے کو چپ کرنے کو اگر کہیگا کہ مین تجھے فلان چیز دونگا تو جھوٹا لکھا جاویگا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تیرا نامہ اعمال پھیلا ہوا ہو اور دو فرشتے اسپر مقرر

۱۳ کہو اپنا قول اور نہ فریفتہ کرے تمکو شیطان ۱۲ ابن ابی الدنیا نے اسی طرح سے اور ابوداؤد و نسائی ... دیگر ۱۲

عمل لکھنے کو بیٹھیں ہیں چاہیے تھوڑا بولنا چاہئے زیادہ اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اپنے جن کو کہیں بھیجا اور بعضوں کو اسکے
پیچھے روانہ کیا کہ جو کچھ تم اسکا حال دیکھو اور جو کچھ وہ کہے وہ مجھ سے آکر کہنا انہوں نے آکر کہا کہ وہ بازار میں گیا اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا پھر
لوگوں کی طرف دیکھکر سر ہلانے لگا آپ نے اس جن سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی اسنے عرض کیا کہ مجھکو آسمان کے فرشتوں سے تعجب آیا کہ انسانوں
کے سروں پر بیٹھکر کتنا جلد انکے اعمال لکھتے ہیں اور حضرت انسان پر تعجب آیا کہ کتنا جلد بکتے ہیں اور حضرت ابراہیم تیمی رح فرماتے ہیں کہ ایماندار
کا بولنا تامل کے ساتھ ہوتا ہے اگر کچھ فائدہ معلوم ہوا تو بولتا ہے ورنہ سکوت اختیار کرتا ہے اور بدکار آدمی کی زبان بیحد چلتی ہے بے تامل بکتا چلا
جاتا ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں جو شخص زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ جھوٹا ہوتا ہے اور جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہے وہ گناہ زیادہ کرتا ہے اور جو بدخلق
ہوتا ہے وہ اپنی جان پر عذاب لیتا ہے اور عمرو بن دینار رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں کسی نے کچھ کلام طویل
کیا آپ نے فرمایا کہ تیری زبان سے اس طرف کتنے دروازے ہیں اسنے عرض کیا کہ میرے دو لب اور دانت ہیں آپ نے فرمایا کہ ان میں کوئی
ایسا نہ تھا جو تیرے کلام کو روکتا اور ایک روایت میں ہے کہ کسی شخص نے آپ کی تعریف میں طول کلامی کی تھی آپ نے فرمایا کہ آدمی کو زبان کی
زیادہ گوئی سے بڑھکر کوئی چیز بری نہیں عنایت ہوئی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح فرماتے ہیں کہ بسا اوقات فخر کے ڈر سے میں اکثر کلام نہیں
کرتا ہوں اور بعض حکما کا قول ہے کہ جب آدمی کسی مجلس میں ہو اور اپنا بولنا اچھا معلوم ہوتا ہو تو چپ رہنا چاہیے اور اگر اپنا سکوت اچھا معلوم
ہوتا ہو تو بولنا چاہیے اور یزید بن حبیب فرماتے ہیں کہ عالم کے لیے بھی ایک امتحان کی چیز ہے کہ اپنے بولنے کی بہ نسبت سننے کو زیادہ پسند
کرے اسلیے چاہیے کہ جب تک دوسرا شخص بولے اپنے آپ چپکا رہے کیونکہ سننے میں سلامتی ہے اور کہنے میں بات کا بڑھانا اور کم و بیش کرنا وغیرہ
آفات ہیں اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ پاک کرنے کے لیے سب سے زیادہ مستحق آدمی کی زبان ہے اور حضرت ابو درداء رض نے ایک عورت
زبان دراز دیکھی فرمایا کہ اگر یہ گونگی ہوتی تو اسکے حق میں اچھا تھا اور ابراہیم رح کا قول ہے کہ دو باتوں سے آدمی کی تباہی ہوتی مال زائد سے
اور کلام زائد سے یہ ہے مذمت کلام فضول اور زائد کی اور اسکا سبب اور علاج وہی ہے جو پہلی آفت میں گذرا

تیسری آفت امور باطلہ کا ذکر کرنا ۔ یہ بھی ہر چند کلام فضول میں داخل ہے الا ہمیں اور پہلی دونوں آفتوں میں یہ فرق ہے کہ
وہ دونوں مباح تھے حرمت ان میں نہ تھی اور امر باطل وہ ہے جس میں علاوہ زائد از مطلب ہونے کی حرمت بھی پائی جاوے مثلاً گناہوں کی باتیں
کرنی یا عورتوں کا ذکر کرنا یا شراب کی مجلس اور بدکاروں کے جلسوں کا بیان کرنا یا بادشاہوں اور دولتمندوں کی عیاشی خواہ انکے دوسرے
افعال مکروہ کو ذکر کرنا یہ سب اس تیسری قسم میں داخل ہیں اور قطعاً ناجائز اور حرام ہیں اور یہ آفت اسی طرح پیدا ہوتی ہے کہ اول اول
کلام بے فائدہ اور زائد از مطلب کے کہنے کی عادت ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ ایسے ذکروں کا عادی ہو جاتا ہے اکثر لوگ بطور تفریح باتیں کرنے
بیٹھتے ہیں مگر باتیں جب ہونگی جب ایسی ہی ہونگی کہ کسی کی آبرو کا ذکر ہو یا امور مذکورہ بالا میں سے کوئی ہو اور چونکہ امور باطل کی قسمیں اور حصر
نہیں انواع و اقسام بیشمار ہیں اسی جہت سے انسے بچنا بھی سوا اسکے نہیں ہوسکتا کہ جو امر دین یا دنیا کے اہم ہیں انکے سوا اور کچھ نہ کہے کیونکہ
اس آفت میں مبتلا ہونے سے بعض اوقات آدمی تباہ و ہلاک ہو جاتا ہے اور وہ خود اپنے ذہن میں اس بات کو حقیر سمجھتا ہے چنانچہ بلال بن
حارث رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی ایک کلمہ اللہ تعالی کی خوشی کا کہتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس سے کچھ بڑی
رضامندی حاصل ہوگی مگر خداوند کریم اسی کی باعث قیامت تک کی رضامندی لکھ لیتا ہے اور کبھی ایک کلمہ ناخوشی کا سرزد ہوتا ہے اور یہ نہیں معلوم
ہوتا کہ اس سے ناخوشی زیادہ ہوگی مگر خدا تعالی اس سے اپنی ناخوشی قیامت تک لکھتا ہے اور حضرت علقمہ رح فرماتے ہیں کہ اکثر باتوں سے مجکو
حدیث بلال بن حارث رح نے روک دیا اور ایک حدیث شریف میں ہے ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ لیضحک بہا جلساءہ یہوی بہا ابعد من الثریا اور حضرت
ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آدمی کبھی بے پروائی سے ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے کہ اسکے سبب دوزخ میں پڑتا ہے اور کبھی ایسی بات کہتا ہے کہ اسکے سبب جنت

۱۲ ابن ابی الدنیا نے ... ۱۲

سکے اور حج انکو عنایت ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اعظم الناس خطایا یوم القیامۃ اکثرہم خوضا فی الباطل اور اسی طرف اشارہ ہو اس آیت کریمہ میں وکنا نخوض مع الخائضین اور اس آیت میں ولا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم حضرت سلمان رض فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز زیادہ تر خطاوار وہی ہوگا جس نے خدا کی نافرمانی کی باتیں زیادہ کی ہونگی اور ابن سیرین رح فرماتے ہیں کہ ایک شخص انصار میں کا جب انکی مجلس پر گزرتا تو کہا کرتا کہ وضو کر لو اسلیے کہ جو کچھ تم باتیں کر رہے ہو ان میں سے بعض حدث سے بھی زیادہ بُری ہیں ذکر باطل اسکا نام ہو اور یہ غیبت و چغلی اور گالی وغیرہ کے علاوہ ہو بلکہ یہ ایسا حال کا وہ بیان کرنا ہو کہ جسکا وجود پہلے ہو چکا ہو حالانکہ کوئی غرض دینی اسکے ذکر کی باعث نہو اور اسمین داخل ہو بدعات کا نقل کرنا اور جھوٹے مذہبون کی حکایت کرنا اور صحابہ رض کے جھگڑون کو اسی طرح بیان کرنا جس سے یہ وہم ہو کہ کوئی ان میں سے خطا پر تھا پس یہ سب باتیں بیکار ہیں اللہ بچاوے

چوتھی آفت مراء یعنی دوسرے کی بات کاٹنی اور جھگڑا کرنا

حدیث شریف میں بات کاٹنے کو منع فرمایا ہو چنانچہ فرمایا لا تمار اخاک ولا تمازحہ ولا تعدہ موعدا فتخلفہ اور فرمایا ذروا المراء فانہ لا تفہم حکمتہ ولا تؤمن فتنتہ اور فرمایا من ترک المراء وہو محق بنی لہ بیت فی اعلی الجنۃ ومن ترک المراء وہو مبطل بنی لہ بیت فی ربض الجنۃ اور حضرت ام سلمہ رض آپ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ان اول ما عہد الی ربی ونہانی عنہ بعد عبادۃ الاوثان وشرب الخمر ملاحاۃ الرجال اور فرمایا ما ضل قوم بعد ان ہداہم اللہ تعالے الا اوتوا الجدال اور نیز فرمایا لا یستکمل عبد حقیقۃ الایمان حتی یدع المراء وان کان محقا اور فرمایا کہ چھ خصلتیں ہیں جو وہ ایمان حقیقی کے درجہ کو پہونچاتا ہو اول روزہ رکھنا گرمیون میں دوسری دشمنان خدا کو تلوار سے کاٹنا تیسری ابر کے دن میں نماز جلد ادا کرنا چوتھی مصیبت پر صبر کرنا پانچویں باوجود مکروہات کے وضو کو پورا کرنا چھٹی باوجود حق بطرف ہونے کے اعتراض و جھگڑا ترک کرنا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ قرآن کی بات میں کسی سے جدال مت کرنا کیونکہ لوگون کے سامنے تاب نہوگی بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دستور العمل رکھنا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہیں کہ جو کوئی دین میں زیادہ اعتراضات کے در پے ہوتا ہو وہ اکثر بدلتا رہتا ہو اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہیں کہ اعتراض سے بچو کیونکہ تکرار کے وقت عالم جاہل ہو جاتا ہو اور اسوقت شیطان اسکی لغزش کا خواہان رہتا ہو اور حضرت مالک بن انس رض فرماتے ہیں کہ جدال کرنا دین سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا اور یہ بھی آپ ہی کا قول ہو کہ جھگڑا کرنے سے دل سخت ہو جاتے ہیں اور دلون میں کینہ کا بیج پڑتا ہو اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ علما سے مت جھگڑنا ورنہ تجھ سے عداوت کرینگے اور بلال بن سعد فرماتے ہیں کہ جب کسی کو جھگڑالو بھیڑیا اور خود رائے دیکھو تو جان لو کہ خسارہ اسپر ختم ہو اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ جھگڑا ایسی بلا ہو کہ بالفرض میں اپنے بھائی سے انار میں جھگڑون وہ کہے شیرین اور میں کہوں کھٹا تو وہ حاکم کے یہان میری چغلی کرے اور نیز فرمایا کہ جس سے چاہو صفائی حاصل ہو سکتی ہو اور ذرا سے جھگڑے میں اسکو ایسا غصہ آسکتا ہو کہ کبھی ایسی مصیبت میں پھنسا دے جس سے زندگی تلخ ہو اور ابن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے یارون سے تکرار نہیں کرتا کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا اسکو غصہ آویگا کہ جھوٹا ٹھہریگا اور حضرت ابو الدرداء رض فرماتے ہیں کہ آدمی کو یہی گناہ کافی ہو کہ ہمیشہ بحث کرتا رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکفیر کل لحاء رکعتان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہو کہ علم تین باتون کے لیے نہ سیکھنا چاہیے اور تین باتون کی جہت سے نہ چھوڑنا چاہیے

[illegible]

بہ را کرتا ہو کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو یہانتک کہ بات کاٹنی چھوڑ دے اگرچہ حق پر ہو [illegible]

پہلو تہی نہ کرنی چاہیے بحث و فخر و ریا کے لیے تو سیکھنا نہ چاہیے اور ریا اور زہد کے باعث اور جہالت پر راضی ہونے کے سبب سے اس سے دست بردار ہونا چاہیے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو زیادہ جھوٹ بولتا ہے اسکی خوبی جاتی رہتی ہے اور جو لوگوں سے جھگڑتا ہے بے مروت ہو جاتا ہے اور جسکو رنج بہت ہوتا ہے اسکا جسم مریض ہو جاتا ہے اور جسکی عادت اچھی نہیں ہوتی اسکی جان عذاب میں رہتی ہے سچ ہے ؎ اگر زدست قضا بر فلک رود بخروش + ز دست خوے بد خویش در بلا باشد + اور میمون بن مہران رضی سے لوگوں نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ آپ کسی کو عداوت کی راہ سے ترک نہیں کہتے آپ نے فرمایا کہ نہ میں کسی سے دل لگی کرون نہ بحث تکرار کرون پھر وجہ عداوت کی کیا ہے غرضکہ مراء اور جدال کی برائی حد شمار سے افزون ہے اور تعریف مراء کی یہ ہے کہ دوسرے شخص کی بات میں براہ اعتراض خواہ لفظوں میں یا معنون میں یا ارادہ میں خلل ظاہر کرنا لفظوں میں عیب بتلانا اسطرح کہ علم نحو یا لغت یا محاورہ کے خلاف کہتے ہو یا اس کلام کی بندش اچھی نہیں اسکے الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جو شخص کم جانتا ہے اچھی عبارت نہیں بول سکتا یا آنکہ زبان سے کچھ کا کچھ نکلتا ہے تو معنون میں اعتراض کی ہوتی ہے وہ فوراً عیب جوئی پر آمادہ ہو جاتا ہے حالانکہ اظہار عیب کی کوئی وجہ نہیں ہوتی اور معنون میں طعن کرنا یہ ہے کہ جیسا تم کہتے ہو ویسا نہیں اسمیں یہ غلطیاں ہیں اور ارادہ میں عیب ظاہر کرنا یہ ہے کہ اس طرح کہے کہ تمہارا کلام تو درست ہے مگر تم نے اثبات حق کے لیے نہیں کہا بلکہ اسمیں تمہارا کچھ مطلب ہے اور اسکے قائم مقام کہے اور اگر مسائل علمی میں اس قسم کے اعتراض واقع ہوتے ہیں تو اسکو جدل اور جدال کہتے ہیں بہرصورت دونوں برے ہیں انکا ترک کرنا چاہیے جب آدمی کوئی بات سنے اگر سچ ہو تو اسکو مان لے اور اگر جھوٹ ہو اور امور دینی سے متعلق نہو تو چپ ہو رہے عیب جوئی کی کوئی وجہ نہیں ہاں اگر بغرض استفادہ کچھ سوال کرے اور عناد و بغض کو دخل نہو اور عیب بھی نرمی سے بتلا دے تو مضائقہ نہیں اور جدال سے یہ غرض ہوتی ہے کہ دوسرے کے کلام پر اعتراض کرکے اسکو ساکت کرنا اور اسکا نقصان و عجز ظاہر کرنا اور اسکی پہچان یہ ہے کہ متکلم کو اور طرح سمجھا دینا اچھا نہ معلوم ہو بلکہ جدال کرنے والا اسی بات کو ضروری جانے کہ میں ہی متکلم کا قصور علانیہ بتلاؤں تاکہ میرا فضل اور اسکا نقصان کھلجاوے اور اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ جس بات کے نہ کہنے میں گناہ نہوتا ہو اس سے بھی سکوت اختیار کرے اور مراء اور جدال کا سبب یہی ہے کہ آدمی اپنا فضل اور برتری دوسروں پر انکے نقصان کے اظہار سے چاہتا ہے اور یہ دونوں خواہش نفس کے اندر سخت ہیں اظہار فضل قبیل خودستائی سے ہے جو بڑائی اور بزرگی یعنی صفات ربوبیت کے جوش سے پیدا ہوتی ہے اور دوسرے کو ناقص جاننا صفات سبعی کے مقتضا سے بر روے کار آتا ہے کیونکہ درندہ بھی یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو چیرے پھاڑے برابر کرے یا صدمہ و ایذا پہونچاوے غرضکہ یہ دونوں صفتیں آدمی کے حق میں مہلک ہیں اور انکو مراء اور جدال سے زور ہو جاتا ہے پس جو کوئی مراء اور جدال کرتا رہیگا وہ ان صفات مہلکہ کو شہ دیتا رہیگا اور یہ امر حد کراہت سے بڑھکر معصیت میں داخل ہے بشرطیکہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور بحث و تکرار میں یہ بات تو ہمیشہ ہی رہتی ہے کہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور غصہ آوے اور اعتراض کے جواب میں اپنے کلام کی تائید کے لیے جو رطب و یابس حق و باطل بن پڑے پیش کرے اور مدعی کے کلام میں جو کچھ خلل سوجھے بیان کرے اسی طرح بڑھتے بڑھتے آپس میں ایسے لڑتے ہیں جیسے کتے لڑتے ہیں کہ ہر ایک کا ارادہ یہی ہوتا ہے کہ اب کی چوٹ ایسی کرون کہ مدعی کو خوب درد و تکلیف پہونچے اور عجز خاموشی اور عاجزی کے کچھ نہ بن پڑے اور اسکا علاج یہ ہے کہ کبر جس سے کہ اظہار فضل کو چاہتا ہے اور سبعیت جس سے کہ دوسرے کو ناقص کیا چاہتا ہے ان دونوں کو چھوڑ دے اور اسکا بیان کبر و عجب اور غضب کی برائی میں مذکور ہوگا یہاں اسی قدر معلوم کرنا چاہیے کہ ہر ایک بیماری کا علاج اسی طور سے ہوتا ہے کہ اسکا سبب دور کیا جاوے اور از آنجا کہ سبب مراء اور جدال کا یہی دونوں چیزیں ہیں جیسا کہ بیان ہوا پس ان دونوں کو دور کرنے سے علاج انکا ہو جائیگا پھر مراء اور جدال کے ترک کی یہانتک نوبت چاہیے کہ عادت اور طبیعت میں داخل ہو جاوے اور نفس میں کیفیت ایسی جاگزین ہو حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے داود طائی رحمہ سے پوچھا

کہ تمنے عزلت نشینی کیون اختیار کی انھون نے کہا کہ اس جہت سے کہ نفس پر جدال کے چھوڑنے کا مجاہدہ کرون آپ نے فرمایا کہ تو اسطرح کرنا چاہئے کہ لوگون مین بیٹھو انکی سنو اپنی نہ کہو داؤد طائی کہتے ہین کہ مین نے ایسا ہی کیا مگر مجاہدہ نہایت سخت پایا اور در واقع مین یہ صورت مجاہدہ کی بڑی مشکل ہے اسلیے کہ جو شخص غیر سے غلطی سنتا ہو اور اسکی اصل حقیقت کے بتانے پر قادر ہو اسکو صبر کرنا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہے اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حق پر ہوکر مرار چھوڑ دے اسکو جنت اعلیٰ مین مکان ملیگا کیونکہ یہ امر نفس پر نہایت شاق ہے خصوصاً مذاہب اور عقائد مین اسکا زیادہ غلبہ ہوتا ہے کیونکہ بحث امر طبعی تو پہلے ہی سے ہے جب یہ معلوم ہوا کہ فلان عقیدہ کے ظاہر کرنے مین ثواب ہے تو ثواب کی حرص بڑھتی ہے اور طبیعت و شریعت ایک دوسرے کی معاون ہوتی ہین اور یہ بھی ایک خطا ہی ہے صواب نہین ہے کہ اپنی زبان سے اہل قبلہ کو کچھ نہ کہے اور جب کسی اہل بدعت کو دیکھے تو علیحدہ خلوت مین اسکو نصیحت کرے اسطرح کہ جدال کی بو نہ پائی جاوے ورنہ اسکو یہ خیال ہوگا کہ مقرر لوگ اگر چاہتے ہین تو تقریر سے دوسرے کو ساکت کردیتے ہین ایسا ہی کچھ یہ بھی کرتے ہین اس خیال سے بدعت اسکے دل مین پکی ہو جاویگی پس نرمی سے بطور خیرخواہی اسکو سمجھانا چاہیے اگر ان سے فہماوے الا وہ جانے اسکا کام اپنے آپ اس سے کنارہ کرے حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا رحم اللہ من کف لسانہ عن اہل القبلۃ الا باحسن ما یقدر علیہ اور ہشام بن عروہ رضی فرماتے ہین کہ آپ نے اس کلام کو سات بار فرمایا اور جو شخص جدال کا عادی ہوجاتا ہے اور اسکے باعث نفس کو غیرت اور قبول زیادہ پاتا ہے تو اس مین یہ مہلکات زور پکڑ جاتے ہین اور جب سلطان غضب اور کبریا اور محبت عزت وجاہ اسکے جی پر چڑھ آتے ہین تو تاب مقاومت نہین لاتا کیونکہ ان مین ایک ایک کا عیب اگا صفت ایسی ہے کہ اس سے لڑنا مشکل پڑتا ہے جب سب جمع ہوگئے تو خدا ہی بچاوے تو بچے

پانچوین آفت خصومت ہے اور اسمین اور مرار جدال مین یہ فرق ہے کہ مرار اسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے کلام مین عیب ظاہر کرے اور سوائے اسکی تحقیر اور اپنی تفضیل کے اور کوئی مطلب نہو اور جدال امور مذہبی کی بحث سے متعلق ہوتا ہے اور خصومت یہ ہے کہ جھگڑنے سے غرض مال یا کسی حق کا لینا مقصود ہو اور یہ کبھی بے اعتراض ہوتی ہے اور کبھی اعتراض سے اور پہلی دونون چیزین بے اعتراض نہین ہوتین اب معلوم کرنا چاہیے کہ خصومت بھی بری چیز ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصام اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یون روایت حدیث ہے من جادل فی خصومۃ بغیر علم لم یزل فی سخط اللہ حتی ینزع اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ خصومت سے بچنا چاہیے اسلیے کہ وہ دین کو برباد کرتی ہے اور یہ تو ضرب المثل ہو رہا ہے کہ پرہیزگار آدمی دین مین خصومت نہین کیا کرتے مصرع دو صاحب دل نگہدارند موئے ؎ اور ابن قتیبہ فرماتے ہین کہ ایک روز مین بیٹھا تھا بشر بن عبد اللہ میرے پاس کو گذرے پوچھا کہ یہان کیون بیٹھے ہو مین نے کہا کہ مجھ مین اور میرے چچا زاد بھائی مین ایک شی پر تنازع ہے انھون نے کہا کہ تمھارے باپ کا میرے اوپر حق ہے مین چاہتا ہون کہ اسکی مکافات تمسے کرون یہ جان لو کہ خصومت سے زیادہ بڑھکر کوئی بری چیز نہین دین اس سے برباد ہوتا ہے مروت اس سے جاتی رہتی ہے لذت زندگی مفقود ہوتی ہے دل اسی مین الجھا رہتا ہے مین یہ سنکر اٹھا اور گھر کو جانا چاہا میرے طرف ثانی نے کہا کہ کہان چلے مین نے کہا کہ اب مین نزاع نہین کرتا اسنے کہا کہ شاید اب معلوم ہوگیا کہ حق میرا ہی ہے مین نے کہا کہ یہ بات تو نہین لیکن خصومت مین نہین چاہتا اسنے کہا اگر یہی بات ہے تو مجکو اب کچھ دعویٰ نہین وہ شی آپ ہی لے لیجیے یہان یہ شبہہ ہوتا ہے کہ جب انسان کا حق کوئی ظالم دبالے تو اسکے طلب اور حفظ مین خصومت ضرور ہے اسکی مذمت کس طرح ہوسکتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ خصومت ہمیشہ ایک ہی طرح تو نہین ہوتی کبھی جھوٹی بھی ہوتی ہے کبھی بے جانے ہوا کرتی ہے جیسے وکیل جھگڑا کرتے ہین کہ انکو اس بات کا علم نہین ہوتا کہ حق بجانب کسکے ہے مگر وکالت جس طرف ہو کرلیتے ہین اور بے جانے خصومت دوا داہی کرتے ہین

اور کبھی طلب حق میں مقدار واجب سے زیادہ طلبی ہوتی ہی اور جھگڑے میں بقدر حاجت پر اکتفا کرکے زیادہ تر لیچڑپن اور خصومت محض ایذا کے
لیے اور ستانے کے لیے کرتے ہیں اور کبھی بیچ خصومت میں ایسے کلمات ایذا دہندہ پیش کرتے ہیں جنکی حاجت وہ ثبوت اور اظہار حق میں کچھ نہیں
ہوتی اور کبھی باعث خصومت محض عناد پر ہوتی ہی کیونکہ شی متنازعہ فیہ ایسی حقیر ہوتی ہی کہ طرفین کے نزدیک اسکی کچھ حقیقت نہیں ہوتی بلکہ علانیہ
بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ اس نزاع سے ہماری غرض صرف عناد او طرف ثانی کا ہتک ہی ورنہ ایسا مال تو میں جوتی پر مارتا ہوں پس ظاہر ہے
کی خصومت بہت بُری ہی اور اگر مظلوم آدمی اپنی دادرسی کے لیے حجت بطور شریعت کرے اور لیچڑپن اور اسراف اور قدر حاجت سے زیادہ
خصومت نہ کرے اور قصد عناد و ایذا کی درمیان میں نہو تو اسکا فعل حرام نہیں مگر بہتر یہ ہی کہ جبتک بے خصومت راہ نکلے تب تک نالش نا
کرے اسلیے کہ خصومت و جھگڑے میں زبان کو حد اعتدال پر ضبط کرنا دشوار ہی خصومت کے باعث سینہ میں غصہ کی لپٹ اٹھتی ہی اسکے سبب حق
تو بالا سے طاق ہو جاتا ہی صرف طرفین میں کینہ باقی رہتا ہی یہانتک کہ ایک کے رنج سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہی اور اسکی راحت سے
اسکو بے چینی اور ایک دوسرے کی ہتک میں زبان درازیاں ہوتی ہیں پس جو شخص خصومت اول کرتا ہی ان بُری چیزوں میں مبتلا ہوتا ہی
اور ادنی مرتبہ یہ ہی کہ دل پر تشویش غالب ہوتی ہی یہانتک کہ نماز میں بھی یہی دھیان رہتا ہی کہ کسطرح حریف پر غالب ہونا چاہیے
غرضکہ خصومت سے بات بڑھ جاتی ہی قدر واجب پر نہیں رہتی ہی اسلیے گویا منشا ہر ایک شر کا خصومت ٹھہرتی ہی اور یہی حال مراء
اور جدال کا ہی تو بہتر یہی ہی کہ بالکل اسکا باب ہی بند کیا جاوے اور اگر ضرورت ہو تو اسوقت بھی زبان اور قلب کو لوازم خصومت مذکورہ
بالا سے بچاوے اور یہ امر نہایت دشوار ہی ہر چند جو شخص خصومت واجبی پر کفایت کرے وہ گنہگار نہوگا اور نہ اسکی خصومت بُری
کہلائیگی تاہم اگر شی متنازعہ فیہ سے مستغنی ہو اور اسکے پاس اسقدر ہو کہ اسکی کچھ پروا نہ رکھتا ہو تو خصومت کرنے سے گنہگار نہیں تارک اولے
ضرور ہوگا اور خصومت اور مراء و جدال سے ادنی درجہ یہ ہی کہ اچھی طرح بولنا آپس میں چھوٹ جاتا ہی اور طیب کلام کے ثواب سے محروم
رہتا ہی اور طیب کلام کا اقل رتبہ یہ ہی کہ موافقت ظاہر ہو اور اعتراض و طعن سے یہ امر بالکل دور ہی اسواسطے کہ جو شخص دوسرے
سے خصومت اور مراء و جدال کرتا ہی وہ دوسرے کو یا جاہل ٹھہراتا ہی یا جھوٹا پھر طیب کلام کہاں ہی جسکے حق میں آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ یمکنکم من الجنۃ طیب الکلام و اطعام الطعام اور قرآن مجید میں ارشاد ہی وقولوا للناس حسنا اور حضرت ابن عباس رض
فرماتے ہیں کہ اگر خدا کی مخلوق میں سے کوئی تمکو سلام کرے تو اسکے جواب میں تم بھی سلام کرو گو وہ مجوسی ہی کیوں نہو اسلیے کہ خدا تعالے
فرماتا ہی واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا اور مجکو تو اگر فرعون بھی اچھا کلمہ کہے تو اسکا جواب ویسا ہی دوں اور حضرت انس رض سے یہ حدیث منقول
ہی کہ جنت میں بعضے مکان ایسے لطیف و شفاف ہیں کہ باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز معلوم ہوتی ہی اللہ تعالے نے انہیں
اُن لوگوں کے لیے بنایا ہی کہ جو کھانا کھلاتے ہیں اور نرمی سے گفتگو کرتے ہیں اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ
سور نکلا آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح چلا جا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اس جانور سے ایسا فرماتے ہیں فرمایا کہ مجکو بُرا معلوم ہوتا ہی کہ میری
زبان بدی کی عادی ہو اور حدیث شریف میں وارد ہی کہ الکلام الطیبۃ صدقۃ اور فرمایا اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ
اور حضرت عمر رض کا قول ہی کہ نیکی ایک چیز آسان ہی وہ کشادگی پیشانی اور نرمی زبان ہی اور بعض حکما کا قول ہی کہ نرم گفتگو پوشیدہ
کینوں کو دھو ڈالتی ہی اور یہ بھی بعض حکما کا قول ہی کہ خدا تعالے کسی کلام سے ناراض نہیں ہوتا اتنی شرط ہی کہ ہم نشین راضی رہے
پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے پاس بیٹھنے والے سے اچھے کلام کرنے میں دریغ نہ کرے شاید خداوند کریم اسکے عوض میں ثواب
محسنین کا عنایت فرماوے غرضکہ نرم گفتگو میں کتنے فضائل ہیں اور خصومت و مراء اسکی ضد ہیں جنسے آدمی کو وحشت ہوتی ہی عیش
تلخ ہو جاتا ہے غصہ آتا ہے دل کو رنج ہوتا ہے اللہ بچاوے بمنہ وکرمہ

۱۲ یعنی جنت میں جگہ دیگا طیب کلام اور کھلانا کھانا ۱۲ ... اور لوگوں کو نیک بات کہو ... اور جب تمکو دعا دیا کرے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی ۱۲ ترمذی ... ۱۲
... ایک لفظ ... ۱۲
... بخاری و مسلم ... ۱۲
... بخاری و مسلم ... عدی بن حاتم ۱۲

چھٹی آفت کلام کو غضب بنا بنا کر کہنا اور سجع اور قافیہ اور فصاحت کے لیے تکلف کرنا اور تمہید و مقدمات گڑھنے جیسا کہ اکثر مدعیان تقریر کی
عادت ہی اس طرح کا تکلف اور تصنع مذموم ہی حدیث شریف میں ہی کہ انا واتقیاء امتی برآء من التکلف اور فرمایا ان ابغضکم الیّ وابعدکم
منّی مجلسًا الثرثارون المتشدقون المتفیہقون فی الکلام اور حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم یاکلون الوان الطعام
ویلبسون الوان الثیاب ویتشدقون فی الکلام اور فرمایا الا ہلک المتنطعون اور اس جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا متنطع کے معنی تعمق اور مبالغہ کے
ہیں اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ کلام میں لمبا لمبا نا شیطان کی طرف سے ہی اور حضرت عمر بن سعد رضہ ایک روز اپنے باپ کی خدمت میں
کچھ حاجت لیکر آئے اور اسکے لیے ایک تمہید بیان کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنی لمبی حاجت آج تمنے بیان کی کبھی نہیں کی
تھی میں نے سنا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ کلام کو ایسا چبائینگے جیسے گائے گھاس
چباتی ہی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد رضہ کو بیٹے کی تمہید حاجت سے بہت بری معلوم ہوئی اور اسکو سراسر تصنع اور تکلف جانا اور یہ
مذموم ہی اور آفات لسانی سے ہی اور جو قافیہ بندی کہ عادت سے خارج ہو وہ بھی اسی میں داخل ہی گفتگو اور بول چال میں بھی ایسا
تکلف ممنوع ہی چنانچہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیٹ کے بچہ مردہ کی دیت میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا تو ایک شخص ان لوگوں میں
سے بولا کہ اسکا کیا سبب کہ وہ بچہ جو ضائع ہوا اسکا ہم ایسے کا کیسے جرم ہو جس نے نہ پیا نہ کھایا نہ رویا نہ چلایا ایسا خون بہا معاف
ہی کیوں نہ آیا آپ نے فرمایا کہ کیا جاہلوں کی سی قافیہ بندی کرتا ہی غرض کہ آپکو یہ قافیہ اثنا گفتگو میں برا معلوم ہوا اور واقع میں
ایسے کلام میں اثر تکلف کا صاف معلوم ہوتا ہی پس ضرور ہی کہ کلام اس طرح کرے کہ مقصود حاصل ہو جاوے اور مطلب صرف دوسرے
کو سمجھانے سے ہی اسکے سوا جو کچھ ہو وہ تکلف میں داخل ہی جسکی مذمت شرع میں موجود ہی ہاں اسمیں وہ قافیہ بندی داخل نہیں جو خطبا یا
وعظ میں بے افراط و مبالغہ کرتے ہیں کیونکہ مقصود وعظ و تذکیر سے دلوں کا شوق دلانا اور تحریک اور قبض و بسط ہی اور الفاظ کی خوبی
کو اسمیں بڑی تاثیر ہی تو اسمیں عمدہ الفاظ موقع کا ہونا بجا ہی مگر جو محاورے کہ روزمرہ کی حاجات میں بولے جاتے ہیں ان میں
وزن و قافیہ کی کچھ ضرورت نہیں تو ان میں تکلف اور زبان آمیخنے سے کیا فائدہ وہ سراسر مذموم ہی اور باعث اس تمام تصنع کا ریا اور
اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوتا ہی جو شرعًا ناجائز اور ممنوع ہی

ساتویں آفت فحش کہنا اور گالی اور بدزبانی کرنا ہی یہ بھی مذموم اور ممنوع ہی اور اسکا منشا خبث باطنی اور کمینہ پن سے ہوتا ہی اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والفحش فان اللہ تعالے لا یحب الفحش ولا التفحش اور بدر کی لڑائی میں جو مشرک مارے گئے تھے انکے
حق میں بھی گالی دینے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ انکو گالی مت دو کیونکہ جو کچھ تم انکو کہتے ہو انکو تو لگتی نہیں زندہ کو ایذا ہوتی
ہی اور خبردار رہو کہ برا کہنا کمینہ پن ہی اور ایک حدیث شریف میں فرمایا لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی
اور فرمایا الجنۃ حرام علی کل فاحش ان یدخلہا اور فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہونگے کہ دوزخ کے لوگوں کو باوجود انکی ایذا کے اور ایذا دینگے
یعنی وہ تو اپنی مصیبت میں ہونگے کہ کھولتے پانی اور آگ میں دوڑ رہے ہونگے اور اپنی خرابی و تباہی پکار رہے ہونگے اسپر وہ چاروں اور زیادہ
جلنوں کو جلا دینگے ان میں سے ایک شخص ایسا ہوگا کہ اسکے منہ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا تو اس سے پوچھینگے کہ او پھٹکارے ہوئے کہ تیرا
کیا حال ہی تونے ہمکو دکھ پر دکھ دیا وہ کہیگا کہ جو کلمہ برا اور خبیث مجھے سوجھتا تھا اسکو منہ سے کہکر چاٹ کا سا مزا لیا کرتا تھا اور نیز آنحضرت صلی اللہ

۱۲ ناحرام ۱۲ بخاری
بروایت ابن مسعود ۱۲
۱۰ ابو نعیم در حلیہ
بروایت عبد اللہ
بن عمر و بسند ضعیف ۱۲
۱۱ ابن ابی
الدنیا بروایت عطا
بن مانع اور اس شعر
میں اختلاف ہی ۱۲
۱۲ ابن ابی الدنیا
اور اسکی سند میں
ابن ملیقہ ہی ۱۲

علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے عائشہ اگر فحش کوئے آدمی ہوتا تو بڑا بد ہوتا اور فرمایا کہ البذاء والبیان شعبتان من
النفاق اس حدیث مین بیان کے کئی معنی ہو سکتے ہین ایک تو یہ کہ جو شخص اپنے کہنے کی مذمت سکے بیان کرنا یعنی ظاہر کرنا مراد ہو دوسرے یہ کہ
بیان سے بیانہ غرض ہو یعنی چیز کو ایسا بیان اخفاء کے ساتھ کہنا کہ کانون مین داخل ہو جاوے تیسرے یہ کہ امور دینی اور صفات آلہیہ کا بیان
مراد ہو کیونکہ ان چیزون کا مجملاً عوام کے کانون مین ڈال دینا اچھا ہے بہ نسبت اسکے کہ ان مین مبالغہ کیا جاوے اسلیے کہ غالب درجہ کے
بیان سے شک وشبہ پیدا ہوتا ہے اور وسوسے اٹھتے ہین اور مجمل کہدینے سے دل جھٹ پٹ اسکے ماننے کی طرف مائل ہو کر مطمئن ہو جاتا
ہے مگر چونکہ حدیث شریف مین اس لفظ کو بذاء یعنی بکنے کے پاس ذکر فرمایا ہے تو غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے غرض یہی ہے کہ جس
بات سے شرم آتی ہو اسکو پکار کر کہے اور یہ شعبہ نفاق اسوجہ سے ہے کہ ایسے امور مین اغماض اور تغافل ہی برتنا چاہیے کشف
اور بیان نہ کرے اور ایک حدیث مین ہے کہ ان اللہ لا یحب الفاحش المتفحش الصیاح فی الاسواق اور حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہین
کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بیٹھا ہوا تھا اور میرے باپ میرے آگے بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ ان الفحش
والتفاحش لیسا من الاسلام فی شئی وان احسن الناس اسلاما احاسنہم اخلاقا اور ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہین کہ ایسا سنا ہے کہ فحش
اور بکنے والا قیامت کو کتے کی صورت یا اسکے پیٹ مین ہو کر آویگا اور احنف بن قیس یہ فرماتے ہین کہ مین تمکو سب سے زیادہ مرض
بتلائے دیتا ہون وہ زبان بکنے والا اور کمینی عادت ہے پس یہ تو مذمت فحش کی ہوئی اب اسکی تعریف کو سننا چاہیے کہ فحش اسکا نام ہے
کہ امور قبیحہ کو صریح الفاظ سے ذکر کرنا مثلاً شرمگاہ کا نام لینا وغیرہ جیسا کہ اکثر مسخرے دن رات بکا کرتے ہین اور نیک بخت لوگ ایسی
چیزون کا کنایۃً نام لینے سے بچتے ہین ضرورت کے وقت رمز کے طور پر ذکر کرتے ہین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ
اللہ جل شانہ حیا والا ہے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اشارۃً بیان فرماتا ہے دیکھو صحبت کو لمس کے لفظ سے ارشاد کیا ہے پس جماع کے لیے
صحبت اور وقاع اور لمس اور دخول وغیرہ الفاظ کنایات ہین کہ جنمین فحش نہین مگر اسکے لیے بعض الفاظ ایسے کریہ مستعمل ہین کہ ناگفتہ بہ
ہین اکثر گالی وغیرہ دینے مین اسکا استعمال ہوتا ہے اور ان مین سے بھی بعض مین فحش زیادہ ہے اور بعضون مین کم اور ہر ملک و دیار مین
عادت کے اختلاف سے ان مین بھی اختلاف ہے بہر صورت ان مین سے کمتر درجے مکروہ ہین اور زیادہ درجے کے ممنوع اور ان دونون
کے درمیان کے الفاظ مین کہ وہ بھی خالی از خرخشہ نہین اور کچھ فحش جماع ہی پر موقوف نہین ہر ایک امر مکروہ اور کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیے
مثلاً قضاء حاجت کے لیے اگر پاخانہ اور پیشاب کہین تو اور الفاظ کی نسبت بہتر ہے غرضکہ جو الفاظ مکروہ ہین انکو صراحۃً ذکر کرنا نہ چاہیے
ورنہ فحش مین داخل ہوگا اسی طرح عورتون کا ذکر بھی کنایۃً مناسب ہے مثلاً یون نہ کہنا چاہیے کہ تمھاری جورو نے یہ کہا بلکہ اس طرح
بولنا چاہیے کہ گھر مین سے یہ کہا یا پردہ سے یہ آواز آئی یا لڑکون کی مان نے یہ کہا خلاصہ یہ کہ ایسے الفاظ مین کنایہ ہی اچھا ہے تصریح سے
فحش ہو جاویگا علے ہذا القیاس جب کسی کو کوئی گھن کی بیماری ہو مثل برص و جذام و بواسیر وغیرہ کے تو انکا ذکر کرنا اچھا نہین بلکہ اس طرح
ذکر کرے کہ جسکو سخت بیماری ہے یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہے تصریح سے بیان کرنا فحش ہے اور آفت لسان مین داخل ہے علاء بن ہارون
کہتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے ایک بار بغل مین پھوڑا نکلا اور انکی عادت تھی کہ زبان کی حفاظت بہت کرتے تھے ہم انکی عیادت
کو گئے کہ دیکھین اسمین کیا کہینگے ہمنے پوچھا کہ کہان نکلا ہے انھون نے فرمایا کہ ہاتھ کے اندر کی طرف اور سبب فحش کا یا ایذا دینی ہے یا بد لوگون
کی صحبت سے عادت پڑجاتی ہے کہ اکثر انکی عادت گالی کی ہوتی ہے ایک اعرابی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھکو
وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرتا رہ اور اگر تجھ مین کچھ بات دیکھکر کوئی تجھکو عار دلاوے تو تو اسکی بات دیکھکر اسکو عار مت دلا
یعنی اگر کوئی برا کہے تو اسکے جواب مین ویسا ہی مت کہہ اس مین اسکے اوپر وبال رہیگا اور تجھکو ثواب ملیگا اور کسی چیز کو گالی مت دینا

فحش اور بیان دو شعبے ہین نفاق سے اسکو ترمذی و حاکم نے روایت کیا ابو امامہ سے ۱۲ [illegible] ناحق بیہودہ گو بازار مین چیخنے والے کو ابن ابی الدنیا نے روایت کیا جابر سے ضعیف اور طبرانی نے بسند جید بروایت ابو امامہ نقل کیا ہے [illegible] الصیاح فی الاسواق

نہین ہے [illegible] فحش اور بیہودہ گوئی اسلام مین [illegible] اور اچھا ہے [illegible] جو ان سب مین خلق مین اچھا ہو ۱۲ احمد ابن ابی الدنیا ۱۲ [illegible] احمد و طبرانی [illegible] جابر بن سلیم [illegible] ۱۲

اعرابی کہتا ہو کہ پھر مین نے کبھی گالی نہ دی اور عیاض بن حمار رضہ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ ایک آدمی جو مجھسے رتبہ مین کم ہو
مجھکو گالیان دیا کرتا ہو تو اسکا کچھ مضائقہ تو نہین کہ مین بھی اس سے بدلا لیا کرون آپ نے فرمایا کہ گالی گلوج کرنے والے دونون شیطان
ہوتے ہین ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہین اور تہمت لگاتے ہین اور ایک حدیث مین فرمایا سباب المومن فسوق وقتالہ کفر اور فرمایا کہ گالی
لڑنے والے جو کچھ کہتے ہین وہ اسی پر پڑتی ہو جس نے ابتدا کی ہو بشرطیکہ مظلوم حد سے نہ بڑھ جاوے اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے والدین کو گالی
دے اسکو خدا کی پھٹکار ہو اور ایک روایت مین ہو کہ یہ سب کبیرون سے بڑا گناہ ہو کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے لوگون نے عرض کیا
کہ حضرت آدمی ماں باپ کو کیسے گالی دیگا آپ نے فرمایا کہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے اور وہ جواب مین اسکے ماں باپ کو کہے تو گویا اس
گالی کا باعث یہی ہوا

آٹھوین آفت لعنت کرنا یہ امر حیوان اور انسان اور جمادات کے لیے سب کے لیے برا ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المومن
لیس بلعان اور فرمایا لا تلاعنوا بلعنۃ اللہ ولا بغضبہ ولا بجہنم اور حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہین کہ جس قوم نے ایک دوسرے کو لعنت کی
اسپر خدا کی مار ٹھیک ہوتی اور حضرت عمران بن حصین فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر مین تھے ایک انصار کی
عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی اسنے جو کچھ بدی کی تو عورت نے کہا کہ تجھپر خدا کی لعنت ہو آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کا بوجھ وغیرہ اتار کر
ننگا کر دو کہ اب تو وہ ملعون ہو چکی راوی کہتے ہین کہ وہ اونٹنی گویا میری نظرون مین پھرتی ہو کہ لوگون مین پھرا کی تھی اور کوئی اس سے
مزاحمت نہ کرتا تھا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب کوئی زمین کو لعنت کرتا ہو تو وہ کہتی ہو کہ جو ہم مین سے زیادہ
نافرمان اللہ جل شانہ کا ہو اسپر لعنت ہو اور حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضہ
کو سنا کہ کسی اپنے غلام کو لعنت کرتے تھے آپ انکی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا اے ابوبکر کیا صدیق بھی لعنت کیا کرتے ہین کلا ورب الکعبۃ
اس جملہ کو کئی بار ارشاد فرمایا حضرت ابوبکر رضہ نے اسی روز اس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ کی خدمت مین آکر عرض کیا کہ اب مین کبھی ایسی
خطا نہ کرونگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ ان اللعانین لا یکونون شفعاء ولا شہداء یوم القیامۃ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ ایک شخص
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اونٹ پر جاتا تھا اسنے اپنے اونٹ کو لعنت کی آپ نے فرمایا کہ اے عبد اللہ ملعون اونٹ پر ہمارے
ساتھ مت چلو اور یہ اسلیے فرمایا کہ اسکو معلوم ہو کہ آپ کو یہ لعنت کہنا برا معلوم ہوا اور لعنت کے معنی یہ ہین کہ خدا کے یہان سے دور
نکال دینا پس یہ لفظ اسی پر بولنا درست ہوگا کہ جسمین ایسی صفت پائی جاوے جس سے اللہ تعالے سے بعد ہوتا ہو اور وہ صفت کفر و
ظلم کی ہو تو یہ کہنا جائز ہو کہ ظالمون پر خدا کی لعنت اور کافرون پر خدا کی لعنت غرض جو الفاظ شرع مین وارد ہوئے انھین الفاظ سے کہنا
چاہیے کیونکہ لعنت مین خطر بھی ہو اسلیے کہ یہ غیب دانی کا دعوی ہو کہ اسکے ملعون کو خدا نے دور کر دیا یہ بات تو سوا خدا کے اور کوئی نہین
جان سکتا یا خداوند کریم اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بتلا دے تو انکو اسکا علم ہو سکتا ہو غیر کو کس طرح علم ہو سکتا ہو اب یہ معلوم
کرنا چاہیے کہ جو صفات مقتضی لعنت کے ہین وہ تین ہین کفر و بدعت اور فسق اور ان مین لعنت کرنے کے تین طور ہین پہلا تو یہ کہ
وصف عام کے ساتھ لعنت کرے مثلاً یون کہے کہ کافرون اور بدعتیون اور فاسقون پر خدا کی لعنت ہو دوسرا یہ کہ وصف کو اس سے
کچھ خاص کر کے کہے جیسے خدا کی لعنت یہود و نصاری و مجوس و قدریہ و خوارج و روافض و زانی و ظالم و سود خوار پر اور یہ دونون طریق
جائز ہین مگر اہل بدعت پر لعنت کہنے مین تردد ہو کیونکہ بدعت کا پہچاننا امر مشکل ہو اور حدیث شریف مین کوئی لفظ اسکے لیے وارد نہین تو
عوام کو اس سے روکنا چاہیے ورنہ لوگون مین نزاع اور فساد پیدا ہوگا تیسرا طور لعنت کا یہ ہو کہ کسی شخص معین پر ہو اور یہ محل خطر کا
مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہو تو اسکو نہ کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہو اور اسکی تفصیل یہ ہو کہ جس شخص پر شرع مین لعنت ثابت

مرگئی ہو ایسے لوگوں میں صفائی نہیں جیسے ملعون کہنا کہ فرعون خواہ ابوجہل پر خدا کی لعنت کیونکہ شرعاً ثابت ہے کہ یہ دونوں کفر پر مرے لیکن ایسی حالت کے کسی شخص معین پر کہ کوئی فرقہ کیوں نہ ہو لعنت کرنا اچھا نہیں شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کرے اور ایماندار ہو جاوے تو پھر کس طرح اسکو خدا کی رحمت سے دور کہہ سکتے ہیں پس اگر کوئی یوں کہے کہ جیسا مسلمان کو حالت اسلام میں رحمہ اللہ کہہ سکتے ہیں ایسا ہی کافر کو بھی جب وہ کفر کی حالت میں ہو لعنت کرنا درست چاہیے اور جیسا کافر میں احتمال ہے کہ مسلم ہو کر مرے ویسا ہی مسلمان میں شبہ ہے کہ کافر ہو کر مرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ رحمہ اللہ سے مراد یہ ہے کہ خدا اسکو مرتے دم تک مسلمان رکھے جس سے قابل رحمت ہو اور یہ بات لعنت میں ممکن نہیں یعنی نہیں کہہ سکتے کہ خدا فلانے کو کافر رکھے جو لعنت کا سبب ہوا اسلیے کہ یہ کفر کا سوال ہوا اور ایسا سوال خود کفر ہے ہاں اگر یوں کہے تو ہو سکتا ہے کہ اگر کفر پر مرے تو خدا کی لعنت ہو اور اگر اسلام پر مرے تو لعنت نہو اور یہ امر بھی محظور ہے اسلیے کہ تردد ہی رہا یہ حال معلوم کیسے ہو سکتا ہے کہ خاتمہ کیا ہوگا اور لعنت نہ کرنے میں کچھ بھی خطرہ نہیں پس جب کافر کا یہ حال ہوا تو ظاہر ہے کہ فاسق اور بدعتی کو بطریق اولیٰ لعنت نہ کرنا چاہیے اسلیے کہ آدمی کا حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا کیا معلوم ہے کہ انجام کیا ہو جاوے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر سکتے تھے کہ اسکا انجام کیا ہوگا اسلیے جنکا حال معلوم ہو گیا تھا انکے لیے بددعا کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے اللھم علیک بابی جہل بن ہشام و عتبہ بن ربیعہ اور جو لوگ کہ جنگ بدر میں کافر مارے گئے انکو بھی لعنت و بددعا میں شامل فرماتے تھے مگر جنکا انجام معلوم نہ تھا جیسے اسکو لعنت کرتے تو خدا تعالیٰ نے منع فرمایا چنانچہ آپ ہمیشہ نماز میں بعد رکوع قنوت میں ان لوگوں کو لعنت کرتے رہتے جنہوں نے بیر معونہ کے لوگوں کو مارا تھا اسی وقت یہ آیت اتری لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون یعنی شاید وہ مسلمان ہی ہو جاویں تمنے کیسے جانا کہ وہ ملعون ہیں اسیطرح اگر ہمکو بھی کسی کا حال معلوم ہو جاوے کہ خاتمہ کفر پر ہوا ہے تو اسکو لعنت اور برا کہنا درست ہے بشرطیکہ اسمیں کسی مسلمان کو ایذا نہوتی ہو ورنہ اسپر بھی لعنت درست نہیں چنانچہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا اثنا کو تشریف لیے جاتے تھے حضرت ابوبکر رض سے ایک قبر کا حال پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے آپ نے عرض کیا کہ یہ قبر سعید بن عاص کی ہے یہ شخص خدا اور رسول سے سرکش رہتا تھا اسکا لڑکا عمرو بن سعید جو ہمراہ تھا اس بات سے خشمناک ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ قبر اس شخص کی ہے کہ ابوبکر رض کے باپ ابو قحافہ سے زیادہ کھانا کھلاتا تھا اور اسکی نسبت زیادہ شجاع تھا پس حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ آپ ملاحظہ فرماویں کہ یہ مجھے کیسی بات کہتا ہے آپ نے اسکو منع کر دیا اور انکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب کفار کا ذکر کیا کرو تو عام طور پر کہا کرو اور تخصیص میں انکی اولاد برا مانیگی تو لوگوں نے خاص کو برا کہنا چھوڑ دیا اور نعیمان شراب پیا کرتا کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اسکو سزا ہوئی پس بعض صحابہ نے کہا کہ خدا کی لعنت اس شخص پر اکثر یہی پکڑا آتا ہے آپ نے فرمایا کہ لا تکن عونا للشیطان علی اخیک اور بعض روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا لا تقل ھذا فانہ یحب اللہ و رسولہ غرضکہ شخص معین کی لعنت سے اسکو روک دیا اس سے معلوم ہوا کہ معین آدمی فاسق کی لعنت جائز نہیں حاصل کلام یہ ہے کہ معین لوگوں کی لعنت میں خرابی ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان ہی کو لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں شیطان سے بڑھکر تو کوئی اور کیا ہوگا رہا یزید کی لعنت کا حال کہ اگر اسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اجازت قتل دی تو اسکو لعنت کہنا درست ہے یا نہیں تو اسکا یہ حال ہے کہ قتل و اجازت دونوں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی لعنت کا تو کیا ذکر ہے جب تک اسکا قتل و اجازت ثابت نہو تب تک اسکو قاتل اور اجازت دہ بھی نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ قتل گناہ کبیرہ ہے اسکی نسبت مسلمان کی طرف بلا ثبوت کامل نہیں ہو سکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر یا فاسق کہے اگر وہ ایسا نہوگا تو یہ لفظ کہنے والے ہی پر لوٹ آویگا اور فرمایا ما شھد رجل علی رجل بالکفر الا باء بہ احدھما ان کان کافرا فھو کما قال وان لم یکن کافرا فقد کفر بتکفیرہ اور یہ اسوقت ہے کہ مسلمان جانکر کافر کہے لیکن اگر بدعت

وغیرہ کے سبب سے اسکو کافر کہا تو خطا دار ہوگا کافر نہوگا اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھکو منع کرتا ہوں مسلمان کو گالی دینے اور امام عادل کی نافرمانی کرنے اور مردوں کے حال سے تعرض کرنا بہت سخت ہی مسروق فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا تو انھوں نے کہا کہ فلانے شخص کا کیا حال ہی اسپر خدا کی لعنت ہو میں نے عرض کیا کہ وہ مر گیا انھوں نے فرمایا کہ تو خدا اسپر رحم کرے میں نے پوچھا یہ کیا بات ہی انھوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا اور فرمایا لا تسبوا الاموات فتؤذوا به الاحیاء اور نیز فرمایا ایہا الناس احفظونی فی اصحابی واخوانی واصہاری ولا تسبوہم ایہا الناس اذا مات المیت فاذکروا منہ خیرا اب اگر کوئی یوں کہے کہ یہ بھی کہنا جائز ہی یا نہیں کہ قاتل امام حسین علیہ السلام یا قتل کی اجازت دہندہ پر خدا کی لعنت ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ بہتر یہ ہی کہ یوں کہے اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبل توبہ مرا ہو تو اسپر خدا کی لعنت ہو کیونکہ یہ احتمال ہی کہ شاید بعد توبہ مرا ہو دیکھو کہ وحشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حالت کفر میں شہید کیا تھا مگر پھر مسلمان ہوکر کفر اور قتل سے سب سے توبہ کرلی اب نہیں ہوسکتا کہ کوئی انکو لعنت کرے علاوہ اسکے قتل گناہ کبیرہ ہی اسکا مرتکب مطلق تو ہو ہی نہیں جاتا اس لیے اگر توبہ کی قید نہ لگائیگا تو لعن میں سوء خطر ہی اور سکوت میں کچھ بھی خطر نہیں تو سکوت ہی بہتر ہی اور ہم جو یزید کی لعنت کا یہاں ذکر کیا تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن کے باب میں جہت سے زبان کھول دیتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں آچکا ہی کہ مومن لعنت کنندہ نہیں ہوتا تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مرگیا ہو اسکے سوا پر زبان لعن نہ کھولیں اور اگر لعنت ہی کو دل چاہے تو میں شخص کا ذکر نہ کریں وصف عام کے طور پر لعنت کریں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس سے تو یہی بہتر ہی کہ آدمی کچھ ذکر خدا کرے اور اگر نہو سکے تو چپ رہنے میں سلامتی ہی مع خوشی بیٹھے وارد کہ در گفتن نیست آید مکی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ہم ابن عون کے پاس تھے اسمیں بلال بن ابی بردہ کا ذکر چلا تو لوگ لعنت و مذمت کرنے لگے ابن عون چپکے سنا کیے لوگوں نے انسے کہا کہ تمہیں یاد ہی جو اسنے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا آپ اسکو برا کیوں نہیں کہتے آپ نے فرمایا کہ قیامت کو نامہ اعمال میں کچھ دو باتیں ہونگی ایک لا الہ الا اللہ اور دوسرے فلانے نے فلان کو لعنت کی تو مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ میرے نامہ اعمال میں اول کلمہ نکلے دوسرا نہ نکلے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھکو کچھ وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ یہی وصیت ہی کہ بہت لعنت مت کیا کرو اور ابن عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ دشمن وہ ہی جو کثرت سے لعن و طعن کیا کرے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ مومن کو لعنت کرنا اسکے قتل کے برابر ہی اور حماد بن زید جو اس قول کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ اگر اس قول کو میں حدیث کہوں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں اور واقع میں ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث نقل کی ہی کہ من لعن مومنا فہو مثل ان یقتلہ اور کسی کو کوسنا بھی لعنت کے قریب ہی ہی یہانتک کہ ظالم کے حق میں یوں کہنا کہ خدا اسکو اچھا اور تندرست نہ کرے اور اسکو موت آوے وغیرہ بھی برا ہی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ ان المظلوم لیدعو علی الظالم حتی یکافیہ ثم یبقی للظالم عندہ فضلۃ یوم القیامۃ

نویں آفت راگ اور شعر ہی باب سماع میں ہم لکھ چکے ہیں کہ راگ میں سے کونسا حرام اور کونسا حلال ہی اسکے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں اور شعر کا یہ حال ہی کہ اسمیں سے اچھا اچھا ہی اور برا برا اگر اسطرح کہنا کہ اسی کا ہو رہے یہ البتہ مذموم ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لان یمتلی جوف احدکم قیحا حتی یریہ خیر لہ من ان یمتلی شعرا اور مسروق رضی اللہ عنہ سے کسی نے کوئی بیت پڑھی تو انکو برا معلوم ہوا لوگوں نے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میرے نامہ اعمال میں شعر نکلے اور بعض اکابر سے کسی نے کوئی شعر پوچھا تو آپ نے

فرمایا کہ اسکے عوض میں خدا کا ذکر کرو تو بہتر ہی خلاصہ یہ کہ شعر پڑھنا اور بنانا حرام نہیں ہی بشرطیکہ اسمیں کوئی کلام بیجا نہو کیونکہ حدیث صحیح ہی کہ ان من الشعر الحکمۃ مگر اتنی بات ہی کہ شعر میں اکثر مدح اور ہجو اور عورتوں کا ذکر ہوتا ہی اور اسمیں دروغ کو گنجائش ہی ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان ابن ثابت انصاری رضہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کی ہجو بیان کرو اور مدح میں مبالغہ کرنے سے گو کسی قدر جھوٹ بھی ہو جاوے حرمت نہیں ہوتی مثلاً سخاوت کی تعریف میں اسطرح کہا جاوے کہ جو مانگے جان کوئی اس سے کچھ نہ عذر کرے + دے حضور جو سائل کو بھی ہنسا اکا خوف + تو اگر ممدوح سخی نہو گا تو شاعر جھوٹا ہی ورنہ اگر سخی ہو گا تو مبالغہ شعر میں کچھ ادر ہی نہیں بلکہ ہیچ اکا دیتا ہی اسکا اعتقاد تو مقصود ہوتا ہی نہیں علاوہ اسکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار ایسے پڑھے گئے ہیں کہ اگر ان میں تلاش کیجاوے تو مضامین مبالغہ کے نکلینگے حالانکہ آپنے منع نہیں فرمایا حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ میں ایک روز سوت کات رہی تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی ٹانک رہے تھے میں نے جو آپ کی طرف دیکھا تو یہ نظر آیا کہ پیشانی مبارک عرق آلود ہی اور قطرات عرق روشنی میں کہکشان کی بہار دکھا رہے ہیں میں دیکھتی ہی اس حسن خداداد پر حیران رہگئی آپ نے جو میری حیرانی کی طرف ملاحظہ فرمایا تو پوچھا کہ ایسی مبہوت کیوں ہو رہی ہو میں نے عرض کیا کہ آپکے آب جبیں پیشانی سے جو نور کی لہر اٹھ رہی ہی اس ورطہ حیرت میں ہوں اگر آپکو ابوبکر ہذلی دیکھتا تو جانتا کہ اسکے شعر کے مصداق آپ ہی ہیں آپ نے فرمایا کہ اسکے شعر کیا ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ دو شعر ہیں ہے ومبرأ من کل غبر حیضۃ وفساد مرضعۃ وداء مغیل + واذا نظرت الی اسرۃ وجہہ برقت کبرق العارض المتہلل انکا خلاصہ یہ ہی ہے خیر مایہ ہست از صفا بدنت + تراقبالب خورشید و ماہ ریختہ اند + ہے بچہرہ عرق آلود او نگر کہ سحر + در آفتاب قیامت نمودیدہ دین را + حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ آپنے اپنا کام چھوڑکر میری پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ جزاک اللہ خیراً یا عائشہ تو مجھ سے اتنی خوش نہیں ہوئی ہوگی جتنا میں تجھ سے راضی ہوا اور جب جنگ حنین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو عباس بن مرداس کو چار اونٹ مرحمت فرمائے وہ چلے گئے اور ایک قصیدہ شعر اپنی زیادتی استحقاق اور شکایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا لکھا آپنے لوگوں سے فرمایا کہ اسکی شکایت رفع کرو حضرت ابوبکر صدیق رضہ اسکو اپنے ساتھ لیگئے یہانتک کہ انھوں نے سو اونٹ پسند کیے پھر تو سب میں زیادہ وہی راضی خوش تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب بھی کچھ شعر کہا کرتے ہو انھوں نے عذر و معذرت کرنی شروع کی اور عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنی زبان پر شعر کو ایسا پاتا ہوں جیسے چیونٹی چلتی ہو جسطرح وہ چیونٹی کی طرح میری زبان میں کاٹنے لگتی ہی تو کچھ کہہ لیتا ہوں بے کہے چارہ نہیں آپ تبسم ہوئے اور فرمایا کہ عرب کے لوگ شعر گوئی نہ چھوڑینگے جبتک کہ اونٹ بلبلاتے رہینگے

دسویں آفت ہنسی ٹھٹھا ہی اصل میں یہ بھی بری اور ممنوع ہی مگر تھوڑی سی کا مضائقہ نہیں حدیث شریف میں ہی لاتمار اخاک و لاتمازحہ پس اگر یہ کہو کہ بات کاٹنی اور اعتراض کرنے میں تو ایذا ہوتی ہی کہ دوسرے کو جھوٹا یا جاہل قرار دیتے ہیں مزاح میں تو یہ بات نہیں اس سے صرف چہل اور دل لگی ہوتی ہی پھر کیوں ممنوع ہی پس جاننا چاہیے کہ ہنسی کی افراط اور مداومت ممنوع ہی مداومت سے تو دل ہمیشہ کھیل اور ہزلیات میں مصروف ہوجاتا ہی اور کھیل اگرچہ مباح ہی ہو مگر ہمیشہ اسکا مرتکب ہونا ممنوع ہی اور افراط ہنسی سے قہقہہ ہوتا ہی جس سے دل مرجاتا ہی اور دل میں بغض پیدا ہوتا ہی اور ہیبت و وقار اٹھ جاتا ہی اور اگر ہنسی ان عیوب سے پاک ہو تو مذموم نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہی کہ آپنے فرمایا انی لامزح ولا اقول الا حقا پس یہ آپ ہی کا کام تھا کہ اس بات پر قادر تھے کہ ہنسی و دل لگی میں امر حق کو فروگذاشت نکریں دوسرا شخص اگر اسکی سلسلہ جنبانی کرتا ہی اسکا مقصود تو یہی ہوتا ہی کہ جسطرح بنے لوگوں کو ہنسائے حالانکہ حدیث شریف میں ہی کہ آدمی وہ بات کرتا ہی جس سے اسکے پاس والے ہنسیں اور اسکی باعث دوزخ میں ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہی اور حضرت عمر رضہ

فرماتے ہیں کہ جو بہت ہنستا ہو اُسکی ہیبت کم ہوتی ہی اور جو چہل کرتا ہی نظروں میں سبک ہو جاتا ہی اور جو ایک چیز کو زیادہ کرتا ہو وہ اُسکی حقیقت کو جان جاتا ہی اور جو زیادہ بولتا ہو وہ زیادہ غلطی کرتا ہی اور جو زیادہ غلطی کرتا ہی کمبخت حیا کم ہوتی ہی اور جو حیا کم رکھتا ہی اُسکا ورع بھی کم ہوتا ہی اور جو پرہیز کم کرتا ہی اُسکا دل مرجاتا ہی اور ہنسی کے باعث آخرت سے غفلت پائی جاتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا ولضحکتم قلیلا[1] اور ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا کہ تمکو یہ بھی خبر ہی کہ دوزخ میں جانا پڑیگا اُسنے جواب دیا کہ ہاں معلوم ہی اُسنے کہا یہ بھی معلوم ہی کہ اُس سے نکلنا بھی نصیب ہوگا جواب دیا کہ یہ تو معلوم نہیں کہا کہ پھر خوشی کس چیز سے کر رہے ہو کہتے ہیں کہ پھر کسی نے اُسکو مرتے دم تک ہنستے نہ دیکھا اور یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ حسن رضی اللہ عنہ تیس برس تک نہ ہنسے اور عطا سلمی کی نقل ہی کہ وہ چالیس برس تک نہ ہنسے اور وہب بن الورد نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ عید الفطر میں ہنس رہے ہیں آپنے فرمایا کہ اگر انکی مغفرت ہو گئی ہی تو یہ فعل شکر کرنیوالوں کا نہیں اور اگر مغفرت نہیں ہوئی تو یہ کام خوف کرنیوالوں کا سا نہیں اور حضرت عبداللہ بن ابی یعلی فرماتے ہیں کہ میاں ہنستے کیا ہو شاید تمہارا کفن دھوبی کے یہاں سے دھل کر آگیا ہو پہنو سو بہت جلد آؤ اسلئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو گناہ کر کے ہنستا ہو وہ دوزخ میں روتا جاویگا اور محمد بن واسع فرماتے ہیں کہ جیسا کوئی جنت میں جاکر روئے تو تعجب کی بات ہی ایسے ہی دنیا میں ہنستا ہی اور اپنے خاتمہ اور انجام کا حال نہیں جانتا یہ جنت کے رونے سے بھی زیادہ تعجب بات ہی یہ ہنسی تو مذموم ہی لیکن تبسم کرنا کہ دانت کھل جائیں اور آواز نہ نکلے محمود ہی اور ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی تھی جیسا کہ قاسم مولی معاویہ سے مروی ہی کہ ایک اعرابی اونٹ پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا اور پوچھنا چاہا اونٹ آگے بڑھنے لگا وہ ہر دفعہ روکتا اور اونٹ شرارت کرتا یہانتک کہ اُسکو گرا دیا اور وہ مرگیا لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اونٹ نے اعرابی کو پٹک دیا اور وہ مر گیا آپنے فرمایا ہاں تمہارے منہ خون سے بھرا ہوا ہی[3] اور مزاح بھی حد سے زیادہ ہو تو مذموم ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو ہنسی کرتا ہی وہ خفیف ہو جاتا ہی اور محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ میری ماں نے مجھکو نصیحت کی ہی کہ لڑکوں سے چہل مت کرنا ورنہ انکی نظروں میں ہلکا ہو جاویگا اور سعید بن العاص نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا شریف آدمی سے ہنسی کر کہ تجھ سے دشمنی کریگا اور نہ کمینے سے ہنسی کر کہ تجھ پر جرات کرنے لگیگا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا سے ڈرو اور ہنسی سے کوسوں بھاگو کہ اس سے کینہ ہوتا ہی اور انجام تمہارا ہوتا ہی قرآن کا ذکر کیا کرو اور اگر کر ان معلوم ہو تو عمدہ حالات مردوں کے بیان کیا کرو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمکو یہ معلوم ہی کہ ہنسی کا نام مزاح کیوں ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ ہمکو نہیں معلوم آپنے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ مزاح مشتق زیح سے ہی جسکے معنی دوری کے ہیں تو اس سے یہ غرض ہوئی کہ مزاح حق سے دور کرتا ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ مزاح سے عقل سلب ہو جاتی ہی دوست الگ ہو جاتے ہیں اب معلوم کرنا چاہیے کہ اگر شاذ و نادر کوئی ایسا شخص ہو کہ مزاح میں حق کے سوا کچھ نہ کہے کسی کو ایذا نہ دے اور نہ اذا کرے بلکہ کبھی کبھی کیا کرے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کا دستور تھا تو اس طرح کے مزاح میں کچھ مضائقہ نہیں مگر بڑی غلطی کی بات ہی کہ آدمی مزاح اپنا پیشہ و عادت کر لے اور حد اعتدال کے درجہ کو پہونچا دے اور پھر دعوی کرے کہ میں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کا اتباع کرتا ہوں اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی دن بھر طعام الفت کے ساتھ انکو تکتا پھرے اور ناچ دیکھے اور کہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عید کے روز ناچ دیکھنے کی اجازت دی تھی حالانکہ یہ غلط ہی اسلئے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہی بلکہ مباح چیز وں پر اصرار بھی بعض اوقات گناہ صغیرہ ہو جاتا ہی اس بات کو خوب یاد کر لینا چاہیے ہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے

[1] اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں تو بہت سا روؤ اور تھوڑا ہنسو ۱۲ بخاری و مسلم بروایت انس و عائشہ رضی اللہ عنہما ۱۲ [2] بشیر گذری ۱۲ [3] ابن مبارک نے زہد میں بروایت قاسم مولی معاویہ مرسلا ۱۲ [4] بشیر گذری ۱۲

ہنسے وہ یہاں لکھے دیتے ہیں تاکہ وہ اسکو نہ ٹپکے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ہم سے مزاح کرتے ہیں فرمایا کہ البتہ اگرچہ میں مزاح کرتا ہوں تو سچ بات کے سوا کچھ نہیں کہتا اور عطاء رح روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی کیا کرتے تھے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ کرتے تھے اسنے پوچھا کہ کسطرح کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ ایک روز آپ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو ایک تھان دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسکو پہنو اور خدا کا شکر کرو اور اس میں سے دلہن کے دامن بنا دو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے اور لوگوں کی نسبت زیادہ ہنسی فرماتے تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے اور حضرت حسن رضہ سے روایت ہے کہ ایک بڑھیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اس سے فرمایا کہ جنت میں بڑھیا کوئی نجائیگی وہ رونے لگی آپ نے فرمایا کہ تو اسوقت بڑھیا نہ رہیگی خدا تعالے فرماتا ہے انا انشانا ھن انشاء فجعلناھن ابکارا اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت ام ایمن نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ آپ کو میرا شوہر بلاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی ہے نہیں کہ جسکی آنکھ میں سفیدی ہے اسنے عرض کیا کہ اسکی آنکھیں تو اچھی ہیں ان میں سفیدی نہیں آپ نے فرمایا کہ بیشک ہے اسنے قسم کھائی کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص نہیں جسکی آنکھ میں سفیدی نہیں یعنی حدقہ چشم ہر ایک انسان کا سیاہ اور سفیدی دونوں رکھتا ہے اور ایک اور عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو ایک اونٹ سواری کو دیجئے آپ نے فرمایا کہ ہم تیری سواری کے لیے اونٹ کا بچہ دینگے اسنے عرض کیا کہ بچہ لیکر میں کیا کرونگی وہ مجھے کیسے اٹھا ویگا آپ نے فرمایا جو اونٹ ہوتا ہے وہ اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے بس آپ کا مزاح اسی طرح کا ہوتا تھا اور نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا تھا اسکا نام ابو عمیر تھا ایک لال اسنے پالا تھا اور اس سے کھیلا کرتا جب آپ اسکے گھر جاتے تو آپ لڑکے سے فرماتے یا اباعمیر ما فعل النغیر اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جنگ بدر میں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی آپ نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑیں دیکھیں کون آگے نکلجاتے میں نے اپنا دوپٹہ مضبوط باندھ لیا اور ایک نشان کھینچا اسپر کھڑی ہوئی اور دوڑی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کا بدلہ ہے ذی المجاز ایک جگہ کا نام ہے جب حضرت عائشہ رض چھوٹی تھیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو کچھ لینے کو بھیجا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار کیا اور لیکر بھاگیں آپ انکے پیچھے دوڑے مگر وہ ہاتھ نہ آئیں اسی قصہ کو حضرت نے اسوقت یاد دلایا چنانچہ ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ اول دفعہ جو میں آپ کے ساتھ دوڑی تو آگے نکل گئی مگر دوبارہ جب میں فربہ ہو گئی اور دوڑی تو آپ آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ اول دفعہ کا بدلہ ہے اور نیز فرماتی ہیں کہ ایک روز آپ میرے گھر میں تھے اور بی بی سودہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں میں نے حلیہ تیار کیا اور سودہ رض سے کہا کہ کھاؤ انھوں نے کہا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا میں نے کہا کھاؤ تو کھاؤ نہیں تو تمھارے منھ پر مل دونگی انھوں نے کہا کہ میں تو نہیں کھاؤنگی میں نے پیالہ میں سے لیکر انکے منھ پر لیپ دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے بیچ میں بیٹھے تھے اپنا پاؤں بیچ میں سے ہٹا لیا تاکہ وہ بھی اپنا عوض مجھ سے لیں انھوں نے پیالہ میں ہاتھ ڈالکر میرے منھ پر پھیر دیا آپ بیٹھے ہنستے رہے اور ضحاک بن سفیان کلابی نہایت بدصورت آدمی تھے جب وہ بیعت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رض بھی موجود تھیں اور اسوقت تک پردہ کا حکم نہوا تھا بیعت کے بعد انھوں نے عرض کیا کہ میرے پاس دو بیبیاں اس سرخ عورت یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اچھی ہیں اگر آپ نکاح کریں تو ایک کو میں آپکے واسطے بھیجدوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

۱۶ ترمذی نے نقل کی ۱۲ ... یعنی وہ عورتیں اٹھائیں ایک اٹھان پر پھر کیا ہم نے انکو کنواریاں ۱۲ ... زبیر بن بکار و ابن ابی الدنیا ...

اُنسے پوچھا کہ وہ خوبصورت ہین یا تم اُنھون نے کہا کہ مین اُنسے کہین اچھا ہون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سوال وجواب سے ہنس پڑے کہ ایسی صورت ہونے پر اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہین اور حضرت علقمہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو گود مین لیے ہوئے انکے سامنے اپنی زبان نکال رہے تھے اور وہ زبان مبارک کو دیکھ دیکھ خوش ہو رہے تھے اتنے مین عیینہ بن بدر فزاری نے کہا کہ میرے جو لڑکا ہوتا ہے اسکی داڑھی نکلنے تک ابھی مین کبھی پیار نہین کرتا آپنے فرمایا من لا یرحم لا یرحم پس اسطرح کی ہنسی عورتون اور لڑکون سے آپ کیا کرتے تھے اور یہ گویا کہ ان دونون فریق کے ضعف دل کے علاج کے طور پر تھی نہ کہ لطیفے وغیرہ کے طور پر اور ایکبار صہیب رومی کی آنکھ مین درد تھا اور چھوہارا کھاتے تھے آپنے فرمایا کہ تمھاری آنکھ دکھتی ہے اور چھوہارا کھاتے ہو انھون نے عرض کیا کہ حضرت مین دوسری ڈاڑھ سے کھاتا ہون آپ اتنے ہنسے کہ کچلیان ظاہر ہونے لگین اور روایت ہے کہ خوات بن جبیر انصاری بنی کعب کی عورتون مین مکہ معظمہ کی راہ پر بیٹھے ہوئے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ادھر سے ہوا فرمایا کہ تم ان عورتون مین کیون بیٹھے ہو انھون نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اونٹ شریر ہے اسکے لیے اُنسے رسی بٹوا رہا ہون آپ اپنے کام کو تشریف لیگئے جب وہان سے پھرے تو پوچھا اُسنے فرمایا کہ اُس اونٹ نے ابھی شرارت نہین چھوڑی خوات کہتے ہین کہ مجھے شرم آگئی اور چپ ہو رہا اور اسکے بعد جہان کہین حضرت کو دیکھتا شرم کے مارے بھاگ جاتا یہانتک کہ مین مدینہ منورہ مین آکر مشرف باسلام ہوا ایک روز مین مسجد مین نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے مین نے بڑی رکعتین پڑھنی شروع کین آپنے فرمایا کہ طویل نماز مت پڑھو مین تمھارا منتظر ہون جب مین نے سلام پھیرا تو آپنے فرمایا کہ اُس اونٹ نے اب تک شرارت نہین چھوڑی مین مارے شرم کے کچھ نہ کہہ سکا آپ تشریف لیگئے مگر میرا یہ حال تھا کہ آپ سے بھاگا پھرتا تھا ایک روز آپ دراز گوش پر سوار تھے اور دونون پاے مبارک ایک ہی طرف کو کرلیے تھے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ ابتک اونٹ نے شرارت چھوڑی کہ نہین مین نے عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپکو رسول برحق کیا ہے جس روز سے مین مسلمان ہوا ہون اُس روز سے کبھی بدذاتی نہین کی آپنے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر الہی اس شخص کو ہدایت فرما اللہ تعالے نے انکو ہدایت کی اور بڑے اچھے مسلمان ہوئے اور نعیمان انصاری ایک مسخرا آدمی تھا مگر شراب بہت پیتا تھا جب حضرت کی خدمت مین اسکو لاتے تو آپ اپنی جوتی سے اسکو مارتے اور اصحاب کو فرماتے وہ بھی جوتیان لگاتے جب بہت دفعہ پٹا تو ایک شخص نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ خدا تجھپر لعنت کرے آپنے اسکو فرمایا کہ یون مت کہو یہ آدمی اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے اور حال نعیمان کا یہ تھا کہ مدینہ منورہ مین کبھی دودھ یا کوئی نئی چیز آتی تو اس مین سے خرید کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین لاتا اور کہتا کہ یا حضرت یہ چیز مین نے آپ ہی کے لیے مول لی ہے اور ہدیہ لایا ہون جب اُس چیز کا مالک دام لینے آتا تو اسکو بھی آپ کی خدمت مین لاتا اور عرض کرتا کہ فلان چیز کے دام اسکو عنایت فرمائیے آپ فرماتے کہ وہ تو تونے ہدیہ دی تھی عرض کرتا کہ میرے پاس دام نہ تھا مگر میرا دل یون چاہتا تھا کہ آپ اسکو کھاوین اسلیے کہ دیا تھا آپ ہنس کر دام دلوا دیتے پس اسطرح کے مطایبات کبھی کبھی جائز ہین اُنپر دوام کرنا برا ہے اور زیادہ ہنسی سے دل مرجاتا ہے۔

گیارھوین آفت مسخراپن اور دوسرے کو بنانا اور ٹھٹھول کرنا ہے اگر اس سے دوسرے کو ایذا ہو تو حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے یا ایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منہم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منہن اور مسخر کے معنی یہ ہین کہ دوسرے کی اہانت اور حقارت کرنی اور اسکے عیب ونقصان اسطرح بیان کرنے جس سے ہنسی آوے اور یہ کئی طور ہو سکتا ہے یا اسکے فعل کی نقل کرنے سے یا قول کی نقل سے یا اشارہ وایما سے پس اگر پیٹھ پیچھے ہو تو غیبت ہے ورنہ تمسخر اور استہزا نام ہے گو یہ غیبت نہین مگر دونون کا حاصل ایک ہی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین نے ایک آدمی کی نقل اتاری تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

مجھ سے فرمایا اوکنت یا اخی الی حالیت لساناً اوصے کیا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں یا ویلتنا مال ہذا الکتاب لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا یہ ارشاد کیا ہے کہ صغیرہ سے مراد تبسم ہے مومن کے تمسخر پر اور کبیرہ سے مراد کھلکھلا کر ہنسنا ہے تمسخر پر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ لوگوں پر ہنسنا گناہ میں داخل ہے اور عبد اللہ بن زمعہ فرماتے ہیں کہ میں نے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ گوز پر ہنسنے کے باب میں نصیحت فرماتے تھے کہ جس بات میں آدمی خود مبتلا ہے اس پر دوسرے کو کیوں ہنستا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو لوگ دنیا میں لوگوں پر ہنستے ہیں قیامت کو اُن سے بھی ہنسی ہوگی کہ ایک دروازہ جنت کا کھول دیا جاویگا اور اُنکو کہا جاویگا کہ یہاں آؤ یہاں آؤ مصیبت کے مارے جب دروازہ کے قریب پہنچینگے تو بند کر دیا جاویگا اور دوسرے دروازے سے بلایا جاویگا جب وہاں جاوینگے تو یہی حال پاوینگے اسی طرح ہوتا رہیگا یہانتک کہ آخر کو تھک کر نہیں جاوینگے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عیر اخاہ بذنب قد تاب منہ لم یمت حتی یعملہ اور ان سب کا حاصل ایک ہی ہے یعنی دوسرے کی حقارت و اہانت و ذلت اور تمسخر کی اور استہزا کرنا آیت گذشتہ میں اس پر تنبیہ موجود ہے کہ عسی ان یکونوا خیرا منہم یعنی براہ حقارت دوسرے پر ہنسنا نہ چاہیے کیا معلوم ہے شاید وہی اچھا ہو غرضکہ دوسرے پر ہنسنا اسی صورت میں حرام ہے کہ اسکو ایذا ہوتی ہو اور اگر کوئی کسی امر سے خوش ہوتا ہو تو اس پر ہنسنا اُسکے حق میں حکم مزاح کا رکھتا ہے جسکا حال مفصل اوپر بیان ہوا ہے ایسا ہی استہزا ہے جس میں کسی کو ایذا ہو مثلاً اگر کلام میں کسی سے کچھ خبط نکل جاوے تو اس پر ہنسنے لگنا یا افعال پر استہزا کرنا کہ خط کیا خوب لکھتے ہیں یا فلانا کام کیا اچھا کرتے ہیں یا قد و قامت و صورت پر ہنسنا جیسے بونے یا لمبے آدمی کو ہنسا کرتے ہیں یا کوئی عیب و نقصان دیکھکر ہنسنا غرضکہ سب داخل تمسخر ہے
اور ایسے سے شرعاً اجتناب چاہیے۔

بارھوین آفت راز کا ظاہر کر دینا یہ بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمین بھی ایذا ہوتی ہے اور حق معرفت و دوستی بہ باد جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا حدث الرجل الحدیث ثم التفت فہی امانۃ اور یون بھی ارشاد فرمایا ہے کہ الحدیث بینکم امانۃ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی بھائی کا راز کھول دینا بھی خیانت میں داخل ہے روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ سے کوئی راز کہا انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھسے آج حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ایک راز کہا ہے اور یقین ہے جب مجھ سے کہدیا ہے تو تم سے کیوں چھپا رہیگا انھوں نے کہا کہ اس بات کا ذکر مجھ سے مت کرو اسواسطے کہ جب تک آدمی راز کو چھپائے رکھتا ہے تب تک اسکے قابو میں ہے اور جب کہدیا تو دوسرے کے اختیار میں چلا گیا میں نے کہا کہ کیا یہ معاملہ باپ بیٹے میں بھی ہوتا ہے انھوں نے کہا کہ ہر چند باپ بیٹے میں نہیں ہوتا مگر میں چاہتا ہوں کہ تیری زبان راز کے بیان کرنے پر نہ کھلے اور تجھکو افشاء راز کی عادت نہو کہتے ہیں میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاکر سب ماجرا بیان کیا انھوں نے فرمایا کہ تیرے باپ نے تجھکو خطا کی غلامی سے آزاد کر دیا خلاصہ یہ کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہے اور اگر اسمین کسی کا ضرر ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر ضرر نہوتا ہو تو بھی کمینہ پن ہے اور راز کے پوشیدہ رکھنے کا
حال ہم باب آداب صحبت میں لکھ چکے ہیں ضرورت دوبارہ لکھنے کی نہیں

تیرھوین آفت جھوٹا وعدہ کرنا ہے زبان وعدہ کے لیے پیش قدمی کیا کرتی ہے مگر نفس پر پورا کرنا ناگوار ہوتا ہے تو وعدہ جھوٹا ہو جاتا ہے اور یہ امر نفاق کی علامت ہے حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ کرنا عطا میں شمار ہے اور فرمایا الوعد مثل الدین یعنی وعدہ بھی ایک طرح کا قرض ہے اور خداوند کریم نے اپنے نبی اسمعیل علیہ السلام کی تعریف اپنی کتاب مجید میں یوں فرمائی ہے انہ کان صادق الوعد روایت ہے کہ ایک جگہ میں ایک شخص سے وعدہ کیا تھا وہ شخص بھول گئے وہان بائیس برس نہ آیا آپ اسکے انتظار میں اتنی مدت وہان ہی رہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض کو جب موت کا

۲ تھا وعدہ کا سچا ۱۲ ۳ ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور اسکی اسناد میں اختلاف ہے ۱۲

وقت قریب آیا تو فرمایا کہ ایک قریشی شخص نے مجھ سے میری لڑکی کی درخواست کی تھی اور میں نے کچھ مذبذب وعدہ کر لیا تھا الیس بخدا میں خدا کے
سامنے تہائی نفاق لیکر نہ جاؤنگا تم گواہ رہو کہ میں نے اُس شخص کو اپنی لڑکی بیاہ دی اور عبد اللہ بن ابی الحمسا روایت کرتے ہیں کہ میں نے
قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا تھا اور آپ کا کچھ دام میری طرف رہ گیا تھا میں نے عرض کیا کہ ابھی لا کر دیتا ہوں
آپ یہاں ٹھہرئیے مگر میں اُس روز اور اگلے روز بھول گیا تیسرے روز جو آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ پایا آپ نے فرمایا کہ اے جوان
آپ نے تو مجھکو مصیبت میں جان ڈالی کہ یہاں تین روز سے تمہارا منتظر رہا ہوں اور ابراہیم بن ادہم سے روایت ہو کسی نے دریافت
کیا کہ اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کر جاوے اور وہ نہ آوے تو کیا کرے آپ نے فرمایا کہ یہانتک انتظار کرے کہ نماز آئندہ کا وقت آجاوے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی سے وعدہ فرماتے تھے تو شاید کا لفظ فرماتے تھے اور حضرت ابن مسعود جب کبھی وعدہ کرتے تو ان شاء اللہ
کہا کرتے تھے اور یہی بہتر بھی ہے پھر اگر اسکے ساتھ پختہ ارادہ بھی ہو تو پورا کرنا چاہیے اگر معذور نہو اور اگر وعدہ کے وقت اس امر کا قصد
پختہ کر لیا کہ پورا نہیں کرونگا تو اسکا نام نفاق ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جس شخص میں تین باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے گو نماز روزہ ادا کرے اور زبان سے کہے کہ میں مسلمان ہوں وہ تین باتیں یہ ہیں
بات کہے تو جھوٹی وعدہ کرے تو پورا نہ کرے کوئی چیز امانت اسکے پاس رکھی جاوے تو اس میں خیانت کرے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جسمیں چار چیزیں ہوں وہ منافق کامل ہے اور جسمیں ایک چیز ان میں کی ہو اسمیں اسی قدر نفاق بھی ہو
جب تک کہ اسکو ترک نہ کرے اول یہ کہ بات کہے تو جھوٹی کہے دوسرے وعدہ کے خلاف کرے سوم عہد کرکے فریب و دغا کرے چہارم جھگڑے
کے وقت گالیاں سناوے اور یہ اسی کا حال ہے کہ وعدہ کرتے وقت نیت وفا کی نہوئے عذر وفا نہ کرے مگر جو شخص وعدہ کے وقت پورا کرنے کا
ارادہ رکھتا ہے اور کسی عذر کے باعث پورا نہ کریگا وہ منافق نہوگا اگرچہ صورت نفاق ہی کی سی آپڑی ہے اسلئے جیسا کہ نفاق اصل سے بچنا
ضرور ہے اسی طرح اس صورت نفاق سے بھی احتراز واجب ہے اور بے ضرورت شدید اپنے نفس کو معذور نہ کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ابو الہیثم بن التیہان کو ایک غلام دینے کا وعدہ فرمایا تھا جب غنیمت میں تین غلام آئے تو دو آپ نے دے ڈالے ایک رہ گیا حضرت فاطمہ
رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور عرض کیا کہ دیکھیے میرے ہاتھ میں چکی پیستے پیستے گھٹے پڑ گئے ہیں یہ غلام مجھکو عنایت ہو آپ کو وعدہ ابو الہیثم کا یاد آگیا
اور صاحبزادی کو فرمایا کہ اگر میں تمکو غلام دیدوں تو وعدہ خلافی ہوگی غرض وہ غلام ابو الہیثم ہی کو مرحمت فرمایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو
وعدہ پر ترجیح نہ دی باوجودیکہ انکے نازک ہاتھوں میں گھٹے بھی تھے اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی غنیمت حنین میں
تقسیم فرماتے تھے ایک آدمی آکر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ سے ایک وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ درست ہے جو تجھکو چاہیے لے اُسنے
اَسّی بکریاں مع انکے چرانے والے کے مانگیں آپ نے دلوادیں اور فرمایا کہ تو نے کچھ بھی نہ مانگا تجھ سے تو وہ عورت ہوشیار زیادہ تھی جس نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی ہڈیاں بتلائیں تھیں اور جب حضرت موسیٰ نے اس سے کہا تھا کہ مانگ کیا مانگتی ہے تو اسنے
کہا کہ میرا سوال یہ ہے کہ میں پھر سے جوان ہو جاؤں اور آپ کے ساتھ جنت میں رہا کروں کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس شخص کا مانگنا حضرت سے
ایسا کم معلوم ہوا کہ اسکی عربی میں یہ ضرب المثل ٹھہرائی اشح من صاحب الثمانین والراعی اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلاف وعدہ اسکا نام نہیں ہے کہ آدمی وعدہ کرلے اور نیت میں ہو کہ اسکو پورا کرونگا اور دوسری روایت میں ہے
کہ جب آدمی دوسرے سے وعدہ کرے اور نیت پورا کرنے کی ہو مگر کسی مانع سے پورا نہ کرسکے تو اسپر کچھ گناہ نہیں۔
چودھویں آفت جھوٹ بولنا اور قسم کھانی اور یہ عیب فاحش اور گناہ عظیم ہے اسماعیل بن واسط روایت کرتے ہیں کہ بعد وفات
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میں نے حضرت ابو بکر صدیق سے سنا کہ خطبہ میں فرماتے تھے کہ اول سال ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق سے سنا کہ خطبہ میں فرماتے تھے کہ اول سال ہجرت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ کھڑے ہوئے جہاں میں کھڑا ہوں یہ فرمارہے تھے اتنا کہہ کر حضرت صدیق رضہ رونے لگے ۞ درمنا زخم ابروے تو چون یاد آمد ٭ حالتی رفت کہ محراب بفریاد آمد ٭ پھر یہ حدیث بیان فرمائی ایاکم والکذب فانہ مع الفجور وہما فی النار وعلیکم بالصدق فانہ مع البر وہما فی الجنۃ اور حضرت ابو امامہ رضہ یون روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کذب ایک دروازہ ہی نفاق کے دروازون میں سے اور حضرت حسن رضہ فرماتے ہین کہ اختلاف ظاہر و باطن اور قول اور فعل اور مدخل و مخرج کا نفاق کہلاتا ہی اور جس اصل پر کہ اسکی بنیاد ہو وہ جھوٹ ہی اور ایک حدیث شریف میں ہی کہ کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک حدیثا ہو لک بہ مصدق وانت لہ بہ کاذب اور حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا لایزال العبد یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو شخصون پر ہوا کہ وہ ایک بکری کا معاملہ کر رہے تھے ایک قسم کررہا تھا کہ میں اتنے سے کم نہ لونگا اور دوسرا قسم کہتا تھا کہ میں اتنے سے زیادہ نہ دونگا پھر جو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو وہ بکری خرید لی مول لے لی آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک پر گناہ اور کفارہ دونون لازم ہوئے اور نیز آپ نے فرمایا ہی الکذب ینقص الرزق اور فرمایا التجار ہم الفجار یعنے تاجر فاجر ہوتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت اللہ تعالے نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام پس انکے فاجر ہونے کا کیا سبب ہی آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہی کہ قسم کھا کھا کر گناہگار ہوتے ہین اور کچھ کہتے ہین تو جھوٹ بولتے ہین اور فرمایا کہ تین شخص ایسے ہین جنسے خدا تعالے قیامت کے دن بات نہ کریگا اور نہ انپر نظر شفقت ہوگی ایک وہ کہ کسی کو کچھ دیکر احسان جتاوے دوسرا وہ کہ جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچے تیسرے وہ کہ پاجامہ ٹخنون سے نیچے رکھے اور فرمایا کہ اگر کوئی خدا کی قسم کھا کر کچھ کہے اور مچھر کے پر کے برابر اسمین اپنی طرف سے کوئی چیز بڑھادے تو اسکے دل پر ایک سیاہ دھبا قیامت تک رہیگا اور حضرت ابو ذر رضہ روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا تین آدمیون کو اللہ تعالے دوست رکھتا ہی ایک وہ کہ صف قتال میں اپنا سینہ ابھار کر کھڑا ہوجاوے یہانتک کہ یا شہید ہو یا اسکی جیت ہو دوسرے وہ کہ کسی موذی کے پڑوس میں رہ کر اسکی ایذا پر صبر کرے حتی کہ موت یا سفر کے سبب دونون میں جدائی ہوجاوے اور ایک وہ شخص کہ سفر میں ایک قافلہ کے ساتھ ہو اور وہ اتنا چلے کہ زمین پر لیٹنے سے ترس گیے پھر اتر پڑے اس شخص نے کنارہ ہوکر نماز پڑھنی شروع کردی تا کہ کوچ کے واسطے انکو جگاوے اور تین آدمیون سے خدا دشمنی رکھتا ہی ایک سودا گر یا بیچنے والا کہ بہت قسم کھاوے دوسرا فقیر متکبر تیسرا بخیل جو دیکر احسان جتاوے اور فرمایا ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک بہ القوم ویل لہ ویل لہ اور فرمایا کہ میں نے یہ خواب دیکھا کہ گویا ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ چل میں اسکے ساتھ ہولیا اتنے میں دو آدمیون کو دیکھا کہ ایک بیٹھا ہوا ہی اور دوسرا کھڑا اور اس دوسرے کے ہاتھ میں ایک لوہے کا گرز ہی کہ بیٹھے ہوے کی باچھ میں ڈال کر اتنا چیرتا ہی کہ وہ اسکے کندھے تک آجاتی ہی پھر دوسری باچھ میں ڈال کر ایسا ہی کرتا ہی اتنے میں پہلی باچھ جون کی تون ہوجاتی ہی پس جو شخص مجھکو لے گیا تھا اس سے میں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہی اسنے جواب دیا کہ یہ دروغگو آدمی ہی اسکو قیامت تک یہی عذاب قبر میں ہوتا رہیگا اور عبداللہ بن جراد سے روایت ہی کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مومن زنا کیا کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہی میں نے عرض کیا کہ مومن جھوٹ بولتا ہی آپ نے فرمایا کہ نہین بعد اسکے یہ آیت پڑھی انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بایات اللہ اور ابو سعید خدری فرماتے ہین کہ میں نے آپ کو سنا یہ دعا مانگتے تھے اللہم طہر قلبی من النفاق وفرجی من الزنا ولسانی من الکذب اور ایک حدیث میں وارد ہی ثلاثۃ لا یکلمہم اللہ ولا ینظر الیہم ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم

[illegible]

دوسرا ۔۔۔ عذاب دردناک ہوتا اول بوڑھا زناکار دوسرا بادشاہ جھوٹا تیسرا فقیر متکبر ۱۲ مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲

شیخ زانی و مالک کذاب و عائل متکبر اور عبداللہ بن عامر رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے ہین اسوقت مین لڑکا تھا کھیلنے چلا گیا میری مان نے پکارا کہ یہان آ یہ لے آپنے فرمایا کہ کیا دینے کو بلایا ہے انھون نے عرض کیا کہ خرما آپ نے فرمایا کہ اگر کچھ نہ دیتین تو ایک جھوٹ تمپر لکھا جاتا اور نیز فرمایا اگر اللہ میرے اوپر فضل کرے اور ان کنکرون کے برابر اونٹ غنیمت مین دیوے تو مین تمکو دے ڈالون اور تمکو معلوم ہو جاوے کہ مین بخیل اور نامرد اور دروغگو نہین ہون اور ایکبار آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے فرمایا کہ تمکو سب مین بڑا کبیرہ بتاتا ہون شرک خدا اور نافرمانی والدین ہے پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جان لو کہ جھوٹا قول بھی سب مین بڑا کبیرہ ہے اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو ایسی بدبو اسکی پھیلتی ہے کہ فرشتہ ایک کوس دور چلا جاتا ہے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا اگر چھ باتین میری مان لو تو مین تمھارے لیے جنت کا کفیل ہوتا ہون لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین آپنے فرمایا ایک یہ کہ جب بات کہو جھوٹ نہ بولو دوسرے یہ کہ وعدہ کرو تو خلاف نہ کرو تیسرے یہ کہ امانت مین خیانت نہ کرو چوتھے یہ کہ بدنگاہ نہ کرو پانچوین یہ کہ ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دو چھٹے یہ کہ شرمگاہ کی حفاظت رکھو اور فرمایا کہ شیطان کے لیے چٹنی اور سرمہ اور خوشبو مقرر ہے اسکی چٹنی تو جھوٹ ہے اور کرشتہ خواب سرمہ اور غضب خوشبو اور حضرت عمر رض نے اپنے خطبہ مین ایک روز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہان مین کھڑا ہون یہان کھڑے ہوکر یون فرماتے تھے احسنوا الی اصحابی ثم الذین یلونہم ثم یفشو الکذب حتی یحلف الرجل علی الیمین ولم یستحلف ویشہد ولم یستشہد اور ایک حدیث مین ہے کہ من حدث عنی بحدیث وہو یری انہ کذب فہو احد الکاذبین اور فرمایا من حلف علی یمین باثم لیقتطع بہا مال امرء مسلم بغیر حق لقی اللہ عزوجل وہو علیہ غضبان اور روایت ہے کہ آپنے ایکبار ایک شخص کی شہادت صرف ایک دفعہ کے جھوٹ کے سبب رد فرمادی اور نیز فرمایا کہ کل خصلۃ یطبع او یطوی علیہا المؤمن الا الخیانۃ والکذب اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی بری عادت نہ معلوم ہوتی تھی اور آپکا دستور یہ تھا کہ جب کسی اصحاب کا دروغ معلوم ہوتا تھا تو دل مین سے کدورت نہ جاتی تھی جب تک کہ یہ نہ معلوم ہوکہ اسنے نئے سرسے خدا کے سامنے جھوٹ سے توبہ کی اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ تیرے بندون مین باعتبار عمل کے کون اچھا ہے ارشاد فرمایا کہ جسکی زبان جھوٹ نہ بولے اور قلب فجور نہ کرے اور شرمگاہ زنا نہ کرے اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ جھوٹ ست بولنا کہ وہ چڑیا کے گوشت کی طرح مزہ دار ہوتا ہے الا تھوڑی سی بات مین متکلم کو اسکی برائی معلوم ہوجاتی ہے اور سچ بولنے کی تعریف مین یہ حدیث وارد ہے کہ اربع اذا کن فیک فلا یضرک ما فاتک من الدنیا صدق حدیث وحفظ امانۃ وحسن خلق وعفۃ طعمۃ اور حضرت معاذ فرماتے ہین کہ آپنے مجھکو ارشاد فرمایا اوصیک بتقوی اللہ وصدق الحدیث واداء الامانۃ والوفاء بالعہد وبذل الطعام وخفض الجناح اور اس باب مین آثار بھی بہت وارد ہین چنانچہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑی خطا زبان کا ذب ہے اور سب سے ندامت قیامت کے روز کی پشیمانی ہے اور عمر بن عبدالعزیز رح فرماتے ہین کہ جب سے مجھکو تمیز پاجامہ باندھنے کی ہوئی ہے مین کبھی جھوٹ نہین بولا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جبتک تمسے ملاقات نہین ہوتی تب تک تو تم مین سے زیادہ اچھا وہ معلوم ہوتا ہے جسکا نام اچھا ہو اور جب ملاقات ہوجاتی ہے تو وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو عادت اچھی رکھتا ہو اور معاملہ کرنے کے بعد وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو بات کا سچا امانت کا پکا ہو اور میمون بن ابی شبیب فرماتے ہین کہ ایک روز مین خط لکھتا تھا ایک ایسا لفظ

[illegible]

معلوم ہوا اگر اسکو لکھ دون تو خط کی زینت ہوجاوے مگر اسکے ساتھ ہی جھوٹ بھی ہو مین نے ارادہ اسکو چھوڑ دیا اسی وقت گھر کے ایک طرف سے آواز آئی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ اور حضرت شعبی فرماتے ہین کہ مجھکو معلوم نہین کہ دوزخ مین بخل اور جھوٹ مین سے کونسا دور پڑیگا اور ابن السماک رح فرماتے ہین کہ مجکو یہ گمان ہو کہ جھوٹ چھوڑنے سے مجھکو کچھ ثواب ہوگا کیونکہ مین اسکو دنیا کی جہت کے لیے چھوڑتا ہون اور خالد بن صبیح سے کسی نے پوچھا کہ کیا ایک دفعہ کے جھوٹ سے بھی آدمی جھوٹا کہلاتا ہے انھون نے فرمایا کہ بیشک اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ کسی کتاب مین میری نظر سے گذرا ہو کہ ہر خطیب کا وعظ اسکے عمل سے مطابق کیا جاویگا اگر عمل ویسا ہی ہوا تو خیر اور اگر جھوٹ ہوا تو اسکے ہونٹھ آگ کی مقراضون سے کاٹے جاوینگے جتنی دفعہ کٹینگے پھر ویسے ہی ہوجاوینگے اور یہ بھی انھین کا قول ہو کہ سچ اور جھوٹ آدمی کے دل مین لڑتے رہتے ہین یہانتک کہ ایک غالب ہو کر دوسرے کو نکال دیتا ہو اور ایکبار عمر بن عبدالعزیز رح نے ولید بن عبدالملک سے کچھ گفتگو کی اسنے کہا آپ جھوٹ کہتے ہین انھون نے فرمایا کہ بخدا جب سے کہ مجھے معلوم ہوا ہو کہ جھوٹ سے جھوٹے آدمی کو عیب لگتا ہو تب سے مین نے کبھی جھوٹ نہین بولا فائدہ ان مقامات کا ذکر جہان جھوٹ بولنے کی اجازت ہو واضح ہو کہ جھوٹ اپنی ذات سے حرام نہین بلکہ اس جہت سے حرام ہو کہ اس سے دوسرے کو ضرر پہونچتا ہو اس لیے کہ ادنی مرتبہ اسکا یہ ہو کہ مخاطب ایک اصل بات کا اعتقاد کرے اور حقیقت شے سے جاہل رہے اور اس سے کبھی دوسرے کا نقصان بھی ہوجاتا ہو پس اگر حقیقت امر کے جاہل رہنے مین نفع اور مصلحت معلوم ہو تو جھوٹ کی اجازت ہونی چاہیے بلکہ بعض صورتون مین واجب ہونا چاہیے میمون بن مہران کا قول ہو کہ جھوٹ بعض مقامات مین سچ سے اچھا ہوتا ہو مثلاً اگر کوئی شخص بھاگ کر ایسے گھر مین تمہارے سامنے چھپ جاوے اور دوسرا شخص ظلم اسکو ناحق مار ڈالنے کے لیے تلوار لیے پیچھے سے آوے اور تمسے پوچھے کہ فلانا شخص کہان ہو تو ایسی صورت مین جھوٹ بولنا واجب ہو اور اسکی تفصیل یہ ہو کہ جو عمدہ مقصود جھوٹ اور سچ دونون سے حاصل ہوسکتا ہو تو وہان جھوٹ بولنا حرام ہو اور اگر صرف جھوٹ ہی سے وہ مطلب حاصل ہوسکتا ہو تو جھوٹ مباح ہو بشرطیکہ وہ مطلب بھی مباح ہو اور اگر مطلب واجب ہو تو جھوٹ بھی واجب ہو جیسا کہ اوپر کی مثال مین خون ناحق سے بچانا واجب تھا تو جھوٹ بولنا بھی وہان واجب ہوا اور چونکہ مقصود لڑائی کا اور آپس مین صلح کرانے کا بدون جھوٹ کے راست نہین آتا تو ایسے مقامات مین جھوٹ بولنا مباح ہو مگر جتنا ہو سکے اس سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ جھوٹ کی عادت ہوجانے سے اس بات کا خوف ہو کہ جس جھوٹ کی حاجت نہو وہ بھی زبان سے نکلجاوے یا بقدر ضرورت سے زیادہ کہدے اس سے معلوم ہوا کہ اصل مین جھوٹ حرام ہو مگر ضرورت کے لیے جائز ہوسکتا ہو چنانچہ حضرت ام کلثوم سے روایت ہو کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی نہین سنا کہ جھوٹ کی اجازت دی ہو مگر تین جگہ مین ایک یہ کہ دو شخصون کے درمیان صلح کرنے مین دوسرے لڑائی مین تیسرے میان بی بی کے آپس مین اور یہ بھی انھین سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا لیس بکذاب من اصلح بین اثنین فقال خیرا او نمی خیرا اور اسماء بنت یزید سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا کل الکذب یکتب علی ابن آدم الا رجل کذب بین مسلمین لیصلح بینہما اور حضرت ابو کاہل روایت کرتے ہین کہ دو اصحاب رض مین گفتگو درشتی یہانتک کہ کشت و خون پر تیار ہوئے تھے جو ایک صاحب ملے تو مین نے انسے کہا کہ تم فلان شخص سے کیون لڑتے ہو وہ تو تمھاری تعریف کرتے تھے پھر دوسرے سے بھی ایسا ہی کہا یہانتک کہ دونون مین صلح ہوگئی پھر مین نے اپنے دل مین سوچا کہ مین نے ان دونون کو راضی کر دیا مگر میری جان کو پہنچیگی کہ جھوٹ بولا اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابو کاہل تمہین صلح کرانا چاہیے گو جھوٹ سے ہی ہو اور عطا ابن یسار فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین اپنی زوجہ سے جھوٹ بولا کرون آپ نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ مین خیر نہین اسنے عرض کیا کہ مین اس سے وعدہ کرلیا کرون فرمایا کہ اسکا مضائقہ نہین اور روایت ہو کہ عہد خلافت حضرت عمر رض مین ایک شخص

ابو عزرہ دوسی کا بیٹا تھا اسکی عادت یہ تھی کہ عورتوں سے نکاح کر کے خلع کرا لیا کرتا تھا لوگوں میں اسکا چرچا ہوا تو حضرت عمر رضہ کو برا معلوم ہوا اور
اسکو اطلاع ہوئی تو عبد اللہ بن ارقم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ میں تجکو قسم دیتا ہوں کہ تو مجھ سے بغض رکھتی ہے یا نہیں
اسنے جواب دیا کہ قسم سے مت پوچھو اسنے کہا کہ قسم ہی سے پوچھتا ہوں سچ بتا اسنے کہا البتہ بغض رکھتی ہوں اسنے ابن ارقم سے کہا کہ آپنے
اسکا قول سنا پھر دونوں حضرت عمر رضہ کی خدمت میں آئے اور اسنے عرض کیا کہ آپ سب لوگ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زوجہ پر ظلم کرتا ہوں اور
چھوڑ دیتا ہوں آپ ابن ارقم سے پوچھیے آپنے اسلئے حال پوچھا انہوں نے ماجرا بیان کیا تب آپنے اسکی عورت کو بلوایا وہ آئی اور اسکی
حاضر ہوئیں آپنے اس سے پوچھا کہ تو نے ہی اپنے خاوند سے کہا کہ میں تجکو برا جانتی ہوں اسنے عرض کیا کہ حضرت میں نے ابھی توبہ کر کے
رجوع الی اللہ کیا ہے اسنے مجھے قسم دیکر پوچھا اسواسطے میں جھوٹ نہ بول سکی کیا میں جھوٹ بول دیا کرتی آپنے فرمایا کہ البتہ اگر عورت کو
اور پسند نہ آوے تو اس سے ہرگز ذکر نہ کریں کیونکہ گھر کی آبادی دوستی پر منحصر ہے لوگوں کو چاہیے کہ اسلام اور احسان کے ساتھ زندگی کریں
اور نواس بن سمعان کلابی سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا مالی اراکم تتہافتون فی الکذب تہافت الفراش فی النار کل الکذب یکتب علی ابن
آدم لا محالۃ الا ان یکذب الرجل فی الحرب فان الحرب خدعۃ او یکون بین الرجلین شحناء فیصلح بینہما او یحدث امراتہ لیرضیہا اور حضرت ثوبان
فرماتے ہیں کہ سب جھوٹ گناہ ہوتا ہے مگر جس سے کسی مسلمان کا فائدہ یا دفع ضرر ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب میں
کوئی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا ہوں تو آسمان سے گرنا اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ میں جھوٹ بولوں اچھا نہیں معلوم ہوتا
اور جب آپس کی نزاع کی کچھ بات کہتا ہوں تو لڑائی میں فریب ہوتا ہے پس یہ تینوں مقام حدیث میں مستثنی ہوے ہیں اور اگر کوئی اور
جگہ بھی ایسی ہو کہ جس میں اسکا یا دوسرے کا مقصود صحیح نکلتا ہو وہ بھی اسمیں داخل ہے مثلا کوئی ظالم کسی کو پکڑ کے پوچھے کہ تیرا مال
کہاں ہے تو اسکو کہنا جائز ہے کہ میں نہیں جانتا یا کوئی زبردست حاکم پکڑ کر پوچھے کہ کوئی اپنا فعل شنیع جو خفیہ کیا ہو اسکا ظاہر کر تو جائز ہے
کہ انکار کر دے اور کہے کہ میں نے نہیں کیا اور شراب نہیں پی وغیرہ اسلیے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی ان پلید چیزوں کا مرتکب
ہو جاوے تو اسکو چاہیے کہ پوشیدہ رکھے خدا اسکا عیب چھپا دے گا اور راز ایک اور وجہ یہ ہے کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی ایک گناہ ہے تو ضرور ہوا
کہ آدمی اپنے نفس و مال کو ظلم سے بچا دے اور اپنی عزت کو زبان سے محفوظ رکھے گو دروغ ہی سے ہو اور دوسرے شخص کی مطلب کے لیے
جھوٹ بولنے کی یہ مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کا راز پوچھنا چاہے تو کہدے کہ میں نہیں جانتا یا دو شخصوں میں صلح کرا دے جیسا کہ پہلے گذرا
یا دو سوتوں میں اسطرح صلح کرا دے کہ ہر ایک سے یہ کہے کہ میں تجھی کو زیادہ چاہتا ہوں یا عورت کی رضا کے واسطے کسی ایسی چیز کا وعدہ کر لے
جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو یا کسی شخص سے عذر کرے اور یا کہ جب یہ کہا جاوے کہ تو اسکو برا کہتا ہے اسکی خطا ہو گی اور زیادہ دوستی نہ رہیگی تو
تب تک وہ نہیں مانیگا تو جھوٹ بولنے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر چونکہ جھوٹ بولنا برا ہے اگر سچ بولنے سے ان جگہوں میں خرابی ہوتی ہو تو
چاہیے کہ دونوں برائیوں کو مقابلہ کر کے اچھی طرح دیکھ لے اگر سچ بولنے سے برائی میں زیادتی ہوتی ہو بہ نسبت جھوٹ بولنے کے تو جھوٹ
بولے اور اگر جھوٹ بولنے سے مقصود کم حاصل ہوتا ہو بہ نسبت سچ بولنے کے تو سچ بولنا واجب ہے اور بعض اوقات دونوں امر ایسے
مساوی ہیں کہ ان میں تردد پڑ جاتا ہے اسصورت میں سچ بولنا ہی چاہیے اسلیے کہ جھوٹ ضرورت یا حاجت مہم کے واسطے مباح ہے
پس اگر حاجت کے اہم ہونے میں تردد ہو تو اصل میں جھوٹ حرام ہے اسی ہی طرف اصل ہی کی طرف رجوع چاہیے اور اسلیے کہ مراتب مقاصد
کے بہت باریک ہیں کہ ہر کسی کو معلوم نہیں ہو سکتے لہذا انسان کو حتی الوسع جھوٹ سے احتراز ہی چاہیے بلکہ اگر اپنی حاجت بھی
ہو تو اسکو ترک کرے اور جھوٹ سے باز آوے لیکن اگر دوسرے کا مطلب ہو تو اسکے لیے چشم پوشی اور ضرر نا حق پہنچانا نہیں چاہیے
اور آج کل جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو صرف اپنے حظ نفسانی کے لیے اور زیادتی مال و جاہ کے لیے بولتے ہیں اور وہ ایسی باتیں ہیں

گو دروغ باطل ہو ... کر دوسرے کا اور ... کو جھوٹ بات ... سے کار اچھی ... ۱۲ اس کی ... شروع فی النار ... ابو بکر ... بلال ... اسنا ... نقل کیا ہو اور ... تہافتون ... اور ... گویا ... فی

ہو اگر نوبت ہو جاتی ہیں تو کچھ خرابی لازم نہیں آتی یہانتک کہ عورت مثلاً اپنی سوت کے جلانے کو ایسی باتیں جھوٹی خاوند کی طرف سے کہہ دیتی ہو کہ دیکھنا والیقین ہو جاوے مثلاً کہہ دیتی ہو کہ مجھے اتنا زیور بنا دیا یا کپڑے بنا دیئے وغیرہ ذلک ایسا جھوٹ حرام ہو اور جیسا کہ اسما بنت ابی بکر روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ایک سوت ہی میں اسکے جلانے کو کہہ دیتی ہوں کہ خاوند نے مجھکو بہت کچھ دیا ہو تو مجھپر کچھ گناہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ جسکو کچھ نہیں ملا اور کہتا ہو کہ مجھکو ملا وہ ایسا ہو کہ کپڑے میں فریب دینے کے لیے استین یا پردہ دوہرا لگائے جسمیں لوگوں کو معلوم ہو کہ دو کپڑے پہنے ہوئے ہی اور یہ بھی حدیث میں وارد ہی من تطعم بما لم یطعم وقال لی ولیس لی واعطیت ولم تعط کان کلابس ثوبی زور یوم القیامۃ اور اسمیں یہ بھی داخل ہو کہ کوئی عالم بلا تحقیق کچھ فتوی دیدے اور جس حدیث کا کچھ ثبوت معلوم نہیں اسکو روایت کرے کیونکہ سارا مطلب اسکا یہ ہوتا ہو کہ اپنا فضل ظاہر ہو اسی واسطے یہ منہ سے نہیں نکالتا کہ میں نہیں جانتا اور یہ حرام ہو اور عورتوں ہی کا سا حکم لڑکوں کا ہو وہ بھی بلا ترغیب وعدہ یا جھوٹے ڈراوے کے مکتب میں نہیں جاتا ہیں اسکے لیے ایسا امر کرنا مباح ہو ان اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اسطرح کے امر سے بھی جھوٹ نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہو لیکن کذب مباح کا بھی حساب کتاب ہوتا ہو اور اس بات کی بازپرس ہوتی ہو کہ مقصود اسکا صحیح تھا یا نہیں پھر معاف ہو جاتا ہو اسلیے کہ قصد اصلاح کے لیے اسکو مباح ٹھہرایا گیا ہو مگر اسمیں دہوکا بڑا پڑتا ہو کیونکہ اسکا باعث کبھی اپنی غرض نفسانی ہی ہوتی ہو اور اصلاح کے بہانہ سے جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہو حالانکہ اسکی حاجت نہیں ہوتی اسیواسطے اسطرح کے جھوٹ نامہ اعمال میں درج ہوتے ہیں غرضکہ جو آدمی جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہو تو اسکو یہ دقت آپڑتی ہو کہ جس سبب سے جھوٹ بولا ہو وہ شرعاً بہ نسبت سچ بولنے کے اہم اور مقصود تھا یا نہیں اور اس بات کا معلوم ہونا بہت مشکل ہو تو احتیاط اسی میں ہو کہ جھوٹ نہ بولے الا اسصورت میں کہ واجب ہو جاوے اور کسی طرح اسکا چھوڑنا جائز نہو مثلاً جھوٹ نہ بولنے سے کسی کی گردن ناحق ماری جاتی ہو یا گناہ عظیم میں مبتلا ہوتا ہو تو یہاں جھوٹ بولنا ہی واجب ہو اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ فضائل اعمال اور سختی معصیت کے باب میں احادیث کا وضع کرنا درست ہو اور انکو گمان یہ ہو کہ اسکا مقصود صحیح ہو پس یہ بڑی خطا ہو اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار اور اس حدیث پر بے ضرورت عمل چھوڑا نہیں جاتا اور وعدہ و وعید کے لیے کچھ ضرورت وضع احادیث کی نہیں اسلیے کہ جو مضامین احادیث و آیات صحیحہ میں وارد ہیں وہ کیا تھوڑے ہیں جو جھوٹی احادیث کی ضرورت ہو اور یہ جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ احادیث و آیات صحیحہ کو سنتے سنتے انکا رتبہ جاتا رہا ہو اور خوف اتنا نہیں ہوتا جتنا نئے مضمون سے حاصل ہوتا ہو تو یہ خیال خام ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خداوند کریم پر افترا کرنے سے کوئی گناہ بڑھ کر نہیں اور اس سے ایسے امور بھی واقع ہوتے ہیں کہ بالکل شریعت کو درہم برہم کر دیں تو نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون ہوتا ہو حضرت پر جھوٹ اور افترا ایسا گناہ کبیرہ ہو کہ اسکے سامنے سب گناہ گرد ہیں خدا ہمکو اور سب مسلمانوں کو اس سے بچاوے تنبیہ اس بات کے بیان میں کہ کنایۃً بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے جاننا چاہیے کہ سلف کا قول ہو کہ کنایۃً جھوٹ بولنا کذب نہیں کہلاتا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہو کہ اگر آدمی کنایۃً کچھ جھوٹ کہے تو کذب سے بچ جاتا ہو اور اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہو مگر ان لوگوں کی غرض یہ ہو کہ جب آدمی جھوٹ بولنے کے واسطے مضطر ہو تو کنایۃً کہے ورنہ بلا ضرورت و حاجت جھوٹ بولنا نہ صراحتاً جائز ہو نہ کنایۃً گو کنایۃً میں آسانی ہو اور مثال کنایۃً کی یہ ہو کہ مطرف ایک بار زیاد کے پاس گئے اسنے کہا کہ دیر کر کیوں آئے تو ایک مرض کا بہانہ کر کے کہا کہ جب سے میں تمھارے پاس سے گیا تھا کروٹ نہیں لی الا ما شاء اللہ یا کسی آدمی سے تمھاری طرف سے کسی نے کچھ کان بھر دیئے اور تمکو منظور ہوا کہ جھوٹ نہ بولیں تو اسوقت ایسا جواب دو کہ وہ کچھ اور سمجھے اور تمھارا مطلب کچھ اور ہو تو یہ کنایۃً کہلاویگا غرض کنایۃً اسی کا نام ہو کہ سامع اس سے کچھ سمجھے اور متکلم کا مطلب

۱۲ بخاری و مسلم نے نقل کی ہو اور جو مذکور اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا ۱۲
۲ یعنی جو شخص اپنی غذا وہ بیان کرے جو اسکو نہیں کھائی بلکہ کہے کہ یہ میری ہو اور اسکی نہ ہو کہے کہ یہ میری ہو اور اسکی نہ ہو کسی نے دی ہو اور اسکو نہ دی ہو وہ ویسا ہی ہو جیسا ایسا ہو گا جیسا
۳ یعنی جس نے مجھ پر جان بوجھکر جھوٹ باندھا تو اسکو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں درست کرلے ۱۲ بخاری نے باب العلم میں روایت کی ۱۲

کچہ اور ہوگا مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضہ حضرت عمر رضہ کے عہد مین ایک جگہ کے عامل تھے جب وہان سے آئے تو انکی بی بی نے کہا کہ جیسے
اور عامل اپنے گہر کچہ لاتے ہین تم بھی لائے یا نہین انھون نے جواب دیا کہ میرے ساتھ ایک ناظر مقرر تھا انکی مراد یہ تھی کہ خداے تعالے ناظر تھا مگر انکی
بی بی نے یہ سمجھا کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکے ساتھ کسی کو نگاہبانی کے لیے بہیجا ہوگا اس خیال سے کہنے لگی کہ سبحان اللہ تم رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک امین تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ
ناظر مقرر کیا یہ چرچا تمام عورتون مین پہیلا یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جا کر شکایت کی آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا
اور فرمایا کہ مین نے کب تمہارے ساتھ ناظر بہیجا تہا انھون نے عرض کیا کہ مین نے آپکے بہیجے کا تو ذکر نہین کیا یہ کہا تھا کہ میرے ساتھ ناظر تھا
اور اسکے سوا کوئی اور مجھکو عذر نہ سوجھا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور انکو کچہ عنایت فرما کر کہا کہ لو اور اپنی بی بی کو راضی کرو اور
رحمہ اللہ اپنی بیٹی سے یہ کبھی نہ کہتے کہ مین تجھے شکر لے دونگا بلکہ یون کہتے کہ اگر مین تجھے شکر لے دون کیونکہ اکثر انکو خریدنے کا اتفاق ہوتا تھا اور
بعض اوقات جو کوئی پکارنے آتا اور اسکے واسطے نکلنا گھر سے منظور نہوتا تو لونڈی سے کہ دیتے کہ کہدے مسجد مین تلاش کرو اور یہ مت کہیو
کہ یہان نہین ہین تاکہ جھوٹ نہو جاوے اور شعبی رح کا یہ دستور تھا کہ جبکے لیے نکلنا منظور نہوتا اپنے پاس ایک دائرہ کھینچا اور لونڈی سے
فرماتے کہ اس دائرہ مین انگلی رکھکر کہ دے کہ یہان نہین ہین بہرحال یہ تمام باتین کنایہ کی ضرورت و حاجت کے وقت ہین ورنہ بے ضرورت
انکا ارتکاب بھی نہین چاہیے کیونکہ ایک طرح کی بناوٹ ہی اس سے دوسرا شخص خلاف واقع سمجھتا ہی گو لفظون مین جھوٹ نہو تب بھی فی الجملہ
مکروہ ہی عبد اللہ بن عقبہ کہتے ہین کہ مین اپنے والد کے ساتھ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین گیا اور لباس اچھا پہنے ہوئے تھا
جب وہان سے نکلا تو اس کپڑے کو دیکھکر لوگ کہنے لگے کہ یہ تمکو امیر المؤمنین نے عنایت کیا ہی مین نے کہا کہ اللہ تعالے انکو جزاے خیر دیوے
پس میرے باپ نے کہا کہ دیکھو خبردار جھوٹ مت کہو حالانکہ یہ جملہ کچہ جھوٹ نہ تھا اگر اس خیال سے کہ دعا بادشاہ کے حق مین اکثر انعام کے مقابلہ
مین ہوتی ہی لوگ اس جملہ سے یہی سمجھتے ہونگے کہ بادشاہ نے دیا ہی تو گویا ایک جھوٹی اور بے اصل بات پر انکو جتاتا ہوا اسلیے انکو منع کیا کہ ایسا
نہ کرین اسمین فائدہ کیا ہی بجز اسکے کہ شیخی اور فخر ہو کہ ہمکو بادشاہ کے یہان سے یہ ملا ہان کنایات تہوڑے سے مطلبون کے لیے مزاح
کے طور پر مباح ہین جیسے قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کہ بڑہیا بہشت مین نہ جاویگی اور تیرے خاوند کی آنکہ مین سفیدی ہی اور تجہکو
اونٹ کے بچہ پر سوار کرینگے وغیرہ لیکن صریح جھوٹ جس سے ایسا ضرر ہو کہ دل کو ایذا پہونچے وہ حرام ہی جیسا نعیمان انصاری نے اندھے
کو بہکا دیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سے کہ دیا کہ یہ نعیمان ہین یا جیسا لوگون کی عادت ہوتی ہی کہ بعض احمقون کو فریب دیا کرتے
ہین کہ فلانی عورت تمپر عاشق ہی اور اگر ایذا منظور نہو تو صرف دل لگی منظور ہو تو اگرچہ فاسق تو نہین ہوتا پھر بھی درجہ ایمان سے کچہ گھٹ
جاتا ہی ایک حدیث شریف مین وارد ہی لا یکمل للمرء الایمان حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ وحتی یجتنب الکذب فی مزاحہ اور یہ جو حدیث مین
مذکور ہی کہ آدمی بعض اوقات ایسی بات کہتا ہی کہ لوگ ہنسین اور اسکے سبب سے دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہی تو اس سے مراد
وہی کلام ہی جسمین غیبت اور ایذا قلب ہو مطلق مزاح مراد نہین ایک جھوٹ جس سے فاسق نہین ہوتا یہ ہی کہ عادۃً بطور مبالغہ کہے
مثلاً کہے کہ مینے تمکو سو دفعہ طلب کیا یا ہزار دفعہ یہ کہ دیا کہ ایسا مت کرو تو اس سے غرض شمار عدد منظور نہین ہوتی بلکہ کثرت بطور مبالغہ
مقصود ہوتی ہی پس اگر ایک ہی بار کہا یا بلایا ہو تو بیشک جھوٹ ہوگا اور اگر عادت سے زیادہ دفعہ کہا یا بلایا ہوگا تو گنہگار نہوگا اگرچہ اتنی دفعہ
نہ کہا ہو جتنی تعداد کہی ہی اور ان دونون کے درمیان اور درجے ہین کہ جو کوئی اپنی زبان مبالغہ سے نہ روکے وہ خطرہ کذب سے خالی نہوگا
اور ایک جھوٹ جسکی عادت اور سہل انکاری لوگون مین شائع ہو یہ ہی کہ جب آدمی سے کہا جاوے کہ کھانا کھا تو جواب دے کہ مجھے بھوک
نہین اور یہ بھی ممنوع اور حرام ہی بشرطیکہ کوئی غرض صحیح اس سے متعلق نہو مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اسماء بنت عمیس سے روایت ہی

روایت ابی بکر فرماتے اور اسکی سند مین فکر ہی اور پہلا جملہ حدیث کا بالفاظ دیگر صحیحین مین مروی ہی ۱۲ ۴۲ آخر سوم مین ترمذی ۴۳ ابن ابی الدنیا در صمت و طبرانی در کبیر ۱۲ ۴۴ ابن ابی الدنیا در صمت و طبرانی در کبیر ۱۲

کہ شب زفاف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے میں موجود تھی اور انکو میں نے ہی بنایا سنوارا تھا اور میرے ساتھ کچھ اور عورتیں بھی تھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت کے پاس لیکر گئے تو آپ کے یہاں بجز ایک پیالہ دودھ کے اور کچھ موجود نہ تھا اس میں سے کچھ آپ نے پیا اور پھر حضرت عائشہ رض کو دیا انکو حیا دامنگیر ہوئی تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مت ہٹاؤ اور لے لو انھوں نے اسی شرم کی حالت میں لیا اور پیا پھر آپ نے فرمایا اپنی ساتھیوں کو دے دے عورتوں نے عرض کیا کہ ہمکو خواہش نہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے پیٹ میں بھوک اور جھوٹ دونوں کو ساتھ مت کرو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز کو ہمارا دل چاہتا ہو اور ہم کہدیں کہ خواہش نہیں کیا یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے آپ نے فرمایا کہ جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے حتی کہ اگر تھوڑا سا جھوٹ ہوگا تو وہ تھوڑا سا لکھا جاویگا اور اہل ورع ایسے جھوٹ میں بھی تسامح سے بچتے تھے چنانچہ لیث بن سعد کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اتنا کیچڑ رہتا تھا کہ باہر کو آجاتا تھا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اپنی آنکھیں پونچھ ڈالئے آپ فرماتے تھے کہ طبیب کے قول کو کیا کروں اور اسنے کہا ہے کہ آنکھوں کو ہاتھ مت لگاؤ یعنے وعدہ جو معالجہ سے ہاتھ نہ لگانے کا کرچکا ہوں وہ خلاف ہو جاویگا اب ہم کہتے ہیں کہ واقع میں اہل ورع اسی طرح حفاظت اپنی زبان کی فرماتے ہیں اور جو شخص حفاظت کو ترک کریگا اسکی زبان بے اختیار جھوٹ میں مبتلا ہوگی اور اسکو خبر بھی نہ ہوگی خواص تیمی فرماتے ہیں کہ ربیع بن خثیم کی بہن بہرے لڑکے کی عیادت کو آئیں اور اسپر جھک گئیں اور پوچھنے لگیں کہ بیٹا کیا حال ہے میں انکے بھائی ربیع نے اسنے پوچھا کہ تم اسی لڑکے کو دودھ پلایا ہے انھوں نے کہا نہیں انکے بھائی نے فرمایا کہ پھر بیٹا کیسے ہوا یوں کیوں نہ کہا کہ بھتیجے کیسا ہے جو جھوٹ نہوتا اور ایک عادت یہ بھی ہوتی ہے کہ جو بات اپنی آپکو نہ معلوم ہو اسمیں کہتے ہیں کہ خدا جانتا ہوگا لانکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا کے نزدیک بڑے گناہوں میں سے ہے کہ کسی بات کو نہ جانتا ہو اور کہے کہ خدا جانے اور نیز بعض لوگ جھوٹا خواب کہا کرتے ہیں یا اس میں کچھ اپنی طرف سے ملا کر کہتے ہیں اس پر بھی بڑا گناہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے ان من اعظم الفرية ان يدعى الرجل الى غير ابيه او يرى عينيه فى المنام مالم يرا او يقول علي مالم اقل اور دوسری حدیث میں ہے من كذب فى حلمه كلف يوم القيمة ان يعقد شعيرة وليس بعاقد-

چند حصوں میں آفت غیبت ہے اور اسمیں سات بیان ہیں

بیان اول غیبت کی مذمت اور دلائل شرعی سے اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید میں اسکی برائی کا ذکر فرمایا اور غیبت کرنے والے کو مردار کھانے والے کی مشابہت دی جیسا کہ ارشاد ہے ولا يغتب بعضكم بعضا ايحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه اور عرض میں غیبت بھی آگئی یعنی مال اور خون کے ساتھ اسکو بھی خدا تعالے نے اکٹھا فرمایا اور حضرت ابو ہریرہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا يغتب بعضكم بعضا وكونوا عباد الله اخوانا اور حضرت جابر اور ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اياكم والغيبة فان الغيبة اشد من الزنا اسکی وجہ یہ ہے کہ زنا کرکے تو آدمی اگر توبہ کرے تو اللہ تعالے توبہ قبول کرلیتا ہے اور غیبت والے کی مغفرت جب تک نہیں ہوتی جب تک جسکی غیبت کی ہے وہ معاف نہ کرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شب معراج کو میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا کہ اپنے چہرہ کو ناخنوں سے نوچ رہے تھے میں نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں انھوں نے کہا کہ وہ یہ لوگ ہیں کہ لوگوں کی غیبت کیا کرتے تھے اور انکی آبرو میں گفتگو کرتے تھے اور حضرت سلیمان بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کوئی ایسی عمدہ شے بتلائیے جس سے مجھکو فائدہ ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی اچھی بات کو حقیر نہ سمجھنا گو اتنی ہی

[illegible]

یہوں ہنوکہ اپنے ڈول میں سے پیاسے کے برتن میں پانی ڈال دو اور یہ کہ اپنے بھائی مسلمان سے کشادہ پیشانی ملا چاہیے اور اسکے
پیچھے اسکی غیبت نہ کرنی چاہیے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اس زور سے
پڑھا کہ گھروں کی عورتوں نے بھی سنا آپ نے فرمایا یا معشر من آمن بلسانہ ولم یؤمن بقلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم فانہ من تتبع عورۃ
اخیہ تتبع اللہ عورتہ ومن تتبع اللہ عورتہ یفضحہ فی جوف بیتہ اور حضرت موسی علیہ السلام پر اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ جو شخص غیبت سے
توبہ کر کے مرتا ہے وہ سب سے پیچھے جنت میں جاویگا اور جو بے توبہ مریگا وہ سب سے اول دوزخ میں جاویگا اور حضرت انس رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار روزہ رکھنے کو ارشاد فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جبتک میں اجازت نہ دوں تب تک کوئی افطار نہ کرے غرض
لوگوں نے روزہ رکھا اور جب شام ہوئی تو آپ کی خدمت میں ایک ایک آدمی آنا شروع ہوا اور یہ عرض کرنے لگے کہ میں نے روزہ رکھا تھا
مجھکو اجازت افطار کی ہو آپ اجازت دیتے گئے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتیں ہیں کہ انھوں نے بھی روزہ
رکھا تھا انکو بھی اجازت ہو تو افطار کریں آپ نے منہ پھیر لیا اسنے دوبارہ عرض کیا دوبارہ بھی منہ پھیر لیا اس نے پھر سہ بارہ عرض کیا
آپ نے فرمایا کہ انھوں نے روزہ نہیں رکھا جو آدمی دن بھر لوگوں کا گوشت کھاوے اسکا روزہ کیسے ہوگا تو جا کے انکو کہدے کہ اگر
روزہ دار ہو تو قے کرو اسنے ان عورتوں کو حضرت کا حکم کہدیا انھوں نے قے کی تو ہر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا اسنے آپ کی خدمت
میں ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ خون انکے پیٹ میں رہ جاتا
تو انکو دوزخ کھا جاتی اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے منہ پھیر لیا تو وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ مرنے کے قریب ہیں
آپ نے فرمایا کہ انکو یہاں بلا لاؤ جب وہ آئیں تو آپ نے ایک پیالہ منگا کر ایک کو اس میں قے کا حکم کیا اسنے قے کی تو پیپ اور
خون کی قے کی یہانتک کہ پیالہ بھر گیا پھر دوسری سے کہا کہ قے کر اسنے بھی ویسی ہی قے کی آپ نے فرمایا کہ انھوں نے اس چیز سے جو اللہ
تعالے نے حلال کیا اس سے تو روزہ رکھا اور جو چیز حرام کیا تھا اس سے افطار کیا ایک دوسری کے پاس بیٹھکر لوگوں کا گوشت کھانا
شروع کیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ذکر سود کا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ایک درہم سود
آدمی لے تو خدا کے نزدیک گناہ میں چھتیس زنا سے بڑھکر ہو اور سود سے بھی بڑھکر مسلمان آدمی کی آبرو ہے اور حضرت جابر رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ ایک سفر میں تھے پس آپ دو قبروں پر گذرے کہ جنکے مردوں کو عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ان
لوگوں نے کوئی بڑا گناہ نہیں کیا تھا اور عذاب ہوتا ہے ایک تو لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا پھر آپ نے
ایک تر لکڑی یا دو منگا کر انکو توڑا اور دونوں قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیگی انکے عذاب میں تخفیف رہیگی اور جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو زنا کے باعث سنگسار کیا تھا ایک آدمی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اسکو کتے کی طرح اسی جگہ مار ڈالا پھر راہ
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مردار پر ہوا تو ان دونوں شخصوں کو فرمایا کہ اس میں دانت لگاؤ انھوں نے عرض کیا
کہ کیا مردار پر ہم دانت ماریں آپ نے فرمایا کہ جو ذکر ماعز کا تمنے کیا تھا وہ تو اس سے بھی زیادہ برا تھا غرض کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم
اجمعین آپس میں کشادہ پیشانی ملتے اور غیبت کسی کی نہ کرتے اور غیبت نہ کرنے کو افضل اعمال جانتے اور اسکے خلاف کو عادت
منافقین تصور کرتے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہو تو آخرت میں بھی
اسکے سامنے وہی گوشت کیا جاویگا اور حکم ہوگا کہ جیسا زندگی میں تونے کھایا تھا اب بھی کھا تو ناچار کھاویگا اور منہ بناویگا چلاویگا اور
پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور ایک بار دو آدمی کسی دروازہ کے پاس بیٹھے تھے کہ وہاں ایک آدمی
ایک مخنث تھا جو اسنے اپنا کام چھوڑ دیا تھا ان دونوں نے اسکو دیکھکر یہ کہا کہ اسکی ابھی تک مخنثوں کی سی چال باقی رہ گئی ہے

نماز کے لیے تکبیر ہوئی یہ دونون بھی جماعت مین شریک ہوئے مگر دل مین یہ خیال رہا کہ ہمنے اس شخص کی نسبت ایسا کلام کہا ہی نہ معلوم نماز ہوئی یا نہین اسلیے عطا رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ماجرا کہا انھون نے فرمایا کہ دوبارہ وضو کرکے پھر سے نماز پڑھو اور اگر روزہ بھی تھا رکھا تھا تو روزہ کو بھی قضا کرو اور ویل لکل ہمزۃ لمزۃ کی تفسیر مین حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمزہ سے وہ شخص مراد ہی کہ جو طعن و اعتراض لوگون پر کرے اور لمزہ سے غیبت کرنے والا مراد ہی اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمکو ایسا پہونچا ہی کہ عذاب قبر کے تین حصے ہین ایک تہائی تو غیبت سے ہوتا ہی اور ایک تہائی چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب سے نہ بچنے سے اور حضرت حسن رض فرماتے ہین کہ بخدا غیبت کا اثر مسلمان کے دین مین آکلہ بیماری کے اثر سے بھی زیادہ ہوتا ہی یعنے جیسا مرض آکلہ آدمی کے تن بدن کو کھا لیتا ہی ویسے ہی غیبت دین کو چٹ کرتی ہی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ ہمنے سلف کو اسی حال پر پایا کہ نماز و روزہ کو کسی کو عبادت نہین سمجھتے تھے بلکہ ترک غیبت کو عبادت جانتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب تمھارا دل چاہے کہ لوگون کے عیب بیان کرو تو اپنے عیب یاد کرو اور بعضون کا قول ہی کہ تم لوگ لوگون کی آنکھ کا تنکا بھی دیکھ لیتے ہو مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہین سوجھتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اے ابن آدم حقیقت ایمان پر جبھی پہونچیگا کہ جو برائی تجھ مین ہی اُسپر دوسرون کو بُرا نہ کہیگا اور اپنی بُرائی کی اصلاح پہلے کریگا اور جب پہلے اپنے نفس کی اصلاح مقدم جانیگا تو یہی شغل کافی ہی دوسرون کی طرف التفات کی نوبت آنی بھی مشکل ہی اور اللہ کے نزدیک محبوب تر وہی بندہ ہی جسکا حال ایسا ہی ہوا اور حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر مع حواریون کے ایک مرے کتے پر ہوا تو حواریون نے کہا کہ اس کتے مین سے کیا بُری بو آتی ہی آپ نے فرمایا کہ اُسکے دانتون کی سفیدی کتنی تیز ہی اس سے گویا حضرت عیسی نے اُنکو کتے کی غیبت سے بھی منع فرمایا اور تنبیہ کی کہ اللہ کی مخلوق مین سے اچھی شے کے سوا اور کچھ ذکر نہ کرنا چاہیے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سُنا کہ دوسرے کی غیبت کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ خبردار غیبت مت کرنا یہ چیز اُن لوگون کا سالن ہی جو انسانون مین سے کتے ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا تعالے کا ذکر کیا کرو کیونکہ اُس مین شفا ہی لوگون کا ذکر مت کیا کرو کہ اُس مین روگ ہے اللہ ہمکو حسن توفیق عنایت فرماوے

دوسرا بیان معنی غیبت اور اُسکی تعریف مین

غیبت کی تعریف یہ ہی کہ دوسرے کا ایسا ذکر کرنا کہ اگر وہ سُنے تو بُرا جانے خواہ نقصان بدن کا ذکر ہو یا نسب کا یا خلق کا یا قول و فعل کا یا دین کا یا دنیا کا یا کپڑے اور گھر اور سواری وغیرہ کا - بدن کا عیب تو یہ ہی کہ کسی کو یون کہو کہ جسکی آنکھین چندھی یا آنسو ڈھال یا بھینگی ہین یا جو گنجا یا بونا یا لمبا یا کالا یا پیلا وغیرہ جو ایسے عیب معلوم ہون کہ اگر وہ سُنیگا تو بُرا جانیگا اور نسب کا عیب اسطرح کہ اُسکا باپ غلام ہی خواہ خسیس ہی یا بدکار یا موچی یا گوبر والا یا اور کسی بکردہ پیشہ والا ہی اور خلق کا عیب اسطرح کہ فلان شخص بدمزاج ہی یا بخیل یا متکبر یا ریاکار یا غصہ بار یا نامرد یا بزدلا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہا جاوے اور ان افعال مین عیب جو دین سے متعلق ہین یون ہوتا ہی کہ وہ چور جھوٹا شراب خوار خائن ظالم ہی یا نماز و زکوۃ مین سُستی کرتا ہی یا رکوع و سجدہ اچھی طرح نہین ادا کرتا یا نجاست سے نہین بچتا یا والدین سے سلوک نہین کرتا یا زکوۃ کو بیموقع صرف کرتا ہی یا اچھی طرح نہین تقسیم کرتا یا روزہ مین جماع و غیبت لوگون کی بُرائی کا ذکر کیا کرتا ہی - اور جو افعال متعلق دنیا سے ہین اُنکا عیب اسطرح ہی کہ فلان شخص ادب سے لوگون کی تعظیم نہین کرتا اپنا ہی حق سب پر جانتا ہی اپنے اوپر کسی کا حق نہین سمجھتا یا بڑا بکی ہی یا بسیار خور یا سونیوالا کہ بے وقت سو رہتا ہی اور بیموقع بیٹھ جاتا ہی اور کپڑے کے عیب اسطرح کہ اُسکی آستین چوڑی ہی یا دامن لمبے ہین یا کپڑے میلے رکھتا ہی اور بعض لوگ کہتے ہین کہ دین کے باب مین جو کسی کو کچھ کہتے ہین تو یہ داخل غیبت نہین اسلیے کہ جس چیز کو خدا نے بُرا کہا ہی اُسکی مذمت کرتے ہین تو ایسے شخص کو گناہ کے باعث بُرا کہنے مین کیا خرابی ہی دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ذکر اُس عورت کا ہوا جو بہت نماز و روزہ کیا کرتی تھی اور اُسکی ساتھ ہی ہمسایون کو اپنی زبان سے ستاتی تھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی اور اسی طرح ایک عورت کا ذکر آپ کے سامنے ہوا کہ وہ بخیل ہی آپ صلعم نے فرمایا کہ ہمین کچھ اچھی

[illegible] ۱۲

بات نہین تو اگر اس قسم کی بُرائی ممنوع ہوتی تو آپ لوگون کو منع فرما دیتے کہ ایسے الفاظ سے ذکر مت کیا کرو ہم کہتے ہین کہ یہ قول و دلیل اُن لوگون کی ٹھیک نہین اسلیے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم جو لوگون کا ذکر اُن الفاظ سے آپ کے سامنے کرتے تھے تو اُنکی غرض یہ نتھی کہ اُنکا ہتک یا بُرائی ہو بلکہ تحقیق مسائل منظور ہوتی تھی اور سوا مجلس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی جگہہ اُسکی ضرورت نہ تھی اسواسطے صرف اُسی مجلس مین ایسا ذکر تحقیق کے لیے ہوجاتا تھا اور ان امور کی غیبت مین داخل ہونیکی یہ سند ہی کہ تمام علماء امت کا اجماع ہی کہ دوسرے آدمی کو ایسا کہنا کہ وہ سُنے تو بُرا مانے اسی کا نام غیبت ہی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی تعریف مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہی اور یہ بھی سبب ہی کہ جو بات کسی کی بیان کی ہی اور اُسمین موجود ہو تو ایسی بات کہنے سے غیبت کا بھی مرتکب ہوا اور خدا کا نافرمان اور اپنے بھائی کا گوشت کھانے والا بھی ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمکو معلوم ہی کہ غیبت کسکو کہتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ خدا تعالے اور اُسکا رسول زیادہ جانتا ہی آپ نے فرمایا کہ ذکرک اخاک بما یکرہ لوگون نے عرض کیا کہ جو بات کسی کی کہی جاوے اگر اُسمین ہو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بات اُسمین ہو تو غیبت ہی ورنہ بہتان ہی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص کا ذکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا تو لوگون نے کہا کہ وہ بڑا عاجز ہی آپ نے فرمایا کہ تمنے اُسکی غیبت کی اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت جو بات اُسمین تھی ہمنے تو وہ بیان کی ہی آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات کہتے جو اُسمین نتھی تو بہتان کرتے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کا ذکر آنحضرت صلعم کے سامنے کیا اور بیان کیا کہ وہ چھوٹے قد کی ہی آپنے اُنکو فرمایا کہ تونے اُسکی غیبت کی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دوسرے کا ذکر کرنا تین طرح ہوتا ہی غیبت اور بہتان اور افک اور ہر ایک کتاب اللہ عزوجل مین موجود ہی غیبت تو ایسی چیز کو کہتے ہین کہ جو بات دوسرے مین ہو اُسکو بیان کرین اور بہتان یہ ہی کہ جو بات اُسمین نہو اُسے بیان کرین اور افک یہ ہی کہ جیسا سُنین ویسا کہدین اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو منہ سے وہ کالا آدمی نکل گیا تو کہا کہ استغفر اللہ مین نے اُسکی غیبت کی اور ایکبار ابراہیم نے یک چشم کا ذکر کیا تو نخعی کہتے ہین کہ اپنا ہاتھ آنکھ پر رکھ لیا اور ایک چشم نہ کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ کسی کی غیبت مت کرو مین نے ایک عورت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہدیا تھا کہ اسکے دامن لمبے ہین آپ نے فرمایا کہ تھوک تھوک مین نے جو تھوکا تو منہ مین سے گوشت کا لوتھڑا نکلا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ غیبت زبان ہی سے کہنے پر موقوف نہین بلکہ جسطرح دوسرا شخص کسی کا عیب سمجھ جاوے وہ غیبت مین داخل ہی خواہ کنایہ اور رمز سے ہو یا حرکت و فعل سے یا تصریح و قول سے پس سب حرام اور ناجائز ہین چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ ایکبار ایک عورت آئی جب وہ چلی گئی تو مین نے ہاتھ سے اُسکے قد کا اشارہ کیا کہ کوتاہ قد کی تھی یعنی بونی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے اُسکی غیبت کی اور اسی مین داخل ہی اگر لنگڑے آدمی کی نقل کرے اور خود اُسکی چال چلنے لگے بلکہ نقل کرنا غیبت سے بھی بڑھکر ہی اسلیے کہ اس سے زیادہ تر صورت دوسرے شخص کی ذہن مین آتی ہی گویا تصویر پیش نظر ہوجاتی ہی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ایک عورت کی نقل کی تو آپ نے فرمایا کہ ما یسرنی انی حاکیت ولی کذا وکذا اور یہی حال لکھنے کا ہی کہ قلم بھی نصف زبان ہی پس اگر کوئی مصنف ایک شخص معین کی نسبت کچھ بُرا لکھے یا اُسکا کلام کتاب مین نقل کرے تو داخل غیبت ہی مگر اسصورت مین کہ کوئی وجہ یا عذر لکھنے کا جیسا کہ آگے اسکا بیان آتا ہی اور اسطرح یہ کہنا کہ کچھ لوگ ایسا کہتے ہین داخل غیبت نہین غیبت اُسی کا نام ہی کہ شخص معین کی طرف اشارہ پایا جاوے خواہ زندہ ہو یا مردہ اور یہ بھی غیبت ہی ہی کہ اسطرح کہے جس سے آج ملاقات ہوئی تھی یا جو شخص ہمارے پاس آیا تھا وغیرہ بشرطیکہ مخاطب اُس سے شخص معین سمجھے کیونکہ مقصود یہی ہی کہ مخاطب سمجھ جاوے یہ مقصود نہین کہ کسی طور خاص کے سمجھانے سے غیبت ہوتی ہی لیکن اگر شخص معین مخاطب کے ذہن مین نہ آویگا

ہو تا جاتا ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی آدمی کا فعل بُرا معلوم ہوتا تو فرماتے کہ لوگون کا کیا حال ہو کہ ایسا کرتے ہین معین کسی کے
کچھ نہین فرماتے تھے ہین کلام مین کوئی ایسا لفظ کہنا کہ جس سے شخص معین ہی سمجھا جاوے غیبت ہوگی اور سب سے زیادہ بری غیبت وہ ہے
لوگ کرتے ہین جو پڑھے لکھے اور ریاکار ہین کہ مقصود اپنا ظاہر کرتے ہین اور اپنے تئین اچھا دکھاتے ہین اور لوگون کو یہ معلوم ہو کہ غیبت
نہین کرتے حالانکہ وہ غیبت اپنی جہالت سے نہین جانتے کہ دو گناہ ایک غیبت دوسرے ریا کی غیبت سے بچے اور ریا اس کے علاوہ ہوا مثلاً کسی شخص
کا ذکر اگر انکے سامنے ہو تو کہتے ہین خدا کا شکر ہو کہ ہمکو حاکم سے غرض نہین ڈالی اور ذلت سے بچایا ہے یا یہ کہتے کہ خدا کی پناہ کہتے ہین
کہ بے شرمی سے بھی خدا بچا وے تو ان الفاظ سے غرض یہ ہوتی ہو کہ دوسرا شخص کا عیب ہو مگر اسکو شکر اور دعا کے پیرایہ مین ادا
کرتے ہین اور بعض اوقات اس شخص کی مدح بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فلانا شخص کیا اچھا ہو اعمال سب درست عبادت میں
چست مگر ایک ایسی ہی بلا مین مبتلا ہو کہ ہم سب کے سب اسمین گرفتار ہین وہ یہ ہو کہ صبر کم کرتا ہو یہی اول اپنے نفس کو ذکر کرلیتے
ہین اور اسکے ضمن مین غرض صرف دوسرے کی مذمت ہوتی ہو اور اپنے آپ کو صلحا سے شمار کرنا تو اس صورت مین تین خطائین جمع
ہو جاتی ہین غیبت اور ریا اور اپنے نفس کو صاف جاننا اور خود ہی سمجھتے ہین کہ ہم غیبت نہین کرتے کسی کی غیبت سے محفوظ ہین اسلئے
اسی بنا پر جو آدمی بیٹھا جانے عبادت کرتے ہین شیطان انکا مسخرہ بنا لیتا ہو انکو لاعلمی کے سبب کچھ خبر نہین ہوتی وہ جس طرح چاہتا ہو انہیر
ہنستا ہو اور انکے اعمال کو اپنے فریب سے گھیر لیتا ہو اور اسی مین یہ بھی ہو کہ کسی جلسہ مین ایک آدمی کے عیب کا ذکر کرتے ہین اور بعض
شخص اسپر کان نہین دھرتے تو کہہ اٹھتے ہین کہ سبحان اللہ عجیب و غریب بات ہو تاکہ لوگ خوب متوجہ ہو کر سنین اپنے خبث باطن
اظہار مین خدا کا نام لیا جاتا ہو اسکو بھی دھوکا دینا چاہتے ہین وہ تو دلون کی بات جانتا ہو کہ انکی کیا غرض ہو اور بعض اوقات کہتے ہین
کہ ہمارے دوست پر جو یہ حال گذرا ہمکو نہایت رنج ہوا کہ انکو تنگی ہوئی خدا تعالے اسکو اسکے عوض راحت دے تو غم کا دعوی اور دعا کا
اظہار دونون جھوٹے ہوتے ہین کیونکہ اگر دعا کا قصد ہوتا تو خلوت مین بعد نماز اسکے لیے دعا کرتے اور واقع مین اسکے رنج سے رنج ہوتا تو جس چیز کے
اظہار سے اسکو برا لگے وہ کیون ظاہر کرتے اسی طرح کبھی کہتے ہین کہ وہ بیچارہ بڑی آفت مین پھنس گیا ہو تعالے اسکو اور ہمکو دونون کو توبہ نصیب
فرماوے ظاہر مین تو یہ دعا ہو مگر اللہ تعالی خبث باطن پر خوب مطلع ہو کہ دل مین کیا بھرا ہو مگر انکو جہالت کے باعث نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر
جاہلون سے بھی بڑھکر ہو اور غیبت کو سنکر تعجب کرنا بھی غیبت ہو اسلیے کہ تعجب کرنے سے غیبت کنندہ خوش ہوتا ہو اور زیادہ کہنے کو تیار ہوتا ہو مثلاً جب کسی نے
دوسرے کا عیب بیان کیا اور سننے والے نے کہا کہ بھائی ہم اسکو ایسا نہین جانتے تھے آجتک ہمکو اسکی نسبت اور ہی کچھ خیال تھا یہ تمنے عجب حال اسکا بتایا
خدا ہم سب کو بچائے اس سے وہ شخص غیبت کنندہ اور دلیر ہو باتین اسکی کرنے لگتا ہو کہ زیادہ تر موجب تعجب ہوگا اور یہ بھی ہان جی ہان جی کہنے لگتا
ہو غرضیکہ غیبت کا سننا اور تصدیق کرنا بھی داخل غیبت ہو بلکہ جو چپکا سنا کرے وہ بھی شریک غیبت ہو چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہو
المستمع احد المغتابین اور ایکبار حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض مین سے ایک نے دوسرے سے ذکر کیا کہ فلانا شخص بڑا سوتا ہو پھر دونون
صاحبون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹی کے لیے سالن مانگا آپ نے فرمایا کہ سالن تو تم کھا چکے انھون نے عرض کیا کہ ہمکو تو معلوم
نہین کب لیا آپ نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی مسلمان کا گوشت کھا چکے دیکھیں باوجودیکہ وہ کلمہ ایک صاحب نے فرمایا تھا مگر آپ نے دونون کو
شریک کیا اسی طرح ماعز کے رجم مین بھی جو دو شخصون نے آپس مین کہا تھا کہ کتے کی طرح اسی جگہ مارا گیا تو آپ نے مردار دکھا کر دونون کو ارشاد
فرمایا تھا کہ اسمین دانت مارو حالانکہ کہنے والا ایک ہی تھا دوسرا سنتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ سننے والا بھی غیبت کے گناہ مین
شریک ہو مگر اس صورت مین کہ زبان سے کہنے والے کو منع کر دے اور اگر زبان سے منع کرنے مین خوف ہو تو دل ہی سے برا سمجھے اور اگر
اپنی اٹھکر اس سے الگ ہو سکتا ہو یا کہنے والے کو دوسری بات مین لگا سکتا ہو مگر یہ دونون باتین نہ کرین تو گناہ بیشک ہوگا اور اگر زبان

تو منع کیا لیکن دل مین خواہش سننے کی رہی تو اسکا نام نفاق ہے گناہ سے جبھی بچیگا جب دل سے برا سمجھیگا اور منع کرنے مین اسی قدر کافی نہین کہ ہاتھ سے یا ابرو یا آنکھ کے اشارہ سے روک دے اسمین سہل انگاری سی معلوم ہوتی ہے بلکہ یون چاہیے کہ بخوبی منع کرے کہ خبردار ایسا ذکر پیچھے پشت کرنا حدیث شریف مین وارد ہے من اذل عندہ مومن فلم ینصرہ وہو یقدر علی نصرہ اذلہ اللہ یوم القیامۃ علی رؤس الخلائق اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا من رد عن عرض اخیہ بالغیب کان حقا علی اللہ ان یرد عن عرضہ یوم القیامۃ اور نیز فرمایا من ذب عن عرض اخیہ بالغیب کان حقا علی اللہ ان یعتقہ من النار اور غیبت کے وقت مسلمان کی نصرت کے باب مین اور اسکی فضیلت مین بہت سی احادیث ہین جنکو ہم باب آداب صحبت اور حقوق اسلام مین بیان کر چکے ہین اب اعادہ کرنا امر زائد ہے

تیسرا بیان اسباب غیبت کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ غیبت کے سبب بہت ہین مگر گیارہ سبب مین وہ سب آجاتے ہین آٹھ تو ان مین عوام کے حق مین عام ہین اور تین دینداروں کیلیے خاص ہین آٹھ سببون مین سے اول یہ ہے کہ غصہ کے وقت دل کے پھپھولے پھوڑنے منظور ہون یعنی جب کوئی ایسا سبب ہو جاوے کہ آدمی کو دوسرے پر غصہ آوے تو ہیجان غضب مین اسکی برائی کرنے لگتا ہے اور دل کی کسر نکالتا ہے یہ امر اقتضاے طبع سے ہوتا ہے بشرطیکہ دین کا تعلق نہو اور کبھی ایسا ہے برا نہین کہتا مگر دل مین کینہ رہتا ہے اور اسکو گویا آیندہ کو ہمیشہ کیلیے برا کہنے کی بنا پڑتی ہے پس کینہ اور غضب دونون غیبت کے بڑے سببون مین سے ہین دوسرا سبب اورون کی دیکھا دیکھی اور ہان مین ہان ملانا ہے مثلاً اگر اپنے رفیق اور اہل جلسہ کسی کی برائی کرین تو اسوقت یہ سمجھتا ہے کہ اگر انکی طرح نہ کرونگا تو یہ ناراض ہو جاوینگے یا مجھکو برا سمجھینگے اور کنارہ کشی کرینگے تو انکی سی یہ بھی کہنے لگتا ہے اور اسی امر کو حسن معاشرت اور رفاقت داری جانتا ہے تو جب وے غصہ کی حالت مین کسی کو برا کہتے ہین یہ بھی غصہ مین انکی دیکھا دیکھی کرکے برا کہنے لگتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ پیش بندی منظور ہوتی یعنی جب کسی کو معلوم ہو کہ یہ شخص کسی بڑے آدمی کے سامنے میری برائی کریگا یا میرے خلاف گواہی دیگا تو پہلے ہی سے اسکی برائی کرنے لگے کہ پھر وہ اگر اسکی نسبت کچھ کہے تو شنوائی نہو اول سے یہ بات مخاطب کے دل مین جم جاوے کہ یہ آدمی لغو اور فضول گو ہے یا اول اول کچھ اسکے سچے حالات بیان کیے بعدہ جھوٹے معاملہ بھی اسکی طرف لگا کر کہدے تاکہ پہلے حالات کی طرح انکو بھی مخاطب صحیح تصور کرے اور اسکا جھوٹا اور فریبی ہونا اسطرح مشہور ہو جاوے اور اسکو اسطرح بیان کرتا ہے کہ میری عادت جھوٹ بولنے کی نہین مگر مین نے تمسے فلان فلان حال بیان کیے سب ویسے ہی نکلے جیسے مین نے کہے تھے چوتھا سبب یہ کہ کسی عیب سے اپنا بری ہونا مقصود ہوتا ہے تو اسوقت دوسرے شخص کا نام لیکر کہتا ہے کہ اسنے بھی ایسا ہی کیا یا وہ بھی میرے ساتھ شریک تھا مین اسمین معذور ہون اور چاہیے یون تھا کہ اپنے آپ کوئی عذر بیان کرتا دوسرے کا نام نہ لیتا پانچوان سبب ارادہ فخر و مباہات ہے کہ دوسرے کے نقص نکالنے سے اپنا افضل ہونا ثابت کرے مثلاً کسی کو کہنا کہ وہ جاہل آدمی ہے اسکی سمجھ اچھی نہین کلام پوچ کرتا ہے اس سے غرض یہی ہوتی کہ ہم اسکی نسبت زیادہ جانتے ہین یا یہ خوف ہو کہ اپنا سا میری سی تعظیم کہین اسکی نہونے لگے اسلیے اسمین عیب نکالنے شروع کیے چھٹا سبب حسد ہے یعنی جب لوگون کو دیکھا کہ کسی امر کی تعریف و تعظیم کرتے ہین اور اس سے محبت پیش آتے ہین تو رشک حسد جوش کرتی ہے اور یہ دل چاہتا ہے کہ یہ نعمت اسکے پاس نہ رہے تو اور تو کچھ نہین بن پڑتا اسکا عیب ظاہر کرنا شروع کرتا ہے تاکہ لوگون کے نزدیک اسکی عزت نہ رہے اور تعظیم و اکرام درجہ سے بازآوین اسلیے کہ تعریف کا سننا اور تعظیم ناگوار گذرتی ہے اسکا نام حسد ہے یہ غصہ اور کینہ کے علاوہ ہے کیونکہ غصہ اور کینہ مین تو یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص کچھ اپنا بگاڑ کرتا ہے جب غصہ اور کینہ آتا ہے اور حسد بگاڑ پر موقوف نہین دوست محسن اور رشتہ دار موافق پر بھی ہوا کرتی ہے ساتوان سبب کھیل اور دل لگی ہے کہ دوسرے کی برائی بیان کر کر ہنسنا اور ہنسانا اور وقت ٹالنا منظور ہوتا ہے آٹھوان سبب دوسرے کی حقارت کیلیے اسکو بنالینا مقصود ہوتا ہے اور یہ سامنے اور پیٹھ پیچھے دونون طرح ہوتا ہے اسمین اپنی بڑائی اور دوسرے کی ذلت منظور ہوتی ہے اور وہ

حاشیہ: حدیث [illegible] جس شخص کے سامنے [illegible] ایماندار کی [illegible] اسکی مدد [illegible] اور وہ اسکی مدد کرنے پر قادر ہو [illegible] احمد و طبرانی [illegible] سہل بن حنیف [illegible]

حدیث [illegible] ابن ابی الدنیا در صمت اور اسکی سند مین شہر بن حوشب ہے اور ترمذی نے [illegible] باللفظ دیگر نقل کیا [illegible]

تین سبب جو خاص لوگون مین باعث غیبت ہوتے ہین وہ بڑے دقیق و باریک ہین اور کیونکہ ان مین شیطان انکو ڈالتا ہی اور ان مین خیر واقع
ہوتی ہی گو شیطان شر بھی ملا کر دیتا ہی پہلا سبب یہ ہی کہ دین کے باعث کسی کے قصور پر مطلع ہو کر تعجب معلوم ہوتا ہی تو کہنے لگتا ہی کہ دیکھو
فلان شخص سے ہمکو عجیب بات معلوم ہوئی ہی ہر چند دینداز آدمی سے کسی قسم کی خطا دریافت ہو موجب تعجب ہوتی ہی مگر دوسرے شخص کو یون
چاہیے تھا کہ تعجب تو کرتا مگر نام کسی کا نہ لیتا پس نام کا لوانا شیطان کا کام ہی اسی سبب سے یہ داخل غیبت ہو گیا اور نادانستہ گنا ہگار
ٹھہرا اور اسمین یہ بھی داخل ہی کہ کسی کو کہین کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ اس جیسا شخص ایسی بدصورت عورت سے محبت کرے یا جاہلون
مین جا جا کر بیٹھے دوسرا سبب کسی کی خطا دیکھکر رحم آنا اور رنج کرنا مثلاً جب کسی کو کسی امر معیوب مین مبتلا دیکھا تو براہ رحم کہا کہ ہم کو
اسکے حال پر بڑا افسوس ہی کہ وہ اس بلا مین گرفتار ہو گیا تو اگرچہ دعوی افسوس اسکی جانب سے صحیح ہی مگر چونکہ غم مین اسکا نام لے دیا
اتنی سی بھول سے داخل غیبت ہو گیا پس ہر چند کسی مسلمان کے خطا وار ہونے سے غم کرنا اور رحم کھانا اچھی بات ہی لیکن شیطان نے اسمین
یہ شر طا بھی ملا دی کہ اسکا نام لے دیا بدون نام کے بھی تو رنج و رحم و تعجب ممکن ہی الا شیطان نے اسکے ثواب سے محروم رکھنے کے لیے نام
لوا دیا تیسرا سبب اللہ کے واسطے غصہ کرنا یعنے جب کسی آدمی کو بری بات کرتے سنا یا دیکھا تو براہ حمیت دینی غصہ آتا ہی اسمین اگر اسکا
نام لیا غصہ کریگا تو غیبت مین داخل ہوگا بلکہ واجب یہ ہی کہ امر معروف او نہی منکر کے لیے اظہار غضب خاص اس شخص پر کرے اسکی
اطلاع دوسرے کو نہو یا اظہار غضب کے وقت اسکا نام لے اور برا نہ کہے یہ تین سبب ایسے ہین کہ انکا معلوم ہونا عوام کو تو کیا علما کو بھی بہت
مشکل ہی کیونکہ ظاہر اسباب یہ معلوم ہوتا ہی کہ تعجب اور رحمت اور غضب جب اللہ کے واسطے ہونگے تو تعیین نام مین ایک عذر قوی
ہوگا حالانکہ یہ خطا ہی بلکہ غیبت کے باب مین حاجات مخصوص ہین کہ ان مین ذکر نام کی گنجائش نہین جیسا کہ آگے مذکور ہوگا عامر بن واثلہ
رضہ روایت کرتے ہین کہ ایک شخص ایک مجمع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات مین گذرا اور انکو سلام کیا سبھون نے جواب سلام دیا
جب وہ آگے بڑھا ایک آدمی نے مجمع مین سے کہا کہ اس شخص کے ساتھ بغض للہ ہی لوگون نے کہا کہ یہ تمنے بہت برا کہا ہم اسکو مطلع
کر دیتے ہین اور اسی وقت ایک آدمی سے کہا کہ اس شخص سے جا کر کہہ دے کہ فلان شخص تمھاری نسبت یون کہتا ہی چنانچہ ایسا ہی ہوا
وہ شخص سنتے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور اوس شخص کا قول اپنی نسبت عرض کیا آپ نے اسکو بلوا کر
پوچھا کہ تو نے ایسا کلمہ اسکی نسبت کہا ہی اسنے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر وجہ بغض کی کیا ہی اسنے عرض کیا کہ مین اس شخص کا
ہمسایہ ہون اسکے حال کو خوب جانتا ہون یہ شخص سوا نماز فرض کے اور کوئی نماز نہین پڑھتا اسنے عرض کیا کہ آپ یہ دریافت
فرمالیجیے کہ فرض نماز مین مین نے کبھی دیر کی ہی یا وضو اچھی طرح نہین کیا یا رکوع سجدہ برا کیا ہی جب آپ نے اس سے پوچھا تو عرض
کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ یا حضرت سوا ماہ رمضان مبارک کے اور کبھی روزہ رکھتے مین نے اسکو نہین دیکھا اور اس
مہینے کے روزے تو اچھے برے سب ہی آدمی رکھتے ہین اس نے جواب مین عرض کیا کہ آپ دریافت فرمائیے کہ کبھی مین نے کسی رمضان کے
روزہ نہ رکھے ہون یا کچھ اونکا حق ادا نہ کیا ہو آپ نے جو دریافت فرمایا کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ مین نے اسکو کبھی سایل
اور مسکین کو دیتے نہین دیکھا اور نہ خدا واسطے کبھی خرچ کرتے دیکھا البتہ زکوۃ مال کی دیا کرتا ہی سو سبھی دیتے ہین اسنے عرض کیا کہ آپ یہ
پوچھیں کہ کبھی یہ بھی دیکھا ہی کہ مین نے زکوۃ کم دی ہو یا وقت سے ٹال گیا ہون آپ نے جو دریافت فرمایا اسنے عرض کیا کہ یہ بات تو کوئی
بھی نہین ہوئی پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ چلا جا شاید یہی شخص تیری نسبت بہتر ہو اس سے لفظ کیون کہا ہی

چوتھا بیان اس تدبیر کے ذکر مین جس سے زبان غیبت سے باز رہے - جاننا چاہیے کہ کل اخلاق بد کا علاج معجون
علم و عمل سے ہوتا ہی اور ہر مرض کی دوا اسکے سبب کے خلاف ہوتی ہی یعنی سبب مرض اگر برودت ہو تو علاج حرارت سے ہوگا اور اگر حرارت ہو تو برودت

سے اور چونکہ سبب غیبت کے اوپر مذکور ہوئے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ روکنا زبان کا غیبت سے دو طرح ممکن ہے ایک طور تو اجمالی ہے اور دوسرا تفصیلی
اجمالی تو یہ ہے کہ آدمی یہ یقین کر لے کہ غیبت کے باعث غضب الٰہی میں گرفتار ہونگا جیسے کہ اخبار و آثار سے معلوم ہوا اور یہ کہ اسکے باعث
قیامت کے روز نیکیاں بیکار ہو جاوینگی اسلیے کہ غیبت میں جس شخص کی ہتک ہوگی نیکیاں اسکی مل جاوینگی اور نیکیاں غیبت کنندہ کے پاس
نہ ہونگی تو دوسرے شخص کی برائیاں اسکے نامہ اعمال میں لکھ دیجاوینگی اور غضب الٰہی اسکے علاوہ رہا کہ خدا کے سامنے گویا یہ شخص مردار خوار
ہے بلکہ اگر پلہ بدیوں کا جھک گیا تو دوزخی ہے یا فرض کرو کہ اسکی نیکیاں اور بدیاں برابر ہیں لیکن غیبت کے باعث اگر ایک نیکی دوسرے شخص
کو مل گئی یا ایک بدی اسکی طرف آملی تو ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں پلہ بدیوں کا بھاری ہو جاویگا اور اسوقت نتیجہ بجز دوزخی ہونے کے
اور کیا ہے اور کمتر درجہ یہ ہے کہ اعمال کا ثواب کم ہو گیا یعنی جب مواخذہ اور باز پرس اور سوال و جواب و حساب و کتاب ہو چکے اور کچھ نیکیاں
مثلاً باقی رہیں تو جتنا ثواب اسکو بے غیبت انکے عوض ملتا غیبت ہو جانے سے اوتنا نہیں ملیگا حدیث شریف میں آیا ہے ما النار فی الیبس
باسرع من الغیبۃ فی حسنات العبد اور ایک روایت میں ہے کہ کسی نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں نے یوں سنا ہے کہ آپ
میری غیبت کیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میری نظروں میں تمہاری ایسی قدر نہیں کہ اپنی نیکیاں تمکو حوالہ کروں غرضکہ جب آدمی ان
احادیث کو جو غیبت کے باب میں وارد ہیں یقین کر لیگا تو ڈر کے مارے غیبت پر زبان نہ کھلیگی اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ جب غیبت کا دھیان
آوے تو اپنے نفس میں فکر کرے کہ کوئی عیب مجھ میں بھی ہے یا نہیں اگر کوئی عیب پاوے تو اسکے دور کرنے میں مشغول ہو جاوے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو یاد کرے طوبیٰ لمن شغلہ عیبہ عن عیوب الناس اور جب آدمی میں خود عیب ہو تو چاہیے
کہ اس امر کی شرم کرے کہ اپنے نفس کو تو برا نہ کہے اوروں کو برا کہے بلکہ یہ جان لے کہ جیسا مجھ سے اپنے نفس کا عیب دور نہو سکا ویسا ہی
یہ شخص بھی مجبور ہوگا ورنہ خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت کے کیا معنی اور یہ بھی اسصورت میں ہے کہ دوسرے شخص میں عیب اس قسم کا
ہو جو اسکے فعل اور اختیار سے ہوا ہو ورنہ اگر کوئی امر جبلی خواہ اعضاء ظاہری میں ہوگا تو اسپر برا کہنا تو خالق کو برا کہنا ہے معاذ اللہ
منہا جیسا کہ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ اے بدصورت اسنے جواب دیا کہ صورت کا بنانا میرے اختیار میں نہیں تھا کہ میں
اسکو اچھا کر لیتا اور اگر اپنے نفس میں کوئی عیب نہ پاوے تو خدا کا شکر کرے اور غیبت میں جو سب میں بڑا عیب ہے مبتلا نہو مردار کے
گوشت کھانے سے زیادہ برائی کونسی ہوگی پس اگر اپنے آپکو عیبوں سے صاف جانتا ہے تو دامن زبان کو اس غلیظ اور کثیف چیز میں
بھی آلودہ نہ کرے اور اگر بنظر انصاف دیکھو تو کوئی آدمی عیب سے خالی نہیں اگر کوئی اپنے آپ کو عیب سے پاک تصور کرے یہ عین
حماقت اور نادانی ہے پس یہی بہتر ہے کہ دوسروں کی غیبت کے وقت اپنے نفس کی اصلاح کیا کرے اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ یہ خیال
کرے کہ اگر کوئی شخص میری غیبت کرے تو مجھکو کتنا برا معلوم ہوگا اسیطرح اگر میں دوسرے کی غیبت کرونگا تو اسکو بھی ویسا ہی رنج ہوگا
پس جیسا یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اپنی غیبت کوئی کرے ایسا ہی اسکو بھی ناپسند کرنا چاہیے کہ خود دوسرے کی غیبت کا مرتکب ہو یہ
تدبیریں اجمالی یقین اور معالجہ تفصیلی اسطرح ہے کہ جو کچھ سبب غیبت کا ہے اسی کو دور کرنا چاہیے اسلیے کہ بیماری جبھی دور ہوتی ہے جبکہ
سبب منقطع ہو جاتا ہے پس اگر سبب غیبت کا غضب ہو تو اس سے اسطرح بچنا چاہیے کہ دل میں یوں تصور کرے کہ اگر میں اسپر غصہ
نکالونگا تو خدا تعالیٰ غیبت کے سبب مجھپر غصہ نکالیگا اسلیے کہ اسنے فرمایا تھا مگر میں نے اسکی عدول حکمی کی اور اسکے روکنے کی کچھ حقیقت
نہ سمجھی اور حدیث شریف میں ہے ان لجہنم بابا لا یدخل منہ الا من شفی غیظہ بمعصیۃ اللہ تعالیٰ اور فرمایا من اتقی ربہ کل لسانہ ولم یشف غیظہ
اور فرمایا کہ جو شخص غصہ نکالنے پر قادر ہو کر اسکو پی جاوے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سب لوگوں کے سامنے اسکو بلا کر ارشاد فرماویگا
کہ حوروں میں سے جونسی چاہے پسند کرے اور بعض انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں میں ہے کہ خداوند جل و علی فرماتا ہے کہ اے ابن آدم جب تو

[illegible] ... ابن ابی الدنیا و بیہقی بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲ م ۴۳ ۴ جو شخص تقوی کرتا ہے اپنے رب کا بند ہوتی ہے زبان اسکی اور نہیں نکالتا غصہ اپنا ۱۲ ابو منصور در مسند فردوس بروایت سہل بن سعد بسند ضعیف ۱۲ م ۴۳ ۵ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ بروایت معاذ بن انس ۱۲

غصہ کرے مجھکو یاد کیا کرین اپنے غصہ کے وقت تجھکو یاد کرونگا یعنے تباہ کاروان کے ساتھ تجھکو تباہ نہین کرونگا اور اگر باعث غیبت یار آشناؤن کی موافقت اور دیکھا دیکھی ہو تو یون جاننا چاہیے کہ جس بات سے خدا ناخوش ہو اسمین اگر مخلوق راضی ہوئی تو کیا ہوگا یہ کسطرح ہوسکتا ہو کہ بندہ دوسرے کی خاطر اپنے آقا سے بگاڑ کرے اور ایسا کرے تو اس جیسا نادان اور نمک حرام کوئی نہین ہان یہ چاہیے کہ غصہ اللہ کے واسطے ہو اور اسمین بھی اس بات کا خیال رہے کہ جسپر غصہ ہو اسکی نسبت کچھ کلمہ بیجا نہ نکلے بلکہ رفقا سے اگر کوئی کلام اسکی نسبت بیجا صادر ہو تو اسپر بھی غصہ کرے اسلیے کہ وہ لوگ بڑے گناہ کے مرتکب ہوے جسکا نام غیبت ہو اور اگر باعث غیبت اپنے نفس کا پاک و بری کرنا ہو یعنی دوسرے کا نام کسی گناہ مین اسلیے لیتا ہو کہ لوگ اسکو بری تصور کرین اس خیال سے کہ ایسا کام اور اچھے لوگ بھی کرتے ہین تو اسکا علاج یہ ہو کہ خیال کرے کہ مخلوق کی ناراضی کی نسبت خدا تعالے کی ناراضی بہت سخت ہو اور غیبت کے سبب خدا تعالے کی ناراضی تو قطعًا ہوتی ہو مگر جس مطلب کے واسطے غیبت کرتا ہون وہ امر وہمی ہو اسلیے کہ کیا معلوم ہو کہ لوگ بعد غیبت اسکو بری التصور کرینگے یا نہین پھر تو گویا اسمین خدا تعالے کا غصہ اور آخرت مین تباہ ہونا اور نیکیون کا نقصان تو نقد اور حقیقت مین موجود ہو اور دنیا کے نزدیک سرخروئی ہو اور لوگون کی زبان بندی ایک وہمی بات بمنزلہ ادھار کے ہو تو ایسے معاملہ مین سراسر جہالت و ذلت ہو اس کہنے سے کیا فائدہ کہ مین نے حرام کھایا تو کیا ہوا فلانا شخص بھی کھاتا ہو یا مین نے یہ قصور کیا تو تنہا نہین ہون فلان شخص بھی ایسا ہی کرتا ہو اسلیے کہ تقلید اور اقتدا ایسے ہی شخص کی مقبول ہوتی ہو جو خدا تعالے کی مرضی کے موافق کام کرتا ہو اور اگر اسکے خلاف حکم کرے تو ایسے کی اقتدا ہرگز نہین چاہیے خواہ کوئی کیون نہو ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید + فرض کرو کہ کوئی آدمی جلتی آگ مین کود پڑے اور تمکو قدرت اس آگ سے بچنے کی حاصل ہو تو کبھی پہلے شخص کا ساتھ دوگے اور اگر دوگے تو بیوقوف کہلاؤگے غور کرنے کی بات ہو کہ اپنا عذر بیان کرنے مین جو شخص دوسرے کا نام لیتا ہو تو اسکے ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو غیبت دوسرے اس گناہ کی زیادتی کیونکہ عذر گناہ بدتر از گناہ مشہور ہو پس ایسے شخص پر جہالت اور غباوت دونون ختم ہین اور اسکی مثال ایسی ہو کہ کوئی بکری ایک بز کوہی کو پہاڑ کی چوٹی سے گرتے دیکھکر آپ بھی اسکے ساتھ گر پڑے اب اگر مثلًا اسکی زبان گویا ہو جاوے اور اس گرنے کی وجہ یون کہے کہ چونکہ بکرا مجھسے زیادہ دانا تھا اور پہلے گرا تھا اسواسطے مین بھی گر پڑی تو بیشک سننے والون کو ہنسی آویگی کہ کیسی جہالت کا جواب ہو مگر حضرت انسان کا بعینہ یہی حال ہو اپنے نفس پر ہنسی نہین آتی کہ خطا کا عذر کیسا نامعقول کرتے ہین اور اگر باعث غیبت یہ ہو کہ دوسرے کی نسبت اپنا فضل زیادہ ہو اور لوگ اسکی برائی سے آگاہ ہو کر اسکی تعظیم کم کرین تو اسکا علاج یہ ہو کہ غیبت کرنے سے جو مرتبہ خدا کے نزدیک تھا وہ تو جاتا رہا اب لوگون کے نزدیک فضل ہونا احتمالی بات ہو بلکہ ممکن ہو کہ وہ بداعتقاد ہو جاوین جبکہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص لوگون کی برائی کرتا رہتا ہو بہرصورت اپنی قدر خدا کے یہان کی یقینًا دے ڈالی اور دنیا کی عزت وہمی کا خریدار ہوا اور اگر بالفرض لوگون مین کچھ عزت و تعظیم ہوئی بھی تو قیامت مین کیا کام آویگی ولکن عذاب اللہ شدید وہان کوئی اپنا یا بیگانہ کچھ نفع نہین کریگا اور اگر غیبت کا سبب حسد ہو تو دو عذاب اور دوہری مصیبت اپنے اوپر لینی ہو دنیا مین تو حسد کے باعث جلتا رہیگا چنانچہ کسی شاعر کا قول ہو ؎ حاسد کو ایکدم نہین راحت جہان مین + رنج حسد تک جان ہو جب تک کہ جان مین + اور اسپر بھی قناعت نہ کی غیبت کر کے عذاب آخرت بھی گردن پر کیا اور خسر الدنیا والآخرۃ ہوا ارادہ تو یہ کیا کہ دوسرے کا برا ہو مگر اپنا برا ہو رہا اور دوسرے کے شگون بچکے لیے اپنی ناک کٹ گئی کہ نیکیان اسکو ملینگی خواہ اسکی خطائین اپنے اوپر آئینگی دونون صورت مین گویا اسکے ساتھ تو دوستی ہوئی اور اپنے نفس کے ساتھ دشمنی اسکے سوا کبھی یہ بھی ہوتا ہو کہ حسد اور غیبت سے دوسرے کا فضل اور زیادہ مشہور ہو جاتا ہو تب اور زیادہ حماقت اور جہالت پر ندامت ہوتی ہو اور اگر باعث غیبت استہزا ہو تو جاننا چاہیے کہ گو سردست ایک شخص خاطر خواہ بن جاتا ہو لوگون مین رسوا ہوتا ہو مگر غیبت کرنے والا خدا کے نزدیک رسوا ہوتا ہو اور فرشتون اور انبیا

(۱) [illegible] ۱۲

کے سامنے ذلت اٹھاتا ہو پس اگر آدمی اُسکے انجام کو سوچے کہ کسطرح کی حسرت اور ذلت اور خجالت قیامت کے دن اٹھانی پڑیگی جب دوسرے کے گناہ اُسکے سر پڑینگے اور یہ بھاری گٹھری لیکر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اسطرح کا خوف دل مین سماویگا پھر کسی آدمی کے بنانے کو دل نہ چاہیگا اسلیے کہ دنیا مین دوسرے کو بنانا صرف چند آدمیون کے سامنے ہوگا اور قیامت کی رسوائی تمام خلق کے سامنے ہوگی اُس وقت دوسرا شخص اپنے غیبت کنندہ کو دیکھیگا کہ گدھے کی طرح بوجھون لدا ہوا دوزخ مین چلا جاتا ہو تو وہ اس رسوائی کو دیکھکر خوش ہوگا اور کہیگا کہ ہنسی کا مزہ پایا دیکھو خدا نے میری کیسی مدد کی اور کیا بدلا لیا اور اگر باعث رحمت غیبت کرتا ہو کہ دوسرے کے گناہ پر اسکو رحم آیا اسواسطے منہ سے غیبت نکلی تو رحم کھانا کسی کی مصیبت پر تو اچھا ہو مگر شیطان چونکہ انسان کا حاسد ہو وہ ایسا کلمہ منہ سے نکلوا دیتا ہو جس سے اُس مرحوم کے گناہ کم ہو جاوین اور غیبت کنندہ کے ذمہ پڑین پس اس صورت مین اگر سچ پوچھو تو وہ مرحوم قابل رحم نہ رہا اسلیے کہ اُسکی سزا کا نقصان غیبت کنندہ کی نیکیون سے جاتا رہا بلکہ اب قابل رحم غیبت کنندہ ہو کہ بیچارہ کو لینے کے دینے پڑے ثواب کا ثواب گیا اور نیکیاں کم ہوگئین اسی طرح اگر غصہ اللہ کے واسطے کیا جاتا ہو تو موجب غیبت نہین ہوتا مگر شیطان فریب دیکر اس غصہ کا ثواب کھونے کے لیے منہ سے ایسی بات نکلوا دیتا ہو جو موجب ناراضی خالق ہو اور تعجب سے جو غیبت آدمی کرتا ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس پر تعجب کرے کہ دوسرے کے دین مین دنیا کے واسطے کیسے اپنا دین برباد کر دیا اور اُسپر طرہ یہ ہو کہ دنیا کے عذاب سے بھی بالکل امن نہین کیونکہ ہو سکتا ہو کہ جیسے اُسنے دوسرے کا ہتک کیا خدا تعالے اُسکا پردہ اُسکے آگے لاوے اور یہ بھی ویسا ہی ہو جاوے غرض ان سب سببون کا علاج صرف انجام کا جان لینا ہو کہ یہ باتین مذکورہ بالا اُسکے دل مین گھر جاوین پس اگر اسکا ایمان ان سے باتون پر پکا ہوگا اُسکی زبان بیشک غیبت سے باز رہیگی

بیان پانچوان اس امر کا کہ دل سے بھی غیبت کرنی حرام ہو

واضح ہو کہ بدگمانی حرام ہو جسطرح کہ برا کہنا ناجائز ہو مثلاً جیسا دوسرے کی غیبت زبان سے ذکر کرنی نہ چاہیے ویسا ہی یہ بھی نہ چاہیے کہ دل مین اُسکی طرف سے بدگمانی کرے اور بدگمانی سے ہماری غرض یہ ہو کہ دل سے قصداً دوسرے کو بد نہ سمجھنا چاہیے اگر کسی کی برائی خواطر اور حدیث نفس کے طور پر گذر جاوے تو وہ معاف ہو بلکہ شک بھی عفو مین داخل ہو ممنوع جو چیز ہو وہ ظن ہو یعنے دل کا میلان بدی کی طرف جسکے واسطے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم اور بدظن کے حرام ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اسرار قلوب کو سواے عالم الغیوب کے اور کوئی نہین جانتا پس بندہ کو نہین پہونچ سکتا کہ دوسرے کی طرف سے بدی کو دل مین جاوے ہان اس صورت مین کہ بدی کا معائنہ ایسی طرح پر ہو جاوے جسمین محل تاویل نہ رہے تو البتہ اُسکے خلاف دل مین جمنا دشوار ہو گا جبتک کسی کا حال نہ دیکھا ہو نہ سنا خواہ نہ خواہ دل مین اُسکی طرف سے بدگمان ہونا کام شیطان کا ہو ایسی صورت مین اُس اعتقاد کو جھوٹا کرنا چاہیے اور اس وسوسہ شیطانی کی تکذیب کے درپے ہونا چاہیے یہ بڑا فاسق ہو اور فاسق کی خبر ماننے کا حکم نہین جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہو یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی خبر کو سچ نہ جاننا چاہیے اور اگر اُسکے ساتھ کچھ بات ایسی بھی ہو جس سے کہ یہ اعتقاد فاسد ظاہر ہوتا ہو یا خلاف کا احتمال نکلتا ہو تب تو بطریق اولے سچ نہ ماننا چاہیے کیونکہ ممکن ہو کہ فاسق خبر سچ ہی کہتا ہو لیکن بلا تحقیق اُسکی تصدیق کیسے ہو سکتی ہو فرض کرو کہ ایک شخص کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو تو اُسپر حد شراب کی جاری نہ ہوگی اسلیے کہ ہو سکتا ہو کہ شراب سے کلی کی ہو یا غرارہ کیا ہو یا زبردستی کسی نے منہ مین لگا دی ہو اور پیا نہو پس احتمالات کے ہوتے ہوے تصدیق قلبی کرنی اور مسلمان پر سوء ظن کرنا نہ چاہیے چنانچہ حدیث شریف مین ہو کہ ان اللہ حرم من المسلم دمہ ومالہ وان یظن بہ ظن السوء اس سے معلوم ہوا کہ جن دلیلون سے مال اور خون مباح ہوتا ہو انھین دلیلون سے سوء ظن بھی مباح ہوتا ہو یعنی جب آنکھ سے دیکھ لے یا گواہ عادل

سے ثابت ہوا اور جب اسطرح ہو اور بدگمانی کا خطرہ دل مین آوے تو اسکو نفس سے دور کرنا چاہیے اور نفس کو سمجھانا چاہیے کہ اس شخص کا حال تجھ سے آج تک مخفی رہا ہو اور جس وجہ سے تو اسپر سوء ظن کرتا ہو اسمین بھی احتمال خیر و شر کا ہو پس بیفائدہ شر کی طرف جانا اور اسی کا وسوسہ اس دل مین لانا کیا ضرور ہو اب اگر یہ کہو کہ شک تو آدمی کے دل مین خلجان کرتے ہی رہتے ہین اور حدیث نفس بھی ہوتی ہی رہتی ہو تو ظن کو ہم کسطرح جانین کہ اس چیز کا نام ظن ہو اسکی علامت بتانی چاہیے تو معلوم کرو کہ ظن کے مستقل و مستحکم ہونے کی یہ علامت ہو کہ پہلے جسطرح کا اعتقاد ایک شخص کے ساتھ ہو ظن کے ہونے ہوئے وہ بات نہ رہے بلکہ اس سے کسی قدر نفرت دل مین سما جاوے اور اگر اس سے پہلے توقیر اس کی معلوم ہوتی تھی اور مہربانی و اکرام و تعظیم مین سستی کرنے لگے اور اگر وہ کچھ گناہ کرے تو اسکا رنج نہو یہ نشان استحکام ظن کے ہین اور اسی سے جان لے کہ ایک کا دوسرے کی نسبت سوء ظن ہو ایک حدیث شریف مین مذکور ہو ثلاث فی المؤمن ولہن مخرج فمخرجہ من السوء الظن ان لا یحققہ یعنے سوء ظن سے نکال کی صورت یہ ہو کہ ظن کو ٹھہرا لے اور جمنے نہ دے نہ دل مین نہ اعضاء ظاہری مین دل مین جمنے کی صورت تو یہ ہو کہ اسکے باعث نفرت اور کراہت کرنے لگے اور اعضاء ظاہری مین یہ صورت ہو کہ ان سے بھی اعمال دل کے ظن کے موافق صادر ہون غرضکہ شیطان ادنی سی بات مین لوگون کی برائی دل مین ڈال دیتا ہو اور ساتھ ہی ویسے یہی تصور دل مین ڈال دیتا ہو کہ ہمنے کیا خوب جلد دوسرے کو جان لیا کیسے عقیل اور ذکی ہین اور کیون نہو مومن کو تو خدا کے نور سے سوجھا کرتا ہو حالانکہ حقیقت مین شیطان کے دھوکے سے دیکھتا ہو اسکا اندھیرا آنکھون مین چھایا ہوا ہو یہان نور خدا کہان البتہ اگر کوئی گواہ عادل کچھ خبر دیتا ہے اور دل اسکی تصدیق کی طرف مائل ہو تو معذور ہو اسلیے کہ اگر اس عادل کو جھوٹا سمجھیگا تو اسکی نسبت سوء ظن ٹھہرتا ہی اور ادنیٰ کہ ترجیح بلا مرجح ہو نہین سکتی کہ ایک کی طرف سوء ظن ہو اور دوسرے کی طرف حسن ظن تو ایسی صورت مین آدمی کو چاہیے کہ اس بات کی تلاش کرے کہ ان دولون مین عداوت یا حسد وغیرہ تو نہین کہ تہمت کو دخل ہو اور تہمت کے باعث آ جا اگرچہ عادل ہو اسکی گواہی بیٹے کے نفع کے لیے شرعاً جائز نہین اور اسی کے سبب دشمن کی شہادت غیر مقبول ہو پس جب تک اچھی طرح معلوم نہو تب تک عادل کی خبر پر بھی توقف ہی چاہیے نہ اسکو سچا جانے نہ جھوٹا بلکہ دل مین یہ سوچے کہ جس شخص کا حال اسنے کہا ہے اب تک بدستور سابق مجھکو اسکا کچھ علم نہین ہوا جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو اور بعض اوقات آدمی ظاہر مین عادل تو ہوتا ہو اور اسمین اور دوسرے شخص مین عداوت وغیرہ بھی نہین ہوتی مگر اسکی عادت اسطرح کی ہو کہ لوگون کی برائی کیا کرتا ہو لوگ بظاہر اسکے اعمال کو دیکھکر جانتے ہین کہ یہ شخص عادل ہو مگر واقع مین عادل نہین ہو اسلیے کہ غیبت کرتا ہو اور غیبت کنندہ فاسق ہوتا ہو جسکی عادت غیبت کی ہوتی ہو اسکی گواہی نہین چاہیے مگر لوگون کو غیبت کے باب مین ایسی سہل انگاری ہو کہ اسکی کچھ پروا نہین کرتے ایک دوسرے کی برائی کرتے رہتے ہین خلاصہ یہ کہ جب کسی مسلمان کی طرف سوء ظن دل مین ہو تو آدمی کو چاہیے کہ پہلے کی نسبت اسکی مراعات زیادہ کرے اور اسکے لیے دعاے خیر کرے اس سے سوء ظن جاتا رہیگا اور شیطان کو برا معلوم ہوگا پھر کبھی کسی طرف سے سوء ظن دل مین نہ ڈالیگا اس ڈر سے کہ مبادا یہ اسکے لیے دعا خیر اور زیادتی رعایت مین مصروف ہو جاوے اور جب کبھی کسی مسلمان کی لغزش دلیل سے پایہ ثبوت کو پہونچ جاوے تو اسوقت چاہیے کہ شیطان کے فریب مین آکر اسکی غیبت نہ کرنے لگے بلکہ اسکو خفیہ نصیحت کرے اور نصیحت مین بھی یہ خیال رہے کہ اس بات کی خوشی ظاہر نہو کہ ہمکو دوسرے کا دینی عیب معلوم ہوگیا اور ہمکو رتبہ وعظ و نصیحت حاصل ہوا ہمارا مرتبہ اس سے بڑا ہو اسکو ہماری تعظیم چاہیے بلکہ جسطرح اپنے آپ مین کوئی نقصان دینی ہونے سے رنج ہوتا ہو ویسا ہی رنج کرکے یہ قصد کرے کہ یہ گناہ اس سے چھوٹ جاوے اور بدل ہی اچھا معلوم ہو کہ بدون میری نصیحت کے وہ راہ راست پر آجاوے جب اسطرح پر آدمی کام کریگا تو تین ثواب کا مستحق ہوگا اول دوسرے کو نصیحت کرنے کا دوم اسکی خطا پر غم کرنے کا سوم دین

[illegible]

اسکی مدد کرنے کا اور جاسوسی کرنا بھی سوءظن کا نتیجہ ہے یعنی جب کسی کی طرف سے کچھ ظن ہوتا ہے تو دل کو اسپر قناعت نہیں ہوتی درپے تحقیق ہوکر اسکے حال کی جاسوسی کرتا ہے یہ بھی ممنوع ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تجسسوا ایک ہی آیت میں غیبت اور سوءظن اور تجسس کو منع فرمادیا اور جاسوسی کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص مستورالحال ہے معلوم نہیں کہ کیا کرتا ہے اسکے حال کے دریافت کے درپے ہوتا ہے اسکی خفیہ واقعات کی تلاش میں پڑنا یہانتک کہ اسکے ایسے حال معلوم ہوجاویں کہ اگر وہ نہ معلوم ہوتے تو دل و دین کے لیے بہتر ہوتے اور حکم جاسوسی کا اور اسکی حقیقت مفصل باب امر بالمعروف میں کہ گذر چکی ہے وہاں دیکھنا چاہیئے

چھٹا بیان ان عذروں کا جنکے سبب غیبت درست ہے

جاننا چاہیئے کہ اگر دوسرے شخص کی برائی بیان کرنے میں شرعاً کوئی مقصود صحیح ہو تو اس غیبت کا گناہ نہیں ہوتا اور وہ چھ باتیں ہیں اول ظلم کی دادرسی کے لیے غیبت کرنی مثلاً مظلوم آدمی اگر حاکم کے آگے کہے کہ فلان حاکم اونے میرے اوپر ظلم کیا یا خیانت کی یا رشوت لی تو یہ داخل غیبت نہیں کیونکہ بدون اسکے دادرسی نہیں ہوگی مگر سوا مظلوم کے اور کوئی شخص ایسا کہے تو غیبت ہوگی مظلوم کو ظالم کا برا کہنا درست ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ان لصاحب الحق مقالا اور مطل الغنی ظلم اور لی الواجد یحل عقوبتہ وعرضہ دوسرے یہ کہ بری بات کے دور کرنے کے لیے یا گنہگار کے راہ راست پر آنے کے لیے استعانت منظور ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ جب آپ حضرت عثمان یا حضرت طلحہ کے پاس کو گذرے تو السلام علیکم کہا انھوں نے جواب نہ دیا آپ نے انکی شکایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لیجا کر صلح کرادی تو یہ شکایت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک داخل غیبت نہ تھی کیونکہ اس سے مقصود اسکی صلح تھی اسی طرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہ شام کے ملک میں ابوجندل نے شراب خواری شروع کردی ہے تو یوں لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم حم تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب انھوں نے اسکے پڑھتے ہی توبہ کی تو جس شخص نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ماجرا کہا تھا اسکو غیبت نہیں کہا تھا اور نہ آپ نے اسکو غیبت تصور کیا بلکہ اسکا مقصود یہ تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنینگے تو اس حرکت کو برا جانکر اسکو نصیحت فرماوینگے اور اس باب میں جیسی آپکی نصیحت کارگر ہوگی دوسرے کی نہ ہوگی اور ایسا ہی جو غرض کہ مقصود صحیح شرعی ہو ورنہ غیبت کے حرام ہونے میں کیا کلام ہے تیسرے یہ کہ کسی مسئلہ میں حکم شرع پوچھنا منظور ہو مثلاً مفتی سے جاکر سوال کرے کہ میرے باپ یا بھائی یا زوجہ وغیرہ نے مجھپر ظلم کیا شرعاً مجھکو کیا کرنا چاہیئے ایسی ظلم سے رہائی پاؤن اور اسمین بھی احتیاط یہی ہے کہ کنایۃً استفسار کرے مثلاً یون پوچھے کہ آپ اس باب میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک شخص پر اسکے کسی رشتہ دار نے ظلم کیا تو اسکو کیا کرنا چاہیئے اور اگر اس عذر کے باعث تصریح اور تعیین بھی کرے تو جائز ہے چنانچہ روایت ہے کہ ہندہ عتبہ کی بیٹی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے شوہر کی شکایت کی کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے مجھکو اسقدر نہیں دیتا کہ مجھکو اور اولاد کو کافی ہو اگر اجازت ہو تو میں اس سے چھپا کر لے لیا کرون آپ نے فرمایا کہ جسقدر تجھکو اور تیری اولاد کو کافی ہو اسقدر لے لیا کر تو ہندہ نے اپنے شوہر کا بخل اور ظلم ذکر کیا مگر آپ نے اسکو منع نہیں فرمایا کیونکہ غرض اسکی مسئلہ کا دریافت کرنا تھا چوتھے یہ کہ کسی مسلمان کو شر سے بچانا منظور ہو مثلاً جب کسی فقیہ دیندار کو دیکھا کہ ایک بدعتی یا فاسق کے پاس آتا جاتا ہے اور یہ خوف ہوا کہ کہیں اسکی بدعت یا فسق میں بھی مبتلا نہ ہو جاوے تو جائز ہے کہ اس بدعتی یا فاسق کی بدعت و فسق کا اظہار اس فقیہ سے کردے اسی غرض سے کہ اسکا اثر اس میں نہ ہو جاوے اور کسی طرح جائز نہیں اسلیے کہ اسمین دھوکا بھی ہو جاتا ہے کیونکہ کبھی حسد کے سبب سے دوسرے کی بدعت و فسق کہنے کی نوبت آتی ہے اور شیطان یہی سوجھاتا رہتا ہے کہ لوگوں کا بچاؤ اس بدعتی و فاسق سے منظور ہے ایسا ہی اگر کوئی کسی شخص کو نوکر رکھنا چاہتا ہے اور اس نوکر کا عیب آقا کے کسی دوست کو معلوم ہے تو اسکو چاہیئے کہ آقا سے اسکا حال کہدے تو اسمین نوکر کا ضرر ہے مگر آقا کے فائدہ پر اور نقصان نہ ہونے پر اول لحاظ چاہیئے اسی طرح اگر کوئی حاکم گواہی کے باب میں کسی کا حال پوچھے کہ یہ شخص گواہ کیسا ہے عادل ہے یا نہیں تو اسوقت بھی اگر اسکی

برائی معلوم ہو تو بیان کر دینی چاہیے اسلیے کہ گواہوں کی گواہی پر دار و مدار مقدمہ کا ہوتا ہی اگر یہ سچ نہ کہیگا تو کیا عجب ہی کہ دوسرے کا نقصان ہو جاوے ایسا ہی اگر کوئی شخص نکاح کے باب میں خواہ ودیعت رکھنے کے باب میں دوسرے کا حال پوچھے تو جیسا جانتا ہو ویسا ہی کہے اس صورت میں اظہار عیب داخل غیبت نہیں اسواسطے کہ مقصود خیر خواہی مشورہ چاہنے والے کی ہی نہ دوسرے کو برا کہنا اور اسی طرح سے اگر یہ جانے کہ میرے صرف منع کرنے سے باز رہیگا تو فقط یہی کہدے کہ ایسا مناسب نہیں معلوم ہوتا اور اگر یہ جانے کہ بدون دوسرے کی برائی زبان پر لائے یہ ہرگز باز نہ آویگا تو اسوقت اسکا حال صاف صاف کہدے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی اترعون عن ذکر الفاجر اذکروہ بما فیہ حتی یحذرہ الناس اور اکابر سلف کا قول ہی کہ تین آدمیوں کی برائی کرنی غیبت نہیں ہی اول امام ظالم دوم بدعتی سوم فاسق بے دین پانچویں یہ کہ کوئی شخص ایسے لقب سے معروف ہو گیا ہو جسمیں کوئی عیب ہو جیسے لنگڑا یا اندھا یا گنجا وغیرہ تو اس صورت میں بھی گناہ نہیں احادیث کی روایت میں ایسا پایا جاتا ہی مثلاً روی ابوالزناد عن الاعرج وسلیمان عن الاعمش اور ضرورت کے واسطے علما نے ایسا کیا کہ مقصود تصریح راوی کی تھی اور ایک وجہ یہ بھی ہی کہ لقب انکے ایسے ہو جاتے ہیں کہ انسے وہ لوگ برا نہیں مانتے تاہم ایسے القاب کو کنایۃً بولنا بہتر ہی اسی واسطے اندھی کو بصیر کہا کرتے ہیں کہ نقصان کا ذکر نہ آوے چھٹے یہ کہ جسکی برائی کریں وہ فاسق معلن ہو یعنے فسق علانیہ کرتا ہو کسی پر اسکی برائی مخفی نہ ہو جیسے مخنث یا شرابخوار یا بھنگڑیا یا لوگوں کے ڈانڈ لینے والے کہ ظاہر طور پر یہ کام کرتے ہوں اور اگر کوئی انکی یہ خطا بیان کرے تو برا نہ مانتے ہوں تو ایسے لوگوں کی غیبت جائز ہی چنانچہ حدیث شریف میں ہی کہ من القی جلباب الحیاء عن وجہہ فلا غیبۃ لہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فاجر کی کچھ عزت و حرمت نہیں یعنے جو شخص کہ کھلم کھلا بدکاری کرتا ہی اسکو برا کہنے سے ہتک عزت اور داخل غیبت نہیں الا جو چھپا کر کرتا ہی اسکی حرمت کی رعایت چاہیے اور صلت بن طریف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر میں فاسق معلن کی برائی کروں اور جو بات اسمیں ہی اسکو بیان کردوں تو غیبت ہوگی یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ غیبت تو نہیں مگر کچھ بزرگی بھی نہیں اور یہ بھی انھیں کا قول ہی کہ تین شخصوں کی برائی غیبت نہیں صاحب ہوا نفسانی اور فاسق معلن اور امام ظالم کیونکہ یہ لوگ اپنے افعال ظاہر کر کے کرتے ہیں بلکہ اکثر اوقات انسے فخر کرتے ہیں تو برا کیوں ماننے لگے تھے ہاں جو بات چھپا کر کرتے ہوں اسکے ذکر سے البتہ گناہ ہوگا اور عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایکبار حضرت ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہو کر حجاج بن یوسف کو برا بھلا کہا تو انھوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حاکم عادل ہی جیسا حجاج سے انتقام اسکے ظلم کا لیگا ایسا ہی جو کوئی اسکی غیبت کرتا ہی اس سے اسکا عوض لیگا اور یاد رکھو کہ کل کو جب خدا کے سامنے جاؤگے تو تمھارا یہ چھوٹا گناہ حجاج کے بڑے گناہوں سے بھی سخت معلوم ہوگا

ساتواں بیان غیبت کے کفارہ کے ذکر میں

غیبت کنندہ پر لازم ہی کہ غیبت سے توبہ کرے اور نادم ہو کر اپنے فعل پر تاسف کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے حق سے بری الذمہ ہو پھر جس شخص کی غیبت کی ہی اس سے معاف کرا دے تا کہ اسکے حق سے بھی بری ہو کر حزین اور نادم اور متاسف ہو کر قصور معاف کرا دے اسلیے کہ ریاکار آدمی اسلیے بھی عفو کے خواہاں ہوتے ہیں کہ کوئی انکو بڑا پرہیزگار جانے حالانکہ دل میں ذرا ندامت کا نام نہیں ہوتا تو اس سے ایک دوسرا گناہ ذمہ ہوتا ہی اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی غیبت کی ہی اسکے حق میں دعاء مغفرت کافی ہی معاف کرانے کی ضرورت نہیں اور اسکی وجہ اس حدیث کو کہتے ہیں جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفارۃ من اغتبتہ ان تستغفر لہ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ کفارہ کسی کے گوشت کھانے کا یہی ہی کہ اسکی ثنا کرے اور اسکے لیے دعاء خیر کرے اور عطا ابن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ غیبت توبہ کسطرح ہوتی ہی انھوں نے فرمایا کہ اسطرح ہی کہ جسکی غیبت کی ہی اسکے پاس جاوے اور کہے کہ جو کچھ میں نے کہا تھا جھک مارا کہتا

تیرے حق مین ظلم و زیادتی ہوئی اب مین حاضر ہون چاہو مجھ سے بدلا لو چاہو معاف کردو اور یہی قول علماء کا اصح ہو اور یہ جو بعض لوگ
کہتے ہین کہ آبرو کا کچھ عوض نہین اس سے عفو چاہنا واجب نہین جیسا مال کی صورت مین معاف کرانے کی ضرورت ہوتی ہو تو یہ ایک
قول پوچ ہو اسلیے کہ آبرو ایسی چیز ہو کہ اسکے واسطے گالی مین سزا دیجاتی ہو اور بازپرس ہوتی ہو بلکہ حدیث شریف مین اسکی تصریح بھی
موجود ہو کہ آپ نے فرمایا من کانت لاخیہ عندہ مظلمۃ فی عرض او مال فلیستحللہا منہ من قبل ان یاتی یوم لیس ہناک دینار ولا درہم انما
یوخذ من حسناتہ فان لم تکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فزیدت علی سیئاتہ اور حضرت عائشہ نے ایک عورت کو فرمایا جسنے کہ دوسری
عورت کو کہا تھا کہ بڑے لنبے دامن والی ہو کہ تو نے اسکی غیبت کی ہو اس سے اپنا قصور معاف کرا اس سے معلوم ہوا کہ عفو کرانا بیشک
چاہیے بشرطیکہ ممکن ہو اور اگر وہ شخص مفقود الخبر ہو یا مر گیا ہو تب البتہ اسکے لیے زیادہ تر دعاء خیر کرے اور اسکو نیکیون کا ثواب بخشا
کرے اب باقی رہا یہ کہ معاف کرنا دوسرے کے ذمہ واجب ہو یا نہین تو اسکا حال یہ ہو کہ واجب تو نہین اسلیے کہ یہ ایک طور کا احسان
کرنا ہو البتہ مستحب ہو اگر معاف کردیگا تو ثواب پاویگا ورنہ مستحق عذاب نہین اور معاف کرانے کی سبیل یہ ہو کہ اول اس شخص خوب سی
تعریف کرے اور اس سے دوستی پیدا کرے اسی طرح روز مرہ کرتا رہے یہانتک کہ اسکا دل اسکی طرف سے صاف ہوجاوے اور قصور
معاف کرے اور اگر بالفرض طبیعت صاف نہوگی تب بھی اسکا عذر کرنا اور دوستی بڑھانا خالی ثواب سے نہوگا عجب کیا ہو کہ غیبت کے
مقابلہ مین یہی نیکی ہو جاوے اور بزرگان سلف مین سے بعض لوگ معاف نہین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت سعید بن مسیب فرماتے
ہین کہ جو شخص مجھپر زیادتی کرتا ہو مین اسکو معاف نہین کرتا اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ غیبت کو کچھ مین نے تو حرام کیا ہی
نہین خدا تعالے نے حرام کیا ہو پس مین معاف کرکے اسکو حلال کیون کرون اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ جو حدیث شریف مین وارد ہو کہ
کیا تم مین سے کسی سے نہین ہوسکتا کہ مثل ابی ضمضم کے ہو جاوے وہ جب گھر مین سے نکلتا تھا تو کہدیتا تھا کہ الٰہی مین نے لوگون پر اپنی
آبرو خیرات کردی تو آبرو کا صدقہ کردینا کیسے ہوتا ہو اور اگر یہ صدقہ جائز ہو تو ایسے شخص کو لوگ برا بھلا کہہ سکتے ہین یا نہین اور اگر صدقہ
ناجائز ہو تو حدیث مین اسکی ترغیب کیون ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ معنے ابی ضمضم کے قول کے یہ ہین کہ مین قیامت کو اسکا طالب نہونگا کہ
فلانے نے میری غیبت کی تھی اس سے میرا حق ملے اور اس کہنے سے نہ تو غیبت ایسے شخص کی جائز ہو اور نہ گناہ سے بری ہو سکتا ہو
اسواسطے کہ پہلے وجوب سے عفو کے کیا معنے بلکہ یہ ایک وعدہ کی صورت ہو کہ اگر کوئی مجھکو برا کہیگا تو مین قیامت مین خصومت نہ کرونگا
پس اگر وہ اس وعدہ سے پھر جاوے اور اپنے حق کا طالب ہو تو مثل اور حقوق کے یہ بھی ہوسکتا ہو چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کردی ہو
کہ جو کوئی اپنے آپ کو گالی دینا لوگون کے لیے مباح کردے تو اس سے اسکا حق ساقط نہین ہوتا اور آخرت کے حقوق ایسا ہی ہین جیسے دنیا
کے حاصل یہ کہ معاف کرنا افضل ہو حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب قیامت کے روز تمام قومین اللہ عزوجل کے سامنے گھٹنون کے
بل پڑی ہوئی ہونگی اسوقت سرادقات کبریائی سے ندا ہوگی کہ جنکی مزدوری اللہ جل شانہ پر باقی ہو وہ اٹھے اسوقت صرف وے
لوگ اٹھینگے جنھون نے دنیا مین لوگون کے قصور معاف کیے ہونگے اور اللہ جل شانہ فرماتا ہو خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھی انھون نے فرمایا کہ یون حکم ہو کہ جو شخص تمپر ظلم کرے
اسکو معاف کردو اور جو تمسے نہ ملے اس سے خود ملو اور جو تمکو نہ دے اسکو دو اور ایک شخص نے حضرت حسن رح سے کہا کہ فلان شخص نے آپ
کی غیبت کی ہو تو آپ نے غیبت کنندہ کے پاس کچھ خرمے تر ایک طباق مین بھیجے اور کہلا بھیجا کہ مین نے سنا ہو تمنے اپنی نیکیون مین سے
کچھ مجھکو ہدیہ کی ہین تو مین نے اسکا بدلہ چاہا مگر چونکہ پورا عوض نہین دے سکا اس لیے جسقدر بن سکا اسکا [illegible] معذور رکھنا
سولھوین آفت چغلی ہو اللہ تعالے فرماتا ہو ہماز مشاء بنمیم پھر فرمایا عتل بعد ذلک زنیم عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہین زنیم

کے معنی ہیں وہ ولد الزنا جو بات نہ چھپاوے اور اس آیت سے انھوں نے یہی استنباط کیا ہو کہ جو شخص بات نہ چھپاوے اور چغلی کھاوے وہ ولد الزنا ہے اور نیز فرمایا اللہ جل شانہ نے ویل لکل ہمزۃ لمزۃ اس آیت میں ہمزہ سے بعضوں نے چغلخور مراد لیا ہو اور فرمایا حمالۃ الحطب کہتے ہیں کہ ابولہب کی بی بی چغلخور تھی تو معنے یہ ہیں کہ حمالۃ للحدیث اور فرمایا فخانتاھما فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا یہ آیت حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیبیوں کی شان میں ہو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جب کبھی انکے یہان کوئی مہمان آتا قوم میں جاکر خبر کردیتی وہ لوگ خبر پاکر اس مہمان سے خوب نکار رکھتے اور حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی لوگون سے کہتی کہ آپ مجنون ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لا یدخل الجنۃ نمام اور دوسری روایت میں نمام کی جگہ قتات ہو جسکے معنی بھی نمام ہی کے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا احبکم الی اللہ احاسنکم اخلاقا الموطؤن اکنافا الذین یالفون ویؤلفون وان ابغضکم الی اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاخوان الملتمسون للبراء العثرات اور فرمایا کہ میں تمکو سب سے زیادہ شریر نہ بتادوں صحابہ علیہم السلام نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماویں کہ وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ جو چغلی کھا کھا کر دوستوں میں بگاڑ کرتے ہیں اور صاف آدمیوں کے عیب کے متلاشی رہتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہو کہ آپ نے فرمایا من اشار علی مسلم بکلمۃ لیشینہ بہا بغیر حق شانہ اللہ بہا فی النار فی یوم القیامۃ اور یہ حدیث کلی انھین سے مروی ہو من شہد علی مسلم بشہادۃ لیس لہا باہل فلیتبوء مقعدہ من النار اور کہتے ہیں کہ سوم حصہ عذاب قبر کا چغلی سے ہوتا ہو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہو کہ اللہ تعالے نے جب جنت کو پیدا کیا تو اسکو ارشاد ہوا کہ کچھ بول اُسنے عرض کیا کہ جو شخص میرے اندر آویگا وہ سعید ہو اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہو اپنی عزت و جلال کی آٹھ قسم کے لوگ تجھ میں نہیں رہینگے ایک ہمیشہ شراب پینے والا دوم زنا پر اصرار کرنے والا سوم چغلخور چہارم دیوث پنجم ظالم سپاہی ششم مخنث ساتوان قاطع رحم آٹھوان جو خدا کی قسم کسی کام کے کرنے کے لیے کھاوے اور پھر قسم پوری نہ کرے اور کعب احبار رحمہ سے روایت ہو کہ بنی اسرائیل میں ایک سال خشکی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی بار مینھ کے لیے دعا کی مگر نہ برسا خدا تعالے نے وحی بھیجی کہ دعا تمھاری اور تمھارے ساتھ والوں کی اسلیے مقبول نہیں ہوتی کہ تم میں ایک چغلخور ہو کہ وہ چغلی پر اصرار کرتا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آلہی وہ کون ہو مجکو بتلادے تاکہ ہم اسکو اپنے گروہ سے نکال دیں ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں چغلی سے منع کرتا ہوں اور پھر میں ہی چغلی کھاؤں پس سب ہمراہیوں نے ایک ساتھ توبہ کی اور باران رحمت نازل ہوا اور روایت ہو کہ ایک شخص سات سو کوس چلکر ایک حکیم کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ چونکہ تمکو اللہ تعالے نے علم دیا ہو میں بنظر استفادہ سات باتیں پوچھنے آیا ہوں انکا جواب شافی عنایت فرماؤ اول سوال یہ ہو کہ آسمانوں سے زیادہ بھاری کیا چیز ہو اُسنے جواب دیا کہ صاف آدمی پر بہتان باندھنا اُسنے دوسرا سوال کیا کہ زمین سے زیادہ چوڑی کیا چیز ہو اسنے کہا کہ حق اُسنے تیسرا سوال پوچھا کہ پتھر سے زیادہ سخت کیا چیز ہو حکیم نے کہا کہ کافر کا دل اُسنے چوتھا سوال پوچھا کہ آگ سے گرم کیا شی ہو جواب دیا کہ حسد اور حرص پانچوان سوال کیا کہ زمہریر سے زیادہ ٹھنڈی کیا چیز ہو جواب دیا کہ کسی قریب رشتہ دار سے حاجت کا نہ پورا ہونا اُسنے چھٹا سوال کیا کہ سمندر سے زیادہ بے پروا کیا چیز ہو حکیم نے کہا کہ جس دل میں فراغت ہو ساتوان سوال کیا کہ یتیم سے زیادہ کون ذلیل ہو اُسنے جواب دیا کہ وہ چغلخور ہی جب اُسکا حال ظاہر ہو جاتا ہو تو یتیم سے زیادہ ذلیل ہوتا ہو اب تعریف چغلی کی اور جو چیز اُسکے دور کرنے کے لیے ضروری ہو اُسکو لکھا جاتا ہو واضح ہو کہ چغلی کی تعریف لوگوں میں یہ مشہور ہو کہ ایک آدمی دوسرے سے جاکر یہ کہدے کہ فلانا شخص تمکو یہ کہتا تھا اور چغلی واقع میں اسی پر منحصر نہیں بلکہ تعریف اسکی یہ ہو کہ جس چیز کا ظاہر کرنا بُرا ہو اُسکو ظاہر کردے خواہ جسکی طرف سے کہا ہو اُسکو بُرا لگے یا جس سے کہا ہو اُسکو بُرا معلوم ہو خواہ کسی تیسرے آدمی کو ناگوار گذرے اور ظاہر کرنا بھی خواہ قول سے ہو یا لکھنے سے یا رمز و کنایہ سے اور جو چیز ظاہر

۱؎ جو شخص گواہی دے کسی مسلمان پر ایسی بات کی کہ وہ اُسکا اہل نہیں تو چاہیے کہ تلاش کرے اپنا ٹھکانا دوزخ میں احمد و ابن ابی الدنیا ۱۲ ۲؎ یہ حدیث اسطرح مجھو کہیں نہیں ملی ۱۲

کی ہو دوسری خواہ عمل ہو یا کلام خواہ عیب و نقصان دوسرے کا ہو یا نہو غرضکہ چغلی افشاء راز اور مکروہ بات کے اظہار کا نام ہے پس جو بات آدمی کی اور لوگون کے حال پر پڑے تو چاہیے کہ سکوت کرے مگر ایسی بات جسمین فائدہ کسی مسلمان کا یا دور کرنا کسی گناہ کا پایا جاتا ہو اسمین البتہ بولنا چاہیے مثلاً جب کسی شخص کو دیکھے کہ کسی کا مال لیے لیتا ہے تو چاہیے کہ اسکے واسطے گواہی دے اسمین رعایت مال والے کی ہوگی لیکن اگر کوئی اپنا مال چھپا کر رکھتا ہو اسکو اگر ظاہر کردیگا تو چغلی ہوگی اور اگر کسی کا عیب یا نقصان ذکر کریگا تو دو گناہ ہونگے ایک غیبت کا دوسرے چغلی کا اور باعث چغلی کا یا تو یہ ہوتا ہے کہ جسکی بات کہے اسکو کچھ برائی پہونچے یا یہ کہ جس سے بیان کرتا ہے اسکی دوستی کا اظہار منظور ہو یا باتون مین دل لگی کے طور پر مذکور ہو جاوے یا فضول باطل بکنے کا شوق ہو بہر صورت جب کسی شخص کے سامنے اس قسم کی کوئی چغلی پیش ہو مثلاً یون کہا جاوے کہ فلان شخص تمکو ایسا کہتا تھا یا تمھارے باب مین تدبیر کی ہے یا تمھارے بگاڑ کی فکر مین ہے یا تمھارے دشمن سے سازش رکھتا ہے یا اور کوئی ایسی ہی بات کہے تو سننے والے کو چھ باتین چاہییں اول تو یہ کہ اسکو سچا نہ جانے کیونکہ چغلخور فاسق ہے کہ اسکی شہادت نامقبول ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ دوسری یہ کہ کہنے والے کو منع کرے اور سمجھا دے اور اسکے سامنے اسکے فعل کو برا بتاوے اور اسکو نصیحت کی راہ بتلاوے کہ یہ حرکت بیجا ہے جیسا کہ قرآن مجید مین ہے وامر بالمعروف وانہ عن المنکر تیسری یہ کہ اس سے اللہ کے واسطے بغض رکھے کیونکہ اس سے خدا تعالے بھی بغض رکھتا ہو اور جس سے خدا بغض رکھے اس سے بغض رکھنا واجب ہے چوتھی یہ کہ غائب شخص پر صرف اسکے کہنے سے بدگمانی نہ کرے جیسا اللہ تعالے فرماتا ہے اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم پانچوین یہ کہ اسکے کہنے سے درپے تحقیق و تلاش نہو اللہ تعالے فرماتا ہے ولا تجسسوا چھٹی یہ کہ جس بات سے کہ چغلخور کو منع کیا ہے اسمین آپ مبتلا نہو مثلاً لوگون مین ذکر نہ کرے کہ فلان شخص مجھ سے ایسا کہتا تھا ورنہ غیبت اور چغلی ہوگی اور اسی کو منع کیا تھا روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین آیا اور ایک دوسرے شخص کا حال انکے سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو کہے تو اس بات کو امتحان کرین اگر جھوٹ نکلے تو تو اس آیت کا مصداق ٹھہریگا ان جاءکم فاسق بنبا اور اگر سچ نکلے تو اس آیت کا ہماز مشاء بنمیم اور کہے تو معاف کر دین اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین مجھ سے خطا ہوئی پھر کبھی ایسا نہ کرونگا معاف فرمایئے اور روایت ہے کہ ایک حکیم کا کوئی بھائی اسکے پاس آیا اور اسکے کسی دوست کا کچھ حال کہا اسنے سنکر جواب دیا کہ تم بہت دن مین تو آئے اور تین کرتوت ساتھ لائے اول تو یہ کہ میرے دوست سے بغض پیدا کر دیا دوسرا میرا دل فارغ اور چین سے تھا اسمین ایک تردد ڈال دیا سوم مین تمکو امین جانتا تھا اب اعتبار جاتا رہا اور روایت ہے کہ سلیمان بن عبد الملک بیٹھے ہوئے تھے اور انکے پاس حضرت زہری رح بھی تھے اتنے مین ایک شخص آیا سلیمان نے اس سے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ تو نے میرے حق مین ایسا ایسا کہا ہے اسنے عرض کیا کہ یہ حرکت مجھ سے نہین ہوئی اور نہ مین نے کچھ کہا سلیمان نے کہا کہ جس نے مجھسے کہا ہے وہ سچا آدمی ہے پھر حضرت زہری نے کہا کہ نمام سچا نہین ہوتا سلیمان نے کہا کہ واقع مین آپ نے درست فرمایا اور اس شخص سے کہا کہ سچ چھٹی ملی اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ من نم الیک نم علیک اسی کا ترجمہ ہے جو شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہین ع ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد ؎ بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد ؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمام سے بغض رکھنا چاہیے اور اسکے قول کو معتبر اور سچا نہ جاننا چاہیے کیونکہ وہ جھوٹ اور غیبت اور غدر و خیانت اور بغض اور حسد و نفاق اور لوگون مین بگاڑ ڈالنے سے خالی نہین رہتا جس چیز کے پیوند کا خدا تعالے نے حکم فرمایا ہے اسکو کاٹتا رہتا ہے ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض اور اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اور چغلخور بھی ایسے ہی لوگون مین سے ہے اور حدیث شریف مین ہے ان من شرار الناس من اتقاہ الناس لشرہ اور چغلخور بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور فرمایا لا یدخل الجنۃ قاطع یعنی

بعضون نے قاطع سے مراد قاطع رحم لی ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ اس سے وہ شخص مراد ہو جو لوگون مین چغلی سے بگاڑ کرے اور حضرت علی رضٰ کے سامنے ایک شخص نے دوسرے کی چغلی کی آپ نے فرمایا کہ ہم اسکی تحقیقات کرتے ہین اگر سچ بات ہوئی تو ہم تجھ سے ناراض ہونگے اور اگر جھوٹ ہوئی تو سزا دینگے اور اگر چاہے تو معاف کر دین اُسنے عرض کیا کہ حضرت آپ معاف فرما دین اور محمد بن کعب قرظی سے کسی نے پوچھا کہ کونسی خصلت سے ایماندار کی قدر کم ہوتی ہو انھون نے فرمایا کہ بہت باتین کرنے اور راز کے فاش کرنے سے اور ہر ایک کی بات مان لینے سے اور ایک شخص عبد اللہ بن عامر سے اُنکے عہد امارت مین پوچھا کہ مین نے سُنا ہو کہ فلان شخص آپ سے یہ کہہ گیا ہو کہ مین نے آپ کو بُرا کہا ہو انھون نے کہا کہ کہا تو ہو اُسنے کہا کہ جو کچھ وہ کہہ گیا ہو آپ مجھ سے ذکر کرین تاکہ مین اسکا جھوٹ ظاہر کرون انھون نے کہا کہ مجھے یہ منظور نہین کہ اپنی زبان سے اپنے آپ کو گالی دون یہی کافی ہو کہ مین اُسکی بات سچ نہ جانونگا اور تجھ سے ملاقات نہین چھوڑونگا اور بعض صلحا سے منقول ہو کہ اُنکے سامنے چغلی کا ذکر ہوا انھون نے فرمایا کہ لوگون کو کیا ہوا ہو کہ ہر ایک قوم کے لوگون سے سچ بات پسند کرتے ہین مگر چغلخورون کی جھوٹی بات کیون اچھی معلوم ہوتی ہو اور حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمارا یہ اعتقاد ہو کہ چغلی کی نسبت چغلی کا مان لینا زیادہ بُرا ہو اسلیے کہ چغلی مین تو صرف بتلانا ہی ہو اور ماننے مین اجازت پائی جاتی ہو کہ اور کہا کرو اور دونون مین بہت فرق ہو اسلیے چغلخور سے کنارہ کرنا چاہیے کیونکہ اگر بالفرض اُسکا قول صحیح ہو تب بھی کمینگی سے خالی نہین کہ اُسنے حرمت کی حفاظت نہ کی اور عیب پوشی کو کاربند نہوا اور ایک حدیث مین ہو کہ الساعی بالناس لغیر رشدہ یعنی چغلخور حلال زادہ نہین ہوتا اور ایک شخص سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اور زیاد الاعجم کی چغلی کی سلیمان نے دونون کو صلح کے واسطے اکٹھا کیا تو زیاد اُس شخص کی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا ؎ امانت مین خیانت کی جو کچھ بولے سو سب واہی ہی شرط مروت تھی دیانت اُسکو کہتے ہین + اور ایک شخص نے عمرو بن عبید سے کہا کہ تمہارا رفیق اسواری ہمیشہ اپنے مکانات مین تمکو بُرا کہا کرتا ہو انھون نے جواب دیا کہ بڑے تعجب کی بات ہو کہ تو نے نہ تو اُسکی رفاقت اور ہمنشینی کا حق سمجھا کہ بُرا کہنے لگا اور نہ میرا حق خیال کیا کہ مجکو اُسکا حال ایسا بتلایا جو مجکو بُرا معلوم ہو خیر اگر یون ہی ہو تو اُس سے کہدینا کہ موت ہم دونون کو آویگی اور قبر ہم دونون کو چھپا دیگی اور قیامت مین اکٹھے ہونگے اور احکم الحاکمین فیصلہ فرمادیگا اور منقول ہو کہ بعض چغلخورون نے صاحب بن عباد کو ایک پرچہ لکھا کہ جو یتیم آپ کی تربیت مین ہو اُسکے پاس مال بہت ہو اگر داخل خزانہ ہو تو مناسب ہو انھون نے اُس پرچہ کی پشت پر لکھا کہ چغلی بہت بُری چیز ہو گو درست ہی کیون نہو خدا تعالے امر متوفی پر رحمت کرے اور یتیم کو عوض عنایت فرما دے اور اُسکے مال کو بڑھا دے اور چغلخور پر لعنت کرے اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ تجکو ایسی عادتین سکھلائے دیتا ہون کہ اگر اُنپر کاربند ہوگا تو ہمیشہ سردار بنا رہیگا وہ یہ ہین کہ قریب و بعید سے بہ خلق پیش آیا کر اور اپنا جہل کریم و لئیم پر ظاہر مت کر اور لوگون کی حرمت کا لحاظ رکھ اور اپنے یگانون سے ملا کر اور جو شخص تجھ مین اور لوگون مین بگاڑ ڈالا چاہے اور فریب دیا چاہے اُسکی بات کبھی مت مان اور اپنا بھائی اور دوست اُسکو جان کہ جب علحدہ ہو جاوے تو نہ تو اُسکی بُرائی کرے نہ وہ تیری اور بعضون نے کہا ہو کہ چغلی جھوٹ اور حسد اور نفاق سے بنی ہو اور یہی تینون چیزین ذلت کی بنا اور ارکان ہین اور بعض اکابر کا قول ہو کہ چغلخور اگر بالفرض سچ ہی کہتا ہو تو واقع مین گویا گالی وہی دیتا ہو اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیان کرتا ہو وہ اگر سچ پوچھو تو قابل رحم ہو کہ اُسکو اتنی ہمت و جرات نہوئی کہ سامنے کہتا یا کہ اُسنے خود اپنی زبان سے تمکو رنج دیا حاصل یہ کہ چغلی کی بدی قابل بچنے کے ہو بڑی بلا ہو اس سے بڑے بکھیڑے ہو جاتے ہین چنانچہ حماد بن سلمہ کہتے ہین کہ ایک شخص نے غلام بیچا اور مشتری سے کہا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہو مگر چغلخور ہو خریدار نے کہا کہ مجکو منظور ہو غرض اُسکو خرید لیا چند روز کے بعد اُس غلام نے اپنے آقا کی بی بی سے کہا کہ تمہارا شوہر تمکو نہین چاہتا اب وہ کوئی حرم اپنے گھر مین ڈالا چاہتا ہو مجھے ایک منتر آتا ہو جب تمہارا شوہر سو رہے اُسترہ سے گدی کے بال تھوڑے سے لے

۱۲ [illegible] اور اسکی [illegible] اور الفاظ سے نقل کیا ہو ۱۲

لیکر مجکو دینا تو اُسپر وہ منتر پڑھ دونگا تو تمہارا ہی ہو رہیگا اُسنے منظور کر لیا اور منتر سونے کی ہوتی اور اسین چالاک نے آقا سے جنیہ یہ کہا کہ تمہاری بیوی کسی دوسرے سے آشنائی رکھتی ہی فرصت کے وقت تمہارے مارنے کے فکر مین ہی امتحان کرنا چاہو تو سونے کے بہانہ سے لیٹ کر دیکھ لو وہ شخص ایسی طرح لیٹا رہا کہ کوئی جانے سوتا ہی عورت تو منتظر ہی تھی اُسترہ لیکر اسکے پاس گئی جو ہین وہ گردن کی طرف جھکی مرد نے جانا کہ بیشک گلا کاٹا چاہتی ہی فوراً اُٹھتے ہی اُسکو مار ڈالا اُسکی سسرال والون نے خبر سنکر اُسکو صاف کر دیا پھر یہ فساد مرد و عورت کے کنبہ مین پھیل گیا

ایک ذراسی چغلی سے اتنا بکھیڑا ہوا

سولھوین آفت - دو رخی بات کہنی یعنی جو شخص دو دشمنون سے ملتا ہی تو جسکے سامنے جاتا ہی اُسی کے موافق گفتگو کرتا ہی اور یہ کم ہوتا ہی کہ دو عداوت والون سے ملے بھی اور ایسی بات کہنے سے بچا رہے اسی کا نام عین نفاق ہی حضرت عمار بن یاسر رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ من کان لہ وجہان فی الدنیا کان لہ لسانان من نار یوم القیامۃ اور حضرت ابو ہریرہ سے یہ حدیث مروی کہ آپنے فرمایا تجدون من شر عباد اللہ یوم القیامۃ ذا الوجہین الذی یاتی ہؤلاء بحدیث و ہؤلاء بحدیث اور ایک روایت مین بحدیث کی جگہ بوجہ ہی اور یہی حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ دو رخا آدمی خدا کے نزدیک امین نہین ہوتا اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین نے توریت مین پڑھا ہی کہ آدمی اپنے یارون سے دو رخی بات کہتا ہی اور پھر امانت کا طالب ہی امانت ورکنار قیامت کو خدا تعالے ایسے منہ کو ہلاک کریگا جس سے دو رخی بات نکلی ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ابغض خلیقۃ اللہ الی اللہ یوم القیامۃ الکذابون والمستکبرون والذین یکثرون البغضاء لاخوانہم فی صدورہم فاذا لقوہم تخلقوا لہم واذا دعوا الی اللہ ورسولہ کانوا بطاء واذا دعوا الی الشیطان وامرہ کانوا سراعا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی رکابیا نہ بنے مثل ہو کہ جدھر کی ہوا دیکھی اُدھر ہی پھر گئے غرضکہ اسپر سب کا اتفاق ہی کہ دو شخصون سے دو رخی ملاقات کرنی نفاق ہی اور نفاق کی بہت سی علامتین ہین انہین سے ایک یہ بھی روایت ہی کہ ایک شخص صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے مر گیا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ راز دار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکے جنازہ کی نماز نہ پڑھی حضرت عمر رضہ نے اُنکو فرمایا کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کوئی مرے اور تم نماز نہ پڑھو اُنھون نے فرمایا کہ یا امیر المومنین انہ منہم یعنے یہ منافقون مین سے ہی آپ نے فرمایا کہ مین تمسے بقسم پوچھتا ہون کہ مین تو منہم مین نہین ہون اُنھون نے فرمایا کہ نہین مگر بعد تمہارے مجھے اُنکا کھٹکا ہی اب یہ جاننا چاہیے کہ آدمی دو رخا کن باتون سے ہوتا ہی پس اگر دو دشمنون کے پاس جا کر ہر ایک سے اچھی طرح ملا اور گفتگو بھی راست راست کی تو نہ دو رخا ہوگا اور نہ منافق اسلیے کہ ممکن ہی کہ دو عداوت والون سے سچی بات کہی جاوے اور دوستی بھی رہے گو اس قسم کی دوستی ضعیف ہوتی ہی درجہ بھائی چارے کو نہین پہونچتی کیونکہ پکی دوستی سے تو دوست کے دشمن کے ساتھ عداوت کرنی پڑتی ہی جیسا کہ آداب صحبت اور بھائی چارہ کے بیان مین گذرا ہاں پر دو رخا جب ہوتا ہی کہ دو عداوت والون مین سے ہر ایک کی بات دوسرے سے جا کہے اور یہ امر چغلی سے زیادہ برا ہی اسواسطے کہ چغلخور تو ایک ہی طرف کی بات نقل کرنے سے ہو جاتا ہی یہان تو دونون طرف کی بات ایک دوسرے سے کہتا ہی اور اگر کلام ایک دوسرے کے نقل نہ کرے بلکہ ہر ایک سے یہی کہے کہ تم جو فلان شخص سے عداوت رکھتے ہو یہ بہت اچھی بات ہی یا ہر ایک سے وعدہ کرے کہ مین تمہارے ہی ساتھ ہون یا دشمنی کے سبب ہر ایک کی تعریف کرے تو ان سب باتون سے دو رخا کہلاویگا ایسا ہی اُس صورت مین ہوگا کہ جب منہ پر اچھا کہے اور سامنے سے علیحدہ ہوکر برا کہے بلکہ سزاوار یہ ہی کہ کچھ نہ کہے یا حق والے کی تعریف کرے خواہ اسکے سامنے ہو یا پیچھے یہانتک کہ اُسکے دشمن کے سامنے بھی اُسکی تعریف کرے ورنہ اگر منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ کہیگا تو منافق ہوگا حضرت ابن عمر رضہ سے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ جب اپنے امیرون کے سامنے جاتے ہین تو اور کچھ کہتے ہین اور جب وہان سے نکلتے ہین تو اور کچھ کہتے ہین اسکا کیا حال ہی آپ نے فرمایا کہ ہم اسکو آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تھے پس جس صورت مین کہ امیرون کے یہان جانے کی حاجت نہو اور خواہ مخواہ چلا جاوے پھر خوف کے مارے اُنکے سامنے خوشامد اور تعریف کرے تو نفاق مین داخل ہو اسلیے کہ بے ضرورت کیون گیا تھا اگر اُسکے پاس کھانے پینے کی اشیا وغیرہ ضروریات بقدار قناعت تھین تو پھر کیا حاجت تھی خود کردہ را علاجی نیست مال وجاہ کے لیے بیفایدہ تعریف کرنی پڑی اسلیے منافق ہوا اور یہی غرض ہی اِس حدیث شریف مین حب المال والجاہ ینبتان النفاق فی القلب کما ینبت البقل لیکن اگر اُنکے پاس بضرورت گیا اور ڈر کے مارے تعریف کی تو معذور ہی اسلیے کہ شر سے بچنا جائز ہی چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بعض لوگون کے سامنے ہم اُنکے دکھانے کو ہنس دیتے ہین مگر ہمارے دل اُنکو لعنت کرتے ہین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین ایکبار ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ آنے دو سب قوم مین بُرا ہی شخص ہی جب وہ سامنے آیا تو آپ نے بہت ملائمت سے گفتگو فرمائی جب وہ چلا گیا تو مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ تو اُسکے حق مین کچھ اور ہی کہتے تھے پھر گفتگو نرم کیون فرمائی آپ نے فرمایا کہ ان شر الناس الذی یکرم اتقاء شرہ لیکن یہ حال صرف متوجہ ہونے اور تبسم کرنے کا ہی مگر تعریف کرنا صریح جھوٹ ہی وہ بے ضرورت شدید کے ہرگز درست نہین ہاں جب ایسی صورت نہ پیش آوے کہ جس سے جھوٹ بولنا مباح ہو جاتا ہی جیسا کہ آفت جھوٹ مین گذرا جب تک تعریف درست نہین بلکہ اُسکی تصدیق اور سر ہلانا بھی نہین چاہیے ایسا ہی حال ہر ایک کلام باطل کا ہی کسی کی تصدیق مین سر کا ہلانا اور ہان ہان کرنا نہین چاہیے اگر ایسا کریگا تو منافق ہوگا بلکہ یون چاہیے کہ اُسکو روک دے اور اگر روکنے کی قدرت نہو تو زبان چپ رکھے اور دل سے بُرا جانے

اٹھارویں آفت تعریف و مدح ہی یہ بھی بعض موقعون پر ممنوع ہی اور ہجو تو عین غیبت ہی جسکا بیان پہلے گذر چکا تعریف مین چھ آفتین ہین چار تو اُس سے متعلق ہین جو مدح کرتا ہی اور دو مدح سے تعریف کرنے والے سے جو چار متعلق ہین وہ یہ ہین اول یہ کہ تعریف مین افراط و زیادتی یہانتک کرتا ہی کہ جھوٹ ہو جاوے خالد بن معدان کہتے ہین کہ جو شخص کسی کی تعریف مجمع مین ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو خدا تعالے اُسکو قیامت مین تو تا اُٹھا دیگا دوسری یہ کہ مدح مین کبھی ریا کو دخل ہوتا ہی مثلاً تعریف مین اظہار محبت ممدوح ہوتا ہی مگر دل مین اُسکی محبت کچھ بھی نہین ہوتی تو اِس سے ریاکار اور منافق ہوتا ہی تیسری یہ کہ بعض باتین اور اوصاف ایسے بیان کرتا ہی کہ اُسے واقف بھی نہین ہوتا کہ یہ ممدوح مین ہین یا نہین اور نہ اُنپر آگاہ ہونے کی کوئی سبیل ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کی تعریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی آپ نے مادح کو فرمایا ویحک قطعت عنق صاحبک لو سمعہا ما افلح ثم قال ان کان احدکم لا بد مادحا اخاہ فلیقل احسب فلانا ولا ازکی علی اللہ احدا حسیبہ اللہ ان کان یری انہ کذلک غرضکہ ایسے اوصاف سے تعریف کرنا جو دلیلون سے معلوم ہوتے ہین وہ اِس آفت مین داخل ہین مثلاً یون کہنا کہ فلان شخص متقی اور پرہیزگار اور زاہد و خیرات کرنے والا و عادل و راضی برضا وغیرہ ہی تو اسطرح کے اوصاف خفی ہوتے ہین اور باطن سے متعلق ہین جبتک آدمی باطن کا امتحان نہ کرلے تب تک یقیناً اُن اوصاف کا حال نہین کہنا چاہیے ہان اگر یون کہے کہ مین نے اُسکو تہجد پڑھتے دیکھا ہی یا حج مین دیکھا ہی یا صدقہ دیتے دیکھا ہی تو یہ باتین یقینی کہہ سکتا ہی اسلیے کہ ظاہر سے متعلق ہین صرف دیکھنے سے اُنکا یقین ہو جاتا ہی حضرت عمر رضہ نے ایک شخص کو دوسرے کی تعریف کرتے سنا آپ نے تعریف کرنے والے سے پوچھا کہ تو نے اُسکے ساتھ سفر کیا ہی یا کبھی بیع و شراء و داد و ستد کا معاملہ کیا ہی یا اُسکا ہمسایہ ہی کہ صبح شام اُسکے پاس رہتا ہو اُسنے عرض کیا کہ اِن باتون مین سے تو کوئی نہین آپ نے فرمایا کہ تو پھر اُسکی تعریف مت کر چھٹے یہ ممدوح کو باوجود ظالم و فاسق ہونے کے اپنی تعریف سے خوش کرتا ہی اور یہ ناجائز ہی جیسا کہ حدیث شریف مین مروی ہی کہ جب فاسق کی کوئی تعریف کرتا ہی تو خدا تعالے غضب ہوتا ہی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جو کوئی

ظالم کے لیے درازی عمر کی دعا کرتا ہے وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین مین زیادہ نافرمانی ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظالم فاسق
اسی بات کا مستحق ہے کہ اسکی مذمت کیجاوے تاکہ اسکو رنج ہو اسکی تعریف سے اسکا خوش کرنا نہ چاہیے اور دو باتین جو ممدوح کے ضرر کی ہین
انمین سے ایک تو یہ ہے کہ تعریف سے اسکو کبر و عجب پیدا ہوتا ہے اور یہ دونون صفتین مہلک ہین حضرت حسن رح سے روایت ہے کہ حضرت
عمر رض ایکبار درہ لیے بیٹھے تھے اور لوگ آپ کو حلقہ کیے تھے کہ اتنے مین جارود بن منذر آیا ایک شخص نے اسکو کہا کہ یہ ربیعہ کی قوم
کا سردار ہے جب آپ نے اور لوگون نے اسکو سنا اور وہ قریب آیا تو آپ نے آہستہ آہستہ اسکو درہ سے مارا اسنے عرض کیا کہ یہ کیا بات
ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین تھا تجکو فلان شخص نے کیا کہا تھا اسنے عرض کیا کہ سنا تو تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو تجھ مین
اسکی شیخی آجاوے اسواسطے مین نے تیرے نفس کے کم کرنے کو یہ بات کی دوم یہ کہ جب تعریف سے یہ معلوم ہوگا کہ مین اچھا ہوگیا تو اپنی
بہتری مین سستی کریگا کیونکہ عمل مین کوشش وہی خوب کرتا ہے جسکو یہ معلوم ہو کہ میرے نفس مین قصور و کمی ہے اور جب لوگون کی زبان
سے تعریف ہی سنیگا تو جانیگا کہ مین کامل ہوگیا اب عمل کی حاجت نہین اسیواسطے حدیث مذکورہ بالا مین ارشاد تھا کہ تو نے اپنے
یار کی گردن کاٹ ڈالی اگر وہ سنیگا تو فلاح نہ پاویگا اور ایک حدیث مین ہے اذا مدحت اخاک فی وجہہ فکانما امررت علی حلقہ موسی رمیضا اور
ایک شخص مادح کو فرمایا عقرت الرجل عقرک اللہ اور مطرف فرماتے ہین کہ جب کبھی مین نے کسی سے مدح و ثنا سنی تو میرا نفس میرے نزدیک
ذلیل ہوگیا ہے اور زیاد بن ابی مسلم کا قول ہے کہ جب کوئی شخص اپنی تعریف و مدح سنتا ہے تو شیطان اسکو فخر و شیخی مین مبتلا کرتا ہے مگر ایماندار
آدمی اس بات سے محفوظ رہتا ہے حاصل یہ کہ عوام کے حق مین تعریف زہر قاتل ہے اور خواص اسکی آفت سے بچے رہتے ہین اور ایک
حدیث مین آیا ہے کہ لو مشی رجل الی رجل بسکین مرہف کان خیرا لہ من ان یثنی علیہ فی وجہہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مدح کرنا
بمنزلہ ذبح کے ہے اور یہ اسلیے فرمایا کہ ذبح کے بعد کوئی کام نہین ہوسکتا ایسا ہی تعریف سے بھی سستی ہوجاتی ہے اور عمل سے باز رکھتی ہے
یا یہ کہ مدح کے باعث کبر و عجب جو صفات مہلکہ سے ہین پیدا ہوتے ہین اور یہ بھی گویا ذبح کرنا ہے پس اگر تعریف ان سب آفتون سے
خالی ہو تو اسمین کسی طرح کا مضائقہ نہین بلکہ اسطرح کی تعریف مستحب ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کی تعریف فرمائی ہے
حضرت ابوبکر صدیق رض کی شان مین فرمایا لو وزن ایمان ابی بکر بایمان العالم لرجح اور حضرت عمر رض کی شان مین فرمایا لو لم ابعث لبعثت یا
عمر اور اس سے زیادہ اور کونسی تعریف ہوگی لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب نور بصیرت سے معلوم ہوگیا تو ایسا فرمایا علاوہ
ازین ان حضرات کا رتبہ اتنا بڑا تھا کہ اس تعریف سے گرد کبر و عجب کی انکے دامن دل پر نہین پہنچ سکتی تھی اسی لحاظ سے اپنے منہ سے
اپنی بڑائی کر دی ہے تو اسمین کبر اور فخر پایا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ انا سید ولد آدم ولا فخر یعنے مین یہ قول براہ فخر
نہین کہتا ہون جیسا اور لوگ کہا کرتے ہین کہ اپنے منہ آپ میان مٹھو بنتے ہین اور ظاہر ہے کہ افتخار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب
الی اللہ کی جہت سے تھا نہ اس سبب سے کہ سرداری اولاد آدم کی ہوئی اور ان لوگون کی نسبت مقدم ہوئی اسکو ایسا سمجھنا چاہیے
کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کو زیادہ تر مقبول فرماوے تو اسکو بادشاہ کے ہمنشین اور مقرب بننے کا فخر ہوتا ہے اسوجہ سے خوش نہین ہوتا کہ رعایا کے
اوپر فضیلت ہوئی جبکہ تفصیل آفات کی معلوم ہوگئی تو اب معلوم ہوگیا کہ مدح کی برائی کس سبب سے ہوتی ہے اور اسپر جو احادیث مین
ترغیب پائی جاتی ہے اس سے کیا غرض ہے مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص مردہ کی شان مین فرمایا وجبت یعنے یہ ضرور جنتی
ہوا اول لوگون نے اسکا ذکر خیر کیا تب آپ نے یہ لفظ فرمایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذکر خیر ہی دوسرے کا کرنا چاہیے اور مجاہد رح فرماتے
ہین کہ آدمی کے جلیس فرشتے ہوتے ہین جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کا ذکر خیر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ تجھکو بھی خدا ایسا ہی کرے
اور جب کسی کو برائی سے ذکر کرے تو فرشتے کہتے ہین کہ اے ابن آدم خدا نے تیرے عیب پوشیدہ رکھے تو اپنی پر بس کر اور اللہ کا شکر کر اب یہ بات

۱۲ م اگر ایمان ابوبکر رض کا تمام جہان کے ایمان سے تولا جاوے تو انکا ایمان ہی بھاری ٹھہرے ۱۲ م اگر مین مبعوث نہوتا تو اے عمر تو پیغمبر ہوتا ۱۲ ابو منصور در فردوس بروایت ابوہریرہ اور اسوجہ سے یہ فخر ہے اور معروف اس باب مین حدیث عقبہ بن عامر کی ہے جو ترمذی نے نقل کی ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا ۱۲ م مین اولاد آدم کا سردار ہون ترمذی ۱۲ ابو سعید خدری ۱۲

ہی کہ ممدوح کو تعریف کے بعد کیا کرنا چاہیے پس اسکو یہ چاہیے کہ یون تامل کرے کہ خاتمہ کا وقت نازک اور پُرخطر ہی اور اعمال پر بھروسہ کچھ کرنا نہین چاہیئے سوا آفات ریا وغیرہ کی لگی ہوئی ہین اور اپنے عیوب کو بھی سوچے جنکو خود جانتا ہی اور تعریف کرنے والے کو انکا علم نہین اگر اسکو اپنے اسرار اور خواطر کا حال معلوم ہوگا تو تعریف کرنے والے کو مدح سے باز رکھیگا اور پھر خود اس تعریف پر حمد و کراہت کرکے مادح کو ذلیل و پشیمان کرے چنانچہ حدیث شریف مین ہی احثوا فی وجوہ المداحین التراب اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کو جانتا ہی اسکو مدح سے ضرر نہین ہوتا ایک اور صالح کی کسی نے تعریف کی تو انھون نے فرمایا کہ الٰہی یہ لوگ مجھکو نہین جانتے اور تو میرے حال کو جانتا ہی اور ایک دوسرے بزرگ نے تعریف کے بعد فرمایا کہ الٰہی تیرے اس بندہ نے میری نزدیکی ایسی بات سے چاہی جسمین تو ناخوش ہو مین تجھکو گواہ کرتا ہون کہ مین اس سے ناخوش ہون اور حضرت علی رض کی تعریف کسی نے کی تو آپ نے فرمایا الٰہی جس بات کو یہ لوگ نہین جانتے اور میری نسبت کہتے ہین اسکا مجھسے مواخذہ مت فرما اور مغفرت کر اور مجھکو انکے عندیہ سے بہتر کردے اور ایک شخص کا حال آپ کو معلوم تھا کہ پیچھے بُرا کہتا ہی اُسنے جب سامنے آکر تعریف کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تو زبان سے کہ رہا ہی اس سے تو مین کم ہون اور جو بات تیرے دل کے اندر ہی اس سے زیادہ ہون اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تو مجھکو اور اپنے آپ کو دونونکو ہلاک کیا چاہتا ہی

انیسوین آفت فحواے کلام مین باریک غلطیون سے غافل ہوجانا خصوصًا جو باتین کہ اللہ تعالے اور اُسکے صفات سے متعلق ہین یا امر دین سے لگاؤ رکھتے ہین تو عالم آدمی اُسکے الفاظ کو درست کرکے بولتے ہین اور عوام جنکو علم کم ہوتا ہی اُن مین لغزش کرجاتے ہین مگر جہالت کے سبب اللہ تعالے معاف فرماتا ہی اور وہ باتین ایسی ہین جیسے حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یقل احدکم ما شاء اللہ وشئت ولکن لیقل ما شاء اللہ ثم شئت یعنے اللہ تعالی کی مشیت اور خواہش کے ساتھ دوسرے کو شریک کرکے بولنا چاہیے کہ خدا اور مین چاہونگا تو یون ہوگا کہ اسمین بے تعظیمی اور بےادبی پائی جاتی ہی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ مقدم تو مشیت ایزدی ہی پھر میرا ارادہ ہی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گفتگو مین بول اُٹھا کہ جو خدا اور اُسکے رسول نے چاہا آپ نے فرمایا کہ تو مجھکو خدا کا شریک کرتا ہی یون کہ ما شاء اللہ وحدہ اور ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑھا اُسمین کہا من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی تو آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوی یعنے صیغہ تثنیہ جو مشارکت اور برابری پر دلالت کرتا ہی اسکو بھی آپ نے بُرا جانا اور ابراہیم رح اس بات کو بُرا جانتے تھے کہ کوئی کہے خدا کی پناہ اور تیری پناہ بلکہ یون کہنا جائز ہی کہ خدا کی پناہ پھر تیری پناہ اور بعضے لوگ یون کہنا بُرا جانتے ہین کہ الٰہی دوزخ سے ہمکو آزاد کرنا اور وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ آزاد کرنا بعد دوزخ مین داخل ہونے کے ہوگا اسواسطے کیا ضرور ہی کہ ایسا لفظ کہین یون کیون نہ کہین کہ الٰہی ہمکو دوزخ سے بچا اور پناہ مین رکھ اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الٰہی تو مجھکو اُن لوگون سے کر جنکو شفاعت شافع روز جزا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہو پس حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ اللہ تعالے مومنون کو آنحضرت صلعم کی شفاعت سے غنی فرمادیگا آپ کی شفاعت گناہگاران امت کے لیے ہوگی ؎ چہ غم دیوار امت راکہ باشد چون تو پشتیبان + چہ باک از موج بحر آن راکہ باشد نوح کشتیبان اور ابراہیم رض فرماتے ہین کہ جب آدمی دوسرے کو گدھا یا سور کہتا ہی تو قیامت کو اس سے پوچھا جاویگا کہ بتا تو نے مجھی مین سے اسکو گدھا بنایا تھا یا سور جو تو ان الفاظ سے اُسکو ذکر کرتا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے بعضے آدمی ایسا شرک کرتے ہین کہ کتے تک کو شریک کردیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر یہ کتا نہ ہوتا تو آج رات لٹ ہی گئے تھے حافظ حقیقی کا خیال نہین کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب سے مین نے یہ کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہی کہ ان اللہ ینہاکم ان تحلفوا بآبائکم مین نے کبھی اسطرح قسم نہین کھائی اور ایک حدیث شریف مین ہی لا تسموا العنب کرمًا ان الکرم الرجل المسلم اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہی کہ تم میں

۱۲ تعریف کرنیوالون کے منہ مین خاک ڈالو مسلم بروایت مقداد ۱۲ ۳۴ تم مین سے کوئی یہ نہ کہے کہ جو خدا اور مین چاہون بلکہ یون کہے کہ جو اللہ نے چاہا پھر مین نے چاہا ۱۲ ابوداؤد و نسائی وغیرہ کا ابن ماجہ ۱۲ ۳۴ جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اسکے رسول کی ۔۔۔

۳۴ بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ رض ۱۲

کوئی یون مت کہو کہ یہ میرا بندہ ہو اور میری لونڈی ہو کیونکہ بندے سب اللہ کے ہین اور لونڈیان بھی سب اسی کی ہین بلکہ یون کہا کرو کہ یہ میرا غلام یا چھوکرا اور چھیل یا چھوکری ہو اور غلام بھی اپنے آقا کو رب اور ربی یعنی پرورش کنندہ نہ کہے بلکہ آقا اور سردار کہے اسلیے کہ پرورش کنندہ سب کا خدا تعالے ہو اور فرمایا کہ لا تقولوا للمنافق سیدنا فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم اور فرمایا کہ جو شخص یون کہے کہ مین اسلام سے بری ہون تو اگر سچا ہو تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہا اور اگر جھوٹا ہو تو اسلام کی طرف کبھی سلامت نہ پھریگا غرضکہ اسطرح کی باتین جو ہر دن آدمی کے منہ سے نکلتی ہین سب اس آفت مین داخل ہین اور تامل سے معلوم ہوتا ہو کہ ایسی باتین روزمرہ صدہا نکلجاتی ہونگی اور جو شخص آفات زبان کو بغور دیکھے اسکو یقین ہوجاویگا کہ اگر زبان کو نہین روکونگا تو بیشک نہین بچونگا اور اسوقت اس حدیث شریف کی حکمت معلوم ہوگی کہ من صمت نجی اسلیے کہ آفات سب کے سب ہلاک کرنیوالی ہین اور بولنیوالے کی راہ مین ہین اگر وہ چپ رہیگا تو ان سب سے بچا رہیگا اور اگر بولیگا تو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالیگا لیکن اگر زبان فصیح اور بہت سا علم اور تقوی اور مراقبہ دوام اور قلت کلام رکھتا ہوگا تو شاید بچا رہے اور باوجود ان باتون کے بھی خطرے سے خالی نہوگا پس اگر آدمی سے یہ نہوسکے کہ گفتگو کرنے سے کچھ فائدہ حاصل کرے تو سکوت اختیار کرنا اولی ہو جس سے اور کچھ نہوگا تو ان آفات سے تو بچا رہیگا یہی غنیمت ہو ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

بیسوین آفت عام لوگون کا سوال کرنا اللہ تعالے کی صفات اور کلام اور حروف سے کہ یہ قدیم ہین یا حادث ہین حالانکہ عوام کو اسی قدر چاہیے کہ جو کچھ قرآن کے اندر احکام ہین انکے بعد جب عمل کرین گو یہ بات نفس پر گران گذرتی ہو اور جو وہ باتین دل پر آسان معلوم ہوتی ہین اور عامی آدمی دخل دینے اور سوالات کرنے سے خوش ہوتے ہین اسواسطے کہ شیطان انکے دلون مین جما دیتا ہو کہ تم عالم و فاضل ہو اور یہانتک اس امر کو انکے دل مین پختہ کرتا ہو کہ بعض دفعہ کلمات کفر کی زبان سے نکلجاتے ہین اور انکو خبر نہین ہوتی اور عامی کے لیے گناہ کبیرہ کا ارتکاب بہ نسبت علمی کلام کے زیادہ اچھا ہو خصوصا جو باتین کہ اللہ تعالے اور اسکی صفات کے متعلق ہین ان مین تو انکو کلام کرنا ہی نہ چاہیے انکو تو یہ چاہیے کہ جو کچھ قرآن مجید مین اترا ہو اسپر ایمان لاوین اور عبادات مین مشغول رہین اور جو کچھ اللہ تعالے نے اپنے رسول کے ذریعہ سے ہم تک بھیجا اسکو وہان ہی بحث و تکرار نہ کرین اور جو امور کہ عبادات سے متعلق نہین انکا پوچھنا بے ادبی ہو اس سے مستحق غضب الہی کے ہوتے ہین اور کفر کے خطرہ مین پڑتے ہین اور انکی مثال ایسی ہو جیسے گھوڑون کے سائیس بادشاہی رازون کو دریافت کرنا چاہین اور یہ نہین سوچتے کہ ع زمین را بہ بطاوسی نشاد ندہ کس را غیبتا نے نداد ند البتہ جو کوئی کسی ایسے علم دقیق کا سوال کریگا کہ اسکی عقل نہین پہنچتی اور فہم اس درجہ سے قاصر ہو تو وہ شخص بھی اس علم مین بمنزلہ عامی و جاہل کے ہو ایسے سوال کرنیسے مستحق عقوبت اور قابل درست ہوگا اسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہو کہ ذرونی ما ترکتکم فانما ہلک من کان قبلکم بسوالہم واختلافہم علی انبیاءہم ما نہیتکم عنہ فاجتنبوہ وما امرتکم بہ فاتوا منہ ما استطعتم اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ ایک روز لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہانتک سوال کیے کہ آپ تنگ ہوکر غصہ ہوے اور منبر پر چڑھکے فرمایا کہ خوب پوچھو جو پوچھوگے بتاؤنگا پس ایک شخص آپکے سامنے کھڑا ہوکر پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہو آپنے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہو پھر دو بھائی کھڑے ہوے انہون نے سوال کیا کہ ہمارا باپ کون ہو آپنے فرمایا کہ جسکے تم بیٹے کہلاتے ہو پھر ایک اور شخص اٹھا اور اسنے پوچھا کہ مین جنت مین جاؤنگا یا دوزخ مین آپنے فرمایا دوزخ مین جب لوگون نے آپکا غصہ اور جلال دیکھا تو خاموش ہو رہے اور کسی کو کچھ جرات نہوئی حضرت عمر رض سامنے کھڑے ہوکر عرض کرنے لگے رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیا آپنے فرمایا اے عمر بیٹھ جا تجھے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تجھکو توفیق رفیق ہو اور ایک حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بحث اور بال کی کھال نکالنے اور کثرت استفسار سے منع فرمایا اور یہ بھی وارد ہو کہ آپنے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ لوگ

اکثرت سے سوال کرتے یون کہنے لگینگے کہ خلق کو تو خدا نے پیدا فرمایا خدا کو کسنے پیدا کیا ایسی جب بات ہو تو کہین تو چاہیے کہ سورۂ اخلاص پوری پڑھین اور یا ہین حرف تین بار تھتکار دین اور شیطان رجیم سے جناب باری مین پناہ مانگین اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ ابتلاعنین کی آیت یعنے جو سورۂ نور کے اول رکوع مین ہی صرف کثرت استفسار کے باعث نازل ہوئی اور حضرت موسی اور حضرت خضر کے قصہ سے تو صاف ثابت ہی کہ بیموقع سوال کبھی نکرنا چاہیے اور جس بات کا اپنے آپکو تحقیق کا شعور نہوا سکا ہرگز دریافت نکرنا چاہیے حضرت موسی علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کا یہ وعدہ تھا کہ جبتک مین نکہون کسی بات کا مجھسے پوچھنا مگر جب انھون نے اول کشتی کا حال پوچھا تو انکو برا معلوم ہوا اور وعدہ یاد دلایا انھون نے عذر کیا کہ بھول سے مین نے پوچھا انکو معاف کرد لیکن جب تین بار ایسا ہی ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ہذا فراق بینی وبینک اور انکو چھوڑ کر چلے گئے حاصل یہ کہ عوام لوگون کو حق مین باریک علمی باتون کا پوچھنا بڑی آفت ہی اور اس سے بہت سے فتنے پیدا ہوتے ہین اسلیے انکو قرآن کا ہی پڑھنا اور ضروری قرآنی مین انکا بحث کرنا ایسا ہی کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کے پاس اپنا شقہ بھیجے اور ضروری کام اسمین لکھدے وہ ان باتون کی طرف تو متوجہ نہو بلکہ اپنا وقت اسمین رائگان کرے کہ اس شقہ کا کاغذ پرانا ہی یا نیا اس امر سے بیشک وہ مستحق سزا ہوگا اسیطرح جاہل آدمی بھی اگر کلام مجید کی عبادات ضروری کو چھوڑکر حروف کی بحث مین اوقات تلف کرے تو اسکا بھی وہی حال ہوگا اور یہی حال او صفات الٰہی کا جاننا چاہیے باب آفات زبان خدا کی عنایت سے پورا ہوا وللہ الحمد

باب پنجم غضب اور حقد وحسد کی برائی کے بیان مین اسمین ۱۶ بیان ہین

رباعی ہی حقد وحسد سے ظلمت دل حاصل	آزاد جو اُنسے ہو وہی ہی کامل
یہ دونون رہ سلوک مین ہین رہزن	سالک نہ رہے اُنسے کسی دم غافل

جاننا چاہیے کہ غضب جسکو غصہ کہتے ہین وہ اُس آگ مین کا ایک شعلہ ہی جسکی صفت یہ آیت ہی نار اللّٰہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ اور جیسے آگ راکھ مین چھپی رہتی ہی اسیطرح غصہ کی آگ دل کی تہون مین مخفی رہتی ہی اور جسطرح چقماق لگنے ہی آگ ظاہر ہوجاتی ہی اسی طرح یہ آگ بھی کبر کی ادنیٰ چوٹ سے دل مین رہتی ہی ظاہر ہوجاتی ہی اور ارباب مکاشفہ کو نور یقین سے یہ بات دریافت ہوئی ہی کہ آدمی مین ایک رگ شیطان کی مشابہت کی پائی جاتی ہی پس جو غصہ کی آگ سے جل اُٹھتا ہی اور حق سے مائل ہوجاتا ہی وہ اپنا نسب اور قرابت شیطان کی طرف پکا کرتا ہی اسلیے کہ اُسنے یہی کہا تھا کہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین مٹی کی شان یہ ہی کہ ساکن اور وقار سے رہے اور آگ کی شان یہ ہی کہ سلگے اور شعلہ زن ہوکر متحرک ومضطرب ہو پس آدمی مین بھی اگر حرکت واضطراب وقت غصہ پایا جاوے تو معلوم ہوتا ہی کہ اُسکی ساخت مٹی سے نہین بلکہ خمیر آگ کا ہی جس سے شیطان بنا ہی اور غضب کا نتیجہ حقد وحسد یعنے کینہ اور دوسرے کا بُرا چاہنا ہی اِن دونون سے اکثر لوگ تباہ وبرباد ہوے اُنکا مسکن بھی وہی مضغۂ گوشت یعنے دل ہی اور از بسکہ ان تینون چیزون سے انسان تباہ ہوتا ہی تو نہایت ضرور ہوا کہ ہلاک کی جگہ بتلادی جاوین تاکہ اُنسے پرحذر رہے اور اُنکے پاس نہ پھٹکے اور اگر دل مین یہ چیزین جم گئی ہون تو اُسکو بھی صاف کرے اور جہان تک بنے علاج کے درپے ہو اسلیے کہ جبتک بُری بات کو آدمی نہین جانتا اسمین مبتلا ہوجاتا ہی اور صرف جاننا بھی کافی نہین جبتک اُس سے بچنے کا علاج وتدبیر معلوم نہو لہذا ہم اس باب مین سولہ بیان لکھینگے اول کے آٹھ بیانون مین تو غضب کی برائی اور اُسکی حقیقت اور اسباب اور علاج اور حلم کا ثواب وغیرہ اور باقیون مین حقد وحسد کے معنی اور نتیجے اور مذمت واسباب وتدابیر اور جو اُنسے متعلق ہی لکھے جاوینگے

بیان اول غصہ کی برائی مین

اللّٰہ تعالےٰ فرماتا ہی اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحمیۃ حمیۃ الجاہلیۃ فانزل اللّٰہ سکینتہ علی رسولہ

وعلی المؤمنین اس آیت مین اللہ جل شانہ نے کفار کی مذمت اسلیے فرمائی کہ انھون نے امر باطل پر غیرت کے مارے اتفاق کر لیا تھا اور غیرت بھی غصہ ہی سے ہوا کرتی ہی اور مومنین کی تعریف سکینت اور وقار اترنے پر فرمائی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھکو کوئی تھوڑا سا عمل بتلا دیجیے آپ نے فرمایا لا تغضب یعنی غصہ نہو اکر پھر دوبارہ اُسنے پوچھا تو وہی جواب دیا اور حضرت ابن عمر رض سے بھی اسی مضمون کے قریب قریب مروی ہی وہ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سے عرض کیا کہ میرے واسطے ایک بات تھوڑی سی ارشاد فرما دیجیے کہ اسپر تمسک کرون اور عمل کرون آپ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر مین نے دوبارہ یہی سوال کیا آپ نے یہی جواب دیا اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ مین نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مجھکو خدا کے غضب سے کیا چیز بچاویگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ خود غصہ مت کیا کر اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے حاضرین سے پوچھا کہ تم لوگ پہلوان زبردست کسکو سمجھتے ہو انھون نے عرض کیا ایسے شخص کو سمجھتے ہین جو کسی سے پچھاڑ نہ کھاوے آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان نہین پہلوان زبردست وہ ہی جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو مین رکھے اور حضرت ابوہریرہ رض سے بھی اسی مضمون کی حدیث مروی ہی کہ آپ نے فرمایا لیس الشدید بالصرعۃ وانما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا من کف غضبہ ستر اللہ عورتہ اور حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہی کہ بہت غصہ سے بچنا چاہیے کیونکہ غصہ کی کثرت مرد حلیم کے دل کو خفیف کر دیتی ہی اور حضرت عکرمہ رض تفسیر آیت وسیدا و حصورا ونبیا من الصالحین مین فرماتے ہین کہ سید سے وہ شخص مراد ہی جسپر غصہ غالب نہو اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل بتلائیے جس سے جنت مین جاؤن آپ نے فرمایا کہ غصہ نہ کر اور حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر انھون نے فرمایا کہ یہ تو مجھسے نہین ہو سکتا مین آدمی ہون پھر فرمایا کہ مال مت جمع کرو انھون نے فرمایا کہ یہ شاید ہو سکیگا اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غضب سے ایمان ایسا بگڑتا ہی جیسے ایلوے سے شہد خراب ہو جاتا ہی اور فرمایا کہ جو کوئی غصہ کرتا ہی جہنم کے کنارہ جا لگتا ہی اور ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ سب مین زیادہ سخت کیا چیز ہی آپ نے فرمایا کہ خدا کا غضب اُسنے عرض کیا کہ مجھکو کون چیز اس سے دور کریگی آپ نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کر

آثار حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تو غصہ مین اتنا اچھلتا ہی کہ یہ ڈر ہوتا ہی کہ شاید ایکی اچھال مین دوزخ مین جا پڑے اور حضرت ذی القرنین سے روایت ہی کہ انسے ایک فرشتہ ملا انھون نے پوچھا کہ مجھکو کوئی علم ایسا بتا جس سے میرا ایمان و یقین زیادہ ہو فرشتہ نے کہا کہ غصہ نہ کیا کر کیونکہ شیطان آدمی پر جتنا غصہ مین اختیار رکھتا ہی اور کسی حالت مین نہین رکھتا بس غصہ کو پی جایا کرو اور تاخیر سے اسکو ساکن کیا کرو اور جتنا ہو سکے جلدی سے بچو جلدی مین بہرہ وافی نہین ملتا اور قریب و بعید سے سہولت و نرمی کے ساتھ رہو اور جابر اور سرکش مت رہو اور وہب بن منبہ سے روایت ہی کہ ایک راہب اپنی عبادت گاہ مین تھا شیطان نے اسکو گمراہ کرنا چاہا مگر وہ اپنی بات پر پکا رہا تو شیطان ایکبار اسکے حجرہ کے پاس آیا اور اسکو پکار کر کہا کہ دروازہ کھول اُسنے جواب نہ دیا شیطان نے پھر کہا کہ دروازہ کھول دے ورنہ اگر مین چلا جاؤنگا تو پچھتاویگا اسنے پھر بھی کچھ توجہ نہ کی پھر کہا کہ مسیح ہون راہب نے کہا کہ مسیح ہی تو مین کیا کرون مسیح نے ہمکو عبادت و ریاضت کا حکم فرمایا ہی اور قیامت مین ملنے کا وعدہ کیا ہی اگر خلاف وعدہ قیامت سے پہلے آج ہی چلے تو آوینگے تو ہم کب مانتے ہین پھر شیطان نے اس سے کہا کہ مین شیطان ہون تجھے بہکانا چاہا تھا سو نہو سکا اب اسواسطے آیا تھا کہ جو تو پوچھے بتا دون اُسنے کہا کہ مجھے کچھ پوچھنا منظور نہین پس شیطان وہان سے پھرا اتنے مین راہب نے کہا کہ سنتا ہی یا نہین اُسنے کہا کہ سنتا ہون کہا کہ مجھے یہ بتلا دے کہ آدمی کی عادتون سے کونسی تیری زیادہ مدد کرتی ہی اُسنے کہا کہ تیزی اور غصہ آدمی جب غصہ ہوتا ہی تو ہم اُسکو ایسا لوٹا دیتے ہین جیسے لڑکے گیند کو لڑکاتے ہین اور خیثمہ فرماتے ہین کہ شیطان کا مقولہ ہی کہ ابن آدم مجھپر کیسے غالب ہو سکتا ہی جب

وہ راضی رہتا ہے تو میں اسکے دل میں رہتا ہوں اور جب غصہ ہوتا ہے تو الٹکر اسکے سر میں چلا جاتا ہوں اور حضرت امام جعفر صادق رح فرماتے ہیں کہ غضب ہر ایک برائی کی کنجی ہے اور بعض انصار کا قول ہے کہ تیزی بیوقوفی کی جڑ ہے اور اسکا نشانہ غصہ ہوتا ہے اور جو جہالت خوش ہوئے اسکو حلم کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ حلم زینت اور نفع کی چیز ہے اور جہالت عیب و ضرر کی اور خاموش رہنا احمق کے جواب میں ہی اسکا جواب ہوتا ہے ع جواب جاہلان باشد خموشی + اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ شیطان کا قول ہے کہ بنی آدم سے میں نہیں تھکا اور تین باتوں میں تو کبھی بھی نہیں تھکونگا ایک تو ان میں سے جب کوئی نشہ میں ہوگا تو اسکی نکیل ہمارے ہاتھ میں ہوگی جہاں چاہینگے لیجاوینگے کام ہماری مرضی کے موافق کریگا ایک جب غصہ ہوگا تو قول ایسا کہیگا جسکو جانتا بھی نہو اور کام وہ کریگا کہ جس سے ندامت ہو ایک یہ کہ پاس کی چیز میں ہمیشہ بخل کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور ایسی باتوں کا چاو دلاتے ہیں جن چیزوں کو قدرت نہو اور ایک حکیم سے کسی نے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس پر خوب قابو رکھتا ہے اسنے جواب دیا کہ تو اب اسکو شہوت رسوا نکریگی اور ہوائے نفسانی سے پچھاڑ نہ کھاویگا اور غصہ اسکو نہ دبا دیگا اور بعضوں کا قول ہے کہ غضب سے بچنا چاہیے کیونکہ انجام کو معذرت کی ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ غضب سے ڈرتے رہو اس سے ایمان بگڑ جاتا ہے جیسے ایلوے سے شہد بگڑ جاتا ہے اور حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ مرد کا حلم غصہ کے وقت دیکھنا چاہیے اور امانت کو طمع کے وقت جاننا چاہیے اور جب غصہ نہو اسوقت کے حلم کا کیا اعتبار ہے اسی طرح بدون طمع کے امانت کا اعتبار نہیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے عامل کو لکھا کہ غصہ کے وقت کسی کو سزا مت دینا بلکہ جب کسی مجرم پر غصہ آوے تو اسکو قید کرنا اور جب غصہ جاتا رہے تب روبکاری کرکے موافق جرم کے سزا دینا اور سزا بھی پندرہ کوڑے سے زیادہ کی نہو اور علی بن زید کہتے ہیں کہ ایکبار ایک قریشی شخص نے ایسے سخت کلامی کی انھوں نے بڑی دیر تک سر نیچا کر لیا اور پھر فرمایا کہ تمہاری مرضی یہ تھی کہ حکومت کے جوش میں میں شیطان کے ہاتھوں خفیف ہوکر آج تمہارے ساتھ وہ بات کروں جسکو کل تم میرے ساتھ کرو اور بعض اکابر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ غصہ کے وقت آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی جیسا کہ جلتے تنور میں زندہ کی روح نہیں رہتی پس جو شخص غصہ کم کرے وہی عقل زیادہ ہے اور غصہ اگر دنیا کے واسطے ہے تو اسکا نام مکر و فریب ہے اور اگر آخرت کے لیے ہے تو اسکو علم اور حلم کہتے ہیں کیونکہ لوگ ایسا کہتے ہیں کہ غصہ عقل کا دشمن جانی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے فلاح کو پہونچا وہ شخص جو طمع اور ہوائے نفسانی اور غضب سے بچا رہا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جسنے شہوت و غصہ کی اطاعت کی یہ دونوں اسکو دوزخ کی طرف کھینچینگا اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ دین میں پکا ہو اور ایمان کا یقین رکھتا ہو اور علم مع حلم اور دانائی ملائمت کے ساتھ ہو اور حقوق کی داد و دہش بجا لاوے اور توانگری میں میانہ روی اور فاقہ کے وقت تحمل اور قدرت کے وقت احسان اور شدت میں صبر کرے غصہ اور شہوت اسپر غالب نہو اور ننگ و حمیت اسپر سرکشی نکریں حرص و پیٹ کے باعث ذلیل نہو اور نیت میں کسی طرح کا قصور و فتور نہ واقع ہو مظلوم کی نصرت و مدد کرے ضعیفوں پر رحم کرے نہ بخیل ہو نہ مسرف جب اسپر کوئی ظلم کرے تو معاف کرے اور جاہلوں سے درگذر کیا کرے اسکا نفس تو ہمیشہ اسکے ساتھ رنج و تنگ رہے مگر لوگ اس سے سب راضی رہیں اور کسی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ آپ حسن خلق کو بتلا ایک لفظ میں ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ ترک غضب کا نام حسن خلق ہے اور ایک نبی نے انبیا علیہم السلام میں سے اپنے ساتھ والوں سے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جو مجھسے اس بات کا ذمہ کرے کہ کبھی غصہ نہ کرونگا اور میرے ساتھ جنت میں درجہ پاوے اور میرے بعد میرا خلیفہ ہو اور جانشین ہو ایک جوان نے عرض کیا کہ میں کبھی غصہ نہ کرونگا پھر آپ نے دوبارہ کہا تو پھر اسی شخص نے کہا کہ میں ایسا ہوں اور آنکی زندگی بھر اپنے [illegible] قول کو پورا کیا بعد آنکی وفات شریف کے آنکے خلیفہ ہوئے یہ شخص ذوالکفل علیہ السلام تھے کفل ضمانت و اسلئے کہ اس بات کا ذمہ کیا تھا اسکو

پھر ایک اور وہب منبہ فرماتے ہین کہ کفر کے چار رکن ہین ایک غضب دوسرے شہوت تیسرے حمق چہارم طمع

بیان دوم غضب کی حقیقت مین - ازآنجا کہ خداوند کریم نے حیوان کو ایسا بنایا ہی کہ اسباب داخلی اور خارجی سے فنا اور ہلاک ہوجاتا ہی تو اپنے خزانہ انعام سے ایک ایسی شی بھی عنایت فرمائی ہی کہ جسکے سبب وقت مقرری تک فنا سے محفوظ رہے داخلی اسباب کی طرف جو غور کرو تو معلوم ہوتا ہی کہ انسان کی ترکیب حرارت اور رطوبت سے ہی جن مین باخود باعداوت اور ضد پائی جاتی ہی حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل اور خشک کرتی رہتی ہی کہ اسکے اجزا بخار بنکر اڑجاوین پس اگر رطوبت کو غذا سے مدد نہ ملے اور جسقدر تحلیل اور خشک ہوتی ہی اسیقدر جبر ونقصان نہو تو حیوان فنا ہوجاوے اسلیے خداوند کریم نے غذا موافق بدن حیوانی کے پیدا کی اور حیوان مین اسکی اشتہا رکھدی کہ جس سے غذا کھایا کرے اور نقصان کا تدارک ہوکر ہلاک نہونے پاوے اور اسباب خارجی جو موجب ہلاک ہین وہ ہتھیار مثل تلوار نیزہ اور دوسرے مہلکات ہین انکیلیے اللہ تعالے نے ایک قوت غضب پیدا کی ہی جو باطن سے جوش کرتی ہی اور مہلک چیزون کو اپنے آپ سے دفع کرتی ہی اسکو خدا تعالے نے آگ سے بنا کر آدمی کی سرشت مین خمیر فرمادیا ہی پس جب آدمی کسی مطلب سے روکا جاتا ہی یا اسکے خلاف مرضی کوئی چیز پیش آتی ہی تو وہ آگ بھڑک اٹھتی ہی اور اسکا شعلہ ایسا تیز ہوتا ہی کہ دل کے اندر کا خون جوش کھاکر رگون مین اوپر کیطرف چڑھتا ہی جیسا کہ آگ کا شعلہ اونچا اٹھتا ہی یا ہنڈیا کا جوشش اوپر کو ابلتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ غصہ کے وقت آدمی کا چہرہ اور آنکھین سرخ ہوجاتی ہین چونکہ چہرہ کا پوست نرم وصاف ہوتا ہی اسلیے خون کی جھلک اسمین خوب ظاہر ہوجاتی ہی جیسا کہ شیشہ کے اندر کی چیز معلوم ہواکرتی ہی اور یہ حال اسوقت ہوتا ہی جسوقت کہ اپنے سے کم رتبہ آدمی پر غصہ آوے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ اسپر میرا قابو ہی اور جسوقت کہ اپنے سے زیادہ پر آوے یا انتقام نہ لے سکتا ہو تو ایسی صورت مین خون ظاہر جلد سے بستہ ہوکر قلب کی طرف کو رجوع کرتا ہی اور باعث رنج وغم ہوتا ہی اسی سے چہرہ زرد رنگ ہوجاتا ہی اور اگر کسی برابر والے پر غصہ آتا ہی تو یہ دونون کیفیتین نمود ہوتی ہین لال پیلا رنگ ہوا کرتا ہی اور اضطراب پیش آتا ہی بہرصورت غضب کی جگہ قلب ہی اور اسکے معنی یہ ہین کہ جوش کرنا خون دل کا بدلہ لینے کے واسطے اور یہ قوت موذی چیزون کے دفع کے لیے تو اول ہی متوجہ ہوتی ہی یعنے قبل ایذا انکا دفعیہ چاہتی ہی اور بعد ایذا انتقام اور تشفی دل کے لیے پیدا ہوتی ہی اور اس قوت کی غذا اور اشتہا انتقام ہی اور اسمین اسکو لذت ملتی ہی اور بدون انتقام چین نہین لیتی لیکن اس قوت ابتدائی پیدائش سے آدمیون کے تین درجہ ہین اول درجہ تفریط یعنے کمی کا ہی اور یہ مذموم ہی ایسے ہی شخص کو بے غیرت کہا کرتے ہین حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو باوجود غصہ دلانے کے غصہ نہ آوے تو وہ گدھا ہی اس سے معلوم ہوا کہ غصہ اور حمیت کا بالکلیہ نہونا بہت نقصان کی بات ہی اللہ تعالے نے اصحاب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ارشاد فرمایا اشداء علی الکفار اور اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم اور شدت اور غلظت غضب کے بعد ہوا کرتی دوسرا درجہ افراط یعنے زیادتی کا ہی وہ یہ ہی کہ غصہ اس درجہ غالب ہو کہ عقل ودین کی طاعت وسیاست سے نکلجاوے اور غصہ کے وقت آدمی مین بصیرت اور تامل اور فکر اور اختیار کچھ نہ رہے مضطر کی طرح ہوجاوے اور غلبہ غضب کا سبب یا تو پیدایشی ہوتا ہی کہ شروع پیدایش سے طرار صورت اور زود رنج اور زود غضب ہوتا ہی پھر مزاج کی گرمی اسکو اشتعال دیتی ہی اور شعلہ مذکور دوبالا ہوجاتا ہی اور سردی مزاج سے البتہ اسکی تیزی کم ہوجاتی ہی یا غلبہ غضب کا سبب عادت ہوتی ہی کہ ایسے لوگون مین نشست وبرخاست رہے جو مغلوب الغضب اور سریع الانتقام ہین اور ان باتون کو شجاعت اور جوانمردی جانتے ہین اور فخر یہ کہتے ہین کہ ہمکو ذرا برداشت نہین اور ہمکو کوئی ذراسی بات کہے تو نہین سہ سکتے حالانکہ حقیقت مین گویا یہ کہ رہے ہین کہ ہمکو ذرا عقل وحلم نہین مگر بیوقوفی سے اسی کو فخر جانتے ہین پس جو شخص ایسے لوگون سے اسطرح کی باتین سنتا رہتا ہی اسکے دل مین غصہ کی خوبی جم جاتی ہی اور چاہتا ہی کہ مین بھی

ایسا ہی ہوجاون اسلیئے غصہ بڑھ جاتا ہی اور جب غصہ کی آگ بھڑک اُٹھتی ہی تو غصہ والے کو پھونک دیتی ہی اور نصیحت سننے سے بہرا کردیتی ہی
بلکہ نصیحت سے اور زیادہ غصہ ہوتا ہی اور اگر اپنی عقل و نفس سے کچھ استفادہ کرے یہ بھی نہین ہوسکتا اسلیئے کہ نور عقل گل ہوجاتا ہی
خواہ غصہ کے دھوین سے ایسا دھندلا ہوجاتا ہی کہ کام کا نہین رہتا اسلیئے کہ آدمی دماغ سے فکر کیا کرتا ہی مگر جب غصہ کے مارے دل مین
خون جوش کھاتا ہی تو اس سے ایک کالا دھوان دماغ کی طرف چڑھ کر فکر کی جگہ مین پھیل جاتا ہی بلکہ بعض اوقات حواس کی جگہ کو بھی
گھیر لیتا ہی کہ آنکھ سے کچھ نہین دیکھتا اور کانون سے کچھ نہین سنتا دنیا تاریک معلوم ہوتی ہی اور اس حال مین دماغ کی ایسی صورت
ہوجاتی ہی جیسے کسی غار مین آگ جلائی جاوے اور تمام غار مین دھوان بھر جاوے اور زمین بھی تیز ہوجاوے تو ایسی جگہ مین اگر
کوئی چراغ جلتا ہوا ہوگا تو اس سے کیا سوجھیگا وہ تو دھندلا ہوجاویگا یا گل ہوجاویگا اور جو شخص اس غار مین ہوگا وہ نہ تو اس مین
ٹھہر سکتا ہی نہ کوئی کلام سن سکتا ہی نہ صورت دیکھ سکتا ہی نہ اس دھوین کو اندر یا باہر سے فرو کرسکتا ہی بلکہ جب تک جلنے کی چیز جل
نہ جاویگی تب تک صبر کرنا پڑیگا یہی حال غصہ کا دل و دماغ کے ساتھ ہوتا ہی بلکہ بعض اوقات غصہ کی آگ ایسی تیز ہوتی ہی کہ اس سے
وہ رطوبت جس سے کہ دل کی زندگی ہی فنا ہوجاتی ہی اور آدمی ہلاک ہوجاتا ہی جیسے کہ غار کی آگ بعض اوقات زیادہ ہوکر اسکے ٹکڑے
کردیتی ہی اور اوپر سے نیچے کو بیٹھ جاتا ہی یعنی غار کی دیوارون اور طرفون مین جو قوت قائم رہنے کی ہی شدت گرمی سے وہ جاتی رہتی ہی
اور گر پڑتا ہی اسی طرح یہان بھی غصہ کی آگ سے رطوبت قلبی دور ہوکر باعث موت ہوجاتی ہی اور اگر واقع مین پوچھو تو سمندر کی
موجون مین طوفان کے وقت کشتی کا ہونا بہت بہتر ہی اس حال سے جو غصہ کے وقت آدمی کے دل کا ہوتا ہی اسلیئے کہ کشتی کے بچنے کی
توقع ہوتی ہی کیونکہ اسمین جو لوگ سوار ہین وہ اسکے ٹھہرانے کی بیسیون تدبیرین کرینگے اور یہان تو نفس کی کشتی کا ناخدا دل تھا وہی
غصہ کے سبب اندھا اور بہرا ہوگیا پھر تدبیر کون کرے اب جاننا چاہیئے کہ شدت غضب کے نشان ظاہر مین یہ ہین رنگ کا بدل جانا ہاتھ
پاؤن کا کانپنا افعال کا بے ترتیب و انتظام صادر ہونا کلام مین لڑکھڑانا یہانتک کہ باچھون مین جھاگ آجاوین اور آنکھین سرخ
ہوجاوین نتھنا پھر جاوے شکل بدل جاوے اور اگر غصہ والا اپنی صورت کو غصہ کے وقت دیکھے تو شرم کے مارے غصہ جاتا رہے کہ کیسی
بُری صورت ہوگئی اور ازانجا کہ صورت ظاہری صورت باطنی کا عنوان ہوا کرتی ہی اس سے معلوم ہوا کہ باطن اور بھی زیادہ بُرا
ہوجاتا ہوگا کیونکہ اول صورت باطن ہی بگڑتی ہی اور وہی بگاڑ ہوتے ہوتے صورت ظاہری پر پھیل جاتا ہی تو گویا تبدل صورت
ظاہری فرع ہی اور صورت باطنی کی بُرائی اصل تو فرع کی صورت سے اصل کو قیاس کرنا چاہیئے غرضکہ تمام جسم مین تو یہ علامات ہوتی
ہین اور زبان مین غصہ کا اثر یہ ہی کہ گالیان بکنے لگتا ہی اور ایسے کلام فحش اور بُرے بولتا ہی کہ جس سے خردمندون کو شرم آوے
بلکہ خود غصہ والا بعد ان غصہ کے وقت کے کبھی انکو بولتے ہوئے شرم کرے اور اس فحش کے ساتھ ہی یہ بھی ہوتا ہی کہ لفظون مین
اضطراب اور بندش بالکل خراب ہوتی ہی اور اعضا پر تاثیر غضب یہ ہوتی ہی کہ بلا تامل مار پیٹ نوچ کھسوٹ قتل و زخم کرنے لگتے ہین
اگر جس شخص پر آیا ہی وہ سامنے ہوا اسپر بس چلا تو یہ باتین اسکے ساتھ ہونگی اور اگر وہ بھاگ گیا یا کسی اور سبب سے بے قابو ہوگیا
تو غصہ خود اپنے اوپر لوٹتا ہی کہ کپڑے پھاڑتا ہی اور اپنا منہ پیٹتا ہی یا زمین پر ہاتھ دے مارتا ہی یا نشہ والون اور مدہوشون حیرانون کی
طرح دوڑتا ہی اور کبھی غصہ کے مارے ایسا گر پڑتا ہی کہ اٹھنے اور دوڑنے کی طاقت نہین رہتی اور غش سا آجاتا ہی کبھی جمادات و حیوانات کو
مارتا ہی مثلاً برتن توڑ ڈالا دسترخوان پھاڑ ڈالا کسی بیل گھوڑے کو گالیان دینے لگا اور انسے ایسی باتین کرنے لگا جیسے سمجھدار سے کیا کرتے ہین اور
اگر کوئی جانور لات مارے تو غصہ مین آپ بھی اسکے لات مارتا ہی حالانکہ یہ حرکات مجنونون کے سے ہین اور دل پر تاثیر غصہ کی یہ ہی کہ جسپر غصہ ہوا ہی
اسکی طرف سے کینہ رکھنا اور حسد کرنا اسکی بُرائی چاہنا اور اسکی بُرائی سے خوش ہونا اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا اور اسکے بھید کو ظاہر کردینا

در پئے ہلاک ہونا اور مسخرہ بنانا وغیرہ پس شدت غضب کے ثمرات یہ ہین اسیطرح ضعف غضب کا نتیجہ بھی اچھا نہین یعنے اسکا ثمرہ بے غیرتی ہی
کہ جو بات آدمی کے گھر والون کی مثلاً ماں بہن بیوی وغیرہ کی قابل غیرت کے ہو اُس سے غیرت نہ کرے اور کمینون سے ذلت اُٹھاوے اور خوار
اور رسوا رہے اور بے غیرتی مثل مخنث ہونے کے ہی چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ ان سعد الغیور وانا اغیر من سعد واللہ اغیر منی علاوہ ازین غیرت
نسبون کی حفاظت کے لیے پیدا ہوئی ہی اگر غیرت مین لوگ تساہل کرین تو انساب مین فتور اور خلط واقع ہو اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہی کہ
جس قوم کے مردون مین غیرت ہوتی ہی انکی عورتون مین حفاظت رہتی اور بری بات کو دیکھکر سکوت کر جانا بھی منجملہ ضعف غضب سے ہی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خیر امتی احداؤھا یعنے جو دین مین سخت ہون اور اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی ولا تاخذکم بھما رافۃ فی
دین اللہ بلکہ آدمی اگر اپنے نفس کی ریاضت نہ کر سکے تو یہ بھی اسی بات کی علامت ہی کہ غصہ نہین رکھتا اسلیے کہ ریاضت جبھی ہو سکتی ہی
جب غصہ کو شہوت پر مسلط کر دے یہانتک کہ اگر نفس خسی شہوات پر جھکے تو اسی وقت اسپر غصہ کرے غرض جو غصہ کا اچھا اور محمود درجہ
وہ یہ ہی کہ غصہ منتظر اشارۂ عقل کا رہے اور دین کا مطیع ہو جس جگہ حمیت اشرعًا واجب ہی وہان غصہ آوے اور جس جگہ حلم اور غصہ کا پینا
چاہیے وہان حد اعتدال سے نہ بڑھے ایسی ہی غصہ سے خداوند کریم نے اپنے بندون کو مکلف کیا ہو اور یہ درمیانی درجہ ہی جسکی صفت آپ نے حدیث
شریف مین خیر الامور اوساطھا فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی مین غصہ ایسا سست ہو کہ غیرت بھی کم ہو اور نفس کو ذلت اور ظلم
بیموقع کی برداشت ناگوار نہو تو اسکو چاہیے کہ اپنے نفس کا علاج کرے یہانتک کہ غصہ مین قوت آجاوے اور جس شخص مین غصہ حد
اعتدال سے زیادہ ہو کہ نوبت تہور اور بے عقلی سے برے کامون مین گھسنے کی پہونچا وے اسکو بھی علاج نفس کا چاہیے تاکہ غصہ ایک
عمدہ اور درمیانی حالت پر آجاوے جسکا نام صراط مستقیم ہی ہر چند صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہی لیکن اگر اسکو
نپا سکے اسکو لازم ہی کہ جسقدر اسکے قریب آسکے اُتنی کوشش کرے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم
فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ اسلیے کہ یہ ضرور نہین کہ جس سے ہمہ تن خیر نہو سکے وہ ہمہ تن شر ہی کیا کرے بلکہ بعض بدی بعض
کی نسبت ہلکی ہوتی ہین اور بعض نیکیان بعض کی نسبت زیادہ رتبہ رکھتی ہین پس اگر بڑی نیکی نہو سکے تو چھوٹی کے درپے ہو اور اگر شر سے محفوظ نہ
رہ سکے تو جسمین ضرر کم ہو اُسی پر قناعت کرے

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اصل غضب کا دور ہونا ممکن ہی یا نہین

جاننا چاہیے کہ بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہین کہ ریاضت سے بالکلیہ محو کرنا غضب کا ہو سکتا ہی اور مقصود بھی ریاضت سے یہی ہی اور بعض لوگ یہ
کہتے ہین کہ غضب کا کچھ علاج ہی نہین اور یہ اُن لوگون کا قول ہی جو یہ تصور کرتے ہین کہ عادات بھی مثل پیدایش ظاہری کے ہین
جیسا اعضاء ظاہری کے نقصان کو آدمی درست نہین کر سکتا ویسا ہی خلق بھی قابل علاج نہین اور یہ دونون قول ضعیف ہین
بلکہ اصل اس باب مین یہ ہی کہ آدمی جبتک جیتے جی ایک چیز سے محبت رکھتا ہی اور ایک چیز کو برا جانتا ہی تو غصہ بھی ضرور رہی ہوگا اسلیے
کہ کوئی چیز اُسکے مزاج کے موافق ہوگی اور کوئی مخالف موافق اُسکے خاطر خواہ ہوگی اور مخالف پر اُسکو غصہ آویگا مثلاً فرض کرو کہ
کسی نے اُسکی محبوب چیز لے لی تو غصہ ہوگا یا کسی نے اُسکو ضرر پہونچانا چاہا تو بیشک غصہ ہوگا مگر جس شے کے ساتھ کہ آدمی کو محبت ہوتی
ہی اُسکی تین قسمین ہین ایک تو ایسی شے جو سب کے لیے ضروری ہی مثلاً غذا اور مکان اور لباس اور صحت بدن پس جو شخص کہ آدمی
کی ایسی چیزون کو دور کرنا چاہے مثلاً کھانے کی غذا چھین لے یا پانی پینے کا گرا دیوے یا کپڑا جو مقدار ستر عورت ہی تھا اُسکو چھین لے یا
رہنے کے مکان سے نکالدے تو چونکہ ایسی چیزین ہر ایک شخص کی ضروریات مین داخل ہین اسلیے اُنکا علیحدہ ہونا برا معلوم ہوتا ہی
اور جو کوئی اُن چیزون کا مزاحم ہوتا ہی اُسپر غصہ آتا ہی دوسری قسم وہ ہی کہ کسی کے لیے بھی ضروری نہو جیسے بہت سا مال اور جاہ و

وجلال اور خدم وحشم وسواری وغیرہ کہ یہ چیزین عادت کے سبب محبوب ہین ضرورت مین داخل نہین لوگون کو عادت غائی چیزون کی معلوم نہین جہالت سے ایسی اشیا سے محبت کرتے ہین دیکھو چاندی سونا خود ذات سے محبوب ہو گئے ہین کہ انکو گاڑ کر رکھتے ہین اگر کوئی انکو بیجا صرف کر ڈالے تو اُسپر غصہ آتا ہی حالانکہ یہ دونون کھانے کی چیز نہین پس اس قسم کی چیز کے لیے جو غصہ ہوتا ہی وہ اس قابل ہی کہ انسان سے بالکلیہ منقطع ہو سکے مثلاً اگر کسی کے پاس ایک مکان زائد از حاجت ہو اور اُسکو کوئی ظالم گرا دیوے تو ہو سکتا ہی کہ اُسکے گرانے پر غصہ نہ آوے اسطرح کہ مکان والا کوئی شخص دانا بینا ہو جسکو زائد از حاجت کے ساتھ محبت ہی نہو پس اگر اُسکو ظالم نے گرا دیا تو بوجہ محبت نہونے کے غصہ نہ آویگا لیکن اگر محبت ہوگی تو بیشک غصہ آویگا اور بالفعل جو دیکھا جاتا ہی تو اکثر لوگون کا غصہ ایسی ہی باتون پر ہوتا ہی جو ضروری نہین ہوتین مثلاً شہرت اور رجاہ پر اور مجلس مین مشخص ہوکر بیٹھنے پر اور علم سے فخر کرنے پر تو جس آدمی کو اِس بات کا ذرا بھی چسکا اور محبت ہوتی ہی وہ ضروری غصہ ہو جاتا ہی اگر محفل مین اُسکی نشست ذرا بدلی جبھی لال پیلا ہو جاتا ہی اور جسکو صدر پر بیٹھنے کا شوق نہین وہ اگر جوتیون مین بیٹھ جاوے تب بھی غصہ نہین کرتا اور رسے صدر رہ جا کہ نشیند صدر رست پر عمل کرتا ہی غرضکہ اکثر لوگون کی محبت ایسی ہی عادات ردی اور خراب سے ہو گئی ہی اسلیے غصہ بھی بات بات پر کرتے ہین یہ نہین سمجھتے کہ جتنے شہوات اور ارادے زیادہ ہوتے ہین اُتنا ہی آدمی مین نقصان زیادہ ہی اسلیے کہ حاجت صفت نقصانی ہی جسقدر اُسکی زیادتی آدمی مین ہوگی اُسی قدر نقصان بھی زیادہ ہوگا نادان آدمی ہمیشہ اسی بات پر کوشش کرتا ہی کہ حاجات زیادہ پوری ہون اور آرزوئین بہت بڑہین حالانکہ یہی چیزین ذخیرۂ غم واندوہ کا ہوتی ہین اور بعضے تو ایسے بحر جہالت مین ڈوبے ہوتے ہین کہ اگر اُنکو بُری بات کا بھی عیب بتایا جاوے تو اُسپر بھی غصہ ہوتے ہین مثلاً کوئی یون کہے کہ تمکو مرغ لڑانا خوب نہین آتا یا شطرنج اچھی طرح نہین کھیلتے یا شراب بہت نہین پی سکتے یا کھانا زیادہ نہین کھا سکتے تو یہ باتین ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہون تو خوبی کی بات ہی مگر اُسپر بھی بعض جاہل بگڑ بیٹھتے ہین کہ ہمکو یون کیون کہا خلاصہ یہ کہ اِس قسم کی چیزون پر جنکی محبت ضروری نہین غصہ بھی ضروری نہین تیسری قسم وہ اشیا ہین کہ بعض کے حق مین ضروری ہون اور بعض کے غیر ضروری مثلاً کتاب عالم کے واسطے محبوب چیز ہی اُسکو اُسکی ضرورت رہتی ہی اسی لیے اُس سے محبت رکھتا ہی اور اگر کوئی اُسکو جلا دے یا ڈبو دے یا ضائع کر دے تو اُسپر غصہ ہوتا ہی یہی حال اوزارون کا ہی بہ نسبت پیشہ والون کے کہ ہر پیشہ والے کو غذا کا ملنا بدون اوزار کے اور اپنے کام کے مشکل ہی پس چونکہ اوزار ضروری چیز یعنے غذا وغیرہ کے حصول کے وسیلے ہین اس جہت سے پیشہ والے کو اُنسے محبت ہوتی ہی اور اُنکو ضروری جانتا ہی حالانکہ محبت ضروری وہ ہی جسکی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف مین اشارہ فرمایا ہی من اصبح امنا فی سربہ معافی فی بدنہ عندہ قوت یومہ فکانما خیرت له الدنیا بحذافیرہا[1] پس جو شخص کہ حقائق امور سے واقف ہو اور یہ تینون باتین مذکورۂ حدیث اُسکو حاصل ہون تو ہو سکتا ہی کہ وہ ان چیزون کے سوا مین غصہ نہ کرے یہ تین قسمین تو بیان ہو چکین اب ریاضت کے باعث جو اثر ہر ایک قسم مین ہوتا ہی اُسکو سننا چاہیے قسم اول مین تو ریاضت اس بات کو مفید نہین ہوتی کہ دل کا غصہ بالکل نیست و نابود ہو جاوے بلکہ ریاضت اسلیے ہوتی ہی کہ دل مین ایسا ملکہ ہو جاوے جس سے مطیع غضب کا نہ رہے اور ظاہر اُسکا استعمال اسی درجہ تک کرے جسکو شرع اور عقل مستحسن جانے اور یہ امر مجاہدہ سے اور کوشش سے ممکن ہی کہ تکلف حلم کیا کرے اور مدت تک برداشت کرتا رہے یہانتک کہ حلم و برداشت مثل امور طبعی کے عادت راسخ ہو جاوین الا بیخ و بن سے غصہ کو دل مین سے نکالنا غیر ممکن ہی اور خلاف مقتضائے طبع ہان تیزی کا توڑنا اور اُسکا کمزور کر دینا ہو سکتا ہی کہ باطن مین اُسکا جوش نہونے پاوے اور یہانتک ضعف آ جاوے کہ اُسکا اثر چہرہ پر کچھ بھی محسوس نہو گو یہ امر نہایت سخت ہی تاہم امکان سے باہر نہین اور یہی حال قسم سوم کا بھی ہی اسلیے کہ اُسمین بھی آخر بعض لوگون کے حق مین تو وہ اشیا ضروری ہین

[1] جو شخص کہ اپنے گھر مین نڈر ہو اور بدن سے تندرست اور اُسکے پاس اُس دن کی غذا موجود ہو تو گویا اُسکے لیے تمام دنیا حاصل ہی ۱۲ ترمذی و ابن ماجہ بروایت عبد اللہ بن محصن اور اُسمین لفظ تحذامیر اً نہین اور ترمذی نے کہا ہی کہ حسن اور غریب ہی ۱۲

ریاضت

ریاضت سے انکو بھی یہ فائدہ ہوگا کہ غصہ کی شدت باطن مین نہ ہوگی اور صبر کی سختی زیادہ محسوس نہ ہوگی اور دوسری قسم کی اشیا پر جو غصہ ہوتا ہے تو ریاضت سے اسکا قطعًا استیصال ہوسکتا ہے یعنی جب دل مین سے محبت غیر ضروری چیزون کی دور ہوجاویگی تو اسکے ساتھ ہی غصہ بھی علیحدہ ہوگا کہ محبت اور وہ لازم و ملزوم ہین اور اسمین ریاضت کا طور یہ ہے کہ آدمی یون تصور کرے کہ میرا وطن قبر تاریک ہے اور ٹھہرنے کی جگہ آخرت ہے دنیا صرف ایک گذرگاہ ہے کہ اس سے گذر جانا قطعی ہوگا اور یہان جو مین آیا ہون صرف اسلیے کہ توشۂ آخرت حاصل کرون سو کاروبار دنیا کے تمام نذر کرد ہر چہ گیرید مختصر گیرید بلقدر ضرورت اشیا کے سوا سب کو یہ جانے کہ وطن اصلی اور مستقر حقیقی مین یہ چیزین باعث وبال ہونگی ان خیالات سے دنیا مین زہد اختیار کرے کہ محبت دنیا دل سے دور کرڈالے تو یقین ہے کہ اسطرح کی ریاضت سے بالکل اصل غصہ کی جاتی رہتی ہے اور کچھ ہوگا تو اسقدر تو ضروری ہوگا کہ غصہ کو ظاہر نہ کریگا اور اسکے بموجب عمل نہ کریگا اسلیے کہ غصہ تابع محبت کا ہے اگر محبت جاتی رہیگی تو یہ بھی ضعیف ہوجاویگا مثلاً ایک آدمی کے پاس کتا ہے جس سے کہ اسکو محبت نہین اگر کوئی دوسرا شخص اس کتے کو مارے تو اسکو غصہ نہ آویگا کیونکہ محبت اسکی نہین ہر حال جڑ سے جاتا رہنا غصہ کا تو بہت ہی مشکل ہے الا ضعیف ہوجانا اور اسکے بموجب عمل کا نہ ہونا بھی غنیمت ہے یہان ایک شبہ ہوسکتا ہے کہ قسم اول یعنی ضروری اشیا کے جانے سے درد و رنج ہوتا ہے کہ حاجت کی چیز جاتی رہی یہ ضرور ہے لیکن کہ غصہ ہو آوے مثلاً اگر کسی نے بکری کسی کے لیے پالی ہو اور وہ مرجاوے تو اسکو رنج اسکے مرنے کا البتہ ہوگا مگر غصہ کسی پر نہین کریگا اور یہ امر ضروری بھی نہین کہ ہر رنج کے ساتھ غصہ بھی ہو اگر سے دیکھو خون نکلوانے مین نکلتا ہے اور درد تو ہوتا ہے مگر فصد کھولنے والے یا پچھنے لگانے والے پر غصہ نہین آتا پس جس شخص پر توحید کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ سب اشیا کو قبضۂ قدرت الٰہی مین دیکھے اور سب کچھ اسی کی طرف سے جانے تو وہ غصہ نہین کریگا اسواسطے کہ وہ مخلوق کو صرف ایک واسطہ جانیگا جیسے لکھنے والے کے ہاتھ مین قلم ہوتا ہے تو اگر بادشاہ مثلاً کسی آدمی کی گردن مارنے کا فرمان لکھ دے تو وہ قلم پر غصہ نہین کریگا اسیطرح جو شخص اسکی بکری ذبح کر ڈالے اسپر بھی غصہ نہ ہوگا کیونکہ ذبح اور موت کو خدا ہی کیطرف سے جانتا ہے تو غلبۂ توحید مین غصہ نہ آنا چاہیے علاوہ ازین خدا کے ساتھ حسن ظن بھی اسی بات کا مقتضی ہے جب یہ تصور کیا کہ خدا نے میرے حق مین جو بہتر ہے وہی کرتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید میرے بھوکا یا پیاسا یا زخمی رہنے ہی مین اسکے نزدیک بہتری ہوگی تب غصہ کی کوئی وجہ نہین جیسے خون نکالنے والے پر غصہ نہین آتا کیونکہ اپنی بہتری اسمین متصور ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین غلبۂ توحید سے یہ بات تو ممکن ہے مگر اس درجہ کی توحید ہمیشہ نہین رہا کرتی اور دیرپا نہین ہوتی بلکہ آنًا فانًا بجلی سی چمک جاتی ہے اور انجام کو دل وسیلون ہی کی طرف رجوع کیا کرتا ہے اور یہ بات دل مین جبلی اور طبعی ہے اور اگر توحید دیرپا ہوا کرتی تو اشرف المخلوقات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور یہی ہوتی حالانکہ آپ کو غصہ آتا تھا یہانتک کہ رخسار مبارک سرخ ہوجاتے تھے اور خود ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین آدمی ہون آدمی کیطرح مجکو بھی غصہ آتا ہے پس جس کسی مسلمان کو مین نے گالی دی ہو یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو تو میری طرف سے ان باتون کو اسکے لیے رحمت کردے اور باعث تقرب بنادے کہ جسکے سبب قیامت مین اسکو تیرا تقرب حاصل ہو اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کلام آپ غصہ اور خوشی کی حالت مین فرمایا کرتے ہین اسکو مین لکھون آپ نے فرمایا کہ لکھا کر قسم ہے اس ذات کی جس نے مجکو رسول برحق بنایا اس سے یعنی زبان سے سوا حق کے کچھ نہ نکلیگا اور یہ نہ فرمایا کہ مین غصہ نہین ہوتا ہون بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ مجکو حق سے تجاوز نہین کرنے دیتا یعنی اسکے مقتضا کے بموجب عمل نہین کرتا ہون اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایکبار غصہ ہوئین تو آپ نے فرمایا کہ تجکو کیا ہوا تیرا شیطان تیرے پاس آیا ہے انھون نے عرض کیا کہ کیا آپکا شیطان نہین آپ نے فرمایا کہ کیون نہین مگر مین نے اللہ سے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہوگیا مجکو خیر کے سوا کچھ نہین کہتا ہے نہ فرمایا کہ میرا شیطان نہین ہے بلکہ یہ فرمایا کہ وہ مجکو بدی کا امر نہین کرتا اور یہان شیطان سے شیطان غضب

مراد ہی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے واسطے کبھی غصہ نہ آتا تھا اور اگر امر حق مین غصہ فرماتے تھے تو کسی کو خبر نہین ہوتی تھی اور نہ کوئی سے آپ مقابلہ لا سکتے تھے یہانتک کہ حق کا انتقام لیلین اس بیان سے معلوم ہوتا ہو کہ گو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا غصہ اللہ ہی کے واسطے امر حق پر ہوتا تھا تاہم فی الجملہ التفات دنیا و دنیاوی کی طرف پایا جاتا ہی اسی طرح جو شخص کسی کی قوت اور حاجت دینے کی چیز چھین لے اور وہ اسپر غصہ کرے تو یہ غصہ خدا کے واسطے ہوگا اسطرح کے غصہ کا معدوم ہونا ممکن نہین ہان بعض اوقات جب کوئی شخص کسی زیادہ ضروری مہم مین مشغول رہتا ہی تو ضروری چیز کے چھین جانے پر بھی غصہ نہین کرتا کیونکہ دل اور طرف مشغول ہوتا ہو اسمین گنجائش غصہ کی نہین ہوتی اپنے استغراق کے باعث اور چیز کو خیال مین بھی نہین لاتا چنانچہ حضرت سلمانؓ کو جب کسی نے گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اگر میزان اعمال مین میرے عمل کم ہوے تو جو کچھ تو کہتا ہی مین اس سے بھی بدتر ہون اور اگر پلہ بھاری ہی تو اس کہنے سے میرا کچھ ضرر نہین پس چونکہ آپ کا قلب آخرت مین مصروف تھا گالی سے متاثر ہوا اسیطرح کسی نے ربیع بن خثیم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیرا قول سنتا ہی جنت سے اسطرف ایک گھاٹی ہی اگر مین نے اسکو طی کرلی تو تیری بات سے کچھ بھی ضرر نہوگا اور اگر وہ طی نہوئی تو جو کچھ تو کہتا ہی اس سے بھی بدتر ہون اور ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو گالی دی آپ نے اپنے نفس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تیرے جن عیبون کو خدا تعالے نے چھپا رکھا ہی وہ بہت ہین تو گویا آپ اپنے نفس کی تقصیر و نقصان کے دیکھنے مین مشغول تھے یعنی یہ بات مد نظر تھی کہ خدا تعالے کو حق معرفت نہ پہچانا اور جسقدر اس سے ڈرنے کا حق تھا اتنا خوف نہ کیا پس اس حال مین اگر کسی دوسرے نے آپکے نفس کو ناقص کہا تو اسکی تاثیر نہوئی اسلیے کہ وہ تو خود پہلے ہی سے باوجود شان صدیقی اپنے نفس کو نقصان کی آنکھ سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ایک عورت نے مالک بن دینار رح کو کہا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ تیرے سوا مجھے اور کسی نے نہین پہچانا تو گویا وہ اپنے نفس سے آفت ریا دور کرنے مین مشغول تھے اور اسکو یہ سمجھاتے تھے کہ ریا تجھ سے چھوٹا نہین جو کچھ ہی شیطان کا فریب ہی جب اس عورت نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اسواسطے غصہ نہوے اور حضرت شعبی کو کسی نے برا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہی تو خدا میرے حال پر رحم کرے اور اگر تو جھوٹا ہی تو تیرے دل پر رحم کرے ان حکایات سے صاف ثابت ہی کہ ان لوگون نے جو غصہ نہ کیا تو یہی وجہ تھی کہ انکے دل اور مہمات دینی مین مصروف تھے اور یہ بھی احتمال ہی کہ ان باتون نے انکے دل پہ تاثیر کی ہو مگر وہ اسکی طرف متوجہ نہوے جو بات انکے دل پر غالب تھی اسی کی طرف التفات کیا غرضکہ دل اگر کسی امر مہم مین مشغول ہو تو محبوب چیزون کے جاتے رہنے مین ہیجان غضب سے محفوظ رہتا ہی پس غصہ کا نہونا دو باتون سے ممکن ہو ایک تو یہ کہ دل اور کسی مہم مین مصروف ہو دوسرے یہ کہ غلبہ وحدانیت ہو اور ایک تیسرا سبب بھی غصہ کے نہونے کے لیے ہی وہ یہ ہی کہ یون جانے کہ خدا کو میرا غصہ ناپسند ہی پس محبت الٰہی کے باعث آتش غضب فرو ہو جاویگی اور یہ امر بھی محال نہین کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا ہی خلاصہ اس سب تقریر کا یہ ہی کہ آتش غضب سے رہائی اسی مین ہی کہ محبت دنیا بالکلیت دل سے مٹا دیوے اور محبت کا دور کرنا دنیا کے فریبون اور مہلکات کو پہچاننے سے ہوتا ہی جنکا بیان دنیا کی برائی کے باب مین انشاء اللہ تعالے مذکور ہوگا اور جو شخص ریا کی محبت دل سے دور کردے وہ بہت سے اسباب غضب سے محفوظ رہتا ہی اور غضب کے اسباب مین سے جو سبب ایسا ہی کہ وہ بالکلیہ مٹ نہین سکتا اسکی تیزی کم ہوسکتی ہی اور سبب کے ضعیف ہونے سے غضب کا ضعیف ہونا بھی آسان ہوجاتا ہی خدا تعالے ہمکو بھی اپنے لطف و کرم سے توفیق غصہ کے دفع کی عنایت فرماوے

چوتھا بیان غصہ کے سببون کے ذکر مین اور اسکے دور کرنے کی تدبیر مین - چونکہ دور ہونا مرض کا اسکے علت کے دور ہونے سے ہوتا ہی اسلیے غصہ کا دور ہونا بھی اسکے سبب کے دور ہونے پر ہی منحصر ہی اسواسطے ہم اسکے اسباب کو

۱۷ [illegible]

اسکے دور کرنیکی تدبیر کو معلوم کرنا چاہیے حضرت یحیی علیہ السلام نے حضرت عیسی علیہ السلام سے پوچھا کہ سب مین سخت ترکیا چیز ہو آپ نے فرمایا کہ غضب الٰہی نہایت شدید ہی پھر انھون نے پوچھا کہ اسکے نزدیک کیا ہو آپ نے فرمایا کہ آدمی کا غصہ پھر پوچھا کہ غضب کس بات سے ہوتا اور بڑھتا ہو آپ نے فرمایا کہ تکبر اور فخر اور عزت طلبی اور حمیت سے غصہ آیا کرتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ اشتعال غصہ کے اسباب یہ چیزین ہین کبر اور عجب اور مزاح اور لغو ہنسی ٹھٹھا اور دوسرے کو عیب لگانا اور بات کاٹنا اور ضد کرنی اور فریب کرنا اور حصول مال وجاہ مین کثرت سے حرص کرنی اور یہ سب باتین عادات بہ ہین اور شرعاً مذموم انکے رہتے ہوئے غضب کا جانا ممکن نہین اسلیے ضرور ہوا کہ ان عیبون کو آدمی انکے مقابل کی چیزون سے کھو دے یعنے تکبر کو تواضع سے دور کرے اور عجب کو اپنے نفس کی پہچان سے زائل کرے چنانچہ اسکا بیان باب کبر و عجب مین ہوگا اور فخر کو یون دور کرے کہ مین بھی آدمی ہی ہون چاہے اور میرے باندی غلام ہون آخرش سب کا باپ تو ایک ہی تھا پھر سے تو مین اور تم اور لوگ آدم زاد ہونے مین سب یکسان ہین فخر عمدہ باتون کرنا چاہیے کبر اور عجب اور بخل اور کمینگی کے عادات ہین انسے کیا فخر کرنا چاہیے بلکہ یہ باتین سب رذائل کی اصل ہین اگر انھین کو اپنے آپ سے دور نہین کیا تو فخر کس بات کا ہو تاکہ اگلا کان تم نسب مین تو سب برابر ہی ہو اور مزاح اسطرح دور کرے کہ ایسے مہمات دینی مین مصروف ہو کہ عمر بھر انکے فرصت ہی نہ ملے جو نوبت مزاح کی پہونچے اور لغو باتون سے اسطرح بچے کہ عمدہ فضائل اور اخلاق حسنہ کی طلب مین اور علوم دینیہ کی تحصیل مین کوشش کرے جس سے کہ سعادت اخروی میسر ہو کسی دوسرے کو عیب لگانے مین یہ خیال کرے کہ کبھی ایسا نہ کبھی حال میرے سامنے پیش ہو جائیگا کہ مین بے جا دو سخت شرمندگی ہو اور علاوہ اسکے لوگون کی ایذا ایک امر مذموم ہے اسکو اختیار کرنا برا ہو اور عیب جوئی مین یہ سمجھے کہ بری بات کاٹنے سے نکالنا برا ہو اسکے سوا اگر کوئی حق بات ترک کی بہتر کی دیکھا تو یہ معلوم ہوگا اور علی ہذا القیاس بات کاٹنے اور ضد کرنے اور فریب دینے مین لحاظ رکھے کہ انسے میرے نفس کو نوع کا نقصان ہو اسکا مرتکب نہ ہونا چاہیے اور کثرت مال وجاہ کی حرص کو اسطرح مٹا دے کہ بقدر ضرورت پر قناعت کرے تاکہ غنا بھی حاصل ہو اور حاجت کی ذلت سے محفوظ رہے اور یہ جتنی باتین اوپر لکھی گئین ان مین سے ہر ایک کے علاج مین بہت سی ریاضت وتحمل ومشقت چاہیے مجملاً یہ ہی کہ ان اخلاق کی برائیون اور آفتون سے واقف ہونا چاہیے تاکہ دل کو انسے نفرت ہو اور پھر یہ جو باتین انکے مقابل لکھی گئی ہین انپر مدام عامل رہے کہ رفتہ رفتہ انکا عادی ہو کر نفس پر شاق نہ معلوم ہون بلکہ انس والفت ہو جاوے جب یہ بری عادتین چھوٹ جاوین اور نفس انسے پاک وصاف ہو جاوے تو غصہ بھی جو انھین چیزون سے پیدا ہوتا ہی جاتا رہیگا اور ایک بڑا سبب غصہ کا جاہلون مین یہ ہو کہ غصہ کا نام شجاعت اور جوانمردی اور جرأت وعلو ہمت رکھا ہو اور اسی طرح کے اچھے اچھے لقب اسکو دیے ہین یہانتک کہ نفس براہ جہل اسی کی طرف میل کرتا ہو اور اچھا جانتا ہو اور کبھی اسکی تقویت یون بھی ہوتی ہو کہ اکابر کی تعریف کے مقام مین جو شدت غضب کو شجاعت سے بیان کرتے ہین تو چونکہ لوگون کو اکابر کی مشابہت کا شوق ہوتا ہو اسلیے دل مین ہیجان غضب ہوتا ہو اور اس جوش غضب کو شجاعت اور علو ہمت کہنا جہالت ہی بلکہ یہ تو ایک مرض قلب اور نقصان عقل ہی جو نفس کے ضعف ونقصان سے پیدا ہوتا ہو اور اسوجہ سے جن لوگون کا نفس یا عقل ضعیف ہو یا نقصان رکھتا ہو انکو یہ مرض بہت جلد ہوتا ہو دیکھو بیمار کو بہ نسبت تندرست کے جلد غصہ آتا ہو اور عورت کو بہ نسبت مرد کے اور لڑکے کو بہ نسبت بالغ کے اور بوڑھے کو بہ نسبت جوان اور بری عادت والے کو بہ نسبت اہل فضل کے جلد جوش آجاتا ہو کمینہ آدمی اگر ایک لقمہ نہ پاوے یا بخیل سے اگر ایک دانہ چھوٹ جاوے تو کیسا غصہ ہوتا ہو یہانتک کہ اپنے بال بچون اور اہل عیال سے بھی غصہ ہی کرتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ نقصان وضعف عقل باعث غصہ کا ہو زبردست وہی ہو جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو مین رکھے جیسا کہ حدیث شریف مین ہو لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب اور جو شخص ایسا نہو تو اسکے سامنے اہل حلم وعفو کی حکایتین بیان کرنی چاہئین تاکہ وہ اپنے نفس کا علاج کرے غرضکہ غصہ کا پینا اپنا اور

اولیا اور حکما اور علما اور عمدہ بادشاہون اور فضلا سے منقول ہی اور اسکا عکس ترکون اور جاہلون اور غبیون اور بیوقوفون سے منقول ہی

پانچوان بیان غصہ کے علاج کا بعد جوش کے

ابتک جو بیان ہوا وہ یہ تھا کہ غصہ کے اسباب کو دور کرنا چاہیے تاکہ جوش و شدت ہونے نہ پاوے لیکن اب یہ ذکر ہوتا ہی کہ اگر کسی وجہ سے غضب بسر جوش آجاوے تو اسطرح استقلال کیا جاوے کہ صاحب غضب مضطرب ہو کر اسکے بموجب بری طرح پر کام نہ کر بیٹھے اور یہ استقلال جوش و غضب مین معجون علم و عمل سے حاصل ہوتا ہی علم کے متعلق تو چھ باتین ہین اول یہ کہ جو اخبار کہ غصہ کے پینے اور عفو اور حلم کی فضیلت مین وارد ہین جنکا بیان عنقریب کیا جاویگا انکو سوچے اور انکے ثواب کی رغبت کرے پس کیا عجب ہی کہ ثواب کی حرص سے جوش جاتا رہے اور انتقام سے درگزر کرے حضرت مالک بن اوس فرماتے ہین کہ ایکبار حضرت عمر رضہ کسی شخص پر غصہ ہوے اور اسکے پیٹنے کا حکم فرمایا اسوقت مین نے یہ آیت پڑھی خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین پس حضرت عمر رضہ اس آیت کو بار بار پڑھتے تھے اور سوچتے تھے اور آپکا دستور تھا کہ جب کوئی آیت آپکے سامنے پڑھی جاتی تو بہت دیر تک تامل اسکے سمجھنے مین کیا کرتے تھے اسی معمول کے موافق سوچکر اس شخص کو رہا کیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ایک شخص کے مارنے کا حکم کیا اور پھر یہ ارشاد الٰہی زبان پر لائے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس اسی وقت خادم سے کہا کہ اسکو جانے دو دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو عذاب الٰہی سے ڈراوے اور یون کہے کہ جتنی میری قدرت اس شخص پر ہی اس سے زیادہ خدا کا زور مجھپر ہی اگر مین نے آج اسپر غصہ چلا لیا کل قیامت کو خدا کے غضب سے کون بچاویگا آخر مجھے بھی اسوقت شدت سے احتیاج عفو کی ہوگی تو دوسرون کو معاف کرے تاکہ شاید نجات ملجاوے چنانچہ بعض صحیفون مین مذکور ہی کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہی کہ اے آدم زاد جسوقت تو غصہ کرے مجھکو یاد کرلیا کر جسوقت مین غصہ ہونگا تو تجھکو یاد کرونگا اور تباہ کارون کے ساتھ ہلاک نہ کرونگا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو کسی کام کے لیے بھیجا اسنے دیر کی جب سامنے آیا تو آپنے فرمایا کہ لولا القصاص لاوجعتک یعنی اگر قصاص قیامت نہوتا تو تجھکو خوب دکھ دیتا اور روایت ہی کہ بنی اسرائیل مین جتنے بادشاہ ہوے ہین سبکے ساتھ ایک حکیم رہتا تھا جب بادشاہ غصہ ہوتا وہ حکیم ایک پرچہ بادشاہ کے حوالہ کرتا اسمین لکھا ہوتا تھا کہ مسکین پر رحم کر اور موت سے ڈر اور قیامت کو یاد کر اس پرچہ کے دیکھنے اسکا غصہ فرو ہوجاتا تھا تیسرے یہ کہ اگر خوف عذاب اخروی نہو تو رنج و نقصان دنیاوی جو غصہ کے باعث ہوتے ہین انھین کو تامل کرے کہ جس شخص پر غصہ کرونگا وہ میرا مخالف ہوجاویگا اور طرف مقابل بنکر در پی تخریب اور ایذا رسانی اور شماتت و ہتک وغیرہ کے ہوگا اور مآل اس تامل کا یہ ہی کہ شہوت سے غضب کو روکنا ہوتا ہی یعنے دنیا کی ایک خرابی کو دوسری خرابی کی فکر سے ہٹانا چاہتا ہی اسی لیے اعمال آخرت مین شمار نہین ہونے کا اور نہ اسپر کچھ ثواب ہوگا ہان اگر دنیا کی تشویش سے علم و عمل کے لیے دل کو فراغت حاصل ہو اور آخرت کے لیے مدد ملے تو البتہ ایسی تشویش دنیاوی کو دور کرنے مین ثواب ہوگا چوتھی یہ کہ غصہ کے وقت دوسرے لوگون کی بھی صورت بری بنجاتی ہی اپنی صورت کو غصہ مین بھی ویسا ہی خیال کرے اور تصور کرے کہ خود غصہ ایسی بلا ہی کہ جسکو آتا ہی اسکی شکل بادلے کتے یا درندہ کیسی ہوجاتی ہی اور اسکے برخلاف حلیم و صاحب وقار و تارک غضب کی صورت انبیا اور اولیا اور علما اور حکما کیسی ہوتی ہی اب چاہیے جونسی صورت اختیار کرے خواہ کتون اور درندون اور کمینون کی شکل بنے یا علما حکما و انبیا سے مشابہ ہو اگر ذرا بھی عقل ہوگی تو اچھے ہی لوگون کی عادت و اقتدا کو دستور العمل ٹھہراویگا پانچوین یہ کہ جس سبب سے انتقام لیا چاہتا ہی اور غصہ کو پی نہین سکتا اسمین فکر کرے کہ وہ کیا وجہ ہی آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی مثلاً شیطان بہکاتا ہی کہ اگر تو نے انتقام نہ لیا تو دوسرا شخص جانیگا کہ دبگیا اور لوگون کے نزدیک بھی ایک ذلت اور رسوائی ہوگی پس اگر یہی سبب ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو سمجھاوے کہ بڑی تعجب کی بات ہی کہ بردباری تجھکو ایسی بری معلوم ہوتی ہی رسوائی

قیامت کے روز کی بری نہین معلوم ہوتی جب دوسرا شخص ہاتھ پکڑیگا اور اپنا بدلہ لینا چاہیگا اور لوگون کی نظرون مین حقارت کا اتنا خوف ہی خدا کی نظرون مین اور فرشتون اور انبیا کی نظرون مین حقیر ہونے کا خوف نہین آدمیون سے کیا مطلب انکا ہی کہ انکا خیال زیادہ ہو خدا کے واسطے غصہ پی جانے مین تو مرتبہ زیادہ ہوگا علاوہ اسکے اگر بالفرض کسی نے اسپر ظلم ہی کیا ہی تو جسقدر یہ انتقام لیا چاہتا ہی قیامت کو اُس سے زیادہ اُسکی ذلت ہوگی یونہین کیون نہ کرے کہ غصہ پی جاوے امین تو ہر طرح اپنا ہی بالا جیتا ہی کیا اسکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ جب قیامت کو پکارنے والا پکارے کہ جسکی اُجرت خدا پر ہو وہ کھڑا ہو جاوے اور اسوقت سوا معاف کرنے والون کے کوئی نہ اٹھیگا ایسے وقت مین یہ مستحق کھڑا ہونے کا ہو لیکن اسطرح کی باتین ایمان سے متعلق ہین انکو چاہیے کہ دل مین خوب ٹھان لے چھٹے یہ کہ یون جانے کہ میرا غصہ اس سبب سے ہی کہ کام میری مرضی کے موافق کیون نہوا خدا کی مرضی کے موافق کیون ہوا اور ظاہر ہی کہ یہ ایک نہایت بیوقوفی کی بات ہی کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر ترجیح دے بلکہ ممکن ہی کہ اس سبب سے خدا تعالے کا غضب اسپر اسکے غصہ سے بڑھکر ہو اور عمل غصہ کی دفع کا یہ ہی کہ زبان سے کہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم غصہ کے وقت یہی کہنے کا حکم حدیث شریف مین بھی ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غصہ ہوتین تو آپ انکی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے اے عویش یون کہو اللھم رب النبی محمد اغفرلی ذنبی واذہب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن تو اس دعا کا کہنا بھی مستحب ٹھہرا اگر اس زبانی قول سے غصہ نہ جاوے تو یہ کرے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جاوے یعنی اپنے آپکو زمین کی خاک سے قریب کر دے تاکہ یہ معلوم ہو کہ مین اس سے پیدا ہوا ہون اور انجام کو بھی اسمین جانا ہی اس عمل سے اپنے نفس کی خاکساری کی سمجھ مین آجاویگی اور بیٹھنے خواہ لیٹنے سے غصہ ساکن ہو جاویگا اسلیے کہ غصہ حرارت سے ہوتا ہی اور حرارت حرکت سے اور جب بیٹھنے یا لیٹنے سے حرکت دور ہوئی تو توقع ہی کہ حرارت غضب بھی دور ہو جاوے اور یہ عمل بھی حدیث شریف مین وارد ہی جیسا کہ فرمایا ان الغضب جمرة توقد فی القلب الم تروا الے انتفاخ اوداجہ وحمرة عینیہ فاذا وجد احدکم من ذلک شیئا فان کان قائما فلیجلس ان کان جالسا فلینم اگر اس سے بھی غصہ نہ جاوے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا نہا ڈالے کیونکہ آگ بدون پانی کے نہین بجھ سکتی چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ اذا غضب احدکم فلیتوضا بالماء فانما الغضب من النار اور ایک روایت مین یون ہی کہ ان الغضب من الشیطان وان الشیطان خلق من النار وانما تطفا النار بالماء فاذا غضب احدکم فلیتوضا اور حضرت ابن عباس رضہ سے یہ حدیث مروی ہی اذا غضبت فاسکت اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ حضرت کی عادت شریفہ یہ تھی کہ غصہ کے وقت اگر کھڑے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے اسی سے آپکا غصہ فرو ہو جاتا تھا اور حضرت ابو سعید خدری سے یہ حدیث منقول ہی الا ان الغضب جمرة فی قلب ابن آدم الا ترون الے حمرة عینیہ وانتفاخ اوداجہ فمن وجد من ذلک شیئا فلیلصق خدہ بالارض اس حدیث مین اشارہ سجدہ کی طرف ہی یعنی بدن کا جو اعلی اور اشرف عضو ہی اسکو سب سے ذلیل چیز یعنی خاک پر رکھنا چاہیے تاکہ نفس اپنی ذلت وخاکساری کو سمجھکر عزت وتکبر سے جو باعث غضب ہین باز آوے اور حضرت عمر رضہ ایکبار غصہ ہوے تو پانی منگا کر ناک مین دینا شروع کیا اور فرمایا کہ غضب شیطان کی طرف سے ہوتا ہی اور اس عمل سے جاتا رہتا ہی اور عروہ بن محمد فرماتے کہ جب مین حاکم یمن ہوا تو میرے باپ نے مجھسے پوچھا کہ تو والی ہوا ہی مین نے کہا کہ ہان انھون نے فرمایا کہ جب تجھکو غصہ آوے تو آسمان اور زمین کو دیکھا کر انکے خالق کی عظمت بجالانا یعنی سجدہ کرنا اور حضرت ابوذر رضہ نے ایک شخص کو جس سے

ف [illegible]

[illegible]

کچھ خصوصیت تھی کہ کوئی لال عورت کے جنے ہیں خبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ نے اُنسے پوچھا کہ مین نے سُنا ہی کہ تو نے اپنے بھائی مسلمان
کو ماں کی گالی دی انہون نے عرض کیا کہ البتہ اور یہ کہکر وہان سے چلے کہ اُس شخص کو راضی کریں کہ اتنے مین اُسی شخص نے سبقت کر کے
اُنسے سلام علیک کی اُنہون نے یہ ماجرا آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا آپنے فرمایا کہ اے ابو ذر اپنا سر اُٹھا کے دیکھ پھر یہ جان لے
کہ زمین کے پردے پر تجکو فضیلت نہ کسی لال پر ہی نہ کسی کالے پر جب تک کہ عمل اچھے نہون پھر ارشاد فرمایا کہ غصہ کے وقت اگر تو کھڑا ہو تو
بیٹھ جایا کر اور بیٹھا ہو تو تکیہ لگالیا کر اور تکیہ لگائے ہو تو لیٹ رہا کر اور معتمر بن سلیمان رح سے روایت ہی کہ ایک شخص پہلے لوگون مین مغلوب الغضب
تھا اُسنے تین پرچے لکھکر تین شخصون کو دے دیے ایک سے کہا کہ جب مجھے غصہ آوے یہ پرچہ دے دینا دوسرے سے کہا کہ جب میرا غصہ کم ہو
تب اپنا پرچہ دینا تیسرے سے کہا کہ جب بالکل غصہ جاتا رہے جب یہ پرچہ دینا ایک روز اُسکو کسی پر شدت سے غصہ آیا تو پہلا پرچہ اُسکو
دیا گیا اُسمین لکھا تھا کہ تو اس شخص کے کیون پیچھے پڑا ہی تو اُسکا خدا نہین بلکہ بشر ہی کوئی دن ایسا ہوگا کہ تیرے ٹکڑے خود تجھی کو کھا لینگے
اُسکے پڑھنے سے اُسکا غصہ کچھ کم ہوگیا تو دوسرا پرچہ اُسے دیا گیا اُس مین یہ لکھا تھا ۹ تو بخشا کر اُن پر اہل زمین کے رحمت کرے رب
عرش برین پھر تیسرا پرچہ اُسکو دیا تو اُسمین یہ تھا کہ لوگون کو حق کے ساتھ مواخذہ کرنا چاہیے اُنکی صلاح کا راستہ یہی ہی یعنی حد
شرعی سزا سے جرم کے لیے خود مقرر ہین انھین کے بموجب مواخذہ اور سزا کافی ہی اور خلیفہ مہدی ایک شخص پر غصہ ہوا تو شبیب رح
نے کہا کہ خدا کے واسطے اتنا غصہ نہ کرنا چاہیے جتنا اُس شخص نے اپنے نفس کے واسطے کیا ہی خلیفہ نے فرمایا کہ اسکو جانے دو

چھٹا بیان فضائل غصہ پینے کے ۔ اللہ تعالے نے مدح کے طور پر ارشاد فرمایا ہی وَالْکَاظِمِینَ الْغَیْظَ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین مَن کَفَّ غَضَبَہ کَفَّ اللّٰہُ عَنہُ عَذَابَہ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی رَبِّہٖ قَبِلَ اللّٰہُ عُذْرَہ وَمَنْ خَزَنَ لِسَانَہ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہ اور فرمایا اَشَدُّکُمْ مَنْ
غَلَبَ نَفْسَہ عِنْدَ الْغَضَبِ وَاَحْلَمُکُمْ مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَۃِ اور فرمایا مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَلَوْ شَاءَ اَنْ یُمْضِیَہ اَمْضَاہُ مَلَأَ اللّٰہُ قَلْبَہ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رِضًا اور ایک
روایت مین ہی کہ مَلَأَ اللّٰہُ قَلْبَہ اَمْنًا وَاِیْمَانًا اور حضرت ابن عمر رض سے یہ روایت ہی کہ آپنے فرمایا مَا جَرَعَ عَبْدٌ جُرْعَۃً اَعْظَمَ اَجْرًا مِنْ جُرْعَۃِ
غَیْظٍ کَظَمَہَا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ تعالے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا اِنَّ لِجَہَنَّمَ بَابًا لَا یَدْخُلُہ اِلَّا مَنْ شَفٰی غَیْظَہ بِمَعْصِیَۃِ
اللّٰہِ تعالے اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک سے گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہین جتنا غصہ کا پینا ہی جو کوئی غصہ پیتا ہی اللہ تعالے اسکا
دل ایمان سے بھر دیتا ہی اور فرمایا کہ جو کوئی باوجود قدرت انتقام غصہ پیتا ہی خدا تعالے اُسکو سب خلقت کے سامنے بلا کر اختیار دیگا کہ جو حور
تیرے پسند آوے سو لے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہی وہ خدا کی معصیت مین اپنا غصہ جاری نہین کرتا بلکہ اپنا خاطر
خواہ کام بھی نہین کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو جو کچھ حال اب دیکھ رہے ہو اُسکے خلاف ہوتا اور لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اپنی آبرو
سوال سے ست کھونا اور غصہ کا انتقام اپنی فضیحت کے سبب نہ لینا اور اپنی لیاقت کو جانے رکھنا کہ زندگی مین مفید ہوگا اور ایوب رح
فرماتے ہین کہ ایک گھڑی کا حلم کرنا بہت سے شر کو دور کرتا ہی اور ایک بار حضرت سفیان ثوری اور ابو خزیمہ یربوعی اور فضیل بن عیاض
جمع ہوئے اور زہد کا ذکر آپس مین ہوا تو سب نے اِس بات پر اتفاق کیا کہ افضل اعمال غصہ کے وقت حلم کرنا اور طمع کے وقت صبر کرنا ہی
اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کو کہا کہ آپ انصاف سے حکم نہین کرتے اور بہت نہین دیتے آپ کو یہانتک غصہ آیا کہ چہرہ پر اُسکا اثر معلوم
ہوا تب ایک شخص نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ کا کدھر خیال ہی یہ شخص جاہل ہی اور اللہ تعالے فرماتا ہی خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ

اسکا دل رضا سے ۱۲ یعنی روایت کو ابن ابی الدنیا نے ... روایت ابو ہریرہ نقل کیا ہی اور دونون سندون کا ایک راوی ضعیف ہی ۱۲ ۹۶ یعنی گھونٹ پیا کسی بندے نے کوئی گھونٹ ...

عن الجاہلین آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور گویا ایک آگ کو بجھا دیا اور محمد بن کعب کہتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ اگر کسی مین جمع ہون تو ایمان کامل ہو جاوے ایک یہ کہ جب خوش ہو تو حالت خوشی مین امور باطل مین نہ داخل ہو دوسرے یہ کہ جب غصہ ہو تو غضب اسکو حق سے نکالا ورنہ کرنے دے تیسرے یہ کہ جب قابو پاوے تو جو چیز اپنی نہو وہ نہ لیوے اور ایک شخص سلیمان رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے بندۂ خدا مجکو کچھ وصیت کر آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر اسنے کہا کہ یہ تو مجھ سے نہین ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ اتنا ہی کیا کر کہ غصہ کے وقت اپنی زبان اور ہاتھ روک لیا کر

ساتوان بیان حلم کی فضیلت

جاننا چاہیے کہ حلم اسکو کہتے ہین کہ غصہ جوش پر نہ آوے اور اگر آوے بھی تو اسکے فرو کرنے مین کچھ تعب اور مشقت نہو اور یہ غصہ کے پینے سے بہتر ہے اسواسطے کہ غصہ کا پینا بزور و تکلف حلیم بننا ہے کہ جس وقت غصہ کی شدت ہو تب مجاہدہ اور کوشش سے اسکو بچاوے تو غصہ کا پینا ایک تکلف اور بناوٹ ہے اور حلم طبعی عادت جبلی ہے جس سے کمال عقل ثابت ہوتا ہے اور قوت غضبی فرمان بردار اور مغلوب ہوتی ہے مگر ابتدا مین بزور و تکلف غصہ پینے اور حلیم بننے سے یہ عادت حاصل ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ انما العلم بالتعلم والحلم بالتحلم ومن یتخیر الخیر یعطہ ومن یتوق الشر یوقہ اس سے معلوم ہوا کہ حصول حلم کا ذریعہ اول اول تحلم یعنی تکلف حلیم بننا ہے جیسے تحصیل علم کا وسیلہ تعلیم ہوتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطلبوا العلم واطلبوا مع العلم السکینۃ والحلم ولینوا لمن تعلمون ولمن تتعلمون منہ ولا تکونوا من جبابرۃ العلماء فیغلب جہلکم علمکم اس مین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باعث ہیجان غضب تکبر اور تجبر ہین اور یہی مانع نرمی اور حلم کے ہوتے ہین اور آپ دعا مین یون فرماتے اللہم اغننی بالعلم وزینی بالحلم واکرمنی بالتقوی وجملنی بالعافیۃ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک علو مقام کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا باتین ہین آپ نے فرمایا کہ تفصیل مین قطع کرے قطع کرنیوالے سے اور تحلم عمن جہل علیک اور فرمایا کہ پانچ باتین سنت مرسلین سے ہین حیا اور حلم اور پچھنے لگوانا اور مسواک کرنی اور عطر لگانا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان آدمی کو حلم کے باعث وہ درجہ ملتا ہے جو شب بیدار اور روزہ دار کو ملتا ہے اور وہ جبار عنید بھی لکھا جاتا ہے باوجودیکہ اپنے گھر والون کے سوا اور کسی کا مالک نہین ہوتا یعنی اگر حلم نہ اختیار کرے اور حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میرے رشتہ دار ایسے ہین کہ مین تو ان سے ملتا ہون وہ مجھ سے کنارہ کرتے ہین مین انسے نیکی کرتا ہون وہ مجھ سے بدی کرتے ہین مین حلم کرتا ہون وہ جہالت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر یہی حال ہے تو تم انکے پیٹون مین آگ بھرتے ہو یعنی تمہاری داد و دہش انکے حق مین اچھی نہین ہوگی اور جب تک تم ایسا کرتے رہوگے خدا کی طرف سے تمکو مدد و پشتی رہیگی اور ایک شخص نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی میرے پاس کچھ نہین جو صدقہ اور خیرات کرون مین یہی کہتا ہون کہ جو مسلمان میری ہتک کرے مین نے اسکو معاف کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ہمنے اس بندہ کو بخشدیا اور ابو ضمضم کی روایت جو حدیث مین ہے وہ پہلے مذکور ہوئی وہ بھی یہان چسپان ہے اور قرآن مجید مین جو لفظ ربانیین واقع ہے اسکی تفسیر مین بعض کہتے ہین کہ اس سے عالم اور حلیم مراد ہین اور حضرت حسن رحمہ اللہ اس آیت مین واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما فرماتے ہین کہ اس سے حلیم مراد ہین اور اگر انسے کوئی جہالت پیش آوے تو وہ جہالت نہین کرتے

کرتے اور عطاء بن ابی رباح یمشون علی الارض ہونا سے یہی حلیم مراد لیتے ہین اور ابن حبیب وکہلا من الصالحین کی تفسیر مین کہتے ہین
کہ کہول انتہاء حلم سے مراد ہی اور مجاہد رح واذا مروا باللغو مروا کراما کے معنی کہتے ہین کہ جب ایذا دیے جاوین معاف کردین اور ایک بار حضرت
ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لغو امر سے کنارہ ہوکر گذر رہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو تو ابن مسعود تھا اور شام کو کریم
ہوگیا پھر راوی حدیث ابراہیم بن میسرہ نے یہ آیت پڑھی واذا مروا باللغو مروا کراما اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ لا یدرکنی ولا ادرکہ زمان
لا یتبعون فیہ العلیم ولا یستحیون فیہ من الحلیم قلوبہم قلوب الاعاجم والسنتہم السنۃ العرب اور فرمایا لیلینی منکم ذووا الاحلام والنہی ثم الذین یلونہم ثم الذین
یلونہم ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم وایاکم وہیشات الاسواق اور روایت ہی کہ اشج رضا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے
پس اپنا اونٹ بٹھلا کر اسکو باندھ دیا اور بدن کے کپڑے اوتار کر جامہ دانی مین سے ایک جوڑا اچھا نکالکر آپ کے سامنے پہنا اور پھر آپ کی طرف
کو چلے جب پاس آئے تو آپ نے فرمایا کہ تم مین دو باتین ایسی ہین کہ اللہ اور اسکے رسول کو اچھی معلوم ہوتی ہین انھون نے عرض کیا کہ
وہ کونسی ہین آپ نے فرمایا کہ حلم اور درنگ انھون نے عرض کیا کہ یہ دونون خلق ہین کہ مین نے اختیار کیے ہین یا پیدایشی ہین آپ نے
فرمایا کہ خدا تعالے ہی نے تجکو ایسا پیدا کیا ہی جبلی ہی باتین ہین انھون نے عرض کیا کہ شکر ہی اس خالق کو جس نے مجکو ایسی دو باتین پیدایش
ہی سے عنایت کین جنکو وہ اور اسکا رسول پسند کرتا ہی اور ایک حدیث مین ہی ان اللہ یحب الحلیم الحیی الغنی المتعفف التقی ویبغض الفاحش
البذی السائل الملحف اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا تین باتین ایسی ہین کہ اگر کسی مین ان تینون مین سے ایک
بھی نہو تو اسکے عمل کا کچھ اعتبار نہ کرو تقوی یحجزہ عن معاصی اللہ عز وجل وحلم یکف بہ السفیہ وخلق یعیش بہ فی الناس اور فرمایا کہ جب روز
قیامت مین خدا تعالے خلائق کو جمع کریگا تو ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اہل فضل کہان ہین تو تھوڑے سے لوگ اٹھینگے اور جنت کی طرف
کو دوڑینگے فرشتے جو انکو دیکھینگے تو کہینگے کہ تم دوڑکر چلتے ہو وہ کہینگے کہ ہان ہم اہل فضل ہین وہ پوچھینگے کہ تم مین کیا فضل تھا جواب دینگے
کہ ہمارا یہ حال تھا کہ ہمپر اگر ظلم ہوتا تو ہم صبر کرتے اور اگر کوئی ہمسے سلوک بد کرتا تو بخشدیتے اور اگر جہالت کرتا تو حلم کرتے فرشتے کہینگے تو آپ
بہشت مین تشریف لیجائیے فنعم اجر العاملین آثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ علم کو سیکھو اور اسکے لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ علم کو سیکھو اور اسکے لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور حضرت علی رضا فرماتے ہین کہ خیر وبرکت اسکا نام نہین کہ آدمی کی دولت
بڑھ جاوے اور اولاد کی کثرت ہو برکت اسکا نام ہی کہ علم اور حلم بہت سا ہو اور اگر فخر کرے خدا کی عبادت سے بندون مین فخر کرے اور جب
نیک کام کرے تو خدا کا شکر کرے اور جو بد کام کرے تو توبہ واستغفار کرے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ علم کی تحصیل کرو اور اسکو
وقار اور حلم سے زینت دو اور اکثم بن صیفی فرماتے ہین کہ عقل کا رکن حلم ہی اور سب بات مین اصل صبر ہی اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین
کہ لوگون کو مین نے ایسا دیکھا تھا کہ ہمہ تن پتے تھے کانٹا نام کو نہ تھا اور اب ہمہ تن خار ہین پتے کا پتہ نہین اگر انکو کچھ کہیے مقابلہ کو تیار
ہوتے ہین اور اگر انسے درگذر کیجیے وہ ہرگز درگذر نہین کرتے لوگون نے پوچھا کہ پھر ایسے لوگون کے ساتھ ہم کسطرح معاملہ کرین آپ نے
فرمایا کہ اگر کوئی تمکو برا کہے اسکا جواب نہ دو یہ بات قیامت کے روز جب تم مفلس ہوگے تمھارے کام آویگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا قول ہی کہ حلیم کو حلم کے سبب اول عوض تو یہی ملتا ہی کہ سب آدمی اسکے طرفدار ہوکر اسکے بدخواہ کے درپے ہوتے ہین اور حضرت معاویہ
رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ آدمی اجتہاد اور تجویز کے درجہ کو نہین پہونچتا جب تک کہ حلم جہل پر غالب نہو اور صبر شہوت پر اور یہ بات بزور

[illegible]

علم حاصل ہوتی اور نیز انھون نے عمرو بن اثم سے پوچھا کہ مردون مین سے بہادر کون ہی انھون نے فرمایا کہ جو اپنے علم کے سبب سے جہل کو ہٹا دے پھر پوچھا کہ زیادہ سخی کون ہی انھون نے فرمایا کہ جو دنیا کو دین کی بہتری کے لیے خرچ کر ڈالے اور حضرت انس بن مالک اس آیت کی تفسیر مین فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقٰہا الا الذین صبروا وما یلقٰہا الا ذو حظ عظیم ارشاد فرماتے ہین کہ اس سے وہ شخص مراد ہی کہ جب اسکو اسکا کوئی بھائی گالی دے تو وہ یون کہے کہ اگر تو جھوٹا ہی تو خدا تجکو بخشے اور اگر سچا ہی تو مجکو بخشے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک شخص کو بصرہ کے لوگون سے مین نے گالی دی انھون نے حلم کیا تو مجکو گویا مدت تک بندہ زر خرید کر لیا اور حضرت معاویہ نے عرابہ بن اوس انصاری سے پوچھا کہ تم اپنی قوم مین سردار کیسے ہو گئے انھون نے کہا کہ مین انکے جاہلون سے حلم کرتا ہون سائلون کو دیتا ہون حاجات مین سعی کرتا ہون پس جو کوئی میرے برابر کام کریگا وہ مجھ جیسا ہوگا اور اگر مجھ سے کچھ زیادہ کریگا تو اسکو مجھ پر فضیلت ہی اور اگر کم کریگا تو مین اس سے بہتر ہون اور حضرت ابن عباس رضہ کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہ کو فرمایا کہ دیکھو تو اگر اسکی کچھ حاجت ہی تو دے دو اس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے سر نیچا کر لیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو کسی نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم فاسق ہو آپ نے فرمایا کہ تیری گواہی مقبول نہین اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہی کہ انکو کسی نے گالی دی آپ نے اپنی چادر اسکی طرف پھینک دی اور سو درہم دلوائے بعضون نے فرمایا ہی کہ آپ نے اس تھوڑی سی دنیا کی چیز سے پانچ عمدہ باتین حاصل کین اول علم دوسرے دفع کرنا ایذا کا تیسرے اس شخص کو ایسی بات سے رہائی دینی جو اللہ سے دور کرے چوتھے اس شخص کا پشیمان ہونا اور اپنے کیے سے توبہ کرنی پانچوین اسکا تعریف کرنا بعد برائی کے اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھ مین اور کچھ لوگون مین جھگڑا ہی مین چاہتا ہون کہ اسکو دفع کردون مگر لوگ کہتے ہین کہ جھگڑا چھوڑنے مین ذلت ہی آپ نے فرمایا کہ ذلیل ظالم ہوا کرتا ہی تجکو کچھ ذلت نہین اور خلیل بن احمد کا قول ہی کہ یون مشہور ہی کہ اگر کوئی شخص بدی کرے اور اسکے عوض مین اس سے سلوک کیا جاوے تو اسکے دل مین خود بخود ایک ایسا امر پیدا ہوگا کہ پھر وہ ویسی بدی نکریگا اور احنف بن قیس کہا کرتے کہ مین حلیم تو نہین مگر بزور حلم کرتا ہون اور وہب ابن منبہ فرماتے ہین کہ جو شخص رحم کرتا ہی اسپر رحم کیا جاتا ہی اور جو خاموش رہتا ہی وہ بچ جاتا ہی اور جو جہالت کرتا ہی وہ مغلوب ہوتا ہی اور جو جلدی کرتا ہی وہ خطا کرتا ہی اور جو شر کی حرص کرتا ہی وہ اس سے محفوظ نہین رہتا اور جو باتون مین دخل دیا کرتا ہی اسکو گالیان ملتی ہین اور جو بری بات کو برا نہین جانتا وہ گنہگار ہوتا ہے اور اگر برا سمجھتا ہی تو اس سے بچا رہتا ہی اور جو اللہ تعالے کے ارشاد کے بموجب چلتا ہی وہ محفوظ رہتا ہی اور جو اس سے خوف کرتا ہی مامون رہتا ہی اور جو اسکو دوست رکھتا ہی وہ ہر دل عزیز ہوتا ہی اور جو اس سے نہین سوال کرتا وہ محتاج ہو جاتا ہی اور جو اسکے عذاب سے نہین ڈرتا ذلت اٹھاتا ہی اور جو اس سے مدد چاہتا ہی فتح پاتا ہی اور ایک شخص نے مالک بن دینار رحمہ سے کہا کہ مین نے سنا ہی کہ آپ نے مجکو کچھ برا کہا ہی آپ نے فرمایا کہ تب تو تم میرے نزدیک میری جان سے افضل ٹھہرے یعنی نیکیان کین میرے نفس نے اور تمکو تمہارے لیے مین نے ہدیہ کر دیا اور بعض علما کا قول ہی کہ حلم بہ نسبت عقل کے زیادہ رتبہ رکھتا ہی اسواسطے کہ خدا کا نام حلیم بولتے ہین عقیل نہین کہتے اور ایک شخص نے کسی حکیم کو کہا کہ تمکو ایسی گالی دونگا کہ قبر مین بھی ساتھ جاوے انھون نے جواب دیا کہ البتہ تیری قبر مین ساتھ جاویگی اور حضرت عیسی علیہ السلام یہود کی قوم پر گذرے تو ان لوگون نے آپ کو برا کہا آپ نے انکو کلمہ خیر فرمایا لوگون نے عرض کیا حضرت وہ تو آپ کو برا کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہم مین سے ہر ایک وہی دیتا ہی جو اسکے پاس ہی ع نے تراود چہ کنم آنچہ در آوندہ مین ہست + اور لقمان حکیم رح فرماتے ہین کہ تین شخص تین باتون مین پہچانے جاتے ہین حلیم تو غصہ کے وقت اور بہادر لڑائی کے وقت اور دوست حاجت کے وقت اور ایک حکیم کے یہان اسکا ایک دوست آیا آپ نے

حاضر پیش کیا حکیم کی بی بی بدمزاج تھی دسترخوان تو اُٹھا لیا اور شوہر کو گالیان دینی شروع کی وہ مہمان غصہ ہو کر اُٹھ گیا حکیم اُسکے پیچھے گیا اور کہا کہ تمکو یاد ہی کہ ایکبار ہم تمھارے گھر گئے تا کہ اسوقت کہ تم اسمین ایک مرغی آئی اور اُسنے دسترخوان پر کی چیز کو خراب کر دیا ہم مین کوئی غصہ ہوا تھا اُسنے کہا کہ کوئی نہین حکیم نے کہا کہ تو اب بھی ایسا ہی تصور کر وہ شخص ہنس پڑا اور خفگی جاتی رہی اور کہنے لگا کہ حکماکا قول درست ہی کہ حلم ہر درد و چوٹ کی دوا ہی اور ایک شخص نے ایک حکیم کے پانون مین ضرب ایسی ماری کہ اُسکو دکھ معلوم ہوا مگر غصہ نہوا لوگون نے اسکا سبب پوچھا اُسنے کہا کہ مین نے یہ سمجھ لیا کہ میرا پانون کسی پتھر پر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی اسوجہ سے غصہ نہین کیا اور محمود اوراق نے ایک قطعہ عربی مین کہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ کوئی بُرا کہے مجکو تو مین معاف کرون ۔ جو گالیان ہی دے بالفرض بیحد و بیان بدین سبب کہ ہین عالم مین تین قسم کے لوگ ۔ یکم شریف دوم ارذل و سوم اقران ۔ شریف و برتر اگر کچھ کہے تو ہی بجا ۔ سکوت اسلیے ٹھہرا مناسب و شایان ۔ جواب ارذل و کمتر کا ہی نہ دینا خوب ۔ اسی سے کہتے ہین وابستہ حفظ حرمت و جان ۔ رہا جو ہمسر اگر کچھ کہے وہ کہ ہو لے سے ۔ تو میرے فضل کو بس ہی اگر کرون احسان

آٹھوان بیان اُس مقدار کلام کا جو انتقام و تشفی کے لیے جائز ہی - یہ تو ناجائز محض ہی کہ ظلم کے بدلے مین ظلم کیا جاوے یا بدی کا مقابلہ بدی سے کیا جاوے ع بدی را بدی سہل باشد جزا + اگر مردے احسن الی من اسا + مثلاً غیبت کے عوض غیبت کرنا اور گالی کے عوض گالی دینا اور جاسوسی کے عوض جاسوسی کرنا اور علی ہذا القیاس سب معصیتون مین ایسا ہی ناجائز ہی ہان بقدر قصاص جسکی مقدار شرع مین وارد ہی اور ہمنے فقہ مین اُسکی تفصیل لکھی ہی اسی قدر جائز ہی اور گالی کے بدلے مین گالی تو کسی طرح نہین چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین ہی کہ اِنِ امرؤ عیرک بما فیک فلا تعیرہ بما فیہ اور فرمایا اَلْمُسْتَبَّانِ شَیْطَانَانِ یَتَہَاتَرَانِ اور ایک شخص نے حضرت ابوبکر رض کو آپ کے سامنے بُرا بھلا کہا آپ چپکے سنا کیے جب حضرت ابوبکر رض نے انتقام کے لیے کچھ بولنا شروع کیا جب ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے اُنھون نے عرض کیا کہ جب وہ شخص مجکو بُرا کہتا تھا آپ چپکے تھے اب جو مین نے بدلہ چاہا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب تک تم چپکے تھے فرشتہ تمھاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم بولے فرشتہ چلا گیا شیطان آیا تو مجھے ایسی مجلس مین بیٹھنا منظور نہین جہان شیطان ہو اور بعض لوگ فرماتے ہین کہ مقابلہ مین ایسے لفظ کہنے جس مین جھوٹ نہو درست ہین اور حدیث مین جو ممانعت ہی وہ احتیاطاً ہی یعنے ترک ایسے الفاظ کا بھی اولے اور افضل ہی لیکن اگر کہیگا تو گناہگار نہوگا اور وہ اس قسم کے کلمات ہین کہ تم کون ہو اور تم فلانے ہی کی اولاد نہین ہو جیسا کہ سعد رض نے حضرت ابن مسعود رض کو کہا تھا کہ تم بنی ہذیل ہی مین سے نہین ہو اُنھون نے جواب مین کہا کہ تم بنی اُمیہ مین سے نہین ہو یا یہ کہ کسی احمق کہیں اسلیے کہ بموجب قول مطرف رح کے سب لوگ خدا کے معاملات مین بے وقوف ہین مگر بعضے کم حماقت رکھتے ہین اور بعضے زیادہ اور حدیث شریف مین حضرت ابن عمر رض سے ایسا ہی کچھ مروی ہی حتی یرا الناس کلہم حمقاً فے ذات اللہ تعالے اسی طرح کسی کو جاہل کہہ دینا ہی کیونکہ کسی قسم کی جہالت ہر ایک شخص مین ہوتی ہی غرض اس قسم کے کلمات ایسے ہین کہ اُنسے دوسرے کو ایذا پہونچتی ہی مگر واقع مین جھوٹ نہین ہوتے علے ہذا القیاس بدخلق اور بیحیا اور عیب جو وغیرہ کہہ دینا بشرطیکہ یہ باتین اُسمین ہون یا یہ کہنا کہ اگر تم مین شرم ہوتی تو ایسا نہ کہتے اور تم اپنی حرکت سے میری آنکھون مین نہایت حقیر ہوگئے اور خدا تمسے عوض لے یا تمکو سمجھے وغیرہ لیکن چغلی اور غیبت اور ماں باپ کی گالی باتفاق حرام ہین چنانچہ حضرت خالد بن ولید رض اور حضرت سعد رض کے درمیان کچھ بات ہو گئی تھی ایک شخص نے حضرت سعد رض کے سامنے حضرت خالد رض کو کچھ کہنا چاہا آپ نے فرمایا کہ سنو صاحب ہمارے تمکے جو بات ہی اُسکی نوبت ابھی دین تک نہین پہونچی یعنے ایک دوسرے سے وہ بات نہین ہوئی جس سے گناہگار ٹھہرین غرضکہ اُنھون نے بُرائی کا سننا نہ مانا کہنے کا تو کیا ذکر ہی اور اس بات کی دلیل کہ جو بات جھوٹ اور حرام نہو وہ انتقام

مین کسی جائز ہی یہ روایت حدیث ہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہین کہ سب ازواج مطہرات نے حضرت فاطمہ زہرا رضہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا آپ تشریف لائین اور عرض کیا کہ آپ کی ازواج نے مجھکو آپ کے پاس بھیجا ہی اس غرض سے کہ عائشہ کو بھی اُنکے برابر ہی سمجھئے زیادہ نہ سمجھئے آپ لیٹے ہوئے تھے فرمایا کہ اے فاطمہ جسکو مین چاہتا ہون اسکو تو بھی چاہیگی انھون نے عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ تو عائشہ رضہ سے محبت کر حضرت فاطمہ نے ازواج سے جاکر ماجرا بیان کیا انھون نے کہا کہ تمنے تو کچھ بھی نہ کیا ویسے ہی چلی آئین پھر زینب بنت جحش رضہ کو بھیجا حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ انکو محبت مین دعوی میری برابری کا تھا انھون نے آکر کہنا شروع کیا ابوبکر کی بیٹی ایسی ابوبکر کی بیٹی ایسی اور یہی کہتی رہین اور مین چپکی سُنا کی مگر اس بات کی منتظر تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھکو اجازت جواب دین آپ نے جو اجازت دی تو مین نے اتنا کچھ کہا کہ میری زبان سوکھ گئی تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو فرمایا کہ ابوبکر کی بیٹی کو دیکھا ایسی ہی ہے یعنی تمکو تاب مقاومت نہین اور یہ گفتگو جو حضرت عائشہ رضہ نے حضرت زینب رضہ سے کی تھی اُسمین فحش نہ تھا صرف جواب اُنکے کلام کا ٹھیک ٹھیک تھا اور ایک حدیث مین بھی آیا ہی المستبان ما قالا فعلی البادی منہما حتی یعتدی المظلوم اس سے ثابت ہوا کہ مظلوم کو انتقام پہونچتا ہی بشرطیکہ حد سے تجاوز نہ کرے پس اکابر سلف نے جو اجازت دی وہ اسی قدر ہی کہ جسقدر اُسکو اول ایذا ہو اُسقدر یہ بھی عوض لے لے مگر اس مقدار کا بھی ترک ہی افضل ہی اسلیے کہ اس سے نوبت زیادتی کی پہونچ جاتی ہی اور مقدار واجب پر کفایت کرنا نہین بن سکتا کہ انتہا شروع ایک امر مخفی ہی اسلیے جواب دینے سے سکوت ہی افضل ہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ شدت غضب مین اپنے نفس کو روک نہین سکتے گو جلد بحالت اصلی آجاتے ہین اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ ابتدا مین تو نفس کو روک لیتے ہین مگر ہمیشہ کو کینہ وبغض دل مین رکھتے ہین اس اعتبار سے لوگون کی چار قسمین ہین اول وہ لوگ کہ گھاس کی طرح جلد جلین اور جلد بجھ جاوین دوم وہ کہ پتھر کے کوئلے کی طرح دیر کو سلگین اور دیر ہی مین بجھین تیسرے وہ کہ تر لکڑی کی طرح دیر مین جلین مگر جلد بجھ جائین یہ حالت بہت اچھی ہی بشرطیکہ نرمی بے غیرتی نہو چوتھے وہ کہ جلد بھڑک جاوین اور دیر مین ٹھنڈے ہون یہ سب مین خراب ہین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ ایماندار کو جلدی غصہ آتا ہی اور جلدی راضی ہوجاتا ہی تو اس عادت کا تدارک اُس سے ہوجاتا ہی اور حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور اُسکو غصہ نہ آوے تو وہ گدھا ہی اور جسکو منایا جاوے وہ نہ منے تو وہ شیطان ہی اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مختلف اقسام کے ہین بعض دیر مین غصہ ہوتے ہین اور جلد رجوع کرتے ہین اور بعض کو جلد غصہ آتا ہی جلدی فنا ہوجاتا ہی ایک بات کا تدارک دوسرے سے ہوتا ہی اور بعض جلد غصہ کرتے ہین اور دیر مین غصہ جاتا ہی اور سب مین بہتر وہ ہی کہ دیر کر خفا ہو اور جلد بجھ جاوے اور سب سے بدتر وہ ہین کہ جلد غصہ ہون اور دیر مین راضی ہون اور اسلئے کہ ہر ایک انسان پر جوش غضب کی تاثیر ضرور رہتی ہی تو بادشاہون کو ضرور ہوا کہ غصہ کی حالت مین کسی کو سزا نہ دین ورنہ کیا بعید ہی کہ سزا مقدار واجبی سے زیادہ ہو اور مقتضائے غضب انتقام حد سے گذر جاوے اسلیے واجب ہی کہ سزا صرف قصور خداوندی پر دیا کرے اپنی غرضون کے لیے سزا نہ دیوے چنانچہ حضرت عمر رضہ نے ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ پکڑ کر اُسکو سزا دین اُسنے آپ کو کچھ برا کہا آپ پھر آئے لوگون نے عرض کیا کہ آپنے برا کہنے سے اُسکو کیون چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ اُسکے برا کہنے سے مجھکو غصہ آگیا تھا اگر مین اُسکو مارتا تو اپنے نفس کے غصہ کا بھی لگاؤ رہتا اور مجھکو یہ منظور ہی کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کی حمیت وغیرت سے نہ مارون اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کو جب ایک شخص نے غصہ کردیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھکو غصہ نہ دلاتا تو مین سزا دیتا

نوان بیان حقد یعنی کینے کے معنے اور ثمرہ کا اور عفو اور نرمی کی فضیلت کا - واضح ہو کہ جب آدمی غصہ کے

وقت بھی وہ ضروری انتقام نہیں لے سکتا اور غصہ پینا پڑتا ہے تو یہ باطن میں پکڑ کر منجمد ہو جاتا ہے اور حقد کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو ثقیل اور گراں جاننا اور ہمیشہ بغض و نفرت کرنی ہمیشہ دل کے ساتھ ہو اور یہ امر ممنوع ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن لیس بحقود اور حقد غضب کا نتیجہ ہے اور اس سے آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں اول حسد یعنی کینہ کے باعث اس بات کی تمنا ہو کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے اور اگر اسکو کچھ نعمت ملے تو اپنے آپکو غم کرے اور اگر اسپر مصیبت آوے تو خوش ہو اور حسد فعل منافقین کا ہے اسکی برائی عنقریب لکھی جاویگی دوسرے دباؤ ہونا حسد کا باطن میں کہ ہر ایک بلا جو غیر پر آوے شماتت کرنے کو تیار رہے تیسرے دوسرے سے علیحدہ ہونا اور قطع کرنا گو وہ ملنے کا طالب اور پاس آنیکا مائل ہو مگر خود اس سے اینٹھے رہنا چوتھے اسکو حقیر و ذلیل سمجھنا پانچویں اسکے بارہ میں کلام ناجائز زبان پر لانا مثل غیبت اور جھوٹ اور فاش کرنے راز اور پردہ دری وغیرہ کے چھٹے باتوں میں اس سے ٹھٹول اور تمسخر کرنا ساتویں اسکو مار وغیرہ سے ایذا جسمانی پہنچانا آٹھویں اگر اسکا حق اپنے ذمہ ہو اسکے ادا سے باز رہنا مثلاً قرض کا نہ دینا یا صلہ رحم بجا نہ لانا کوئی چیز اسکی دبالی ہو اور وہ واپس نہ کرنا وغیرہ اور یہ طریقے چیزیں حرام ہیں اور ادنی درجہ کینہ کا یہ ہے کہ آدمی آٹھوں باتوں سے احتراز کرے اور خدا کی نافرمانی کی نوبت نہ پہنچے لیکن صرف دل میں دوسرے کو برا جانے یہاں تک کہ جیسے پہلے باتیں کیا کرتا تھا وہ نہ کرے مثلاً دیکھکر خوش ہونا اور نرمی اور عنایت کرنی اور اسکی حاجتوں کے وقت کام آنا اور اسکے ساتھ بیٹھ کر ذکر الٰہی کرنا اور اسکے نفع میں مددگار ہونا ان امور میں سے کوئی بجا نہ لاوے یا صرف اسکے لیے دعا مانگے یا تعریف نہ کرے یا ترغیب نیکی کی اسکو نہ کرے تو یہ باتیں ایسی ہیں کہ انسے آدمی کا درجہ دین میں گھٹ جاتا ہے اور بڑے فضل اور ثواب کو مانع ہوتے ہیں گو مستحق عذاب نہ ہو دیکھو حضرت ابوبکر رضی نے مسطح کے لیے قسم کھائی تھی کہ اسکو کبھی کچھ نہ دونگا یہ شخص آپکا قریب تھا اور حضرت عائشہ رضی کی تہمت میں کچھ اس نے بھی کہا تھا اسلیے حضرت ابوبکر رضی نے قسم کھائی تھی مگر جب یہ آیت اتری ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم اللہ کی مغفرت کو دوست رکھتے ہیں اور پھر جو کچھ دیا کرتے تھے وہ بدستور دینے لگے اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ جیسے معاملات پہلے کیا کرتا تھا ویسے ہی بدستور جاری رکھے اور اگر نفس پر کوشش کرکے شیطان کی مخالفت کے باعث سلوک کچھ زیادہ کرے تو یہ مقام و رتبہ صدیقین کا ہے اور مقربین کے اعمال میں سے بڑھ کر یہی ہے کیونکہ قدرت کے وقت کینہ ور کے تین حال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ جتنا اپنا آتا ہو اسی قدر لے کمی و زیادتی دوسرے سے نہ لے اسکو تو عدل کہتے ہیں دوسرے یہ کہ اپنا حق معاف کردے اور زیادہ صلہ رحم کرے اسکا نام فضل ہو تیسرے یہ کہ جو حق اپنا نہیں وہ اس سے ظلماً لے لیوے اسکو جور و ظلم کہتے ہیں اور یہ پیشہ ارذل اور کمینوں کا ہے

اور امر اول صلحا کے درجہ کی انتہا سمجھنی چاہیے اور امر دوم حال صدیقین کا ہے

دسواں بیان فضیلت عفو اور احسان میں عفو کے معنی یہ ہیں کہ اپنا حق جو دوسرے کے ذمہ ہو اسکو چھوڑ دیوے مثلاً قصاص یا قرض وغیرہ جو کسی کے ذمہ ہو اسکو اس سے بری کر دے اور اسکی تعریف و ثنا بہت آئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین اور فرمایا وان تعفوا اقرب للتقوی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ میں قسم کہہ سکتا ہوں اول یہ کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا صدقہ دینا چاہیے ؎ زکوة مال بدر کن کہ فضلہ رز را باغبان بیر و بیشتر دہد انگور ؎ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا حق صرف خدا کے واسطے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسکے باعث قیامت کو اسکی عزت بڑھا دے تیسرے یہ کہ جو آدمی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اسپر محتاج ہونے کا دروازہ کشادہ کرتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ التواضع لا یزید العبد الا رفعة فتواضعوا یرفعکم اللہ والعفو لا یزید العبد الا عزا فاعفوا یعزکم اللہ والصدقة لا یزید المال الا کثرة فتصدقوا یرحمکم اللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی حقوق کا انتقام

اصبہانی در ترغیب و ترہیب ابو منصور دیلمی در فردوس بروایت انس بسند ضعیف ۱۲ ح ترمذی و در شمائل و مسلم ۱۲

نہیں دیکھا جبتک کہ خدا تعالیٰ کے محارم میں سے کوئی نہ ٹوٹتے اور جب ایسا ہوتا تو سب سے زیادہ غصہ آپ کو آتا تھا اور جب کبھی دو باتوں کا آپ کو اختیار دیا جاتا تو جو سی دونوں میں سے آسان ہوتی اُسکو اختیار کرتے بشرطیکہ اُس میں گناہ نہوتا اور حضرت عقبہ رضہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معلوم نہیں کہ میں نے آپ کا ہاتھ اول پکڑ لیا یا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ دنیا و آخرت کے لوگوں کے اخلاق میں سے جو افضل ہیں وہ میں تجکو بتاتا ہوں تصل من قطعک وتعطی من حرمک وتعفو عمن ظلمک اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی بندوں میں سے تیرے نزدیک کون زیادہ تر عزیز ہے ارشاد ہوا کہ جو شخص قدرت کے ہوتے معاف کر دے اور حضرت ابو درداء سے جب لوگوں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عزت کس کی ہے تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ جو قابو پاکر معاف کر دے وہ زیادہ عزت والا ہے تم بھی معاف کیا کرو خدا تمکو عزت دیگا اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور کسی حق کا نالشی ہوا آپ نے اسکو حکم شفعہ کا دیا اور منظور یہ تھا کہ اسکا حق دلوا دیا جاوے مگر بطبیل تذکرہ اس سے ارشاد فرمایا کہ ان الظالمین ہم المفلحون یوم القیامۃ اُس شخص نے یہ حدیث سنکر اپنا حق چھوڑ دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث مروی ہے من دعا علی من ظلمہ فقد انتصر اور حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اذا بعث اللہ الخلائق یوم القیامۃ نادی مناد من تحت العرش ثلاثۃ اصوات یا معشر الموحدین ان اللہ قد عفا عنکم فلیعف بعضکم عن بعض اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز گزار کر پھر کعبہ میں تشریف لائے اور چوکھٹ پکڑ کر لوگوں سے پوچھا کہ اب تمہارا میری نسبت کیا قول و گمان ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بھائی ہیں اور چچا زاد ہیں حلیم ہیں رحیم ہیں تین بار یہی الفاظ کہے آپ نے فرمایا کہ میں وہ قول کہتا ہوں کہ جو یوسف علیہ السلام نے کہا تھا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وہو ارحم الراحمین راوی فرماتے ہیں کہ اس قول کو سنکر لوگ ایسے نکلے جیسے قبروں میں سے نکلتے ہیں اور مسلمان ہوگئے اور سہیل بن عمرو اسی قصہ کو اسطرح نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو لوگ آپ کے گرد تھے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ کعبہ کی چوکھٹ پر رکھکر یہ دعا پڑھی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ قریش تمہارا میری نسبت کیا قول و گمان ہے راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اچھا کہتے ہیں اور گمان بھی اچھا ہی ہے یعنے آپ ہمارے بھائی کریم ہیں اور مہربان رحیم ہیں اور ہم سب آپ کے قابو میں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں وہ بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہی تھی لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم اور حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب قیامت میں بندے کھڑے ہونگے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جسکی مزدوری اللہ پر ہو وہ چلے اور داخل جنت ہو تو پوچھا جاویگا کہ ایسا کون ہے جسکی مزدوری خدا پر ہو وہ کہیگا کہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لوگوں کو معاف کر دیا پھر بہت سے آدمی اُٹھینگے اور بے حساب جنت میں داخل ہونگے اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ینبغی لوالی امر ان یؤتی بحد الا اقامہ واللہ عفو یحب العفو اور پھر یہ آیت پڑھی ولیعفوا ولیصفحوا آخر تک اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جو کوئی اُنکو ایمان سے ادا کرے تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے اندر چلا جاوے اور حوروں میں سے جس سے چاہے نکاح کرے اور جہاں چاہے وہاں رہے اول تو یہ کہ قرض پوشیدہ کو ادا کرے دوسرے سورۂ اخلاص

[illegible]

ہم ہنا نے کے بعد دس بار پڑھتے تیسرے اپنے قاتل کو خون معاف کر دے حضرت ابو بکر رضہ نے پوچھا کہ خواہ ان میں سے ایک کوئی بجا لاوے آپ نے
فرمایا کہ خواہ ایک ہی کئے آثار حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص مجھپر ظلم کرتا ہی تو مین اسپر رحم کرتا ہون کہ قیامت کو یہ بیچارہ
اس ظلم کے باعث پکڑا جاویگا اور مواخذہ و باز پرس ہوگی اسکو کچھ جواب نہ بن پڑیگا یہ درجہ عفو سے بڑھکر ہی اسکو احسان کہتے ہین اور
بعض اکابر کا قول ہی کہ جب خدا تعالے کسی بندے کو تحفہ دیا چاہتا ہی تو اسپر ایسا شخص معین کر دیتا ہی جو ظلم کرے یعنی ظلم کے باعث ظالم
کی حسنات مظلوم کے پاس آجاتی ہین تو بدون عمل انکا آجانا گویا خدا کی طرف سے ہدیہ ہوا اور ایک شخص نے حضرت عمر رضہ بن عبد العزیز رح
کے پاس آکر شکایت کرنی شروع کی کہ مجھپر فلان شخص نے ظلم کیا ہی اور اسکو برا کہنا شروع کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو خدا کے سامنے یہ ظلم
بعینہ کا تون لیجاوے تو اس سے بہتر ہی کہ اسکا عوض یہان لیکر جاوے اور یزید بن میسرہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے ظالم کو کوستا
ہی تو خدا تعالے مظلوم کو فرماتا ہی کہ جسپر تو نے ظلم کیا ہی وہ تجھے کوس رہا ہی اور تو اپنے ظالم کو کوستا ہی تو اگر تجھکو منظور ہو تو ہم دونون کو بدلہ
دینگے اور اگر چاہے تو قیامت تک تاخیر کرکے دونون کو اپنے دامن عفو مین جگہ دین اور مسلم بن یسار رح نے ایک شخص سے کہا جس نے
اپنے ظلم کرنے والے پر بددعا دی تھی کہ ظالم کا ظلم اسی کے حوالہ کر تیری بددعا سے پہلے اسکو لگیگا بشرطیکہ کسی کام عمدہ سے اسکا تدارک
نہ کرے اور لائق و مناسب اسکے حال کے تو یہی ہی کہ تدارک نہین کریگا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر رضہ سے روایت
کرتے ہین کہ انھون نے فرمایا کہ ہمکو یہ حدیث پہونچی ہی کہ قیامت کو خدا تعالے ایک منادی کو حکم فرماویگا کہ یون پکارے کہ جسکا خدا کے پاس
کچھ رہا ہو وہ کھڑا ہو تو اہل عفو کھڑے ہونگے اور چونکہ انھون نے لوگون سے درگذر کی ہوگی اللہ تعالے انکے مکافات مین انسے درگذر فرماویگا
اور ہشام بن محمد کہتے ہین کہ خلیفہ نعمان بن منذر کے پاس دو شخص حاضر کیے گئے ایک نے تو بڑی خطا کی تھی اسکو تو معاف کر دیا اور دوسرے
نے چھوٹی تقصیر کی تھی اسکو سزا دی اور دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہی رباعی سلطان جو بڑا قصور کرتے ہین معاف * اور چھوٹے
جرم پر سزا دیتے ہین صاف * نادان و جہل سے نہین یہ معمول * ہی شہرت حلم و رعب لویہ انصاف * اور مبارک بن
فضالہ کہتے ہین کہ سوار بن عبد اللہ نے مجکو بصرہ والون کے ساتھ ابو جعفر خلیفہ کے پاس بھیجا مین انکے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک آدمی
پکڑا آیا انھون نے اسکے قتل کو حکم کیا مین نے اپنے دل مین کہا کہ میرے سامنے اس بیچارہ مسلمان کا خون ہوگا پھر مین نے کہا کہ امیر المومنین
مین ایک حدیث نقل کرتا ہون جسکو مین نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ہی انھون نے کہا کہ وہ کونسی حدیث ہی مین نے کہا کہ جب
قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالے لوگون کو ایک ایسے میدان مین جمع کریگا کہ دیکھنے والا انکو دیکھ سکے اور پکارنے والے کی آواز سن سکین
پھر ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جسکا خدا پر کچھ حق ہو وہ کھڑا ہو تو سوا معاف کرنے والون کے اور کوئی نہین اٹھیگا اسکو سنکر ابو جعفر نے
کہا کہ یہ حدیث سچ تم نے حضرت حسن رضہ سے سنی ہی مین نے کہا کہ بیشک مین نے انسے سنی ہی بس اپنے آدمیون سے کہا کہ اس مجرم کو جانے دو
اور حضرت معاویہ رضہ فرماتے ہین کہ جبتک تمکو انتقام کا قابو اور موقع نہ ملے تب تک حلم اور برداشت کرو اور جب موقع ملجاوے تو
عفو اور احسان کرو اور روایت ہی کہ ایک راہب ہشام بن عبد الملک کے پاس آیا انھون نے پوچھا کہ یہ تو بتاؤ کہ ذو القرنین نبی تھے
یا نہین اسنے کہا کہ نبی تو نہ تھے مگر جو رتبہ انکو ملا صرف چار خصلتون کے باعث ملا ایک تو یہ کہ جب انتقام پر قدرت ہوتی معاف کر دیتے دوسرے
یہ کہ وعدہ پورا کرتے تیسرے یہ کہ سچ بولتے چوتھے یہ کہ آج کا کام کل پر نہ چھوڑتے اور بعض اکابر کا قول ہی کہ حلیم اسکا نام نہین کہ ظلم کے
وقت تو چپ ہو رہے جب قدرت پاوے تو بدلہ لے بلکہ حلیم وہ ہی کہ ظلم کے وقت حلم کرے اور قدرت کے وقت معاف کرے اور زیاد رح کہتے
ہین کہ قدرت اور قابو پانا کینہ اور غصہ کو کھو دیتا ہی اور ہشام بن عبد الملک کے پاس ایک شخص گرفتار ہوکر آیا جسکی کوئی بات انکے کان
مین پہونچی تھی جب سامنے آیا تو اپنی حجت بیان کرنے لگا خلیفہ نے فرمایا کہ تو بھی بولتا ہی اسنے کہا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے فرماتا ہی

یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا کیا خدا کے سامنے تو جھگڑینگے آپکے سامنے نہ بولینگے انھون نے کہا کہ خیر کہو جو کہتے ہو اور روایت ہے کہ ایک چور حضرت عمار بن یاسر کے خیمہ مین گھسا اور پکڑا گیا لوگون نے انکی خدمت مین عرض کیا کہ اسکا ہاتھ کاٹ ڈالیے آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ اسکی پردہ پوشی کرونگا کہ اللہ تعالے میری پردہ پوشی فرماوے اور ایکبار حضرت ابن مسعود بازار مین بیٹھے ہوے کچھ سودا لیتے تھے دام دینے کے واسطے عمامہ مین سے درم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لیے آپنے فرمایا کہ جب تک مین یہان بیٹھا ہون تب تک موجود تھے لوگ لینے والے کو بددعا دینے لگے کہ الٰہی اسکے ہاتھ کٹ پڑین اور اسکا برا ہو پس آپنے فرمایا کہ الٰہی اگر اسکو کچھ حاجت تھی اور لے گیا ہے تو اسکو برکت دے کہ اسکا کام نکلجاوے اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب لے گیا ہے تو اسی گناہ کو اسکا پچھلا گناہ کردے کہ آگے کو پھر ایسا نہ کرے اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ خراسان کے ایک شخص کی بہ نسبت مین نے کوئی زیادہ زاہد نہین دیکھا وہ میرے ساتھ مسجد حرام مین بیٹھا تھا کہ طواف کو اٹھا اسمین اسکے دینار چوری گئے تو رونا شروع کیا مین نے پوچھا کہ دینارون کے واسطے روتے ہو اسنے کہا کہ نہین بلکہ اسوقت مجھکو یہ تصویر بندھ گئی ہے کہ مین اور چور خدا کے سامنے موجود ہین اور اسکو کچھ حجت نہین کہ پیش کرے اسلیے مجھکو رحم آیا اور رو پڑا۔ اور حضرت مالک بن دینار رح کہتے ہین کہ عشا کے وقت حکم بن ایوب بصرہ کے حاکم تھے ہم انکے گھر کو گئے اور حضرت حسن رح بھی خوف زدہ سے آئے اور ہم اور وہ ساتھ ہی انکے پاس گئے تو ہم حضرت حسن رح کے ساتھ بکری سے معلوم ہوتے تھے پس حضرت حسن نے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان کیا کہ بھائیون نے انکو بیچ دیا اور کنوئین مین ڈالا اور کیا کیا سلوک کیا غرضکہ بھائی کو تو بیچا اور باپ کو رنج دیا پھر عورتون کے مکر سے قید مین مبتلا ہوے مگر دیکھو تو خدا نے انکو کیا سب سے زیادہ ذی ثروت و عزت بنایا اور انھین کا بول بالا رہا اور زمین کے خزانون کا مالک کردیا ان سب باتون کے بعد جب حکومت پوری ہوگئی اور گھر بار سب وہان آگئے تو یہ ارشاد فرمایا لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وہو ارحم الراحمین اس قصہ سے غرض حضرت حسن کی یہ تھی کہ حکم بن ایوب بھی انکے ساتھیون کو معاف کردین پس یہ قصہ سنکر حکم نے کہا کہ مین بھی یہی کہتا ہون کہ لاتثریب علیکم الیوم اور اگر میرے پاس بدن کے کپڑون کے سوا اور کچھ ہوتا تو مین انھین مین تمکو چھپا لیتا۔ اور ابن مقفع نے کسی اپنے دوست کو کسی بھائی کی سفارش کا خط لکھا مضمون یہ تھا کہ فلان شخص اپنے قصور سے گریز کرکے تمھاری عفو کا خواہان ہے اور تمھارے غصہ سے ڈر کر تمھاری ہی پناہ چاہتا ہے اور معلوم ہے کہ جتنا گناہ بڑا ہوتا ہے اوتنا ہی عفو کا فضل زیادہ ہے ۔ گر عظیم ست از فرودستان گناہ + از بزرگان عفو کردن اعظم ست + اور عبد الملک بن مروان کے پاس حبیب بن اشعث کے قیدی آگئے تو رجاء بن حیات نے خلیفہ نے انکے باب مین صلاح کی تھی عرض کیا کہ خداوند کریم نے جو چیز تمکو پسند تھی یعنی فتح عنایت فرمائی اسکے عوض مین جو اسکو پسند ہے وہ تم کردو یعنی اللہ تعالے عفو کو پسند فرماتا ہے تم بھی معاف کردو پس سب قیدیون کا قصور معاف کردیا اور روایت ہے کہ زیاد نے ایک خارجی کو پکڑا اتفاقاً وہ بھاگ گیا تو زیاد نے اسکے بھائی کو پکڑ لیا اور کہا کہ یا تو اپنے بھائی کو حاضر کرو ورنہ مین تجھکو مار ڈالونگا اسنے کہا کہ اگر مین امیر المومنین کا خط لادون تب چھوڑ دوگے کہا کہ البتہ اسنے کہا کہ مین عزیز حکیم کا خط لاتا ہون اور اسپر دو پیغمبرون کی گواہی گذارتا ہون پھر یہ آیت پڑھی ام لم ینبأ بما فی صحف موسی وابراہیم الذی وفی الا تزر وازرۃ وزر اخری زیاد نے کہا کہ اسکو جانے دو اسکو حجت خوب سوجھی اور روایت ہے کہ انجیل مین مذکور ہے کہ جو اپنے ظالم کے لیے مغفرت کی دعا کرے شیطان اس سے بھاگتا ہے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عفو کا تتمہ نرمی کے فضائل پر کیا جاوے

فضیلت نرمی کی - نرمی کا مقابل تیزی اور تنک چڑھا ہونا ہے نرمی ایک صفت عمدہ ہے جو حسن خلق کا نتیجہ ہے اور اسکے برعکس تیزی نتیجہ غصہ اور درشتی کا ہے اور کبھی تو تیزی غصہ سے ہوتی ہے اور کبھی شدت حرص اور اسکے غلبہ سے ہوتی ہے کہ

اسمین آدمی کو سوچ سمجھ نہیں رہتی اسواسطے استقلال جاتا رہتا ہی مگر نرمی بہر صورت ثمرہ حسن خلق ہی کا ہی اور حسن خلق جبھی میسر ہوتا ہی کہ قوت غضب اور قوت شہوت کو حد اعتدال پر روکا جاوے اسی بنا پر رفق یعنے نرمی کی تعریف مین حدیث شریف مین بہت مبالغہ ہی چنانچہ فرمایا
یا عائشۃ انہ من اعطی حظہ من الرفق فقد اعطی حظہ من خیر الدنیا والآخرۃ ومن حرم حظہ من الرفق فقد حرم حظہ من خیر الدنیا والآخرۃ اور فرمایا اذا احب اللہ اہل بیت
ادخل علیہم الرفق اور فرمایا ان اللہ یعطی علی الرفق ما لا یعطی علی الخرق فاذا احب اللہ عبدا اعطاہ الرفق وما من اہل بیت یحرمون الرفق الا حرموا محبۃ اللہ تعالے
اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ ان اللہ رفیق یحب الرفق یعنے اللہ تعالے رفیق ہی اور رفق ہی کو پسند فرماتا ہی اور ملائمت پر وہ چیز عطا فرماتا ہی جو درشتی کے ساتھ نہین دیتا اور حضرت عائشہ رضہ کو فرمایا کہ اے عائشہ ملائمت کیا کر اسلیے کہ جب اللہ تعالے کسی خاندان کی بزرگی چاہتا ہی تو انکو ملائمت کی راہ سوجھا دیتا ہی اور ایک حدیث مین ہی کہ من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ جسکو ملائمت نہ ملی وہ بالکل خیر سے محروم رہا۔ اور فرمایا کہ جو حاکم اپنے عہد مین ملائمت و نرمی برتے گا اُسکے ساتھ قیامت کو سہولت برتی جاویگی۔ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہی کہ دوزخ کن لوگون پر حرام ہی کل ہین لین سہل قریب اور فرمایا الرفق یمن والخرق شوم اور فرمایا التانی من اللہ والعجلۃ من الشیطان اور ایک روایت مین ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب مسلمان تو خدا تعالی کی عنایت سے آپ سے مستفید ہوتے ہین کوئی عمدہ بات میرے لیے بھی خاص کر دیجیے آپ نے دو یا تین بار الحمد للہ فرما کر اُس شخص کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین بار پوچھا کہ تو ہی نصیحت چاہتا تھا اُسنے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اُسے سوچ لیا کر اگر اچھی ہو تو کیا کر ورنہ باز رہا کر اور ایکبار حضرت عائشہ رضہ سفر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھین اور اُنکی سواری مین ایک اونٹ شوخ تھا تو اُسکو کبھی داہنے کبھی بائین پھراتی تھین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ سہولت اور ملائمت کیا کر ایسی شی ہی کہ جس چیز مین برتو اُسکی زینت ہو جاوے اور جس مین نہو اُسکو معیوب کر دے آثار حضرت عمر بن خطاب کو یہ خبر پہونچی کہ بعض عامل ظلم کرتے ہین آپ نے اُنکو طلب فرمایا جب وے حاضر ہوے تو آپ نے بعد حمد و ثنا کے ارشاد فرمایا کہ اے رعیت ہمارا حق تمپر یہ ہی کہ پیٹھ پیچھے خیر خواہی کرو اور اچھی بات پر مددگار رہو اور اے عاملو رعیت کا تمپر حق ہی پس جان لو کہ جیسی نرمی امام کی اور اُسکا علم اللہ کو پسند ہی ویسا کوئی علم محبوب اور عام نہین اسی طرح کوئی چیز اللہ تعالے کے نزدیک امام کے ظلم و جہل سے بُری نہین اور یہ بھی جان رکھو کہ جو شخص اپنے سامنے والون کو عافیت سے رکھتا ہی اُسکو غائب لوگون کی طرف سے بھی عافیت اور آسایش پہونچتی ہی اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ ملائمت حلم کا ہمپلہ ہی۔ اور ایک حدیث موقوف و مرفوع مین وارد ہی کہ علم مومن کا دوست جانی ہی اور حلم اُسکا وزیر اور عقل راہنما اور عمل سربراہ کار اور رفق اُسکا والد اور نرمی بھائی اور صبر سپہ سالار ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ علم ایمان کو کیا خوب زینت دیتا ہی اور اُس علم کا تو کیا پوچھنا ہی جسکو عمل سے زیبائش ہوئی ہو اور کتنا خوب وہ عمل ہی جسکی آراستگی رفق سے ہوئی ہو غرضکہ جیسا جوڑ علم اور حلم کا ہی ایسا کوئی نہین۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے سوال کیا کہ رفق کیا چیز ہی انھون نے جواب دیا کہ جس صورت مین آدمی حاکم ہو تو عاملون سے نرمی برتے انھون نے پوچھا کہ خرق یعنی جہالت و درشتی کیا شی ہی آپ نے فرمایا کہ امام سے اور ایسے لوگون سے جنکو اختیار و قابو ضرر پہونچانے کا ہو دشمنی اور عداوت رکھنی اور حضرت سفیان ثوری رحمہ نے اپنے یارون سے پوچھا کہ رفق کو تم لوگ جانتے ہو انھون نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمایئے فرمایا کہ ہر ایک امر کو اُسکے موقع و مقام پر برتنا شدت

[illegible]

لم یوضع ... بروایت عائشہ ... ۱۲ م ۱۹ مسلم ... بروایت عائشہ ... عائشہ رضہ اور ... اسی مین لفظ ... ۱۲ م ۱۹ مسلم بروایت جریر اور اسمین کلمہ ... ۱۲ م ۱۹ مسلم بروایت عائشہ رضہ اور اثر ... مدینۃ ... اختلاف ... ترمذی بروایت ... [illegible]

کی جگہ شدت اور نرمی کی جگہ نرمی اس سے معلوم ہوا کہ نرمی کے ساتھ درشتی کا اختلاط بھی ضرور چاہیے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین
؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است * چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است * خلاصہ یہ کہ اور اخلاق کی طرح یہان بھی درجہ اوسط اور درشتی و نرمی
مین محمود ہی مگر چونکہ انسان کی طبیعت درشتی کی طرف زیادہ مائل ہی بدین لحاظ ترغیب غایت درجہ رفق کی ضروری ہی اسی لیے شرع
مین صفت رفق کی بہت سی ہی درشتی کی مدح نہین پائی جاتی گو اپنے اپنے موقع پر حسب مصلحت وقت دونون اچھی ہین مگر جس جگہ درشتی
ضروری ہوتی ہی وہان حق بات ہو اسے نفسانی مین ملجاتی ہی اور کسی شکر سے بھی زیادہ مزہ معلوم ہوتا ہی ایسا ہی حضرت عمر بن عبد العزیز
رح کا قول ہی - اور روایت ہی کہ عمرو بن العاص رح نے حضرت امیر معاویہ رض کو خط لکھا اور اسمین انپر اس بات کا عتاب تھا کہ تم تاخیر
و سستی بہت کرتے ہو انھون نے اسکے جواب مین لکھا کہ امر خیر مین تامل اور فکر سے بہتری اور ہدایت زیادہ ہوتی ہی اور رشید وہی شخص ہی
کہ جو جلدی کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے اور محروم وہ آدمی ہی جو وقار سے محروم رہے اور مستقل آدمی ہمیشہ صواب کو پہونچتا ہی
اور جلد باز مدام چوک جاتا ہی اور جسکو رفق سے بہرہ نہین ہوتا اسکو حماقت سے نقصان ہوتا ہی اور جو تجربون سے مستفید نہین ہوتا
وہ عالی درجہ نہین لے سکتا اور ابو عون انصاری رح فرماتے ہین کہ جو کلمات سخت لوگ آپس مین بولتے ہین تم انکے ساتھ ہی ایسے بھی
الفاظ ہوتے ہین کہ اسی مطلب کے مفید ہون اور انکی نسبت نرم ہون یعنی ؎ چو کار سے برآید بلطف و خوشی * چہ حاجت بہ تندی و گردنکشی
اور ابو حمزہ کوفی رح فرماتے ہین کہ کارپرداز آدمی کو زیادہ حاجت سے رکھنا نہ چاہیے اسلیے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہی
اور جان لینا چاہیے کہ سختی سے لوگ اپنا کام نہین کرتے جیسا نرمی سے کرتے ہین اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مومن متین ہوتا ہی اور
ٹھہر ٹھہر کر کام کرتا ہی رات کی لکڑی جمع کرنے والے کی طرح نہین ہوتا کہ جو ہاتھ مین آیا خاک و خس جمع کر لیا پس علما نے رفق کی اسقدر تعریف
اسی لیے کی ہی کہ یہ ایک عمدہ چیز اور اکثر اوقات بکار آمد ہی اور درشتی کی کبھی شاذ و نادر حاجت پڑتی ہی کامل آدمی وہی ہی جو موقع درشتی
و نرمی کا پہچانے اور ہر ایک کام مین جو مناسب ہی وہ بجا لاوے لیکن اگر اسکی بصیرت مین قصور ہو یا معلوم نہو کہ فلان مقدمہ مین کیا کرنا چاہیے
تو چاہیے کہ رفق ہی کی طرف میل کرے اسلیے کہ غالبًا فلاح اسی مین ہوتی ہی - آگے حسد کی برائی اور اسکی حقیقت و اسباب و علاج کا
بیان کیا جاتا ہی اور یہ کہ اسکا دور کرنا نہایت ضروری ہی

گیارھوان بیان حسد کی برائی

گیارھوان بیان حسد کی برائی - واضح ہو کہ حسد بھی کینہ کی شاخ ہی اور کینہ غصہ کی شاخ ہی تو حسد غصہ کی شاخ در شاخ
ہوئی اور غصہ اصل اصول ٹھہرا پھر حسد مین اتنی بڑی شاخین پھیلتی ہین کہ جسکا حصر بھی گویا کہ نہین ہو سکتا اور اسکی مذمت مین بہت
سی حدیثین وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحسد یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب اور ایک حدیث مین حسد
اور اسکے نتائج و اسباب سے منع کرنے مین فرمایا لا تحاسدوا ولا تقاطعوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا اور حضرت انس رض
فرماتے ہین کہ ایک روز ہم آپ کی خدمت مین بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک آدمی جنتی تمھارے سامنے آویگا اتنے مین
ایک شخص انصار بائین ہاتھ مین جوتیان لیے ہوئے داڑھی مین سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا نمودار ہوا اور السلام علیکم کہا جب دوسرا
روز ہوا تو پھر آپ نے وہی کلمات فرمائے اس روز بھی وہی شخص آیا تیسرے روز بھی یہی ماجرا گذرا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
تشریف لے گئے تو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص اس شخص کے پیچھے گئے اور اس سے یہ کہا کہ مجھ مین اور میرے باپ مین کچھ تکرار
ہو گئی ہی اسپر مین نے قسم کھائی ہی کہ تین دن انکے پاس نہ جاؤنگا اگر آپ اجازت دین تو تین دن تک آپ کے مکان مین سو رہا کرون
انھون نے کہا کہ کیا مضائقہ ہی حضرت عبد اللہ رض تین رات انکے گھر مین سوئے تو دیکھا کہ وہ رات کو نہین اٹھتے بجز اسکے کہ ہر کروٹ پر
ذکر الٰہی کر لیتے ہین اور صبح کی نماز کے وقت تک بستر پر سے نہ اٹھتے البتہ اتنا معلوم ہوا کہ جب کوئی کلمہ کہا تو بہتر ہی کہا جب تین دن گذر گئے تو

حضرت عبد اللہ فرماتے ہین کہ میرے جی مین آئی کہ عمل کی کچھ وقعت نہ آئی اور تھوڑا سا عمل معلوم ہوا تھا تو مین نے اُنسے کہا کہ ای بندہ خدا مجھ مین اور میرے باپ مین کچھ خفگی کی بات نہین ہوئی تھی لیکن مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تمہاری شان مین یہ کلمات سُنے تھے اسواسطے یہ منظور تھا کہ مین بھی دیکھون کہ تم کیا عمل کرتے ہو جس سے جنتی ہوئے ہو تو عمل تو تمہارا کچھ بہت نہین یہ فرماتے کہ یہ درجہ کسطرح ملا انھون نے فرمایا کہ یہی ہو جو تمنے دیکھا مین اُنکے پاس سے چلا جب تھوڑی دور گیا تو انھون نے مجھکو بلایا اور کہا کہ بھائی عمل تو یہی ہو جو تمنے دیکھا مگر اتنی بات ہو کہ جو شی اللہ تعالے کسی مسلمان کو عطا فرماتا ہو اُسپر میرے دل مین کچھ کدورت اور حسد نہین آتی ہین کہا کہ بس وہ بات یہی ہو جس سے تمکو رتبہ ملا یہ بات ہمسے نہین ہوسکتی اور ایک حدیث مین ہو کہ آپنے فرمایا تین باتین ایسی ہین کہ جس سے کوئی خالی نہین ایک ظن دوسری بدفالی تیسری حسد مگر مین تمکو اُنسے نجات کی صورت بتائے دیتا ہون کہ جب کوئی ظن دل مین گذرے تو اُسکو تحقیق نہ جاننا چاہیے اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کیے جاؤ اور جب حسد آوے تو خواہش نہ کرو اور ایک روایت مین یون ہو کہ تین باتین ایسی ہین کہ کمتر اس سے کوئی خالی ہوگا اس روایت مین امکان حسد سے خالی ہونے کا پایا جاتا ہو اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ آپنے فرمایا کہ ایک مرض تم مین پہلی امتون کا چلا آیا ہو یعنے حسد اور بغض اور بغض مونڈنے والی چیز ہو اور اس سے یہ غرض نہین کہ بال مونڈتی ہی بلکہ دین کی صفائی بتلاتی ہو قسم ہو اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین محمد کا نفس ہو کہ تم جنت مین ہرگز نہ داخل ہوگے جب تک مومن نہوگے اور مومن نہوگے جب تک آپس مین دوست نہ ہوگے اور مین تمکو ایسی بات بتاتا ہون جس سے بنا دوستی تم مین مستحکم ہو وہ یہ ہو کہ آپس مین طریقہ اسلام کو خوب رائج کرو اور فرمایا کاد الفقر ان یکون کفرا وکاد الحسد ان یغلب القدر اور نیز فرمایا کہ عنقریب میری امت مین اور امتون کا مرض پھیلیگا لوگون نے عرض کیا کہ اور امتون کا مرض کیا ہو آپ نے فرمایا کہ الاشر والبطر والتکاثر والتنافس فی الدنیا والتباعد والتحاسد حتی یکون البغی ثم یکون الھرج اور فرمایا لا تظہر الشماتۃ لاخیک فیعافیہ اللہ ویبتلیک اور روایت ہو کہ حضرت موسیٰ جب پروردگار عالم سے باتین کرنے گئے تو ایک آدمی کو عرش کے سایہ مین دیکھا دل مین اُسکے رتبہ کے غبطہ ہوئے کہ اُسکی سی جگہہ مجھے بھی ملتی یہ کوئی بڑا عالی رتبہ ہو جناب باری مین عرض کیا کہ اُسکا نام مجھکو بتلایا جاوے حکم ہوا کہ نام سے کیا غرض ہو اُسکا کام بتایا جاتا ہو کہ تین باتین کیا کرتا تھا ایک تو یہ کہ لوگون پر انعام خداوندی دیکھکر حسد نہ کرتا تھا دوسرے یہ کہ اپنے ماباپ کی نافرمانی نہین کرتا تھا تیسرے یہ کہ لوگون کی چغلی ایک دوسرے سے نہین کھاتا تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہو کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہو کہ میرے حکم پر غصہ ہوتا ہو اور جو کچھ مین نے لوگون کے حق مین مقدر کر دیا ہو اُسپر راضی نہین ہوتا اور ایک حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تر خوف اپنی امت پر اس بات کا ہو کہ اُنکے پاس مال کی کثرت ہو اور آپس مین حسد کرکے کشت و خون کرین اور فرمایا استعینوا علی قضاء الحوائج بالکتمان فان کل ذی نعمۃ محسود اور فرمایا کہ اللہ کی نعمتون کے دشمن ہین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو لوگون پر نعمت دیکھکر حسد کرین اور فرمایا کہ چھ آدمی حساب سے پہلے ہی چھ چیزون کے سبب دوزخ مین جاوینگے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون سے لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ امیر ظلم کے باعث اور عرب عصبیت یعنے اصرار بیجا کے سبب اور دہقان تکبر کی جہت سے اور تاجر خیانت کے سبب اور روستائی جہالت کے باعث اور علما حسد کے سبب آثار بعض متقدمین کا قول ہو کہ اول خطا جو واقع ہوئی وہ حسد تھی یعنے ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ پر

[illegible]

حسد کرکے سجدہ سے انکار کیا اور صرف حسد ہی باعث خدا کی نافرمانی مین مبتلا ہوا اور روایت ہے کہ عون بن عبداللہ فضل بن مہلب کے پاس اُس زمانہ مین تشریف لے گئے کہ وہ واسط کے حاکم تھے اور یہ کہا کہ مین تمکو ایک نصیحت کرتا ہون انھون نے کہا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ایک تو تکبر سے بچنا کیونکہ اول نافرمانی خداتعالی کی اسی کی بدولت ہوئی چنانچہ تصدیق اسکی کلام مجید مین موجود ہے واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکافرین دوم یہ کہ حرص سے محترز رہنا یہ وہ بلا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خداوند کریم نے جنت مین جگہ دی جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور سب چیزون کے کھانے کی اجازت دی صرف ایک درخت سے منع کردیا تو انھون نے حرص کی بدولت اسمین سے کھایا اور جنت سے نکالے گئے حکم ہوا کہ اھبطوا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو تیسرے یہ کہ حسد سے بچنا یہ وہ چیز ہے کہ قابیل نے اسی کے باعث ہابیل کو مار ڈالا تھا چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے واتل علیھم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الآخر قال لاقتلنک اور ایک بات یہ ہے کہ جب ذکر اصحاب رضہ کا ہو تو سکوت کرنا اور تقدیر اور نجوم کے ذکر کے وقت بھی سکوت کرنا اور بکر بن عبداللہ کہتے ہین کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر یہ جملہ کہا کرتا کہ محسن کے احسان کے مکافات مین اسکے ساتھ سلوک کرنا چاہیے کیونکہ بدی کرنیوالے کو تو خود اسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کریگی اس شخص پر اسکے رتبہ پر ایک آدمی کو حسد ہوئی یہانتک کہ بادشاہ سے اسکی چغلی کی کہ جو آدمی حضور کے سامنے کھڑا ہو کر جملہ کہا کرتا ہے وہ یون کہتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن ہے بادشاہ نے کہا کہ اسکی تصدیق کیسے ہو اسنے کہا کہ جب وہ شخص آپکے سامنے کھڑا ہو اسکو اپنے پاس بلائیے جب آپکے قریب آویگا تو اپنی ناک بند کرلیگا کہ منھ کی بدبو نہ آوے بادشاہ نے کہا اچھا ہم کل امتحان کرینگے ادھر تو بادشاہ سے یہ کہا ادھر اس شخص کی دعوت کرکے ایسا کھانا کھلایا جس مین بہت سا لہسن تھا اتنے مین دربار کا وقت آگیا وہ شخص حسب دستور بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور وہی جملہ کہا بادشاہ نے اسکو پاس بلایا اسنے اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کو میرے منھ کی لہسن کی بو نہ آوے اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا اور پاس گیا بادشاہ کو گمان ہوا کہ کل جو فلان شخص نے اسکی نسبت کچھ کہا تھا وہ درست ہے اسی وقت اپنے ایک عامل کو شقہ دستخط خاص سے لکھا کہ جب عامل شقہ تیرے پاس آوے اسکو قتل کرکے اسکے چمڑے مین بھس بھروا کر ہمارے پاس بھیجدینا اور شقہ کو حوالہ اس شخص کے کیا کہ فلان عامل کے پاس لیجا یہ شخص شقہ لیکر دربار سے نکلا اور اس بادشاہ کا دستور یہ تھا کہ شقہ دستخطی خاص صرف واسطے انعام اور خلعت کے لکھا کرتا تھا اثنار راہ مین وہ حاسد ملا اسکے ہاتھ مین شقہ دیکھکر پوچھا کہ یہ شقہ کیسا ہے اسنے کہا کہ فلان عامل کے نام کا دستخطی خاص شقہ ہے اسکے پاس لیے جاتا ہون اسنے سمجھا کہ ضرور اسمین کچھ انعام وجاگیر کو لکھا ہوگا اس گمان سے اس شخص سے کہا کہ یہ شقہ مجکو دیدے ڈالی کہ مین لیجاون اسنے کہا کہ مین نے تجکو ہبہ کیا لیجا جب رقعہ لیکر عامل کے پاس گیا اسنے پڑھکر حاسد سے کہا کہ اس شقہ مین یہ حکم ہے کہ حاسد کو قتل کرکے اور کھال کھینچ اسکے اسمین بھس بھرکے حضور مین بھیجدو تب تو یہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ اسکا اصل حال تو اور شخص ہے مین نہین ہون خدا کے واسطے مجھے یہ شقہ دے دو کہ مین بادشاہ کے پاس واپس لیجاؤن عامل نے کہا کہ بادشاہ کا شقہ واپس نہین ہو سکتا غرض اسکو ذبح کرکے پوست اتروا کر بادشاہ کے خدمت مین بھیجدیا اب اس شخص کا حال سنیے کہ وہ بدستور وقت مقرری پر پھر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تھا وہی کہا بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ شقہ کو کیا کیا اسنے عرض کیا کہ راہ مین فلان شخص مجکو ملا اس نے مجھ سے مانگا مین نے اسکو ہبہ کردیا بادشاہ نے کہا کہ وہ یون کہتا تھا کہ تو مجکو گندہ دہن کہتا پھرتا ہے اسنے کہا کہ مین نے ہرگز نہین کہا بادشاہ نے پوچھا کہ پھر جب مین نے تجکو اپنے پاس بلایا تھا تو نے اپنا ہاتھ منھ پر کیون رکھ لیا تھا اسنے کہا کہ اسی شخص نے مجکو ایسا کھانا کھلا دیا تھا جس مین لہسن تھا مین نے منھ اسواسطے بند کیا تھا کہ حضور کو لہسن کی بو نہ معلوم ہو بادشاہ نے کہا کہ خیر اپنا کام کر بدی کرنے والے کو اسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کرگئی اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے ہین کہ مین نے امر دنیا کے لیے کسی

حسد نہین کی اسواسطے کہ اگر وہ شخص اہل جنت مین سے ہی تو دنیا پر اسکی کیا حسد کرون جنت مین دنیا کی کیا قدر ہی اور اگر وہ دوزخی ہی تو دنیا کے امر پر اسکی حسد فضول ہی اسلیے کہ اسکا انجام دوزخ ہوگا اور ایک شخص نے حضرت حسن رحمۃ سے پوچھا کہ مومن حسد بھی کیا کرتا ہی آپنے فرمایا کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کا حال بھول گئے مومن حسد کرتا ہی لیکن چاہیے کہ صرف سینہ ہی مین اسکو پوشیدہ رکھے اسلیے کہ جب زبان و ہاتھ سے کچھ زیادتی نہ کریگا تو حسد سے کچھ نقصان نہین ہوگا اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کریگا اسکی خوشی اور حسد دونون کم ہو جاوینگے اور حضرت معاویہ رضہ فرماتے ہین کہ مین سب آدمیون کے راضی کرنے پر قدرت رکھتا ہون مگر حاسد نعمت کو وہ بدون زوال نعمت راضی نہین ہوتا ہے ؎ توانم آنکہ نیازارم اندرون کسے حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست ۔ اور بعض حکما کا قول ہی کہ حسد ایک زخم ہی کہ کبھی نہین بھرتا اور جو کچھ حاسد پر گذرتا ہی اسکو وہی کافی ہی اور ایک اعرابی کا قول ہی کہ مین نے کسی ظالم کو مظلوم کے مشابہ سوائے حاسد کے نہین دیکھا کہ جب دوسرے کی نعمت دیکھتا ہی گویا اسکے چھریان لگتی ہین اور حضرت حسن رحمۃ فرماتے ہین کہ آدمی دوسرے پر کیون حسد کرتا ہی اگر اسکو خدا تعالےٰ نے لائق سمجھکر نعمت دی ہی تو جسکو خدا تعالےٰ بزرگی دے اسپر حسد کیا ضرور ہی اور اگر اور کچھ معاملہ ہی تو ایسی چیز پر کیا حسد کرنی چاہیے جسکا مآل دوزخ ہو اور بعض اکابر کا قول ہی کہ حاسد کو مجلسون مین تو ذلت اور ندامت ملتی ہی اور فرشتون سے بغض و لعنت اور خلق سے غم و غصہ اور نزع مین ہول و شدت اور قیامت مین عذاب و فضیحت

بارھوان بیان حسد کی حقیقت اور حکم اور اقسام اور مراتب کے ذکر مین یہ تو ظاہر ہی کہ حسد نعمت ہی پر ہوا کرتی ہی پس جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرما دے تو دوسرے شخص کے دو حال ہوتے ہین اول تو یہ کہ وہ نعمت اسکو بری معلوم ہو اور یون چاہے کہ اسکے پاس نہ رہے اس حالت کا نام تو حسد ہی اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسد کی تعریف و حقیقت تو یہ ہی کہ دوسرے کی نعمت کو برا جاننا اور اسکے پاس سے جاتے رہنے کا خواہان ہونا دوسرا حال یہ ہی کہ نہ تو وہ نعمت بری معلوم اور نہ اسکے زوال کا خواہان ہو بلکہ یون دل چاہے کہ ایسی ہی نعمت ہمکو بھی ملے اسکا نام غبطہ اور منافست ہی اور کبھی منافست اور حسد ایک دوسرے کی جگہ بولی جاتی ہین اور اسکا کچھ مضائقہ نہین معنی کی رو سے ایسا اکثر ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المومن یغبط والمنافق یحسد پس حسد تو ہر حال مین حرام ہی مگر ایسی نعمت پر جو کسی فاجر یا کافر کے ہاتھ لگی ہو اور وہ اس سے فتنہ و فساد اور ایذا رسانی کرتا ہو تو ایسی نعمت کو اس شخص پر برا جاننا اور اسکے زوال کا خواہان ہونا کچھ گناہ نہین اسلیے کہ خود نعمت پر تو یہ حسد نہین بلکہ اسوجہ سے ہی کہ وہ سامان فتنہ و فساد کا ہی اور اگر اس سے وہ فساد و فتنہ نہ کرے تو کچھ بھی برا نہ معلوم ہو اور حسد کی حرمت مین جو حدیثین وارد ہین انکا ذکر پہلے ہو چکا ہی انسے صاف ظاہر ہی کہ حسد کا حکم حرمت ہی ہی علاوہ اسکے گویا دوسرے کی نعمت کو برا جاننا خدا تعالےٰ کے حکم سے غصہ ہوتا ہی کہ اپنے بعض بندون کو بعض پر فضیلت کیون دی اور یہ ایک ایسی بات ہی کہ اسکے لیے نہ کوئی عذر ہی کہ اس سے خدائی احکام پر نارضامندی ظاہر کیجاوے اور نہ اسکی اجازت ہی غور کی بات ہی کہ اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ کسی مسلمان کی راحت بری معلوم ہو حالانکہ اسمین اپنا کچھ ضرر نہو اللہ جل شانہ نے بھی حسد کی مذمت جابجا ارشاد فرمائی ایک جگہ ارشاد فرمایا ان تمسسکم حسنۃ تسؤہم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بہا یہ خوشی شماتت کے باعث تھی اور شماتت و حسد لازم ملزوم ہین اور ارشاد فرمایا ود کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسہم اسمین یہ بتلایا کہ کفار جو زوال نعمت ایمان چاہتے ہین حسد کے سبب ہی اور فرمایا ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء اور حضرت یوسف کے بھائیون کی حسد جہان ذکر فرمائی ہی تو انکے دل کی بات کو یون ارشاد فرمایا ہی اذ قالوا لیوسف

۱۶ حدیث مرفوعاً نہین علی الکرامن الی الدنیا ... کو قول فضیل بن عباس کا ہی ۱۲ ...

اخوہ احب الی ابینا منا ونحن عصبۃ ان ابانا لفی ضلال مبین اقتلوا یوسف او اطرحوہ ارضا یخل لکم وجہ ابیکم یعنی جب باپ کی محبت حضرت یوسف کے
ساتھ بھائیون کو اچھی نہ معلوم ہوئی تو اُسکے زوال کی فکر کرکے اُنکو اُنکی نظرون سے غائب کر دیا اور فرمایا ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما
اوتوا یعنی حسد نہ کرنے والون کی تعریف ہی یعنی اُنکے دل تنگ نہین ہوتے اور نہ رنج کرتے ہین اور مقام انکار مین ارشاد فرمایا ام یحسدون
الناس علی ما اتٰہم اللہ من فضلہ اور فرمایا کان الناس امۃ واحدۃ اس کلمہ تک الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتہم البینات اسکی تفسیر مین بغیا
کے معنے حسد کے لیے ہین اور فرمایا وما تفرقوا الا من بعد ما جاءہم العلم بغیا بینہم یعنے علم اُنکو اسلیے عطا ہوا تھا کہ سب اور ہی طاعت الٰہی مین
متفق ہوکر آپس مین مانوس ومانوس ہوتے اسکے برخلاف حسد اور اختلاف کرنے لگے کہ ہر ایک کو یہی منظور ہوا کہ ریاست مین ملے دوسرے
کے پاس نہ جاوے اور سب لوگ ہمارا ہی کہنا مانین اسی رد وبدل مین ہلاک گئے حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ قبل رسالت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے یہود جب کسی قوم سے لڑتے تو یون دعا مانگتے کہ الٰہی بطفیل اس پیغمبر کے کہ جسکے بھیجنے کا تو نے ہمسے وعدہ کیا ہی
اور اس کتاب کے طفیل جسکو تو اُسپر اتاریگا ہمکو فتح دے اور انکی فتح ہوا کرتی جب آنحضرت صلعم حضرت اسمعیل کی اولاد مین
ہوئے تو پہچان کر انکار کر گئے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ اور پھر اسکے آگے فرمایا
ان یکفروا بما انزل اللہ بغیا یعنے حسد اور حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ایک روز
میرا باپ اور چچا آپ کے پاس سے گھر گئے تو میرے باپ نے چچا سے پوچھا کہ تم حضرت کی شان مین کیا کہتے ہو اُنھون نے جواب دیا کہ میری
دانست مین یہ وہی نبی ہین کہ جنکی بشارت حضرت موسی علیہ السلام دے چکے ہین پھر میرے چچا نے میرے باپ سے پوچھا کہ تمہارا
کیا عقیدہ ہی اُسنے کہا کہ مین تو زندگی بھر اُنکا دشمن ہی رہونگا اب منافست کا حکم سننا چاہیے کہ وہ حرام نہین جیسا کہ قرآن مجید مین
ارشاد ہی وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور فرمایا سابقوا الی مغفرۃ من ربکم آیت مین بھی منافست ہی مراد ہی اسلیے کہ سبقت ان کی
ہوتی ہی جہان چیز کے جاتے رہنے کا خوف ہو مثلا دو غلام اپنے آقا کی خدمت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کیا چاہین تو وہان
ہر ایک کا یہی ہی کہ ایسا نہو میرا ساتھی آقا کے سامنے اول جاکر ایسی چیز لے لے کہ مجھکو نہ ملے اور حدیث شریف مین تو تصریح ہی اسکی
موجود ہی چنانچہ فرمایا لا حسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علے ہلکتہ فی الحق ورجل اتاہ اللہ علما فہو یعمل بہ ویعلمہ الناس پھر اسکی
تفسیر حدیث ابی کبشہ انماری مین اسطرح فرمائی مثل ہذہ الامۃ مثل اربعۃ رجل اتاہ اللہ مالا وعلما فہو یعمل بعلمہ فی مالہ ورجل اتاہ اللہ
علما ولم یؤتہ مالا فیقول رب العلم لو ان لی مثل مال فلان لکنت اعمل فیہ بمثل عملہ فہما فی الاجر سواء اور یہ اسلیے ہی کہ وہ حضرت
اسی بات کو چاہتا ہی کہ فلانے جیسا مال مجھے بھی ملے یہ نہین چاہتا کہ اُسکے پاس سے جاتا رہے پھر اسی حدیث کا تتمہ یہ ہی ورجل اتاہ اللہ
مالا فہو ینفقہ فی معاصی اللہ ورجل لم یؤتہ اللہ مالا فیقول لو ان لی مثل مال فلان لکنت اعمل فیہ بمثل عملہ فہما فی الوزر سواء پس مذمت
کرنا آنحضرت صلعم کا اس منافس کو اس جہت سے ہی کہ اُسنے مال سے تمناے معصیت کی نہ اس جہت سے کہ اُسنے دوسرے جیسا مال
کیون چاہا اُس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دوسرے کی نعمت پر غبطہ کرے اور اپنے واسطے بھی ویسا ہی چاہے اور دوسرے سے اسکا دور
ہونا پسند نہ کرے اور نہ اُسکے پاس اُس نعمت کا ہمیشہ رہنا بُرا معلوم ہو تو اُسمین کچھ حرج نہین ہان یہان یہ بات رہی کہ حدیث

[illegible]

مذکورۂ بالا مین لفظ حسد ہی اور ذکر اباحت منافست کا تھا تو اسکا حال ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین کہ حسد اور منافست ایک دوسرے کی جگہ پر بدلے جاتے ہین اور بقرینۂ مقام معنے لیے جاتے ہین منافست کی جگہ تو حسد کا استعمال اس حدیث مین ہی اور حسد کی جگہ منافست کا اشتعال اس روایت مین موجود ہی کہ جب قثم بن عباس اور فضل رضی اللہ عنہما نے چاہا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک مین جاکر اس امر کی درخواست کرین کہ حکومت صدقات کی ہمارے سپرد فرمائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہان جانا فضول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمکو یہ عہدہ عطا نہ فرماوینگے انھون نے جواب دیا کہ یہ بات تم منافست یعنی حسد سے کہتے ہو حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بیاہ دی تو ہمنے تمپر کچھ منافست یعنی حسد نہین کی تھی انتہی آب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جس نعمت پر آدمی غبطہ کرتا ہی اگر وہ نعمت دینی اور واجب ہی مثلاً ایمان اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ ویسی آپہر غبطہ کرنا واجب ہی یعنے یہ چاہنا کہ مجکو بھی یہ دولت نصیب ہو واجب ہی اسلیے کہ اگر واجب چیزون کو اپنے لیے نہ چاہیگا تو خدا کی نافرمانی سے گویا خوش ہی اور یہ امر حرام ہی اور اگر نعمت مذکورہ فضائل مین سے ہی جیسے عمدہ باتون مین خواہ صدقات نفل مین خرچ کرنا وغیرہ تو ایسی نعمت مین غبطہ مستحب ہی اور اگر نعمت صرف ایسی ہی کہ اس سے بقدر مباح بہرہ ور اور لذت یاب ہوسکے تو اسمین منافست بھی مباح ہی اور ان سب کا مآل یہ ہی کہ آدمی یون چاہتا ہی کہ مین دوسرے کے برابر ہو جاؤن اور اس نعمت مین اسکا شریک ہو جاؤن اور نعمت کو برا جاننا اسمین داخل نہین تو گویا اس نعمت مین دو باتین ہین اول تو جسکو یہ عطا ہوئی ہی اسکا آرام اور دوسرے اس شخص کے سوا جتنے اس نعمت سے محروم ہین انکا نقصان ظاہر ہونا تو غبطہ کرنے والا امر اول کو برا نہین جانتا بلکہ اپنا نقص یعنی اوروں سے پیچھے رہنا برا جانتا ہی اور نعمت والے کی برابری چاہتا ہی اور اسمین کچھ مضائقہ نہین کہ آدمی مباحات مین اپنے نقصان اور پیچھے رہنے کو برا سمجھے ہان ایسی باتون سے فضل اسکا ناقص رہیگا ہرچند اسی طرح کی باتین زہد اور توکل اور رضا کے برخلاف ہین اور مقامات بلند کے لیے ایک حجاب تاہم موجب نافرمانی نہین ہین اور یہان ایک اور باریک دقیقہ ہی وہ یہ ہی کہ جب آدمی اس بات سے ناامید ہوتا ہی کہ مجکو فلان جیسی دولت ملے اور اپنا کمتر رہنا برا معلوم ہوتا ہی تو بالضرور اپنے نقصان کو پورا کرنا چاہیگا اور اسکے نقصان جاتے رہنے کی دو ہی صورتین ہین یا یہ کہ دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت نہ رہے اور دونون برابر ہو جاوین یا اسکے پاس ویسی نعمت آجاوے اور مساوی ہو جاوین اور جب ایک صورت نہین بن پڑتی تو بالضرور بمقتضاے نفس آدمی کا دل دوسری صورت کی طرف میل کریگا جتنے کہ اگر بالفرض دوسرے کے پاس سے وہ نعمت جاتی رہے تو یہ بات زیادہ اسکے جی کو لگے گی بہ نسبت اسکے کہ دوسرے کے پاس وہ نعمت ہمیشہ رہے کیونکہ اسکے دور ہونے سے یہ اور وہ برابر ہو جاوینگے اور یہ ایک ایسی بات ہی کہ بہت کم دل اس سے خالی ہوتے ہین اس صورت مین یہ تدبیر اولی ہی کہ غبطہ کا حال یون دریافت کرے کہ اگر مثلاً دوسرے کی نعمت کا اختیار مجکو حاصل ہو تو مین کیا کرون اگر یہ بات دل مین گذرے کہ میرا بس ہو تو مین اس نعمت کو اس سے دور کر دون تو معلوم کرنا چاہیے کہ یہ خواہش حسد ہی اور اگر یہ خیال ہو کہ باوجود قابو و اختیار کے بھی تقویٰ اس امر کا مانع ہوگا کہ دوسرے کی نعمت کو اس سے علیحدہ کیجیے تو پھر غبطہ جائز ہی اسلیے کہ اپنے عقل و دین کے زور سے یہ نہین چاہتا کہ دوسرے سے یہ نعمت جاتی رہے بلکہ اسکو یہ منظور ہی کہ مجکو بھی ویسی ہی نعمت ملجاویگی اور یہ نکتہ باریک ہے جیسے لکھا شاید اس حدیث مین بھی غرض ہی ثلاث لاینفک المومن عنھن الحسد والظن والطیرۃ اور پھر فرمایا کہ ولہ منھن مخرج اذا حسدت فلا تبغ معنے اسکے یہ ہین کہ اگر تیرے دل مین کچھ گذرے بھی تو اسکے بموجب عمل مت کر اور نفس الامر مین انسان سے بعید ہی کہ جب اپنے آپ کو دوسرے کا ہمسر کیا چاہے اور نعمت سے عاجز ہو جاوے تو اس بات کا خیال نہ کرے کہ یہ نعمت اسکے پاس بھی نہ رہے بلکہ اسکا وہم گذرتا ہی ورنہ دوسرے پر نعمت اسکے

ہمیشہ پہنچنے سے تو ہمیشہ یہ کمتر ہی رہیگا پس اسطرح کی منافست ناجائز حسد کی ہم پلہ ہی تو ضرور ہوا کہ اسمین احتیاط کیجاوے کیونکہ یہ خطر کا مقام
آدمی اکثر اپنے اقارب اور یگانون ہی مین سے بعضون کو اعلیٰ رتبہ پر دیکھتا ہی تو انکی برابری چاہتا ہی اسی سے کبھی اس حسد مین مبتلا
ہوجاتا ہی جو شرعًا ممنوع ہی اسلیے کہ آخر اس حسد کا باعث تو خوف تفاوت اور ظہور نقصان ہی ہوتا ہی جو کبھی حسد مذموم مین بھی پہنچا
دیتا ہی بشرطیکہ قوت ایمانی اور رزانت تقوی نہو یعنے رفتہ رفتہ جب اپنے آپ ویسی نعمت نہین پاتا اور مساوی ہونے کو دل چاہتا ہی تو بجائے
کو یہی سوچتا ہی کہ اسکے پاس بھی نہ رہے تو برابر ہو جاوین اسطرح کی منافست کی ہرگز اجازت نہین بلکہ یہ قسم حرام ہی خواہ امور دینی مین
ہو یا دنیا مین لیکن اگر دل ہی دل مین یہ بات گذر جاوے اور اسپر عامل نہو تو امید ہی کہ معاف ہوجاوے اور اس بات کو بزور
عقل و دین برا جانتا ہی کفارہ دل کے وسوسہ کا ہوجاوے اب مراتب حسد معلوم کرنے چاہیین کہ وہ چار ہین اول تو یہ کہ دوسرے
کی نعمت کا زوال چاہے گو وہ نعمت اسکے پاس نہ آوے یہ درجہ سب مین زیادہ برا ہی دوسرے یہ کہ اس نعمت کا اپنے پاس آنا
چاہتا ہی اس سے غرض نہین کہ دوسرا اس سے کیون منقطع ہو اور نہ یہ چاہتا ہی کہ کسی کے پاس سے جاتی رہے مثلاً کوئی عمدہ مکان یا حکومت وغیرہ ہو
اسکو اسکا دل چاہتا ہی کہ یہ میرے پاس آجاوے یہ نہین چاہتا کہ دوسرا اسپر کیون مسلط ہی تیسرے یہ کہ خاص اس نعمت کو اپنے لیے نہین چاہتا
بلکہ اسکا مثل اپنے لیے چاہتا ہی اور اگر مثل نہ ملے تو اسکا زوال چاہتا ہی تاکہ مساوات و برابری ہوجاوے چوتھے یہ کہ نعمت کا مثل اپنے لیے چاہتا ہی اور اگر
نہ ملے تو اسکا زوال دوسرے سے نہین چاہتا پس چوتھا اخیر جائز اور معاف ہی اگر نعمت دنیاوی مین ہو اور اگر نعمت دینی مین واقع ہو تو مستحب ہی اور مرتبہ دوم مین کچھ
اسمین کچھ بھلائی ہی اور کچھ برائی یعنی زوال کسی کی نعمت کا نہ چاہنا تو اچھی بات ہی مگر جس شی پر دوسرا افضل ہی اسکا اپنے واسطے چاہنا اچھا نہین ہی اللہ تعالی
فرماتا ہی ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض اور تیسرا مرتبہ دوسرے کی نسبت برا ہی اور پہلا تو خالص برا ہی ہی اور مرتبہ ثانی کو اور رابع کو حسد مجازًا کہتے ہین

تیرھوان بیان منافست اور حسد کے اسباب مین

منافست کا سبب تو صرف محبت اس چیز کی ہوتی ہی
اگر وہ شی امر دینی ہی تو اسکا سبب اللہ تعالی کی محبت اور اسکی اطاعت کی محبت ہی اور اگر امر دنیوی ہی تو اسکا سبب دنیا کے
مباحات کی محبت اور انسے لذت پانے کا چسکا ہی اور ہمکو غرض حسد مذموم کے اسباب بیان کرنے سے ہی اسکے اسباب گو بہت ہین
مگر اکثر سات سبب ہوتے ہین اول تو عداوت دوم برابر والے کی عزت کا ناگوار ہونا سوم دوسرے کی حقارت چہارم تعجب پنجم مقصد
مطلوب فوت ہوجانے کا خوف ششم محبت ریاست ہفتم خبث و بخل نفس کیونکہ آدمی جو نعمت کہ دوسرے پر برا جانتا ہی یا تو یہ کہ
وہ اسکا دشمن ہی تو دشمن کی خیر کیون مناوے اور یہ سبب یعنے عداوت حسد کی اور اسباب کی نسبت بہت سخت ہی اسلیے کہ دستور ہی
کہ جس کسی کو کوئی شخص کسی وجہ سے ستاتا ہی خواہ اسکے مطالب مین کچھ خلل انداز ہوتا ہی تو وہ اس سے دل مین کینہ اور بغض
رکھتا ہی اور اسپر غصہ کرتا ہی اور کینہ و غضب کے باعث انتقام کا خواہان رہتا ہی اگر اپنے آپ انتقام سے عاجز ہو تو یہی چاہتا ہی کہ
زمانہ ہی اس سے انتقام لے یہانتک کہ اگر بالغرض اسکو کوئی بلا پیش آوے تو یہی جانتا ہی کہ یہ اسکے میرے ستانے اور ظلم کرنے
سے ہوا اور کہنے لگتا ہی کہ خدا نے میری سن لی غرضکہ بغض کے باعث سے اسکے مارے جانے کو اپنی کرامت سمجھنے لگتا ہی اور اگر کچھ
نعمت دشمن کو ملجاوے تو برا معلوم ہوتا ہی اور اس سے یہ وسوسہ کرتا ہی کہ خدا کے یہان میری کچھ پوچھ نہ ہوئی کہ میرے دشمن
باوجود میری ایذا کے انتقام نہ لیا بلکہ اور انعام دیا حاصل یہ کہ بغض و عداوت کو حسد لازم ہی اور کچھ برابر والے پر موقوف
نہین ادنی کمینہ آدمی بادشاہ سے حسد کرنے لگتا ہی یعنے بغض کی جہت سے یہ چاہتا ہی کہ اسکی دولت جاتی رہے اور یہ بیہودگی
محتاط کو یہ چاہیے کہ اسطرح کی حسد کو اپنے دل سے برا جانے اور یہ وہ چیز ہی کہ کافرون کی صفت مین اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا
واذا لقوکم قالوا آمنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور اور فرمایا ان تمسسکم

حسنة تسؤهم وان تصبكم سيئة يفرحوا بها اور فرمایا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفي صدورهم اكبر اور یہ حسد عداوت کی باعث
اس سے کبھی نوبت کشت و خون یا نزاع کی پہونچ جاتی ہو اور تمام عمر نعمت کے دور کرنے کی تدبیرین سوچنے مین گذر جاتی ہو یا ہمیشہ چغلی
اور پردہ دری یا اور ایسی ہی باتین کرتے رہتے ہین یا حسد اس سبب سے ہوتی ہو کہ حاسد کو یہ گمان ہوتا ہو کہ اگر اپنے کسی برابر
والے کے پاس نعمت ہوگی تو وہ اسکی جہت سے برائی کرنے لگیگا اور اسکو برداشت اسکے کبر و فخر کی نہین کہ اپنے نفس کی عزت سمجھتا
ہو تو یہ دوسرا سبب حسد کا ہو اسکو تعزز کہتے ہین مثلاً اگر کوئی برابر والا کسی حکومت یا مال یا علم پر حاوی ہو جاوے تو حاسد کو خوف
ہوتا ہو کہ کہین ایسی بات سے فخر و تکبر کرنے لگے تو اسکو خود تو تکبر منظور نہین ہوتا مگر دوسرے کی شیخی کی چونکہ برداشت نہین اسلیے
حسد کرنے لگتا ہو کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ کیون ہو یا حسد اسلیے ہوتی ہو کہ دوسرے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہو اور متوقع اس
خدمت اور فرمانبرداری کا ہو جب اسکو اتفاقاً نعمت ملتی ہو تو حاسد کو یہ خوف ہوتا ہو کہ شاید وہ شخص اب میری بات نہ
یا برابری کا دم بھرے تو ہماری شیخی کرکری ہو جاویگی یہ تیسرا سبب حسد کا ہو اسکو تکبر کہتے ہین اور انھین دو سببون یعنی تکبر
اور تعزز کے سبب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اکثر کفار حسد کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید اسکا شاہد ہو فرمایا کہ لولا نزل
هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم یعنی اگر آپ بڑے آدمی ہوتے تو ہمکو اتباع اور فرمانبرداری شاق نہوتی ایسا یتیم
لڑکے کے سامنے گردن جھکانا کسطرح ہو سکے ان نامعقولون نے قدر اس در شاہوار کی نہ جانی اور یہ خیال نہ کیا کہ در اگر
یتیم شد بیش بود بہاے او + زانکہ خرد فزون نہد در یتیم را بہا + اسی طرح قریش کا قول اللہ جلشانہ نقل فرماتا ہو اھولاء من اللہ علیہم من
بیننا الیس اللہ باعلم بالشاکرین اس قول کو براہ حقارت اور اپنی عزت کے کہتے تھے یا حسد کا سبب تعجب ہو یعنی حاسد جب
کسی شخص پر کوئی بڑی نعمت یا بڑا عہدہ دیکھتا ہو تو اس جیسے آدمی پر اسطرح کا رتبہ کہتے ہوئے تعجب کرتا ہو کہ باوجودیکہ یہ
بھی اسی جیسا ہون مگر اسکو یہ رتبہ ملگیا جیسا کہ اللہ تعالے نے پہلی قوم کے حالات مین ارشاد فرمایا ما انتم الا بشر مثلنا اور
فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا اور ولئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون ان آیات مین انکے تعجب کا مذکور ہو کہ جو شخص ہم ہی
جیسا ہو وہ رتبہ رسالت اور وحی اور قرب الہی کے لیے پہونچ گیا اسی بنا پر رسولون سے حسد کی اور چاہا کہ نعمت نبوت
اُنسے جاتی رہے اسلیے کہ یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ جو آدمی ہماری ہی طرح ہو وہ ہمسے بہتر اور افضل ہو جاوے اسمین سواے
حسد مین سے اور کوئی سبب نہ تھا کہ پہلے سے عداوت ہو یا تعزز اور تکبر اور طلب ریاست وغیرہ مقصود ہو بلکہ صرف تعجب
کی راہ سے یہ حسد تھی جیسا اور مقولے مذکور ہین ابعث اللہ بشرا رسولا اور لولا انزل علینا الملائکۃ اور اللہ تعالے نے خود ا
تعجب کو دور اشکاف فرمادیا او عجبتم ان جاءکم ذکر من ربکم علی رجل منکم یا حسد کا باعث مقصود کے فوت ہونے کا خوف ہوتا ہو
یعنی دوسرے کی نعمت کے باعث اپنا مطلب جاتا رہیگا وہ نعمت کے باعث حاسد کی غرض پوری نہونے دیگا اور یہ قسم
حسد کی ایسی مقصود و مطلب پر ہوتی ہو جسکے مدعی دو ہون پس جب کسی کو ان دونون مین سے کوئی ایسی چیز ملجاوے جس سے
کہ مطلب کا ملنا سہل ہو جاوے تو دوسرے کو خواہ نہ خواہ اسپر حسد ہوتی ہو کہ یہ ذریعہ مجھکو کیون نہ ملا اور یہی قسم حسد کی دو سوتون
مین ہوتی ہو کہ مطلب زوجیت کی ہر ایک مدعی ہوتی ہو اور دو بھائیون مین بھی واقع ہوتی ہو جبکہ ہر ایک کو ماں باپ کے
دل مین جگہ کرنی منظور ہو تاکہ انکے نزدیک لائق متصور ہو کر مال وغیرہ کا مالک ہو جاوے ایسا ہی دو شاگرد ایک استاد
کے اس حسد مین مبتلا ہو جاتے ہین بشرطیکہ استاد کی آنکھون مین مرتبہ حاصل کرنا منظور ہو یا دشاہی خواص اور مصاحبوں
مین بادشاہ سے مال و جاہ کے حاصل کرنے کے لیے یہی حسد ہوتی ہو جو واعظ کہ وعظ سے مال جمع کرتے ہین اور خلق کے د

ہین عزیز بنا چاہتے ہین انکو بھی یہی نوبت پیش آتی ہی یا حسد کا موجب ریاست وجاہ کی محبت ہی یعنی اس بات کو چاہنا کہ جیسا ہمکو کوئی فن آتا ہی ایسا دوسرا نہ نکلے اور کوئی غرض خاص نہو مثلاً کوئی شخص چاہے کہ کسی فن مین طاق بے نظیر ہو جاوے اور لوگ میری تعریف کیا کرین سو جب اس امر کا اسکو غلبہ ہوگا اور لوگون کے قول اپنی نسبت سنیگا کہ تم اپنے فن مین یکتائے دہر اور کامل زمانہ ہو آج کوئی تمہارا مقابل نہین تو ایسا شخص جب کبھی روے زمین پر اپنا نظیر سنیگا تو اسکو برا معلوم ہوگا اور یہ چاہیگا کہ یا وہ مرجاوے یا اسکے پاس وہ فن نہ رہے کہ جسکے سبب میرا سہیم و شریک ہوا ہی وہ فن کوئی سا ہو خواہ شجاعت ہو یا حلم یا عبادت یا پیشہ یا جمال یا ثروت وغیرہ غرض اپنے آپ کو فرد جاننے کے سبب جو خوشی ہوتی ہی اسکی محبت سے یہ حسد واقع ہوتی ہی ورنہ اور اسباب حسد یہان مفقود ہین نہ پہلے کی عداوت ہی نہ تکبر اور تعزز مقصود ہی نہ مطلوب کے فوت ہونے کا خوف ہی بلکہ وہی دعوی یکتائی اور اختصاص ہی کہ ہمچو من دیگرے نیست اور یہ محبت جاہ کی اس سے علاوہ ہی جو بعض علما کیا کرتے ہین کہ اپنے لیے ریاست کے اپنے اوپر کا مرتبہ لینے کے واسطے لوگون کے دلون مین گھر کرتے ہین علماء یہود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے اور اتباع کا انکار کرتے تھے انکو یہی خوف تھا کہ جب ہمارا علم منسوخ ہوجائیگا تو ہماری ریاست اور بڑائی تباہ ہو جاویگی کوئی ہمارا پیرو نہوگا پس حسد کا سبب ان چھون اسباب مذکورہ مین سے کچھ بھی نہو بلکہ خباثت نفس اور بخل طبعی ہو کہ اللہ تعالی کی نعمت اسکے بندون پر بری معلوم ہوتی ہی اکثر آدمی ایسے پائے جاتے ہین کہ انکو ذوق ریاست بھی نہین نہ تکبر اور مال کے خواہان الا جب انکے سامنے کسی آدمی کا ذکر کیا جاوے کہ فلان شخص کو خدا تعالی نے یہ نعمت دی اور اسپر فضل ہوا تو یہ امر انپر شاق گذرتا ہی لیکن اگر لوگون کی پریشانی اور بدبختی اور مقصود کا نہ ملنا اور عیش کا تلخ ہونا ذکر کیا جاوے تو خوش ہوتے ہین ایسے لوگ ہمیشہ دوسرے کی بدبختی کو چاہتے رہتے ہین اور خدا تعالی کی نعمت بندون پر دیکھ نہین سکتے گویا [illegible] وہ سب انکے خزانے سے دیا جاتا ہی ایسے لوگ شحیح ہوتے ہین یعنی بخیل سے بھی بدتر اسواسطے کہ بخیل تو آدمی کو کہتے ہین جو اپنا مال کسی کو نہ دے اور شحیح اسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے مال مین بخل کرے یہی حال ان لوگون کا ہی کہ بیخواہ مخواہ خدا کے دین پر ناخوش ہوتے ہین حالانکہ بندون مین اور انمین کوئی رابطہ یا عداوت نہین ہوتی اور اسکا کوئی سبب ظاہری تو معلوم نہین ہوتا مگر یہی ہی کہ اپنی رذالت اور خبث نفس سے اس بلا مین مبتلا ہین سچ ہی ع نیش عقرب نہ از پی کین است مقتضای طبیعتش اینست اور اس قسم حسد کا علاج نہایت سخت ہی اسلیے اور اسباب حسد کے عارضی ہین ان مین یہ خیال ہوتا ہی کہ اگر سبب جاتا رہیگا تو حسد بھی جاتی رہیگی اور یہ تو پیدائش کی خباثت ہی اسکا مٹانا بہت دشوار ہی بلکہ قریب محال ہی یہ ساتون سبب حسد کے مفصلاً بیان ہوئے بعض اوقات ان مین سے بعض خواہ اکثر اسباب کے سب ایک ہی شخص مین جمع ہو جاتے ہین تو ایسی صورت مین وہ بڑی حسد کرتا ہی اور حسد کو ایک تقویت اور زور ہو جاتا ہی جسکو حاسد چھپا نہین سکتا نہ کسی سے بمروت پیش آتا ہی بلکہ [illegible] اور محبت کو بالائے طاق رکھکر علانیہ عداوت کرتا ہی اور فی زماننا جو حسد پائی جاتی ہی اکثر مین ان اسباب مین کچھ سبب اکٹھے ہی ہوتے ہین ایک سبب تنہا نہین ہوتا

چودھوان بیان اس بات کی وجہ کہ ہمسرون اور برابر والون اور بھائیون اور یگانون مین زیادہ حسد کیون ہوتی ہی اور غیرون مین کم اور ضعیف ہونے کا کیا سبب ہی

واضح ہو کہ حسد انھین لوگون مین زیادہ ہوتی ہی جنمین جو اسباب ہمنے ذکر کیے ہین انکی زیادتی ہو اور قوت حسد کو ان لوگون مین ہوتی ہی جنمین ان اسباب مین کئی کئی اکٹھے ہوگئے ہون کیونکہ ہوسکتا ہی کہ ایک ہی شخص تعزز کے باعث حسد کرے اور وہی تکبر اور عداوت کی جہت سے حسد کرے اور یہ سبب ان لوگون مین زیادہ ہوتے ہین جنمین بہت سے روابط اور علاقہ ہون کہ انکے باعث مجلسون مین بیٹھکر آپس مین گفتگو کرتے ہین اور اپنی اپنی غرضین بیان کرتے ہین اسوقت اگر کوئی شخص ان مین سے کسی کے مطلب کے خلاف کہتا ہی تو مطلب والا اس سے متنفر ہوکر بغض

وکینہ دل مین رکھتا ہی اور یہ چاہتا ہی کہ کسی طرح اسکا بدلہ لون اور جیسے اسنے میری غرض مین پاؤن اڑادیا مین بھی اسکی غرض ہونے دون پھر جہان ایک سبب حسد کا ہوا سب اسباب ایک دوسرے کے پیچھے اکٹھے ہوتے جاتے ہین بہرحال حسد پاس بیٹھنے اور غرض کی باتین کرنے سے پیدا ہوتی ہی اسی لحاظ سے اگر ایک شخص کسی شہر مین رہتا ہو اور دوسرا کسی اور مین تو حسد نہین ہوتی بلکہ اگر دو دور محلون مین رہتے ہون تب بھی حسد نہین ہوتی البتہ جب ایک مجلس مین یا مدرسہ یا مسجد یا بازار مین جمع ہون اور ایک ہی مطلب کے مدعی ہون تب حسد اٹھتی ہی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اسی واسطے عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہی عابد کی نہین کرتا سوداگر دوسرے سوداگر سے حسد کرتا ہی موچی موچی سے حسد رکھتا ہی بزاز سے نہین رکھتا وجہ یہی ہی کہ دونون ایک پیشہ مین اکٹھے ہین اور اسی وجہ سے آدمی اپنے بھائی اور چچازاد سے بہ نسبت غیرون کے زیادہ حسد کیا کرتا ہی دونون سوتین آپس مین بہ نسبت ساس نندون کے زیادہ حاسد ہوتی ہین غرض جہان کہین دو شخصون کا مطلوب واحد ہوگا اور ان مین اجتماع و نشست و برخاست باہمدگر واقع ہوگی وہان حسد زیادہ ہوگی مثلاً فرض کرو کہ ایک بزاز کپڑے کی دوکان کرتا ہی تو خریدارون کی کثرت چاہیگا جسمین کچھ فائدہ ہو تو جو شخص اس مطلب مین اسکا حریف ہوگا اسی کے ساتھ حسد کریگا دوسرے سے کیا مطلب پڑا ہی اب اگر اسکا حریف دوسرا بزاز اسکے پاس دوکان رکھتا ہو تو دور کے بزازون کی نسبت اس سے زیادہ حسد ہوگی اسی طرح بہادر آدمی دوسرے بہادر کی حسد کرتا ہی عالم کی نہین کرتا کیونکہ پہلوان و بہادر کا یہ مقصد ہوتا ہی کہ جرأت و شجاعت مین یکتاے زمان مشہور ہو اور یہ صفت دوسرے مین نہ پائی جاوے پس اس صفت مین جو اسکا سہیم و مزاحم ہوگا اسی کی حسد کریگا عالم شخص اس مطلب مین اسکا محل نہین کہ اسکی حسد کی نوبت پہنچے ہان عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہی اور ان مین واعظ آدمی واعظ کی حسد زیادہ کرتا ہی فقیہ طبیب کی اتنی نہین کرتا بہرحال بنا حسد دشمنی ہوتی ہی اور دشمنی کی اصل ایک مقصود مین شریک ہوتا ہی اور شرکت مقصود دور والے شخصون مین معلوم نہین ہوتی پاس والون مین پھوٹ ڈالتی ہی اسی واسطے پاس والون مین حسد زیادہ ہوتی ہی لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکو تمام جہان مین شہرت اور آوازہ منظور ہو وہ البتہ دنیا مین جہان کہین اپنا ہم مقصود دیکھیگا اسکی حسد کریگا غرض کہ جتنے اسباب حسد ہین سب کا منشا اگر بنظر غور کیا جاوے تو محبت دنیا سے معلوم ہوتا ہی اسلیے کہ دنیا ہی کی چیزین ایسی ہین کہ سہیمون اور شریکون کو وافی نہین ہوتین اگر ایک کے پاس گئین دوسرا خالی ہاتھ رہجاتا ہی مگر آخرت کی چیزون مین تنگی نہین ان مین بہت گنجائش ہی اور انکی مثال علم کی سی ہی کہ شرکت کے باعث کم نہین ہوتا ایک ہی چیز کو لاکھون آدمی جانتے ہین پس جو کوئی اللہ کی معرفت سے محبت رکھتا ہی اور اسکی صفات اور فرشتون اور انبیا اور آسمان و زمین کے ملکوت سے واقف ہی اس واقفیت اور معرفت مین دوسرے کا حاسد نہین ہوتا کیونکہ معرفت مین تنگی نہین کہ ایک عارف کو جو حال معلوم ہو جاوے تو دوسرے کو نہو بلکہ ایک حال کو لاکھون عارف جانکر خوش ہوتے ہین اور اس سے مزہ لیتے ہین ایک کی لذت و خوشی کا دوسرا مانع نہین ہوتا بلکہ اجتماع و کثرت سے زیادہ انس و لذت ہوتی ہی اور یہی وجہ ہی کہ علماء دین مین حسد نہین ہوتی اسلیے کہ انکا مطلب اللہ کی معرفت و قرب الی اللہ ہی اور وہ دونون بڑے سمندر ہین جنکی کچھ انتہا نہین کیونکہ سب لذتون اور نعمتون سے بڑھکر دولت دیدار خداوندی ہی جسمین کسی کو ممانعت اور روک ٹوک نہین نہ ایک کا دیکھنا دوسرے کا مانع بلکہ کثرت ناظرین سے کیفیت و لذت دوبالا ہوگی ہان اگر عالمون کی غرض علم سے مال و جاہ کا حاصل کرنا ہی تو بیشک حسد پیدا ہوگی کیونکہ مال تو اجسام مین سے ہی جب ایک کے ہاتھ مین رہتا ہی دوسرے کے ہاتھ مین نہین جاسکتا اور جاہ کے معنی دلون مین جگہ ہونے کے ہین جب کسی آدمی کے دل مین ایک عالم کی تعظیم بھر جاویگی دوسرے کی تعظیم سے پھر جاویگا خواہ کم کریگا یہی وجہ عداوت و حسد کی ہوگی بخلاف معرفت کے کہ وہ اگر کسی کے دل مین بھری ہوگی تو اس بات کی مانع نہین کہ دوسرے کے دل مین نہ بھرے اور اسکو لذت حاصل نہو خلاصہ یہ کہ علم اور مال مین یہ فرق ہی کہ مال تو ایسی چیز ہی جبتک ایک ہاتھ سے

۲۰

نہ نکلیگا دوسرے کو نہ ملیگا اور علم عالم کے دل میں رہتا ہی اور تعلیم کی جہت سے دوسرے کے پاس بھی جا سکتا ہی علاوہ اسکے مال ایک شئی منتہی ہی پس اگر بالفرض کوئی شخص تمام روے زمین کا مالک ہوجاوے تو دوسرے کے واسطے کچھ بھی نہ بچیگا اور علم وہ چیز ہی کہ جسکی کچھ حد و انتہا نہیں وہ سب کا سب ایک شخص میں آجاتا ہو یہ نہیں سکتا پس جو شخص اس بات کا عادی ہو کہ خداوند کریم کے جلال عظمت اور ملکوت آسمان و زمین میں فکر کیا کرے تو یہ امر اسکو ساری نعمتوں سے لذیذ تر معلوم ہوگا اور اسمین کسی طرح کی روک ٹوک یا مزاحمت نہ ہوگی اور اسی وجہ سے ایسے شخص کے دل میں کسی شخص کی حسد نہ ہوگی کیونکہ اگر کوئی اس شخص کی سی معرفت رکھتا ہوگا تو اسکی لذت میں سے کیا کم ہوگا اسکو تو اور زیادہ حظ اور موانست ہوگی ان لوگوں کو جو مطالعہ عجائب ملکوت ہمیشہ رہتا ہی اسکی لذت ان لوگوں سے بڑھکر ہوتی ہی جو چشم ظاہری سے جنت کے درخت اور باغوں کی سیر کرینگے اور مزے لوٹینگے اسلیے کہ عارف کی جنت صرف اسکی صفت ذاتی ہی جسکو معرفت کہتے ہیں یہ جنت کبھی فنا نہیں ہوتی اور عارف ہمیشہ اسکے ثمرات سے بہرہ ور رہتا ہی اسکی روح وقلب کی غذا علم کے ثمرات سے ہوتی ہی اور یہ وہ میوہ ہی جسکی شان میں لا مقطوعة ولا ممنوعة اور قطوفها دانية خداتعالے فرماتا ہی اگر عارف آنکھیں بند کرلیتا ہی تو روح سے جنت عالیہ کی سیر و تماشا کرتا ہی اب اگر عارفین کی مثلاً کثرت ہو تو آپس میں حاسد نہونگے بلکہ انکا حال یہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین اور یہ حال انکا جبھی تک ہی جبتک دنیا میں رہیں اس سے خیال کرنا چاہیے کہ جب قیامت میں پردہ اٹھا لیا جاویگا اور مشاہدہ محبوب کا کرینگے تو وہاں کیا حال ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ جنت میں ایک دوسرے کی حسد نہوگی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ اہل جنت دنیا میں ہیں ان میں بھی آپس میں حسد نہیں ہوتی کیونکہ جنت بھی ایک غیر منتہی چیز ہی اسمیں کچھ تنگی اور مزاحمت نہیں اور وہ بھی ملتی ہی جب دنیا میں معرفت ایزدی حاصل ہو اور چونکہ معرفت میں کسی طرح کی مزاحمت نہیں اسی جہت سے جنت والوں میں بھی حسد نہ دنیا میں ہوگی نہ آخرت میں بلکہ حسد تو وہ بلا ہی کہ اسکے باعث اعلی علیین سے آدمی اسفل السافلین میں پہونچ جاتا ہی دیکھو شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کی کہ انکا ایسا رتبہ کیوں پایا اور اسی وجہ سے سرکش و نافرمان ہو کر سجدہ نہ کیا تو کہاں سے کہاں پہونچا اور حاسد کہلایا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حسد جبھی ہوتی ہی جب ایسے مقصود پر توارد ہو کہ جو سب کو وافی نہوتا ہو اور جو چیز ایسی نہوگی اس میں حسد بھی نہوگی مثلاً ستاروں کی زینت دیکھنے میں کوئی کسی کا حاسد نہیں ہوتا کہ وہ ایک وسیع چیز ہی البتہ باغوں کی سیر میں حسد ہوتی ہی کہ یہ زمین کی ایک جزوی حصہ میں ہوتی ہی اور اگر تمام روے زمین کو آسمان کے مقابلہ میں دیکھو تو کچھ بھی نہیں اس صورت میں جو شخص دانا ہو اور اپنے نفس کی خیر چاہے اسکو چاہیے کہ ایسی ہی نعمت کا طالب ہو کہ جسمیں زحمت نہو اور ایسی لذت کا جویاں رہے جو کبھی فنا نہو اور یہ بات دنیا میں سوا معرفت الہی اور اسکی صفات و افعال کے اور کسی چیز میں نہیں پائی جاتی اور آخرت میں بھی یہی بکار آمد ہوگی پس اگر آدمی کو شوق معرفت نہو اور نہ اسمیں مزہ ملے اور عقل بھی قاصر ہو اور رغبت کم تو ایسا شخص معذور ہی مثلاً نامرد آدمی کو شوق جماع نہیں ہوسکتا اور اسکا سلطنت کی لذت نہیں جان سکتا اسلیے کہ یہ لذات مردوں سے مخصوص ہیں نامرد اور لڑکے اسکو کیا جانیں جو جوہر ہو وہ جسمیں ہو جو ہر شناس کیسے ہو + جوہر صاحب نظر ہو وہی جوہر کو پرکھے + اسی طرح کی لذت معرفت کے لیے بھی وہ لوگ مخصوص ہیں جنکے حق میں قران مجید میں ارشاد ہی لا تلہیہم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ انکے سوا اور لوگ اس لذت سے محروم ہیں اسلیے کہ اشتیاق معرفت کا بعد ذوق کے ہوا کرتا ہی جسکو ذوق اور مزہ نہوگا وہ معرفت کو کیا جانیگا اور جو معرفت کو نہ جانیگا وہ مشتاق بھی نہوگا اور بدون اشتیاق طلب نہوگا معلوم اور بدون طلب مقصود تک پہونچنا دشوار ہی اور بغیر مقصود تک پہونچے سراسر محرومی اور اسفل السافلین میں رہنا ہوگا

ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین -

پندرھوان بیان اُس دوا کا جس سے حسد کا مرض جاتا رہے جاننا چاہیے کہ حسد دل کے بڑے مرضون میں سے ہی اور امراض دل کا علاج علم و عمل سے ہوا کرتا ہی حسد کی روگ کو جو علم مفید ہی وہ یہ ہی کہ آدمی اس بات کو یقینا جان لے کہ حسد دنیا و آخرت مین سراسر اسکو مضر ہی اور جس سے حسد کرتا ہی اسکا دین دنیا مین کچھ بھی ضرر نہین بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہی جب یہ بات اچھی طرح جان لیگا اور اپنے نفس کا دشمن اور دشمن کا خیر خواہ نہوگا تو بالضرور حسد چھوڑ دیگا حسد کے باعث جو حاسد کو دین مین ضرر ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ حسد کے سبب حکم خدا سے راضی نہین ہوتا اور جس نعمت کو اس نے اپنے بندون پر تقسیم فرمایا ہی اور اپنے عدل و حکمت سے کارخانے جاری کیے ہین اُنکو بُرا جانتا ہی پس اُس سے بڑھ کر دین مین اور کونسا گناہ ہوگا کہ خدا کی تقدیر پر راضی نہو اور اسپر طرہ یہ ہی کہ ایک مرد مسلمان سے کینہ کے باعث بد خیر خواہی پیش نہ آیا اور اولیا و انبیا کہ اللہ کے بندون کی خیر چاہتے ہین اُنکے زمرہ سے علحدہ ہوا اور ابلیس اور کافر جو مومنین کا برا چاہتے ہین اُنکے گروہ مین داخل ہوا یہ سب باتین دل کی اُن خباثون مین سے ہین کہ اُسکی نیکیون کو ایسا کھا جاتی ہین جیسے آگ لکڑی کو اور ایسا نشان مٹا دیتی ہین جیسے رات دن کا نشان کھو دیتی ہی اور دنیا مین حاسد کا ضرر یہ ہی کہ ہمیشہ رنج و عذاب و غم و الم مین رہتا ہی اسلیے کہ اللہ تعالے اُسکے دشمنون پر نعمتین دیتا رہتا ہی اور وہ جلتا رہتا ہی جتنی اُسے مصیبتین ٹلتی ہین اوتنا ہی اُسکو پریشانی خاطر اور تنگی سینہ ہوتی ہی اور مغموم اور محروم بنا پھرتا ہی جو بات کہ اپنے دشمنون کے لیے چاہتا تھا یا اُسکے دشمن اُسکے لیے چاہتے تھے اُسمین خود مبتلا رہتا ہی اُسکی تو تمنا یہی تھی کہ دشمنون کو رنج پہونچے مگر خود دام رنج و غم مین پھنس گیا اور جس سے حسد کی اُسکی نعمت بھی حسد سے نہ گئی اگر بالفرض آدمی کو قیامت اور حساب کتاب پر بھی ایمان نہوتا ہم مقتضاے ہوشیاری عاقل کے لیے یہی ہی کہ حسد سے بچے جسمین خود اپنی جان کو رنج ہی رنج ہوا اور کچھ فائدہ نہوا اور اگر عذاب آخرت کو بھی جانتا ہو تب تو بطریق اولے بچنا چاہیے عاقل شخص سے بہت عجیب ہی کہ بیفائدہ غضب الہی کا اپنے آپ کو ہدف کرے اور اپنے دین و دنیا تباہ کرے اور انواع رنج و محن کا متحمل ہو اور حاصل حصول کچھ بھی نہو اور جس شخص کی حسد کرتا ہی اُسکو دین و دنیا مین حسد کے باعث ضرر کا نہ پہونچنا صاف ظاہر ہی اسلیے کہ حسد کے باعث اُسکی نعمت دور نہین ہوتی بلکہ جو کچھ اللہ تعالے نے کسی کے لیے اقبال و نعمت مقدر کیا ہی وہ وقت مقررہ تک بیشک رہیگا اُسکے دفع کا کوئی حیلہ نہین کل شی عندہ بمقدار اور لکل اجل کتاب خود فرمایا ہی اسی بنا پر جب ایک پیغمبر نے انبیا سے جناب باری مین ایک عورت کی شکایت کی جو خلق پر حاکم ہو کر ظلم کیا کرتی تھی تو ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہمنے ازل مین مقدر کر دیا ہی اُسکی تبدیل کی کوئی صورت نہین جتنا اقبال و عہد اُسکا لکھا گیا وہ ضرور ہوگا تمکو اگر برا معلوم ہو اُسکے سامنے سے ٹل جاؤ غرض جب نعمت کا زوال حسد سے نہین ہوتا تو محسود کو دنیا مین کیا ضرر ہی اور آخرت مین کونسا گناہ اور اگر یہ گمان ہو کہ شاید حسد کے باعث نعمت اُسکے پاس سے جاتی ہی رہے تو اسمین اپنے نفس کا دشمن ہونا ہی کیونکہ آخر کوئی حاسد کا بھی دشمن ہوگا جو اُسپر حسد کرتا ہو تو اگر حسد ہی سے نعمت جاتی رہا کرے تو دنیا مین کوئی بھی ایسا نہ رہے جسکے پاس خدا تعالے کی نعمت ہو بلکہ نعمت ایمان سے بھی کوئی بہرہ ور نہو کیونکہ کافر تو مسلمانون کی حسد ایمان ہی پر کیا کرتے ہین جیسا کہ قرآن مجید مین ہی ود کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسھم پس جسکو یہ تمنا ہو کہ میرے حسد کے باعث دوسرے کی نعمت جاتی رہے وہ گویا یہ چاہتا ہی کہ مجھ سے کفار کی حسد کے باعث نعمت ایمان سلب ہو جاوے اسی طرح اور نعمتون کو قیاس کرنا چاہیے اور اگر حاسد یہ جانتا ہو کہ میرے حسد سے تو اورون کی نعمت جاتی رہیگی مگر اورون کے حسد سے میری نعمت نہ جاویگی تو یہ نہایت جہالت و بے وقوفی ہی ہر ایک حاسد احمق یہی چاہا کرتا ہی کہ نعمت خاص میرے ہی لیے رہے لیکن کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی

نہین ہوتی کہ دوسرے کے پاس سے کیون اسکے پاس آجاوے پس یہ انعام خداوندی کہ حسد کے باعث نعمت کو زوال نہین قابل شکر گزاری
کے ہی جسکو جاہل برا جانتے ہین اور محسود کا فائدہ دین و دنیا مین بھی ظاہر ہی دین مین تو اسلیے کہ اسپر حاسد نے ظلم و زیادتی کی خصوص ایسے
حال مین کہ حسد کا اثر حاسد کے اقوال و افعال مین ہوا ہوا اور محسود کی غیبت طعن و ہتک اور پردہ گوئی پہ آمادہ کیا ہو ان باتون سے
حاسد کے حسنات محسود کو ملینگے اور قیامت کو نعمت آخرت سے ننگا اور مفلس رہیگا جیسا دنیا کی نعمت سے مفلس محروم رہا تو محسود کو یہ فائدہ
ہوا کہ نعمت دنیاوی پر نعمت اخروی بڑھ بڑھ کر ملی کہ نیکیان ہو نہین کسی سے اور اسکو مفت ملین اور حاسد کی جان کو شقاوت پر شقاوت
ہوئی کہ دنیا مین حسد کے مارے جلتا رہا اور آخرت مین کیا کرایا دوسرے کو دیا گیا اور محسود کا نفع دنیا مین یہ ہی کہ ہر کوئی یہ چاہا کرتا ہی
کہ میرے دشمنون کو شقاوت اور برائی پہونچے اور ہمیشہ رنج و تکلیف مین رہین سو یہ بات محسود کی دشمنی یعنی حاسد کو موجود ہی کوئی
رنج و دکھ حسد کے رنج سے بڑھ کر نہین غایت تمنا دشمنون کی یہ ہوتی ہی کہ اپنے آپ چین کرین اور انکے حاسد حسرت و غم مین مبتلا رہین
پس حاسد انکی غرض و تمنا کے بموجب ہی رہتا ہی کہ وہ عزت لوٹتے ہین اور یہ جہالت کو ٹتا ہی اور یہی وجہ ہی کہ دشمن اپنے حاسد کی موت
نہین چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہی کہ حاسد کی عمر زیادہ ہو تا کہ حسد کی آگ مین مدام جلتا رہے وہ اپنی نعمت کی اتنی خوشی نہین کرتا جتنی حاسد
کے رنج سے خوشی ہوتی ہی اگر اسکو معلوم ہو جاوے کہ حاسد کو رنج حسد سے نجات ہو گئی تو اسپر کیا مصیبت ٹوٹ پڑی اب اگر ان باتون
کو حاسد تامل کرے تو جان لے کہ مین گویا اپنے نفس کا دشمن ہون اور دشمن کا خیر خواہ اسلیے کہ ایسی باتین کین مین اپنا سراسر ضرر دنیا
و آخرت مین ہوا اور دشمن کا نفع دونون جہان مین ہوا اور خالق و مخلوق کے سامنے مذموم ٹھہرا اور حال و مآل مین بدبخت ہوا اور محسود
کی نعمت جون کی تون بنی رہی پھر اسی پر بس نہین کی کہ دشمن کا کام بنگیا بلکہ ایسا اور زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ جو سب سے زیادہ دشمن
ہی یعنے ابلیس اسکو بھی نہایت شادمانی ہوئی اسلیے کہ شیطان جب کسی شخص کو علم اور ورع اور جاہ اور مال کی نعمت سے مشرف پاتا ہی
اور دوسرے کو محروم تو ڈرتا ہی کہ کہین ایسا نہو کہ یہ دوسرا شخص اس سے محبت کرنے لگے اور اسکو بھی ویسا ہی ثواب ملے اسلیے اسکے
دل مین بغض ڈال دیتا ہی کہ محبت کے ثواب سے محروم رہے جیسا کہ عمل کے ثواب سے محروم رہا ہی اخبار سے ثابت ہی کہ جو شخص اہل دین
کی بہتری چاہے اسمین وہ بھی شریک رہتا ہی چنانچہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فلان شخص قوم سے محبت رکھتا ہی حالانکہ انکے پلہ کا نہین آپنے فرمایا المرء مع من احب اور ایک روز اثنا خطبہ
مین ایک اعرابی آپکے سامنے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی آپنے پوچھا کہ تونے اسکا کیا
سامان کیا ہی اسنے عرض کیا کہ مین نے اسکے لیے کچھ بہت سی نمازین یا روزے تو نہین جمع کیے لیکن اللہ تعالے اور اسکے رسول کریم سے محبت
رکھتا ہون آپنے ارشاد فرمایا انت مع من احببت حضرت انس کہ راوی حدیث فرماتے ہین کہ جیسی خوشی مسلمانون کو اس روز ہوئی
ویسی کبھی نہوئی تھی یعنے اس جہت سے کہ اکثر انکا اعتماد اللہ و رسول کی محبت پر تھا ؎ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان *
چہ باک از موج بحر آن را کہ باشد نوح کشتیبان * حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہم رسول کریم اور ابوبکر رض و عمر رض سے محبت رکھتے ہین
گو انکے سے عمل نہین کرتے اسی محبت کے باعث خدا کی ذات سے توقع ہی کہ ہم انکے ساتھ ہی ہونگے اور حضرت ابوموسی رض فرماتے
ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ فلان شخص خود تو نماز و روزہ ادا نہین کرتا مگر نمازیون اور روزہ دارون
سے محبت رکھتا ہی آپنے فرمایا ہو مع من احب اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کہا کہ یہ بات پہلے سے مشہور ہی کہ اگر
آدمی سے ہو سکے تو عالم ہو عالم نہو سکے تو متعلم ہو متعلم بھی نہو سکے تو انسے محبت ہی رکھے اور اگر محبت بھی نہ رکھ سکے تو بغض ہی نہ کرے
آپنے فرمایا سبحان اللہ خداوند کریم نے بڑی راہ نکالدی ہی اب تامل کرنا چاہیے کہ ابلیس نے بباعث حسد کس طرح محبت کے ثواب سے محروم رکھا

اور ایسی ہی التفات کی بلکہ دوسرے کا بغض بھی دل میں ڈالا اُسکو نظروں میں بُرا کر دیا یہانتک کہ گنہگار ٹھہرایا اور حاسد کے گناہ میں کیا شک ہو مثلاً اگر کسی عالم سے حسد کرے اور یہ چاہے کہ کسی طرح اس سے دین میں بھول ہو جاوے اور اسکی چوک ظاہر ہو کر رسوا ہو وے یا بولنے میں بند ہو جاوے یا بیمار پڑ کر درس و تدریس سے باز رہے تو اس سے بڑھ کر اور کون سا گناہ ہوگا ہاں اگر آدمی عالم کے درجہ کو پہنچے اور اسوجہ سے غمگین ہو تو گناہ اور عذاب اخروی سے محفوظ رہیگا حدیث شریف میں ہے کہ جنت کے لوگ تین قسم ہیں المحسن و المحب له والکاف عنه یعنی تیسری قسم وہ لوگ ہیں کہ جو محسن سے ایذا دور کریں ایذا سے غرض ایذا جسمانی اور حسد اور بغض اور کراہت وغیرہ ہیں لیکن مثال مذکورہ بالا میں شیطان نے حاسد کو تینوں قسموں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑا تو حاسد کے حسد سے تو دشمن پر کچھ بھی اثر نہ کیا مگر شیطان کی حسد اسکے نفس پہ کام کر گئی یہانتک کہ خواب یا بیداری میں حاسد کا حال اُسپر منکشف ہو جاوے تو یوں معلوم ہوگا کہ اپنے دشمن کی طرف تیر پھینک رہا ہے کہ اسکو قتل کرے لیکن اول تیر جو مارا تو اسکے نہ لگا بلکہ اُسی کی داہنی آنکھ میں لوٹ کر آ لگا پھر غصہ ہو کر دوسرا جو مارا وہ بھی اُچٹ کر اسکی بائیں آنکھ میں لگا پھر اور جھنجھلا کر تیسرا تیر مارا وہ بھی ہٹ کر اُسی کے سر میں آ لگا اسی طرح بار بار یہ اسکو تاک تاک کر مارتا ہے مگر ہر دفعہ اسی کے پھر کر لگتا ہے وہ بہر حال سالم و محفوظ رہتا ہے اور اسکے حرکات پر ہنستا ہے اور تالیاں بجاتا ہے تو محسود اور شیطان حاسد کا اسطرح تمسخر کرتے ہیں بلکہ اگر غور کیا جاوے تو حاسد کا حال تیر انداز کی نسبت زیادہ بُرا ہے کیونکہ تیر سے صرف نقصان آنکھوں کا یا اعضا کا ظاہری کا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اُسوقت نہ جاتے تو مرنے کے بعد فنا ہو جاتے اور حاسد کے اوپر گناہوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی اُسکا رنج ساتھ رہیگا اور کیا عجب ہے کہ غضب خداوندی دوزخ میں پہونچا دے پس دنیا میں اندھا ہو کر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ آنکھوں کے ہوتے دوزخ میں جاوے اور آنکو آتش دوزخ دکھا دے اس بات کو خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالے نے حاسد سے کیا بدلہ لیا یہ یوں چاہتا تھا کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے خدا نے اسکے پاس سے تو نہ کھوئی اُسی کے پاس سے کھو دی یعنی گناہ سے بچا رہنا اور غم و الم سے سلامت رہنا بڑی نعمت تھی حاسد کو اُس سے محروم کر دیا چنانچہ خود فرماتا ہے ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس بات کی تمنا دشمن کے لیے کرتا ہے خود اُسمیں مبتلا ہوتا ہے بلکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو دوسرے کی بُرائی چاہے خود اُسمیں مبتلا نہ ہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو چیز میں نے کبھی حضرت عثمان رضہ کے واسطے تمنا کی وہ مجھپر پڑی یہانتک کہ اگر میں اُنکے قتل کی تمنا کرتی تو خود مقتول ہوتی یہ تو حال صرف حسد کے گناہ کا ہے اس سے اُن چیزوں کو خیال کرنا چاہیے جو حسد کے باعث پیدا ہوتی ہیں یعنی اختلاف اور انکار حق اور دست و زبان کا فواحش پر چلنا اور دل کے پھپھولے پھوڑنے وغیرہ غرضکہ یہ وہ مرض ہے جس سے پہلی قومیں ہلاک ہوئی ہیں یہانتک علاج علمی تھا پس جب آدمی ذہن صاف اور حضور قلب سے اسکو سوچیگا حسد کی آگ تہ دل میں فرو ہو جاویگی اور جانیگا کہ یہ بلا میرے نفس کی مہلک ہے اور میرے دشمنوں کی خوش کرنے والی اور پروردگار عالم کی ناخوش کرنے والی اور عیش کی مکدر کرنے والی اب علاج عملی کو سننا چاہیے کہ جس کام کو حسد مقتضی ہو اُسکے خلاف عمل کرے خواہ قول ہو یا فعل مثلاً اگر حسد اس بات کو چاہے کہ محسود کی بُرائی بیان کیجیے تو اپنی زبان سے بزور اُسکی مدح و ثنا کرے اور اگر حسد کے مارے تکبر کو جی چاہے تو بتکلف اُس سے تواضع اور عذر پیش آوے اور اگر حسد مقتضی اسکے نہ دینے کی ہو تو جتنا پہلے دیتا تھا اُس سے زیادہ دینے کی عادت کرے جب یہ باتیں کوشش اور اجتہاد سے کریگا اور محسود کو معلوم ہو جاویگا تو وہ راضی ہو جاویگا اور محبت کرنے لگیگا اور جب اُسکی طرف سے محبت ہوگی تو حاسد کو بھی خواہ نخواہ محبت پیدا ہوگی اور آپس کے اتفاق سے بالکل مادہ حسد کا منقطع ہو جاویگا اسلیے تواضع اور مدح و ثنا اور نعمت پر اظہار سرور ہی نعمت والے کا دل کھینچ آتا ہے اور غلام بنجاتا ہے اور یہ مہربانی پیش آتا ہے اور اُسکے عوض میں سلوک کرنا چاہتا ہے جب اُسکی طرف سے سلوک ہوتا ہے تو دوسری طرف سے بھی انسان بندہ احسان کا مضمون پیش ہو کر وہ باتیں بتکلف سرزد ہوتی تھیں اب طبعاً ہونے لگتی ہیں

اور اس باب میں شیطان حاسد کو یہ دھوکا دیتا ہے کہ اگر تو تواضع اور ثنا کریگا تو محسود کی نظروں میں عاجز یا ذلیل یا خوف ناک یا منافق ٹھہریگا تو آدمی کو چاہیے کہ اس فریب میں نہ آوے بلکہ یوں جانے کہ خوش معاملگی خواہ تکلفاً ہو یا طبعاً عداوت طرفین کو فرو کر دیتی ہے اور حسد کے دبتے بیٹھتے ہو جاتے ہیں دل الفت و محبت کی طرف رجوع کرتا ہے اور رنج و عذاب حسد سے اور بغض کے دکھ سے راحت پاتا ہے یہ علاج حسد کا ہے اور نہایت مفید ہے اسلیے کہ شدت سے تلخ ہے اور شعر کہ داروے تلخ است دفع مرض خود مشہور ہے پس جو شخص تلخی دوا پر صبر نہ کریگا وہ شیرینی شفا بھی نہ چکھیگا اس دوا کی تلخی جبھی آسان معلوم ہوتی ہے جب آدمی اُن باتوں کو سوچے جو اوپر مذکور ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر بزور راضی رہنے اور ثواب رضا کا طالب اور اپنے آپ کو وہی منظور ہو جو خدا کو منظور ہو اپنے نفس سے یہ بات نکال دے کہ کوئی چیز میری مرضی کے خلاف نہ ہو کیونکہ اگر یہ بات دل میں جمی رہیگی تو گویا اَن ہونی بات کا خواہاں ہوگا اسلیے کہ اس امر کی طمع کرنی کہ سب کام میرے حسب مراد ہوں سراسر فضول ہے اور چونکہ مراد کا نہ ملنا بھی ایک طرح کی ذلت اور خست ہے اور اس ذلت سے بچاؤ کی صورت دو ہی طرح پر ہے یا تو سب کام مرضی کے موافق ہوں یا جو کچھ ہو جاوے اسپر راضی ہو اور اول اپنے اختیار میں نہیں مختلف اور مجاہدہ میں کار آمد ہے اسلیے دوسری بات مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے ہر ایک عاقل کو اسکا حاصل کرنا واجب ہے یہ علاج بطور اجمال بیان ہوا اور مفصل علاج جس سے اسباب حسد کی بیخ کنی ہو کبر اور عزت نفس اور امور بیہودہ پر اصرار بیجا وغیرہ اُن کی تفصیل اور ہر ایک سبب کا علاج انشا اللہ اپنے موقع پر آویگا کیونکہ اس مرض کا مادہ بھی اسباب ہیں اور روگ بدون قلع مواد کے نہیں جاتا پس جو شخص اُن علاجوں کو دستور العمل بناویگا تو اور کچھ نہیں تو اسقدر تو ضرور ہوگا کہ دل میں تسکین اور ٹھنڈک ہو جاوے اور دوا کے رہتے ہوئے تسکین حاصل ہونی باوجود محبت حشمت کے بھی دشوار ہے مثلاً فرض کرو کہ کوئی شخص محبت جاہ رکھتا ہے جو اسباب حسد میں سے ہے تو ضرور اپنے حریف پر حسد کریگا اور اسکی نسبت لوگوں کے دلوں میں زیادہ جگہ کرنی چاہیگا اور اگر وہ زیادہ تر مقبول ہوگا تو اسکو البتہ رنج ہوگا غایت یہ کہ اپنے ہاتھ و زبان سے اس غم کا اظہار نہ کرے اور دل جاوے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ محبت جاہ بھی باقی ہو اور حسد نہ رہے

سولھواں بیان اس مقدار حسد کا جسکا دور کرنا نفس سے واجب ہے جاننا چاہیے کہ ایذا دہندہ کے اوپر آدمی کو طبعاً غصہ آتا ہے مثلاً اگر کوئی تمکو ایذا دے تو تمسے یہ نہو سکیگا کہ اُس سے بغض نہ رکھو یا اُسپر کوئی نعمت آجاوے تو بُرا نہ جانو اور نیکی و بدی میں اسکا حال اپنے نزدیک برابر سمجھو بلکہ دونوں حالوں میں ہمیشہ فرق معلوم ہوگا اور شیطان بھی علی الدوام حسد کی طرف کھینچتا رہیگا لیکن اگر اسکا جذبہ غالب پڑ جاویگا حتی کہ ظہور حسد تمہارے قول و فعل اختیاری میں ہونے لگے تو تم حاسد اور گناہگار ٹھہروگے اور اگر اپنے ظاہر کو بالکل ایسے امور سے روکے رکھوگے مگر باطن میں خواہاں اس بات کے ہوگے کہ نعمت اسکی جاتی رہے اور اس بات کو بُرا نہ جانتے ہوگے تب بھی حاسد اور عاصی ہوگے اسلیے کہ حسد قلب کی صفت ہے صفت فعل نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا اور فرمایا ودوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواء اور فرمایا ان تمسسکم حسنۃ تسؤہم اور فعل جو حسد سے سرزد ہوتے ہیں مثل غیبت اور جھوٹ وغیرہ کے وہ عین حسد نہیں ہیں بلکہ محل حسد کا قلب ہی ہے اعضاء ظاہری اسکے محل نہیں ہاں اتنا فرق ہے کہ اس قسم حسد میں جو اقوال و افعال ظاہری میں نہ آوے اور دل ہی میں رہے کوئی حق عبد نہیں ہے کہ اسکا معاف کرانا واجب ہو بلکہ خدا کے نزدیک گناہگار ٹھہرتا ہے اور معاف کرانا وہاں واجب ہوتا ہے جہاں حسد کا ظہور اعضاء ظاہری پر ہو اب اگر باوجود اعضاء ظاہری کے روکنے کے اپنے نفس کی اس حالت کو بھی بُرا سمجھو کہ دوسرے کی نعمت کا زائل ہونا کیوں پسند کرتا ہے یہانتک کہ گویا نفس پر اسوجہ سے غصہ کرو تو یہ بُرا سمجھنا عقل کی جانب سے ہوگا یعنی طبیعت کی طرف سے جو خواہش زوال نعمت پائی جاویگی اسکو بُرا جاننا عقل کی طرف سے ہوگا اسصورت میں جو امر تمپر واجب تھا وہ کر گذرے اگر اس سے زیادہ اور کچھ اختیار میں نہیں ہوتا اور اسطرح پر طبیعت کا بدل دینا کہ اسکے نزدیک موذی

اور تمین ایک سے ہو جاوین اور خواہ اسپر خوشی آوے یا مصیبت ٹوٹ پڑے اسکا یکسان حال رہے یہ امر طاقت طبعی سے باہر ہو لیکن جبتک کہ آدمی دنیا کی لذات مین پھنسا رہے ہان اگر اللہ تعالی کی محبت میں دوبا رہیگا اور شراب عشق حقیقی سے متوالا ہیگا تو ایسا حال ہو جاویگا کہ بندون کے جدے جدے احوال کی طرف توجہ نہ رہیگی سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھیگا یعنے سب پر لطف رحمت ہی کریگا اور سب کو مخلوق خدا اور انکے افعال کو افعال خدا سمجھیگا اور کل مخلوق کو مسخر حکم الٰہی جانیگا اور یہ حال اگر کسی کو میسر بھی ہوتا تو دائمی نہین بجلی کی چمک کی طرح آنا فانا گذر جاتا ہو پھر قلب اپنی حالت طبعی کی طرف آجاتا ہو اور دشمن جانی شیطان لعین پھر وہی وسوسہ ڈالنا شروع کرتا ہو پس اگر اس مردود کے مقابلہ مین بزور عقل اسکی بات کو برا جانیگا تو جو امر اسکے ذمہ واجب ہو اسکو ادا کر چکا اور بعضون کا قول ہو کہ جب تک حسد کا ظہور اعضاء ظاہری مین نہو تب تک گناہ نہین ہوتا اسلیے کہ حضرت حسن رضہ سے کسی نے حسد کو پوچھا تو آپنے فرمایا کہ اسکو پوشیدہ رکھنا چاہیے اس سے کچھ ضرر نہین ہونے کا جب تک کہ ظاہر نہ کرو گے اور بعضون نے اس روایت کو انسے موقوف اور مرفوع بیان کیا ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ثلاث لا یخلو منہن مومن ولہ منہن مخرج فمخرجہ من الحسد ان لا یبغی مگر بہتر یہ ہو کہ اس سے مراد وہی لیجاوے جو ہم اوپر لکھ چکے ہین یعنے دین اور عقل کی جانب سے بمقابلہ محبت طبعی حسد یا کسی کی برائی بھی دل مین ہو اور اسی برائی کی جہت سے بغی اور ایذا سے باز رہے کیونکہ جتنی حدیثین کہ حسد کی مذمت مین وارد ہوئی ہین بظاہر اسی بات پر دلالت کرتی ہین کہ سب قسم کے حاسد گناہگار ہین علاوہ اسکے حسد صفت قلب کا نام ہو نہ افعال کا اس سے صاف ظاہر ہو کہ جو مسلمان کی برائی چاہے وہ بالضرور حاسد ہو خلاصہ یہ کہ اگر آدمی صرف دل سے حسد کرے اور ظاہر مین اسکا اثر نہو تو اسطرح کے حسد کے گناہ ہونے مین اختلاف ہو الا ظاہر آیات و احادیث سے وہی معلوم ہوتا ہو جو ہم لکھ چکے ہین اور معنون کی جہت سے بھی کچھ ایسا ہی سمجھا جاتا ہو اسلیے کہ بہت بعید معلوم ہوتا ہو کہ ایک آدمی دوسرے مسلمان کی برائی کا دل سے خواہان ہو اور اس خواہش کو برا بھی نہ جانے اور پھر معاف کر دیا جاوے اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ آدمی کو دشمن کے ساتھ تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ بحسب مقتضاے طبع اسکی برائی چاہے مگر اس برائی چاہنے کو عقل سے برا سمجھے اور اپنے نفس پر غصہ کرے اور اس بات کا کوئی بہانہ ڈھونڈھے جس سے یہ خواہش دل سے جاتی رہے تو یہ قسم حسد کی قطعا معاف ہو اسلیے کہ آدمی کے اختیار مین اس سے زیادہ کچھ نہین دوسرے یہ کہ دل مین اسکی نعمت کے زائل ہونے کی محبت ہو اور اسکی برائی سے خوشی ظاہر کرے خواہ زبان سے یا اور اعضا سے تو یہ حسد یقینا ممنوع ہو تیسرے یہ کہ حسد صرف دل سے کرے اور اسکو برا نہ سمجھے اور نہ اپنے نفس پر اسوجہ سے غصہ کرے الا اعضاء ظاہری پر حسد کا ظہور کچھ نہو اور مقتضاے حسد سے کوئی فعل اختیاری نہ کرے تو اس قسم مین اختلاف ہو اور ظاہر یہ ہو کہ اسی قسم مین بقدر قوت و ضعف محبت زوال نعمت کے گناہ ہوگا واللہ اعلم والحمد رب العالمین

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

چھٹا باب دنیا کی مذمت کے بیان مین اسمین پانچ بیان ہین

رباعی ہو حمد و ثنا کا بحر واسع مشہور احسن ہو کہ مین اسکے نہو کر در پے	اس ڈر سے ہو پار کوئی کیا مقدور دنیا کی برائیان کرون کچھ مذکور

واضح ہو کہ دنیا اللہ کی اور اسکے دوستون اور دشمنون کی سب کی دشمن ہو اللہ کی دشمن اسوجہ سے کہ اللہ کے بندون کو اسکا راستہ نہین چلنے دیتی ہو رہزنی کرتی ہو اسی جہت سے جب سے اللہ تعالی نے اسکو پیدا کیا ہو اسکی طرف نگاہ بھر کر نہین دیکھا اور دوستان خدا کی اسوجہ سے دشمن ہو کہ انکے سامنے بڑے تزک اور آرایش سے بن بن کر آتی ہو اور اپنے چھلاوے دکھلاتی ہو کہ کسی طرح شیفتہ ہو جاوین انکو اسکے علاوہ کرنے مین بہت سا صبر کرنا پڑتا ہو اور دشمنان خدا کی اسلیے دشمن ہو کہ اسنے اپنے مکر و فریب سے انکو بتدریج پھنسا لیا یہانتک کہ وہ اسپر اعتماد کر بیٹھے لیکن پھر وہ ایسا انکو محتاج کریگی کہ بجز حسرت و ندامت کچھ ساتھ نہ لیجاینگے اور ابد الآباد کی سعادت سے محروم رہینگے

ح اسمین باتین ایسی ہین کہ مومن ان سے خالی نہین ہوتا نہین ہوتی اسکے لیے انسے نکالنے کی صورت بس حسد سے نکلنے کی صورت یہ ہو کہ خواہش نہ کرے ۱۲ اوپر گذری ۱۲

دنیا کی جدائی سے جُدا داغ بدل ہونگے اور اخروی مصائب مین جا پاد رگل اگر فریاد کرینگے تو یہ جواب سنینگے اخسئوا فیہا ولا تکلمون اور اس آیت کے مصداق بنینگے اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون جب دنیا کی آفات و شرور کا یہ حال ہے تو اولاً اسکی حقیقت اور ماہیت کا پہچاننا بہت ضروری ہے اور یہ کہ باوجود عداوت کے اسکے پیدا ہونے مین کیا حکمت ہے اور اسکے فریب اور شرور کے راستون کو بھی معلوم کرنا لابدی ہے اسلیے کہ جو بدی کو جانتا ہی نہین اُس سے کسطرح بچیگا بلکہ تعجب نہین کہ اسمین مبتلا ہو جاوے اسی لیے ہم دنیا کی مذمت اور مثالین او حقیقت اور اسکے معنون کی تفصیل اور اسکے کامون کے اقسام ذکر کرتے ہین اور نیز جس وجہ سے حاجت اُسکی طرف ہوتی ہے اور جس باعث سے کہ لوگ اسمین مشغول ہوکر خدا سے پھر جاتے ہین اُس کو بھی لکھینگے

بیان اول دنیا کی مذمت مین

کلام مجید مین آیات مذمت دنیا کی بہت ہین اور اکثر جا لوگون کو اسکی طرف سے اعراض کرنے اور آخرت کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے بلکہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کے بھیجنے سے بھی صرف یہی مقصود ہے اس لحاظ سے کلام اللہ کی سند لانے کی ضرورت نہین صرف چند احادیث جو اس باب مین وارد ہین اُنکو لکھ دیتے ہین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری پر گذرے اور اصحاب رضہ سے فرمایا کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے یا نہین انھون نے عرض کیا کہ اگر ذلیل ہوتی تو یہان کیون ڈال دیتے آپنے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہے اور اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو اسمین سے ایک گھونٹ بھی نہ دیتا اور دوسری حدیث مین فرمایا الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر اور فرمایا الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ما کان للہ منہا اور حضرت ابوموسی اشعری سے یہ حدیث مروی ہے من احب دنیاہ اضر باخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاہ فآثروا ما یبقی علی ما یفنی اور فرمایا حب الدنیا راس کل خطیئۃ اور زید بن ارقم رضہ فرماتے ہین کہ ہم حضرت ابوبکر رضہ کے ساتھ تھے کہ انھون نے پانی مانگا لوگ پانی شہد مین ملا ہوا لے آئے جب آپ نے منھ سے لگایا تو بہا روئے یہانتک کہ سب ساتھی بھی رونے لگے اور رو کر چپ ہو گئے مگر حضرت صدیق رضہ چپ نہوے اور برابر رو رہے حتی کہ لوگون نے جانا کہ ہم سبب گریہ کبھی نہ پوچھ سکینگے پھر آپنے اپنی آنکھین پونچھ ڈالین لوگون نے عرض کیا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس سبب سے روئے تھے آپنے فرمایا کہ مین ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا مین نے دیکھا کہ آپ کسی سے فرماتے ہین کہ میرے پاس سے دور ہو حالانکہ وہان کوئی نہ تھا مین نے عرض کیا کہ آپ کس کو دفع کرتے ہین آپنے فرمایا کہ اسوقت دنیا مجسم ہوکر میرے سامنے آئی مین نے اسکو کہا کہ مجھ سے علیحدہ رہ وہ پھر آئی اور مجھ سے کہنے لگی کہ اگر آپ مجھ سے بچے رہینگے تو آپکے بعد کے لوگ تو نہین بچینگے اور ایک حدیث مین ہے یا عجبا کل العجب للمصدق بدار الخلود وہو یسعی الدار الغرور اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھورے پر کھڑے ہوگئے اور لوگون کو ارشاد فرمایا کہ آؤ دنیا دیکھو اور اُس گھورے پر سے ایک سڑا ہوا کپڑا اور گلی ہوئی ہڈیان لیکر فرمایا کہ ہذہ الدنیا اسمین یہ اشارہ ہے کہ زینت دنیا بھی ان کپڑون کی طرح جلد کہنہ ہو جاویگی اور جو جسم دنیا مین پرورش پاتے ہین وہ ان ہڈیون کی طرح سڑ گل جاوینگے اور ایک حدیث مین فرمایا ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ مستخلفکم فیہا فناظر کیف تعملون ان بنی اسرائیل لما بسطت لہم الدنیا ومدت تاہوا فی الحلیۃ والنساء والطیب والثیاب اور حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ دنیا کو اپنا مالک مت بناؤ وہ تمکو غلام بنا لیگی اور اپنا خزانہ ایسے کے پاس جمع کرو جو تلف نہ کرے یعنے دنیا مین خزانہ والے پر آفت کا خوف رہتا ہے جسکا خزانہ

خدا کے پاس ہے تو اسکو کچھ آفت کا خوف نہیں اور یہ بھی آنحضرت کا ارشاد ہے کہ اے گروہ مہاجرین میں تمھارے لیے دنیا کا ڈر رکھتا ہوں کہ مشہور کر دیا ہے اپنا
سو کہ میرے بعد تم اسکو اٹھا کر دو اگر وہ دنیا کی خیانت ہیں سے ہے کہ آدمی اسکے لیے خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور جب تک یہ نہیں چھوٹتی آخرت نہیں ملتی
دنیا کو گذرگاہ سمجھو اور مسافروں کی طرح سے اس پر گذر جاؤ عمارت تعمیر نہ بناؤ اور جان رکھو کہ سب برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
ایک گھڑی کی خواہش نفس بہت دنوں کے رنج کا موجب ہوتی ہے اور یہ بھی آنحضرت کے ارشادات میں سے ہے کہ تمھارے لیے دنیا اوندھی منھ پڑی
ہے اور تم اسکی پشت پر بیٹھے ہو تو چاہیے کہ دنیا کے بارے میں بادشاہ اور عورتیں تمہارا مقابلہ نہ کریں یعنی بادشاہوں سے دنیا کے لیے مت جھگڑو کیونکہ جب
تم انسے اور انکی دنیا سے غرض نہ رکھو گے وہ تمھارے درپے نہ ہونگے اور عورتوں سے بچو کہ انکی صورت نماز و روزہ سے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا طالبوں کی
خود طالب ہے اور بعضے اسکے طالب ہیں پس جو لوگ طالب آخرت ہیں انکی تو دنیا زندگی بھر طالب ہے اور جو طالب دنیا ہیں انکو آخرت بلاتی رہتی ہے
یہانتک کہ موت آکر گردن پر سوار ہو جاتی ہے اور حضرت موسیٰ بن یسار سے یہ حدیث مروی ہے کہ ان اللہ جل ثناءہ لم یخلق خلقا ابغض الیہ من الدنیا
وانہ منذ خلقہا لم ینظر الیہا اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ایک بنی اسرائیل کے عابد کے پاس تشریف لے گئے لشکر آپکے
ہمرکاب تھا دہنے بائیں جن اور آدمی پرے باندھے تھے اور جانور اوپر سے سایہ کیے تھے عابد نے عرض کیا کہ اے ابن داؤد خداوند کریم نے تمکو
بڑی سلطنت عنایت فرمائی آپنے سنکر فرمایا کہ مومن کے نامہ اعمال میں ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا اس تمام کروفر سے بہتر ہے کیونکہ یہ کچھ
جو مجھکو ملا ہے سب فانی چیز ہے اور اللہ کا ذکر ساتھ رہنے والا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند جل وعلا ارشاد فرماتا ہے الہکم
التکاثر اس سے یہ غرض ہے کہ آدمی کہا کرتا ہے کہ یہ میرا ہے یہ میرا ہے حالانکہ اسکا اسی قدر ہے جو کھانے میں کھو دیا یا پہنکر اڑا دیا یا خیرات دیکر جمع
کر دیا اور فرمایا الدنیا دار من لا دار لہ ومال من لا مال لہ ولہا یجمع من لا عقل لہ وعلیہا یعادی من لا علم لہ وعلیہا یحسد من لا فقہ لہ ولہا یسعی من
لا یقین لہ اور فرمایا من اصبح والدنیا اکبر ہمہ فلیس من اللہ فی شئی والزم اللہ قلبہ اربع خصال ہما لا ینقطع عنہ ابدا وشغلا لا یتفرغ منہ ابدا
وفقرا لا یبلغ غناہ ابدا وامل لا یبلغ منتہاہ ابدا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو ارشاد
فرمایا کہ میں تجھکو دنیا اور ما فیہا دکھاؤں میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپنے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ مطہرہ کے ایک جنگل میں تشریف لائے وہاں
ایک جگہ کھوپریاں اور پاخانہ اور ہڈیاں اور چیتھڑے پڑے تھے آپنے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ یہ کھوپریاں ایسے ہی حرص کیا کرتی تھیں جیسے تم
کرتے ہو اور ایسے ہی امل کیا کرتی تھیں جیسے تم کرتے ہو آج ایسی ہو گئیں کہ انپر چمڑا بھی باقی نہیں اب چند روز میں راکھ ہو جاویں گی اور یہ
پاخانہ جو دیکھتے ہو یہ انکی غذا تھی نہ معلوم کہاں کہاں سے کما کر کھایا تھا آج ایسا ہو گیا کہ تمکو اس سے نفرت ہے اور یہ چیتھڑے انکی پوشاک
کے ہیں کہ ہوا سے مارے مارے پھرتے ہیں اور یہ ہڈیاں انکے چوپایوں کی ہیں جنپر چڑھ چڑھ شہر بشہر پھرا کرتے تھے پس جب یہ انجام اس دار
ناپایدار کا ہے تو مقام عبرت و گریہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب تک خوب نہ رو لیے تب تک وہاں سے نہ نکلے
گذر ناگاہ جب میرا ہوا شہر خموشاں میں ٭ عجب نقشہ نظر آیا وہاں شاہان عالم کا ٭ کہیں آئینہ زانو سکندر کا شکستہ تھا ٭ کہیں ٹوٹا پڑا
تھا کاسہ سر خاک میں جم کا ٭ اور روایت ہے کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو انکو ارشاد فرمایا کہ ابن
للخراب ولد للفنا اور حضرت داؤد بن ہلال رح فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں مرقوم ہے کہ اے دنیا تو صلحا کے نزدیک
بڑی ذلیل ہے جنکے لیے تو بن سنور کر سامنے ہوتی ہے میں نے انکے دلوں میں تیرا بغض ڈال دیا ہے اور تیری طرف سے اعراض کو ان خلقت

[illegible]

[illegible]

مین نے تجھ سے زیادہ ذلیل نہین بنائی تیری بڑی ہر ایک حالت ذلیل ہو اور آخر کو فنا ہوگی اور جس روز مین نے تجکو پیدا کیا اُسی روز حکم کرچکا ہون کہ تو کبھی کسی کے پاس نہ رہیگی نہ کوئی تیرے پاس رہیگا گو کیسا ہی بخل و امساک کرے خوشا حال اُن نیک لوگون کا جنکے دل مین میری رضا اور ضمیر مین راستی و استقامت ہو اُنکا عوض اور ثواب میرے پاس یہ ہوگا کہ جب قبرون سے اٹھکر میری طرف چلینگے تو آگے آگے نور ہوگا اور فرشتے گرد ہونگے جسقدر رحمت کی وہ مجھسے توقع کرتے ہونگے اُسی قدر اُنکو عطا کرونگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو جب سے اللہ تعالے نے پیدا کیا ہے جب سے ادھر نہین ہوا اُسکی طرف نگاہ نہین فرماتا قیامت کے روز عرض کریگی الٰہی آج اپنے کسی ادنیٰ ولی کیلیے مجھے مین سے حصہ عطا فرما ارشاد ہوگا کہ او ناچیز چپ رہ دنیا مین تو مین نے تجکو اُنکے لیے پسند ہی نہین فرمایا کیا آج پسند کرونگا کہ تو اُنکے پاس ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ مین مذکور ہے کہ جب اُنھون نے اُس درخت مین سے کھایا تو اُنکے پیٹ مین کچھ گرانی ہوا اور یہ بات جنت کی دوسری غذاؤن مین نہ تھی کہ کھانے سے حاجت پاخانہ ہو صرف اُسی درخت مین یہ تاثیر رکھی گئی تھی اور اسی وجہ سے ممانعت بھی ہوئی تھی غرضکہ قضاء حاجت کے لیے گھومنا شروع کیا ایک فرشتہ کو حکم خداوندی ہوا کہ اُنسے پوچھو کیا چاہتے ہو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ میرے پیٹ مین جو بلا ہے اُسکو کہین ڈالدون فرشتے نے بموجب ایما ربانی کہا کہ یہان کونسی جگہ اس قابل ہے فرش اور تخت اور نہرین اور درختون کے سایہ مین اُنمین سے کوئی جگہ اس قابل نہین اُسکے لیے دنیا مین جاؤ اور ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے آوینگے کہ اُنکے عمل وادی تہامہ کے پہاڑون جیسے ہونگے اُنکے لیے حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم وہ لوگ نمازی ہونگے آپ نے فرمایا کہ ہان وہ نماز بھی پڑھتے ہونگے روزہ بھی رکھتے ہونگے اور کچھ رات سے جاگتے ہونگے الا اُن مین یہ بات ہوگی کہ جب دنیا کی ادنیٰ چیز اُنکے سامنے ہوتی تھی اُسپر کود پڑتے تھے اور بعض خطبون مین آپ نے ارشاد فرمایا المؤمن بین مخافتین بین اجل قد مضی لا یدری ما اللہ صانع فیہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض فیہ فلیتزود العبد من نفسہ لنفسہ ومن دنیاہ لآخرتہ ومن حیاتہ لموتہ ومن شبابہ لہرمہ فان الدنیا خلقت لکم وانتم خلقتم للآخرۃ والذی نفسی بیدہ ما بعد الموت من مستعتب وما بعد الدنیا من دار الا الجنۃ او النار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ مومن کے دل مین دنیا و آخرت دونون کی محبت جمع نہین ہوتی جیسا ایک برتن مین آگ اور پانی نہین رہ سکتے اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کی عمر سب انبیا سے زیادہ ہوئی آپنے دنیا کو کیسا پایا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہین ایک مین سے مین اندر گیا اور دوسرے مین سے باہر نکل آیا سچ ہے کہ دنیا خوابیست زندگانی درو سے خوابیست کہ در خواب بہ بینی آنرا+ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے عرض کیا کہ آپ کوئی مکان بنوا لیجیے آپ نے فرمایا کہ ہمکو پہلے ہی لوگون کے کھنڈر کافی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احذروا الدنیا فانہا اسحر من ہاروت وماروت اور حضرت حسن رحمہ سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضہ مین تشریف لاکر فرمانے لگے کہ کسی کو تم مین یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکو بینا کردے اور اندھا پن جاتا رہے جان رکھو کہ جس شخص کی رغبت دنیا کی طرف ہوئی اور اُسمین طول امل کریگا تو اُسی قدر اللہ تعالیٰ اُسکو اندھا کریگا اور جو کوئی اپنے امل بھی مختصر رکھیگا اور دنیا مین زہد کریگا تو خداوند کریم اُسکو بے سیکھے علم دیگا اور بے کسی کے بتلائے ہدایت کریگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمھارے

[illegible]

بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ انکے پاس سلطنت بدون ظلم و کشت و خون نہ رہیگی نہ تونگری بدون فخر اور بخل کے نہ محبت بدون غرض کے
پس جو شخص تم مین سے وہ وقت پاوے اور باوجود قدرت تونگری کے فقر پر صبر کرے اور دشمنی اور ذلت کو باوجود قدرت محبت
وعزت کے برداشت کرے اور اس صبر و تحمل سے بجز رضاء مولی اور کچھ مطلب نہو تو ایسے شخص کو خدا تعالی پچاس صدیقون کا ثواب
عنایت فرماویگا اور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عیسی علیہ السلام پر شدت سے مینہ پڑا اور بادل بھی گرجتا تھا آپنے چاہا کہ کسی
جگہ پناہ لیا چاہیے دور سے ایک خیمہ نظر آیا آپ اسکے پاس آئے معلوم ہوا کہ اسمین کوئی عورت ہے اسکو دیکھکر وہان سے دوسری طرف
پھرے اور ایک پہاڑ کے درہ مین قصد جانیکا کیا دیکھا تو اسمین شیر ہے آپنے اسپر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ الہی سب کا تو نے ٹھکانا بنایا ہے
میرے لیے کوئی ٹھکانا نہین بنایا حکم ہوا کہ تیرا ٹھکانا میری رحمت مین ہے قیامت کو تیرا بیاہ سو حورون سے کرونگا جنکو مین نے اپنے
ہاتھ سے بنایا ہے اور چار ہزار برس تک تیرے ولیمہ کی دعوت کھلاؤنگا جنمین سے ایک دن دنیا کی عمر کے برابر ہوگا اور ایک منادی کو حکم
کرونگا کہ پکارے جتنے دنیا کے زاہد ہین چلو عیسی بن مریم تارک دنیا کے ولیمہ مین شامل ہو اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے
ہین کہ دنیا والے کے حال پر بڑا افسوس ہے کہ کیسے اسکے فریب مین آکر مرجاتا ہے اور اسکو چھوڑ جاتا ہے دنیا تو اسکو رسوا کرتی ہے اور
وہ اسپر اعتبار کرتا ہے اور بیخوف رہتا ہے اور بڑی حسرت اُنپر ہے جو دھوکا کھا کر جس چیز کو برا جانتے ہین وہی انکے سامنے آتی ہے
اور اپنی محبوب چیزون سے جدا ہوجاتے ہین اور جو کچھ انکے وعدہ ہوا کرتا تھا وہ اسوقت آپہونچتا ہے اور افسوس ہے اسپر جو دنیا کو نظر
رکھے اور خطاؤن کو دستور العمل بنالے کل کو گناہون کی فضیحت و رسوائی کا سامنا ہوگا اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت
موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسی تیرا ان ظالمون کے گھر مین کیا کام ہے یہ تیرا گھر نہین اپنی ہمت کو اس سے علیحدہ کر اور
اپنی عقل سے اس سے جدا ہو یہ برا گھر ہے ہان جو شخص اسمین اچھے کام کرے اسکے لیے یہ اچھا گھر ہے اے موسی مین ظالم کی تاک
مین لگا ہون یہانتک کہ اس سے مظلوم کا عوض لون اور روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے بحرین مین بھیجا تھا وہان سے جب آپ پھرے تو کچھ مال لائے انصار نے جو انکی تشریف آوری کا حال سنا سب نے نماز صبح مین
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شریک ہوے جب آپ نماز پڑھ چکے اور ارادہ تشریف لیجانے کا کیا تو سب روک کر کھڑے ہوگئے
آپنے انکو دیکھکر تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمنے یہ سنا ہوگا کہ ابو عبیدہ کچھ لائے ہین انھون نے عرض کیا کہ ہان آپ
نے فرمایا کہ مژدہ ہو تمکو خدا نے تمسے تکلیف دفع کی بخدا کہ مین اس بات سے نہین خوف کرتا ہون کہ تم محتاج ہوجاؤگے البتہ اس بات کا
ڈر ہے کہ کہین تم پر دنیا کی زیادتی ایسی ہوجاوے جیسی تمسے پہلے لوگون پر ہوئی تھی اور انھین کی سی رغبت تم مین بھی ہوجاوے
اور پھر دنیا تمکو بھی انھین کی طرح تباہ کردے اور حضرت ابو سعید خدری رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ان اکثر ما اخاف علیکم ما یخرج اللہ لکم من برکات الارض لوگون نے عرض کیا کہ برکات الارض سے کیا غرض ہے آپنے فرمایا
یازہرۃ الدنیا اور ایک حدیث مین فرمایا لاتشغلوا قلوبکم بذکر الدنیا یہان مقام تامل ہے کہ آپنے ذکر سے بھی منع فرمایا اسکا حاصل کرنا
تو درکنار اور عمار بن سعید رض سے روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر ایک گاؤن پر ہوا جسکے رہنے والے صحن اور راستون
مین مرے پڑے تھے آپنے حواریین سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ غضب الہی سے ہلاک ہوے ہین ورنہ ایک دوسرے کو دفن کرتے
انھون نے عرض کیا کہ کسی طرح انکا حال ہمکو معلوم ہوجاتا تو خوب ہوتا آپنے جناب باری مین عرض کیا ارشاد ہوا کہ رات کے
وقت انکو پکارنا تو جواب دینگے جب رات ہوگئی آپنے ایک ٹیلے پہ کھڑے ہو کر پکارا اے گاؤن والو وہان سے کسی نے جواب دیا کہ کیا ارشاد
ہے اے روح اللہ آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہے اسنے جواب دیا کہ شام کو اچھی طرح سوئے تھے صبح کو دوزخ مین جا پڑے آپنے پوچھا

کہ اسکا کیا سبب تھا اُسنے عرض کیا کہ ہم لوگون کو محبت دنیا تھی اور گنا ہگارون کی فرمانبرداری کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ دنیا کو کتنا چاہتے تھے اُسنے عرض کیا کہ جتنا لڑکا اپنی مان کو چاہتا ہے کہ جب سامنے آئی خوش ہوا اور جب چلی گئی تو رنجیدہ ہوکر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ تیرے ساتھی جواب کیون نہین دیتے عرض کیا اسلیے کہ اُنکے منہ مین آگ کی لگامین ہین اور اُنکی باگین فرشتے کڑے تیز مزاج لیے ہوئے ہین آپ نے پوچھا کہ اُن مین سے تو کسطرح بولتا ہے اُسنے عرض کیا کہ مین اُن مین تو نہ تھا لیکن چونکہ اُنکے ساتھ رہتا تھا عذاب نے مجھکو بھی نہ چھوڑا اب مین دوزخ کے کنارہ پر لٹکا ہوا ہون یہ نہین جانتا کہ اُس سے بچونگا یا اُسمین ڈھکیلا جاؤنگا آپ نے حوارین کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ جو کی روٹی مٹی نمک سے کھالی اور ٹاٹ پہنا اور گھورے پر سو رہنا بہت ہے اگر دنیا و آخرت مین تندرستی ملے اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضبا بڑی تیز تھی کہ کوئی سانڈنی اُس سے آگے نہ بڑھتی ایک اعرابی اپنی ایک اونٹنی لایا وہ اُس سے آگے نکل گئی مسلمانون کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا آپ نے فرمایا انہ حق علی اللہ ان لا یرفع شیئا من الدنیا الا وضعہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص سمندر کی موج پر عمارت نہین بنا سکتا موج سمندر سے غرض دنیا ہے اسلیے اُسکو اپنا قرارگاہ نہ ٹھہراؤ اور بعض حوارین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہمکو ایک ہی بات بتلا دیجیے جس سے خدا ہمسے محبت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ دنیا سے بغض کرو خدا تمسے محبت کریگا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا ولہانت علیکم الدنیا ولآثرتم الآخرۃ اور یہ خود اُنکا قول ہے کہ جو مین جانتا ہون اگر تمکو معلوم ہو تو تم خاک کے تودون پر نکل نکلکر اپنے لیے رودو اور اپنا مال اسی طرح چھوڑ دو کہ کوئی اُسکا محافظ نہو اور نہ کوئی اُسکا پرسان ہو صرف اسقدر رکھو جسکی ضرورت ہو البتہ پوچھا جاوے مگر تمھارے دلون سے آخرت کی یاد جاتی رہی اور اس سے بے خبر ہوگئے اسلیے دنیا تمھارے اعمال پر چھا گئی اور تم جاہلون کی طرح ہو گئے بعض تم مین سے بہائم سے بھی بدتر ہو گئے کہ عاقبت کے خوف سے اپنی تمنا نہین چھوڑتے تمکو کیا ہوا ہے کہ آپس مین محبت و نصیحت نہین کرتے دین کے بھائی کہلاتے ہو تمھارے خبث باطن کی جہت سے تمکی آرزوئین جدا جدا ہین اگر اچھی بات پر اتفاق کر لیتے تو البتہ ایک دوسرے سے محبت بھی کرتے یہ کیا بات ہے کہ دنیا کے امور مین تو ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے ہو آخرت کی باتون مین نہین کرتے کسی سے خیر خواہی اپنے دوست کی نہین ہوسکتی نہ امر آخرت مین اُسکی اعانت بن آوے یہ باتین ضعف ایمان کی باعث ہین اگر آخرت کے خیر و شر کو یقینی جانتے جیسے دنیا کی بھلائی برائی سمجھتے ہو تو آخرت ہی کی طلب کو اختیار کر لیتے کہ اُس سے سب کام بنتے ہین اگر یون کہو کہ آخرت غائب ہے اور دنیا موجود اسلیے نقد سر دست کی محبت غالب ہے تو یہ وجہ بھی ہیچ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ دنیا مین جو باتین کہ تمھارے سامنے نہین ہین اُنکے لیے صدہا طرح کی مصیبتین اُٹھاتے ہو اور رنج اور دکھ سہتے ہو اور بیسیون طرح کے حرفے اسکے حصول کے لیے کرتے ہو اور جس واسطے کرتے ہو وہ امر موہوم ہی ہوتا ہے شاید اس محنت سے بھی میسر ہو واقع مین دیکھو تو تم اچھے نہین ہو جس چیز سے کہ تمھارے ایمان کا امن معلوم پڑتا اُسپر تمھارا اعتقاد ٹھیک نہین پس اگر تمکو جو باتین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین اُسمین شک ہو تو ہمارے پاس آؤ ہم بیان کرین اور نور ایمانی سے وہ بات دکھلا دین جس سے تمھارا اطمینان ہو جاوے بخدا تم عقل مین کم نہین ہو کہ ہم تمکو معذور رکھین دنیا کے امور مین تمھاری رائے بہت پکی ہوتی ہے اور اپنے سب کام ہوشیاری سے کرتے ہو یہ کیا ہے کہ ذرا سی دنیا ملے تو اُسپر ہنسی خوشی بشاش ہوا اور اگر تھوڑی سی چیز جاتی رہے تو اُسکا رنج کر دیا یہانتک کہ چہرہ پر اُسکے آثار معلوم ہوتے ہین اور زبان پر آ جاتے ہین اور اُسکو مصیبت نام رکھ چھوڑا ہے اسلیے اُسکا [illegible] کرتے ہو لیکن اکثرون نے تم مین سے بہت سا دین چھوڑ دیا اُس سے نہ تمھارا چہرہ بگڑتا ہے نہ حال بدلتا ہے مجھے ایسا سوجھتا ہے کہ

کہ خدا تعالے اُنسے ناراض ہوگیا جب آپس میں ملتے ہو تو اظہار فرقت کرتے ہو اور ہر ایک کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دوسرے کے سامنے اسکو بُری لگتی بات کہیے اس خوف سے کہ کہیں وہ بھی اپنے ساتھ اسیطرح پیش نہ آوے تو جو کہ کینہ کیساتھ لیے رہتے ہو تمھاری باتین گھورے کی سی سبزی ہی اور بڑی بات کو چھوڑے ہوئے ہو مین خدا سے چاہتا ہون کہ مجکو تم سے نجات دے اور اُس شخص سے ملا دے کہ جسکے دیدار کا مین مشتاق ہون اگر وہ زندہ ہوتے تو تمھاری برداشت ہرگز نہ کرتے اب اگر تم مین کچھ بھلائی ہی تو مجھسے سُن چکے اور اگر خدا کے پاس کی چیز کے طالب ہو تو اسکو آسان پاؤگے اُسکا حاصل ہونا کچھ مشکل نہیں اللہ تمکو اور مجکو دونون کو مدد دے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حوارین دین کو پورا ثابت لے لو اور تھوڑی سی دنیا پر قناعت کرو جیسے کہ دنیا کے لوگ دنیا پوری لیتے ہین اور تھوڑے سے دین پر راضی ہوجاتے ہین ؎ مال دنیا دام مرغان ضعیف + ملک عقبی دام مرغان شریف ۔ سوسے دریا عزم کن زین آبگیر + بحر جو و ترک این گرداب گیر + اور یہ بھی حضرت موسی علیہ السلام کا قول ہی کہ اے وہ شخص جو دنیا کو اسواسطے طلب کرتا ہی کہ اُس سے نیکی کرے تیرے حق مین اُسکا ترک کرنا ہی نیک ہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لتاتینکم بعدی دنیا تاکل ایمانکم کما تاکل النار الحطب اور حضرت موسی علیہ السلام پر خداوند کریم نے وحی بھیجی کہ اے موسی محبت دنیا کی طرف میل نہ کرنا ورنہ کوئی گناہ کبیرہ میرے نزدیک اس سے سخت نہوگا اور ایکبار آپ ایک شخص کے پاس گذرے کہ وہ رو رہا تھا جب پھر کر آئے تب بھی روتے پایا حضرت موسی علیہ السلام نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ آلہی تیرا بندہ تیرے خوف سے روتا ہی حکم ہوا کہ اے ابن عمران اگر یہ شخص روتے روتے اپنا دماغ بھی آنسوؤن کے ساتھ بہا دیگا اور ہاتھ اُٹھاے اُٹھاے گر پڑیگا مین اُسکی مغفرت نہ کرونگا اسلیے کہ محبت دنیا مین مبتلا ہی آثار حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جس شخص مین چھ باتین جمع ہون اُسنے جنت کے لیے کوئی مطالبہ نہین اُٹھا رکھا نہ دوزخ سے بچاؤ کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا اول یہ کہ خدا کو پہچان کر اُسکی اطاعت کی دوسرے شیطان کو پہچانکر اُسکی نافرمانی کی تیسرے حق کو پہچانکر اُسکا اتباع کیا چوتھے باطل کو جانکر اُس سے بچا پانچوین دنیا کو معلوم کرکے اُسکو ترک کیا چھٹے آخرت کو جان کر اُسکی طلب کی اور حضرت حسن رضہ فرماتے ہین کہ خدا تعالے رحم کرے اُن لوگون پر جنکے پاس دنیا امانت رہے اور اُسکے مستحقون کو سونپ کر خود ہلکے پھلکے چل دین اور نیز فرمایا کہ جو شخص تمسے دین کے باب مین منافست یعنی حرص یا ہمسری کرے تو اُسکی حرص کرنی چاہیے اور جو دنیا کے باب مین حرص کرے تو حرص دنیا وہی اُسی کے سینہ مین چھوڑ دو اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ دنیا ایک گہرا سمندر ہی اُسمین بہت سے لوگ ڈوب گئے تم اپنی کشتی دنیا مین تقوی کو بناؤ اور ایمان کو اُسمین رکھو اور توکل کا بادبان چڑھاؤ تاکہ اس موجہ سے نجات پاؤ گو مجھے معلوم نہین ہوتا کہ نجات ملے اور حضرت فضیل رضہ فرماتے ہین کہ مین اس آیت مین بہت تامل کرتا ہون انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا و انا لجاعلون ما علیہا صعیدا جرزا اور بعض حکما کا قول ہی کہ آدمی کو جو شی دنیا مین سے کسی روز ملتی ہی وہ ایسی ہوتی ہی کہ اُسکا پہلے بھی کوئی قابض تھا اور اُسکے بعد اُسکا کوئی مالک ہوگا اُسکو صرف اُسیقدر ملتا ہی جو صبح اور شام کھا پی لیا ایس لقمہ کے واسطے تباہ ہونا نہ چاہیے بلکہ دنیا سے روزہ رکھے اور آخرت پر افطار کرے اور دنیا کا راس المال خواہش نفس ہی اور اُسکا نفع آتش دوزخ ہی اور بعض راہبون سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کا کیا حال ہی اُسنے جواب دیا کہ بدنون کو پُرانا کرتی ہی اور امیدون کو بناتی اور موت کو نزدیک کرتی ہی اور آرزون کو دور پھر پوچھا کہ دنیا کے لوگون کا کیا حال ہی جواب دیا کہ جس کو ملتی ہی وہ مشقت مین پڑتا ہی اور جسکو نہین ملتی وہ رنج اُٹھاتا ہی ؎ بلا کے زین جہان آشوب تر نیست + کہ رنج خاطر ست ار ہست و گر نیست + اور بعض حکما کا قول ہی کہ دنیا تھی اور مین نہ تھا اور یہ رہیگی اور مین نہ رہونگا مین اُسکی طرف رغبت نہین کرتا اسلیے کہ اُسکی زندگی تلخ ہی اور اُسمین کدورت کا نام صفائی ہی اُسکے لوگون کو اُسکی طرف سے ایک نہ ایک خوف لگا رہتا ہی خواہ نعمت کے دور ہونے کا یا مصیبت کے آنے کا

میدان چھانٹ کر ۱۲

یا سوت کے کام کر جانے کا اور بعضون کا قول ہی کہ دنیا کے عیبون مین سے ہی کہ کسیکو استحقاق کے بموجب نہین دیتی کمی بیشی خواہ مخواہ ہوتی ہی اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ دنیا کی نعمتون کو لحاظ کرو گویا انپر خفگی ہوئی اور نا اہلون کے حوالہ کی گئی ہین اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جو دنیا کو محبت سے طلب کرتا ہی جتنی اسکو ملتی ہی اس سے زیادہ ہی کا طالب ہوتا ہی ۵ گفت چشم تنگ دنیا دار را + یا قناعت پر کند یا خاک گور + اور جو آخرت کو محبت سے طلب کرتا ہی اسکا بھی یہی حال ہی کہ جتنی ملے اس سے زیادہ چاہتا ہی نہ اسکی کچھ انتہا ہی نہ اسکی اور ایک شخص نے ابو حازم رح سے شکایت دنیا کی محبت کی کی کہ باوجودیکہ مجھے اسمین رہنا نہین پھر بھی محبت اسکی ہی آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تمکو خدا دے یہ دیکھ لیا کرو کہ وجہ حلال سے ملے اور پھر اسکو جہان مناسب ہو وہان خرچ کیا کرو تو محبت دنیا ضرر نہ کریگی اور یہ اسلیے فرمایا کہ اگر صرف محبت ہی پر نفس کا مواخذہ کیا جاوے تو مشقت عظیم ہو اور تنگ ہو کر موت کی آرزو کرنے لگے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دنیا شیطان کی دوکان ہی اسمین سے تم چرائو نہین تو وہ تمھارے پیچھے لگیگا اور پکڑیگا اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر دنیا سونے کی ہوتی اور فنا ہو جاتی اور آخرت ٹھیکری ہوتی اور باقی رہتی تب بھی عقلا کو یہی چاہیے تھا کہ باقی ہی چیز کو پسند کرتے اور فانی کو چھوڑتے تو اب تو فانی چیز ٹھیکری ہی اور باقی سونے کی سو نہین معلوم کہ ہمنے ایسی چیز کو اس قاعدہ پر کیون پسند کر رکھا ہی اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ اپنے آپکو دنیا سے بچاؤ اسلیے کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہی کہ قیامت کے روز دنیا کی تعظیم کرنے والا کھڑا کیا جاویگا کہ یہ وہ شخص ہی جنے ایسی چیز کی تعظیم کی جسکو خدا تعالی نے حقیر بنایا تھا اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہر ایک انسان مہمان ہی اور اسکا مال امانت ہی پس مہمان ایک روز چلا جاویگا اور امانت مالک کے پاس واپس جاویگی ۵ مال اور اہل کو تو سمجھ کہ ودیعت ہین سب + ہی ضروری کہ کبھی تجسے یہ واپس لیوین + اور حضرت رابعہ رح کے پاس انکے مرید ملازمت کے لیے حاضر ہوے اور دنیا کا ذکر کرکے اسکی مذمت کرنے لگے انھون نے فرمایا کہ چپ ہو اسکا ذکر مت کرو اگر اسکی جگہ تمھارے دلون مین نہوتی تو کثرت سے ذکر کیون کرتے یہ بات ظاہر ہی کہ جو شخص کسی چیز کی محبت رکھتا ہی اسکا ذکر بہت کیا کرتا ہی اور حضرت ابراہیم ادہم سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہی انھون نے ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہی قطعہ

بگاڑا دین کو اپنے کہین بنا ہی ملیجا ہے
نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے مزے پائے
بڑی دولت ملے اسکو جو ہو اللہ کا عاشق
امید اچھی جتنی پر یہ دنیا اس سے چھٹ جائے

اور ایک دوسرے کسی شاعر کے قطعہ کا ترجمہ یہ ہی قطعہ

طلب مین دنیا کی ہو گر کسی کی عمر دراز
رہا کرے ہمہ عیش و سرور سے دمساز
و لیک اسکی مثل اسطرح ہی آخر کار
بنا کے کوئی عمارت کو جون کرے دمساز

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

مملکت گیرے تا نجا و دان
اگر دولت خفتہ توان از خواب دان
ایچ دیگر برنچین گنجیدہ شد
نام دولت بر جنین پیچیدہ شد
تخته بند ہست آنکہ تختش خوانده
صدر پندارے و بر در مانده
مرد باش و مسخره مردان مشو
رو سر خود گیر و سرگردان مشو

اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر دنیا کو آخرت کے عوض مین دے ڈالوگے تو دونون مین نفع رہیگا اور آخرت کو دنیا کے بدلے مین دوگے تو دونون مین نقصان رہیگا اور مطرف بن شخیر فرماتے ہین کہ بادشاہون کے عیش جان اور رنگ کے فرش کو نہ دیکھنا

بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہین اور انجام کیسا برا ہوتا ہی اور حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہین کہ اللہ تعالے نے دنیا کے تین حصے کیے ہین ایک حصہ مومن کے واسطے اور ایک منافق کے اور ایک کافر کے لیے مومن اسکو توشہ آخرت بناتا ہی اور منافق ظاہر کی زینت کرتا ہی اور کافر اس سے کامیاب ہوتا ہی اور بعضون کا قول ہی کہ دنیا مردار ہی جو کوئی اس مین سے کچھ لینا چاہے تو کتون کے ساتھ رہنے پر صبر و تحمل کرے اور دنیا کی برائی مین حافظ شیراز فرماتے ہین ؎ مجو درستی عہد از زمان سست نہاد کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد ست + فریب عشوہ کشمن ز دہان پیر مخوز + کہ ہر کہ کرد باو اختلاط ناشاد ست + اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ یہ بھی خدا کے نزدیک دنیا مین سے ہی کہ خدا کی نافرمانی دنیا ہی کے باب مین ہوتی ہی اور اسکے پاس کے ملاپ بدون دنیا چھوڑے نہین ملتے ؎ جو خوب غور سے دنیا کو دیکھے کوئی لبیب + لباس دوست مین دشمن نظر پڑے اسکو + اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

دنیا اک زال بیسوا ہے	بے مہر و حیا و بے وفا ہے
دستور ہی اسکا سب نرالا	اللہ نہ ڈالے اس سے پالا
رہتی نہین ایک جا چھپ کر	پھرتی ہی ہر سنگ نر دگھر گھر
جو اس مین پھنسا ہوا وہ برباد	خوشحال رہی ہی جو ہو آزاد

اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے شیطان کا لشکر اسکے پاس آیا کہ ایک نبی مبعوث ہوئے اور انکی امت ظاہر ہوئی اسنے پوچھا کہ انکی امت کو محبت دنیا بھی ہی لشکر نے کہا کہ ہان محبت دنیا ہی اسنے جواب دیا کہ اگر محبت دنیا ان مین ہی تو بت پرستی نہ کرنے سے کیا ہوتا ہی ایکی تین وجہ سے میری آمد و رفت انکے پاس صبح و شام رہیگی اول مال کا ناحق لینا دوم اسکو بے موقع صرف کرنا سوم صرف کرنے کی جگہ سے روک لینا اور یہ ایسی بات ہی کہ ساری برائی اسی کے پیچھے ہی اور ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ کچھ وصف دنیا کا ارشاد فرمایئے آپنے فرمایا کہ ایسے مکان کی کیا تعریف کرون کہ جو اسمین تندرست ہی بیماری سے نڈر نہین اور جو بیمار ہوتا دم ہو اور جو مفلس ہو جاوے تو غم کرے اور تونگر ہو تو بلا مین پھنسے حلال ہو تو حساب دینا پڑے اور حرام ہو تو عذاب مین مبتلا ہو اور پھر دوبارہ کسی نے آپ سے دنیا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کہو تو مختصر کہون اور کہو تو طویل بیان کرون سائل نے کہا کہ مختصر فرمایئے آپنے فرمایا کہ اسکے حلال کا حساب دینا ہوگا اور حرام کا عذاب سہنا ہوگا اور حضرت مالک ابن دینار رح فرماتے ہین کہ اس جادوگرنی یعنی دنیا سے بچے رہو یہ علما کے دلون پر جادو کر دیتی ہی اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہی کہ جب آدمی کے دل مین آخرت ہوتی ہی تو دنیا اسکا مقابلہ کرتی ہی لیکن اگر دنیا دل مین ہوتی ہی تو آخرت مقابل نہین ہوتی اسلیے کہ آخرت شریف ہی اور دنیا کمینی کمینے کا مقابلہ شریف سے نہین ہو سکتا اس قول مین بڑی شدت ہی ہمکو توقع ہی کہ اس باب مین قول سیار بن حکم کا صحیح ہو وہ فرماتے ہین کہ دنیا و آخرت دونون دل مین اکٹھی ہوتی ہین جو غالب ہو جاتی ہی دوسری اسکی تابع رہتی ہی اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جتنا دنیا کے لیے تردد کرو اتنا ہی آخرت کی فکر دل سے جاتی رہتی ہی اور جتنا آخرت کا تردد کرو اتنا ہی دنیا کی فکر دل سے نکل جاتی ہی اور یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نکالا ہی کہ آپ فرماتے ہین کہ دنیا و آخرت دو سوتین ہین جتنا ایک راضی ہوگی اسی قدر دوسری ناخوش ہوگی اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ بخدا ہمکو ایسے لوگ ملے ہین جنکے نزدیک دنیا خاک پاسے بھی زیادہ ذلیل تھی انکو اسکی کچھ پروا نہ تھی کہ دنیا کدھر سے آئی اور کدھر کو چلی گئی اور کس کے پاس رہی اور کسکے پاس سے جاتی رہی اور ایک شخص نے انسے پوچھا کہ آپ اس شخص کے باب مین

کیا فرماتے ہین جبکہ خدا نے دیا ہوا اور وہ اُسکو خیرات اور صلہ رحم اور اہل و عیال کی خبر گیری مین اچھی طرح صرف کرتا ہو اُسکو جائز ہی کہ خود دیکھی
شمر کرے یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین اگر ساری دنیا بھی اُسی کی ہو جاوے تب بھی بقدر کفاف ہی اُسمین سے لے اور باقی کو اپنی احتیاج کے
دن کیلیے یعنے قیامت کے لیے رکھ چھوڑے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر بالفرض تمام دنیا میرے قبضے مین وجہ حلال سے چلی آوے
اور اُسکا حساب بھی آخرت مین مجھ سے نہ لیا جاوے تب بھی مین اُسکو ناپاک سمجھون جیسے تم لوگ مردار کو سمجھتے ہو کہ کہین کپڑے کو نہ لگ
جاوے اور روایت ہی کہ حضرت عمر رض جب شام مین پہونچے تو حضرت عبیدہ بن جراح اُنکے استقبال کو ایک اونٹنی پر تشریف لائے
جسکی مہار رسی کی تھی حضرت عمر رض اُنکے مکان پر تشریف لے گئے تو بجز ڈھال و تلوار اور اونٹنی کی زین کے اور کچھ نہ دیکھا فرمایا کہ گھر کا سامان
بنالو تو کیا اُنھون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین رض سامان سے بجز خواب کے اور کیا حاصل ہوگا ف مترجم کہتا ہی کہ یہ قصہ اُسوقت
کا ہی کہ حضرت عبیدہ رض شام کے لشکر کے سپہ سالار تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسبب استدعاء کفار صلح کے واسطے تشریف لے گئے تھے
بعض روایتون مین ہی کہ حضرت کی دعوت سب سردارون لشکر نے کی تھی مگر حضرت عبیدہ رض نے نہین کی تھی آپ نے اُنکو فرمایا کہ مین
تمہارا مکان دیکھا چاہتا ہون اُنھون نے عرض کیا کہ آپ میرے یہان تشریف لیجا کر روئینگے آپ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین چنانچہ
جب تشریف لے گئے تو وہی سیف و سپر دیکھی اور بیٹھنے کے لیے ایک چٹائی تھی اور ایک کوزہ پانی کا رکھا تھا آپ کو یہ زہد اُنکا دیکھتے
ہی رونا آگیا اُنھون نے عرض کیا کہ مین تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ آپ میرے یہان گریہ فرماینگے آپ نے فرمایا کہ مین تمہاری اس اوقات
سے خوش ہون تمنے طریقہ ہمارے دو یارون اور ہمچویون کا بنایا غرضکہ دنیا کو جنہین لوگون نے پہچانا تھا اور احکام الٰہی کو دل
سے پہچانا تھا اتباع رسول مقبول پیشوا تھے اور محبت آخرت پر فریفتہ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا کو بدن کی
آسایش ضروری کے لیے لینا چاہیے اور آخرت کو دل کی راحت دائمی کے واسطے لینا چاہیے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ بنی
اسرائیل نے جو بعد خدا پرستی بت پرستی اختیار کی صرف محبت دنیا کے باعث کی اور وہیب رح فرماتے ہین کہ مین نے بعض کتابون مین
پڑھا ہی کہ دنیا ہوشیارون کے لیے غنیمت ہی اور جاہلون کے لیے غفلت یعنے دانا آدمی اُسمین اعمال نیک کرنے کو لوٹ اور غنیمت سمجھتے
ہین اور نادان اُسکو پہچانتے نہین جب اُس سے انتقال کرتے ہین تو پھرنے کی تمنا کرتے ہین پھر لوٹنا کہان میسر ہوتا ہی اور حضرت
لقمان رح نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ جب سے تو دنیا مین پیدا ہوا وہ پیٹھ پھیر کر چلی جاتی ہی اور آخرت منہ کے سامنے آتی جاتی ہی پس اپنے آپ کو
ایسی ہی جگہ پہونچانا چاہیے جو نزدیک اور سامنے ہی دور کی جگہ سے کیا فائدہ اور سعید بن مسعود رح کا قول ہی کہ جب یہ معلوم ہوا کہ
کسی شخص کی دنیا بڑھتی جاتی ہی اور دین کم ہوتا جاتا ہی اور وہ اس سے خوش ہی تو جان لو کہ وہ شخص بڑے ٹوٹے مین ہی کہ اسکو
دنیا نے مسخرہ بنا لیا ہی حالانکہ اُسکو خبر بھی نہین اور حضرت عمرو بن العاص رض نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا کہ جس چیز مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم زہد کیا کرتے تھے اُسمین تمکو زیادہ راغب پاتا ہون بخدا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تین دن ایسے کبھی نہین گذرے
کہ آپ کی آمدنی قرض سے زیادہ ہو اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایکبار یہ آیت پڑھی فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا اور پھر فرمایا کہ جانتے
ہو یہ کس کا قول ہی یہ اُسکا قول ہی جسنے دنیا کو پیدا کیا اور اُسکا حال بھی وہی خوب جانتا ہی تمکو چاہیے کہ دنیا کے شغلون سے کنارہ کرو
اُسمین بہت سے کاروبار رہتے ہین ایک کام جب آدمی کو درپیش ہوتا ہی تو دس اور درپیش ہو جاتے ہین اور یہ بھی اُنھین کا قول
ہی کہ آدم زاد بڑا مسکین ہی ایسے مقام پر خوش ہی کہ جسکے مال حلال مین حساب ہو اور حرام مین عذاب اپنے مال کو کتنا ہی ہو کم جانتا ہی
مگر اعمال کو تھوڑا نہین سمجھتا دین مین اگر کوئی مصیبت پڑے تو خوش ہوتا ہی اور دنیا کی مصیبت پر واویلا مچاتا ہی اور ایکبار اُنھون نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا کہ بعد سلام معلوم ہو کہ اپنے آپ کو ایسا سمجھو کہ موت نے مردون مین لکھ دیا ہی اُسکا جواب

انھون نے لکھا کہ تمہارے سلام کے معلوم ہوا کہ یون سمجھو کہ دنیا مین کبھی تھے ہی نہین ہمیشہ آخرت ہی مین رہے اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ دنیا مین آنا تو آسان ہی مگر نکلنا سخت مشکل ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ جسکو یہ معلوم ہو کہ موت حق ہی بڑا تعجب ہی کہ وہ کسطرح خوش ہوتا ہی اور یہ بھی عجیب بات ہی کہ جسکو یقین ہو کہ دوزخ حق ہی وہ کسطرح ہنستا ہی اور جو دنیا کے حالات بدلتے دیکھتا ہی وہ کیسے اسپر اعتماد کرتا ہی اور جو تقدیر کو برحق جانتا ہی وہ کسطرح رنج کرتا ہی اور حضرت معاویہ رض کے پاس ایک شخص نجران سے آیا جسکی عمر دو سو برس کی تھی آپ نے اس سے دنیا کی کیفیت پوچھی اُسنے عرض کیا کہ کچھ برس مصیبت مین کٹے اور کچھ آرام مین دن رات یون ہی گذرے جاتے ہین پیدا ہونے والے پیدا ہوتے جاتے ہین مرنے والے مرتے جاتے ہین اگر بچے پیدا نہون تو مخلوق تباہ ہو جاوے اور اگر موت نہ آوے تو دنیا مین گنجایش آبادی کی نہ رہے آپ نے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہے مانگ اُسنے عرض کیا کہ میری عمر گذشتہ آپ دے سکتے ہین یا موت جو آنے والی ہی اُسکو روک سکتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ تو دونون باتین نہین ہو سکتی اُسنے عرض کیا کہ تو پھر مجھکو آپ سے کچھ حاجت بھی نہین اور داود طائی رح فرماتے ہین کہ اے انسان تو اپنی آرزو کے پورا ہونے سے خوش ہوتا ہی یہ نہین جانتا کہ عمر ضائع کرکے یہ آرزو ملی عمل کے کرنے مین آج کل کرتا ہی شاید اُسکا نفع کسی اور کو ہوگا اور حضرت بشر رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالے سے دنیا کی طلب کرتا ہی تو یہ چاہتا ہی کہ خدا کے سامنے زیادہ ٹھہرا رہون یعنی قیامت کو اتنا ہی حساب مین دیر لگیگی ابو حازم رح فرماتے ہین کہ دنیا مین خوشی کی کوئی ایسی چیز نہین جسکے ساتھ رنج نہو اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی کا دم دنیا سے تین حسرتون کے ساتھ نکلتا ہی اول یہ کہ جو جمع کیا تھا اس سے سیر نہوا دوسرے جو تمنا کی تھی وہ پوری نہوئی تیسرے توشہ آخرت اچھی طرح نہ کر لیا اور بعض عابدون سے کسی نے کہا کہ تم تونگر ہو گئے اُسنے جواب دیا کہ تونگر وہ ہی جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہو جاوے اور حضرت ابو سلیمان رح کا قول ہی کہ دنیا کی خواہش سے وہی صبر کرتا ہی جسکے دل مین شغل آخرت ہو اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ ہم سب مین دنیا کی محبت آگئی کہ نہ ایک دوسرے کو امر معروف کرتے ہین نہ نہی امر منکر اور اس امر سے ہمکو خدا تعالے ہرگز نہین چھوڑیگا معلوم نہین کہ کونسا عذاب ہمپر نازل ہوگا اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ تھوڑی سی دنیا بہت سی آخرت سے باز رکھتی ہی اور حضرت حسن رح کا قول ہی کہ دنیا کو ذلیل سمجھو جو کوئی اُسکو ذلیل جانتا ہی اُسی پر یہ سب سے زیادہ گوارا ہوتی ہی اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر احسان کیا چاہتا ہی تو اُسکو کچھ دنیا عنایت کر دیتا ہی جب وہ ہو چکتی ہی پھر دیتا ہی اور جب اُسکے نزدیک کوئی بندہ ذلیل ہوتا ہی تو اُسپر دنیا کا بہت سا پھیلاو کر دیتا ہی اور بعض اکابر یون دعا مانگتے اے وہ شخص کہ آسمانو زمین پر گرنے سے رہکے ہوئے ہی مجھ سے دنیا کو روک دے اور محمد بن منکدر رحمہ اللہ کا قول ہی کہ بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ تمام عمر روزہ رکھا ہوگا اور تہجد پڑھا ہوگا شب بیداری مین فتور نہ کیا ہوگا مال خیرات کیا ہوگا اللہ کی راہ مین جہاد کیا ہوگا منہیات سے بچے ہونگے مگر قیامت کو جب سامنے ہونگے تو یہ کہا جاویگا کہ اُنھون نے اپنے نزدیک اُس چیز کو بڑا سمجھا جسکو خدا نے چھوٹا کیا تھا اور جسکو خدا نے بڑا کیا تھا اُسکو حقیر جانا دیکھا چاہیے ایسون کا کیا حال ہوگا ہم مین سے کون ایسا ہی جسکا یہ حال نہو اور اُسپر طرہ یہ ہی کہ گناہ ہونگا بار سر پہ ہی اور ابو حازم رح کا قول ہی کہ دنیا و آخرت دونون کی مشقت زیادہ ہی آخرت کی تو اسلیے ہی کہ کوئی یار و مددگار نہین کہ وہان کام آوے اور دنیا کی اسوجہ سے کہ جس چیز مین ہاتھ ڈالو اُسکو تم سے پہلے کسی نہ کسی بدکار نے کر لیا ہی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دنیا ادھر مین ٹھہری ہوئی ہی جیسے پرانی مشک لٹکتی ہو جبدن سے اُسکو خدا نے پیدا کیا اور جب تک فنا کریگا یہی پکارتی ہی کہ الٰہی تو مجھکو کیون برا جانتا ہی ارشاد ہوتا ہی کہ او ناچیز چپ رہ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہین کہ محبت دنیا اور گناہون کی دل کو پراگندہ کر دیتی ہی اسمین خیر کسطرح پہونچے اور وہب بن منبہ رح کا قول ہی کہ جس شخص کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہوتا ہی وہ حکمت چوک جاتا ہی اور جو شخص اپنی شہوت اپنے پاؤن تلے کر لیتا ہی شیطان اُسکے سایہ سے بھاگتا ہی

اور جس کسی کا علم ہوا سے نفسانی پر غالب ہوتا ہی وہ بڑا زبردست ہی اور حضرت بشر رح سے کسی نے کہا کہ فلان شخص مر گیا انھون نے فرمایا کہ دنیا کو جمع کیا اور آخرت مین ہو نچکر اپنی جان کھو دی لوگون نے کہا کہ وہ تو بہت سی نیکیان کیا کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے جمع کرنے کے ساتھ ان چیزون سے کیا فائدہ ہی اور بعض اکابر کا قول ہی کہ باوجودیکہ دنیا کو ہم دشمن سمجھتے ہین پھر بھی اُسکی محبت کرتے ہین اگر کہین دوست سمجھتے تو کیا جانے کیا حال ہوتا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کسکو ملتی ہی اُسنے جواب دیا کہ جو اُسکو چھوڑ دے پھر پوچھا کہ آخرت کس کی ہی اُسنے جواب دیا کہ جو اُسکو طلب کرے اور ایک حکیم کا قول ہی کہ دنیا اجڑا ہوا مکان ہی اور اُس سے زیادہ تر وہ دل اُجاڑ ہی جو دنیا کا پیچھا کرتا ہے اور بہشت ایک آباد مکان ہی اور اس سے زیادہ آباد وہ دل ہی جسمین جنت کی طلب ہو اور حضرت جنید بغدادی رح روایت کرتے ہین کہ امام شافعی رح سچے مریدون مین کہ باب مین حق کہنے ایک اپنے برادر دینی کو نصیحت کے طور پر خدا سے ڈرا کر یون فرمایا اے برادر دنیا جائے لغزش قدم ہی اور محل ذلت و مذمت اسکی آبادی کا مآل خراب ہونا ہی اور رہنے والون کا انجام قبرون مین جانا ہوتا ہی جمعیت ہی اسکو علیحدگی لازم ہی اور رہنا تونگری کے ساتھ فقیری قائم اسکی کثرت موجب تنگدستی ہی اور تنگدستی باعث فراخ دستی پس ہمہ تن متوجہ اللہ ہو اور اسکی روزی پر قانع اس دار فنا کو دار بقا پر ترجیح مت دے زندگی ڈھلتا ہوا سایہ ہی اسکی ہوئی دیوار اعمال کی کثرت کرو اور امل کو کم کرو اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہین خواب مین چاندی کا سکہ دیا جاوے اچھا ہی یا جاگتے مین سونے کا اُسنے جواب دیا کہ جاگتے مین سونے کا سکہ بہتر ہی آپ نے فرمایا یہ بات تمنے جھوٹ کہی اسلیے کہ جس چیز کو تم دنیا مین بہتر سمجھتے ہو وہ گویا خواب کی چیز کو بہتر جانتے ہو اور آخرت کی چیز کو جو اچھا نہین جانتے گویا جاگتے کے وقت کی چیز کو اچھا نہین سمجھتے اور اسمعیل بن عیاش رح کا قول ہی کہ ہمارے ساتھی سب دنیا کو سوری کہا کرتے تھے کہ اے سوری ہم سے الگ رہ اور اگر کوئی نام اس سے بھی برا انکو ملتا تو اسی نام سے پکارتے اور حضرت کعب رض کا قول ہی کہ دنیا تمکو یہانتک محبوب ہوگی کہ تم اسکی اور اسکے لوگون کی پرستش کرنے لگوگے اور حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ عاقل تین شخص ہین اول وہ کہ دنیا کو ترک کرے پہلے اس سے کہ دنیا اُسے ترک کرے دوسرے وہ کہ قبر اپنی پہلے قبر مین جانے سے بنالے تیسرے وہ کہ خالق کو پہلے حاضر ہونے سے راضی کرلے اور نیز فرمایا کہ دنیا مین اس قدر نحوست ہی کہ اگر اسکی تمنا ہی کرو تو خدا تعالے کی طاعت سے باز رکھے اور بالکل اس مین مصروف ہونا تو اس سے بڑھکر ہی اور بکر بن عبداللہ رح کا قول ہی کہ جو کوئی دنیا کو اس غرض سے چاہے کہ مجھے دنیا کی حاجت نہ رہے تو اسکی مثال ایسی ہی کہ آگ کو گھاس سے بجھانا چاہے اور بندار رح کہتے ہین کہ جب دنیا دار زہد کے باب مین گفتگو کرین تو جان لو کہ شیطان نے انکو مسخرہ بنا رکھا ہی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ جو شخص دنیا پر حرص کریگا حرص کی آگ اُسکو جلا کر راکھ کر دیگی اور جو کوئی آخرت کا متوجہ ہوگا تو آخرت کی حرارت سے پگھل کر ڈھلے ہوئے سونے کی طرح کا کام ہو جائیگا اور جو شخص اللہ تعالے کیطرف متوجہ ہوگا تو انوار توحید سے در بے بہا بنجائیگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہین کہ دنیا مین چھ چیزین ہوتی ہین کھانا پینا پہننا سواری نکاح خوشبو سب کھانون مین عمدہ شہد ہی وہ مکھی کا لعاب ہی اور پینے کی چیزون مین اچھا پانی ہی جسمین نیک و بد سب مساوی ہین اور پوشاک کی چیزون مین اشرف حریر ہی جو کیڑون کے ریشم سے بنتا ہی اور سواریون مین اشرف گھوڑا ہی جسپر لڑائی مین مارے جاتے ہین اور منکوحات مین سے اشرف عورت کی صحبت ہی جو پیشاب گاہ کا پیشاب گاہ مین جانا ہی عورت اپنے بدن سے اچھے اعضا کو بناتی سنوارتی ہی مگر اسمین سے سب سے بری چیز کی طلب ہوتی ہی اور سونگھنے کی چیزون مین عمدہ مشک ہی جو حیوان کے خون سے بنتا ہی غرضکہ سب چیزین ایسی ہی واہیات ہین

دوسرا بیان اُن نصیحتون کا اور وعظون کا جنمین دنیا کی مذمت اور صفت مذکور ہی بعض اکابر کا قول ہی کہ لوگو آہستہ عمل کرو اور اللہ سے ڈرو زندگی پر مت پھولو اور موت کو مت بھولو دنیا کے طالب نہو اور نہ اُسکے راغب کیونکہ وہ بڑی مکار ہی اور دغا شعار اول اپنے مغالطون کو چکنا تی ہی پھر آرزون میں پھنساتی ہی طالبین کے واسطے اُسکی زینت ایسی ہی جیسے جلوہ کے وقت دلھن کی صورت سب کی نگاہ اسی پر پڑتی ہی تمام دل اسکے شیفتہ ہین اور جانین اسکی فریفتہ بہت سے عاشقون کو اسنے خاک مین ملایا اور جنہے اسپر اطمینان کیا اُسکو ذائقہ رسوائی چکھایا بھائیو اسکو چشم حقیقت سے دیکھو کہ اسمین کتنی آفتین ہین اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہی کہ خود خالق نے اُسکی مذمت کی ہی اسمین جو نیا ہی وہ پُرانا ہوگا اور جو موجود ہی وہ فنا عزیز ذلیل ہوگا اور کثیر قلیل ہر زندہ کو موت آویگی اور ہر شے فوت ہوجاویگی بھائیو خواب غفلت سے جاگو اور بیہوشی سے دور بھاگو پیشتر اس سے کہ لوگ تمکو کہین کہ فلان شخص بیمار رہی اور مرض سخت مین گرفتار کوئی کچھ دوا بتادو یا حکیم کو بلادو پھر طبیب تمھارے لیے آوین مگر تم مین توقع شفا کی نہ پاوین پھر یہ مشہور ہو کہ فلان شخص نے وصیت کی اور اپنے مال کو یون تقسیم کیا اور جسکے پاس سے اپنا لینا تھا اُس سے لیا پھر یہ کہین کہ لو صاحب اُنکی زبان بند ہوگئی نہ بھائیون سے بولین نہ ہمسائیون کو پہچانین اور نہ لب کھولین اور اُسوقت تمھاری پیشانی عرق سے تر ہو اور سینہ پیاپی آہ سے مضطر اور گمان موت کا کرسی صدق پر جلوہ گر معلوم ہو اور اپنا سفر تمکو بنظر یقین مفہوم پلکین بند ہونے سے اور زبان لفظ صحیح بولنے سے عاری ہو اور بھائی اور برادر سب مبتلائے گریہ وزاری کوئی کہے کہ یہ تیرا فلان برادر ہی یہ تیرا بیٹا لخت جگر ہی مگر تم کچھ جواب نہ دو زبان پر مہر خاموشی ہو پھر تم پر قضا نازل ہو اور اعضا مین سے روح نکلکر عالم بالا مین داخل اُسوقت تمام برادری جمع ہو اور کفن سیا جاوے اور غسل دیکر تمکو پہنایا جاوے عیادت کنندہ گھر بیٹھ رہین اور حاسد خوب شاد کہین تمھارے گھر والون کی نذر تمھارا مال ہو اور تم پر جواب دہی اعمال ف اس مضمون کو شیخ سعدی شیرازی نے ایک طویل قطعہ مین بیان کیا ہی جسمین سے مترجم چند شعر بہ نیہ ارباب نظر کرتا ہی قطعہ

فریاد از ان زمان کہ تن نازنین ما
ہر دم کسے برسم عیادت روان شود
دانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب
کاحوال برچگونہ و حال از چہ سان شود
گویند این برادر تو وین عزیز تست
نیز از عمل بماند و بے بادبان شود
وی آنجملہ روح وجسم زہم مفترق شوند
وز ہم و زیر چنانکہ پر آہ و فغان شود
آرند نعش تا بہ لب گور ہر کہ ہست
محبوس و مستمند دران خاکدان شود
نامے زما بماند و احباب از ما تمام
قول زبان موافق صدق جنان شود
خرم دلے کہ در حرم آبادمین کشش
بر بستر ہوان فتد و ناتوان شود
وانکس کہ مشفق ست و دلش مہربان ما
در حال ما چو فکر کند بدگمان شود
تا آن زمان کہ چہرہ بگردد ز حال خویش
ما را مجال خود نہ سر حال شان شود
آمد شد ملائکہ در وقت قبض روح
مرغ از قفس بر آید و در آشیان شود
تابوت و پنبہ و کفن آرند و مردہ شو
بعد از نماز باز سوے خانمان شود
میراث گیر کم خند و آید بجستجو
در زیر خاک با غم و حسرت نہان شود
ایمان ما ز غارت شیطان نگاہدار
حق را بحق ان لطف و کرم مہربان شود
اصحاب را چو واقعہ ما خبر کنند
در جستجوی دوا بہر این و آن شود
یاران و دوستان ہمہ در فکر عافیت
وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود
در ورطۂ ہلاک فتند گشتہ وجہ ید
چون بنگریم دیدہ ما خونفشان شود
آوازہ در سرائے بیفتد کہ خواجہ مرد
او را دو ذکر آن زکران تا کران شود
ہر کس رود بمصلحت خویش و جسم ما
پس گفتگوے بر سر باغ و دکان شود
یارب مدد بخشش کہ ما را دران زمان
تا از عذاب و خشم تو جان در امان شود

اور بعض اکابر نے کسی بادشاہ سے

فرمایا کہ دنیا کی مذمت اور دشمنی لوگون مین سب سے زیادہ اُسی کو زیبا ہی جسکو وہ کثرت سے ملی ہو اور اُسکی کوئی حاجت پوری ہونے سے نہ رہ گئی ہو کیونکہ ایسے شخص کو یہ توقع ہوتی ہی کہ کسی آفت سے میرا مال رائیگان ہو جاویگا یا میری جمعیت پریشان خواہ سلطنت کو زوال ہوگا یا جسم حوادث و امراض کا پامال یا ایسی چیز کے جانے کا رنج اُٹھانا پڑیگا جسکو دوستون سے بھی چھپا چھپا رکھتا تھا غرضکہ دنیا کے ہونے سے اُسکو اتنے آفات درپیش ہوتے ہین اسلیے اُسکو زیبا ہی کہ دنیا کو بُرا جانے یہ وہ بلا ہی کہ جو کچھ اُسکو دے لیتی ہی مگر پھر پٹا کر نہین دیتی اُسکے حالات بدلتے رہتے ہین ابھی تو ایک آدمی کو ہنساتی ہی اسی اثنا مین دوسرون کو اُسپر ہنسی آتی ہی اگر کوئی کسی پر روتا ہی تو تھوڑی ہی دیر مین کوئی اور رونے والے پر نالان ہوتا ہی اگر کسی کو دینے پر آتی ہی تو بعد چندے واپس لینے کے واسطے ہاتھ پھیلاتی ہی آج اگر کسی کے سر پر تاج و افسر ہی تو کل کو سر تلے خاک اور پتھر کوئی جاوے اور کوئی رہے اُسکے نزدیک برابر ہی اگر جانے والے کا کوئی عوض رہے تو واہ واہ اور اگر نہ رہے تو واہ واہ قطعہ دنیا زنیست عشوہ دہ و دلستان ولیک + باکس بسر نمے برد او عہد شوہری + آنرا کہ اینہمہ فرزند زاد و کشت + دیگر کہ چشم دارد ازین مہر مادری + اور حضرت حسن بصری رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ دنیا جاے سفر ہی نہ اقامت کا گھر حضرت آدم علیہ السلام جو جنت سے اسمین اُتارے گئے تو صرف عقوبت و سزا کے لیے اُتارے گئے ای امیر المومنین اس سے ڈرتے رہو اسکو ترک کر دینا ہی زاد آخرت ہو اور اسمین محتاج رہنا غنا و ثروت ہر وقت ایک نہ ایک کو فنا کرتی رہتی ہی اور جو اُسکو عزیز جانتا ہی اسکو ذلیل کرتی ہی اور جو اُسکو جمع کرتا ہی اُسکو فقیر کرتی ہی اُسکا حال زہر کا سا ہی کہ جو نہین جانتا وہ کھاتا ہی اور ہلاک ہو جاتا ہی اسمین ایسی طرح رہنا چاہیے جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرے کہ تھوڑے سے دنون پرہیز کیا کرتا ہی اس خوف سے کہ کہین مدت تک تکلیف نہ اُٹھانی پڑے اور چند روز دوا کی تلخی پر صبر کرتا ہی کہ کہین درد مدت تک نہ رہے پس اس دار ناپایدار فریبی مکار جفاشعار سے بچتے رہو اسکی ظاہری زینت صرف دھوکا ہی اور لوگون کے پھنسانے کو بڑا دغا باز جو اسکی آرزوؤن مین مبتلا ہوا اُسکو بے تباہ کیے نہین چھوڑتی اور اُنکو توقع دلاتی رہتی ہی اسکی صورت دُلہن کی سی ہی کہ آنکھون کی تاک اور دلون کا اشتیاق اور نفسون کا عشق اسی پر ہی الا اسنے سب اپنے شوہرون کو مار ڈالا ہی عروس دہر کو دیدی و عشرت بستی ولے زناشوئیش این شست مہر داماد + مگر افسوس کہ پس ماندون کو گذشتون سے عبرت نہین ہوتی اور جو لوگ خدا عزوجل کو پہچانتے ہین [illegible] اُسنے اسکا حال فرما دیا ہی اُنکو کچھ نصیحت اثر نہین کرتی بہت سے اسکے عاشق ایسے ہین کہ جہان اُنکی حاجت پوری ہوئی اور دنیا حسب دلخواہ ملی جبھی مغرور و سرکش ہو کر معاد کو بھول جاتے ہین اور اپنی عقل کو اتنا اُسمین لگاتے ہین کہ اُنکے قدم جادۂ مستقیم سے لغزش کھا جاتے ہین پھر جانکنی کے وقت بڑی ندامت اور نہایت حسرت سکرات موت کے ساتھ اُٹھاتے ہین اور جو شخص اسکی رغبت کرتا ہی اپنا مطلوب نہین پاتا نہ اسکا نفس مشقت سے آرام پاتا ہی اسی حال مین بے توشہ چل دیتا ہی ای امیر المومنین تم اس سے ڈرتے رہو اور جس وقت کہ تمکو اسمین زیادہ خوشی ہو اسی کا زیادہ خوف کیجیو اسواسطے کہ دنیا دار اگر کسی خوشی مین اطمینان کرتا ہی تو وہ اُسکو رنج مین ڈالتی ہی جو دنیا مین خوش ہوتا ہی وہ اُسکے باشندون کو مغالطہ دیتا ہی اور جو آج اسمین نفع پاتا ہی کل کو ضرر اُٹھاتا ہی اسمین وسعت عیش بلا ہی اور بقا کا مآل فنا ہی ہر خوشی غم آگین ہی اور ہر ایک راحت زحمت سے قرین جو اسمین سے گذر جاتا ہی پھر واپس نہین آتا اور آیندہ چیز کا حال معلوم نہین کہ اُسکا انتظار ہو اسکی سب آرزوئین دروغ ہین اور تمام امیدین بے فروغ صفائی ہمہ تن کدورت ہی اور زندگی بہمہ وجوہ حسرت آدمی اگر غور و تامل کرے تو معلوم ہو کہ اُسکی نعمتون کے جدا ہونے کا خوف جدا ہی اور مصیبت کا خوف جدا اگر بالفرض خداتعالے نے دنیا کی خبر نہ ارشاد فرمائی ہوتی اور نہ اُسکی مثل بیان کی ہوتی تب بھی دنیا سوتے کو جگا دیتی اور غافل کو ہوشیار کر دیتی پھر جبکہ خداتعالے نے اس سے منع فرمایا ہو تب تو بطریق اولے اس سے ہوشیاری ضرور ہی اس فانی کی

قدر ذلیل وحقیر ہے کہ نزدیک کچھ نہین اور جب سے اسکو پیدا کیا اسکی طرف نگاہ نہین کی اس بات کو سوچو کہ یہ دنیا ایسی چیز ہے کہ تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکے خزائن و کلید پیش کی گئی تھی اگر آپ اسکو قبول فرمالیتے تو خدا تعالیٰ کے نزدیک آپ کے درجہ مین سے مچھر کے پر کے برابر بھی کم نہوتا مگر آپنے قبول نہ فرمایا اسلیے کہ خدا تعالیٰ کے امر کی مخالفت بری معلوم ہوئی اور جس چیز سے اسکو بغض ہو اسکے ساتھ محبت اچھی نہ جانی اور جو اسکے نزدیک بے قدر تھی اسکو قدر دینا ادب نہ سمجھا اس خدا تعالیٰ نے جو دنیا کو نیک بختون سے علیحدہ رکھا ہے صرف امتحان کے لیے ہے اور اپنے دشمنون کے لیے جو اسکو پھیلا دیا ہے اسکے مغالطہ دینے کے لیے یہی وجہ ہے کہ جسکو دنیا پر قدرت ہو جاتی ہے اسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ خدا نے میری بڑی عزت کی اس شخص کو وہ معاملہ یاد نہین جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا کہ بھوک کے مارے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھا کرتے تھے ۞ فقر فخری نہ از گزاف است و مجاز ۞ بل ہزاران عز نہان است و ناز ۞ اور ایک روایت حدیث قدسی کی آپ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ جب تم تونگری کو آتا دیکھو تو کہو کہ کسی گناہ کی عقوبت جلد ہوئی ہے اور اگر مفلسی کو آتا دیکھو تو کہو کہ خوب ہوا کہ نیک بختون کا شعار آیا اور اگر چاہو روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتدا کرو وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا سالن بھوک ہے اور شعار خوف اور پوشاک اون جاڑے کی اور حرارت آفتاب کی دھوپ اور چراغ چاند اور سواری دونون پاؤن اور کھانا اور میوہ نباتات رات کو سوتا ہون جب کچھ نہین ہوتا صبح کو اٹھتا ہون تب کچھ نہین ہوتا اور روے زمین پر مجھسے زیادہ تونگر اور کوئی نہین حضرت وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون لعین کے پاس بھیجا تو انکو ارشاد فرمایا کہ تم اسکے لباس دنیاوی سے مت ڈرنا اسکی کل میرے ہاتھ مین ہے بدون میرے حکم کے نہ بولتا ہے نہ آنکھین بند کرتا ہے نہ سانس لیتا ہے اور تم اسکے زرق برق سے کچھ تعجب مت کرنا یہ صرف دنیا ہی کی ٹیپ ٹاپ ہے اور دولتمندون کی زینت اگر مین چاہون تو دنیا کی آرایش سے تمھی ایسا آراستہ کر دون کہ فرعون بھی دیکھے تو جان لے کہ مجھسے اتنی زیبائش ممکن نہین مگر مین تمھارے لیے اس بات کو پسند نہین کرتا اور تمسے یہ سب آرایش علیحدہ رکھونگا مین اپنے دوستون سے ایسا ہی کرتا ہون دنیا کی نعمتون سے انکو ایسا علیحدہ رکھتا ہون جیسا کوئی شفیق چرواہا اپنے گلّے کو ہلاکت کی چراگاہ سے بچاتا ہے یا کوئی مشفق ساربان اپنے اونٹون کو خارشی والے اونٹون کے پاس بیٹھالنے سے روکتا ہے اور یہ بات اسوجہ سے نہین ہے کہ وہ لوگ میرے نزدیک ذلیل ہون بلکہ اس نظر سے ہے کہ میری کرامت و انعام کو صحیح و سالم توفیر کے ساتھ پورا حاصل کرین میرے دوست جو میرے لیے زینت کرتے ہین انکسار اور خوف اور خشوع اور تقوے سے کرتے ہین یہ باتین انکے دلون مین جمی رہتی ہین اور جسمون پر ظاہر ہوتی ہین یہی امور انکے شعار و دثار ہین اور یہی انکے دلون کی متاع پائدار جس نجات پر کہ انکی فلاح ہے اور جس رجا کی انکو توقع ہے یہی باتین ہین اور جس بزرگی پر انکا ناز ہے اور جس علامت سے کہ انکی شناخت ہے وہ بھی یہی ہین جب ایسے لوگ تمکو ملین تو انکی تعظیم کرنا اور بہ انکسار دل و زبان پیش آنا اور جان لو کہ جو شخص میرے کسی دوست کو ڈراتا ہے وہ مجھسے برسر پرخاش آتا ہے تو قیامت کو مین اس سے اسکا عوض لونگا انتہی اور ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثناء خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جان لو کہ تمکو مرنا ہے اور بعد موت کے اٹھنا اور اپنے اعمال پر وقوف پا کر انکی جزا کو پہونچنا اس زندگی دنیا پر مت بھولو اور ان باتون کو مت بھولو دنیا مصیبت کا گھر ہے فنا ہونا اسکا معروف ہے اور دھوکا دینے مین موصوف اسکی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اسکا کسی کے پاس ہمیشہ رہنا محال نہ اسکے حالات تبدیل سے مامون ہین نہ اسکے باشندے آفات سے محفوظ جب آدمی کو اسمین راحت و سرور پہونچتی ہے تب ایک مصیبت آدباتی ہے اسکے احوال مختلف باہم کبھی اور مراتب متغیر نہ اسکے

۱ ابن ابی الدنیا نے بروایت حسن مرسلاً نقل کیا ہے اور احمد و طبرانی نے مسند بروایت ابی مخیرہ ۱۲ ۲ ابن ابی الدنیا بروایت حسن مرسلاً و بخاری بروایت جابر رض ۱۲

عیش کو قیام ہے نہ راحت کو دوام باشندے دنیا کے بدنشانہ ہین کہ جنکو اپنے تیرون کا نشانہ بناتی ہے اور موت سب کی خاک اڑاتی ہے دنیا
ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اسکا چکھنا سب کو لازم ہے اے اللہ کے بندو آج دنیا مین تمھارا ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگون کا تھا جو تم سے
عمر مین زیادہ اور قوت مین قوی اور آبادی مین اکثر اور مکانات مین اعلیٰ تھے مگر دنیا کے طول انقلاب سے اب انکی آواز نہین نکلتی انکے
جسم سڑ گئے اور شہر اُجڑ گئے اور مکانات گر گئے یا وہ مکان عالی شان اور گاؤ تکیے اور عمدہ فرش تھے یا اب پتھر اور اینٹین اور خاک گور
اور گوشہ لحد ہے ان قبرون کی ایک دوسرے کے قریب ہے اور انکے رہنے والے اجنبی اور غریب ہین مجلس عمارت والون او مشاغل اہل
محلہ مین جا پڑے ہین کہ نہ انکو آبادی سے موانست ہے نہ ہمسائی بندون اور ہمسایون کی طرح آپس مین ملاقات و صحبت ہر چند مکان قریب
ہین مگر میل کی صورت نہین اسلئے کہ انکو کہنگی نے پیس ڈالا اور پتھر و مٹی نے انکو چور کر ڈالا زندگی کے بعد اسپر پہونچے موت ہوئے اور اجسام
نازنین راحت و آسودگی کے پیچھے گلے سڑے ہوئے خاک مین اپنے یارون مین جا ملے اور ایسے گئے کہ کبھی نہ پلٹے پھرنے کا کیا ذکر
ہے صورت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کلا انہا کلمۃ ہو قائلہا ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون اب تم بھی خیال کرو کہ جس جگہ
انکا حال ہوا وہی تمھارا ہوگا وہی تنہائی ہوگی اور وہی خاک مین گلنا اسی کو اپنا وطن سونا اور اسی کیلئے رہنا علاوہ اسکے کہ جب
کیسی ہوگی جب یہ باتین تمھارے مین آگر ہونگی اور قبرون مین سے نکالے جاؤگے جی کی باتین تحقیق کیجاویگی بادشاہ علی الاطلاق کے
سامنے رو برو حاضری ہوگی گذشتہ گناہون کے خوف سے کلیجے پھٹے جاتے ہونگے اور دل کھڑکتے پردے تمھارے فاش ہونگے اور بھید
باتون کو سامنے کیا جاویگا اور سب ہر عمل کا اجر … اردو کا مضمون … اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیجزی الذین
اساؤا بما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنی اور دوسری جگہ فرماتا ہے ووضع الکتاب فتری المجرمین مشفقین مما فیہ ویقولون یا ویلتنا مال ہذا الکتاب
لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا ووجدوا ما عملوا حاضرا خدا ہمکو اور تمکو اپنی کتاب کا تابع اور پیروان … کرے
کہ ہم سب کو اپنے فضل سے رہنے کی جگہ یعنی آخرت مین … اور صاحب بزرگی ہے انتہی اور بعض حکما کا قول ہے کہ زمانہ تیر انداز
ہے اور آدمی نشانہ کہ ہر روز عمر کے دن رات کو اپنے تیرون سے گراتا رہتا ہے یہانتک کہ تمام عمر اسکی ہوجاتی ہے پس باوجود دن کے گذرنے
اور راتون کے جلدی جلدی بسر ہونے کے آدمی کب تک سلامت رہ سکتا ہے اگر آدمی کو اپنے اوپر زمانہ کی تاثیر معلوم ہو کہ ہر گھڑی نقصان
عمر کرتا جاتا ہے تو دنون کے گذرنے سے نفرت ہو اور ساعات کے چلے جانے سے وحشت مگر خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اسکا خیال نہین آتا
غافل سمجھے گھڑیال یہی دے ہے منادی + خالق نے گھڑی عمر سے ایک اور گھٹا دی + اور نہین نظر کرو دنیا کے آفات سے آدمی مطلق
ہین اسکی لذات کا مزہ اچھا معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ اندر ایلوا سے بھی کڑوا ہو بشرطیکہ کوئی دانا چکھے اور اسکے ظاہر حال
دیکھکر کوئی بیان کرنے والا بھی اسکے عیب نہین بیان کر سکتا اور یہ عجائب کہ دنیا برے کار لائق ہو حیطہ تقریر واعظین سے زائد
ہین خدا ہی راہ راست پر چلنا نصیب فرماوے اور بعض حکما سے جو دنیا کا وصف اور اسکی بقا کی مقدار پوچھی گئی تو جواب مین فرمایا کہ
دنیا اسوقت کا نام ہی جسمین آدمی آنکھ جھپکاتا ہے اسواسطے کہ جو زمانہ اسوقت سے پیشتر گذر چکا ہے وہ تو اسکو مل نہین سکتا اور جو وقت
ابھی آیا نہین اسکا حال معلوم نہین کہ ملیگا یا نہین اور وقت کا حال یہ ہے کہ دن جب اچھی طرح گذر جاتا ہے تو رات اسکے ماتم مین پیدا
ہوتی ہے اور گھڑی گھڑی ہوتے ہوتے طے ہو جاتا ہے اسکے حوادث انسان پر برابر آتے ہین اور تغیر و نقصان پہونچاتے ہین اور زمانہ کا کام
یہی ہے کہ جماعتون کو متفرق کرے اور جنھون مین ابتری ڈالے اور دولت کو ایک ہاتھ سے دوسرے کے پاس پہونچاوے اسکی امل
بہت طویل ہے اور زندگانی بہت قلیل اور پھر سب کا رجوع رب جلیل کی طرف ہوگا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ مین ارشاد
فرمایا کہ اے لوگو جس بات کے واسطے تم پیدا ہوئے ہو اگر اسکی تصدیق کرو تو تم بیوقوف ٹھہرتے ہو اور اگر تکذیب کرو تو ہلاک ہوتے ہو یعنی

تمکو ہمیشہ رہنے کے واسطے پیدا کیا ہو مگر ایک عالم سے دوسرے عالم مین بھیجے جاؤ گے ای بندگان خدا تم اب اُس جگہ مین ہو کہ اگر اُسمین کھانا کھاؤ تو گلے مین اٹکے اور پانی پیو تو اُچھو لگے کسی نعمت سے تمھاری خوشی پوری نہین ہوتی کہ دوسری نعمت کی جدائی سر پر آتی ہو جسے تمکو رنج ہوتا ہو اب اپنے مآل کو سمجھو کہ کیا ہوتا ہو اور کہان ہمیشہ رہنا پھر حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس قول کے بعد اتنا گریہ غالب ہوا کہ منبر پر سے اُتر آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالے سے ڈرو اور دنیا کو ترک کرو گو تمکو اسکا چھوڑنا اچھا معلوم نہو کیونکہ وہ تمکو چھوڑ دیگی تم اُسکو نیا کرنا چاہتے ہو اور وہ تمھارے جسمون کو پرانا کیے جاتی ہو تمھاری اور اُسکی مثال ایسی ہو جیسے مسافر کسی راہ مین چلین اور گویا اُسکو طی کرلین یا پہاڑ پر پہونچین اور اُسپر مثلاً چڑھ چکین راہ تو چلتے چلتے کسی حد پر ختم ہی ہو جاتی ہو اور اکثر ایسا ہی ہو کہ جسکی بات دنیا مین بنی ہوئی ہو موت کا جلد یا زیادہ اُسکے پیچھے ہو یہانتک کہ دنیا سے جدا ہو جاوے پس اُسکی تکلیف و نقصان مین مضطر نہونا چاہیے کہ آخر کو منقطع ہو جاویگی اور نہ اُسکی متاع و دولت پر خوش ہونا چاہیے کہ وہ بھی انجام کو جاتی رہیگی مجھے طالب دنیا سے بڑا تعجب ہو کہ وہ تو دنیا کا طالب ہو اور موت اُسکی طالب اور غافل سے تعجب ہو کہ اُسکو غفلت ہو مگر اُسکے حال سے غفلت نہین کیجاویگی اور حضرت محمد بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب عاقلون اور عالمون اور عارفون اور زاہدون کو معلوم ہوا کہ خدا تعالے نے دنیا کی حقارت کی اور اُسکو اپنے دوستون کے لیے اچھا نہین جانا اور وہ اُسکے نزدیک بہت حقیر اور ادنی چیز ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسمین زہد فرمایا اور اپنے یارون کو اُسکے فتنہ سے ڈرایا تو اُنھون نے اُسمین سے میانہ روی کے طور پر کھایا اور زیادتی کو اپنا توشۂ آخرت بنایا اُسمین سے بقدر کفایت لیا اور جس مقدار سے کہ لہو مین پڑین اُسکو ترک کیا پوشاک مقدار ستر عورت اختیار کی اور غذا مین سے ادنی مقدار دفع گرسنگی کھائی دنیا کو اس نظر سے دیکھا کہ فانی ہو اور آخرت کو جانا کہ باقی ہو اسی وجہ سے دنیا مین سے اُسیقدر توشہ لیا جیسے مسافر لیتا ہو پس دنیا کو اُجاڑا اور آخرت کو آباد کیا آخرت کی طرف چشم دل سے دیکھا اور جانا کہ عنقریب چشم ظاہر سے بھی دیکھینگے اسی لیے اُسکی طرف دل سے کوچ کیا اس خیال سے کہ آخر جسم سے بھی اُسی کی طرف جانا پڑیگا تھوڑی سی مشقت دنیا مین اُٹھا کر بہت دنون کا عیش حاصل کیا یہ سب باتین اُنکو خدا تعالی کی توفیق سے ہوئین کہ جو کچھ اُسنے اُنکے لیے محبوب جانا اُسی کو اُنھون نے محبوب سمجھا اور جس چیز کو اُسنے بُرا سمجھا اُسکو اُنھون نے بھی بُرا تصور کیا۔

تیسرا بیان دنیا کی کیفیت کا مثالون مین - جاننا چاہیے کہ دنیا بہت جلد گذران ہی ہر کسی کو وعدہ بقا کرتی ہی الا اُسکے خلف وعدہ کا ہر کوئی نالان ہو ظاہر مین دیکھو تو ٹھہری معلوم ہوتی ہو حالانکہ بڑی تیز رفتاری سے جلد جلد بھاگتی ہو اُسکی حرکت دیکھنے سے معلوم نہین ہوتی الا انقضاء سال و ماہ سے محسوس ہوتی ہو اس باب مین اُسکی مثال سایہ کی سی ہو کہ وہ بھی ظاہر مین حرکت کرتا معلوم نہین ہوتا مگر حقیقت مین متحرک رہتا ہو اُسکی حرکت آنکھ سے نہین سوجھتی بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہو اور دنیا کو سایہ کے ساتھ تشابہ ہونا کابر نے بھی دی ہو چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے جو ذکر دنیا کا ہوا تو آپ نے یون فرمایا ؎ ڈھلتا ہوا سایہ کھو یا خواب پریشان + کھاتے ہین فریب اسکا وہی جو کہ ہین نادان + اور حضرت امام حسن علیہ السلام اکثر تشبیہ دنیا مین یہ شعر پڑھتے ؎ یا اہل لذات دنیا لا بقاء لہا + ان اغترارا بظل زائل حمق + اور مشہور یون ہو کہ یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُنکے والد بزرگوار کا ہو اور روایت ہو کہ ایک اعرابی کسی قوم مین مہمان ہوا اُنھون نے اُسکو کھانا کھلایا پھر ایک خیمہ کے سایہ مین سو گیا اُن لوگون نے خیمہ اُکھاڑ لیا اُسکو دھوپ لگی اُٹھ کھڑا ہوا اور یہ شعر پڑھا ؎ دنیا ہو مثال سایہ قائم + ڈھلنا اسے ایکدن ہو لازم + اور چونکہ دنیا اپنے خیالات سے آدمی کو دھوکا دیتی ہو اور اُسمین سے نکلنے کے بعد کچھ بھی ساتھ نہین رہتا اس اعتبار سے اُسکی مثال خیالات خواب کی سی ہو چنانچہ حدیث شریف مین ہو الدنیا حلم واہلہا علیہا مجازون ومعاقبون اور یونس بن عبید رح کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین تشبیہ دنیا کی یون دی ہو

ف ۱ اے لذات دنیا والو اسکو کچھ پائداری نہین البتہ ڈھلتے سایہ سے دھوکا کھانا بیوقوفی ہو ۱۲ ح ۲ دنیا خواب ہو اور اُسکے لوگ بمبر جزا اور سزا دیے جاوینگے اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲

کہ جیسے سوتا آدمی خواب مین کسی بُری یا بھلی بات سے رنجیدہ یا خوش ہوا کرتا ہے ایسے ہی لوگ بھی گویا خواب مین ہین یعنی راحت دنیاوی کچھ بھی نہین مرنے کے بعد جو آنکھ کھلیگی تو کچھ نہ پاوینگے ع جب آنکھ بند تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ ٭ جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا جیتے راو تشبیہ دنیا مین بعضون کا یہ قول ہے ع دنیا خوابست و زندگانی درو سے ٭ خواب پیشتہ کہ درخواب جو بینی آنرا ٭ اور اس اعتبار سے کہ دنیا اپنے اہل و اولاد کی دشمن جانی ہے اور انکو تباہ و برباد کرتی ہے اسکی مثال اُس عورت کی سی ہے جو مردون کے واسطے اپنے آپ کو بنا سنوار کرکے اور جب کسی سے بیاہی جاوے اسکو ذبح کر ڈالے یہی حال دنیا کا ہے کہ اول اول ابتدا مین اچھی اور نرم و نازک معلوم ہوتی ہے مگر آخر کو تباہ کر دیتی ہے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے دنیا ایک بوڑھی بڑھیا کی صورت مین آئی ہر ایک طرح کی زینت سے آراستہ و پیراستہ تھی آپنے پوچھا کہ تو نے کتنے شوہر کیے اسنے جواب دیا کہ مجھکو شمار نہین معلوم آپنے فرمایا کہ وہ سب تجکو چھوڑ کر مر گئے یا تجھکو طلاق دے دی اُسنے عرض کیا کہ مین نے انکو ذبح کر ڈالا آپنے فرمایا کہ پھر تیرے باقی شوہرون کی خرابی ہے کہ پہلون کا حال دیکھکر عبرت نہین کرتے تو ایک ایک کو مارتی جاتی ہے اور وہ تجھ سے نہین ڈرتے ؎ مجو درستی عہد از جہان سست نہاد ٭ کہ این عجوز عروس ہزار داماد ست ٭ اور اس اعتبار سے کہ دنیا کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہے اسکی مثال ایسی تصور کرلی چاہیے کہ ایک بڑھیا بدصورت اپنے اوپر خوب عمدہ پوشاک و زیور پہنے اور منہ پر برقع ڈالکر لوگون کو فریب دے جب انکو اسکے باطن کا حال معلوم ہوا اور منہ پر سے گھونگھٹ اٹھا کر دیکھین تو اسکے اتباع سے نادم و خجل ہون اور اپنی کم عقلی اور [illegible] علاء بن زیاد فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین ایک بڑھیا دیکھی جسکی کھال سکڑی ہوئی تھی اور زیور و لباس مین لدی ہوئی تھی آدمی اسکے گرد تعجب سے دیکھ رہے تھے مین نے پاس آکر اسکو دیکھا تو لوگون کے اسکی طرف دیکھنے سے نہایت تعجب ہوا کہ یہ اسکی طرف کیون مائل ہین آخر اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اسنے کہا کہ تم مجھے نہین پہچانتے مین نے کہا کہ مین تو نہین جانتا تو کون ہے اُسنے جواب دیا کہ مین دنیا ہون مین نے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اُسنے کہا کہ اگر میرے شر سے بچا چاہتے ہو تو روپیے پیسے کو بُرا جانتا اور ابوبکر بن عیاش رح کہتے ہین کہ مین نے قبل اسکے کہ بغداد مین پہونچون دنیا کو خواب مین ایک بڑھیا پھوس بدصورت دیکھی کہ تالیان بجا رہی ہے اور اسکے پیچھے خلقت اسکی خواستگار ہے وہ بھی تالیان بجاتے اور ناچتے ہین جب وہ میرے سامنے آئی تو میری طرف متوجہ ہوکر کہنے لگی کہ اگر مجھکو موقع ملا تو یہی حال تیرا بھی کرونگی جو انکا ہے اس خواب کو کہکر ابوبکر رو پڑے اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ قیامت کو دنیا ایک بڑھیا بدصورت کیری آنکھون والی شکل مین لائی جاویگی دانت لگے کو نکلے ہونگے لوگون کے سامنے کرکے پوچھا جاویگا کہ تم اسکو بھی پہچانتے ہو عرض کرینگے کہ خدا پناہ دے کہ ہم اسکو جانین حکم ہوگا کہ یہ وہی دنیا ہے جسکے لیے تم فخر اور حسد اور بغض اور قطع رحم اور مکر و فریب کیا کرتے تھے اور اسکے پھندے مین آگئے تھے پھر اسکو دوزخ مین ڈالدیا جاویگا وہ عرض کریگی کہ الٰہی میرے اتباع اور گروہ کہان ہین حکم ہوگا کہ انکو بھی اسی کے ساتھ کر دو اور حضرت فضیل رح سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی روح سے اوپر کو چڑھا راستہ مین اُسنے ایک عورت ہر ایک طرح سے آراستہ و پیراستہ دیکھی جو اُسکے پاس سے نکلتا ہے اسکو زخمی کر دیتی ہے پشت کی طرف سے دیکھو تو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور آگے سے بہت بڑی بڑھیا پھوس نیلی چندھی آنکھون کی ہے اسنے کہا کہ مجھکو خدا تجھ سے بچاوے اسنے جواب دیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھکو مجھ سے نہین بچانے کا جب تک روپیہ پیسے کو بُرا نہ جانے اُسنے پوچھا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ دنیا ہون اور اس اعتبار سے کہ آدمی کا گذر دنیا پر ہوتا ہے اسکی کچھ حقیقت ہی نہین اسلیے کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو وہ زمانہ کہ جسمین پیدا نہین ہوا تھا یعنے ازل سے پیدایش کے وقت تک دوسرا مرنے کے بعد سے ابد تک جسمین دنیا کو نہ دیکھیگا تیسرا ایام حیات کا زمانہ جسکا نام دنیا ہے پس اگر اس زندگی دنیا کو ازل

اور ابد کی نسبت کرکے دیکھو تو ابھی کچھ بھی نہ ہوگی جیسے ایک سفر طول طویل میں تھوڑا سا مقام ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ما لی وللدنیا انما مثلی ومثل الدنیا کمثل راکب سار فی یوم صائف فرفعت له شجرة فقال تحت ظلها ساعة ثم راح وترکہا اور جو کوئی دنیا کو اس نظر سے دیکھے اسکی رغبت نہ کرے اور نہ پروا کرے کہ دن کسطرح گذرتے ہیں تنگی میں یا فراخی میں رنج میں یا راحت میں اور اینٹ پر اینٹ بھی نہ رکھے وراز انجا کہ دنیا کی کیفیت آنحضرت صلعم کو خوب معلوم تھی اسلئے زندگی بھر مکان اینٹ کا نہ بنایا نہ لکڑی کا بلکہ بعضے صحابہ کو لکڑی کا مکان بناتے دیکھکر فرمایا الامر اعجل من ہذا اور انکا مکان بنانا برا معلوم ہوا اور اسی کی طرف حضرت عیسی علیہ السلام بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ دنیا ایک پل ہے اسپر سے گذر جاؤ اور عمارت نہ بناؤ اور یہ مثال خوب صاف ہے کیونکہ زندگی دنیا آخرت میں پہونچنے کے لیے ایک پل ہے اسکا ایک سرا تو مہد ہے اور ایک سرا لحد اور دونوں کے درمیان مسافت محدود ہے بعض لوگوں نے اس پل کا نصف قطع کر لیا ہے بعض نے تہائی اور بعض نے دو تہائی اور بعض کو ایک قدم ہی طے کرنا باقی ہے مگر اسکو معلوم نہیں بہرحال اسپر سے گذرنا تو ضروری ہے اور پل پر عمارت بنانی اور اسکو انواع زینت سے آراستہ کرنا اور پھر چھوڑکر چلے جانا نہایت جہل اور ذلت ہے اور چونکہ دنیا میں خوض کرنا بہت آسان اور نرم ہے اسلیے دنیادار کو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سلامت نکلنا بھی ایسا ہی آسان اور مزہ دار ہوگا حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ اسکے اندر پھنس جانا بہت سہل ہے اور سلامت نکلنا نہایت مشکل اسکی مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یون لکھی تھی کہ دنیا بمنزلہ سانپ کے ہے ظاہر میں اسکو ہاتھ لگاؤ تو نرم اور چکنا معلوم ہوتا ہے مگر اسکا زہر آدمی کو مار ڈالتا ہے پس تمکو جو چیز اسمین سے اچھی معلوم ہو اسکی طرف سے منہ پھیرو کہ وہ تمھارے ساتھ بہت کم رہیگی اور از انجا کہ تمکو اسکے فراق کا یقین ہے اسلیے اسکے تردداتکو بھی برطرف کرو اور اسکی سب سے زیادہ خوشی کی حالت سب سے زیادہ خوف کا مقام ہے کیونکہ دنیا میں جب کبھی کسی کو خوشی پہونچی ہے اسکے بعد ویسا ہی رنج بھی پہونچا کرتا ہے والسلام اور دنیا میں پھنسکر اسکے آفات سے سلامت رہنے کی مثال اس حدیث میں ہے انما مثل صاحب الدنیا کالماشی فی الماء ہل یستطیع الذی یمشی فی الماء ان لا تبتل قدماه اس حدیث سے جہالت ان لوگوں کی معلوم ہوئی جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے جسم صرف لذات دنیا سے بہرہ ور ہیں اور دل اس سے پاک و صاف ہیں دونوں میں کسی طرح کا علاقہ نہیں اور یہ ایک شیطان کا دھوکا ہے کہ انکو فریب دے رکھا ہے اسلیے کہ اگر انکو اس عیش ولذت سے علیحدہ کر دیا جاوے تو کیسا بڑا رنج کرتے ہیں اگر دل کو علاقہ نہ تھا تو درد و رنج کسکو ہوتا ہے غرضکہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم درست ہے کہ جسطرح پانی میں چلنے سے قدم ضرور ہی تر ہوتے ہیں اسیطرح دنیا کے اختلاط سے بھی دل میں ایک علاقہ اور ظلمت پیدا ہوتی ہے بلکہ اس تعلق دنیاوی سے دل میں عبادت کا مزہ نہیں ہوتا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں سچ کہتا ہوں کہ جیسے بیمار آدمی شدت درد میں کھانے کا مزہ نہیں پاتا اسیطرح جسکو دنیا کا روگ ہے وہ عبادت کی حلاوت نہیں اٹھاتا اور یہ بھی سچ کہتا ہوں کہ جسطرح گھوڑا سوار نہونے اور پھیرا نہ جانے سے بگڑ جاتا ہے اور کام کا نہیں رہتا اسی طرح اگر دل بھی ذکر موت اور مشقت عبادت سے نرم اور درو براہ نہ کیا جاوے تو سخت اور بیکار ہو جاتا ہے اور یہ بھی درست بات ہے کہ مشک جبتک پھٹتی اور سوکھتی نہیں اسمین شہد بھرا کرتے ہیں اسی طرح جب دل شہوات سے نہیں پھٹتے اور طمع سے ناپاک اور لذات سے سخت نہیں ہوتے تب تک حکمت ان میں آسکتی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ انما بقی من الدنیا بلاء وفتنة وانما مثل عمل احدکم کمثل الوعاء اذا طاب اعلاه طاب اسفله واذا خبث اعلاه خبث اسفله اور ایک حدیث میں حضرت انس رضے سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مثل ہذه الدنیا مثل ثوب شق من اوله الی اخره فبقی متعلقا

یحفظ فی آخرہ فیوشک ذلک ان ینقطع اس حدیث مین اس بات کی مثال ہو کہ دنیا جسقدر باقی ہو بہ نسبت گذشتہ کے بہت کم ہو اور اسوجہ سے کہ دنیا کا ایک علاقہ دوسرے کا باعث ہوتا ہو اور مرنے تک یہی سلسلہ رہتا ہو اسکی مثال حضرت عیسی علیہ السلام نے یون ارشاد فرمائی ہو کہ طالب دنیا کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی شخص پیاس کے لیے کھاری پانی پیوے کہ جتنا زیادہ پیے گا اتنا ہی پیاس زیادہ ہوگی یہانتک کہ آخر کو مر جاویگا اور اس باعث سے کہ دنیا کا آغاز اچھا معلوم ہوتا ہو اور انجام پلید ہوتا ہو اسکی مثال غذا کی سی ہو یعنے شہوات دنیا دل مین ایسی اچھی معلوم ہوتی ہین جیسے شہوات غذا معدہ مین اور مرنے کے وقت دل کی شہوات دنیاوی سے آدمی کو کراہت اور بدبو ایسی ہی معلوم ہوگی جیسے غذا سے جب معدہ مین پہونچکر اپنے کمال کو پہونچتی ہو مثلا جسقدر غذا لذیذ و مزہ دار اور چکنی خواہ شیرین ہوگی اسی قدر اُسمین بدبو اور کثافت زیادہ ہوگی اسیطرح دل کی شہوات مین سے جو نسی شہوت قوی اور لذیذ ہوگی اسکی کراہت اور بدبو مرنے کے وقت زیادہ ہوگی بلکہ یہ بات زندگی مین ہی دیکھ لو کہ اگر کسی کا گھر بار چھین جاوے اور مال و اولاد و زن و فرزند لٹ جاوین تو اسکو مصیبت و درد اسی چیز کا زیادہ ہوگا جس سے محبت زیادہ تھی اور بہت لذیذ جانتا تھا اور کثرت سے غرض کرتا تھا خلاصہ یہ کہ جسکا ہونا جسقدر اچھا معلوم ہوتا ہو اسی قدر اسکے ہونے سے رنج بھی ہوتا ہو اور موت سے بھی غرض یہی ہو کہ دنیا کی نعمت جاتی رہے اور روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے ضحاک بن سفیان کلابی سے فرمایا کہ تم اپنی غذا کیا کھاتے ہو کہا کہ گوشت پانی اور دودھ پیتے ہو انہون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر اس غذا کا کیا انجام ہوتا ہو انہون نے عرض کیا کہ وہ تو آپ جانتے ہی ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ دنیا کو اسی چیز کے مشابہ فرماتا ہو جو انجام کو غذا سے بنجاتی ہو اور حضرت ابی بن کعب فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان الدنیا ضربت مثلا لابن آدم فانظر ما یخرج من ابن آدم وان قزحہ وملحہ الی ما یصیر اور فرمایا ان اللہ ضرب الدنیا لمطعم ابن آدم مثلا و ضرب مطعم ابن آدم الدنیا مثلا وان قزحہ وملحہ اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین دیکھتا ہون کہ اول غذا مین خوب مصالحہ اور خوشبو ڈالتے ہین اور پھر اسکا کہان ڈال آتے ہین اور اللہ تعالے فرماتا ہو فلینظر الانسان الی طعامہ اسکی تفسیر مین حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ طعام سے مراد وہ صورت ہو جو غذا کے انجام کو ہو جاتی ہو اور ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مین آپ سے کچھ پوچھا چاہتا ہون مگر شرم آتی ہو آپ نے فرمایا کہ شرمانا نہ چاہیے پوچھ لو تو اُسنے عرض کیا کہ جب آدمی پاسخانے سے فارغ ہو گیا اسکو دیکھے آپ نے فرمایا کہ ہان فرشتہ اسکو یون کہتا ہو کہ جس چیز کا بخل کیا کرتا تھا اسکو دیکھ کہ اسکا انجام کیسا ہوا اور حضرت بشر بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگو چلو تمکو دنیا دکھاؤن انکو کسی کوڑے پر لیجا کر فرماتے کہ وہ انکے میوے اور مرغ اور شہد اور گھی ہو اور آخرت کی نسبت کر دنیا کی مثال اس حدیث شریف مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی مقدار آخرت مین ایسی ہو جیسے کوئی سمندر مین انگلی ڈالکر دیکھے کہ انگلی پر کسقدر پانی آیا یعنے آخرت کے سامنے دنیا ہیچ ہو اور اسوجہ سے کہ دنیا دار دنیا کی لذتون مین مبتلا ہوکر آخرت سے غافل رہتے ہین اور پھر بڑی بڑی حسرتین اٹھاتے ہین اسکی مثال ایسی ہو کہ جیسے کچھ لوگ کشتی مین سوار ہون اور ایک جزیرے مین پہونچین وہان پہونچکر ملاح نے انکو اجازت دی کہ جسکو قضاء حاجت منظور ہو وہ یہان اتر جاوے مگر یہ مقام خوفناک ہو یہان سے جلد اپنا کام کرکے واپس آنا ورنہ کشتی کھلجاویگی یہ لوگ کشتی سے اتر پڑے اور اطراف جزیرہ مین پھیل گئے پھر بعضون نے تو ناخدا کے قول پر عمل کیا اور قضاے حاجت کرتے ہی کشتی کی طرف چلے آئے اور کشتی کی طرف دیکھکر خوب فراغت کی جگہ اور خاطر خواہ آسایش کا مکان لے لیا اور بعضون نے جزیرہ مین توقف کرکے اُسکے شگوفون اور غنچون اور ریاحین اور نغمات دلآویز اور جانورون کے عجیب فرحت انگیز اور جواہر بوقلمون اور معادن گوناگون اور نقوش غریبہ اور اشکال عجیبہ کی سیر کی مگر بخوف کشتی کے جلد سیر کرتے ہی جلد پھر آئے انکو وہان کا وسیع مکان نہ ملا تاہم اچھی طرح بیٹھ گئے اور بعضون نے جو ان ہوشیار نہ تھے بالاکو دیکھا الجھ گئے اور عمدہ جواہر اور میوہ و گل کی خوبی

اسقدر دل میں کھبی کہ اُنکے چھوڑنے کو دل نہ چاہا اسمیں سے کچھ ساتھ لیے کشتی میں آکر مکان میں تنگی پائی اتنی بھی نہ دیکھی کہ خود اچھی طرح بیٹھ سکیں بوجھ کے رکھنے کا تو کیا ذکر ہی مجبوری اُنکو اپنے سر پر لاد کر کشتی میں بیٹھ گئے گرانی اس حرکت سے نادم تھے کہ ناحق اُنکو لیا اور مفت میں دردسر اور وبال مول لیا اور کچھ لوگ جنگلوں میں گئے کشتی کو بالکل بھول گئے اور اتنی سیر کی کہ ناخدا کی آواز بھی نہ سُنی مگر باوجود اسکے درندوں کا خوف دل میں تھا اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس فراز و نشیب میں لغزش بھی ہوگی اور مصیبت اٹھانی پڑیگی پاؤں اور کپڑوں میں کانٹے چبھینگے ٹہنیوں سے بدن چرینگا آواز ہولناک سے کلیجہ کانپیگا ہوا اڑیوں سے کپڑے پھٹ کر ننگے رہجاوینگے اور پھر اگر لوٹنا چاہینگے تو نہ آویگا اسی اثنا میں آواز کشتی والوں کی سنکر بوجھ کے گٹھے سر پر لیے جو کنارے پر پہنچے تو اسمیں جگہ نہ پائی کنارے ہی پر بھوک کے پیاسے مر گئے اور بعضوں کو کشتی والوں کی بھی آواز نہ سنائی دی اور کشتی بھی چلدی تو انکا حال یہ ہوا کہ کچھ تو خوراک درندوں کے ہوئے اور کچھ حیران پریشان بھٹک بھٹک مر گئے بعض دلدل میں جا گرے بعضوں کو سانپ بچھو لگ گئے غرض سب کے سب اسی طرح خوار و نزار مُردار ہو گئے اب جو لوگ کشتی میں بوجھ سمیت سوار ہوئے تھے اُنکو اُن چیزوں کی حفاظت کی فکر ہوئی مکان تنگ پہلے ہی سے تھا کچھ عرصہ کے بعد پھول مرجھا گئے اور پتھر وغیرہ کے رنگ متغیر ہو گئے اور میوے وغیرہ بگڑ کر سڑ گئے بدبو آنے لگی اور ایک نہ شد دو شد کا مضمون ہوا کہ پہلے صرف رکھنے ہی کی دقت تھی اب بدبو ایذا ہونے لگی پھر تو کوئی علاج نہ سوجھا بجز اسکے کہ اُسکو دریا میں ڈال دیا مگر اُسکی بدبو اور خوراک سے اتنی تاثیر ہوئی کہ گھر پہونچتے ہی بیمار پڑ گئے اور بہت دنوں میں بھلے چنگے ہوئے اور جو انسے پہلے کشتی میں آئے تھے اُنکو البتہ بیٹھنے میں خاطر خواہ آسایش تو نہ ملی الا وطن میں پہونچ صحیح و سالم رہے کچھ دکھ درد نہ ہوا اور جو لوگ اول ہی اول چلے آئے تھے وہ کشتی میں بھی چین سے رہے اور وطن میں بھی راحت و آرام سے رہے پس اگر تامل دیکھو تو یہی حال دنیا کے لوگوں کا ہے کہ وطن اصلی کو بھول کر اس جزیرے کے گلزار اور پتھروں اور چاندی سونے پر ایسے غافل ہیں کہ انجام کی فکر ذرا نہیں کرتے یہ معلوم نہیں کہ مرنے کے وقت یہ سب زینت کی چیزیں گردن پر وبال ہونگی گو اب انکے لینے کی خوشی اور جانے کا غم ہوتا ہے اور اس مصیبت میں بھی مبتلا ہیں الا جسکو خدا بچاوے اور اس نظر سے کہ غفلت دنیا کے فریب میں آجاتی ہے اور باوجود خدا تعالیٰ کے خوف دلانے کے اللہ تعالیٰ کے قول پر ایمان ضعیف رکھتی ہے اسکی مثال اس حدیث میں ہے جو حضرت حسن رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحاب رض سے فرمایا کہ میری اور تمہاری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم کے لوگ کسی جنگل پر غبار میں چلیں اور چلتے چلتے یہ نوبت پہونچ جاوے کہ یہ بھی خبر نہ رہے کہ جتنی راہ طے کر چکے ہیں وہ زیادہ ہے یا جو باقی رہی ہے وہ زیادہ ہے پس انکا کھانا پینا تمام ہو جاوے اور اسی جنگل میں کمریں کھول بے زاد و راحلہ پڑ رہیں اور جینے سے ہاتھ دھو بیٹھیں جب اُنکی یہ نوبت پہونچے تو دور سے ایک آدمی کی صورت دیکھیں کہ لباس پہنے چلا آتا ہے اور اُسکے کپڑوں سے پانی ٹپکتا ہے گمان کریں کہ یہ شخص کسی زرخیز زمین سے آتا ہے وہ جگہ یہاں سے قریب معلوم ہوتی ہے جب وہ پاس آکر ایسے پوچھے کہ میاں تمہارا کیا حال ہے اس سے کہیں کہ جو حال ہے وہ عیاں ہے عیاں را چہ بیان وہ جواب میں کہے کہ بھلا اگر میں تمکو پانی اور باغ بتا دوں تو کیا کرو گے جواب دیں کہ ہم تیری اطاعت کسی چیز میں فروگذاشت نہ کریں گے اُسنے کہا کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس عہد کو پکا کر دو اُنھوں نے خدا کی قسم کھا کر عہد مستحکم کیا کہ ہم ہرگز نافرمانی کسی بات میں نہ کرینگے غرضکہ اس عہد کے بعد اُسنے عمدہ پانی اور باغ سبز حسب وعدہ بتا دیا اور چند روز خود اُن میں رہا پھر اُسنے کہا کہ بھائیو سنتے ہو اُنھوں نے کہا کہ کہو کہا کہ یہاں سے چلو پوچھا کہ کہاں جائیں کہا کہ ایسے چشمہ اور باغ میں جو اس سے کہیں اعلیٰ ہے اسکو سنکر بعضوں نے تو یہ کہا کہ خدا خدا کرکے تو ہمکو یہ جگہ نعمت غیر مترقبہ ملی ہے اس سے بہتر کو لیکے ہم کیا کرینگے اور کم لوگوں نے یہ کہا کہ صاحبو اسکے ساتھ عہد کر چکے ہو کہ کسی بات میں نافرمانی نہ کرینگے پہلے جو کچھ اس شخص نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اب بھی اسکا قول بیشک درست ہے اور اسی خیال سے اُسکے ساتھ ہو لیے اور باقی لوگ وہاں ہی پڑے رہے صبح کو دشمن نے تاخت کر کے بعضوں کو قتل اور

بعضوں

بعضون کو اسیر کر لیا **ف** مترجم کہتا ہی کہ اس حدیث مین اُس شخص سے مراد ذات پاک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کہ اُمت کو آخرت کی طرف بلاتے ہین پس جنھون نے وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کو سچ جانا اور دنیا سے دل برداشتہ ہو کر اُنکا اتباع کیا وہ تو سلامت رہے ورنہ دشمن جانی شیطان کے زمرہ مین داخل ہو کر خسرۃ الدنیا والآخرۃ ہوا اور اس لحاظ سے کہ لوگ دنیا مین اول اول فریفتہ ہوتے ہین اور آخر کو اُسکی جدائی سے دردمند ہوتے ہین اُسکی مثال ایسی ہو جیسے کوئی شخص مکان بناوے اور اُسکو خوب آراستہ کرکے اور پھر ایک ایک قوم کو جدا جدا اپنے یہان بلا کر دعوت کرے جب ایک قوم گھر مین آوے تو ایک سونے کے عطردان مین اُسکے سامنے عطر وغیرہ رکھے کہ اُسکو سونگھ اور اورون کے واسطے چھوڑ جاوے اُنمین سے کسی نے ناواقفیت سے یہ خیال کر لیا کہ یہ برتن ہمیشہ ہمکو ملا ہی اسی جہت سے دل کو خوب اُسپر متعلق کر لیا جب مالک خانہ نے وہ برتن واپس لے لیا تو تعلق دل کے باعث کمال رنج ہوا اور جسکو دستور معلوم تھا اُسنے خوشبو سونگھی اور مالک کا شاکر گذار ہوا اور خوشی سے برتن مالک کے حوالہ کیا اسیطرح جو شخص دنیا مین خدا تعالیٰ کی عادت سے واقف ہی جانتا ہی کہ یہ ضیافت خانہ ہی گذرنے والون پر وقف ہی اسلیے کہ اس سے توشۂ آخرت لین اور جسطرح مسافر عاریت کی چیزون سے منتفع ہوتے ہین اُسی طرح اشیاے دنیا وی سے فائدہ اُٹھاوین اور بہت دل نہ لگاوین ورنہ جدائی کے وقت مصیبت ہوگی یہ ہین دنیا کی مثالین اور اُسکے آفات و غوائل کی تشریحین خداوند کریم ہمکو بھی توفیق اُس سے بچنے کی عنایت کرے

چوتھا بیان دنیا کی حقیقت اور ماہیت کا بندہ کے حق مین جاننا چاہیے کہ صرف مذمت دنیا کا جان لینا کافی نہین جبتک یہ معلوم نہو کہ قابل مذمت کونسی دنیا ہی اور کس دنیا سے اجتناب کرنا لازم ہی اسلیے ان دونون باتون کا بیان کرنا ضروری ہی کہ دشمن خدا اور راہزن معرفت یہی ہین پس کہتے ہین کہ دنیا و آخرت دل کے دو احوال کا نام ہی جو حال کہ دل سے قریب ہی یعنی موت سے پہلے اسکو دنیا کہتے ہین کہ دنو بمعنے قرب سے مشتق ہی اور جو حال متاخر ہی یعنی بعد موت کے اُسکو آخرت بولتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین ایسی ہین کہ اُنسے غرض اور خواہش اور لذت موت سے پہلے رہتی ہی وہ آدمی کے حق مین دنیا مین داخل ہین مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس چیز کی طرف رغبت ہو وہ خواہ مخواہ بُری ہی بلکہ اُسکی تین قسمین ہین اول تو وہ اشیا جو آخرت مین ساتھ رہین اور اُنکا ثمرہ بعد موت کے معلوم ہو وہ دو چیزین ہین علم اور عمل علم سے مراد وہ علم ہی جس سے معرفت ذات و صفات و افعال الٰہی اور ملائکہ اور کتابون اور رسولون اور زمین و آسمان کے ملکوت کی معرفت اور شریعت نبوی حاصل ہو اور عمل سے غرض عبادت خالص خاص خدا کی ہی پس عالم شخص اگرچہ بعض اوقات علم سے ایسا مانوس ہوتا ہی کہ سب چیزون سے زیادہ لذت علم مین پاتا ہی یہانتک کہ خواب و خور اور ملاقات زن و فرزند اسکے لیے چھوڑ دیتا ہی اور سب سے زیادہ اسی مین مزہ پاتا ہی اور یہ لذت اسکو مرنے سے پہلے ہی ہوتی ہی تاہم اُسکو ہم دنیاے مذموم مین شمار نہین کرتے بلکہ اسکو صرف دنیا مین بھی شمار نہ کرنا چاہیے آخرت ہی مین تصور کرنا چاہیے اسیطرح عابد بھی اپنی عبادت مین ایسی حلاوت و لذت پاتا ہی کہ اگر اُسکو بالفرض روک دیا جاوے تو سخت عذاب مین مبتلا ہو یہانتک کہ بعض عابدون کا قول ہی کہ موت سے اور تو کچھ ڈر نہین اتنا خوف ہی کہ تہجد جاتا رہیگا اور ایک عابد دعا مانگتے تھے کہ الٰہی مجھکو قبر مین قوت نماز و رکوع و سجدہ کی عنایت کرنا تو گویا لذت سردست اُسکو حاصل ہی اور یہ اعتبار اشتیاق کے دنیا سے کہ سکتے ہین لیکن جس دنیا کی مذمت وارد ہی وہ چیز یہ نہین اسیطرح حدیث شریف مین وارد ہی کہ حُبّب الیّ من دنیاکم ثلٰثٌ النساء والطیب وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اسمین نماز کو بھی لذائذ دنیاوی سے ارشاد فرمایا اس باعث سے کہ اول تو وہ محسوسات مین سے ہی اور جتنے محسوسات ہین وہ دنیا کے عالم مین داخل ہین علاوہ ازین رکوع و سجود مین جو اعضا کی حرکت سے آنکو لذت ہوتی ہی وہ بھی دنیاوی لذت ہی مگر ہم ایسی لذتون سے متعرض نہین ہوتے اور اُسکو دنیا تصور نہین کرتے بلکہ جس دنیا کی مذمت ہی اُسکو بیان کرینگے دوسری قسم حظوظ اور

لذات کی وہ ہو جس سے صرف زندگی مین فائدہ ہو اور آخرت مین کچھ ثمرہ نہ ملے جیسے گناہون سے لذت پانا ہو یا مباحات سے زائد از ضرورت مستفید ہونا جسکو رفاہیت اور رعونت کہتے ہین مثلاً بہت سے ڈھیر چاندی سونے کے اور گھوڑون اور چوپاؤن اور زراعت اور لونڈی غلام اور مکانات بلند اور لباس فاخرہ اور عمدہ غذاؤن سے متمتع ہونا ان سب کا حذر مرنے سے پہلے ہی تک ہو اسلیے دنیائے مذموم مین داخل ہین اور اسمین کلام طویل ہو انمین سے کسکو فضول تصور کرین اور کسکو داخل حاجت سمجھین کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ انھون نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو حمص پر عامل کرکے بھیجا تھا انھون نے وہان دو درہم صرف کرکے ایک پاخانہ بنایا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو یون لکھا کہ عمر بن خطاب امیر المؤمنین کی طرف سے عویمر کو معلوم ہو کہ فارس اور روم کی عمارتون مین وہ چیز موجود تھی جو تمکو کافی ہوتی دنیا کی آبادی کیون کی جبکہ خراب کرنے کا حکم خدا تعالیٰ نے دیا ہو آپ بفور پہونچنے میرے خط کے تم مع اہل و عیال دمشق مین چلے جاؤ فقط حضرت ابو درداء زندگی بھر دمشق ہی مین رہے پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسقدر کو بھی دنیا سے فضول سمجھا تیسری قسم لذات کی وہ ہو کہ اُن دونون قسمون مین متوسط ہو مثلاً بقدر قوت غذا اور جوڑا موٹے کپڑے کا اور ایسی ہی لابدی اشیا جنسے کہ آدمی علم اور عمل کو پہونچ جاوے تو اسطرح کی لذات دنیا مین نہ گنی جاوینگی بلکہ اسوجہ سے کہ یہ آخرت پر معین ہین یا وسیلہ حصول اخروی نعمتون کی ہین داخل قسم اول ہین جو شخص اُنکو بقصد استعانت حاصل کریگا تو دنیا دار نہ کہلاویگا اور علم اور عمل پر استعانت کی نیت سے حاصل نہ کریگا بلکہ غرض صرف لذت دنیاوی ہوگی تو داخل قسم ثانی ہوگی اور دنیا کی چیزون مین شمار ہوگی اور موت کے بعد آدمی کے ساتھ تین چیزین رہتی ہین اول دل کا طاہر ہونا دنیا کے میل سے دوم الفت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سوم محبت خدا تعالیٰ کی اُن مین طہارت قلب بدون ترک شہوات دنیا کے نہین ہوتی اور الفت بدون کثرت و مداومت ذکر کے میسر نہین اور محبت بے معرفت حاصل نہین ہوتی اور معرفت الٰہی بدون مداومت فکر کے نہین ہو سکتی اور یہی تینون باتین یعنی طہارت و الفت و محبت بعد مرنے کے موجب سعادت و نجات ہوتی ہین طہارت قلب شہوات دنیا سے اسوجہ سے نجات دہندہ ہو کہ عذاب مین اور آدمی مین حائل ہو جاتی ہو چنانچہ حدیث شریف[ح] مین وارد ہو کہ آدمی کے اعمال اُسکی طرف سے لڑینگے مثلاً جب عذاب پاؤن کی طرف سے آویگا تو تہجد اُسکو روکیگا اور جب ہاتھون کی طرف سے آویگا تو خیرات اُسکو روکیگی اور اُنس و محبت اس باعث موجب سعادت ہین کہ اُنکے باعث شرف دیدار خداوندی نصیب ہوتا ہو اور بفور مرنے کے اس سعادت سے بہرہ ور ہو جاتا ہو اور وقت دیدار تک جو جنت مین ہوگا یہی حال رہتا ہو تو مرتے ہی قبر رشک باغ ارم ہو جاتی ہو اور کیون نہو عاشق کا محبوب تو ایک ہی تھا جس سے عوائق دنیاوی مانع تھے جب موت سے وہ عوائق دور ہوگئے اور دنیا کی علائق سے چھوٹ گیا تو اب محبوب اور دیدار مطلوب کا کون مانع رہا اب تو خوشی خوشی آفتون سے چھوٹ کر اور رنج فراق سے مامون ہو کر اُسکے انوار سے مدام مقتبس رہیگا ادھر دنیا دار کو قبر مین عذاب ہوتا ہو اس جہت سے کہ اُسکا محبوب صرف دنیا تھی جو موت کے باعث اس سے چھن گئی اور کوئی حیلہ اسمین پھر آنے کا نہ رہا جب محبوب ہی پاس نہ رہا تو رنج و عذاب نہوگا تو اور کیا ہوگا کسی نے سچ کہا ہو ؎ جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو + یہ داغ وہ ہو کہ دشمن کو بھی نصیب نہو + اور موت سے آدمی نیست نہین ہو جاتا بلکہ دنیا کی محبوب چیزین چھٹ جاتی ہین اور خدا کے سامنے حاضری ہوتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ سالک طریق آخرت وہی ہو جو ان تینون صفات یعنی ذکر اور فکر اور اس عمل پر جس سے کہ شہوات دنیا چھوٹ جاوین مداومت کرے اور تمام لذات دنیاوی اُسکے نزدیک مکروہ معلوم ہون اور یہ باتین بدون صحت و تندرستی کے ممکن نہین اور بدن کی صحت بدون غذا اور لباس اور مسکن کے ممکن نہین اور ہر ایک کے واسطے جدا سامان چاہیے پس جو آدمی کہ غذا اور لباس اور مسکن بقدر ضرورت آخرت کے لیے حاصل کرے وہ دنیا دار نہ کہلاویگا اور یہ دنیا اسکے حق مین مزرعۂ آخرت ہوگی اور اگر اُن چیزون کو صرف حظ نفس کے واسطے اور تنعم کے لیے پیدا کریگا تو دنیا والون مین شمار ہوگا اور دنیا کا راغب کہلاویگا

ح الطبرانی بروایت عبد الرحمن بن سمرہ اور اُسکی سند مین خالد بن عبد الرحمن مخزومی ضعیف ہو اور اسی کے قریب مضمون احمد نے بسند صحیح بروایت اسماء بنت ابی بکر صدیق نقل کیا ہو ۱۲

لیکن رغبت حظ دنیاوی بھی دو قسم ہی ایک تو وہ کہ جس سے رغبت کرنے والا عذاب آخرت کا مستحق ہو اُسکو حرام کہتے ہین دوسرے وہ کہ
اُسکو اعلیٰ درجہ تک نہ پہونچنے دے اور طول حساب مین پھنسا دے اسکا نام حلال ہی اور عاقل کے نزدیک صاف ظاہر ہی کہ میدان قیامت
مین حساب کے لیے ٹھہرا رہنا بھی ایک عذاب ہی جس نے حساب مین اُلجھایا جاویگا اُسکو کیسی تکلیف ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین ہی
کہ حلالہا حساب و حرامہا عذاب اور نیز فرمایا کہ حلالہا عذاب الا انہ اخف من عذاب الحرام بلکہ اگر بالفرض حساب نہو صرف ان حظوظ
نفسانی اور لذات فانی کی جہت سے رتبۂ اعلےٰ سے محروم رہنا اور دل پر حسرتون کا گذرنا بھی خالی از عذاب نہین اس امر کو دنیا ہی مین
دیکھو کہ جب کوئی اپنا ہمسر سعادات دنیاوی مین بڑھ جاتا ہی تو اپنے آپ کو کیسی حسرت ہوتی ہی حالانکہ اس دنیاوی رتبہ کو کچھ قیام
نہین یہ ہر وقت بدلتا رہتا ہی اور انجام کو بالضرور منقطع ہوجاتا ہی پس جب لذات دنیاوی پر یہ حسرت ہو تو سعادات اخروی پر تو
بطریق اولیٰ ہوگی وہ نعمتین تو پایدار اور خارج از وصف اور بے انتہا ہین نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی ایسی نعمتون کے نہ ملنے سے دل پر کیا
کیا نہ گذریگا پس جو شخص دنیا مین لذت یاب ہوا اگرچہ کسی جانور ہی کی خوش آوازی سے کیون نہو اُسکا حصہ آخرت مین بہت کم ہوجاویگا
اسیطرح اگر کسی گلزار یا چمن کو دیکھکر یا سرد پانی پیکر لذت پائی قیامت کو اُسکے عوض دوچند سہ چند کم ہوجاویگی اور یہی مراد ہی جس
ارشاد مین جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہذا من النعیم الذی یسأل عنہ اشارہ ٹھنڈے
پانی کی طرف فرمایا تھا غرضکہ سوال کا جواب دینے مین ذلت اور خوف و مشقت انتظار ہی اور ان سب نقصان حظ آخرت مقصود رہی
اسی واسطے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی اور لوگ ٹھنڈا پانی شہد کا ملا ہوا لائے تو آپ اُسکو ہاتھ مین پھیر لیتے رہے پھر اُسکو نہ پیا
اور فرمایا اعزلوا عنی حسابہا یعنی مجھ سے اسکا حساب علٰحدہ رکھو خلاصہ یہ کہ دنیا کا قلیل و کثیر اور حرام و حلال سب ملعون ہی مگر وہ مقدار
کہ خدا سے خوف کرنے کی معین ہو کیونکہ وہ مقدار داخل دنیا ہی نہین اور جس شخص کی معرفت قوی تر ہوگی وہ لذت دنیاوی سے بھی بہت
احتراز کریگا یہانتک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا سر لیٹنے کے وقت ایک پتھر پر رکھ لیا تھا مگر جب ابلیس نے متمثل ہو کر آپسے عرض
کیا کہ تمنے بھی دنیا کی رغبت کی فوراً اسکو سر تلے سے نکالکر پھینک دیا اسیطرح حضرت سلیمان علیہ السلام لوگون کو نفیس غذائین کھلاتے
اور اپنے آپ جو کی روکھی روٹی کھاتے ساری سلطنت کو اپنے نفس پر اسطور ذلیل و سخت کر لیا تھا اسلیے کہ لذیذ کھانے سے باوجود
قدرت کے صبر کرنا بہت سخت ہی اور یہی وجہ تھی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند کریم نے دنیا کی نعمتین علٰحدہ رکھی تھین
کبھی کبھی روز برابر کھانا نہ کھاتے اور بھوک کے سبب شکم مبارک پر پتھر باندھتے اور یہی حال اور انبیا اور اولیا کے ساتھ ہوتا ہی اور اسکی
وجہ یہی ہی کہ آخرت مین اُنکو حصہ کامل عنایت فرماوے جسطرح کہ پدر مشفق اپنے بیٹے کو میوے وغیرہ سے باز رکھتا ہی اور فصد دیکر
اُسکو دکھ دیتا ہی تو یہ کام اسکا بخل سے نہین ہوتا بلکہ براہ شفقت و محبت ہوتا ہی اور اس بیان سے ثابت ہوگئی یہ بات کہ جو چیز
مخصوص اللہ تعالےٰ کے واسطے نہین ہی وہ دنیا ہی اور جو چیز مخصوص اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہی وہ دنیا نہین ہی اگر تو سوال کرے
کہ وہ کون چیز ہی جو مخصوص اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہی جواب مین اسکے کہا جاویگا کہ اشیا سب تین قسم ہین ایک قسم اُن مین سے وہ
ہی جسکا اللہ تعالےٰ کے واسطے ہونا تصور ہی مین نہین آسکتا اُس قسم مین وہ چیزین ہین جنکے تعبیر گناہون اور منہیات سے ہوتی ہی
اور اقسام نعمتین جو مباح ہین اور فقط بالغرض راحت و آسایش بدن استعمال کی جاتی ہین اسکا نام دنیا مخصوص ہی اور نہایت
مرتبہ مذموم ہی اور یہی دنیا ظاہر و باطن مین دونون طرح ہی دوسری قسم وہ کہ بظاہر تو خدا کے واسطے ہون اور غیر خدا کے واسطے
بھی ہو سکتی ہون اور وہ تین چیزین ہین فکر اور ذکر اور شہوات سے باز رہنا پس یہ تینون باتین اگر خفیہ کرے اور کوئی وجہ سوائے
حکم خدا اور خوف آخرت کے نہو تو یہ خدا کے واسطے ہونگی اور دنیا مین شمار نہونگی لیکن اگر انسے غرض دنیاوی ہوگی مثلاً فکر سے مطلب

علم اسلیے کرتا ہی کہ لوگون مین مقبول اور نہ تا ہو ذکر اسلیے کرتا ہی کہ لوگون مین عارف مشہور ہو اور ترک شہوت سے یہ مطلب ہو کہ مال محفوظ رہے یا صحت
بدن قائم رہے یا زاہد مشہور ہو تو ایسی نیت سے یہ باتین دنیا مین گنی جاوینگی ظاہر مین تو خدا کے واسطے معلوم ہوتی ہین مگر معنی کے اعتبار سے خدا
کے واسطے نہین دنیا کے واسطے ہین تیسرے وہ اشیا کہ بظاہر حظ نفس کے لیے ہون مگر انکو خدا کے لیے بھی معنی کے اعتبار سے کر سکتے ہین جیسے غذا
اور نکاح یا اور چیزین جنسے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی مربوط ہو ان چیزون مین اگر نیت صرف حظ نفس ہی تو دنیا ہین اور اگر قصد استعانت
تقوی پر ہی تو خدا کے واسطے ہین گو بظاہر دنیا کی سی صورت معلوم ہوتی ہی مگر معنی کے اعتبار سے دنیا نہین حدیث شریف مین ہی کہ من طلب
الدنیا حلالا مکاثرا مفاخرا لقی اللہ وہو علیہ غضبان ومن طلبہا استعفافا عن المسئلۃ وصیانۃ لنفسہ جاء یوم القیمۃ ووجہہ کالقمر لیلۃ البدر
دیکھو صرف نیت کے اختلاف سے حکم کیسا مختلف ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا اسی حظ کا نام ہی جو زندگی مین ہو جاوے اور آخرت مین کام نہ آوے
اسی کو ہوائے نفس بھی کہتے ہین اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی اور یہی پانچ
چیزون کے مجموعہ کا نام ہی جو اس آیت مین مذکور ہین انما الحیوۃ الدنیا لعب ولہو وزینۃ وتفاخر بینکم وتکاثر فی الاموال والاولاد اور
چیزین کہ انسے یہ پانچون حاصل ہوتی ہین وہ سات ہین جو اس آیت مین جمع ہین زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر
المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا جب یہ معلوم ہو چکا کہ جو چیز خدا کے واسطے ہی
وہ دنیا مین سے نہین اور یہ کہ مقدار ضرورت خوراک اور پوشاک اور مکان کی اگر بقصد رضاے خدا تعالی ہے تو وہ خدا کے واسطے ہی اور
ان اشیا مین سے زائد از حاجت لینا تنعم مین داخل ہی جو خدا کے واسطے نہین اور ان دونون کے بیچ مین ایک درجہ ہی جسکو حاجت کہتے ہین
اسکی بھی دو طرف ہین طرف اول کی حاجت کی وہ ہی جو حد ضرورت کے قریب قریب ہو اس سے کچھ ضرر نہین ہوتا کیونکہ کفایت حد ضرورت پر غیر ممکن
ہی اسلیے جتنا اسکے قریب پہونچ سکے اتنا ہی مفید ہی اور دوسری طرف حاجت کی وہ ہی کہ تنعم کے قریب ہو اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ان
دونون طرفون کے درمیان ایک درجہ ہی اسکا نام حاجت ہی اور اس حاجت کے واسطے دو کنارہ ہین اور ایک وسط ہی ایک کنارہ اسکا قریب
قریب ہی حد ضرورت سے اور وہ کسی طرح مضر نہین ہی اسواسطے کہ انسانون کو فقط حد ضرورت پر اقتصار کرنا اور اسکی حد سے آگے نہ بڑھنا باوجود
رکھنے حوائج بشری کے غیر ممکن ہین اور ایک طرف حاجت کا برابر ہی مرتبہ تنعم کے اور اس سے قریب ہی بہتر یہ بات ہی کہ اس طرف سے
کنارہ کیا چاہیے اور آدمی اپنے کو ہمیشہ اس سے بچاتا رہے اور جو شخص پھرا ہی گرد حمی کے اور مبتلا ہوا ہی کسی قدر تکالیف مین عجب نہین کہ
وہ اسمین مبتلا ہو جاوے اور مضبوط رہنا پرہیز مین اور دشواری کرنا تقوی مین اور فکر تقرب باری جل جلالہ کا ہمیشہ دل مین رکھنا یہ
سب چیزین داخل حد ضرورت مین نہین جسقدر ممکن ہو اسواسطے کہ ان سب باتون مین اقتدا اور پیروی ہی انبیا علیہم الصلوۃ والسلام
اور اولیاء کرام کی کیونکہ یہ سب اپنے نفوس کو ہمیشہ مائل طرف حد ضرورت کے رکھا کرتے تھے چنانچہ حضرت اویس قرنی رض کی حکایت ہی کہ
وہ اپنے کو اسقدر حد ضرورت کی طرف مائل رکھتے تھے اور یہانتک اپنے نفس پر تنگی کرتے تھے کہ تمام گھر والے انکے انکو مجنون جانتے تھے انکے
رہنے کو ایک کوٹھری گھر کے دروازے پر بنا دی تھی اسمین وہ رہا کرتے اور کبھی سال بھر اور کبھی دو برس کبھی تین برس کے بعد گھر مین آتے
وہ بھی اسطرح سے کہ کوئی انکا منہ دیکھ نہ پاتا بعد آخر وقت عشا گھر مین آتے اور قبل اذان فجر نکلجاتے کھانا اپنا یہ ٹھہرا لیا تھا کہ تمام دن
خرما کی گٹھلیان چنتے اور جب کوئی سوکھا برا خرما اسمین ملتا افطار کے واسطے اٹھا لیتے اگر اسقدر پا جاتے کہ بقدر سد رمق قوت کو کافی
ہو تو گٹھلیان چنی ہوئی فقیرون پر تصدق کر دیتے اور اگر اسقدر برے خرمے اسمین نہ پاتے تو وہ گٹھلیان بیچتے اور اس سے کوئی چیز خرید کر
کھا لیتے کپڑے کا انکے یہ حال تھا کہ گھورون پر کے پڑے ہوے چیتھڑے چنتے اور انکو فرات مین دھوتے اور دھو کر جوڑتے اور پہنتے
یہ لباس تھا اکثر لڑکے انکو کنکریان مارتے اور یہ سمجھتے کہ یہ مجنون ہین اسوقت آپ انسے ارشاد فرماتے بھائیو اگر تمھیں ڈھیلے مارنے ہو تو

چھوٹے چھوٹے کارو مین ڈرتا ہون کہ تم مجھے مارو شاید کہ خون نکلے اسمین وقت نماز کا آجاوے اور مین پانی نہ پاؤن یہ خصلتین تہین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اسیواسطے جناب رسالتمآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمن من جانب الیمن حضرت موصوف قدس سرہ العزیز کی طرف اشارہ فرماکر جب زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آیا اور آپ امیر المومنین ہوے آپ نے تمام لوگون کو جمع فرماکر ارشاد فرمایا کہ تم سب مین جو عراق کا رہنے والا ہو کھڑا ہو جاوے اسکو سنکر جتنے آدمی عراق کے تھے کھڑے ہوگئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم سب بیٹھ جاؤ مگر جو تم مین کوفہ کے ہون وہ کھڑے رہین وہ سب بیٹھ گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم سب بیٹھے رہو سوا اُن اشخاص کے جو قبیلہ مراد سے ہون پھر فرمایا کہ تم سب بیٹھے رہو مگر وہ شخص جو قرن سے ہو سب سنکر بیٹھے رہے مگر ایک شخص کھڑا ہو گیا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو قرن کا رہنے والا ہے اسنے کہا ہان آپ نے فرمایا تو اویس بن عامر قرنی کو جانتا ہے اور اُنکی کیفیت اس سے بیان فرمائی اُسنے کہا ہان جانتا ہون یا امیر المومنین آپ اسکو کیون پوچھتے ہین قسم ہے خدا کی ہمارے قبیلہ مین کوئی شخص اویس سے بڑھکر احمق اور مجنون نہین ہے اور نہ کوئی اُنسے زیادہ وحشی اور کم قدر ہے اسکو سنکر رو دئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرمایا کہ مین نے جو کچھ کہا ہے خود نہین کہا ہے بلکہ وہ کہا ہے جو سنا ہین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یدخل فی شفاعتہ مثل ربیعہ ومضر ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہین جو وقت مین نے یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آیا مین کوفہ کو اور کوئی میرا مطلب نہ تھا سوا اسکے کہ تلاش کرون مین اویس قرنی کو اور کچھ سوال کرون مین اُنسے یہان تک کہ پہونچا مین اُنکے پاس وہ کنارے فرات کے دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے اور کپڑے دھو رہے تھے ہرم ابن حیان کہتے ہین کہ پہچانا مین نے ان نشانیون سے جو پہلے سنی تہین دیکھا مین نے کہ وہ شخص قوی ہیکل گندم گون ہے اور سر کے بال منڈے ہوے ڈاڑھی بہت گھنی بھری ہوئی پریشان کریہ المنظر مین نے انکو سلام کیا انھون نے جواب سلام کا دیا اور میری طرف دیکھنے لگے مین نے اُنکی طرف مصافحہ کو ہاتھ بڑھائے اُنھون نے مجھسے مصافحہ کرنے مین انکار کیا مین نے کہا رحمت اللہ کی اور مغفرت تم پر ہو اویس کیا حال ہے تمہارا یہ سنکر میری محبت سے اُنکے آنسو برابر گرنے لگے اسوقت مین نے اُنکی عجیب کیفیت دیکھی کہ کچھ مین ہی اُسے جانتا ہون یہانتک کہ مین بھی خوب رویا اور وہ بھی روئے پھر فرمایا کہ خدا زندہ رکھے تجھے یا ابن حیان کیونکر آیا تو اور کیا حال تیرا ہے میرا پتہ تجھکو کسنے بتایا مین نے کہا کہ اللہ نے مجھے تمہارے تک آنے کی ہدایت کی فرمایا لا الہ الا اللہ سبحان اللہ ان کان وعد ربنا لمفعولا ابن حیان کہتے ہین کہ مین سخت متعجب ہوا اس سے کہ اول مجھے پہچان لیا حالانکہ قسم ہے باری تعالی کی اس سے پہلے کبھی اُنھون نے مجھے دیکھا تھا اور نہ مین نے انکو دیکھا تھا مین نے اُنسے کہا کہ تمنے مجھے کہان سے اور کیونکر پہچانا اور میرے باپ کا نام کیونکر جانا اب تک کبھی تمنے مجھے دیکھا نہ تھا فرمایا پہچانا مین نے اپنے خدائے علیم وخبیر سے تم نہین جانتے کہ روحون کو باہم روحون سے ایک راہ ہے میری روح نے تمہاری روح کو پہچانا جبکہ میرے نفس نے تمہارے نفس سے مکالمت کی ارواح کے واسطے بھی نفوس ہین جیسے اجسام کے واسطے نفوس ہین اور مومنین ایک دوسرے کو باہم پہچانتے ہین اور وہ سب باہم دوستی رکھتے ہین روح اللہ تعالے کے ساتھ اگرچہ ملاقات نہوئی ہو ایک دوسرے کو باہم پہچانتے ہین اور اُنکے آپس مین مکالمت ہوتی ہے اگرچہ مکان ایک کا دوسرے سے دور ہو اور بہت منازل درمیان مین واقع ہوا ہو ابن حیان کہتے ہین مین نے کہا کہ کوئی حدیث مجھسے بیان فرمایئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مین اسے سننا چاہتا ہون فرمایا مین نے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ مجھے آپکے حضور اقدس مین اتفاق حاضر ہونے کا ہوا البتہ مین نے اُن لوگون کو دیکھا ہے جنھون نے شرف صحبت جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کا حاصل کیا ہے اُن لوگون کی زبانی مین نے حدیثین سنی ہین جیسے تمنے سنی ہین مین بہتر نہین جانتا کہ اپنے پر اسکا دروازہ کھولون اور محدث اور مفتی اور قاضی ہون ہرم ابن حیان کہتے ہین نفس کو اسکی پروا نہین ہے کہ اسمین سے کچھ نہ کہا

اگر کوئی آیت ہی پڑھیے کلام اللہ کی وہی سنون مین آپ سے اور میرے حق مین کچھ دعا فرمائیے اور مجھے وصیتین کیجیے جسے مین یاد رکھون مجھے آپ کے ساتھ فقط برائے خدا محبت ہے ابن حیان کہتے ہین کہ اٹھے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کنارہ فرات کے ٹہلنے لگے اور فرمایا کہ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور رو دیے پھر فرمایا کہ الحق قول ربی واصدق الحدیث حدیثہ واصدق الکلام کلامہ بعد اسکے یہ آیت پڑھی وما خلقنا السموات والارض وما بینہما لاعبین ما خلقناہما الا بالحق ولکن اکثرہم لایعلمون اور اس آیت کو انہ ہو العزیز الرحیم تک پڑھکر ایسا نعرہ مارا کہ مجھکو یہ گمان ہوا کہ انکو غش آگیا پھر فرمایا کہ اے ابن حیان تیرا باپ حیان مرگیا اور عنقریب تو بھی مریگا اور جنت یا دوزخ مین جاویگا شروع سے دیکھو کہ آدم اور حوا کی وفات ہوئی پھر حضرت نوح علیہ السلام کا وصال ہوا پھر حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کا انتقال ہوا پھر حضرت موسی علیہ السلام نجی الرحمن کا وداع ہوا پھر حضرت داؤد خلیفۃ الرحمن بہ اکراہ عالم بقا ہوے پھر سند آرائے وسادۂ لولاک باعث ایجاد ملک تا سماک محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شاہنشاہ اعلی علیین ہوے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رخصت اقامت فردوس برین مین ڈالا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے بھائی اور دوست انہین کے ہمدم ہوے یہ کہکر اے عمر اے عمر کہنے لگے مین نے کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ابھی زندہ ہین مرے نہین انھون نے فرمایا کہ خدا تعالی نے انکی وفات کی خبر مجھکو پہونچادی اور میرا النفس بھی یہی کہتا ہے پھر فرمایا کہ مین اور تم بھی گویا مردون ہی مین ہین پھر حضرت کی روح پر فتوح پر درود پڑھکر بہت دعائین آہستہ آہستہ مانگین اور فرمایا کہ اے ابن حیان میری وصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور طریقۂ صلحا کو اپنا دستور العمل رکھنا مجھے تمھارے اور اپنے مرنے کی خبر پہونچ چکی ہے موت کو ہر دم یاد کرنا ایک لحظہ غافل نہونا اور جب اپنی قوم مین پھر کر جاؤ انکو خوف دلانا اور نصیحت کرنا سب امت کی خیر خواہی کرنا اور اگر جماعت سے ایک بالشت علیحدہ ہوگے دین سے علیحدہ ہو جاؤگے اور تمکو خبر بھی نہوگی اور آخر کو دوزخ مین پڑوگے اپنے واسطے اور میرے لیے دعا کرنا پھر فرمایا کہ الٰہی یہ شخص اپنی دانست مین مجکو تیرے لیے چاہتا ہے اور تیرے ہی واسطے میری ملاقات کو آیا جنت مین بھی اسکی صورت مجھے دکھلانا اور دار السلام مین اسکو میرے پاس بھیجنا اور جب تک جیتا رہے اسکی جان و مال کی حفاظت کرنا اور دنیا سے تھوڑی سی چیز پر اسکو شکر کی توفیق دینا اور میری طرف سے جزائے خیر دینا پھر فرمایا کہ اے ہرم بن حیان اب تمکو خدا کے سپرد کرتا ہون السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آج کے سوا پھر کبھی تمسے ملاقات نہوگی مجکو شہرت بری معلوم ہوتی ہے تنہائی اچھی لگتی ہے جبتک مین زندہ ان لوگون کے ساتھ ہون بہت سا رنج و غم رہیگا مین دل سے تمھارے پاس ہون گو نظر سے دور ہون پس ڈھونڈھنے اور پوچھنے کی ضرورت نہین مجھکو یاد کرکے میرے لیے دعا کرنا مین بھی انشاء اللہ تعالی ایسا ہی کرونگا تو اب مین ادھر کو جاتا ہون تم ادھر کو جاؤ مین نے چاہا کہ تھوڑی دیر انکے ساتھ چلون مگر انھون نے نہ مانا اور خود بھی روئے مجھے بھی رلایا مین انکو تاکتا رہا یہانتک کہ کوچہ مین چلے گئے پھر انکا حال مین نے ہرچند پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا خدا انکی مغفرت کرے پس آخرت کے لوگون کا یہ حال تھا اسطرح دنیا سے کنارہ کرتے تھے اور دنیا کے بیان گذشتہ اور سیرت انبیا و اولیا مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے سوائے ان اشیا کے جو خدا کے واسطے ہون اور دنیا ضد آخرت ہے اور اسکی تعریف یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالی کی مرضی مراد ہو پس جو مقدار دنیا کی بقدر ضرورت یعنے قوت طاعت خداوندی حاصل کیجاوے وہ دنیا مین شمار نہوگی اور اس امر کو ایک مثال فقہی سے سمجھائے دیتے ہین مثلاً کسی حاجی نے راہ حج مین قسم کھائی کہ سوا حج کے اور کسی چیز مین مشغول نہونگا حج ہی مین مصروف رہونگا پھر اپنے توشہ کی حفاظت اور سواری کے گھاس دانہ مین یا توشہ دان کے سینے مین یا کسی اور ایسے ہی کام مین جو حاجیون کو ضرورت ہے مصروف ہوگا تو قسم نہ ٹوٹیگی حج ہی مین مشغول رہیگا اسیطرح بدن بھی نفس کی سواری ہے جس سے زندگی کی مسافت طے کرتا ہے پس اسکا کفیل ہونا اسقدر کہ علم اور عمل کی طاقت رہے دنیا مین شمار نہوگا بلکہ آخرت سے مقصود ہوگا ہان اگر بدن کی لذت دنیا ان اسباب سے ملحوظ ہوگا تو آخرت سے منحرف ہوگا اور نوبت اس کی

کہ دل سخت ہوجاوے انطاکی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں مسجد کو گیا تھا یہی شبہہ پر سات روز تک بھوکا رہا آٹھویں شب کو میں اٹھا الٰہی
ایک منادی نے آواز دی کہ جو کوئی دنیا میں سے ضرورت و حاجت سے زیادہ لیگا اللہ تعالیٰ اُسکے دل کی آنکھ کو اندھا کر دیگا یہی بیان دنیا کا آدمی کے
حق میں ہے اسکو خوب غور کر لو انشاء اللہ بہت پاؤ گے

پانچواں بیان خود دنیا کی حقیقت اور اُسکے شغلوں کا ذکر جنمیں خلق ایسی ڈوبی ہوئی ہے کہ اپنے نفس اور خالق

کو اور دنیا میں اپنے آنیکے جانیکو بھولی ہوئی ہے واضح ہو کہ دنیا اُن اشیاء خارجی کا نام ہے جنسے انسان کو حظ ہوتا ہے اور
اُنکی درستی میں مصروف رہتا ہے پس یہ تین باتیں ہیں کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ دنیا انہیں سے ایک کو کہتے ہیں مگر ایسا نہیں بلکہ دنیا اُن چیزوں کو
مع دونوں علاقوں کے کہتے ہیں جو چیزیں کہ موجود ہیں اور جنکو دنیا سے تعبیر کرتے ہیں وہ زمین اور اُسکے اوپر کی چیزیں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملا زمین تو آدمیوں کا بچھونا اور مسکن اور قرارگاہ ہے اور اُسکے اوپر کی چیزیں کہ اسکے پہنچے کو
وصحبت میں مشغول ہیں اور تمام روے زمین کی چیزیں تین قسم ہیں معدنی اور نباتات اور حیوان نباتات کو آدمی اس غرض سے چاہتا ہے کہ
اُس سے غذا اور دوا کرے اور معدنی چیزوں کا اسواسطے طالب ہے کہ اُنسے آلات اور برتن بناوے جیسا تانبے اور لوہے وغیرہ سے بنائے
جاتے ہیں یا نقد رکھنے کے لیے انکا طالب ہے جیسے سونا چاندی کو اسی غرض سے کہ لیے رکھا ہے یا اور غرضوں کے واسطے اُنکی طلب ہوتی ہے
اور حیوان کی دو قسمیں ہیں انسان اور بہائم بہائم کو گوشت کے لیے اور سواری اور زینت کے واسطے رکھتے ہیں اور انسان سے کبھی تو یہ غرض
ہوتی ہے کہ اُنسے خدمت لیوے جیسا غلاموں سے لیتے ہیں یا صحبت مراد ہو جیسے عورتوں اور لونڈیوں سے کرتے ہیں یا لوگوں کو اپنی طرف
کرنا منظور ہوتا ہے کہ وہ تعظیم و اکرام کریں اسکو جاہ کہتے ہیں یعنے مالک ہونا لوگوں کے دلوں کا جاہ کہلاتا ہے پس یہ چیزیں ہیں کہ جنکو
دنیا بولتے ہیں انہیں کو خداوند کریم نے اِس آیت میں اکٹھا کیا ہے زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین یہ چیزیں انسانوں کی ہیں
والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ یہ معدنیات ہیں جو جواہر میں سے ہیں اور اسمیں موتی اور یاقوت وغیرہ بھی آگئے والخیل المسومۃ والانعام یہ بہائم
میں سے ہیں والحرث یہ نباتات و زراعت میں سے ہے تو یہ چیزیں روے زمین کی تو یہی ہیں مگر ان چیزوں کو بندے کے دل کے ساتھ دو علاقے
ہیں ایک علاقہ تو دل کے ساتھ ہے یعنے اُن چیزوں کی محبت اور حفاظت اور بہمہ تن ہمت کو اُنکی طرف مصروف کرنا کہ گویا بندہ دنیا ہی اور اسی
علاقہ میں تمام صفتیں دل کی جو دنیا سے متعلق ہیں داخل ہیں جیسے کبر اور کینہ اور حسد اور ریا اور شہرت اور بدگمانی اور دین کی سستی اور تعریف
کی محبت اور شیخی وغیرہ اور اِس علاقہ کو دنیاے باطنی کہتے ہیں اور دنیاے ظاہری انہیں چیزوں کا نام ہے جنکا ذکر ہوا دوسرا علاقہ بدن کے ساتھ
ہے یعنے بدن کو اُن چیزوں کی درستی میں مصروف کرنا تاکہ وہ قابل اپنے اور غیر کے حظ اٹھانے کے ہوں اِس علاقہ میں تمام پیشے اور حرفے
آگئے جنمیں لوگ مشغول اور مستغرق ہیں اور انہیں دونوں علاقوں یعنے علاقہ قلبی اور علاقہ بدنی کی جہت سے خلقت کو نہ اپنے نفس کی خبر
نہ دنیا میں اپنے آغاز و انجام کی خبر اور اگر آدمی اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو پہچانے اور دنیا کی حکمت و اسرار کو جانے تو معلوم کرلے کہ یہ
سب چیزیں جنکو ہمنے دنیا ظاہری لکھا ہے اسلیے پیدا ہوئی ہیں کہ جس سواری پر خدا کی طرف جانا منظور ہے اسکا گھاس دانہ اُنسے ہوجاوے
اور سواری سے ہماری غرض بدن انسانی ہے کہ وہ بدون کھانے پینے اور لباس و مسکن کے باقی نہیں رہتا جیسے حج کے راستہ میں اونٹ کو دانہ
پانی اور جھول نہ ملے تو وہ بھی زندہ نہیں رہیگا اور جو آدمی کہ دنیا میں اپنے نفس اور مقصود کو بھول جاتا ہے اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حاجی
منزلوں میں ٹھہرے اور ہمیشہ اپنی سواری کی گھاس دانہ اور بناو سنگار اور انواع خدمت میں مصروف رہے کہیں سے گھاس لاوے
کہیں کا ٹھنڈا پانی پلاوے یہاں تک کہ اسی فکر میں قافلہ سے علیحدہ رہجاوے اور اُسکو معلوم بھی نہو کہ اگر ایسا کرونگا تو حج سے بھی رہجاؤنگا
اور مع سواری کے لقمۂ دام و دد ہونگا اور جو حاجی کہ ہوشیار ہوگا اُسکا دل تو کعبہ اور حج میں لگا رہیگا اور سواری کی خدمت بقدر ضرورت کریگا

کہ جس سے انہیں طاقت دنیا رہی ہے اسیطرح جو شخص سفر آخرت میں دانا بینا ہوتا ہے وہ بدن کی خدمت ضروری کرتا ہے جیسے کوئی پاخانہ
میں حاجت کے وقت جا بیٹھتا ہے اور پیٹ میں کچھ ڈالنے اور پھر اسکو پاخانہ کی راہ دور کرنے میں کچھ فرق نہیں دونوں باتیں ضرورت ہی کے
واسطے ہوتی ہیں پس ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا نہ چاہیے جیسے قضاء حاجت میں بقدر ضرورت مصروف ہوتے ہیں شکم کے سیر کرنے میں
بھی بقدر ضرورت مصروف ہیں اور اکثر جو آدمیوں کو خدا کیطرف سے مشغول کرتا ہے وہ پیٹ ہے اسلیے کہ غذا سب میں زیادہ ضروری ہے مسکن و
لباس تو آسان ہیں اگر لوگوں کو ان چیزوں کی طرف حاجت کا سبب معلوم ہو اور بقدر حاجت ہی پر اکتفا کریں تو اشتغال دنیاوی میں
مستغرق نہوں ان میں جو مستغرق ہیں تو یہی وجہ ہے کہ دنیا اور اسکی حکمتوں کو نہیں جانتے اور اپنے حظوظ دنیا میں کسقدر ہیں انکو نہیں
پہچانتے اسی جہالت و غفلت سے شغل پر شغل ہوتا جاتا ہے اور بے انتہا کام نکلتے آتے ہیں انہیں شغلوں میں حیران پریشان ہو کر اپنے مقصود
کو بھول جاتے ہیں ہم دنیا کے کاموں کی تفصیل اور یہ کہ کسطرح لوگوں کو انکی طرف حاجت ہوتی ہے اور لوگ اپنے مقصود میں کس طرح دھوکا
کھاتے ہیں مشرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ دنیا کے کاموں سے لوگ اللہ تعالی کی طرف سے کیسے غافل ہو جاتے ہیں اور اپنے
انجام کار کو بھول جاتے ہیں پس جاننا چاہیے کہ دنیا کے اشتغال حرفہ اور صناعات اور دوسرے کام ہیں جنہیں خلق ہمہ تن مشغول ہے اور سبب
شغلوں کی کثرت کا یہ ہے کہ انسان کو تین چیزوں کی حاجت ہوتی ہے غذا اور لباس اور مکان غذا تو زندگی قائم رہنے کے لیے اور لباس گرمی
سردی کے دور کرنے کو اور رہنے کی جگہ گرمی سردی کے دفع کو بھی اور اسلیے بھی کہ اہل و عیال و جان و مال حفاظت سے رہیں اور خداوند کریم
نے غذا و لباس و مسکن انسانی ایسے نہیں بنائے کہ جنمیں انسان کی صنعت کو کچھ دخل نہو البتہ یہ بات بہائم کے لیے رکھی ہے مثلاً گھاس غذا ہے
بہائم ہے انکے پکانے کی کچھ ضرورت نہیں اسیطرح انکے بدن کے بال بمنزلہ پوشاک ہیں حاجت لباس نہیں اور انکے پوست ایسے ہیں جنمیں حرارت
اور برودت تاثیر نہیں کرتی صحرا میں رہ سکتے ہیں اسلیے ضرورت مکان کی بھی نہیں اور انسان کی خلقت اسطرح نہیں اسی لحاظ سے
پانچ صنعتوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اوائل صناعات اور اصول اشتغال دنیوی ہیں یعنے زراعت اور چرانا اور اقتناص اور بننا اور عمارت بنانا
فن عمارت تو مکان کے واسطے اور بننا اور اسکے متعلقات مثل کاتنے اور سینے کے لباس کے لیے اور چرانا بہائم کا واسطے سواری اور کھانے کے
اور زراعت واسطے حاصل کرنے غذا اور اقتباس یعنے حاصل کرنا خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو مثل شکار اور معدنیات اور گھاس لکڑی
وغیرہ کے پس کاشتکار غلہ پیدا کرتا ہے اور چرواہا حیوانات کی نگہبانی کرکے انکے بچے لیتا ہے اور مقتنص ایسی چیزیں لیتا ہے جنکی پیدایش میں آدمی
کی صنعت کو دخل نہو اور ہماری غرض بھی اقتناص سے یہی ہے کہ جن چیزوں کی پیدایش میں آدمی کی صنعت کو دخل نہو خود بخود پیدا
ہوئی ہوں انکو حاصل کرنا اسکے اندر بہت سے فن داخل ہیں پھر ان میں سے ہر ایک فن کے واسطے آلات و اوزار کی حاجت ہے مثلاً
زراعت کے آلات اور بننے کے آلات اور عمارت کے اوزار اور شکار کے ادوات اور آلات یا تو نباتات یعنی لکڑی کے ہوتے ہیں یا معدنیات
یعنے لوہے وغیرہ کے یا حیوانات کے چمڑے کے اب تین فنون کی اور ضرورت ہوئی درودگری آہنگری اور چرم دوزی یہ لوگ آلات کے بنانے
والے ہیں درودگر سے ہماری یہ غرض ہے کہ جو لکڑی کا کام کرے اسی طرح آہنگری سے وہ پیشہ مراد ہے جو معدنیات کا کام کرے خواہ لوہار
ہو یا سنار وغیرہ اور چرم دوز سے بھی یہی غرض ہے کہ چمڑے کا اور اجزا سے حیوانات کا کام کرے خواہ کسی طرح کا ہو اسلیے کہ یہاں غرض اجناس
کا بیان کرنا ہے مفردات پیشوں سے مقصود نہیں پس یہ فن اور فنون کی اصل ہیں پھر انسان کی پیدایش اسطرح کی ہے کہ تنہا نہیں رہتا بلکہ
اجتماع کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اسی کی جنس کا اسکے پاس رہے اور حاجت اجتماع دو وجہ سے ہے اول تو جنس انسانی
کے باقی رہنے کو کہ یہ بدون ساتھ رہنے مرد و عورت کے نہیں ہو سکتی اور دوسری وجہ اجتماع کی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو تیار ہی سامان
غذا و لباس و تربیت و پرورش اولاد میں مددگار ہو سکے اسلیے کہ اجتماع سے اولاد تو ضرور ہوگی تو ایک ہی آدمی سے نہیں ہو سکتا کہ اولاد

کی حفاظت بھی کرے اور سامان غذا بھی کرے اور یہ بھی کافی نہیں کہ ایک ہی شخص اپنے زن و فرزند ایک مکان میں لیکر ٹھیر رہے اسطرح تو زندگی دشوار ہو بلکہ اجتماع ایک جماعت کا چاہیے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک صنعت اختیار کرے مثلاً ایک شخص سے نہیں ہو سکتا کہ تنہا زراعت کرے اسلیے کہ زراعت کے لیے آلات چاہییں آلات کے واسطے بڑھئی لوہار ضرور ہیں اور غذا کے واسطے پیسنے والا پکانے والا چاہیے اسیطرح تنہا لباس بھی نہیں حاصل کرسکتا کیونکہ اسمیں اول زراعت روئی کی پھر کاتنے بننے کے آلات پھر سینے کا کھیڑا درکار ہے حاصل یہ ہے کہ انسان کا تنہا رہنا دشوار ہے اجتماع جماعت کی ضرورت ہے اب اجتماع اگر مثلاً جنگل میں ہو تو حرارت اور سردی اور مینہ اور چوروں سے ایذا اٹھائیں اسلیے ضرور ہوا کہ مکانات محکم بناکر ایک ایک گھر والے مع اپنے آلات و سامان کے جدا جدا رہیں کہ اوپر کی سب چیزوں سے محفوظ رہیں اور بعض اوقات چونکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید باہر سے چور آکر سب گھروں کو لوٹ لیں اس خیال سے ضرورت فصیل اور شہر پناہ کی ہوتی ہے اور اسی ضرورت سے شہروں کی بنا ہوئی جب لوگ شہروں میں اکٹھے ہوجاتے ہیں اور آپس میں معاملات کرتے ہیں تو جھگڑے بھی باہم پیدا ہوتے ہیں کیونکہ مثلاً زوجین کو ولایت اور ریاست اپنی منکوحہ پر ہوتی ہے اور باپ کو اپنی اولاد پر اور عاقل پر ریاست و ولایت ہونے سے خصومت ضرور ہوتی ہے دیکھو بہائم پر ولایت ہونے سے کچھ خصومت نہیں ہوتی کیونکہ انکو تاب مخاصمت و مقابلہ نہیں اگرچہ انپر کیسا ہی ظلم ہو لیکن عورت اپنے خاوند سے اور بیٹا باپ سے جھگڑا کر بیٹھتا ہے بلکہ جب ایک شہر کے لوگ دوسرے سے معاملات کرتے ہیں تو بعض اوقات نزاع ہو جاتا ہے اگر انکو حالت نزاع میں ہی چھوڑ دیا جاوے تو لڑلڑ کر تباہ و ہلاک ہو جاویں اسیطرح چرواہے اور زمیندار ایک ہی چراگاہ اور زمین کے مدعی ہوتے ہیں جو دونوں کی غرض کو وفا نہیں کرتے تو اس سے بھی آپس میں نزاع ہوتی ہے اور بعض اوقات کوئی شخص زراعت اور صنعت سے بوجہ کسی مرض کے عاجز ہوتا ہے یا بڑھاپے کے سبب کچھ نہیں کرسکتا پس اگر ایسا شخص یوں ہی چھوڑ دیا جاوے تو ہلاک ہو جاوے اور اگر سب کے ذمہ اسکی خبرگیری کیا جاوے تب بھی شرکت کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹے اور اگر کسی خاص کے ذمہ اسکی خبرگیری ہو تو وہ کیوں اطاعت بلا وجہ کریگا ان وجوہات کے لیے اور بہت سی صنعتیں پیدا ہوتی ہیں اول پیمایش کا فن اس سے زمین کی مقدار معلوم ہوتی ہے تاکہ نزاع کے وقت درستی سے مساوی تقسیم ہو سکے دوم فن سپہگری جو بزور تلوار حفاظت شہر کی چوروں وغیرہ سے کریں سوم پنچایت و حکومت جس سے جھگڑے فیصل ہوں چہارم فقہ یعنی وہ قانون شرعی جس سے خلق کا انتظام ہو اور اسکی حدود پر قائم رہیں معاملات اور انکے شروط میں تجاوز نہ کرنے پاویں پس یہ باتیں سیاست کے لیے ضروری ہیں اور ان میں سے ہر ایک امر کے لیے ایک آدمی مخصوص صفت کا چاہیے جو علم و تمیز و ہدایت میں ایک درجہ خاص رکھتا ہو اور جب ان کاموں میں مصروف ہونگے تو اور کام انسے نہ ہونگے اور معاش کے محتاج یہ لوگ بھی ہیں اور شہر والوں کو انکی ضرورت ہے مثلاً اگر شہر والے ہی دشمن سے لڑیں تو اور صناعت کون کرے اور اگر لڑنے والے ہی زراعت وغیرہ کریں تو حفاظت کو کون کھڑا ہو پس ہر کاریگر دو ہر مرتبہ کی ضرورت ہوئی اور ایک ایک کام ایک ایک کے حوالہ ہوا کچھ لوگ ایسے ہوے جنکے وہ مال سپرد ہو جسکا کوئی مالک نہو خواہ دشمنوں سے جو لوٹ آوے وہ انکے پاس رہے پس اگر یہ چلن سے چلے اور تھوڑے سے ہی مال پر قانع ہووے تو فبہا ورنہ ضرور ہوا کہ اوروں سے بطور خراج کچھ انکو ملے تاکہ حفاظت وغیرہ بخوبی کرسکیں انکا اس صیغہ کے پیدا ہونے سے اور حاجتیں درپیش ہوتی ہیں مثلاً ایک محصل چاہیے جو سب سے نرمی اور عدل کے ساتھ لیوے اور ایک خراج کی مقدار مقرر کرنے والا چاہیے جو عدل سے کاشتکاروں و مالداروں پر کچھ مقرر کرے اور ایک خزانچی چاہیے جسکے پاس خراج جمع رہے ایک قاسم یعنی بخشی چاہیے جو وقت مقرری پر اسکو اہل حاجت میں تقسیم کیا کرے اور یہ سب کام ایسے ہیں کہ اگر کسی ذریعہ سے تقسیم نہو تو انتظام ٹوٹ جاوے اسلیے حاجت ایک بادشاہ یا امیر کی ہوئی جس سے یہ سب کام اچھی طرح ہو جاویں اور جس شخص کو جس لائق دیکھے اسپر مقرر کردے اور انصاف و عدل خراج کے لینے اور دینے اور لشکر کے ہتھیاروں کی تقسیم اور لڑائی کی طرف مقرر کرنے اور سپہ سالار و ہر جماعت کے رئیس معین کرنے میں مدنظر رکھے اور لشکر کے ساتھ اور کچھ سلطنت سے کام ہیں

مثلاً حفاظت ملک اور تیغ زنی و بہریان و حاملان و قصہ بران و حسابداران و نقاشان وغیرہ اور یہ سب لوگ محتاج معاش ہیں اور کوئی حرفہ نہیں کرسکتے اس لیے انکے واسطے بیت المال کی ضرورت ہوئی جو خراج کے ساتھ وصول ہوتا ہو اسکو خراج کہتے ہیں جیسے چونگی اور چوکیداری وغیرہ بالفعل رائج ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آدمی صنعت کے اعتبار سے تین قسم ہیں اول کاشتکار دوسرا اہل حرفہ تیسرا اہل ریاست سوم وہ لوگ جو کاشتکار وغیرہ سے لیکر اہل صنعت کو دیتے ہیں انکو اہل قلم کہنا چاہیے اب دیکھنا چاہیے کہ شروع میں حاجت صرف غذا اور لباس و مکان کی تھی انجام کو کتنا کمیرا ہو گیا دنیا کی سب باتوں کا یہی حال ہے کہ ایک کام شروع کرو دس پیدا ہوں اسی طرح ہوتے ہوتے بے انتہا ہو جاتی ہیں گویا دنیا ایک دوزخ ہے جسکے عمق کی کچھ حد نہیں جب آدمی اسکے ایک گڑھے میں گرتا ہے اس سے دوسرے میں ڈھلکتا جاتا ہے اسی طرح گرتا چلا جاتا ہے پھر یہ حرفے اور تجارتیں بدون مال اور اوزار کے نہیں ہوسکتے اور مال ان چیزوں کا نام ہے جو روے زمین پہ ہیں اور لوگ انسے منتفع ہوتے ہیں ان میں سے اعلیٰ غذا ہیں پھر رہنے کے مکانات پھر کسب معیشت کی جگہ مثل دوکان و کھیت وغیرہ کے پھر لباس پھر اثاث البیت اور انکے آلات پھر آلات کے آلات اور آلات بھی بعض اوقات حیوان کی قسم سے ہوتے ہیں جیسے کتا کہ آلۂ شکار ہے یا بیل کہ کاشتکاری وغیرہ کا آلہ یا گھوڑا لڑائی کا آلہ اب بعض صناع ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں کاشتکاری کے آلات نہیں ہوتے اور بڑھئی اور لوہار بعض اوقات ایسے گانوں میں رہتے ہیں کہ جہاں انکی کھیتی نہیں ہوتی تو بالضرور انکے پاس آلات نہیں انکو بڑھئی لوہار کی حاجت پڑتی ہے اور ان دونوں کو غلہ واسطے کی ضرورت ہوتی ہے اس ضرورت سے خرید و فروخت مروج ہوئی ہے یعنی غلہ والا چاہتا ہے کہ اپنے پاس کی چیز دے کر آلات مول لیوے اور آلات والا اپنے آلات کے عوض میں غلہ خریدنا چاہتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ دونوں کی خواہش ایک ہی وقت ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ جس وقت بڑھئی کوئی آلہ تیار کرکے کسان سے اسکے عوض غلہ مانگے اسوقت کسان کو ضرورت اس آلہ کی نہو اسیطرح یہ بھی ممکن ہے کہ جب کسان کو ضرورت آلہ کی ہو تو بڑھئی کو حاجت غلہ کی نہو تو ایسی صورتوں میں طرفین کے مقصود بند رہنے کا خوف تھا اس لیے واسطے ایسی دوکانیں مقرر کی گئیں کہ جنمیں ہر طرح کے آلات فروخت ہوا کریں اور غلوں کے واسطے منڈیاں مقرر ہوتی ہیں کہ جب کسانوں اور اہل حرفہ کو ضرورت آلات خواہ غلہ کی ہو تو اسی وقت مل سکے منڈی والے کسانوں سے غلہ خرید لیتے ہیں اور اہل حاجات کو انکی خواہش کے وقت دے دیتے ہیں اسی طرح دوکاندار بڑھئی وغیرہ سے آلات خرید لیتے ہیں اور طلب کے وقت کسانوں کو دیتے ہیں دوکاندار انسے ارزان لیتے ہیں اور اہل حاجت کو نفع کے لیے گران دیتے ہیں اسی نفع کی توقع سے بازار اور گنج مقرر ہوئے سب جنسوں کا حال ایسا ہی تصور کرنا چاہیے پھر شہروں اور گانوں میں آمد و رفت ہونے لگتی ہے اور گانوں والے شہروں سے آلات لیجاتے ہیں اور شہر والے گانوں سے غلہ لاتے ہیں اسی طرح خاصت کا دستور ہے کیونکہ نہ ہر ایک شہر میں سب آلات رہتے ہیں نہ ہر گانوں میں سب غذا ہیں تو بالضرور جو چیز ایک میں ہوگی اور دوسرے میں نہوگی اور دوسرا محتاج اول کا ہوگا پس کچھ لوگوں نے یہی اختیار کرلیا کہ اپنے نفع کے لیے ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ پہونچاتے ہیں نہ رات کو سوتا نہ دن کو آرام برابر سفر کرتے رہتے ہیں اور یہ سب باتیں دوسروں کی غرض کے واسطے کرتے ہیں انکا خود کا مطلب صرف مال کا اکٹھا کرنا ہوتا ہے جسکو ایک دن یا راہزن چھین لیتے ہیں یا کوئی حاکم ظالم دست لے لیتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے انکو یہ راز نہیں بتایا وہ برابر غفلت و جہالت میں رہتے ہیں تاکہ انکی غفلت و نادانی سے انتظام شہروں کا اور مصلحت و بہتری بندگان خدا کی بنی رہے بلکہ اگر سب کاموں کو دنیا کے دیکھو تو سب کا انتظام غفلت اور خست اور ہمت سے ہے اگر لوگ ہوشیار ہوتے اور حوصلے بھی عالی رکھتے تو دنیا کو ترک کر دیتے اور پھر معیشت بالکل جاتی رہتی اور سب لوگ برباد ہو کر تباہ ہو جاتے پھر ان اموال کو جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے ہیں تو کبھی آدمی سے نہیں اٹھ سکتے جانوروں پر لاد کر پہونچاتے ہیں اور بعض اوقات مالک مال کے پاس جانور بار برداری کے نہیں ہوتے تو وہ ان لوگوں سے

معاملہ کرتا ہے مثلاً پاس پارچہ داری ہو خواہ غلہ ہو خواہ اور کچھ اسکی ضرورت کرتا ہے یا کرایہ میں ہو جاتا ہے پس کرایہ اور شرکت بھی ایک وجہ معیشت کی باقی
رہی پھر معاملات اور معاوضات سے نہیں مقدار کی بھی ضرورت ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کپڑے کے عوض میں غذا خریدنی چاہے تو اسکو
کیسے معلوم ہوگا کہ اس قدر غذا کے عوض کس قدر کپڑا چاہیے اور معاملات ہر طرح کے اجناس مختلفہ میں ہوتے رہتے ہیں جیسے کپڑا کھانے
کے عوض میں فروخت ہوتا ہے اور کپڑے کے عوض میں جانور فروخت ہوتا ہے وغیرہ اور ان چیزوں میں کچھ مناسبت نہیں جس سے
مقدار معلوم ہو جایا کرے تو ضرور ہوا کہ بائع اور مشتری میں ایک مقدار عدل ہو جو ایک کی چیز کو دوسرے کی چیز سے برابر کر دے
اور یہ عدل ایسی چیزوں میں سے ہو کہ جو باقی رہتی ہوں اور ہمیشہ کو رہ سکیں اسلیے کہ انکی ضرورت تو ہمیشہ ہی ہوا کرتی ہے اب
مالوں میں جو دیکھا تو سب سے زیادہ معدنی چیزوں کو پائدار پایا اسلیے سونے اور چاندی اور تانبے کو باہمی غرض کے لیے نقد مقرر
کیا پھر انکے کمال کے لیے سکہ اور ٹھپے کی ضرورت ہوئی تو ٹکسال اور صراف مقرر ہوئے اسی طرح اشغال و اعمال سے اور اشغال و اعمال
نکلتے گئے یہاں تک کہ جو لوگ بیت انکا ہے وہ نظر آتی ہیں اور چونکہ اکثر پیشے اس طرح کے ہیں کہ بدون سیکھے اور محنت کے نہیں آتے اور بعض
لوگ لڑکپن میں کوئی کام نہیں سیکھتے اور کھیل کود غفلت سے بالکل ہی [illegible] اچھا [illegible] بیکار رہتے
ہیں تو یہ چاہتے ہیں کہ دوسروں کی کمائی کھاویں [illegible] چوری اور ایک گداگری
ان دونوں کا مال یہی ہے کہ دوسروں کی کمائی کھاویں [illegible] تو ان
دونوں فرقوں نے مال لینے کے حیلے اور تدبیریں نکالیں [illegible] دوسرے کے مال میں [illegible]
کرنے لگے اور جوان میں کمزور ہیں وہ نقب اور کمند لگا کر غفلت کے وقت گھروں میں [illegible] اور [illegible]
اچکے جیب کترے بنجاتے ہیں اسی طرح گداگر کسی کے پاس جا کر مانگتا ہے تو جو دیا جاتا ہے لیتا ہے اور لوگ محنت کیے ہوئے
کیوں نہیں کرتا تجھے کچھ نہیں دیا جائے گا اسواسطے اس فرقے کے آدمیوں نے بھی تدبیریں [illegible] نکالیں چنانچہ انکا حیلہ تو یہ ہوتا ہے کہ
خود اپنی آنکھیں اور اپنے بچوں کی آنکھیں پھوڑ لیتے ہیں تا کہ لوگ معذور جانکر کچھ دیدیں اور بعضے [illegible]
یا تکلف فالج زدہ اور مجنون اور بیمار بنجاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے [illegible] کہتے ہیں کہ ہمیں [illegible] اتفاقی آپڑا ہے تاکہ لوگ رحم کر کے
کچھ دیں اور بعض لوگ کچھ فعل اور قول ایسے ڈھونڈ نکالتے ہیں جنسے آدمی تعجب کریں اور [illegible] خوش ہوں [illegible]
تا کہ کچھ دینے کو ہاتھ اٹھاویں کو دینے کے پیچھے اپنی حرکت پر نادم ہوں لیکن اسوقت کی ندامت سے کیا فائدہ اور یہ قول و فعل بھی تو مسخر
کے طور پر ہوتے ہیں مثلاً حکایات عجیب بیان کریں اور شعبدہ دکھلانا اور افعال و حرکات [illegible] اور کبھی شعر خوانی
کے طور پر کہ اشعار غریب خواہ کلام نثر کو خوش آوازی سے گاویں اور شعر موزون کی تاثیر دل میں زیادہ ہوتی ہے خصوصاً اسوقت
کہ ان میں کوئی تعصب متعلق مذہب کے ہو مثلاً اشعار مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم یا اہل بیت رضی اللہ عنہم کے یا ان میں کوئی بات عشق مجازی
اور محبت باطل کی ہو جیسے ڈھولکی والے بازاروں میں گاتے پھرا کرتے ہیں اور اسی فرقہ میں وہ لوگ بھی ہیں کہ جو جاہلوں اور لڑکوں کو
دیکر تعویذ وگنڈہ اور بوٹی کہکے بانٹتے پھرتے ہیں وہ بیچارے انکو دوا سمجھکر مول لے لیتے ہیں حالانکہ کسی کام کے نہیں ہوتے یا قرعہ اور فال دیکھنے پر
اجرت لیتے ہیں اور اسی جنس میں وہ لوگ بھی ہیں کہ منبروں پر چڑھکر وعظ کہا کرتے ہیں اور انکی غرض صرف اپنی طرف لوگوں کے دلوں کا متوجہ
کرنا اور انسے مال لینا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ علمی نہیں منظور ہوتا اسی طرح گداگری کی ہزاروں قسمیں ہیں اور یہ سب بہت افادہ دقیق ہنر کی ہیں معیشت اور انکے
دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ وہ ایسی تدبیریں سوچا کرتے ہیں پس یہ اشغال و اعمال خلقت کے ایسے جنمیں وہ گرفتار ہوئے ہیں اور منشاء ان سب کا صرف حاجت
خوراک و پوشاک کی ہے لیکن اسمیں وہ اپنی جانوں کو بھول گئے اور مقصود و مآل یاد سے جاتا رہا اسیوجہ سے حیران و سرگردان و گمراہ ہوگئے اور انکی

ضعیف عقلوں پر دنیا کے شغلوں کی کدورت سے خیالات فاسد جم گئے اسی لحاظ سے ہر ایک کا مذہب اور راسے چند طور ہو گئی کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ جہل اور غفلت کے باعث انکی آنکھین نہ کھلین اور انجام کار نہ سوجھا اور یہی جانا کہ مقصود یہی ہے کہ چند روز دنیا مین زندہ رہکر غذا کے حاصل کرنے مین کوشش کرین اور کھا پی کر کمائی کے قابل ہو جاوین پھر کما کر کھاوین غرضکہ انکی غذا کمائی کے واسطے ہے اور کمائی غذا کے لیے اور یہ رائے کسانون اور حرفہ والون کی ہے جو دنیا مین بھی آسایش سے نہین رہتے نہ دین مین پانون دھرتے ہین دن بھر رات کی غذا کے لیے مشقت کرتے ہین اور رات کو دن کی مشقت کے واسطے غذا کھاتے ہین یہ لوگ مرنے کے وقت تک تیلی کے بیل کی طرح اسی گردش مین رہتے ہین اور کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ ہم مطلب سمجھ گئے شریعت کا مقصود یہ نہین کہ انسان عمل ہی پر کفایت کرے اور دنیا کے لذائذ سے محروم رہے بلکہ سعادت یہی ہے کہ شہوت شکم اور فرج سے پیٹ بھر کر حاجت پوری کرے پس یہ لوگ اپنے نفسون کو بھول گئے اور تمامی ہمت عورتون کی صحبت اور لذائذ کھانون مین صرف کی چوپایون کی طرح بجز خور و خواب کے اور کچھ نہ جانا اور اسی کو غایت مقصود سمجھا نا خدا سے ڈرے اور قیامت کے دن سے غافل رہے اور ایک جماعت کا یہ گمان ہے کہ سعادت مال کی اور خزانون کی کثرت سے ہی تو یہ لوگ رات دن جمع کرنے کی فکر مین رہتے ہین اور اس غرض کے لیے بڑی بڑی محنتین اور طویل سفر اختیار کرتے ہین قدر ضرورت کے سوا بخل کے مارے کچھ نہین صرف کرتے کہ کہین مال کم ہو جاوے اور اسی نا نوسے کے پھیر مین پڑے رہتے ہین یہانتک کہ مرنے کے بعد انکی کمائی یا تو زمین ہی مین رہتی ہے یا کسی کھاؤ اڑاؤ کے ہاتھ لگتی ہے یہ تو چین کرتا ہے اور جوڑ جوڑ رکھنے والا اسکی مصیبت و وبال مین گرفتار ہوتا ہے لیکن جمع کرنے والے یہ حال اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین اور عبرت نہین کرتے اور ایک لوگون کو یہ خیال ہے کہ سعادت منحصر نیکنامی مین ہے کہ لوگ ہمارے تجمل اور مروت کی ثنا اور صفت بیان کرین یہ لوگ رات دن جو کچھ معاش پیدا کرتے ہین اپنے کھانے پینے مین بہت تنگی کرتے ہین لیکن سب مال اچھی پوشاک اور نفیس سواریون مین صرف کرتے ہین گھر کے دروازے یا جن چیزون پر خلق کی نگاہ پڑے انکو بہت منقش اور آراستہ رکھتے ہین تاکہ لوگ انکو غنی اور مالدار کہین اور اسی مین اپنی سعادت سمجھتے ہین اور بعضے یون تصور کرتے ہین کہ آدمی کی سعادت اسمین ہے کہ لوگون کے نزدیک مقبول اور قابل تعظیم ہو جاوے اس خیال سے ہمہ تن اس بات مین کوشش کرتے ہین کہ لوگ ہماری اطاعت کرین اور ہمین لحاظ حکومت پر مرتے ہین اور سرکاری کام لینے سے بڑے خوش ہوتے ہین تاکہ اسوجہ سے کچھ لوگون پر حکومت ہو جاوے اور اسی کو غایت مقصود سمجھتے ہین اور یہ بات اکثر غافل لوگون مین موجود ہے لوگون کی فرمانبرداری کی محبت سے خدا کی فرمانبرداری اور عبادت اور اپنی معاد و آخرت کی فکر کو نسیًا منسیًا کر دیا ہے علاوہ ان جماعتون کے اور بہت سے فرقے ہین جنکی شمار شتر سے کچھ زیادہ ہے اور سب کے سب خود گمراہ ہین اور اورون کو صراط مستقیم سے بہکاتے ہین اور یہ صرف اسوجہ سے کہ کھانے اور لباس اور مسکن کی حاجت مین یہ بھول گئے کہ ان چیزون کی حاجت کس لیے ہے اور ان مین سے کسقدر کافی ہین اور انکے اسباب ابتدائی مین پڑ کر انجام تک نوبت پہونچگئی اور آخر کو ایسے گڑھون مین جا پڑے کہ ان مین سے نکلنا دشوار ہو گیا پس جو شخص کہ ان چیزون کی طرف حاجت کی وجہ جانتا ہو اور کچھ دنیاوی کامون سے مقصود ہے اس سے بھی واقف ہے ایسا شخص جو کام اور حرفہ کرے گا اسکی غرض اور مقصود کو جانتا ہوگا اور یہ بھی واقف ہوگا کہ میرا حصہ اس کام و حرفہ سے صرف بدن کی خبر گیری ہے کہ غذا و لباس سے اسقدر اسکو پہونچے کہ ہلاک نہو پس اگر اپنے اس حصہ مین بھی کمی کریگا تو سب شغل اس سے دفع ہو جاوینگے اور فارغ البال ہو کر ہمہ تن متوجہ آخرت ہوگا اور اسی کے لیے تیاریان کریگا اور اگر حصہ مذکور یعنے مقدار ضرورت سے بڑھکر لیگا تو اشغال کا ہجوم ہوگا سلسلہ بے انتہا کام نکل آوینگے اور طرح طرح کے ترددات مین مبتلا ہوگا اور جس شخص کو دنیاوی ترددات اسطرح رہتے ہین اسکو معلوم نہین کہ خدا تعالےٰ کون سے تردد مین ہلاک کر دے اور اس مثل کا مصداق بنا دے ع جو سیر دہ مبتلا سیر دہ چہ خیزد و مبتلا خیزد + یہانتک حال ان لوگون کا ہوا جو دنیا کے کامون مین مستغرق رہتے ہین اب یہ سننا چاہیے کہ بعض لوگ دنیا کے حال سے واقف ہو کر اس سے اعراض کرتے ہین انپر شیطان

حسد کرکے اسی اغراض مین ایسی باتین اُنکے دل مین جاتا ہی کہ بے گمراہ کیے نہین چھوڑتا مثلاً بعض لوگون کو یہ تصور ہوتا ہی کہ دنیا محنت و مصیبت کی جگہ ہی اور آخرت سعادت کا مکان ہی جو آخرت مین پہونچا سعادت مین داخل ہوا خواہ عبادت کرے یا نہین اور اس بنا پر یہ اعتقاد کر لیا کہ محنت دنیا سے بچنے کے لیے اپنی جانون کو ہلاک کرنا بہتر ہی یہ عقیدہ ہنود و عابدون مین سے ایک فرقہ کا ہی کہ اپنے آپ کو جلتی آگ مین گرا کر خاک کر ڈالتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ اس سے محنت دنیا کی اُنپر سے ٹل جاویگی اور آخرت مین کھڑے سعادت مین پہونچینگے اور کچھ لوگون کو یہ تصور ہی کہ خودکشی سے نجات نہین ہوتی بلکہ اول یہ ضرور ہی کہ صفات بشری کو معدوم کرنا اور نفس سے بالکل نیست و نابود کرنا چاہیے اور سعادت آخرت شہوت و غضب کے بالکل قطع کرنے مین ہی اسی خیال سے مجاہدہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے نفس پر اتنی سختی برتی کہ کچھ تو کثرت ریاضت ہی مین مر گئے اور بعضون کی عقل فاسد ہو کر مجنون ہوگئے اور بعضے مریض ہو کر عبادت سے رہ گئے اور بعضے بیخ کنی صفات بشری سے عاجز ہو کر جاننے لگے کہ شریعت کے حکم اور تکلیف کی تعمیل محال ہی اور اُسکی کچھ اصل نہین دھوکا ہی دھوکا ہی ان خیالات سے ملحد بنگئے اور بعضون کو یہ سوجھا کہ سب محنت خدا کے واسطے بیجا ہی کہ خدا تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے بے پرواہ ہی نہ کسی عابد کی عبادت سے اُسمین کچھ زیادہ ہوا اور نہ کسی عاصی کی نافرمانی سے اُسمین کم ہو یہ سوچکر احکام شرعی کو بالاے طاق رکھدیا اور خواہش نفسانی کی طرف رجوع کی اور جو چاہا سو کیا اور یہ سمجھے کہ ہمارا عقیدہ بہت صاف ہی کہ خدا کو ہم عابدون کی عبادت سے بے پرواہ جانتے ہین اور کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ عبادت سے غرض مجاہدہ ہی اس واسطے کہ آدمی کو معرفت حاصل ہو جاوے اور معرفت ہونے پر واصل الی اللہ ہو جاتا ہی اس رتبہ کے بعد پھر حاجت وسیلہ اور حیلہ یعنی عبادت کی نہین رہتی اور جو نادان اس قسم کے لوگ اپنے آپ کو معرفت مین کامل جانتے ہین تو اس وجہ سے عبادت چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ تکالیف شرعی ہم لوگون کے واسطے نہین عوام کے واسطے ہین اُنکے سوا اور بہت سے مذاہب باطلہ اور گمراہیان سخت ہین کہ اُنکی تعداد ستر سے کچھ زیادہ پہونچتی ہی مگر ان مین سے صرف ایک فرقہ نجات پاویگا اور وہ وہی لوگ ہین جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب رضہ کے طریق پر چلنے والے ہین یعنی جنکا عقیدہ یہ ہی کہ نہ بالکل دنیا کو ترک کرنا چاہیے اور نہ بالکل بیخ کنی شہوات کی کرنی چاہیے بلکہ دنیا مین سے بقدر زاد لینا چاہیے اور شہوات مین سے اسقدر کا استعمال کرنا چاہیے جو حد شرع اور عقل سے خارج ہو خلاصہ یہ کہ نہ ہر ایک شہوات کا درپے ہو اور نہ ہر ایک کا تارک بلکہ طریق متوسط اختیار کرنا چاہیے اسیطرح نہ دنیا کی ہر چیز کا طالب ہو نہ ہر ایک چیز کا تارک بلکہ جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہی اُسکا مقصود جانکر اُسکے مقصود ہی تک رہنے دے مثلاً غذا سے اسیقدر رکھے کہ بدن عبادت پر قادر رہے اور مسکن سے اسیقدر اختیار کرے جو حرارت اور برودت اور چورون کی حفاظت کو بس ہو اور علی ہذا القیاس لباس کو جاننا چاہیے پس جب اسطرح بدن کے شغل سے فارغ ہوگا تمامی ہمت سے متوجہ الی اللہ ہو کر زندگی بھر ذکر و فکر مین مشغول رہیگا اور ہمیشہ شہوات کی حفاظت اور سیاست کرتا رہیگا کہ ورع اور تقوی کی حدود سے تجاوز نہ کرنے پاوین اور اُسکی تفصیل جب ہی معلوم ہوتی ہی جب اقتدا فرقہ ناجیہ یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم کا نصیب ہو چنانچہ حدیث شریف مین جب آپ نے امت کا بہتر فرقون مین متفرق ہونا فرمایا اور ایک فرقہ کو ناجی ارشاد فرمایا تو لوگون نے اس ناجی فرقہ کو پوچھا آپ نے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعۃ پھر لوگون نے عرض کیا کہ اہل سنت اور جماعت سے کون لوگ مراد ہین آپ نے فرمایا جنکا طریقہ وہ ہو جو میرا اور میرے اصحاب رضہ کا ہی سچ ہی ○ خلاف پیمبر کسے رہ گزید ○ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید + اصحاب رضہ کا طریق متوسط تھا جیسا کہ ہم پہلے مفصل لکھ چکے ہین یہ لوگ دنیا کو دنیا کی غرض سے نہ لیتے تھے بلکہ دین کی غرض سے اور راہب اور تارک دنیا بالکلیہ نہ ہوتے تھے سب امور مین افراط و تفریط انکے مزاج مین نہ تھی بلکہ انکا امر راستی اور درستی کے ساتھ تھا جو طریقہ وسط اور محبوب الٰہی تھا وہی ان لوگون کو پسند تھا اور درجہ اوسط کی بہتری چند جا پہلے بھی لکھی گئی ہی دنیا کی برائیون کا بیان تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

ساتوان باب بخل کی مذمت اور مال کی دوستی کے بیان مین اسمین بارہ بیان ہین

رباعی

کرتے ہین بخیل زندگی بھر امساک | اور مال کی دوستی کو سمجھین تریاک
پہنچین کہ موت پر وہ اپنے ہمراہ | اس مال و منال سے نہ لیجاوینگے خاک

واضح ہو کہ دنیا کے فتنہ شاخ در شاخ اور نہایت واسع و فراخ ہین گو سب ہین بڑا فتنہ دنیا کا اموال ہین اور انمین ہین رنج و محنت کئی زیادہ ہی اور بہت زیادہ تر خرابی کی وجہ یہ ہی کہ اُسسے کسی کو بے پروائی اور نہ اُسکے ہونے سے صورت سلامتی اگر مال نہو تب تو فقر کہ قریب کفر پہونچا تا ہی حاصل ہوتا ہی اور اگر مال ہو تو باعث سرکشی ہوتا ہی جسکا انجام بجز نقصان کچھ نہین غرضکہ مال خالی فائدے اور نقصان سے نہین مال کے فائدے منجیات مین داخل ہین اور اُسکے نقصان مہلکات مین اور مال مین سے یہ پہچان لینا کہ فلان مال بہتر ہی اور فلان برا البتہ مشکل ہی کہ سوائے علمائے راسخین اور ارباب دین کے اور لوگون کو نہین معلوم ہو سکتا ہی اسلیئے اسکا بیان جداگانہ بہت ضرور ہی پہلے باب مین جو مذمت دنیا کی بیان ہوئی تو عام دنیا کی مذمت تھی کچھ مال کے اعتبار سے نہ تھی کیونکہ دنیا تو آدمی کے حظوظ زندگانی کا نام ہی اور اُسکے بہت حصے ہین ایک اُن مین سے مال بھی ہی اور ایک جاہ ہی اور ایک اتباع شہوت شکم و فرج اور ایک غصہ و حسد کے موجب دل کے پھپھولے توڑنے اور ایک شیخی و تعلی غرضکہ اسیطرح بہت سے اجزا ہین جنسے آدمی کو حظ زندگانی ہوتا ہی اور اس باب مین ہم صرف مال کا بیان کرتے ہین اسلیئے کہ اسمین آفات اور ضرر بہت ہین اسکے نہونے سے تو آدمی مین فقر کا وصف آجاتا ہی اور اُسکے موجود ہونے سے تونگری کا وصف ہوتا ہی اور یہ دونون ایسے اوصاف ہین کہ اُنسے آدمی کا امتحان ہوا کرتا ہی پھر مفلس کی دو حالتین ہین قناعت اور حرص ایک ان مین سے اچھی ہی اور دوسری بری ہی اور حریص کی بھی دو حال ہین یا تو لوگون کے مال مین طمع کرتا ہی یا دوسرون کے مال سے دست بردار ہو کر حرفہ اور پیشہ کے کرنے مین مستعد رہتا ہی اُن دونون حالتون مین سے دوسرون کے مال کی طمع بہت بری ہی اب تونگر کے بھی دو حال ہین ایک تو بخل کے سبب امساک کرنا دوسرے خرچ کرنا ان مین بھی ایک صورت اچھی ہی اور ایک بری پھر خرچ کرنے والے کے بھی دو حال ہین ایک اسراف دوسرے میانہ روی اور عمدہ میانہ روی ہی اور یہ سب باتین باریک اور ایک دوسرے سے متشابہ ہین اسلیئے انکا واضح کرنا بہت ضرور ہی لہذا ہم اسکی شرح چودہ بیانون مین کرتے ہین

بیان اول مال کی مذمت اور اُسکی محبت کی برائی

اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی یا ایہا الذین امنوا لا تلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ہم الخاسرون اور فرمایا انما اموالکم واولادکم فتنۃ واللہ عندہ اجر عظیم اور فرمایا من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اور فرمایا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی اور فرمایا الہکم التکاثر اور حدیث شریف مین ہی کہ مال اور شرف کی محبت دل مین نفاق اسطرح اگاتی ہین جیسے پانی سے ساگ اگتا ہی اور دوسری حدیث مین ہی کہ اگر بکریون کے گلہ مین دو بھیڑیے چھوڑ دیئے جاوین تو وہ اُسمین اتنا نقصان نہین کرتے جتنا محبت مال اور شرف کی مسلمان آدمی کے دین مین نقصان کرتی ہی اور نیز فرمایا کہ ہلک المکثرون الا من قال بہ فی عباد اللہ ہکذا وہکذا اور لوگون نے جب آپ سے عرض کیا کہ آپ کی

[illegible]

[illegible]

امت میں سب سے زیادہ شریر کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ تونگر اور ایک حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ
غذائیں لطیف اور طرح طرح کی کھائینگے اور گھوڑون میں سے عمدہ عمدہ تیز رفتارون پر سوار ہونگے اور عورتون میں سے خوبصورت اور
شکیل سے نکاح کرینگے لباس فاخرہ انواع و اقسام کے پہنینگے انکے پیٹ تھوڑی سی چیز سے پُر نہونگے نفس کثیر پر قانع دنیا ہی کے ہو رہینگے صبح و
شام وہی مدنظر ہوگی خدا تعالے کے سوا اسی کو اپنا معبود اور رب جانینگے پس جو شخص اس زمانہ میں ہو تمہاری اولاد کی اولاد میں سے
یا انکے لوگون میں سے اسکو محمد بن عبد اللہ کی طرف سے قسم ہے کہ وہ نہ ایسے لوگون کو سلام کرے اور نہ انکے بیمار کی عیادت کرے نہ انکے
جنازہ میں شریک ہو نہ بزرگ کی تعظیم کرے اور اگر ایسا کریگا تو گویا اسلام کے گرانے میں ساعی اور مددگار ہوگا اور ایک حدیث میں فرمایا
دنیا کو دنیا دارون کے لیے چھوڑ دو اسلیے کہ جو کوئی دنیا بقدر کفایت سے زیادہ حاصل کریگا وہ اپنی موت حاصل کریگا اور اسکو خبر بھی نہوگی اور دوسری حدیث
میں فرمایا یقول ابن آدم مالی مالی وہل لک من مالک الا ما اکلت فافنیت او لبست فابلیت او تصدقت فامضیت اور ایک شخص نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں موت کو نہیں چاہتا ہون آپ نے فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہے اس نے
عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ اپنے مال کو آخرت کے لیے دے ڈال کیونکہ ایمان دار کا دل مال کے ساتھ رہتا ہے اگر دے دیا ہوگا تو چاہیگا
کہ میں بھی اس سے جا ملون اور اگر پیچھے چھوڑ دیگا تو یہ چاہیگا کہ کاش میں بھی اسکے ساتھ ہی دنیا میں رہتا اور فرمایا کہ آدمی کے دوست
تین ہیں ایک تو قبض روح تک ساتھ رہتا ہے دوسرا قبر تک تیسرا قیامت تک قبض روح تک کا ساتھی تو مال ہے اور قبر تک کے ساتھی
اسکے گھر والے ہیں اور قیامت تک کے ساتھی اسکے اعمال ہیں اور ایک بار حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا
کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ پانی پر چلتے ہیں اور یہ امر ہم سے نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک کچھ روپیہ اشرفی کی قدر ہے انھون نے
عرض کیا کہ البتہ ہم انکو اچھا جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک وہ دونون اور ڈھیلے یکسان ہیں اور حضرت سلمان فارسی رضی نے
حضرت ابو الدرداء رضی کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ اے برادر اتنی دنیا مت جمع کرنا جسکا شکر تم سے ادا نہو سکے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس مالدار نے اپنے مال کو خدا کے فرمانے کے بموجب صرف کیا ہوگا وہ قیامت کو حاضر کیا جاویگا اسکا مال
سامنے ہوگا جب پل صراط پر ادھر اُدھر جھکنے لگیگا تو اسکا مال کہیگا کہ چلا کیون نہیں جاتا تو مجھ میں سے اللہ کا حق دے چکا ہے پھر ایسا
مالدار آویگا جسنے حکم خدا کے موافق نہ کیا ہو اسکا مال اسکے شانون پر رکھا ہوگا جب پل صراط پر جھکنے لگیگا تو اسکا مال کہیگا کہ خرابی ہو
تجھکو تونے مجھ میں سے خدا کا حق کیون نہ دیا اسیطور پر اسکا حال رہیگا یہانتک کہ دہائی تہائی مچا دیگا اور باب زہد و فقر میں جو کچھ
غنا کی مذمت اور فقر کی صفت لکھی ہے ان سب کا مآل مال کی برائی ہے اسکو یہان بیان کرنے کی حاجت نہیں اسی طرح دنیا کی مذمت
میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ بھی مذمت مال کو شامل ہے اسلیے کہ دنیا کے ارکان میں سب سے زیادہ مال ہے لیکن اس باب میں وہی ذکر
ہوتا ہے جو خاص کر مال کے باب میں وارد ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے اذا مات العبد قالت الملائکۃ ما قدم وقال الناس ما خلف اور
فرمایا لاتتخذوا الضیعۃ فتحبوا الدنیا روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابو الدرداء رضی کے ساتھ کچھ برائی کی تو آپ نے یون فرمایا کہ الٰہی جسنے
مجھ سے برائی کی ہے اسکو صحیح و سالم رکھ اور اسکی عمر زیادہ کر اور مال کثرت سے دے یہان دیکھنا چاہیے کہ باوجود صحت بدن اور زیادتی
عمر کے کثرت مال کو نہایت امتحان تصور فرمایا کیونکہ اسکی کثرت سے نوبت سرکشی کی بالضرور پہونچتی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
ایک درم اپنی ہتھیلی پر رکھکر فرمایا تو ایسی چیز ہے جب تک میرے پاس سے ٹلیگی مجھکو نفع نہ دیگی اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی نے

حضرت زینب بنت جحش ام المومنین کی خدمت مین کچھ روپے بھیجے انھون نے پوچھا یہ کیسے ہین لوگون نے کہا کہ حضرت عمر رضہ نے آپ کے لیے بھیجے ہین انھون نے فرمایا کہ خدا تعالے عمر کی مغفرت کرے پھر ایک پردہ کو کھولکر اُسکو پھاڑا اور اُسکی تھیلیان سی کر وہ تمام مال اپنے رشتہ دارون اور یتیمون مین بانٹ دیا پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر یون دعا مانگی کہ آلہی اس سال کے سوا پھر میرے پاس عمر کی عطا نہ آوے اور ایسا ہی ہوا کہ ازواج مطہرات مین سے اول انتقال انھین کا ہوا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسکو روپیہ عزت دیتا ہی اُسکو خدا ذلیل کرتا ہی اور روایت ہی کہ جب اول اوّل روپیہ اشرفی تیار ہوئے تو ابلیس نے اُن دون کو اُٹھا کر اپنے ماتھے پر رکھا اور بوسہ دیا اور کہا کہ جو تمسے محبت کریگا وہ حقیقت مین میرا غلام ہوگا اور سمیط بن عجلان کہتے ہین کہ روپیہ اشرفیان منافقون کی باگین ہین جنسے دوزخ کی طرف کھینچے جاوینگے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ روپیہ ایک بچھو ہی جسکو اُسکا منتر نہ آتا ہو وہ اُسکو نہ لیوے کیونکہ اگر کاٹ لیگا تو اُسکا زہر چڑھ کر ہلاک ہو جاویگا لوگون نے پوچھا کہ اُسکا منتر کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ وجہ حلال سے حاصل کرنا اور حق پر صرف کرنا اور علا بن زیاد رح کہتے ہین کہ دنیا میرے سامنے صورت بنکر آئی ہر طرح کی زینت سے آراستہ تھی مین نے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اُسنے جواب دیا کہ اگر تمکو منظور ہی کہ خدا میرے شر سے تمکو بچاوے تو روپیہ کو بُرا سمجھنا کیونکہ گویا تمام دنیا روپیہ ہی کا نام ہی اس جہت سے کہ روپیہ کے بدولت تمام اسنام دنیا حاصل ہوسکتے ہین جو اس سے صبر کریگا وہ گویا تمام دنیا سے صبر کریگا جیسا کہ کسی کا قول ہی ~ زر جسکو میسر ہی وہ دنیا مین وطنی ہی + جو اس سے کرے صبر وہ دنیا سے غنی ہی + اور مسلمہ بن عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین نزع کی حالت مین گئے اور اُنسے کہا کہ آپ نے ایسا کام کیا جو کسی نے تمسے پہلے نہین کیا وہ یہ ہی کہ اپنی اولاد کے لیے نہ روپیہ چھوڑتا نہ اشرفی اور اُنکے تیرہ بیٹے تھے مسلمہ کا قول سُنکر اُنھون نے فرمایا کہ مجکو ذرا بٹھلا دو جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ مین نے اولاد کے واسطے کچھ نہین چھوڑا تو مین نے انکا حق کچھ نہین داب رکھا اور جو غیرون کا حق تھا وہ اُنکو نہین دیا علاوہ ازین میرے بیٹے دو طرح کے ہین یا تو خدا کے فرمانبردار ہین تو ایسون کو تو خدا ہی کافی ہی چنانچہ خود فرماتا ہی وھو یتولی الصالحین یا عاصی و نافرمان ہین انکی مجھے کچھ پروا نہین جو ہو سو ہوا کرے اور روایت ہی کہ محمد بن کعب رح قرظی کو بہت سا مال ہاتھ لگا لوگون نے کہا کہ اگر اسکو اپنے بیٹے کے واسطے رکھ چھوڑو تو مناسب ہی اُنھون نے فرمایا کہ نہین بلکہ اُسکو تو اپنے لیے خدا کے پاس جمع کر دونگا اور خدا کو اپنے بیٹے کے لیے چھوڑ جاؤنگا اور ایک شخص نے ابو عبد ربہ سے کہا کہ برادر ایسا نہو کہ تم دنیا سے بُری طرح اٹھو اور مال اپنی اولاد کے واسطے چھوڑ مرو اُنھون نے اپنے مال مین سے ایک لاکھ درم خیرات کر دیے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ آدمی کو مال مین مرنے کے وقت دو مصیبتین ایسی ہوتی ہین کہ پہلے اور پچھلے لوگون نے بھی ویسی نہ سُنی ہون لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک تو یہ کہ سب کا سب اُس سے چھن جاتا ہی دوسرے یہ کہ تمام و کمال کا اُس سے سوال ہوتا ہی یعنے حساب دینا پڑتا ہی۔

دوسرا بیان مال کی تعریف اور اُسکی مدح و مذمت مین تطبیق کی وجہ

جاننا چاہیے کہ خدا تعالے نے قرآن مجید مین مال کو چند جا لفظ خیر سے تعبیر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہی ان ترک خیرا آخر آیت تک اور حدیث شریف مین نعم المال الصالح للرجل الصالح بہر صورت قرآن شریف و حدیث سے تعریف مال کی ثابت ہی علاوہ اسکے جو کچھ صدقہ اور حج کے ثواب مین مذکور ہوا ہی وہ سب بھی مال ہی کی صفت ہی کیونکہ بدون مال نہ حج ہوسکے نہ خیرات اور یہ جو کلام اللہ مین ہی ویستخرج کنزہما رحمۃ من ربک اور دوسری جا بندون پر احسان کے طور پر ارشاد ہی ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنات ویجعل لکم انہارا اور حدیث شریف مین ہی کاد الفقر ان یکون کفرا یہ بھی مال ہی ثنا ہی اور وجہ تطبیق کی درمیان مذمت و ثنا کے جب تک معلوم نہین ہوسکتی جبتک مال کی حکمت اور مقصود اور آفات اور ضررون کو نہ جانا جاوے یہ امر جاننے سے معلوم ہوتا ہی کہ مال ایک وجہ سے بہتر ہی اور ایک وجہ سے بدتر بہتری کی جہت سے قابل

مدح

شنا ہی اور برائی کے باعث قابل مذمت کیونکہ مال نہ تو بالکل خیر ہی نہ بالکل شر بلکہ دونوں کا سبب ہوا کرتا ہی اور جو چیز سبب خیر و شر دونوں کا ہو گی
کبھی ثنا ہو گی اور کبھی مذمت اور ہوشیار و عاقل شخص اس سے جان سکتا ہی کہ مال قابل مدح اور ہی اور قابل مذمت اور۔ نہ کچھ جیسے جلد چہارم کے
باب الشکر میں خیرات کا بیان اور نعمت کے درجات کی تفصیل لکھی ہی وہاں مفصل دیکھ لینا چاہیے یہاں اسقدر کافی کہ داناؤں اور اہل بصیرت کا
مقصود سعادت اخروی ہی اور واقع میں بھی وہی دولت جاوید اور نعمت پائدار ہی دانا اور بزرگ لوگ اسی کے راغب ہوتے ہیں چنانچہ حدیث
شریف میں ہی کہ لوگوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا کہ آدمیوں میں سب سے زیادہ بزرگ اور دانا کون ہی آپ نے ارشاد
فرمایا اکثرہم للموت ذکرا واشدہم لہ استعدادا اور سعادت اخروی دنیا میں بدون تین وسیلوں کے نہیں حاصل ہو سکتی ہی ایک تو فضائل نفسی
مثل علم اور حسن خلق کے دوسرے فضائل جسمی مثل صحت و تندرستی کے تیسرے وہ فضائل کہ بدن سے خارج ہوں جیسے مال و اسباب وغیرہ اور ان
تینوں میں نفس کی فضیلت سب میں اعلیٰ ہی اسکے بعد جسمی فضائل ہیں اسکے بعد یعنی سب سے ادنیٰ فضائل خارجی ہیں غرضکہ مال بھی خارجی
چیزوں میں سے ہی اور ان میں سے ادنیٰ چیز اشرفی روپیہ ہی کیونکہ یہ خادم ہیں انکا خادم کوئی نہیں اور دوسری چیزوں کے لیے انکی
خواہش ہوتی ہی خود انکی ذات مراد و مقصود نہیں اسلیے کہ نفس ایک جوہر نفیس ہی جسکی سعادت مطلوب ہی اور وہ علم اور معرفت اور مکارم اخلاق
کی خدمت کرتا ہی تاکہ یہ چیزیں نفس کے صفات ذاتیہ میں داخل ہوں پھر نفس کی خدمت بدن بذریعہ حواس اور اعضا کے کرتا ہی اور غذا و
خوراک وغیرہ بدن کی خدمت کرتی ہیں اور چونکہ یہ بات بہت کھلی ہی کہ غذا سے غرض بدن کا قائم رکھنا ہی اور نکاح سے غرض نسل کا باقی رکھنا
اور تندرستی سے مقصود نفس کی تکمیل اور تزکیہ اور علم و اخلاق سے مزین کرنا ہی تو جب کسی کو یہ ترکیب معلوم ہو گی وہ قدر مال کی اور دنیا کی
بہتری کی جان لیگا کہ مال اسوجہ سے ضروری ہی کہ اس سے غذا و لباس جو بدن کی بقا کے لیے ضروری ہیں حاصل ہوتے ہیں اور بدن کی بقا
کمال نفس کے لیے ضروری ہی اور کمال نفس میں خیر و سعادت ہی لیکن جو شخص کسی چیز کا فائدہ اور غایت اور مقصود جانکر اسی چیز کا استعمال ایسے
کہ وہی غایت و نظر رہے اسکو بھولے نہیں تو یہ استعمال اسکے حق میں بہتر اور مفید ہی اور اسیطرح مال بھی بوجہ مذکورہ بالا ذریعہ کمال
نفس ہو سکتا ہی اسلیے کہ اسکا کام میں لانا صرف اسی غرض کے لیے اچھا ہی اور بغیر مال ذریعہ فاسد مقصدوں کا بھی ہی جیسے اس سے ایسی باتیں
بھی ہو سکتی ہیں جو سعادت اخروی سے باز رکھیں اور علم و عمل کی راہ بند کر دیں ایسی صورت میں مال کا استعمال برا ہی خلاصہ یہ کہ مال وسیلہ
اور ذریعہ دوسرے مقاصد کا ہوتا ہی جیسا مقصد ہو گا ویسا ہی مال کا بھی حال ہی اگر مقصد اچھا ہی تو مال بھی اچھا ہو گا اور اگر برا ہی تو برا اس
معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا کے موافق جو شخص دنیا کو قدر کفایت سے زیادہ لیگا تو نادانستہ گویا اپنی موت لیگا اور چونکہ طبیعتیں اتباع
شہوات کی مائل ہیں اور شہوات راہ خدا کی روکنے والی اور مال سے وسے آسانی حاصل ہو سکتی ہیں تو قدر کفایت سے زیادہ مال لینے میں
بڑے خوف کی جگہ ہی اسی لحاظ سے انبیا علیہم السلام نے اسکے شر سے پناہ مانگی ہی یہانتک کہ حدیث شریف میں ہی اللھم اجعل قوت آل محمد
کفافا دیکھو دنیا سے اسکی مقدار طلب فرمایا جو تری خیر ہی اور فرمایا اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے یوں پناہ مانگی واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام سے غرض سونا چاندی ہی اسوجہ سے کہ رتبہ نبوت اس بات سے
پاک ہی کہ پتھروں کو خدائی کا اعتقاد کریں اور آیت میں جو لفظ عبد مذکور ہی عبادت سے غرض نقدین کی محبت اور رغبت اور انکے
باعث دھوکا کھا جانا ہی جیسے کہ حدیث شریف میں ہی تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم تعس ولا انتقش واذا شیک فلا انتقش اس حدیث
سے ظاہر ہوا کہ دینار و درم کا محبت رکھنے والا انکی عبادت کرنے والا ہی اور عابد کسی پتھر کا عابد بت کا ہی بلکہ جو غیر اللہ کی پرستش کرے
وہ بت پرست ہی اور شرک کا اکثر اتنی بات ہی کہ شرک کی دو قسمیں ہیں خفی اور جلی شرک خفی موجب ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا نہیں اور ایسا
ایماندار بھی کم خالی ہوتے ہیں کیونکہ وہ چیونٹی کے چال سے بھی زیادہ مخفی ہی اور شرک جلی سے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہو گا خدا تعالیٰ ہم کو

دونون قسمون سے بچاوے۔

تیسرا بیان آفات مال اور اسکے فوائد کی تفصیل مین۔ واضح ہو کہ مال مین سانپ کی طرح زہر بھی ہو اور زہر مہرہ بھی زہر اسکے آفات ہین اور زہر مہرہ فوائد جس شخص کو فوائد و آفات دونون معلوم ہون اس سے ہوسکتا ہی کہ مال کی شر سے بچے اور خیر کا طالب ہو پھر مال کے فوائد کی دو قسمین ہین دنیاوی اور دینی قسم اول یعنے فوائد دنیاوی کا ذکر کرنا فضول ہی اسلیے کہ تمام اقسام خلق مین مال کے فوائد مشہور و معروف ہین اگر وہ اُنمین فائدہ نہ جانتے تو اسکی طلب مین کیون جان کہوتے لیکن فوائد دینی تین قسمون مین منحصر ہین۔

قسم اول یہ کہ مال کو اپنے نفس پر خرچ کرے یا تو عبادت مین یا عبادت پر استعانت مین عبادت مین تو اسطرح کہ مثلاً حج یا جہاد مین خرچ کرے کیونکہ یہ دونون بدون مال کے نہین ہوسکتے حالانکہ اصول عبادت سے ہین محتاج و مفلس اُنکے ثواب کو نہین پاسکتا اور عبادت پر استعانت مین اسطرح کہ غذا و لباس و مسکن مین صرف کرے کہ اس سے تقویت عبادت کی ہو کیونکہ یہ ایسے حاجات ہین کہ اگر میسر نہون تو دل اُنکی تدبیر مین لگا رہتا ہی دین کے لیے فراغت نہین ہوتی تو بقدر کفایت مال کا حاصل کرنا جس سے استعانت و تقویت عبادت پر ہو فوائد دینی مین داخل ہی ان تنعم اور زائد از حاجت صرف کرنا البتہ حظوظ دنیاوی سے ہی دوسری قسم جو لوگون پر صرف کرے اور اسکی چار قسمین ہین صدقہ مروت کے طور پر حفظ آبرو کے لیے نوکر یا خدمتگار کی اجرت صدقہ کا ثواب تو ظاہر ہی اس سے خدا تعالی کا غصہ فرو ہو جاتا ہی جیسا کہ اسکے فضائل پہلے گذر چکے اور مروت کے طور پر خرچ کرنے سے ہماری مراد یہ ہی کہ غنی اور شریف لوگون کی دعوت اور ہدیہ اور اعانت وغیرہ مین صرف کرنا اسکو صدقہ نہ کہینگے کیونکہ صدقہ وہی ہوتا ہی جو محتاج کو دیا جاوے مگر پھر بھی اسطرح کا خرچ فوائد دینی سے ہی اسلیے کہ آدمی ایسے خرچ سے دوست اور بھائی بنا لیتا ہی اور ایسے اخراجات سے سخاوت کی صفت حاصل ہوتی ہی اور سخیون کی جماعت مین شامل ہوتا ہی کیونکہ صفت سخاوت جبتک حاصل نہین ہوتی جبتک احسان اور مروت سے لوگون کے ساتھ پیش نہ آوے اور اسطرح کے خرچ مین بھی بڑا ثواب ہی چنانچہ بہت سے ہدیہ اور ضیافت اور کھانا کھلانے کے ثواب مین وارد ہین یہ شرط نہین کہ جنکو دیا جاوے اُنپر فقر و فاقہ بھی ہو اور حفظ آبرو کے لیے جو خرچ ہوتا ہی اس سے یہ غرض ہی کہ جس سے شاعر اور بیوقوف ہجو نہ کرین اور اپنی زبانین روکین یہ خرچ بھی گو اسکا فائدہ دنیا مین بھی ہی مگر دینی فوائد مین سے ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما وقی بالمرء عرضہ کتب لہ بہ صدقة کیونکہ اسی خرچ کی جہت سے غیبت والا باز رہتا ہی اور عداوت و تشدد سے جو باتین منہ سے نکلجاتی ہین وہ بھی ایسے خرچون سے موقوف رہتی ہین اور غیبت وغیرہ کے جواب مین جو کچھ بطریق انتقام اپنی زبان سے نکلتا اس سے بھی محفوظ رہنا اور خدمتی کی اجرت کا حال یہ ہی کہ آدمی اپنے سامان کی تیاری مین جن اعمال کا محتاج ہوتا ہی وہ بہت ہین اگر ان سب کو خود ہی کیا کرے تو تضییع اوقات ہو اور چلنا راہ آخرت کا اور فکر اور ذکر بھی دشوار ہوگا جو اعلی مقامات سالکین مین سے ہی اور جسکے پاس مال نہین وہ کام اپنے خود کریگا مثلاً کھانا خریدنا اور پکانا اور گھر صاف کرنا اور جس کتاب کی ضرورت ہو اسکو لکھنا وغیرہ سب آپ ہی کرنے پڑینگے لیکن جو کام دوسرے کے کرنے سے اپنی غرض نکلجاوے ایسے کام مین خود مصروف ہونا خسارہ مین پڑنا ہی مثلاً مالدار آدمی اگر ایسے جزئیات کامون کی طرف خود درپے ہو تو اس سے عمل اور علم اور ذکر اور فکر کچھ نہوسکیگا اور یہ ہو نہین سکتا کہ علم پڑھا کرے کوئی اور شخص اور فائدہ ہو دوسرے کو مگر یہ ہوسکتا ہی کہ اگر کوئی روٹی پکا دے تو دوسرا اسکو کھالے غرضکہ جو کام کہ غیر سے نکل سکتا ہو اُسمین اپنے آپ مصروف ہوکر علم وغیرہ سے تضییع اوقات اور نقصان مین پڑنا ہی **تیسری قسم** وہ خرچ کہ کسی انسان معین پر نہو بلکہ اس سے فائدہ عام ہو جیسے مسجد اور پل اور سرا اور شفاخانہ اور مدرسہ اور کنوان بنانا یا خیرات کے لیے زمین و جائداد وقف مساکین کر دینا یہ ایسے خرچ ہین جنسے ہمیشہ کو مرنے کے بعد خیرات ہوتی ہی اور صلحا خرچ کرنے والے کے حق مین مدتون دعا کیا کرتے ہین اس سے بڑھکر اور خیر کیا ہوگی پس مال مین دین کے یہ فائدے ہین علاوہ انکے دنیاوی حظوظ بھی اس سے حاصل ہوتے ہین کہ سوال اور فقر کی ذلت سے نجات پانا اور خلقت مین عزت و افتخار حاصل ہونا اور یار و مددگار بہت سے ہونے اور لوگون کے

دلون

دونوں میں وقار اور بزرگی ہوتی سب فوائد دنیاوی ہیں اور آفات مال بھی دو قسم ہیں دینی اور دنیاوی آفات دینی تین ہیں اول یہ کہ مال سے گناہوں تک نوبت معصیت کی پہونچتی ہے کیونکہ شہوات کا تقاضا آدمی پر ہمیشہ رہتا ہے اگر بے مال کے کچھ کر نہیں سکتا اور مفلسی تو آپ ہی بچ سکتا ہے کیونکہ جب تک کسی گناہ کا سامان نہیں ہوتا تب تک اسکا شوق نہیں ابھرتا اور جب اپنے آپ میں اسکی قدرت پاتا ہے تو شوق ابھرتا ہے اور چونکہ مال سے ہر طرح کی قدرت آجاتی ہے اسواسطے تقاضا معصیت کا سلسلہ جنبانی کرتا ہے اسوقت اگر اپنی خواہش کے بموجب ارتکاب کرنے لگیگا تو ہلاک ہوگا اور اگر صبر کریگا تو رنج اٹھائیگا اسلیے کہ باوجود قدرت صبر کرنا بہت سخت ہے اور تونگری کے وقت کا فتنہ اور امتحان مفلسی کے فتنہ اور امتحان سے بڑا ہوتا ہے دوم یہ کہ مباحات سے تنعم پہونچتی ہے لیکن یہ تو مال والے سے ہو نہیں سکتا کہ جَو کی روٹی کھاوے اور موٹا کپڑا پہنے اور لذیذ کھانوں سے بالکل پہلو تہی کرے جیسے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اپنی سلطنت میں کیا تھا بالضرور یہی ہوگا کہ خوش خوراک اور خوش پوشاک رہیگا اور اسی کا عادی ہو جائیگا اور یہی امر اسکے نزدیک محبوب اور مالوف رہیگا کہ بدون اسکے صبر نہ کریگا اسیطرح رفتہ رفتہ ایک تکلف سے دوسرا سوجھیگا اور جب تنعم سے الفت و انس زیادہ ہوگا تو کبھی ایسا بھی ہوگا کہ حلال مال سے اسکا مطلب حاصل نہ ہوسکے اسلیے مشکوک مال میں راغب ہوتا ہے اور مداہنت اور جھوٹ اور نفاق اور دوسرے ردی اخلاق میں غوص کرتا ہے تاکہ کسی طرح دنیا بن جاوے اور مدعا بر آوے علاوہ اسکے جسکے پاس مال بہت ہوتا ہے اسکو لوگوں کی طرف بہت سی حاجت ہوتی ہے اور جسکو لوگوں کی طرف حاجت پڑتی ہے لامحالہ ملاوٹ کی باتیں ضرور کرتا ہے اور انکی رضامندی میں خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور اگر پہلی آفت سے آدمی بچ بھی جاوے تو اس آفت سے بچنا مشکل ہے اور خلق کی طرف ضرورت پڑنے سے دوستی اور دشمنی پیدا ہوتی ہے دشمنی سے حسد اور حقد اور ریا و کبر اور کذب اور چغلی اور غیبت اور دوسرے گناہ بھی ہیں جو کہ دل اور زبان سے مخصوص ہیں اور اعضا میں بھی انکا اثر ہو ہی جاتا ہے اور یہ سب باتیں مال ہی کی نحوست سے ہوتی ہیں جسکی حفاظت و اصلاح کے لیے خلق کی طرف حاجت پڑتی ہے تیسری آفت جس سے کوئی خالی نہیں وہ یہ ہے کہ آدمی مال کی اصلاح و درستی میں خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے اور جو چیز کہ خدا کی یاد کی حاجب ہو وہ نقصان کی شے ہے اسی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مال میں تین آفتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ حلال سے نہ لے لوگوں نے عرض کیا کہ اگر حلال کمائے تو آپ نے فرمایا کہ دوسری آفت میں مبتلا ہوگا کہ اسکا حق اور بے جا خرچ نہیں کریگا لوگوں نے عرض کیا کہ اگر حق طور خرچ بھی کرے تو آپ نے فرمایا کہ تیسری آفت جس آدمی کو اسکے بنانے میں خدا سے غافل ہوگا اور یہ مرض لاعلاج ہے اسلیے کہ سب عبادتوں کی اصل اور منشا خدا کا ذکر اور اسکے جلال کی فکر اور ان دونوں باتوں یعنی ذکر اور فکر کے لیے دل فارغ چاہیے مگر مال والے کے ذمہ سیکڑوں آفت دنیا کی لگی رہتی ہیں صبح شام کہیں کسانوں اور شرکا کا جھگڑا کہیں حساب کا بکھیڑا کہیں پانی اور حدود کی تکرار سرکاری لوگوں سے خراج وصولی کا بکھیڑا کہیں معماروں مزدوروں سے الجھنا کہ کام تھوڑا کیا کہیں کسانوں پر چوری اور خیانت دھرنا کہیں اپنے شریک سوداگری سے اندیشہ اس بات کا لانا کہ یہ نفع زیادہ لیتا ہے اور کام کم کرتا ہے یا مال تلف کرتا ہے علی ہذا القیاس جسکے پاس مواشی ہوں وہ بھی ایسے ہی کچھ ترددات میں رہتا ہے اور سب اموال کا یہی حال ہے مگر جیسا کہ نقد ظاہری زمین میں گاڑے ہوئے نقدوں سے دور رہتا ہے اور اور کسی مال میں نہیں رہتا گو دل کا تردد اسمیں بھی ہمیشہ کیونکہ اسکو کہاں رکھوں اور کیسے بچاؤں اور لوگوں کو اسپر اطلاع نہ ہو نہ کوئی اسکی طمع کرے اسیطرح کے ترددات کی کچھ انتہا نہیں لیکن جسکے پاس ایک روز کا کھانا موجود ہے تو وہ ان سب ترددات سے بری ہے علاوہ ان آفات دنیاوی کے اور بہت سی باتیں ہیں جو دنیا میں مال والوں کو ہوتی ہیں حاسدوں کے دور کرنے میں مشقت اٹھانی مال کی حفاظت اور پیدا کرنے میں محنت پرخطر مقامات میں جانا رنج و غم اور خوف و الم برداشت کرنی وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ مال تریاق اس صورت میں ہے کہ بسر اوقات کے لیے لیکر باقی کو خیرات کر دیا جاوے اور اگر ایسا نہ ہوگا تو وہ مال زہر اور آفات میں مشہور ہوگا۔

چوتھا بیان حرص و طمع کی مذمت اور قناعت اور لوگون سے توقع نہ رکھنے کی ثنا۔

جاننا چاہئے کہ فقیری عمدہ چیز ہے جیسا کہ باب الفقر مین مذکور ہوگا فقیر کو چاہئے کہ قانع ہو لوگون کے مال کا تاکو نہو انسے کسی بات کی طمع نہ کرے اور کسی طرح کے مال کے پیدا کرنے کا حریص نہو اور یہ بات جبھی حاصل ہوگی جب غذا و لباس مسکن سے بقدر ضرورت قانع ہو ۔ اگر جمعیت دل ہی تجھے منظور ہو تو قانع ہو + کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہین + بلکہ یہ بھی چاہیے کہ ان چیزون کی مقدار قلیل پر جو سب سے ادنی قسم کی ہو اکتفا کرے اور اپنے عمل کو ایک روز خواہ ایک مہینے سے نہ بڑھاوے اور دل کو ایک مہینے سے بعد کا ہرگز مشغل نہ لگاوے پس اگر کثرت مال و طول امل کا مشتاق ہوگا تو قناعت کی عزت سے محروم رہیگا اور طمع کی ناپاکی مین آلودہ ہوگا اور طمع و حرص سے اور برے اخلاق اور خلاف مروت افعال کا مرتکب ہوگا اور آدمی کی پیدایش اور سرشت مین حرص و طمع داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے لو کان لابن آدم وادیان من ذہب لابتغی وراءہما ثالثا ولا یملا جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب اور اسی مضمون کو ابو واقد اللیثی رضنے اسطرح بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب وحی آتی تو ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے آپ ہمکو وحی کے احکام ارشاد فرما دیتے ایک روز جو مین خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہمنے مال اسلیے بھیجا ہے کہ لوگ نماز قائم رکھین اور زکوۃ دین اور اگر آدمی کے پاس سونے کا ایک جنگل ہو تو یہ چاہیگا کہ دوسرا اور ہو جب دوسرا ہو جاوے تو یون چاہیگا کہ تیسرا اور ہو اور آدمی کا پیٹ سواے خاک کے اور کسی چیز سے نہین سیر ہوتا اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالے اسکی توبہ قبول فرماتا ہے اور حضرت ابو موسی اشعری رضہ فرماتے ہین کہ ایک سورت مثل سورہ براءۃ کے اتری تھی وہ پھر اٹھ گئی مگر اتنی آیت لوگون کو یاد ہے ان اللہ یؤید ہذا الدین باقوام لاخلاق لہم ولو ان لابن آدم وادیین من مال لتمنی وادیا ثالثا ولا یملا جوف ابن آدم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منہومان لا یشبعان منہوم العلم ومنہوم المال اور فرمایا یہرم ابن آدم ویشب معہ اثنتان الامل وحب المال یا اسکے الفاظ کچھ اور اسی معنی مین ہین اور چونکہ محبت مال آدمی کی سرشت مین داخل اور موجب گمراہی و ہلاک ہے اسی لیے اللہ تعالے نے اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قناعت کی ثنا بیان فرمائی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ طوبی لمن ہدی الی الاسلام وکان عیشہ کفافا وقنع بہ اور فرمایا ما من احد فقیر ولا غنی الا ود یوم القیمۃ انہ کان اوتی قوتا فی الدنیا اور فرمایا لیس الغنی عن کثرۃ العرض انما الغنی غنی النفس اور شدۃ حرص سے اور طلب مین مبالغہ کرنے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا الا ایہا الناس اجملوا فی الطلب فانہ لیس لعبد الا ما کتب لہ ولن یذہب عبد من الدنیا حتی یاتیہ ما کتب لہ من الدنیا وہی راغمۃ اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالے سے سوال کیا کہ الہی تیرے بندون مین سے زیادہ غنی کون ہے ارشاد ہوا کہ جو میرے دیئے پر زیادہ تر قانع ہو پھر پوچھا کہ عادل زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو اپنے نفس سے انصاف کرے یعنے برائی پر اس سے بھی انتقام لے اور حضرت ابن مسعود سے یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل نے میرے دل مین یہ پھونک دیا ہے کہ کوئی نفس نہین مرنے کا جبتک اپنا رزق پورا نہ کرلے پس اللہ تعالے سے ڈرو اور طلب مین میانہ روی کرو اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رضہ جب تجکو سخت بھوک لگے تو ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا پر لات مار اور یہ بھی انھین سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ورع اختیار کر سب مین زیادہ عابد

ہو جائیگا اور قناعت کر سب مین زیادہ شاکر ہوگا لوگون کے لیے وہی بات چاہو جو اپنے لیے چاہتا ہو اس سے ایماندار ہو جائیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طمع سے منع فرمایا چنانچہ ابو ایوب انصاری رض سے مروی ہو کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو کچھ نصیحت مختصر ارشاد فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز ایسی پڑھ جیسے کوئی رخصت ہونے والا پڑھتا ہو یعنی پھر شاید اتفاق پڑھنے کا ہوگا یہی نماز آخری ہی اور ایسی بات کر جسکا کل کو عذر نہ کرنا پڑے اور جو کچھ لوگون کے پاس موجود ہو اُس سے نا امید ہو جئے کسی کے مال کی طمع مت رکھ اور حضرت عوف بن مالک اشجعی رض فرماتے ہین کہ ہم سات یا آٹھ یا نو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے آپ نے فرمایا کہ تم رسول اللہ سے بیعت نہین کرتے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم بیعت نہین کر چکے پھر آپ نے فرمایا کہ تم خدا کے رسول سے بیعت نہین کرتے ہم نے پھر بیعت کے واسطے ہاتھ پھیلائے ہم مین سے کوئی کہنے لگا کہ ہم تو پہلے بیعت کر چکے ہین اب یہ بیعت کون سی بات کے واسطے ہو آپ نے فرمایا کہ اس بات پر ہو کہ خدا کی عبادت کرو اور اسکا کوئی شریک نہ کرو اور پانچون وقت کی نماز پڑھو اور سنو اور اطاعت کرو اسکے بعد ایک کلمہ آہستہ سے فرمایا اور آدمیون سے کچھ مت مانگو راوی کہتے ہین کہ ان لوگون مین سے بعض شخصون نے اس بیعت کو ایسا نباہا کہ اگر انکا کوڑا گر پڑتا تو لوگون سے نہ کہتے کہ اسے اٹھا دو بلکہ بقدر سوال سے بھی احتراز کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ طمع فقیری ہو اور لوگون سے نا امید ہونا تونگری ہی جو آدمی لوگون سے توقع منقطع کریگا وہ بے پروا رہیگا اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہی کہا کم کرنا اپنا کا اور بقدر کفایت پر راضی و قانع ہونے کا نام غنا ہی جیسا کہ سعدی فرماتے ہین ع اے قناعت تونگرم گردان * کہ ورای تو ہیچ نعمت نیست اور محمد بن واسع خشک روٹی پانی مین تر کرکے کھاتے اور فرماتے کہ جو اس پر قناعت کرے اسکو کسی کی پروا نہین اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ تمھارے لیے دنیا جبھی تک اچھی ہو جب تک تم اسمین مبتلا نہو اور تمھارے مبتلا ہونے کی چیز پھر اُسی قدر ہو جو تمھارے ہاتھون سے نکل جاوے یعنی مال دنیا وہی مین سے بہتر وہ ہو جو خیرات مین صرف ہو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہر روز ایک فرشتہ پکارتا ہو کہ اے آدمزاد تجھکو تھوڑا بقدر کفایت ملنا اس سے بہتر ہو کہ بہت ملے اور سرکشی مین ڈالے اور سُمیط بن عجلان رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم تیرا شکم بالشت بھر ہی پھر تجھکو دوزخ مین کیون ڈالتا ہو اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا مال کیا ہو اُسنے کہا کہ ظاہر مین تکلف رہنا اور باطن میانہ رو اور لوگون کے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہو کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہو کہ اے ابن آدم اگر ساری دنیا تیری ہی ہو جاوے تب بھی تجھکو غذا کے سوا اور کچھ نہ ملیگا پس اگر مین تجھکو صرف غذا ہی دون اور دنیا کا حساب اورون کی گردن پر رکھون تو یہ بہر حال تجھپر کمال احسان ہو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جب تم مین سے کوئی کسی سے کچھ حاجت چاہے تو چاہیے کہ بسہولت اسکو مانگے لیے نہ کرے کہ دوسرے کے پاس جاکر کہنا شروع کرے کہ تم ایسے ہو تم ایسے ہو اسلیے کہ روزی تو جتنی مقدر ہو وہی ملیگی ناحق اتنی مشقت سے کیا حاصل اور بعض خلفا بنی امیہ نے حضرت ابو حازم رح کو ایک خط لکھا اور اسمین قسم دلائی کہ جو کچھ آپ حاجت رکھتے ہون میرے پاس لکھ بھیجیے انھون نے جواب مین قسم فرمایا کہ مین نے اپنی سب حاجتین اپنے مولا کے سامنے پیش کین اُسنے جو منظور کی اسکو مین نے قبول کیا اور جو نامنظور کی اسپر قناعت کی اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ عاقل کے لیے زیادہ تر خوشی کی بات کیا ہو اور ایسی کون سی چیز ہو جس سے اسکا غم زائل ہو اُسنے جواب دیا کہ اسکے حق مین زیادہ خوشی کی بات عمل صالح کا توشہ بنانا ہو اور غم کے زائل ہونے کی چیز راضی ہونا خدا کے احکام پر اور بعض حکما کا قول ہو کہ مین نے سب سے زیادہ غمگین حاسد کو پایا اور سب سے زیادہ خوش عیش قانع کو اور زیادہ تر صابر ایذا پر حریص طامع کو اور زیادہ تر سہل گذران تارک دنیا کو اور بزرگ تر ندامت مین عالم ناپرہیزگار کو سچ ہو ع علم چندانکہ بیشتر خوانی * چون عمل در تو نیست نادانی واقع مین غنا و تونگری قناعت ہی کا نام ہو جیسا کہ سعدی شیرازی فرماتے ہین ع قناعت تونگر کند مرد را * خبر کن حریص جہان گرد را اور حضرت عمر رض نے ایکبار لوگون سے فرمایا کہ بقدر خدا کے مال مین سے مین اپنے لیے حلال سمجھتا ہون تمکو بتلائے دیتا ہون اول تو دو جوڑے

کپڑے گرا دو سرا کے لیے قدم سوار ی حج عمر کے لیے سوم غذا جس طرح اور قریشی لوگون کی ہو نہ تو سب سے عمدہ کہتا ہون نہ سب سے ادنی
متوسط درجہ کی غذا ہو الا مجھ کا مجھکو یہ معلوم نہین کہ میرے لیے اسقدر حلال ہو یا نہین یعنی حضرت عمر رضہ کو اس بات کا شبہہ تھا کہ کہین قدر کفایت
سے یہ مقدار معیشت زیادہ تو نہ ہو اور ایک اعرابی نے اپنے بھائی پر حرص کے باب مین عتاب کیا اور یہہ کہا کہ بھائی تجھکو کوئی چیز ڈھونڈھتی ہو اور
تو کسی چیز کو ڈھونڈھتا ہو جو تجھکو ڈھونڈھتی ہو اس سے تو نہین بچیگا یعنے موت آدمی کی طالب ہو جس سے کسی طرح مفر نہین اور جسکو تو ڈھونڈھتا
ہو یعنے رزق وہ تجھکو بے فکر و تردد پہونچیگا اور ایسا جان کہ جو امر نظرون سے غائب ہو وہ گویا کہ موجود ہو اور جس حال مین تو اب ہو اس سے
تبدیل کیا جاویگا معلوم ایسا ہوتا ہو کہ تم یہ جانتے ہو کہ حریص کبھی محروم نہین ہوتا اور زاہد کو رزق نہین ملتا یہ محض وہم و خیال ہو بلکہ
اصل یہ ہو بیت ؏ اسپ لوشتہ قلم نہ شود بیش و کم + بس حرکت ہم سکون ہست مساوی بہم + اور شعبی سے روایت ہو کہ ایک صیاد نے ایک
ہزار دستان یعنی بلبل پکڑی اسنے پوچھا کہ تیرا مطلب مجھ سے کیا ہو اسنے کہا کہ تجھے ذبح کرکے کھاؤنگا اسنے کہا کہ مجھ سے پیٹ تیرا شکم سیر ہونا معلوم الا
تین باتین ایسی بتاتی ہون جو تجھکو میرے کھانے سے بہتر ہون مگر ایک تو ابھی بتاؤنگی اور دوسری اس پیڑ پر جاکر کہونگی اور تیسری پہاڑ
پر بیٹھکر بتاؤنگی اسنے کہا کہ اول بات تو کہ اسنے کہا کہ گذری بات پر افسوس مت کرنا پھر صیاد نے اسکو چھوڑ دیا وہ اڑکر پیڑ پر جا بیٹھی صیاد نے دوسری
بات پوچھی اسنے کہا کہ جو بات نہو سکتی ہو اسکا یقین مت کرنا پھر اڑکر پہاڑ پر جا بیٹھی اور صیاد سے کہا کہ تو بڑا بدنصیب ہو اگر مجھے ذبح کرتا تو میرے
پوٹے مین سے دو موتی ڈیڑھ ڈیڑھ چھٹانک کے نکلتے وہ ہاتھ مل مل ہونٹھ چابنے لگا اور کہا کہ تیسری بات بتا اسنے کہا کہ تو پہلی دونون باتونکو
بھول گیا تیسری کیسے بتاؤن دیکھ مین نے کہا تھا کہ گذری بات پر افسوس نہ کرنا مگر تو نے میرے چھوڑنے پر حسرت کی مین نے کہا تھا کہ غیر ممکن
بات کا یقین نہ کرنا لیکن تو نے یقین کر لیا یہ نہ جانا کہ میرا گوشت و پوست و پر وغیرہ ملاکر ڈیڑھ چھٹانک نہونگے پس میرے پوٹے مین دو موتی
اتنے اتنے وزن کے کیسے ہو سکتے ہین یہ کہکر اڑ گئی یہ مثال آدمی کی طمع کی زیادتی کی ہو کہ طمع کے مارے حق بات نہین سوجھتی یہانتک
کہ غیر ممکن بات کو بھی مان لیتا ہو سچ ہو بیت ؏ بدوزد طمع دیدہ ہوشمند + در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند + اور ابن سماک کا قول ہو کہ توقع
ایک رسّی دل مین ہو جس سے آدمی کے پاؤن مین پھندا پڑا رہتا ہو اگر توقع دل سے نکال ڈالے تو پاؤن بھی پھندے سے نکلجاوے
اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضہ سے پوچھا کہ علما کے دلون مین سے بعد حفظ اور تعقل کے علوم کو کون چیز
کھو دیتی ہو فرمایا کہ طمع اور حرص نفس اور حاجتون کا طلب کرنا ایک شخص نے حضرت فضیل رضہ سے تفسیر حضرت کعب احبار رضہ کے ارشاد کی پوچھی
انھون نے فرمایا کہ آدمی کسی چیز کی طمع مین اپنا دین کھو بیٹھتا ہو اور حرص نفس کا حال یہ ہو کہ سب چیزون کی طرف بہت دوڑتی ہو یہ چاہتا
ہو کہ ساری چیزین بیٹھے پاس آجاوین اسی غرض سے کبھی کسی کے پاس حاجت لیجاتا ہو کبھی کسی کے پاس جب وہ شخص حاجت پوری کر دیتا
ہو تو گویا اب اسکی نکیل اسکے ہاتھ مین ہو جہان چاہتا ہو لیے پھرتا ہو اور جو چاہتا ہو وہ کام لیتا ہو مصرع ؏ مرا نان دہ کفش بر سر بزن +
کا قصہ ہوتا ہو یہ شخص جہان اسکو دیکھتا ہو خوشامد دنیاوی کے مارے سلام کرتا ہو اور بیمار پڑتا ہو تو اسکی عیادت کرتا ہو مگر خدا کے واسطے
نہ سلام ہو نہ عیادت پس اگر حاجت نہوتی تو اسکے لیے اچھا ہوتا پھر حضرت فضیل رضہ نے فرمایا یہ قول حضرت کعب احبار رضہ کا سو حدیثون
مسلسل سے بہتر ہو اور بعض حکما کا قول ہو کہ انسان مین بڑے تعجب کی بات یہ ہو کہ اگر بالفرض اسکو ندا دیا جاوے کہ تو ہمیشہ دنیا مین رہیگا
تو اسقدر عمر کی درازی مین جتنی حرص اسکو ہوگی اس سے زیادہ اب کرتا ہو حالانکہ اب تھوڑی ہی دنون کی زندگی ہو اور آخر کو فنا کی توقع
ہو اور عبدالواحد بن زید سے روایت ہو کہ میرا گذر ایک راہب پر ہوا مین نے پوچھا کہ آپ کو کھانا کہان سے ملتا ہو اسنے جواب دیا
کہ جس شخص نے چکی پیسنے میرے دانت بنائے ہین وہی اپنی عنایت کے کھلیان سے ان مین ڈال دیتا ہو جسکو پسا پایا ملتا ہو

پانچوان بیان حرص و طمع کا علاج اور اس دوا کا ذکر جس سے کہ قناعت کی صفت حاصل ہو

واضح ہو کہ یہ دوا تین مفردات سے مرکب ہے صبر اور علم اور عمل اور پانچ باتوں میں یہ سب آجاتی ہیں اول عمل یعنی میانہ روی معیشت میں
اور کفایت کرنی خرچ میں پس جو شخص بزرگی قناعت پر پہونچنا چاہے اسکو چاہیے کہ حتی الوسع خرچ کے دروازے اپنے نفس پر بند کرے اور
ضروریات صرف پر اکتفا کرے اسلیے کہ جسکا خرچ اور دہش زیادہ ہوگی وہ قناعت نہیں کرسکتا تو ضرور ہوا اگر مثلاً اکیلا ہو تو ایک موٹے کپڑے
پر قناعت کرے اور کسی غذا پر اکتفا کرے اور جہانتک ہوسکے سالن کو کم کرے اور اسی کا عادی ہو اور اگر عیال دار ہو تو گھر کے لوگوں میں سے
ہر ایک کو ایسا ہی کرے کیونکہ اتنی سی مقدار معیشت ایک ادنی محنت سے مل سکتی ہے اور اسمیں طلب بھی تھوڑی ہوگی اور زندگی میانہ روی
سے گذرے گی جو قناعت کے باب میں اصل ہے اور اسی کا نام رفق فے الانفاق یعنی خرچ میں نرمی کرلی ہے جسکا ذکر اس حدیث میں ہے
ان اللہ یحب الرفق فے الامر کلہ اور فرمایا ما عال من اقتصد اور فرمایا ثلث منجیات خشیۃ اللہ فی السر والعلانیۃ والقصد فی الغنی والفقر والعدل
فی الرضی والغضب اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو درداؓ کو زمین پر سے دانہ چنتے دیکھا کہ آپ اٹھاتے جاتے ہیں اور یہ فرماتے
ہیں کہ آدمی کی سمجھ کی دلیل ہے اگر اپنی زندگی کو سہولت سے بسر کرے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا الاقتصاد وحسن السمت والہدی الصالح جزء من بضع وعشرین جزءا من النبوۃ اور یہ بھی وارد ہے کہ التدبیر نصف المعیشۃ اور فرمایا
من اقتصد اغناہ اللہ ومن بذر افقرہ اللہ ومن ذکر اللہ عز وجل احبہ اللہ اور فرمایا اذا اردت امرا فعلیک بالتؤدۃ حتی یجعل اللہ لک منہ فرجا
ومخرجا اس سے معلوم ہوا کہ خرچ میں کفایت کرنی بڑی ضرورت کی چیز ہے دوسری یہ کہ اگر سر دست اسقدر کفایت آدمی کے پاس
موجود ہو تو آیندہ کے لیے زیادہ اضطراب کرنا نہیں چاہیے اور یہ بات آدمی میں ادبکی جم جاوے اگر اپنے امل کو مختصر کرے اور یہ
یقین کرے کہ جو رزق مقدر میں ہے وہ ضرور پہونچیگا ع آنچہ نصیب است ہم میرسد ٭ ور نستانی ستم میرسد ٭ اسمیں حرص کرلی ذکر لی باقی
ہے کچھ حرص کرنے سے روزی نہیں ملتی بلکہ خدا تعالیٰ نے رزق پہونچانے کا پکا وعدہ فرمایا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا
اور حرص آدمی میں شیطان کی طرف سے آتی ہے وہ ملعون دل میں ڈالتا ہے کہ زیادہ خرچ سے محتاج ہو جاویگا اگر کچھ نہ چھوڑیگا تو بیماری
اور عاجزی کے وقت دربدر بھیک مانگنی پڑیگی اور ذلیل و رسوا ہوگا اسیطرح ہمیشہ طلب مال کی مشقت میں مبتلا کرتا ہے اس خوف سے کہ
کہیں آیندہ کو مشقت نہو اور پھر خود اسکی حرکات پر ہنستا ہے کہ وہی مشقت کے خوف سے کیسا غلطان پیچان ہو رہا ہے اور خدا سے غافل ہے
یہ کیسے معلوم ہوا کہ آگے کو مشقت ضرور ہوگی شاید کچھ بھی نہو اور روایت ہے کہ دو لڑکے حضرت خالدؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت مبارک میں حاضر ہوئے آپ نے انکو ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہارے سر ہلتے ہیں اپنے زندگی بھر رزق سے ناامید مت ہو دیکھو انسان
ماں کے پیٹ سے ننگا منگا پیدا ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسکو روزی دیتا ہے اور ایک بار آپ کا گذر حضرت ابن مسعودؓ پر ہوا وہ غمگین بیٹھے تھے
آپ نے ان سے فرمایا کہ رنج کرنا بے فائدہ ہے جو مقدر میں ہے آویگی اور جتنا رزق نصیب میں ہے وہ بیشک آویگا اور ایک حدیث میں ہے الا یا ایہا الناس
اجملوا فی الطلب فانہ لیس لعبد الا ما کتب لہ ولن یذہب عبد من الدنیا حتی یاتیہ ما کتب لہ من الدنیا وہی راغمۃ اور انسان حرص سے
علیحدہ نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ خدا تعالیٰ کی تدبیر پر خوب پکا ہو یعنے یقین واثق رزق کے مقدر ہونے کا رکھتا ہو اور یہ کہ گر میں
طلب میں اہمال کرونگا تو ضرور ہی ملیگا بلکہ یوں تصور کرنا چاہیے کہ اکثر یہی ہے کہ خدا تعالیٰ بندہ کو ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہے جہاں سے
اسکو گمان بھی نہیں ہوتا چنانچہ خود فرماتا ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب پس ایسی صورت میں اگر کسی وجہ سے

روزی لکھی تھی اور وہ بند ہوگئی تو دل مین پیچ و تاب نہین کھانا چاہیے یون جاننا چاہیے کہ ہے خدا اگر بحکمت بہ بندد درے ہ کشاید بفضل و کرم دیگری
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابی اللہ ان یرزق عبدہ المومن الا من حیث لا یحتسب اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ خدا سے
ڈرنا چاہیے مین نے کسی شخص کو جو خدا سے ڈرتا ہو محتاج نہین دیکھا یعنے خداوند کریم تقوی اور خوف والے کی ضرورتین ویسی ہی نہین چھوڑتا
بلکہ مسلمانون کے دل مین ڈال دیتا ہو وے اسکی روزی دے جاتے ہین اور مفضل ضبی فرماتے ہین کہ مین نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ تمہاری
وجہ معاش کیا ہو اسنے کہا کہ حاجیون کے آنے سے بسر کرتا ہون مین نے پوچھا کہ جب حاجی چلے جاتے ہین تب کیا کرتے ہو وہ رو پڑا اور کہنے لگا
کہ اگر وجہ معاش معلوم ہی ہوا کرتی کہ فلان جگہ سے ہوتی ہو تو زندگی ہی نہوتی اور حضرت ابو حازم کا قول ہو کہ میرے نزدیک دنیا مین دو
چیزین ہین ایک تو وہ جو میرے لیے ہو بسبیل سکو تو مین قبل وقت لے نہین سکتا گو آسمانون اور زمین کا زور لگاؤن اور ایک وہ جو اورون
کی ہو بین وہ نہ پہلے مجکو ملی اور نہ آیندہ کو توقع کہ مجھے ملے اسلیے کہ جو شخص میرے حصہ کی چیز اورون سے بچاتا ہو وہی اورون کی چیز مجھسے
بچاتا ہو پھر ان دونون چیزون مین مین اپنی جان کیون کھوؤن یہ علاج اس امر کے دور کرنے کے لیے ہو جو شیطان کی طرف سے افلاس
کا خوف دل پر آتا ہو اسطرح جاننے اور خیال کرنے سے یہ دفع ہو جاتا ہو تیسری یہ کہ قناعت کے فایدہ سے آگاہ ہو کہ اسکے باعث استغنا اور
بے پروائی کی عزت حاصل ہوتی ہو اور حرص و طمع کی جہت سے رسوائی و ذلت جب یہ بات دلمین ٹھن جاویگی تو قناعت ہی کیطرف راغب ہوگا
کیونکہ حرص مین مشقت اور طمع مین ذلت سے نہین بچتا اور قناعت مین صرف شہوات اور فضول سے صبر کرنے کی مشقت ہو اور یہ مشقت
و تکلیف ایسی ہو کہ اسپر سوا خدا تعالے کے اور کسی کو اطلاع نہین ہوتی اور اسی پر ثواب آخرت ہوتا ہو اور حرص و طمع ایسی چیزون مین سے ہو
جسکو لوگ دیکھ سکتے ہین اور گناہ کا وبال اسکے علاوہ ہو پھر کثرت طمع و حرص مین نفس کی بزرگی اور حق بات کی متابعت کی قدرت
مفقود ہو کیونکہ کثرت حرص و طمع مقتضی اس بات کی ہو کہ لوگون سے بہت کام نکلین پھر ایسی صورت مین انکو حق بات کا مائل کرنا کہان
بن سکتا ہو بلکہ انکی برائیان دیکھکر مداہنت اور اغماض کرنا پڑیگا جس سے کہ دین کی خرابی ہو اور جو شخص کہ پیٹ کی خواہشون پر نفس کی
بزرگی کو ترجیح نہ دے وہ بے وقوف اور ناقص الایمان ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عز المومن استغناء عن الناس -
اس سے معلوم ہوا کہ آزادی اور عزت قناعت ہی مین ہے ہ قناعت بہرحال اولی بود ہ کہ در ضمن آن چند معنی بود ہ اور اسی بناپر
کسی کا قول ہو کہ جس سے چاہو بے پروا ہو جاؤ تم اسکی نظیر اور اسی کے مانند ہو جاؤ گے اور جسکی طرف دل چاہے حاجت لے جاؤ اسی کے
پابند ہو جاؤ گے اور جسپر چاہو احسان کرو اسکے امیر بنجاؤ گے چوتھی یہ کہ یہود اور نصاری اور اراذل اور احمقون اور اجلاف اور بے دینون
کے تنعم اور انکی معیشت مین تامل کرے پھر احوال انبیا اور اولیا اور خلفا راشدین اور صحابہ اور تابعین کے دیکھے اور انکے حالات سے
اور خود مطالعہ کرے اب چاہے تو اجلاف کی مشابہت پیدا کرے خواہ ان لوگون کی اقتدا کرے جو خدا کی مخلوق مین سب سے زیادہ عزت
رکھتے ہین اگر اقتداء ان لوگون کی کریگا تو تھوڑی سی چیز پر قناعت کریگا اور قلیل پر صبر آسان ہوگا اور اس بات مین کوئی انکا شریک
بجز انبیا اور اولیا کے نہوگا لیکن اگر اراذل اختیار کریگا تو کچھ حاصل نہوگا مثلاً اگر شکم سیری کے تنعم مین پڑے تو اس بات مین گدھا اس سے
افضل ہوگا اور اگر جماع کی لذت پانے مین مصروف ہو تو سور اس صفت مین بڑھ کر ہو اور اگر زینت تن اور سواری مین تنعم منظور ہی تو
اکثر کفار اسمین اسکی بہ نسبت زیادہ ہونگے پانچوین یہ کہ مال کے جمع کرنے کا خطرہ سوچے کہ کیسے چوری اور تلف اور لوٹ کھسوٹ کا خوف
لگا رہتا ہو اور جب ہاتھ خالی ہوتا ہو تو ان سب باتون سے امن و چین مین رہتے ہین اور نیز آفات مال جو ہمنے ذکر کی ہین انکو سوچے اور
تصور کرے کہ اسکی بدولت جنت کے دروازہ سے پانسو برس تک دور رہوگا یعنے جب تھوڑی سی چیز بقدر کفایت پر قانع نہوگا تو اغنیا
کے گروہ مین شامل ہوگا اور فقیرون کے دفتر سے خارج اور فقیر بہ نسبت مالدارون کے پانسو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے چنانچہ

احادیث اس مضمون پر ناطق ہین اور یہ تامل پورا اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکھے زیادہ کو نہ دیکھے کیونکہ شیطان ہمیشہ آدمی کو دنیا مین بہکا کر زیادہ مالدارون کی طرف رغبت دلاتا ہی اور کہتا ہی کہ تو کیون سستی کرتا ہی اور مالدار تو منے اڑاتے ہین اور خوراک اور پوشاک اچھی رکھتے ہین اور دین مین آدمی کی نظر کمتر پر ڈالتا ہی اور یہ کہتا ہی تو اپنے نفس پر اتنی تنگی کیون کرتا ہی اور اسقدر خوف خدا کیون ہی فلان شخص تو تجھ سے زیادہ جانتا ہی وہ تو اتنا ڈرتا ہی نہین اور تمام لوگ تنعم مین مشغول ہین تو کیون انسے جدا ہوتا ہی غرضکہ دنیا مین اپنے سے کم کو دیکھنا چاہیے چنانچہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجھکو میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت وصیت فرمائی کہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکھون زیادہ پر نظر نہ کرون اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہی کہ اذا نظر احدکم الی من فضلہ اللہ علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ہو اسفل منہ ممن فضل علیہ آن پانچون باتون سے آدمی مین قناعت کی صفت آسکتی ہی اور سب کی ایک بات یہ ہی کہ صبر کرے اور امل کو کوتاہ کرے اور یہ سمجھے کہ ابد الآباد کے تمتع اور مزے اڑانے کے لیے دنیا مین صبر کرنا چند ہی روز کا ہی جیسے بیمار آدمی دوا کی تلخی پر اسلیے صبر کرتا ہی کہ آگے کو ہمیشہ اچھا رہون

چھٹا بیان سخاوت کی فضیلت مین۔ جاننا چاہیے کہ اگر آدمی کے پاس مال نہو تو قانع اور کم حرص رہنا چاہیے اور اگر مال ہو تو ایثار اور سخاوت اور سلوک کرنے مین کوتاہی نکرے اور بخل اور امساک سے کوسون دور رہے کیونکہ سخاوت انبیا علیہم السلام کے اخلاق مین سے ہی اور نجات کی اصل اصول بھی یہی ہی اور حدیث شریف مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو یون ارشاد فرمایا ہی کہ سخاوت جنت کے درختون مین سے ایک پیڑ ہی کہ اسکی ٹہنیان زمین پر جھکی ہوئی ہین جو کوئی ان مین سے ایک ٹہنی پکڑ لیتا ہی وہ اسکو جنت مین کھینچ لیجاتی ہی اور حضرت جابر رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو معرفت جبریل علیہ السلام کے یہ قول اللہ تعالے کا پہونچا ہی کہ اسلام وہ دین ہی جسکو مین نے اپنے لیے پسند کیا ہی اور اسکی صلاحیت سخاوت اور حسن خلق پر منحصر ہی پس تمکو چاہیے کہ ان دونون چیزون سے جسقدر ہوسکے اسلام کی تعظیم کرو اور ایک روایت مین یون ہی کہ جبتک اسلام کے ساتھ رہو جب تک ان دونون باتون سے اسکا اکرام کرو اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ خدا تعالے نے اپنے سب اولیا کو سخاوت اور حسن خلق ہی پر پیدا کیا ہی اور حضرت جابر رض سے روایت ہی کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کون سا عمل ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر اور سخاوت اور حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عادتین خدا تعالے کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور دو بری جو عادتین کہ اسکو محبوب ہین وہ حسن خلق اور سخاوت ہین اور جو اسکو ناپسند ہین وہ خلق بد اور بخل ہین اور جب خدا تعالی کسی بندہ کی بہتری چاہتا ہی تو اس سے لوگون کی حاجتین پوری کراتا ہی اور مقدام بن شریح اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو کوئی ایسا عمل بتلایئے جس سے جنت مین جاؤن آپ نے فرمایا ان من موجبات المغفرۃ بذل الطعام وافشاء السلام وحسن الکلام اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہی کہ آپ نے فرمایا سخاوت جنت مین ایک درخت ہی جو سخی ہوتا ہی وہ اسکی ایک شاخ پکڑ لیتا ہی اور اسی کے ذریعہ سے جنت مین داخل ہوتا ہی اور بخل بھی ایک درخت دوزخ مین ہی بخیل اسکی ٹہنی پکڑ لیتا ہی یہانتک کہ وہ شاخ اسکو دوزخ مین ڈال دیتی ہی اور حضرت ابو سعید خدری رض سے یہ حدیث قدسی مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالے فرماتا ہی کہ میرے رحیم بندون سے عطا کی درخواست کرو اور انکی پناہ مین زندگانی بسر کرو کہ مین نے ان مین اپنی رحمت بھر دی ہی اور سخت دل والون سے کچھ مت مانگو کیونکہ مین نے اپنا غضب نازل کیا ہی اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخی کے گناہ سے درگذر کیا کرو اسلیے کہ جب وہ لغزش کرتا ہی خدا اسکا ہاتھ تھامتا ہی اور

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا کہ کھانا کھلانے والے کے پاس اتنا جلد رزق پہونچتا ہی کہ اتنی جلد اونٹ کی
گردن پر چھری بھی کارگر نہیں ہوتی اور خداوند کریم کھانا کھلانے والون سے فرشتون پر فخر فرماتا ہی یعنے انسان مین اسطرح کے صفات
ہین جو تم مین نہیں اور ایک حدیث مین ہی کہ ان اللہ جواد یحب الجود ویحب مکارم الاخلاق ویکرہ سفسافھا اور حضرت انس رضی اللہ
عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے اسلام پر کچھ مانگا وہی اسکو دیا یہانتک کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا آپ
نے صدقہ کی بکریون مین سے بہت سی بکریان کہ دو پہاڑون کے درمیان مین تھین عنایت فرمائین وہ شخص اپنی قوم مین آکر کہنے لگا کہ لوگو سلمان
ہوجاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح دیتے ہین جیسے کسی کو فاقہ کا خوف نہین ہوتا ع اگر چہ نقود زمانہ نیست کس + اللہ اللہ جس خلق را
فریادرس + شہر کو مادر صنعت و شکستہ پری + شہر کو در جود و مسکین پروری + اوده بار از مین کم کن جدا + دستگیر دست اہد
خدا + اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے النعمت اپنے بندون کو چھانٹ
چھانٹ کر دیتا ہی کہ انکے ہاتھ سے اورون کا کام نکلے جو کوئی اورون کے نفع پہونچانے مین بخل کرتا ہی اللہ تعالی اپنی نعمت اس سے لیکر
دوسرے کے حوالے کرتا ہی اور ہلالی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی عنبر مین کے قیدی پکڑے
آئے آپ نے سب کے قتل کا حکم فرمایا مگر ایک شخص کو مستثنے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا تعالی ایک ہی اسکا
دین بھی ایک ہی اور گناہ جو ان لوگون نے کیا ہی وہ بھی ایک ہی پھر یہ شخص اپنی قوم سے کسطرح علحدہ ہوا اور قتل سے بچ گیا آپ نے فرمایا کہ
جبرئیل ع میرے پاس آئے اور کہا کہ ان سب کو قتل کرو اور اس شخص کو چھوڑ دو اللہ تعالی اسکی سخاوت کا مشکور ہی اور ایک حدیث مین ہی
کہ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک ثمرہ ہی اور احسان کا ثمرہ نجات کا جلد ہونا ہی اور نافع رح حضرت ابن عمر رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء اور ایک حدیث مین ہی جسکو خدا تعالے زیادہ نعمت دیتا ہی اسکو لوگون کی زیادہ برداشت
کرنی پڑتی ہی پس جو شخص کہ اس مشقت کا تحمل نہیں ہوسکتا اسکی نعمت کو خدا تعالی دور کردیتا ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین
کہ ایسی چیز کو بہت کیا کرو جسکو آگ نہ کھاوے لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ احسان اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت سخی لوگون کا گھر ہی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ سخی اللہ سے
اور جنت سے اور لوگون سے قریب رہتا ہی اور دوزخ سے دور اور بخیل اللہ اور جنت اور لوگون سے دور رہتا ہی اور دوزخ سے قریب اور جاہل
سخی خدا کے نزدیک عالم بخیل کی نسبت زیادہ محبوب ہی اور سب دردون مین زیادہ سخت بخل کا روگ ہی اور فرمایا کہ اصنع المعروف الی من
ہو اہلہ والی من لیس باہلہ فان اصبت اہلہ فقد اصبت اہلہ وان لم تصب اہلہ فانت من اہلہ اور فرمایا کہ میری امت کے ابدال جنت
مین کچھ روزہ نماز کے سبب داخل ہونگے بلکہ نفس کی سخاوت اور سینہ کی سلامتی اور مسلمانون کی خیر خواہی کے باعث جنت مین جاوینگے
اور حضرت ابوسعید خدری رح سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے اپنے بندون کے لیے
احسان کے واسطے کئی صورتین بنادی ہین ایک یہ کہ خود سلوک کرنا انکو محبوب ہی دوم احسان وسلوک کرنے والون کی محبت خلق کے
دل مین ڈال دی سوم احسان کے طالبون کا منہ محسنون کی طرف پھیر دیا چہارم داد و دہش انپر آسان ایسی کردی ہی جیسے خود ذات
خزانہ رحمت سے کسی تحوارزدہ خشک زمین پر مینہ عنایت فرماتا ہی اور زمین اور انسانون کو اسکے سبب سے زندہ کرتا ہی اور فرمایا کہ آدمی کا
ہر ایک سلوک داخل صدقہ ہی اور جو کچھ آدمی اپنے نفس اور اپنے اہل پر خرچ کرے وہ بھی اسکے حق مین صدقہ ہی لکھا جاتا ہی اور

جس خرچ سے آدمی اپنی عزت بچاوے سو وہ بھی صدقہ ہی اور انسان کسی طرح کا خرچ کرے اللہ پر اسکا عوض پہونچانا ضرور ہی اور فرمایا کل معروف
صدقۃ والدال علی الخیر کفاعلہ واللہ یحب اغاثۃ اللہفان اور فرمایا کل معروف فعلتہ الی غنی او فقیر صدقۃ اور روایت ہی کہ خدا تعالی نے
حضرت موسی کو وحی بھیجی کہ سامری کو قتل کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ وہ سخی ہی اور حضرت جابر رضی سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے
ایک لشکر بھیجا اور امیر قیس ابن سعد بن عبادہ کو حاکم مقرر کیا جب جہاد ہوا تو حضرت قیس رضی نے لشکریون کے لیے نو گلے اونٹون کے
ذبح کیے لوگون نے یہ حال آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا آپنے فرمایا کہ سخاوت تو اس خاندان کی خصلت ہی آثار حضرت
علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اگر آدمی کے پاس دنیا آتی ہو جب بھی اسمین سے خرچ کرے کیونکہ وہ خرچ کرنے سے جاتی نہ رہیگی
اور اگر دنیا جاتی ہو تب بھی خرچ کرنا چاہیے کیونکہ نہ خرچ کرنے سے پھر نہین جاویگی اور یہ شعر پڑھتے قطعہ لاتبخلن بدنیا وھی مقبلۃ
فلیس ینقصھا التبذیر والسرف * وان تولت فاحری ان تجود بھا * فالحمد منھا اذا ما ادبرت خلف * اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے
حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ مروت اور فتوت اور کرم کسکو کہتے ہین آپنے فرمایا کہ مروت اسکا نام ہی کہ آدمی اپنے دین کی
اور نفس کی حفاظت کرے اور اپنے کام کو اچھی طرح پکے اور منازعت اور مکروہات مین داخل ہونے کو کبھی بھلی انجام دے اور فتوت
یہ ہی کہ ہمسایہ کی مصیبت کو ٹالے اور صبر کی جگہون مین صبر کرے اور کرم یہ ہی کہ بدون مانگے دوسرے کے ساتھ سلوک کرے اور وقت
پر کھانا کھلا دے اور باوجود مال دینے کے سائل پر عنایت و رافت کرے اور ایک شخص نے آپ کی خدمت مین کسی مطلب کے لیے عرضی
لکھکر حوالہ کی آپنے بدون پڑھے فرمادیا کہ تیری حاجت پوری کیجاویگی کسی نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلعم کے نواسے آپنے
اسکی عرضی کو ملاحظہ کرکے کیون نہ جواب دیا ہوتا آپنے فرمایا کہ جبتک مین اسکی عرضی پڑھتا وہ میرے سامنے ذلیل کھڑا رہتا اور اس بات کی پوچھ مجھسے
خدا تعالی فرماتا کہ تمنے سائل کو آتے ہی کیون ذلیل کھڑا رکھا اور ابن سماک رحمہ کہتے ہین کہ مجھکو بڑا تعجب ہی کہ آدمی اپنے مال سے لونڈی غلام مول لیتے ہین
اور آزاد انسان کو بندہ احسان نہین کرتے اور ایک عرب سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہی ارشد کہا کہ جو ہماری گالی کی برداشت کرے اور ہمارے
سائل کو دیوے اور جاہل سے اعراض کرے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہین کہ جس آدمی مین یہ وصف ہو کہ مانگنے
والون کو اپنا مال دیا کرتا ہو وہ سخی نہین ہی بلکہ سخی وہ ہی کہ جو حقوق خدا تعالی نے اپنے اہل طاعت کے لیے لکھدیے ہین انکو پہلے ہی
بدون طلب پہونچا دے اور نفس مین محبت اسکے شکریہ لینے کی نہو بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے ثواب کامل عنایت ہونے کا یقین ہو
یعنے ثواب کامل ملنے کے یقین کی جہت سے دینے کے عوض مین شکر کا طالب نہو اور حضرت حسن بصری رحمہ سے کسی نے پوچھا کہ سخاوت کیا ہی
آپنے فرمایا کہ خدا کی راہ مین مال کاٹے ڈالنا پھر پوچھا کہ حزم و احتیاط کسے کہتے ہین فرمایا کہ خدا کی راہ مین مال کا نہ دینا پھر پوچھا
کہ اسراف کیا ہی فرمایا کہ ریاست کی محبت کے لیے مال خرچ کرنا اور حضرت امام جعفر صادق رضی فرماتے ہین کہ عقل سے زیادہ اعانت کرنے
والا کوئی مال نہین اور کوئی مصیبت جہالت سے بڑھکر نہین اور مشورہ سے بڑھکر کوئی پشتی و تقویت نہین اور جان رکھو کہ خدا تعالی نے
یون فرماتا ہی کہ مین جواد اور کریم ہون کوئی بخیل مجھسے بچ نہ جاویگا بخل کفر مین سے ہی اور اہل کفر دوزخ مین رہینگے اور جود و کرم
ایمان مین سے ہی اور اہل ایمان جنت مین جاوینگے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بہت سے آدمی ایسے ہین کہ ظاہر مین کاروبار
اور معیشت سے تنگ ہین مگر سخاوت کے باعث داخل جنت ہونگے اور روایت ہی کہ احنف بن قیس نے ایک آدمی کے ہاتھ مین روپیہ
لیکر پوچھا کہ یہ کسکا ہی اسنے کہا کہ میرا ہی آپنے فرمایا کہ تیرا تو یہ جب ہوگا جب تیرے ہاتھ سے چلا جاویگا مال جب تک ہاتھ سے
جاتا نہین آدمی کے کام مین آتا نہین * اور واصل بن عطا کا نام غزال اس جہت سے پڑا کہ یہ غزالون یعنی کاتنے والون مین بیٹھا
اور جب کوئی عورت ضعیفہ دیکھتے تو اسکو کچھ دیدیا کرتے اور اصمعی سے روایت ہی کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت امام حسین

کو عتاب لکھا کہ شاعروں کو تم کیوں دیتے ہو اُنھوں نے لکھا کہ مال بہتر وہی ہے جس سے آدمی اپنی عزت بچاوے اور سفیان بن عیینہ سے جو کسی نے سخاوت کو پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ سخاوت یہ ہے کہ بھائیوں کے ساتھ سلوک کرے اور مال کو دے ڈالے پھر فرمایا کہ میرے باپ کو پچاس ہزار درہم ترکہ سے پہونچے تھے انکو تھیلیوں میں بھر بھر بھائیوں میں تقسیم کر دیے اور کہا کہ میں خدا تعالیٰ سے اپنے بھائیوں کے لیے جنت چاہا کرتا تھا کیا مال سے انکے ساتھ بخل کروں یہ کبھی نہوگا اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ موجود چیز کو ہمہ تن ہمت دے ڈالنا نہایت درجہ کی سخاوت ہے اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ لوگوں میں سے تمھارے نزدیک کون سا محبوب ہے اُسنے کہا جسنے مجھے زیادہ دیا ہو اس شخص نے پوچھا کہ اگر ایسا شخص کوئی نہو جسنے تمسے زیادہ سلوک کیا ہو اُسنے کہا کہ پھر مجھکو وہ محبوب ہے جس سے میں نے زیادہ سلوک کیا ہو اور عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو آدمی مجھکو اپنے ساتھ سلوک کرنے دے تو جسقدر میرا احسان اُسپر ہوگا اُسی قدر میں اسکا احسان اپنے اوپر جانتا ہوں اور خلیفہ مہدی رح نے شبیب بن شیبہ سے پوچھا کہ میرے گھر میں تمنے لوگوں کا کیا حال دیکھا اُنھوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میں نے دیکھا کہ کوئی کسی طرح تمنا لے کر جب تمھارے یہاں آیا راضی ہی ہو کر پھرا اور ایک شخص نے عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ کے سامنے دو شعر پڑھے جنکا مضمون یہ تھا کہ احسان جبھی احسان ہوتا ہے جب اپنے موقع پر ہو اسلیے ضرور ہے کہ آدمی اگر احسان کرے تو خدا کی راہ میں دے یا اہل قرابت کو ورنہ احسان کرنا نہ چاہیے عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ اس مضمون سے تو آدمی بخیل ہو جاتا ہے میں تو بوچھار کی طرح لوگوں کو دونگا اگر وہ اچھے لوگوں کو پہونچیگا تو وہ اسکے مستحق ہی تھے اور اگر بروں کو پہونچیگا تو میری شان کے لائق ہوگا اب کچھ حکایتیں سخاوت والوں کی لکھ دی جاتی ہیں محمد بن منکدر ام درہ سے جو حضرت عائشہ رض کی خادمہ تھیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رض نے ایک لاکھ اسی ہزار درہم دو گونوں میں حضرت عائشہ رض کے پاس بھیجے آپ نے ایک طباق منگا کر انکو لوگوں میں تقسیم کر دیا جب شام ہوئی مجھسے کہا کہ ہماری افطاری لاؤ میں نے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھدیا اور کہا کہ آج جو آپ نے اتنا کچھ بانٹا یہ نہو سکا کہ ہمارے افطار کے لیے ایک درہم کا گوشت ہی منگا دیتیں آپ نے فرمایا کہ اگر تم پہلے سے کہتیں تو ایسا ہی کرتی اور ابان بن عثمان رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے یہ چاہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو کچھ ضرر پہونچانا چاہیے اسکے لیے تمام سرداران قریش کے پاس جا کر کہدیا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو کہا ہے کہ صبح کا کھانا میرے یہاں کھانا لوگوں نے اسکے کہنے پر عمل کیا صبح کو سب سردار حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے حتے کہ گھر میں جگہ بھی نہ رہی آپ نے انکے آنے کا حال پوچھا اُنھوں نے ماجرا بیان کیا کہ تمھارا پیام فلانے کی معرفت اسوقت کی دعوت کا پہونچا تھا آپ نے سنتے ہی میوہ خرید کر انکے سامنے رکھدیا اور کچھ لوگوں کو کھانا پکانے کے لیے معین کیا ہنوز میوہ نہ کھا چکے تھے کہ دسترخوان بچھایا گیا اور سب کھا پی کر چلے گئے آپ نے اپنے کارپردازان سے پوچھا کہ جسقدر آج خرچ ہوا ہے اتنا ہر روز ہو سکتا ہے یا نہیں اُنھوں نے کہا کہ البتہ ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ تو ہر روز یہ لوگ صبح کو یہاں ہی کھانا کھایا کریں اور مصعب بن زبیر سے مروی ہے کہ ایک سال امیر معاویہ حج کو تشریف لے گئے اور وہاں سے پھر کر مدینہ منورہ کا قصد کیا جب داخل ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ تم انکی ملاقات نہ کرنا نہ سلام علیک کرنا جب وہ مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہمپر دین ہے ہم ضرور انسے ملینگے چنانچہ سوار ہو کر تشریف لے گئے اور اثناء راہ میں سلام علیک کر کے قرض اپنے ذمہ کا یاد دلایا اسی اثنا میں اسی ہزار دینار ایک اونٹنی پر لدے ہوئے حضرت امیر کے پاس آئے اور اسپر اتنا بوجھ دیناروں کا تھا کہ چل نہ سکتی تھی زبردستی لوگ ہانک کر لاتے تھے اُنھوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے بتلایا کہ اسی ہزار دینار ہیں آپ نے فرمایا کہ انکو مع اس اونٹنی کے حضرت امام حسن علیہ السلام کے یہاں پہونچا دو اور واقد اپنے باپ محمد واقدی کا حال بیان کرتے ہیں کہ اُنھوں نے ایک رقعہ خلیفہ مامون رح کو لکھا کہ مجھپر قرض بہت ہے اور اب مجھ سے اسپر صبر نہیں کیا جاتا خلیفہ نے اسکی پشت پر حکم لکھا کہ تم ایسے آدمی ہو جس میں

دو عادتیں یعنی سخاوت اور حیا جمع ہیں سخاوت کے باعث تو تمھارے پاس کچھ نہ رہا اور حیا کے باعث تمنے کبھی اپنا حال مجھسے نہ کہا اب میں نے
ایک لاکھ درہم تمکو دلوائے ہیں اگر تمھارے خاطر خواہ اور کارروائی کے لائق ہوں تو خوب ہاتھ پھیلاؤ اور لوگوں کو دو ورنہ قصور تمھارا ہی ہی
خود کردہ را چہ علاج اور جسوقت تم خلیفہ رشید کی طرف سے قاضی تھے ایک حدیث تمنے مجھسے بیان کی تھی کہ محمد بن اسحاق زہری سے راوی
ہیں اور زہری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے حضرت زبیر بن عوام سے فرمایا کہ اے زبیر جان رکھ
کہ بندوں کے رزق کی کنجیاں عرش کے مقابل ہیں جسقدر کوئی بندہ خرچ کرتا ہی اسی قدر اللہ تعالیٰ اسکو بھیج دیتا ہی جو زیادہ کرتا ہی اس کے
لیے زیادہ اور جو کم کرتا ہی اسکے لیے کم انتہی اور تم تو مجھسے زیادہ جانتے ہو واقدی کہتے ہیں کہ بخدا انکو خلیفہ مامون کے ایک لاکھ درہم اتنے
محبوب نہوئے جتنا اس حدیث کا مضمون یاد دلانا اچھا معلوم ہوا اور ایک شخص نے حضرت امام حسن رضہ سے کسی حاجت کا سوال کیا آپنے
فرمایا کہ اے شخص تونے جو مجھسے سوال کیا اسکا حق مجھپر بہت ہی اور مجھکو یہ جاننا بھی دشوار ہی کہ تجھکو کیا دینا چاہیے اور جسقدر کا تو لائق ہی اتنا
میرے پاس نہیں علاوہ اسکے خدا کی راہ میں بہت دینا بھی تھوڑا ہی اور میرے قبضہ میں تیری حاجت کے موافق تو نہیں مگر جو تھوڑے
سے پر قناعت کرے اور مجھکو زیادہ دینے کی تکلیف اور حیلہ کی حاجت نہ پڑنے دے تو البتہ قدر موجود حاضر کروں اسنے عرض کیا کہ
اے ابن رسول اللہ جو آپ دینگے مجھے قبول ہی اگر آپ دینگے تو شکر کرونگا اور نہ دینگے تو معذور جانونگا آپ نے اپنے کارپرداز کو بلایا اور اس سے
اپنے خرچ کا حساب کیا اور سب حساب کرکے فرمایا کہ تین لاکھ درہم میں سے جتنا باقی ہو وہ لے آؤ اسنے پچاس ہزار درہم لادیے آپ نے فرمایا
کہ پانسو دینار بھی تو تھے وہ کیا ہوئے اسنے کہا کہ میرے پاس موجود ہیں آپ نے انکو بھی منگا لیا اور سب دینار درہم اس سائل کے حوالے کیے
اور کہا کہ انکے لیجانے کو مزدور بلالا جب وہ مزدور آئے آپ نے اپنی چادر مزدوری میں ان مزدوروں کے حوالہ کی آپ کے خادموں نے
عرض کی کہ اب ہمارے پاس نہ دینار رہے نہ درہم آپ نے فرمایا کہ مجھے توقع ہی کہ خدا تعالیٰ اسکا ثواب بہت بڑا عنایت فرماویگا اور حکایت
کہ حضرت ابن عباس رضہ بصرہ پر عامل تھے آپ کے پاس وہاں کے قاری اکٹھے ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک ہمسایہ ہی کہ دن کو روزہ
رکھتا ہی رات کو جاگتا ہی ہم میں سے ہر کوئی چاہتا ہی کہ ویسا ہی ہوجاوے اسنے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کیا ہی لیکن وہ محتاج
ہی کہ اسکے پاس اتنا بھی نہیں جو جہیز دے سکے حضرت عبد اللہ بن عباس کھڑے ہوئے اور لوگوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر میں تشریف
لے گئے اور ایک صندوق کھولکر اسمیں سے چھ تھیلیاں نکالیں اور فرمایا کہ انکو اٹھا لو انھوں نے اٹھا لیا پھر فرمایا کہ یہ تو اچھی بات نہیں
کہ ہم ایک مسلمان آدمی کو ایسی چیز دیں جو اسکی شب بیداری اور روزہ میں خلل انداز ہو چلو ہم سب کے سب اسکے مددومعاون ہوکر لڑکی کو
رخصت کرادیں ہر چند دنیا کی اتنی حقیقت نہیں کہ مومن کو خدا کی عبادت سے روک لے لیکن ہم میں بھی اتنا تکبر نہیں کہ اولیاء اللہ کی
خدمت نہ کریں یہ کہکر آپ مع سب ہمراہیوں کے تشریف لے گئے اور اسکا کام حسب دلخواہ انجام ہوا اور روایت ہی کہ جب مصر میں خشک
سالی ہوئی عبد الحمید بن سعد ریح کا عہد تھا انھوں نے کہا کہ بخدا میں شیطان کو جتا دونگا کہ میں اسکا دشمن ہوں پس ارزانی کے وقت
تک سب لوگوں کے حاجات پورے کرتے رہے یہانتک کہ جب معزول ہوگئے تو سوداگروں کا قرض انکے ذمہ دس لاکھ درہم تھے اپنی
بی بیوں کا زیور گرو کردیا جو پچاس کرور درہم کا تھا اور جب یہ زیور چھوٹ نہ سکا تو سوداگروں کو لکھ بھیجا کہ زیور کو بیچ کر اپنا دام مجرا کرلو
اور باقی ایسے لوگوں کو دے دو جنکو میرے ہاتھ سے کچھ نہیں پہونچا اور ابو طالب بن کثیر شیعہ تھا کسی سائل نے سوال کیا کہ بحق مرتضیٰ علی رضہ
تم اپنا فلاں باغ مجھکو دے ڈالو اسنے کہا کہ میں نے تجھکو وہ بھی دیا اور اسکے متصل کا باغ بھی دیا جو اس سے دوچند تھا اور ابو مرثد
ایک سخی تھا کسی شاعر نے اسکی تعریف کی اسنے کہا کہ بخدا میں تنگدست ہوں تجھے کچھ دے نہیں سکتا الا یہ تدبیر ہی کہ قاضی کے یہاں تو مجھپر
دس ہزار درہم کی نالش کر میں اقبال دعوی داخل کرونگا پھر تو مجھکو قید کرادینا میرے گھر کے لوگ مجھکو اتنا روپیہ دیکر چھوڑالینگے شاعر نے

ویسا ہی کیا شام ہونی تھی کہ دس ہزار درہم ابو مرثد کے خاندانیوں نے دیکر اسکو قید سے چھوڑا لیا اور معن بن زائدہ جسوقت دونوں عراق پر
عامل ہوکر بصرہ میں تھے اُنکے دروازے پر ایک شاعر آیا اور مدت تک ٹھہر کر چاہتا رہا کہ کسیطرح اُنکی ملازمت ہو مگر میسر نہوئی ایک روز
ایک خادم سے کہا کہ جب امیر باغ میں تشریف لیجاوین مجکو اطلاع کردینا خادم نے ویسا ہی کیا شاعر نے ایک شعر ایک لکڑی پر لکھکر اس نہر میں ڈالدیا جسکے
کنارے پر امیر باغ کی سیر کر رہا تھا لکڑی پر جو نگاہ پڑی تو اسکو اٹھا کر جو دیکھا تو یہ شعر لکھا تھا ؎ اے سخاوت معن تو ہی اس سے کہہ میرا سوال کوئی اُس تک
ہی نہیں تیرے سوا میرا شفیع ؎ اسکو پڑھکر کہا کہ شاعر کو بلاؤ جب وہ سامنے آیا اُس سے کہا کہ تونے شعر کسطرح کہا ہی اُسنے وہی شعر پڑھ دیا امیر نے
دس ہزار درہم اسکو دیے اور لکڑی اپنے بچھونے کے تلے رکھ لی دوسرے روز پھر اسکو نکال کر پڑھا اور شاعر کو بلا کر ایک لاکھ درہم دیے وہ
لیکر سوچا کہ ایسا نہو کہ کہیں پھیر لیوے اسی خیال سے چلدیا تیسرے روز امیر نے پھر اس شعر کو پڑھکر شاعر کو بلایا جب وہ نہ ملا تو کہا کہ
میرے اوپر یہ واجب تھا کہ اسکو یہانتک دیتا کہ میرے گھر میں نہ دینار رہتا نہ درہم - اور ابو الحسن مدائنی کہتے ہیں کہ ایکبار حضرت امام حسن
اور امام حسین اور عبد اللہ بن جعفر علیہم السلام حج کے لیے روانہ ہوے راہ میں بار برداری سے بچھڑ گئے تو بھوکے اور پیاس لگی اثناء
راہ میں ایک بڑھیا اپنی جھوپڑی میں بیٹھی تھی تینوں صاحبزادوں کا جو گذر اُسپر ہوا پوچھا کہ تیرے پاس کچھ پانی ہی کہا کہ ہی یہ سنکر سواریوں سے
اتر پڑے اور اُسکے پاس ایک چھوٹی سی بکری الگ کو بندھی تھی کہا کہ اسکا دودھ نکالکر پی لو جب دودھ نکال کر پی لیا تو پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی
تیرے پاس ہی اُسنے عرض کیا کہ میرے پاس سوائے اس بکری کے اور کچھ نہیں اگر تم میں سے کوئی اسکو ذبح کرکے صاف کردے تو میں پکا دوں
صاحبزادوں میں سے ایک نے اُسکی تعمیل کی بڑھیا نے کھانا تیار کر دیا وے کھا پی کر سیر ہوے اور تیسرے پہر کے وقت تک ٹھہرے رہے جب چلنے
لگے بڑھیا سے کہا کہ ہم لوگ قریشی ہیں اب حج کو جاتے ہیں وہاں سے اگر سلامت پھرینگے تو تو ہمارے پاس آئیو ہم تجھ سے سلوک کرینگے یہ کہکر
تشریف لے گئے جب اُس عورت کا خاوند آیا تو اُسنے تشریف لانا حضرات کا اور ذبح ہونا بکری کا بیان کیا وہ سنکر غصہ ہوا کہ میری
بکری کیا جانے کسکو کھلا دی پھر کہتی ہی کہ وہ قریش کے لوگ تھے پھر مدت کے بعد ان دونوں مرد و عورت کو مدینہ منورہ میں آنے کی
ضرورت ہوئی وہاں پہونچکر اونٹ کی مینگنیاں جمع کرتے اور انکو بیچکر اپنی گذران کرتے اتفاقاً ایک روز بڑھیا اُس طرف جا نکلی جہاں حضرت
امام حسن علیہ السلام اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوے تھے آپنے بڑھیا کو پہچانا مگر اُسنے نہ پہچانا آپ نے اپنے خادم کو بھیجکر اُسکو بلایا
اور پوچھا کہ مجھے پہچانتی ہی اُسنے عرض کیا کہ میں نہیں پہچانتی آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جو فلاں روز تیرے یہاں مہمان ہوا تھا
اُسنے عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں آپ وہ ہیں آپنے فرمایا کہ ہاں پھر آپنے ایکہزار بکریاں اور ہزار دینار بڑھیا
کو دے کر اپنے خادم کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجدیا اُنھوں نے بڑھیا سے پوچھا کہ تجھے میرے بھائی نے کیا دیا ہی اُسنے عرض
کیا کہ ہزار دینار اور ہزار بکریاں آپ نے بھی اُسیقدر اسکو دلوایا اور اپنے خادم کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن جعفر کے پاس روانہ کردیا انھوں نے
پوچھا کہ حسنین علیہما السلام نے تجھکو کیا دیا کہا دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں اُنھوں نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں اپنے پاس سے
دیں اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو میں اتنا دیتا کہ حسنین علیہما السلام کو دینا بڑا مشکل پڑتا غرضکہ بڑھیا چار ہزار دینار اور اُتنی ہی
بکریاں لیکر اپنے خاوند کے پاس آئی اور کہا کہ یہ عوض اُس ایک بکری کا ہی کہ جسکو سرداران قریش نے کھایا تھا اور ایکبار عبد اللہ بن
عامر بن کریز مسجد سے تنہا اپنے گھر کو جاتے تھے ثقیف کی قوم سے ایک لڑکا اُنکے پیچھے ہو لیا اُنھوں نے پوچھا کہ تجھے مجھ سے کچھ کام ہی اُسنے
کہا کہ کوئی کام نہیں آپ تنہا جاتے تھے میں اسلیے ساتھ ہو لیا کہ خدانخواستہ راستہ میں اگر آپ پر کوئی بُری بات پیش آوے تو میں اپنے
اوپر اُسکو لوں اور آپ کو بچا دوں عبد اللہ نے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر پر آکر ہزار دینار عنایت کیے اور کہا کہ تجھکو تیرے مربیوں نے خوب
تعلیم کی ہی چنانچہ ان دیناروں کو اپنے صرف میں لا اور روایت ہی کہ ایک قافلہ عرب کا اپنی قوم کے کسی سخی کے قبر پر زیارت کو گیا اور دور سے

چلکر وہان پہونچا سب لوگ اُسکی قبر کے پاس فروکش ہوئے اُس سخی کے یہان ایک گھوڑا تھا بہت عمدہ تمام قوم مین مشہور تھا جب یہ لوگ رات کو سو گئے تو اُن مین سے ایک شخص نے اُس مردے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہی کہ تو اپنا اونٹ میرے گھوڑے سے بدلے تو مین گھوڑا تجھے دے دون اور اونٹ لیکر تم لوگون کی ضیافت کرون اُسنے جواب دیا بہت اچھا پھر یہ دیکھا کہ وہ مردہ اُس اونٹ کی طرف گیا اور اُسکو ذبح کر ڈالا اور یہ اونٹ خوب فربہ تھا اتنے مین اُس شخص کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو واقع مین اونٹ کی گردن سے خون جاری ہی اُسنے اُٹھکر اُسکو ذبح کیا اور صاف کر کے گوشت قافلہ مین تقسیم کیا سبھون نے کھا لیا کر وہان سے مراجعت کی دوسرے دن راستہ مین انکو چند سوار ملے ایک نے اُن مین سے قافلہ والون سے پوچھا کہ تم مین فلان نام کا شخص کون سا ہی اور وہی نام لیا جو خواب دیکھنے والے کا تھا اُسنے جواب دیا کہ وہ شخص مین ہون اُس سوار نے کہا کہ تمنے فلان مردے کے ہاتھ کچھ بیچا ہی اُسنے کہا کہ خواب مین مین نے اپنا اونٹ اُسکے ہاتھ گھوڑے کے عوض بیچا ہی اُسنے کہا کہ تو لیجیے یہ اُسکا گھوڑا موجود ہی پھر کہا کہ وہ مردہ میرا باپ تھا رات کو اُسنے خواب مین مجھ سے کہا کہ اگر تو میرا بیٹا ہی تو یہ گھوڑا فلان شخص کو دے دے سو مین نے تعمیل حکم کی اور ایک شخص قریشی کا گذر ایک عرب پر ہوا کہ راستہ مین اپاہج ہو کر شدت مفلسی اور مرض سے پڑا تھا قریشی کو دیکھکر وہ کہنے لگا کہ میان صاحب ہماری کچھ مدد کرو اُسنے اپنے غلام سے کہا کہ جو کچھ خرچ سے بچا ہو وہ اُسکو دے دے غلام نے چار ہزار درہم اُسکی گود مین اُلٹ دیے اُسنے چاہا کہ اُنکو لیکر اُٹھون مگر ضعف کے باعث اُٹھ نسکا اور رو دیا قریشی نے پوچھا کہ تو شاید اسوجہ سے روتا ہی کہ مین نے دیا وہ کم ہی اُسنے کہا کہ یہ وجہ نہین بلکہ سبب یہ ہی کہ مجکو یہ یاد آگیا کہ زمین تیرے کرم کو بھی کھا جاویگی اسی پیسے روپیے اور عبد اللہ بن عامر نے خالد بن عقبہ سے انکا گھر جو بازار مین تھا نوے ہزار درہم کو مول لیا جب رات ہوئی تو خالد کے گھر والون کے رونے کی آواز عبد اللہ کے کان مین پہونچی پوچھا کہ یہ کیون روتے ہین لوگون نے کہا کہ اپنے گھر کے لیے روتے ہین اپنے غلام کو آپ نے فرمایا کہ تو انکے پاس جا کر کہدے کہ مال اور مکان سب تمھارا ہی اور روایت ہی کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک بن انس رح کی خدمت مین پانسو دینار بھیجے یہ خبر لیث بن سعد رح کو پہونچی اُنھون نے انکی خدمت مین ہزار دینار روانہ کیے ہارون رشید نے لیث رح کو بلا کر عتاب کیا کہ تم ہماری رعیت ہو کیا وجہ کہ ہمنے پانسو بھیجے تو تمنے ہزار دیے اُنھون نے کہا کہ یا امیر المومنین میرے یہان ہر روز ہزار دینار غلہ آتا ہی مجھے شرم آئی کہ ایسے شخص کو ایک دن کی آمدنی سے کم دون لیث بن سعد رح کی سخاوت مشہور ہی یہی وجہ تھی کہ باوجود ہزار دینار آمدنی ہر روز کے اُنپر زکوٰۃ واجب نہوئی اور ایک بار کسی عورت نے اُن سے تھوڑا شہد مانگا تو اُنھون نے ایک مشک شہد اُسکو دیا کسی نے پوچھا کہ اُسکا کام تو تھوڑے سے مین بھی نکل جاتا آپ نے فرمایا کہ اُسنے اپنی حاجت کے موافق مانگا تھا ہمنے اُسقدر دیا جسقدر کہ خدا تعالیٰ نے ہمپر نعمت کی تھی اور یہ انکا دستور تھا کہ ہر روز جب تک تین سو ساٹھ مسکینون کو کھانا اور صدقہ نہ دیتے تب تک کوئی کلام زبان سے نہ نکالتے اور اعمش روایت کرتے ہین کہ میری ایک بکری بیمار ہوئی خیثمہ بن عبد الرحمن اُسکو صبح و شام آکر پوچھتے کہ گھاس اچھی طرح کھاتی یا نہین اور لڑکے بدون دودھ کے کیسے صبر کرتے ہین اور یہ کہکر میرے بچھونے کے نیچے کچھ رکھ دیتے اور چلتے وقت کہ جاتے کہ بچھونے تلے سے جو کچھ ہو نکال لینا بکری کی بیماری کے دنون مین میرے پاس تین سو دینار سے زیادہ پہونچ گئے یہانتک کہ میرے دل مین یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ بکری بیمار ہی رہے تو بہتر ہی اُسکی بیماری سے یہ کچھ ملا اور عبد الملک بن مروان نے اسما بنت خارجہ سے کہا کہ مجکو تمھاری چند خصلتون کی خبر پہونچی ہی انکو مجھسے بیان کرو اُنھون نے کہا کہ وہ باتین اگر غیر سے سنئے تو مجھ سے سننے کی نسبت بہتر ہوتا خلیفہ نے قسم دلائی کہ نہین تمھین کہو اُنھون نے کہا کہ اے امیر المومنین مین نے کبھی اپنے ہمنشین کے سامنے پاؤن نہین پھیلایا اور جب کبھی مین نے کھانا پکا کر لوگون کی دعوت کی ہی تو جسقدر میرا احسان اُنپر ہوا اُس سے زیادہ مین نے اُنکا احسان اپنے اوپر سمجھا اور جب کبھی کوئی شخص مجھسے کچھ مانگنے آیا تو جو کچھ مین نے اُسکو دیا کثیر نہین جانا اور عدی بن حاتم جو بڑی سخی شخص تھا

سلیمان بن عبدالملک کے پاس آیا اسکا دستور یہ تھا کہ اگر دینے کو کچھ نہ پایا تو سائل کو تمسک لکھ دیتا کہ جب مجھکو کہین سے کچھ ملیگا مین یہ روپیہ
ادا کر دونگا خلیفہ نے اسکی صورت دیکھکر پوچھا کہ کیا حاجت ہی کہا کہ میرے ذمہ قرض ہی پوچھا کہ کسقدر ہی کہا کہ تیس ہزار دینار کہا کہ تیس
ہزار قرض کے ادا کرنے ہی اور تمکو دیے جاوینگے اور روایت ہی کہ قیس بن سعد بن عبادہ بیمار پڑے ہم انکے اقارب انکی عیادت کو نہ آئے
انھون نے جو سبب پوچھا تو لوگون نے کہا کہ چونکہ تمھارا قرض انکے ذمہ ہی اسلیے وہ آتے ہوے شرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ خدا مال کو
ذلیل کرے یہ بھائیون سے بھی نہین ملنے دیتا پھر ایک پکارنے والے کو کہا کہ یون پکار دے کہ قیس بن سعد کا جسکے ذمے کچھ آتا ہو وہ
معاف ہی اسکو سنتے ہی لوگ اس کثرت سے آئے کہ آپکے گھر کی سیڑھی بھی ٹوٹ گئی اور ابو اسحاق کہتے ہین کہ مین نے ایک قرضخواہ
کی تلاش مین فجر کی نماز مسجد کوفہ مین پڑھی جب نماز سے فارغ ہوا تو میرے سامنے ایک جوڑہ کپڑون کا اور ایک جوڑہ جوتی کا کسی نے رکھا
مین نے کہا کہ مین تو اس مسجد کے نمازیون مین نہین ہون لوگون نے کہا کچھ مضائقہ نہین اشعث بن قیس کندی کل رات مکہ سے داخل
کوفہ ہوے ہین انھون نے حکم کیا ہی کہ ہر نمازی کو ایک ایک جوڑا کپڑا اور جوتا عنایت کیا جاوے اور شیخ ابوسعید حرکوشی نیشاپوری رح
کہتے ہین کہ مین نے محمد بن حافظ محمد سے سنا ہی کہ وہ زبانی شافعی مجاور مکہ کے بیان کرتے تھے کہ مصر مین کوئی شخص ایسا تھا کہ فقرا کے
لیے کچھ چندہ کر دیا کرتا تھا اتفاقاً ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا وہ اس شخص کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا ہوا ہی اور اسوقت
میرے پاس کچھ ہی نہین یہ سنتے ہی وہ شخص اسکے ساتھ ہوا اور بہت سے لوگون کے پاس لے گیا مگر کہین سے کچھ نہ ملا پھر ایک
آدمی کی قبر پر آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے بخشے تو زندگی مین بہت کچھ دیا کرتا تھا آج مین بہتون کے پاس گیا اور اس شخص کے
واسطے بہت سی کوشش کی کہ کچھ ملے مگر حسب اتفاق سعی بے فائدہ ہوئی یہ کہکر ایک دینار نکالا اور اسکو خورده کرکے آدھا سائل کو دیا
اور کہا کہ یہ مین تمکو قرض دیتا ہون جب تمھارے پاس ہو تم ادا کر دینا وہ شخص آدھا دینار لیکر گھر چلا آیا اور لڑکے ہونے مین جو ضرور
تھی اسکو انجام دیا رات کو اس مصری چندہ کرنے والے نے اس قبر والے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہی کہ تو نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا
وہ سب مین نے سنا مگر چونکہ مجکو اجازت جواب کی نہ تھی اسواسطے مین جواب نہ دے سکا اب کہتا ہون کہ تم میرے مکان پر جا کر میری
اولاد سے کہو کہ چولھے کے نیچے کھودین وہان سے ایک برتن مین پانسو دینار گڑے ہوے نکلینگے وہ انسے لیکر اس لڑکے والے کو دے دو
جب صبح ہوئی تو وہ شخص اسکی اولاد کے پاس گئے اور خواب کا قصہ بیان کیا انھون نے اسکو ٹھہرا کر جگہ کھودی اور دینار لاکر رکھ دیے
کہ لیجاؤ اسنے جواب دیا کہ یہ تمھارا مال ہی میرے خواب کا کیا اعتبار ہی انھون نے کہا کہ مال والا تو مرنے پر سخاوت کرتا ہی ہم جیتے جی
کیسے نہ کرین غرض بعد رد و کد اس شخص نے دینار لے لیے اور لڑکے والے پاس لاکر رکھے اور تمام ماجرا بیان کرکے کہا کہ اب یہ تمھارا
مال ہی جو چاہو سو کرو اسنے ایک دینار اٹھا کر خورده کیا اسمین سے نصف تو اس شخص کو بوجہ قرض دیا اور نصف خود رہنے دیا کہ
مجھے اسیقدر کفایت ہی باقی تم فقیرون کو دے دو ابوسعید راوی اس حکایت کے کہتے ہین کہ مجھے نہین معلوم ان سب مین زیادہ سخی
کسکو کہنا چاہیے اور روایت ہی کہ حضرت شافعی رح جب مرض موت مین مبتلا ہوے تو وصیت کی کہ فلان شخص مجکو غسل دے بعد
وفات کے اس شخص کو حال وصیت کا سنایا گیا وہ شخص آیا اور انکے خرچ کی بہی منگا کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ انکے ذمہ ستر ہزار درم
قرض ہین اسی وقت انکے نام پر سے اپنے نام کر لیے اور کہا کہ انکی مراد میرے غسل دینے سے یہی تھی کہ آلودگی قرض سے انکو
مین صاف و پاک کر دون ابوسعید کہتے ہین کہ مین جب مصر مین گیا تو اس شخص کا گھر تلاش کیا لوگون کے بتلانے سے جو مکان پر
گیا تو اسکی اولاد اور پوتون مین سے مین نے کچھ لوگون کو دیکھا بفحوائے آیت کریمہ وکان ابوھما صالحا کے سب کے چہرے سے آثار
خیر و فضل کے نمایان تھے اور انکے باپ کی خیر و برکت ان مین تاثیر کر گئی تھی اور شافعی رح کہتے ہین کہ مجھے حماد بن سلیمان کی ایک

(اسے اور وچھاپہ تھا نہ لکھ ۱۷

پہونچی ہے تب سے میں انسے ہمیشہ محبت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک روز وہ سوار جاتے تھے حرکت سے تکمہ ٹوٹ گیا راستے میں ایک درزی بیٹھا تھا
چاہا کہ اتر کر اسکو درست کرالیں درزی نے قسم دلائی کہ آپ نہ اتریں اور خود اسکے ٹانکنے کو کھڑا ہوگیا اور درست کر دیا انھوں نے اسکو دس دینار
دیئے اور معذرت کرنے لگے کہ یہ مقدار قلیل ہے اور ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ایک شخص نے شافعی رح کی رکاب پکڑی آپ نے ربیع سے کہا کہ
اسکو چار دینار دو اور میری طرف سے معذرت کرو اور ربیع زبانی حمیدی کے انھیں کا قصہ یوں کہتے ہیں کہ جب صنعا سے مکہ کو تشریف لاتے
تھے مکہ سے باہر آپ نے ڈیرہ ڈالا اور دس ہزار دینار جو پاس تھے انکو ایک چادر پر پھیلایا پھر جو کوئی آپ کے پاس آتا گیا اسکو مٹھی بھر
بھر دیتے گئے یہانتک کہ ظہر کی نماز انکو تمام کر کے پڑھی اور ابی ثور انکا حال یوں کہتے ہیں کہ جب شافعی رح نے مصر کو جانا چاہا تو انکے پاس
مال تھا مگر بہت کم رہنے دیا کرتے تھے سخاوت کے سبب سے [illegible] میں نے کہا کہ اگر آپ اس مال کے عوض کوئی جاگیر حاصل
کرلیں تو آپ کے اور آپکی اولاد کے کام آوے آپ مصر تشریف لیگئے اور وہاں سے جو پھرے تو میں نے اس مال کا حال پوچھا فرمایا
کہ مصر میں تو کوئی جاگیر دستیاب نہیں ہوئی اسلیئے کہ اکثر وہاں کی جاگیر وقف ہے اسکا خریدنا جائز نہیں مگر منٰی میں ایک فرودگاہ بنالیا ہوں کہ ہمارے
ساتھی حج کے دنوں میں اسی میں اترا کریں اور اکثر یہ دو شعر پڑھتے جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار بہت سے کام ہیں جنکو کرنا چاہتا ہے دل لیکن
کافی نہیں مال میرا کیا کیجے یہ نفس کو یہ منتا کبھی نہ بخیل کیسے [illegible] اتنی نہیں جس سے [illegible] اور محمد بن عباد مہلبی راوی ہیں
کہ میرے باپ مہدی خلیفہ ہارون کے پاس گئے تھے انہوں نے ایک لاکھ درم انکو دیئے جب خلیفہ کے پاس سے آئے تھے سب خیرات کر ڈالے یہ خبر خلیفہ
کو پہونچی بلاکر عتاب کیا میرے باپ نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین موجود چیز کے بند رکھنے سے معبود کی طرف بدگمانی ہوتی ہے خلیفہ خوش ہو
اور دو لاکھ اور دیئے اور ایک شخص نے سعید بن العاص سے کچھ مانگا انھوں نے ایک لاکھ درم دلوا دیئے وہ شخص رونے لگا آپ نے سبب
پوچھا کہا کہ میں اسسبب سے روتا ہوں کہ زمین تجھ جیسے کو بھی نہ چھوڑیگی یہ سنکر ایک لاکھ اور دیئے اور ابو تمام شاعر ابراہیم بن شکلہ کے
پاس قصیدہ مدح لکھکر لے گیا ابراہیم بیمار تھے قصیدہ لے لیا اور اپنے دربان سے کہا کہ [illegible] شان کے لائق ہو وہ اسکو دیدو [illegible]
کہ اگر میں نے مرض سے صحت پائی تو اسکی مکافات کرونگا وہ شاعر دو مہینے تک [illegible] ٹھیرا رہا آخر گھبرا کر یہ لکھا قطعہ ہے
قبول مدح بلے اعطا سے [illegible] حرام [illegible] نہیں قائل ہو تم اس بات کے اگر [illegible] میں کہے اتنا دانع + ہم [illegible]
آسکے جو اس ہاتھ سے [illegible] جب یہ اشعار امیر نے پڑھے تو [illegible] پوچھا کہ کتنی مدت سے ٹھہرا ہوا ہے [illegible] کہا کہ دو مہینے
سے کہا کہ اسکو تیس ہزار درم دے دو اور قلمدان منگا کر اشعار کا جواب یوں لکھا قطعہ جلدی کی تو [illegible]
تھوڑا اسکو لینے کرتا خیر سے تم یہ سمجھو [illegible] کچھ تعریف میں لکھا نہ تھا + ہم یہ چاہتے کہ درم [illegible] نہیں ہرگز دیئے + اور روایت ہے کہ حضرت
عثمان رض کے پچاس ہزار درم حضرت طلحہ رض کے ذمہ تھے ایک روز حضرت عثمان رض مسجد کو تشریف لیجاتے تھے کہ حضرت طلحہ رض
نے فرمایا کہ آپ کا مال موجود ہے اسکو لیجیے آپ نے فرمایا کہ وہ میں نے آپ ہی کو دیا تاکہ آپ کی مروت پر مدد
ہو اور سعدی بنت عوف کہتی ہیں کہ میں ایک روز حضرت طلحہ رض کی خدمت میں گئی آپ کو کچھ ملول دیکھا پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا
کہ میرے پاس کچھ مال جمع ہوگیا ہے اسکا تردد ہے میں نے کہا کہ تردد کی کیا بات ہے اپنی قوم کو بلوا کر بانٹ دو آپ نے غلام کو بھیجکر
سب کو بلوایا اور مال تقسیم کر دیا میں نے خادم سے پوچھا کہ کسقدر تھا کہا کہ چار لاکھ درم تھے اور ایک اعرابی نے انھیں حضرت رض کی
خدمت میں حاضر ہوکر کچھ سوال کیا اور اپنی قرابت بھی کچھ بیان کی آپ نے فرمایا کہ مجھسے قرابت کی وجہ سے آج تک کسی نے نہیں مانگا تھا
میرے پاس ایک قطعہ زمین ہے جسکے حضرت عثمان رض تین لاکھ درم دیتے ہیں اگر تو چاہے تو وہ زمین لے لے ورنہ اسکا دام تجھکو
دے دوں اسنے دام ہی طلب کیا آپ نے وہ زمین حضرت عثمان رض کو دیکر قیمت مذکورہ حوالہ کی اور روایت ہے کہ ایک [illegible]

علی مرتضیٰ رضہ روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ سات روز سے میرے یہان کوئی مہمان نہین آیا مجھے یہ ڈر ہے کہ خدا نے کہین مجھے ذلیل تو نہین کیا اور ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر گیا اور دستک دی اُسنے پوچھا کہ آپ کیسے آئے کہا کہ میرے ذمہ چار سو درم ہین اُسنے چار سو درم تولکر حوالہ کیے اور گھر مین روتا ہوا آیا بیوی نے کہا کہ اگر تمکو ان درمون کا دینا شاق تھا تو نہ دیتے بولے اُسنے کہا کہ مین اسلیے روتا ہون کہ مجھکو اُسکا حال بدون اُسکے کہے معلوم ہوا ہین اگر خود جویا رہتا تو اُسکے مانگنے کی کیون حاجت پڑتی

ساتوان بیان بخل کی مذمت مین

اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ہم المفلحون اور فرمایا ولا یحسبن الذین یبخلون بما اٰتٰہم اللہ من فضلہ ہو خیرا لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیمۃ اور فرمایا الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اٰتٰہم اللہ من فضلہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایاکم والشح فانہ اہلک من کان قبلکم حملہم علی ان یسفکوا دماءہم ویستحلوا محارمہم اور ایک حدیث مین فرمایا بخل سے بچو اسلیے کہ اسی کے باعث تم سے پہلے لوگ خونریزی اور حرام چیزون کے حلال جاننے اور قطع ارحام مین مبتلا ہوے اور فرمایا لا یدخل الجنۃ بخیل ولا خب ولا خائن ولا سیئ الملکۃ اور بعض روایتون مین ولا جبار اور ولا منان بھی آیا ہے اور فرمایا ثلث مہلکات شح مطاع وہوی متبع واعجاب المرء بنفسہ اور فرمایا ان اللہ یبغض ثلثۃ الشیخ الزانی والبخیل المنان والمعیل المختال اور فرمایا کہ خرچ کرنے والے اور بخیل کی مثال ایسی ہے جیسے دو شخصون کے بدن پر دو کرتے لوہے کے ہون چھاتی سے لیکر حنبر گردن تک خرچ کرنے والا جسقدر خرچ کرتا جاتا ہے وہ کُرتا پھیلتا جاتا ہے اور کڑیان ڈھیلی ہوتی جاتی ہین یہانتک کہ انگلیون تک پہونچ جاوے اور بخیل جتنا خرچ مین بخل کرتا ہے اتنا ہی اُس کرتے کی کڑیان سکڑتی ہین اور ہر جان کی تہان گڑ جاتی ہین ہوتے ہوتے جب گلا دبنے لگتا ہے تو پھیلانا چاہتا ہے مگر پھیل نہین سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون دعا مانگا کرتے تھے اللہم انی اعوذ بک من البخل واعوذ بک من الجبن واعوذ بک ان ارد الی ارذل العمر اور ایک حدیث مین ہے کہ ظلم سے بچو اسلیے کہ ظلم قیامت مین اندھیرا ہوویگا اور فحش سے بھی بچو کیونکہ خدا تعالیٰ کو فاحش اور متفحش دونون ناپسند ہین اور بخل سے بھی بچنا چاہیے کہ اُسنے تمسے پہلے لوگون کو ہلاک کر دیا اُنکو بخل نے جھوٹ بولنے کو کہا تو جھوٹ بولے ظلم کرنے کو کہا تو ظالم ہوے قطع رحم کے لیے اُبھارا تو ویسے ہی ہوگئے اور ایک حدیث مین ہے کہ شر ما فی الرجل شح ہالع وجبن خالع اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین شہید ہوا تو ایک عورت نے اُسکو روتے ہوے کہا ہاے میرے شہید آپ نے فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ شہید ہے شاید اُسنے کوئی کلام بے فائدہ کیا ہو یا ایسی چیز پر بخل کیا ہو جو دینے سے کم نہو تی اور حضرت جبیر بن مطعم رض فرماتے ہین کہ غزوۂ حنین سے پھرنے کے وقت ہم ہمراہ رکاب جناب رسالت مآب چلے آتے تھے کہ اثناے راہ مین چند عرب آپ کے گرد ہوے اور کچھ مانگنے لگے اور یہانتک مضطر کیا کہ آپ ایک ببول کے درخت کی طرف جو گئے تو چادر اُسمین اُلجھ رہی آپ نے ٹھہر کر ارشاد فرمایا کہ میری چادر مجھے دے دو قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اگر ان کانٹون کے عدد کے موافق میرے پاس چوپاے ہون تو مین تمھین دے ڈالون پھر نہ تم مجکو بخیل جانو نہ جھوٹا اور نامرد اور حضرت عمر فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار مال تقسیم کیا مین نے عرض کیا کہ ان سب لوگون کی نسبت اور لوگ اس مال کے زیادہ مستحق تھے آپنے ارشاد فرمایا کہ ان لوگون

[illegible]

بروایت ابوہریرہ ۱۲ح ۱۱ بیہقی در شعب بروایت انس باندک اختلاف وابویعلیٰ بروایت ابوہریرہ بسند ضعیف اور ترمذی نے نقل کیا ہے اسمین یہ ہے کہ ایک شخص نے اس شہید کو کہا کہ تجھکو جنت کی بشارت

کا بلا فرق سے مجھے ان دو باتوں میں اختیار دیا تو برا بھلا کہکر مانگتے ہیں یا مجھکو بخیل کہیں مگر میں بخیل نہیں کرتا یعنی بخیل نہ کہلانے کی وجہ سے انکی
سختگوئی پر صبر کرتا ہوں اور حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ دو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
اونٹ کا سوال مانگا آپ نے انکو دو دینار دیئے جب وہ آپ کے پاس سے نکلے تو حضرت عمر رض انکو ملے انھوں نے حضرت کی تعریف کی اور شکریہ
بیان کیا حضرت عمر رض نے خدمت جناب رسالت مآب میں حاضر ہوکر جو کچھ انکا قول سُنا تھا عرض کیا آپنے فرمایا کہ انھوں نے باوجود قلت
دہش کے ایسا کہا لیکن فلان شخص کو میں نے دس سے زیادہ اور سو سے کم دیئے ہونگے مگر اسنے کچھ بھی نہ کہا تم میں سے بعض شخص مانگتے
آتے ہیں مگر جب مانگی مراد بغل میں داب کر جاتے ہیں گویا دوزخ کی آگ بغل میں ہوتی ہے حضرت عمر نے عرض کیا کہ پھر جو چیز دوزخ کی آگ
ہے وہ آپ کیوں دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ بدون مانگے نہیں مانتے اور بخل کو میرے لیے اور خدا تعالے نہیں مانتا اور حضرت علی رض
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جود اللہ تعالی کی جود سے ہے تم جود کرو کہ خدا تعالے تمپر جود کرے جان رکھو کہ خدا
تعالے نے بخشش کو ایک درخت کی صورت پر پیدا کیا اور اسکی جڑ درخت طوبی کی جڑ میں مستحکم کی اور اسکی ٹہنیوں کو سدرۃ المنتہی کی
شاخوں میں بستہ کیا اور بعض ٹہنیوں کو دنیا میں لٹکا دیا پس جو شخص اسکی شاخ سے لپٹ گیا جنت میں داخل ہوا جان رکھو کہ سخاوت
ایمان میں سے ہے اور ایمان جنت میں جاویگا اور خدا تعالے نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا اسکی جڑ دوزخ کے درخت زقوم
کی جڑ میں ہے اور اسکی کچھ ٹہنیوں کو دنیا میں جھکا دیا ہے جو کوئی اسکی کوئی شاخ پکڑ لیتا ہے دوزخ میں جاتا ہے یاد رکھو کہ بخل کفر کا ٹکڑا ہے
اور کفر دوزخ میں جائیگا اور ایک حدیث میں ہے کہ سخاوت ایک درخت ہے جو جنت میں اُگتا ہے پس جنت میں وہی داخل ہوگا جو سخی ہوگا
اور بخل وہ درخت ہے جو دوزخ میں جمتا ہے تو دوزخ میں وہی داخل ہوگا جو بخیل ہوگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کے قاصدوں سے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے انھوں نے عرض کیا کہ ہمارا سردار جد بن قیس ہے مگر وہ ایسا
شخص ہے کہ تھوڑا سا بخل رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ روگ کون سا ہوگا تمہارا سردار وہ بلکہ عمرو بن جموح ہے اور ایک روایت
میں یوں ہے کہ جب انھوں نے اپنا سردار جد بن قیس کو بتلایا تو آپ نے پوچھا کہ تم اسکو کس وجہ سے سردار جانتے ہو انھوں نے عرض کیا
کہ اسکے پاس ہم سب سے زیادہ مال ہے مگر باینہمہ ہم اسکو متہم بخل کے ساتھ بھی کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بخل سے زیادہ کون سا مرض ہے
وہ تمہارا سردار نہیں ہے تب انھوں نے عرض کیا کہ پھر ہمارا سردار کون ہے آپ ہی ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تمہارا سردار بشر بن البراء
ہے اور حضرت علی رض سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ان اللہ یبغض البخیل فی حیاتہ السخی عند موتہ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ سخی گنہگار خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے اور یہ حدیث بھی انہیں سے مروی ہے کہ بخل اور ایمان کسی بندہ کے
دل میں جمع نہیں ہوتے اور یہ بھی فرمایا کہ دو عادتیں ایماندار میں جمع نہیں ہوتیں بخل اور بد خلقی اور فرمایا لا ینبغی لمومن ان یکون
بخیلا ولا جبانا اور فرمایا تم میں سے کہنے والے یوں کہتے ہیں کہ بخیل بنسبت ظالم کے معذور ہے حالانکہ خدا کے نزدیک بخل سے بڑھکر کوئی
ظلم نہیں خداوند کریم اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ نہ بخیل جنت میں جاویگا اور نہ شحیح یعنی نہ وہ شخص کہ اپنا مال اوروں سے
روکے اور نہ وہ شخص کہ غیروں کو دیتے دیکھکر جلے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایکبار طواف خانہ کعبہ کرتے تھے دیکھا کہ
ایک شخص پردہ کعبہ سے لگا ہوا کہہ رہا ہے کہ الہی بحرمت اس خانہ کے میرا گناہ معاف فرما آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا گناہ ہے مجھے بیان
کر اس نے عرض کیا کہ میری خطا بیان سے زیادہ ہے آپ نے فرمایا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا زمین بہمہ طبقات اسنے کہا کہ میری خطا زیادہ
ہے پھر پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا پہاڑ عرض کیا کہ میری خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا قصور زیادہ ہے یا سمندر عرض کیا کہ میرا قصور
زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا گناہ بڑھکر ہے یا سب آسمان عرض کیا کہ میرا گناہ بڑھکر ہے پھر پوچھا کہ تیری تقصیر زیادہ ہے یا عرش اسنے کہا

ح ... اسکو ... ابو منصور ... بیان کیا ہے ... نقل کی ہے ... نقل کی ہے ... اسکی سند میں اختلاف

کہ میری تفسیر پھر پوچھا کہ تیرا گناہ زیادہ ہی یا خداوند کریم اُسنے عرض کیا کہ خداے تعالی بہت بڑا ہی آپ نے فرمایا کہ تیرا بُرا ہو اُسکو مجھسے بیان کر اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین مالدار آدمی ہون مگر جب سائل مانگنے آتا ہی تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا شعلہ آگ کا میرے سامنے ہی آپنے فرمایا کہ تو مجھسے علیحدہ ہو اپنی آگ سے مجھے مت جلا قسم ہی اُس ذات کی کہ جس نے مجھکو ہدایت اور کرامت کے ساتھ بھیجا ہی اگر تو رکن اور مقام کے درمیان کھڑے ہو کر دس لاکھ برس نماز پڑھے اور پھر اسقدر روے کہ تیرے آنسوؤن سے نہرین بہ نکلین اور درخت سیراب ہوجاوین اور پھر بخل کی حالت مین تیری موت ہو تو خداے تعالی تجکو دوزخ مین اوندھے منہ ڈالیگا تیرا بُرا ہو کیا تجھے معلوم نہین کہ بخل کفر کا ایک حصہ ہی اور کفر دوزخ مین رہیگا کیا تو نہین جانتا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ آثار حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ جب اللہ نے جنت عدن پیدا کی تو اُسکو ارشاد فرمایا کہ تو مزین ہو وہ آراستہ ہوئی پھر فرمایا کہ اپنی نہرین ظاہر کر اُسنے چشمہ سلسبیل اور عین کافور اور تسنیم نکالے جنسے باغہاے جنت مین شراب اور شہد اور دودھ کی نہرین بہنے لگین پھر ارشاد ہوا کہ اپنی کرسی تخت پردہ زیور لباس و حورعین ظاہر کر اُسنے تعمیل ارشاد کی پھر خداے تعالی نے اُسکو ملاحظہ فرماکر ارشاد فرمایا کہ کچھ بول وہ بولی کہ جو شخص مجھ مین رہیگا وہ کیا اچھا ہوگا ارشاد ہوا کہ قسم ہی اپنی عزت کی بخیل کو تجھ مین جگہ نہ دونگا اور ام البنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی بہن کا قول ہی کہ تف ہی بخیل پر اگر بالفرض بخل کُرتا ہوتا تو مین کبھی نہ پہنتی اور اگر رستہ ہوتا تو کبھی نہ چلتی اور طلحہ بن عبیداللہ رض فرماتے ہین کہ ہمکو اپنے مال پر وہی صورت پیش ہوتی ہی جو بخیلون کو پیش آتی ہی مگر یہ فرق ہی کہ ہم صبر کرتے ہین اور محمد بن منکدر فرماتے ہین کہ پہلے یون مشہور تھا کہ جب اللہ تعالی کسی قوم کی بُرائی چاہتا ہی تو اُنپر اُن مین سے بُرون کو حاکم کردیتا ہی اور اُنکا رزق اُنکے بخیلون کے ہاتھ مین دیدیتا ہی اور حضرت علی رض نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ ایماندار اپنے مال کو دانتون سے پکڑیگا حالانکہ اُسکا حکم اُسکو نہین چنانچہ خداے تعالی فرماتا ہی ولا تنسوا الفضل بینکم اور حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہین کہ شح بہ نسبت بخل کے زیادہ سخت ہی اسلیے کہ شحیح دوسرے کے مال پر بخل کرتا ہی اور اپنا مال بھی نہین دیتا اور بخیل وہی ہی جو اپنے مال پر بخل کرتا ہی اور شعبی رح فرماتے ہین کہ مین نہین جانتا کہ جھوٹ اور بخل مین سے کون سا دوزخ مین زیادہ نیچے جاویگا۔ اور روایت ہی کہ نوشیروان عادل کے پاس دو حکیم ہند اور روم کے آئے تو اُسنے ہندی حکیم سے کہا کہ کچھ کہو اُسنے کہا کہ آدمیون مین بہتر وہ ہی جو ملاقات مین سخی ہو اور غصہ مین ہوشیار اور کہنے مین متامل اور رفعت مین تواضع کرنے والا اور قرابت والون پر شفقت کرنے والا پھر حکیم رومی نے کہا کہ بخیل کا مال اُسکے دشمن کو پہونچتا ہی اور جو شخص شکرگزار کم ہی اُسکا مطلب نہین ملتا اور دروغگو نامذموم ہوتے ہین اور چغلخور فقیر ہو کر مرتے ہین اور جو شخص کسی دوسرے پر رحم نہین کرتا خداے تعالی اُسپر ایسے کو مسلط کرتا ہی جو اُسپر رحم نہ کرے اور ضحاک رح نے اس آیت یعنی انا جعلنا فی اعناقہم اغلالا کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ اغلال سے غرض بخل ہی جسے اللہ تعالی نے اُنکے ہاتھون کو خدا کی راہ پر خرچ کرنے سے روک دیا ہی تو اُنکو راہ ہدی نہین سوجھتی اور حضرت کعب رض فرماتے ہین کہ ہر صبح کو دو فرشتے یون پکارتے ہین کہ الٰہی بخیل کا مال جلدی تباہ کر اور خرچ کرنے والے کے لیے جلد اُسکا عوض بھیج اور اصمعی رح کہتے ہین کہ مین نے ایک اعرابی کو سُنا ہی کہ وہ ایک شخص کی صفت کہتا تھا یعنی یون کہا کہ فلان شخص میری نظرون مین حقیر ہوگیا بایں وجہ کہ دنیا اُسکی نظرون مین بڑی ہی اور سائل کا سامنے آنا اُسکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا ملک الموت آیا اور حضرت امام ابوحنیفہ رح فرماتے ہین کہ مین کسی بخیل کو عدل نہین جانتا اسلیے کہ بخل کے مارے آدمی اپنے حق سے زیادہ لیا کرتا ہی اس خوف سے کہ کہین خسارہ مین نہ رہون پس جسکا یہ حال ہو وہ امانت کے قابل نہین ہی اور حضرت علی رض کا قول ہی کہ کریم آدمی کبھی اپنا حق کامل نہین لیتا چنانچہ خداے تعالی فرماتا ہی عرف بعضہ واعرض عن بعض اور جاحظ رح کہتے ہین کہ لذات مین سے صرف تین چیزین باقی ہین بخیلون کو بُرا

کہنا اور بھنا گوشت کھانا اور بخار دش کا نکلوانا اور بشر بن الحارث رح فرماتے ہیں کہ بخیل کی غیبت کرنی غیبت میں شمار نہیں ہوتی آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا انک اذا لبخیل یعنی تو اس صورت میں بخیل ہے پس بخیل کو بخیل کہنا اس حدیث سے جائز ہوا
اور ایک عورت کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی کہ روزہ دار اور شب بیدار ہے الا اس میں بخل بھی ہے آپ نے فرمایا کہ تو
پھر اس میں کچھ خیر نہیں اور بشر رح کا قول ہے کہ بخیل کی صورت دیکھنے سے دل سخت ہوتا ہے اور بخیلوں کی ملاقات سے ایمانداروں کے دل
پر کرب ہوتا ہے اور یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ دل سخیوں کی دوستی ہی چاہتا ہے گو وہ بدکار ہی ہوں اور بخیلوں سے دل پر نفرت ہی آتی
ہے گو وہ نیک ہی ہوں اور ابن معتز رح کا قول ہے کہ جو شخص سب لوگوں میں مال کا زیادہ بخل کرتا ہے وہ آبرو اپنی سب سے زیادہ دیتا ہے
اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام شیطان لعین سے ملے اور اس سے فرمایا کہ مجھکو یہ بتا کہ لوگوں میں سے تیرے نزدیک زیادہ محبوب
کون ہے اور زیادہ ناپسند کون ہے اس نے عرض کیا کہ زیادہ محبوب تو مومن بخیل ہے اور زیادہ ناپسند بدکار سخی آپ نے اسکا سبب پوچھا تو اس نے
عرض کیا کہ اسلیے کہ بخیل کو تو اسکا بخل ہی کافی ہے میری کچھ ضرورت نہیں اور جو سخی بدکاری کرتا ہے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ کہیں سخاوت
کی جہت سے خدا تعالیٰ اسکی خبر نہ لیوے اور پھر وہ دوسروں کا نفع پہنچنے مقبول خدا ہو جاوے پھر ابلیس یہ کہتا چلا گیا کہ اگر تم
یحییٰ نہ ہوتے تو ہرگز نہ بتلاتا۔ **بخیلوں کی حکایات**۔ روایت ہے کہ بصرہ میں ایک بخیل مالدار تھا کسی ہمسایہ نے اسکی دعوت
کی اور قیمہ انڈوں کے ساتھ پکا ہوا سامنے رکھا وہ بہت سا کھا گیا اور بہت پانی پینے لگا یہانتک کہ پیٹ پھول گیا اور کرب کے مارے
مرنے اور پیچ و تاب کھانے لگا جب بہت برا حال ہوا تو اسکی کیفیت طبیب سے بیان کی گئی طبیب نے کہا کہ کچھ خطرہ نہیں قے کر ڈال اس نے
جواب دیا کہ مجھے مرنا قبول ہے مگر جو غذا شوربہ میں نے کھائی ہے وہ کبھی قے نہ کرونگا۔ اور یہ روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی شخص کی تلاش میں نکلا وہ
انجیر کھا رہا تھا سبکو بغل میں چھپا لیا جب اعرابی کو دیکھا اسکو بیٹھا دیکھا پھر اعرابی سے کہا کہ تم کچھ قرآن شریف میں سے پڑھو
اس نے کہا کہ بہتر اور پڑھا والزیتون وطور سینین اس نے کہا کہ اسکے شروع سے والتین کہاں گیا اعرابی نے جواب دیا کہ وہ آپکی عبا میں دبے ہیں
اور ایک شخص نے اپنے کسی برادر کو بلایا اور کچھ نہ کھلایا عصر کے وقت تک جانے بھی نہ دیا یہانتک کہ بہت بھوک لگی اور دیوانہ سا ہو گیا تب
صاحب خانہ ستار لیکر بیٹھا اور مہمان سے کہا کہ تجھے میری قسم کون سی آواز تجھے پسند ہے اسنے کہا کہ مجھے آواز گوشت کے تلنے کی پسند ہے اور حکایت
ہے کہ محمد بن یحییٰ برمکی بخیل اور بدصورت تھا کسی شخص نے اسکے رشتہ دار سے جس سے اسکو کمال الفت تھی اسکے دسترخوان کا حال پوچھا
اسنے کہا کہ دسترخوان چار انگشت کشتہ ہوگا اور پیالے ایسے چھوٹے ہیں کہ گویا خشخاش کو کتر بنائے ہیں اسنے پوچھا کہ ایسے دسترخوان پر
کون لوگ کھاتے ہیں اسنے کہا کہ کرام کاتبین کھاتے ہیں پھر پوچھا کہ محمد بن یحییٰ کے ساتھ آخر کوئی کھاتا ہے یا نہیں اسنے کہا کہ مکھیاں البتہ
کھاتی ہیں کہا کہ تم تو انکے مخصوصوں میں ہو یہ کیا بات ہے کہ تمہارے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اسنے جواب دیا کہ مجھے سوئی میسر نہیں کہ انکو
درست کروں اور زیادہ تو کیا کہوں اگر بالفرض محمد بن یحییٰ کی ملک میں ایک کوٹھا بغداد سے لیکر نوبہ تک لمبا سوئیوں سے بھرا ہوا ہو اور
حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ آکر اس کوٹھے میں سے ایک سوئی حضرت یوسف علیہ
السلام کے پیرہن کے ٹانکنے کے لیے جو پیچھے سے پھٹ گیا تھا مانگیں تو محمد بن یحییٰ کبھی نہ دیگا اور روایت ہے کہ مروان بن ابی حفصہ بخل
کے مارے گوشت نہ کھاتا تھا جب بہت جی چاہتا تو غلام سے کہتا کہ ایک سری مول لے آ اسی کو کھا لیتا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اسکی
کیا وجہ ہے کہ تم جاڑے اور گرمی میں ہمیشہ سری ہی کھاتے ہو اسنے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ سری کا نرخ مجھے معلوم ہے تو اس میں غلام خیانت
نہیں کر سکتا اور مجھے خسارہ نہیں دے سکتا اسکے سوا گوشت اگر ہو تو وہ پکانے کے وقت اس میں سے نکال کر کھا سکتا ہے سری میں
یہ بات بھی مفقود ہے اس میں سے اگر آنکھ یا کان یا رخسار کو ہاتھ بھی لگا دیگا تو مجھے معلوم ہو جاویگا اور بانٹنے کی طرح کا مزہ اس میں ملتا ہے

اسکا مزہ اور بو اور کانون کا اور ادر زبان کا ذائقہ جدا ہو اور کرسی اور منبر کا جدا پھر پکانے کی وقت سے بچا رہتا ہون اتنے فائدہ ہین
اور ایک روز یہی شخص خلیفہ مہدی کے پاس جاتا تھا آسکے گھر کی کسی عورت نے کہا کہ اگر تمکو انعام ملیگا تو مجھے کیا دوگے اسنے کہا کہ اگر
لاکھ درم ملینگے تو ایک تجھے دونگا وہان سے ساٹھ ہزار ملے تو اس عورت کو اسی حساب سے درم کے تین خمس دیے اور ایک دفعہ ایک
درم کا گوشت خرید آسکے بعد کسی نے اسکی دعوت کر دی تو گوشت کو قصائی کے حوالہ کیا اور درم کی چوتھائی مجرا دی اور کہا کہ مجھے اسراف
برا معلوم ہوتا ہو اور حضرت اعمش رحمہ کا ایک ہمسایہ بخیل تھا ہمیشہ آپ سے کہا کرتا کہ میرے گھر چل کر آپ ٹکڑا روٹی کا نمک کے ساتھ
نوش فرماوین آپ انکار کر دیا کرتے ایک روز جو حسب دستور عرض کیا اسوقت انکو بھوک بھی تھی فرمایا کہ اچھا چلو گھر مین لاکر واقع مین
ایک ٹکڑا روٹی کا اور نمک سامنے رکھ دیا اتنے مین ایک سائل آیا تو صاحب خانہ نے کہا کہ برکت ہو اسنے دوبارہ سوال کیا پھر وہی جواب
دیا اسنے تیسری بار سوال کیا تو کہا چلا جا ورنہ لاٹھی لیکر نکلتا ہون حضرت اعمش رحمہ نے اسکو پکار کر کہا کہ شاہ جی چلے جاؤ بخدا کہ صاحب خانہ
وعدہ کا بہت سچا ہو مین نے کوئی اس سے سچا نہین دیکھا مدت سے مجھسے کہتا تھا کہ ٹکڑا روٹی کا مع نمک کے کھالو آج بخدا کہ کچھ زیادہ
ان دونون چیزون سے میرے سامنے نہین رکھا۔

آٹھوان بیان ایثار اور اسکی فضیلت کے بیان مین

واضح ہو کہ سخاوت اور بخل کے بہت سے درجات ہین سخاوت کے درجات مین سب سے زیادہ ایثار ہو یعنے باوجود اپنی حاجت کے مال دیدے ڈالے اور سخاوت اسکا نام ہو کہ جس چیز کی اپنے آپ کو حاجت نہو اسکو کسی محتاج یا غیر محتاج کو دیدے اور حاجت کے ہوتے دوسرے کو دیدینا نہایت مشکل ہو اور جسطرح کہ سخاوت کبھی اس درجہ کو پہونچتی ہو کہ آدمی اپنی چیز باوجود حاجت کے دوسرے کو دیدے اسی طرح بخل بھی کبھی ایسے تبہ کو پہونچتا ہو کہ انسان اپنا مال باوجود حاجت کے بھی اپنے نفس پر خرچ نہ کرے مثلاً بعض بخیل مال کو اس طرح روکتے ہین کہ اگر خود بیمار ہو جاوین تو دوا نکرین یا اور کسی طرح کی خواہش دل مین ہو کھانے یا پینے کی تو مول لیکر نہ کھاوین مفت کی ملجاسنے تو کھالین پس ایسا شخص باوجود حاجت کے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرتا ہو اور ایثار والا اپنے نفس پر باوجود حاجت کے دوسرے کی حاجت کو مقدم سمجھتا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ ان دونون شخصون مین کتنا فرق ہو اخلاق خدا کی نعمت ہو جہان چاہے وہان رکھدیتا ہو سخاوت مین ایثار کے اوپر کوئی درجہ نہین قرآن مجید مین خدا تعالے نے صحابہ رضہ کی تعریف اسی ایثار پر فرمائی ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ اور حدیث شریف ہو ایما امرئ اشتہی شہوۃ فرد شہوتہ واثر علی نفسہ غفر لہ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن برابر پیٹ بھر کے کھانا نہ کھایا یہانتک کہ دنیا سے علیحدہ ہوے اور اگر ہم چاہتے تو پیٹ بھر کر کھالیا کرتے الا ساتھیون کا پیٹ بھرنا اپنے نفسون سے مقدم سمجھتے تھے اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا آپکے گھر مین اسوقت کچھ نہ تھا اتنے مین ایک شخص انصار رضہ وہان آئے اور اس مہمان کو اپنے ساتھ لیگئے گھر مین جا کر کھانا اسکے سامنے رکھدیا اور گھروالی سے کہا کہ چراغ گل کردے اور اندھیرے مین اپنا ہاتھ بھی کھانے کی طرف بڑھاتے تھے گویا ساتھ کھاتے ہین مگر واقع مین کھاتے نہین تھے یہانتک کہ مہمان نے سب کھانا کھالیا جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ تمنے رات جو معاملہ مہمان کے ساتھ کیا اس سے خداوند کریم کو بھی تعجب ہوا اور یہ آیت اتری ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ غرضکہ سخاوت اللہ تعالی کے اخلاق مین سے ایک کا نام ہو اور اسکے اعلے درجہ کا نام ایثار ہو جو کہ روزمرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یہانتک کہ خدا تعالی نے آپکے اس خلق کو یون فرمایا وانک لعلی خلق عظیم اور سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الہی مجھ کو بعض درجات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت کے دکھلا دے حکم ہوا کہ اے موسی تجکو تاب

نہو گی الا ایک مرتبہ عظیم اسکا تجھے دکھا دیتا ہون جسکے باعث اسکو تجھپر اور تمام خلق پر مین نے فضیلت دی ہی پھر ایک بار دفعہ ہی عالم بالا و ملکوت کا
پردہ اٹھا لیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو آپ کا درجہ دیکھا تو انوار تجلی اور قرب الی اللہ سے گویا انکی جان سی نکلی جاتی تھی سبحان اللہ
موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات + تو عین ذات می نگری در تبسمی قد اک یا رسول اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب
باری مین عرض کیا کہ الٰہی کس وجہ سے اور کون سی خصوصیت سے انکو یہ بزرگی عنایت ہوئی ارشاد ہوا کہ ایک عادت کے سبب سے کہ
مین نے انہین سے مخصوص کی ہو اور وہ نگاہ عنایت نہین کی لیٹے ایثار کی وجہ سے یہ مرتبہ ملا ہی اے موسیٰ اگر کسی شخص نے کبھی اپنی عمر مین ایثار پر
عمل کیا ہوگا جب وہ میرے پاس آویگا تو مجکو اسکے حساب لینے سے شرم آویگی اور بے حساب اسکو جنت مین جہان وہ چاہیگا جگہ دونگا
اور روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر اپنی کسی زمین کے دیکھنے کو نکلے راہ مین کسی باغ مین ٹھہرے کہ وہان ایک غلام حبشی کام
کر رہا تھا جب اس غلام کا کھانا آیا اور اسی وقت ایک کتا بھی اس احاطہ مین گھسکر غلام کے پاس چلا آیا اسنے ایک روٹی اسکو دیدی وہ
جب کھا چکا دوسری دیدی پھر تیسری دیدی اسی طرح اپنی غذا کل اسکو کھلا دی حضرت عبد اللہ بیٹھے دیکھا کیے پھر اس غلام سے
پوچھا کہ تیری غذا ہر روز کسقدر ہوتی ہے اسنے عرض کیا کہ اسی قدر جو آپ نے دیکھی فرمایا کہ پھر تو نے سب کی سب کتے کو کیون کھلا دی کہا
کیون نہ کھلا دیتا اسنے عرض کیا کہ یہان کوئی کتا نہین رہتا معلوم ہوتا ہی کہ یہ کتا مسافر ہو دور سے یہان آیا تھا اور بھوکا تھا مجکو
اسکا بھوکا رہنا اور اپنا شکم سیر ہونا برا معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ پھر دن بھر کیا کھاوے گا اسنے عرض کیا کہ فاقہ کرونگا پھر آپ نے سوچا
کہ مین اسکو سخاوت پر ملامت کر رہا ہون یہ تو مجھسے زیادہ سخی ہی یہ کہکر آپ نے اس باغ اور غلام اور وہان کے اسباب و سامان کو
خرید کر اس غلام کو آزاد کر دیا اور وہ باغ اسکو ہبہ کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک صحابی کے پاس کسی نے ایک بکری
کی سری ہدیہ بھیجی انہون نے یہ خیال کرکے کہ میری نسبت فلان بھائی محتاج زیادہ ہی دوسری دوسرے کے پاس بھیجدی
انہون نے بھی اسی قصد سے تیسرے کے پاس بھیجی اسیطرح وہ سات گھر پھری یہانتک کہ اصل مالک کے پاس جنسے اول بھیجی تھی
پہونچ گئی سبحان اللہ کیا ایثار تھا اور روایت ہی کہ جس رات اپنی شب ہجرت حضرت علی مرتضیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر
سو رہے تو خدا تعالیٰ نے حضرت جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین نے تم دونون مین بھائی چارہ کر دیا اور تم
دونون مین سے ایک کی عمر زیادہ کی تو بتاؤ کہ کون سا تم مین کم زندگی چاہتا ہی اور زیادہ حیات دوسرے کے واسطے پسند کرتا ہی
دونون نے یہی چاہا کہ میری عمر زیادہ ہو لیکن ایثار کا مضمون کسی نے پسند نہ کیا ارشاد ہوا کہ کیا تم دونون حضرت علی کے موافق
بھی نہوئے کہ مین نے اس مین اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بھائی چارہ کیا تو آج رات اسکے بچھونے پر اسکی جان کے
بدلے اپنی جان فدا کرتا ہی اور اسکا جینا اپنے جینے پر مقدم سمجھتا ہی اب تم زمین پر جاؤ اور علی کی حفاظت اسکے دشمنون سے
کرو لیس موجب ارشاد کے حضرت جبرئیل آپ کے سرہانے اور حضرت میکائیل انکے پیتانے کھڑے ہوئے حضرت جبرئیل فرماتے کہ واہ
واہ اے فرزند ابوطالب تجھسا آج کوئی نہین کہ خدا تعالیٰ تجھسے فرشتون پر فخر فرماتا ہی پھر یہ آیت اتری ومن الناس من
یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد اور حضرت ابو الحسن انطاکی رح کے پاس ایک بار کسی گانون مین متصل رے
کے تیس سے کچھ زیادہ آدمی جمع ہوئے انکے پاس چند روٹیان گنتی کی تھین کہ سب کے شکم سیری کو کافی نہ تھین پس روٹیون کے
ٹکڑے کرکے چراغ گل کر دیا اور کھانے کو بیٹھے جب کھانا اٹھایا تو معلوم ہوا کہ سب کا سب موجود ہی کسی نے کچھ نہین کھایا ہر ایک نے
یہی خیال کیا کہ دوسرا کھالے تو بہتر ہی اور روایت ہی کہ شبلی رح کے پاس ایک سائل آیا آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا اپنے مکان کی
ایک کڑی اتار کر اسکو دی اور معذرت کی اور حذیفہ عدوی کہتے ہین کہ مین شام کے لڑائی مین یوم یرموک کو گیا مجھے اپنے چچا زاد کی تلاش

تھی کہ اگر ان مین کوئی سانس باقی ہوگی تو پانی پلادونگا اور منھ دھودونگا اسی لیے تھوڑا پانی لیتا گیا جب معرکہ کی جگہ مین ڈھونڈھا تو انکو زندہ پایا پوچھا کہ پانی پلادون انھنے اشارہ سے کہا کہ اچھا جب مین نے پلانا چاہا تو آہ کی آواز پاس سے آئی میرے چچازاد نے اشارہ کیا کہ پہلے اسکو پلاؤ جب مین وہان لے گیا تو دیکھا ہشام بن عاص ہین مین نے پوچھا کہ پانی پلاؤن یہ سنکر ایک اور آہ کی آواز آئی حضرت ہشام نے اشارہ کیا کہ اول وہان لے جاؤ جب مین اُس شخص کے پاس گیا وہ مرچکا تھا وہان سے پھر ہشام رضہ کے پاس آیا تو یہ بھی انتقال کرگیا پھر اپنے چچازاد کے پاس آیا تو انکو بھی زندہ نہ پایا خداے تعالے اُن سب پر اپنا رحم کرے اور عباس بن دہقان کہتے ہین کہ سواے بشر بن الحارث کے کوئی شخص ایسا نہین کہ جسطرح دنیا مین آیا ہو اسی طرح اُٹھ جاوے بشر بن الحارث الذنہ جیسے آئے تھے ویسے ہی گئے انکے مرض موت مین ایک شخص آیا اور حاجت کا سوال کیا آپ نے اپنا کرتا اتار کر اسکے حوالہ کیا اور ایک اور شخص سے ایک کپڑا مانگ لیا اُسین انتقال ہوا اور بعض صوفیہ سے روایت ہو کہ ہم چند لوگ متفق ہوکر طرسوس کے باب جہاد سے باہر نکلے اور ایک کتا ہمارے ساتھ ہولیا ہم باہر نکلکر ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے وہان سے متصل ایک مردار پڑا تھا کتے نے مردار کو دیکھکر شہر کو مراجعت کی اور تھوڑی دیر کے بعد وہان سے پھر آتو بیس کتے اسکے ساتھ تھے وہ سب کے سب آتے ہی مردار پر جھک پڑے اور یہ کتا الگ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا یہانتک کہ گوشت مردار کا سب ہوچکا اور ہڈیان رہگئین جب شہر کے کتے کھا پیکر شہر کو چلے گئے تب اس کتے نے اُن پس ماندہ ہڈیون کو چچوڑنا شروع کیا اور انھین سے اپنا شکم سیر کرکے چلا گیا اور جو احادیث کہ ایثار کے باب مین وارد ہین مع حالات اولیا کے ہمنے باب فقر و زہد مین لکھی ہین یہان لکھنے کی ضرورت نہین

نوان بیان سخاوت اور بخل کی تعریف اور اُنکی حقیقت مین

یہ بات شرعی دلیلون سے پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہو کہ بخل مہلکات مین سے ہو لیکن انسان کو کون چیز سے بخل متصور ہوتا ہو اور بخل کس شی کا نام ہو یہ امر دقیق ہو اسلیے کہ ہر ایک انسان اپنے عندیہ مین اپنے آپ کو سخی جانتا ہو حالانکہ غیرون کی نظرون مین بخیل ہوتا ہو یا ایک آدمی سے کوئی کام سرزد ہوا تو اُسین لوگون کا قول مختلف ہوتا ہو بعض کہتے ہین کہ یہ بخیل ہو اور بعض کہتے ہین بخل نہین علاوہ اسکے آدمی کا نفس مال کی محبت سے خالی نہین اس محبت کے باعث مال کی حفاظت اور امساک کرتا ہو تو اگر صرف امساک ہی سے بخیل ہوا کرے تو اُس سے کوئی بھی خالی نہین اور اگر امساک سے بخل نہو تو پھر بخل کے معنی کیا ہین بخل تو امساک ہی کا نام ہو اُسین سے موجب ہلاک کون سا ہو اور سخاوت کی تعریف کیا ہو جس سے کہ آدمی سخی کہلاتا ہو اور سخاوت کا ثواب پاتا ہو پس اس باب مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ بخل اسکو کہتے ہین کہ حق واجب کو نہ دے تو اس لحاظ سے جو شخص حقوق واجبہ اپنے ذمے کے دیتا رہے وہ بخیل نہوگا مگر یہ تعریف کافی نہین اسلیے کہ مثلاً جو شخص قصائی سے گوشت یا نانبائی سے روٹی مول لاوے اور پھر اُسکو کچھ کم دام پر واپس کردے تو بالاتفاق بخیل کہلاتا ہو اسی طرح جو شخص اپنے اہل و عیال کو روزینہ مقرر دیوے اور وے اگر ایک لقمہ بھی اُس مقدار سے زیادہ چاہین اور کوئی ادنی چیز اُسکے مال سے کھالین تو بررواداری نہو وہ بھی بالاتفاق بخیل ہی گنا جاتا ہو علی ہذا القیاس اگر کوئی روٹی کھاتا ہو اور کوئی دوسرا شخص ایسا آجاوے کہ کھانے والے کو خیال ہو کہ میرے ساتھ بیٹھ جاویگا اور اس نظر سے روٹی چھپاوے وہ بھی بخیل ہی ہو حالانکہ تینون مثالون مین یہ نہین ہو کہ کسی نے حق واجب نہ دیا ہو اور بعضون کا قول یہ ہو کہ بخیل وہ ہو جو دینے کو سخت جانے اور یہ تعریف بھی ناقص ہو کیونکہ اگر اس سے یہ غرض ہو کہ سب قسم کا دینا اُسپر سخت ہو تو بہت سے بخیل ایسے ہوتے ہین کہ اُنکو تھوڑا سا دینا گران نہین گذرتا دانہ دو دانے دسے ڈالتے ہین اور زیادہ دینا البتہ گران گذرتا ہو اور اگر یہ غرض ہو کہ بعض دہش سخت معلوم ہو تو یہ بات سخی مین بھی موجود ہو مثلاً اگر کسی کو سب مال یا اُسکا اکثر دیوے تو

البتہ گران گذریگا مگر اس سے وہ شخص بخیل نہین کہلا ویگا اسی طرح سخاوت اور جود کے باب مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ سخاوت اسکا نام ہی کہ بلا تامل حاجت پوری کرے اور بدون احسان جتانے کے کسی کو کچھ دے اور بعضون کا یہ قول ہی کہ جود اس دینے کو کہتے ہین کہ بدون مانگے کسی کو دے اور یہ تصور کرے کہ تھوڑا دیا اور بعض یون کہتے ہین کہ سائل کو دیکھکر خوش ہونا اور اپنے دینے سے فرحت ہونے کا نام جود ہی جب کبھی میسر ہو اور کچھ لوگ یہ فرماتے ہین کہ مال کو اس خیال سے دینا کہ مال بھی خدا کا ہی اور بندہ بھی اسی کا تو بندہ خدا کا مال خدا دیتا ہی فقر و فاقہ سے نہین ڈرتا اسکا نام جود ہی اور کچھ یون کہتے ہین کہ جو شخص کچھ مال تو دے دے اور کچھ باقی رکھے وہ اہل سخاوت ہی اور جو زیادہ تو دے ڈالے اور تھوڑا سا اپنے لیے رہنے دے وہ اہل جود ہی اور جو خود تکلیف اٹھا وے اور دوسرے کی تمنا پوری کرے وہ صاحب ایثار ہی اور جو کبھی خرچ نہ کرے وہ بخل والا ہی یہ تمام اقوال اس باب مین ہین مگر حقیقت بخل و جود کی کسی سے صاف نہین معلوم ہوتی اسواسطے ہم اسکو مفصل لکھتے ہین اصل یہ ہی کہ مال ایک حکمت اور مقصود کے لیے پیدا ہوا ہی یعنی حاجات خلق کی درستی کے لیے بنا ہی اور یہ بات ممکن ہی کہ جس چیز مین اسکا صرف کرنا چاہیے اسمین اسکا امساک کیا جاوے اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ جن اشیا مین اسکا خرچ کرنا اچھا نہین انہین مین اڑا دیا جاوے اور ان دونون باتون کے بیچ مین یہ بات بھی ممکن ہی کہ اسکا خرچ عدل کے ساتھ ہو یعنی جہان روکنا ضروری ہو وہان روکا جاوے اور جہان خرچ ضروری ہو وہان خرچ کیا جاوے پس خرچ کی ضرورت کی جگہہ پر روک رکھنا بخل ہی اور روک رکھنے کی ضرورت کی جگہ خرچ کرنا اسراف ہی اور ان دونون کے درمیان مین خرچ و امساک کرنا اچھا ہی اور سخاوت و جود چاہیے یون کہ اسی توسط کا نام ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سخاوت کرنے کا حکم ہوا اور پھر یہ ارشاد ہوا ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط اور یہ بھی ارشاد ہوا والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما انسے معلوم ہوا کہ جود درجۂ اوسط کا نام ہی درمیان اسراف و کمی کے اور قبض و بسط کے یعنی اندازہ خرچ و امساک کو مقدار واجب و ضروری پر منحصر کرنا جود ہی مگر اسمین یہ قید ہی کہ یہ فعل فقط اعضا سے کافی نہین جب تک کہ دل بھی اسپر راضی ہو اور تکرار نہ کرے پس اگر جہان خرچ مناسب تھا وہان خرچ کیا مگر نفس اس سے نزع کرتا ہی اور یہ اسپر صبر کرتا ہی تو ایسے شخص کو سخی نہ کہینگے بلکہ تکلف سخی بننے والا کہینگے بلکہ ضرور ہوا کہ اسکے دل کو مال کے ساتھ صرف اتنا علاقہ رہنا چاہیے کہ اخراجات ضروریہ مین اسکو صرف کرے اور کوئی علاقہ نہ ہونا چاہیے رہی یہ بات کہ یہ امر مقدار واجب کے پہچاننے پر موقوف ہی کہ کون سا خرچ واجب ہی تو اسکو سننا چاہیے کہ واجب دو طرح کے ہین ایک تو وہ جسکو شرع واجب کرے دوسرے وہ کہ بلحاظ ضرورت و عادت ضروری ہی تو سخی وہی ہوگا جو اپنے مال کو نہ واجبات شرعی سے روکے نہ ضرورت سے اگر ایک کو ان دونون سے روکیگا تو بخیل ہوگا البتہ جو واجبات شرعی کو نہ ادا کریگا وہ زیادہ تر بخیل ہوگا مثلاً کوئی شخص مال کی زکوٰۃ نہ دے یا اپنے اہل و عیال کا نفقہ واجب نہ پہونچا وے یا زکوٰۃ تو دے مگر اسپر سختی آتی ہو اور گذرتی ہو تو ایسے کو بالطبع بخیل جاننا چاہیے لوگ تکلف دیتا ہی یا جو شخص کہ دینے کے وقت عمدہ مال دیتا ہی اچھا دینے سے اسکا دل خوش نہین ہوتا اور سرور نکما مال دے کر راضی ہوتا ہی تو یہ بھی بخل ہی اور مروت کے سبب جو خرچ ضروری ہی وہ یہ ہی کہ ادنی ادنی چیزون کی داد و ستد مین تنگی نہ کرے یہ ایک بری بات ہی اور یہ برائی حالات و اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہی مثلاً بعضی باتین ایسی ہوتی ہین کہ ان پر تو نگر کی تنگ گیری بری معلوم ہوتی ہی فقیر کی بری نہین معلوم ہوتی یا آدمی اپنے اہل و عیال و اقارب سے تنگ گیری کرے تو بری معلوم ہوتی ہی جنبیون سے بری نہین معلوم ہوتی ہی اور ہمسایون سے تنگ گیری بہ نسبت دور والون کے بری لگتی ہی اور ضیافت مین تنگی کرنی بہ نسبت خرید و فروخت اور معاملون کے بری معلوم ہوتی ہی غرضکہ تنگی برتنے مین چار چیزون کے اختلاف سے اسکے احکام مختلف ہوتے ہین اول تو جس کام مین تنگی کیا وے جیسے ضیافت اور داد و ستد وغیرہ دوم جس چیز کی تنگی کیجا وے جیسے

کپڑا اور کھانا وغیرہ اسلیے کہ جیسی کھانے مین تنگی بُری معلوم ہوتی ہو ایسی اور چیزون مین نہین ہوتی اسی طرح کفن کے خریدنے مین یا قربانی یا صدقہ کی خرید مین تنگی کرنی جیسی بُری معلوم ہوتی ہو ایسی اور چیزون مین نہین معلوم ہوتی تیسرے جسکے ساتھ تنگی کیجاوے مثلاً دوست یا بھائی یا قریب یا زن و فرزند یا اجنبی کے ساتھ چہارم جو شخص تنگی کرے وہ لڑکا ہو یا عورت یا بڈھا یا جوان یا عالم یا جاہل یا مالدار یا مفلس پس بخیل ہم اسکو کہتے ہین کہ مال کو ایسی جگہہ خرچ کرنے سے روکے جہان بحکم شریعت یا اقتضاے مروت روکنا نہ چاہیے اور اسکی کچھ مقدار معین نہین ہوسکتی اور بخل کی تعریف یون بھی ممکن ہو کہ جونسا مطلب مال کی حفاظت کی نسبت زیادہ اہم ہو اس مطلب سے مال کو روک لینا بخل ہو مثلاً دین کا بچانا مال کی نسبت اہم ہو تو اب اگر کوئی زکوٰۃ یا نفقہ واجب مین مال صرف نہ کرے تو بخیل ہو اسی طرح مروت کی حفاظت مال کی نسبت اہم ہو تو جو کوئی تھوڑی سی چیزون مین تنگی کرے خصوصاً ایسے لوگون کے ساتھ مین کہ انکے ساتھ تنگی نامناسب ہو وہ شخص مال کی محبت کے باعث مروت توڑتا ہو اور بخیل ہو تو یہان ایک درجہ اور رہگیا کہ ایک شخص ایسا ہو کہ واجب شرعی بھی دیتا ہو اور حفظ مروت بھی کرتا ہو الا اسکے پاس بہت سی دولت ہو اسکو صدقات اور محتاجون مین صرف نہین کرتا تو یہین حفظ مال کی بھی غرض موجود ہو یعنے زمانہ کے مصائب مین کام آوے اور غرض ثواب بھی موجود ہو کہ آخرت مین باعث بلندی درجات ہوسکتا ہو پس اس مطلب کے لیے مال کا روک رکھنا داناؤن کے نزدیک بخل ہو اور عوام کے نزدیک بخل نہین اسلیے کہ عوام کی نظر صرف حظوظ دنیاوی پر ہوتی ہو انکے نزدیک مصائب زمانہ کے لیے مال کا صرف نہ کرنا بہت اہم ہو ہان البتہ کبھی عوام کے نزدیک بھی علامت بخل کی ایسے لوگون پر ظاہر ہوجاتی ہو مثلاً اگر ایسے مالدار کے پڑوس مین کوئی محتاج ہو اور یہ اسکو نہ دے اور کہے کہ جو زکوٰۃ مجھپر واجب تھی وہ ادا کر چکا اور کچھ میرے ذمہ نہین تو یہ برا معلوم ہوگا اور اسکی برائی اسکے مال کی مقدار کے موافق ہوگی اسی طرح اگر محتاج شدید الحاجۃ اور صالح و دیندار و مستحق ہوگا اتنا ہی برائی بھی زیادہ معلوم ہوگی خلاصہ یہ کہ جو شخص واجب شرعی اور واجب مروت کو ادا کرے تو وہ بخل سے بری ہوگیا ہان جود و سخا کی صفت سے جبھی موصوف ہوگا جب اس مقدار سے زیادہ خرچ کریگا کہ فضیلت اور درجات اسی سے ملتے ہین پس جبجگہ کہ شریعت کی رو سے اسپر کچھ واجب نہین وہان اپنا مال خرچ کرنے کو اقتضاے مروت اسکا دل چاہتا ہو اور عادت کی رو سے بھی اسپر کوئی ملامت نہین آتی تو جسقدر کہ اسکے نفس مین گنجایش خرچ کی ہوگی اسی قدر سخی ہوگا اور ظاہر ہو کہ اسکے درجات بیشمار ہوسکتے ہین اور بدین لحاظ بعض آدمی بعض سے زیادہ سخی ہوتے ہین بہر حال جود اسکا نام ہو کہ جتنا سلوک عادت و مروت کی جہت سے ضروری ہو اس سے زیادہ کیا جاوے مگر اسمین یہ شرط ہو کہ دل کی خوشی سے یہ سلوک ہو کسی طمع یا توقع خدمت یا بدلا و مکافات یا شکر و ثنا کے لیے نہو کیونکہ جو شخص شکر و ثنا کی طمع رکھتا ہو وہ سخی نہین بلکہ اپنے مال سے ثنا کو مول لیتا ہو اسکو سوداگر کہنا چاہیے کہ خرچ مال سے اسکا مقصود مدح ہو جو کہ مزہ دار معلوم ہوتی ہو اور جود اسی خرچ کو کہتے ہین جو بدون غرض کے ہو اور واقع مین اسطرح کی جود بجز ذات پاک خداوندی کے اور شخص مین نہین ہوسکتی آدمی پر جو جود کا اطلاق کیا جاتا ہو تو مجازاً ہو اسلیے کہ اسکا کوئی سا خرچ خالی غرض سے نہین لیکن اگر اسکی غرض صرف ثواب آخرت اور فضیلت جود کا حاصل کرنا اور نفس کو آلودگی بخل سے پاک کرنا ہو تو جواد کہلاویگا اور اگر خرچ کا سبب ہجو کا خوف یا لوگون کی ملامت کا ڈر یا جسکو دیتا ہو اس سے نفع کی توقع ہو تو یہ خرچ جود مین داخل نہین کیونکہ یہ چیزین گویا سردست اسکو بطور عوض ہوجاتی ہین اور وہ انہین کی جہت سے خرچ بھی کرتا ہو پس عوض لینے والا ہوا جواد نہوا چنانچہ روایت ہو کہ ایک عابدہ عورت حبان بن ہلال کے پاس کھڑی ہوئی وہ اپنے یارون مین بیٹھے تھے اسنے پوچھا کہ تم مین کوئی ایسا ہو جس سے مین مسئلہ پوچھون لوگون نے انکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ جو تیرا دل چاہے انسے پوچھ لے اسنے پوچھا کہ تمھارے نزدیک سخاوت کسے کہتے ہین انھون نے کہا کہ دینا خرچ کرنا ایثار کرنا اسنے کہا یہ تو دنیا کی سخاوت ہوئی دین

کی سخاوت کیا ہو کہا کہ دین کی سخاوت یہ ہو کہ خدا کی عبادت خوشی دل سے کریں اور کچھ گران نہ گذرے تب اُنہوں نے پوچھا کہ اس سے ثواب کی بھی نیت ہو یا نہیں کہا کہ ہاں توقع ثواب ہو تب نے کہا کہ کیوں اُنھوں نے جواب دیا کہ خدا تعالے نے ہمسے وعدہ کیا ہو کہ ایک نیکی کے بدلے دس دیجاویگی اُسنے کہا سبحان اللہ جب ایک دیکر دس لیے تو سخاوت دل کیا ٹھہری اُنھون نے پوچھا کہ پھر تمہارے نزدیک سخاوت کیا ہو تمھین بتاؤ اُسنے کہا کہ میری دانست میں سخاوت یہ ہو کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ طاعت میں لذت اور مزہ ملے اور گران بھی نہ گذرے اور یا انہیہ اسپر نیت اجر کی بھی نہو یہانتک کہ جو چاہو مرضی ہو کہ لا ازمہ او سکے کا حال ہو جاوے کیا اس بات کی تمھین شرم نہین آتی کہ خداے تعالے کو تمھارے دلون کا حال معلوم ہو جاوے کہ یہ ایک چیز کے عوض میں دوسری چیز چاہتے ہیں ایسی بات تو دنیا میں بھی بری ہوتی ہو یعنی جب ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلان شخص مجھ سے سلوک اسواسطے کرتا ہو کہ میں اُسکو ایک کے بدلے زیادہ دون تو بیشک وہ اس دینے سے خوش نہوگا اسی طرح ایک اور عورت عابدہ کا قول ہو کہ تم لوگون کو یہ خیال ہو کہ سخاوت درہم اور دینارون ہی سے ہوتی ہو لوگون نے پوچھا کہ پھر اور کون سی چیز سے ہو اُسنے کہا کہ سخاوت میرے نزدیک جان سے کرنی چاہیے اور اٰلی تفسیر محاسبی نے اُسکے قول میں ہو کہ اُنھوں نے فرمایا کہ سخاوت دین میں یہ ہو کہ نفس خدا کے واسطے اپنے نفس پر بخیل جاوے اور جان کا دینا اور اپنے خون کا بہا دینا خدا کی راہ میں اچھا معلوم ہو سخاوت دلی سے اسکا مرتبہ ہو بغیر ثواب کی نہ حال میں ہو شمال میں اور گو ثواب کی حاجت بھی ہو مگر کمال سخاوت کی خوبی دل سے آدمی سمجھ جاوے کہ ثواب کو خداہی کے اختیار پر چھوڑ دے یہانتک کہ خداوند کریم اس سے پھر وہ معاملہ کرے کہ اسکے وہم و خیال میں بھی نہو

دسواں بیان بخل کا علاج — یہ تو معلوم ہی ہوچکا کہ بخل کا سبب مال کی محبت ہو اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ مال کی محبت کے دو سبب ہیں ایک تو شہوات کی محبت کہ بدون مال کے وہ حاصل نہیں ہوسکتین اور اسی میں طول امل یعنی توقع اپنی عمر کی زیادتی کی بھی داخل ہو اسلیے کہ انسان اگر یہ جان لے کہ میں کل مر جاؤنگا تو غالب ہو کہ مال کا بخل نہ کرے کیونکہ جو مقدار کہ آدمی کے ایک روز یا ایک مہینہ یا ایک سال کے لیے کافی ہو وہ تو قلیل ہو اس سے زیادہ رکھنا فضول ہو اور بعض اوقات طول امل اس طرح ہوتا ہو کہ خود تو آدمی کو اپنی زندگی کی زیادہ توقع نہیں ہوتی مگر چونکہ صاحب اولاد ہوتا ہو اسلیے اولاد قائم مقام طول امل کے ہو جاتا ہو اُنکا خیال اپنی ہی زندگی جیسا ہوتا ہو اور اُنکے لیے مال روک رکھتا ہو اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الولد مبخلۃ مجبنۃ مجہلۃ اور جب اسکے ساتھ فقر کا خوف ہوتا ہو اور رزق کے آنے پر اعتماد قوی نہیں رہتا تو خواہ مخواہ بخل بھی قوی ہو جاتا ہو دوسرا سبب یہ ہو کہ خود مال ہی اچھا معلوم ہوتا ہو مثلاً بعض لوگون کے پاس اسقدر مال ہوتا ہو کہ اگر اپنے دستور کے موافق اُسکو خرچ کرتے رہیں تو زندگی بھر کو کافی ہو اور ہزارون بچ رہیں اور خود بوڑھے لاولد ہوتے ہیں مگر بایں ہمہ زکوۃ نکالنے کو دل نہیں چاہتا بلکہ خود بیمار ہوجاوین تو علاج میں بھی خرچ کرنا برا معلوم ہوتا ہو کیونکہ روپیہ پیسے کے ایسے عاشق ہیں کہ اسکا قبضہ مین رہنا اور اپنا قابو ہونا بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہو اسی لیے زمین میں گاڑ رکھتے ہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ ہمارے مرنے پر یہ مال ضائع ہوجاویگا یا دشمنون کے ہاتھ پڑیگا پھر بھی اُسکے کھانے کو یا اُسمیں سے ایک حبہ خیرات کرنے کو دل نہیں چاہتا اور یہ مرض دل کا ایسا ہو کہ اسکا علاج بہت مشکل ہو خصوصاً بڑھاپے میں تو پرانے مرضون کی طرح لاعلاج ہی ہو اس مرض والے کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو اور اُسکی جہت سے اُسکے ایلچی کو بھی چاہنے لگے پھر پیام بر سے اتنی محبت کرے کہ محبوب کو بھول جاوے اسی طرح روپیہ پیسا بھی حاجتون کا ایلچی ہو کہ اسکے سبب حاجتین حاصل ہوتی ہیں اسی جہت سے زر محبوب ہوتا ہو مگر بعض اوقات حاجتون کا خیال بھی نہیں رہتا صرف زر ہی محبوب ہو جاتا ہو اور یہ سخت گمراہی اور بھول کی بات ہو جو آدمی کہ زر اور پتھر میں فرق

[illegible]

سمجھے وہ حلال ہو یعنی زر سے البتہ تقاضے حاجت ہوتی ہی اور زائد از قدر حاجت زر اور پتھر مین کچھ فرق نہین جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہین
ع زر از بہر خوردن بود ای پسر ٭ ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر ٭ یہ مال کی محبت کے سبب ہین اور ہر بیماری کا علاج اسکے سبب کے ضد
کرنے سے ہوتا ہی تو شہوات کی محبت کا علاج تو یہ ہی کہ تھوڑی سی چیز پر قناعت اور صبر کرے ع کار دنیا کسے تمام نکرد ٭ ہر چہ گیرید مختصر
گیرید ٭ اور طول امل کا علاج یہ ہی کہ ہر دم موت کو یاد کرے اور اپنے ہمسرون کے مرنے کو سوچا کرے کہ مال کے جمع کرنے مین کیسے کیسے
دکھ اٹھائے اور سختیان سہین آخر خالی ہاتھ چلے گئے اور وہ سب تباہ ہو گیا اور اولاد کا خیال اگر دل مین ہو تو اسکا علاج یہ ہی کہ یون
سوچے کہ جس خالق نے لڑکا دیا ہی اسی نے اسکا رزق اسکے ساتھ اتارا ہی بہت سے لڑکے ایسے ہوتے ہین کہ باپ کی میراث انکے
پاس کچھ نہین ہوتی مگر انکا حال باپ سے اچھا ہوتا ہی اور یہ بھی جاننے کی بات ہی کہ آدمی جو اپنی اولاد کے واسطے جمع کیا کرتا ہی
اسکی نیت یہی ہوتی ہی کہ انکا حال اچھا رہے مگر کبھی اسکا برعکس ظہور مین آتا ہی اور لڑکا اگر صالح ہی تو خدا تعالی اسکے لیے کافی
ہی اور اگر فاسق ہی تو جو مال میراث سے پاویگا اسکو گناہ مین اڑا دیگا اور اسکا وبال مورث کی گردن پر رہیگا اور دل کا ایک یہ بھی
علاج ہی کہ جو حدیثین بخل کی مذمت اور سخاوت کی تعریف مین واقع ہین اور جو وعید عذاب شدید کا خدا تعالی نے بخیل کے لیے
فرمایا ہی ان سب کو خوب تامل کرے اور مفید علاجون مین سے ایک تدبیر یہ ہی کہ بخیلون کے حالات مین زیادہ غور کیا کرے اور انسے
نفرت کرے اور انکو برا جانے کیونکہ کوئی ایسا بخیل نہین جو دوسرے کے بخل کو برا نہ سمجھے پس یہی حال اپنا تصور کرے کہ اگر مین بخل
کرونگا تو سب کی نظرون مین حقیر اور گران معلوم ہونگا جیسے میرے دل مین اور بخیل برے معلوم ہوتے ہین اور ایک تدبیر یہ ہی
کہ مال کے مقصود کو سوچے کہ یہ کیون پیدا ہوا ہی اور جب یہ معلوم ہو جاوے کہ صرف حاجت روائی کے لیے ہی تو بقدر حاجت رکھ
لے اور باقی کو آخرت کے لیے جمع کرے یعنے اسکو خرچ کرکے ثواب کا ذخیرہ کرے پس یہ تدبیرین باعتبار معرفت اور علم کے ہین جب
آدمی کو عقل کے نور سے یہ معلوم ہوگا کہ خرچ کرنا بہ نسبت امساک کے دنیا و آخرت دونون مین بہتر ہی تو اگر عاقل ہوگا اسکی
رغبت خرچ کرنے کی طرف متحرک ہوگی مگر لازم ہی کہ جب یہ خیال دل مین آوے فورًا اسکی تعمیل کرے لیت و لعل نہ کرے اسلیے کہ
شیطان ہر وقت مفلسی کا خوف دلاتا رہتا ہی اور خرچ سے روکتا ہی روایت ہی کہ ابو الحسن بوشنگی رح ایک روز پاخانہ مین تھے اپنے
ایک شاگرد کو بلا کر فرمایا کہ میرا کرتہ بدن مین سے نکال کر فلان شخص کو دے دے اسنے عرض کیا کہ آپنے پاخانہ مین سے نکلنے تک کا
صبر نہ فرمایا انہون نے کہا کہ اسوقت میرے دل مین آیا کہ کرتہ دے ڈالون اور اپنے نفس سے یہ خوف تھا کہ کہین بدل نہ جاوے
اسواسطے اسی وقت تعمیل کی اور صفت بخل کی تبھی جاتی ہی جب بتکلف خرچ کیا جاوے جیسے کہ عشق جب تک نہین جاتا جب تک کہ
معشوق پیش نظر رہتا ہی ہان اگر اسکے مقام سے مفارقت اختیار کرے اور اس جدائی پر بتکلف ایک مدت صبر کرے تو رفتہ رفتہ
دل کو تسکین ہو جاویگی جیسے مرنے سے ہو جاتی ہی اسی طرح جو شخص بخل کا علاج کیا چاہے تو اسکو یہی چاہیے کہ مال سے بتکلف
علیحدہ ہو جاوے یعنے اسکو بالکل دے ڈالے بلکہ محبت کے ساتھ رکھ چھوڑنے سے تو یہ بہتر ہی کہ سب کا سب پانی مین ڈال دے
اور ایک حیلہ بخل سے بچنے کا بڑا لطیف یہ ہی کہ نفس کو دھوکا دے کہ دینے لینے سے تیرا نام نیک ہوگا اور سخی مشہور ہو جاویگا پس
اس بہانے سے بقصد ریا خرچ کرے یہانتک کہ نفس پر بطبع صفت جود و خرچ کرنا ناگوار نہ گذرے اسصورت مین یہ بات تو ہوگی کہ
بخل کو دور کرکے ریا مین مبتلا ہوگا مگر بعد کو پھر ریا کی طرف متوجہ ہو کر اسکے علاج سے اسکو دور کرنا چاہیے غرضکہ حصول نام و شہرت
نفس کے لیے مال کے جانے کے بعد تسکین کی چیز ہی جیسے لڑکے کو جب دودھ چھڑاتے ہین تو چڑیون وغیرہ سے کھیل مین لگا دیتے ہین
کہ دودھ کو یاد نہ کرے یہ غرض نہین ہوتی کہ اسکے ہمیشہ کو کھیلا کرے بلکہ جب دودھ بھول جاتا ہی تو اس کھیل کو بھی اس سے علیحدہ

کردیتے ہین اسی طرح ان صفات خبیثہ مین سے بھی بعض کو بعض پر مسلط کر کے تیزی ایک دوسرے کی کم کیجاتی ہے مثلاً کبھی غضب پر شہوت کو مسلط کر کے اسکی تیزی توڑی جاتی ہے اور کبھی غصہ کو شہوت پر مسلط کر کے اسکی حدت کم کیجاتی ہے الا یہ علاج ایسے ہی شخص کے حق مین مفید ہے جسپر جاہ اور ریا کی محبت کی نسبت صفت بخل بہت غالب ہو کیونکہ اس صورت مین جو صفت اسمین قوی ہے اسکو گویا ضعیف سے بدل دیا اگر دونون برابر ہی ہونگی تو کچھ فائدہ نہین اسلیے کہ ایک سے نکلیگا اور دوسرے مین پھنس جاویگا اور پہچان اسکی یہ ہے کہ اگر خرچ کرنا ریا کے لیے اسپر گران نہ معلوم ہوتا ہو تو جان لینا چاہیے کہ صفت ریا کا غلبہ ہے اور اگر ریا کے لیے بھی خرچ دشوار معلوم ہوتا ہو تو بخل کا غلبہ ہے اس حال مین ضرور ہی خرچ کرنا چاہیے اور یہ جو مذکور ہوا کہ یہ صفات ایک دوسرے سے دور ہوجاتے ہین اسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ مردے کے تمام اجزا کیڑے ہوجاتے ہین اور یون مشہور ہے کہ یہ کیڑے ایک دوسرے کو کھا لیتے ہین اور بڑے ہوتے جاتے ہین اور تعداد کم ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ ان مین سے دو سب مین زبردست رہ جاتے ہین پھر وہ بھی آپس مین لڑتے ہی رہتے ہین حتی کہ ایک غالب آکر دوسرے کو کھا کر موٹا ہوتا ہے اور پھر خود بھی بھوکا رہ کر مرجاتا ہے اسیطرح ان صفات خبیثہ مین ممکن ہے کہ جو نسی صفت ضعیف ہو اسکو قوی کی غذا کرتے جاوین یہانتک کہ آخر کو ایک رہ جاوے پھر اس ایک کے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ اسکی غذا روک دیجاوے اور غذا کا روکنا ان صفات سے یہ ہے کہ انکے مقتضا کے موافق عمل نہ کیا جاوے یعنی جو باتین کہ کوئی صفت خبیثہ چاہتی ہو وہ ہرگز نہ کرے بلکہ اسیطرح اسکا خلاف کیا جاوے تو خواہ مخواہ وہ صفت معطل ہو کر مرجاویگی مثلاً بخل کی صفت کا اقتضا یہ ہے کہ مال کو روکے اور خرچ نہ کرے پس جب آدمی اسکے خلاف کرے اور نفس پر مجاہدہ کر کے بار بار خرچ کرتا رہے تو بخل کی صفت مرجاویگی اور صفت بذل طبعی ہوجاویگی کہ پھر اسمین دشواری نہ رہیگی اس سے معلوم ہوا کہ بخل کا علاج دو چیزون سے ہے ایک علم اور ایک عمل علم سے غرض یہ ہے کہ آفت بخل کی اور جود و سخا کے فائدے سے واقف ہو اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جود اور داد و دہش بتکلف کرے یہانتک کہ مقصود کو پہونچے لیکن صفت بخل بعض اوقات ایسی قوی ہوتی ہے کہ آدمی کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ اسکو اسکی آفت کچھ نہین سوجھتی نہ کچھ جود کا فائدہ معلوم ہو اور جب معرفت ان دونون باتون کی نہوئی تو شوق کہان سے ابھریگا اسی لیے عمل و داد و دہش بھی میسر نہوگا ایسی صورت مین یہ روگ ہمیشہ کو رہتا ہے جیسے وہ بیماری کہ جسمین دوا کی پہچان جاتی رہے اور نیز دوا کا استعمال ممکن نہو تو بجز اسکے کہ موت تک صبر کیا جاوے اور کیا ہو سکتا ہے اور بعض شیوخ صوفیہ کا دستور بخل کے علاج مین یہ تھا کہ اپنے مریدون کو کسی خاص زاویہ مین رہنے کا حکم نہین کرتے تھے بلکہ جب کسی مرید کو دیکھا کہ وہ اپنے کونے اور مافیہا سے نہایت خوش ہے تو اسکو دوسرے کونے مین بھیجدیا اور اسکا گوشہ مع اسکی اشیا کے دوسرے مرید کے حوالہ کیا غرض جو کچھ کسی مرید کے ملک مین ہوتا اور اسکا دم اسپر خوش پاتے فوراً اسکو اسکی ملک سے نکال دیتے مثلاً اگر کسی مرید کو دیکھا کہ وہ نیا کپڑا پہنکر یا مصلے عمدہ بچھا کر اسکی طرف التفات کرتا ہے تو وہ کپڑا یا مصلے دوسرے کو دلوا دیتے اور کوئی ایسا پرانا اسکو دیتے کہ اسکا دل اسکی طرف راغب نہو اسطرح سے البتہ دل دنیا کے سامان سے علیحدہ رہتا ہے اور جو شخص کہ یہ راہ نہ چلے وہ دنیا سے مانوس ہوگا اور اسکو محبوب جانیگا اگر بالفرض اسکے پاس ہزار چیزین ہونگی تو گویا ہزار چیزین اسکی محبوب ہین اس بنا پر جب ایک بھی انمین سے چوری جاویگی تو جسقدر اس شخص کو اس شے سے محبت تھی اسیقدر مصیبت اسپر پڑیگی اور مرنے پر تو ایکبارگی ہزار کی ہزار مصیبتین ٹوٹ پڑینگی کیونکہ سب کے ساتھ محبت تھی اور وہ سب چھن گئین بلکہ زندگی مین بھی سب کے تلف اور ضائع ہونیکا خوف بمنزلہ مصیبت کے رہتا ہے روایت ہے کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک فیروزہ کا پیالہ جواہرات سے مرصع پیش ہوا جسکا نظیر روے زمین پر کسی نے نہ دیکھا تھا بادشاہ نہایت خوش ہوا اور ایک حکیم سے جو اسکے پاس موجود تھا پوچھا کہ آپکے نزدیک یہ کیسا ہے اسنے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ مصیبت ہے یا محتاجی بادشاہ نے کہا کہ یہ کسطرح حکیم نے کہا کہ اگر یہ ٹوٹ جاوے تو ایسی مصیبت ہے جسکا کچھ تدارک نہین اور اگر چوری جاوے اور بغیر آپکو اسکی حاجت ہو تو کبھی ایسا نہ ملے اور پہلے اس سے کہ یہ آپ کی خدمت مین آیا تھا آپکو کچھ خوف مصیبت

دامن تاج کا منظا بھیچ جنسے اتفاقاً وہ پیالہ ٹوٹ گیا یا چوری گیا بادشاہ کو نہایت رنج ہوا اور کہنے لگا کہ حکیم کا قول درست تھا یہی اچھا تھا کہ وہ میرے پاس ہی نہ آتا تا حق مصیبت و رنج اٹھانا پڑا یہی حال دنیا کے تمام اسباب کا ہے اسلیے کہ وہ اعداء اللہ کی بھی دشمن ہو کہ انکو آگ کی طرف لیجاتی ہو اور اولیاء اللہ کی بھی دشمن ہو کہ انکو اسپر صبر کرنے کا غم رہتا ہو اور خدا کی بھی دشمن ہو کہ اسکے بندون کو اسکا راستہ نہیں چلنے دیتی اپنے پر ہزنی کرتی ہو بلکہ خود اپنی بھی دشمن ہو کہ اپنے نفس کو کھاتی ہو مثلاً مال کی حفاظت خزانہ اور پاسبانون سے ہوتی ہو اور خزانہ و پاسبان مال کے خرچ کرنے سے ہوتے ہین تو گویا دنیا کی حفاظت مین دنیا ہی جاتی ہو حتی کہ فنا ہو جاوے اور کچھ بھی نہ رہے اور جو شخص کہ مال کی آفت کو جانتا ہو اس سے مانوس اور خوش نہیں ہوتا اور بقدر زائد از حاجت اسمین سے نہیں لیتا اور جو شخص بقدر حاجت پر قانع رہتا ہو وہ بخل نہیں کرتا اسلیے کہ جسقدر رکھتا ہے اپنی حاجت کو رکھا ہو وہ تو داخل بخل نہیں اور زائد از حاجت کی حفاظت کو خالی از مشقت نہ جانکر دے ڈالتا ہو بلکہ اسکا حال ایسا ہو جیسا کوئی شخص ندی کے کنارے کھڑا ہو کہ اسکو پانی کے دینے مین کچھ دریغ نہیں ہوتا ایسا ہی یہ بھی مقدار حاجت کے زائد کے دینے مین تامل نہیں کرتا

گیارھوان بیان اُن باتون کا جو آدمی کو مال کے باب مین ضروری ہین

یہ تو معلوم ہوچکا کہ مال ایک وجہ سے خیر ہو اور دوسری طرح سے شر اسکی مثال سانپ کی سی ہو کہ منتر والا تو اسکو اسواسطے پکڑتا ہو کہ اسمین سے زہر مہرہ نکالے اور غافل اگر پکڑ لیتا ہو تو اسکے زہر سے اسی طرح ہلاک ہوجاتا ہو کہ اسکو خبر بھی نہیں ہوتی اور مال کے زہر سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا الا اس صورت مین کہ ان پانچ باتون کو مدنظر رکھے **اول** یہ کہ مال کے مقصود کو پہچانے کہ یہ کسواسطے پیدا ہوا اور اسکی حاجت کیون ہوتی ہو اس بات کے جاننے سے بقدر حاجت ہی کسب معیشت کریگا اور اسی قدر کی حفاظت اور ایسے لوگون کو جو استحقاق کی نسبت زیادہ لیا چاہتے ہین انکو اپنا مال نہ دیگا دوسرے یہ کہ آمدنی کی وجہ کو خیال مین رکھے کہ جو محض حرام ہو اس سے اجتناب کرے اور جسپر غالبہ حرام ہو یا اور کوئی وجہ کراہت ہو اس سے بھی پرہیز کرے مثلاً کسی شخص مرتشی کا ہدیہ باعث مروت لے لینا یا سوال سے حاصل کرنا یا جو اسکے قائم مقام ہو سوم یہ کہ مقدار معیشت ملحوظ رہے کہ قدر واجب سے نہ زیادہ ہو نہ کم اور قدر واجب مقدار حاجت کا نام ہو اور حاجت تین چیزون کی ہوتی ہو خوراک پوشاک مکان اور ہر ایک کے تین درجے ہین ادنی اور اعلی اور اوسط پس جبتک کمی کی جانب مائل رہیگا اور حد ضرورت کے قریب رہیگا تو ہلکا اور سبکبار رہیگا بقول سعدی ع سبکبار مردم سبکتر روند + کے نجات پاویگا اور اگر مقدار مذکور سے تجاوز کریگا تو ایسے گڑھے مین گریگا کہ جسکے عمق کی کچھ انتہا نہیں اور جتنے ان درجات کی تفصیل باب زہد مین لکھی ہو **چہارم** مقامات خرچ کو لحاظ رکھے اور خرچ مین میانہ روی کرے کہ نہ اسراف ہو نہ حد سے زیادہ تنگی جیسا اول مذکور ہوا بلکہ جو کمائی وجہ حلال کی ہو اسکو اسکے موقع پر خرچ کرے بے موقع نہ اٹھاوے کیونکہ جیسا گناہ ناحق لینے مین ہو ویسا ہی ناحق اٹھانے مین بھی ہو **پنجم** یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے اور خرچ و امساک مین نیت درست رکھے یعنے جو مال حاصل کرے اسمین نیت عبادت پر استعانت کی ہو اور جو مال ترک کرے اسمین نیت زہد اور مال کی حقارت کی ہو اگر ایسا کریگا تو مال کا ہونا اسکو ضرر نہ کریگا اور اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر آدمی تمام زمین کی چیزون کو لے لے اور نیت خدا ہی کے واسطے کی ہو تو زاہد ہی رہیگا اور اگر تمام چیزین زمین کی چھوڑ دے مگر نیت خدا واسطے کی نہو تو زاہد نہیں ہوگا پس آدمی کو چاہیے کہ اپنی تمام حرکات و سکنات کو خدا کے واسطے منحصر کر دے یعنے حرکات و سکنات وہی کرے جو عبادت ہون یا عبادت پر معین ہون کیونکہ عبادت سے سب مین زیادہ مباین کھانا اور پاخانہ ہو مگر انسے بھی عبادت پر اعانت ہوتی ہو پس اگر آدمی کھانا اور پاخانہ بہ نیت مدد عبادت کریگا تو اسکے حق مین عبادت لکھا جاویگا اسیطرح جس چیز کی حفاظت کرنی پڑتی ہو مثلاً کرتہ پاجامہ بچھونا برتن سب مین یہی نیت رکھنی چاہیے کیونکہ دین مین کبھی ان چیزون کی حاجت ہوتی ہو اور جو چیز حاجت سے زائد ہو

اسمین یہ نیت ہو کہ اس سے کسی خدا کے بندے کا کام چلیگا اور اسی بنا پر اگر کوئی وقت حاجت کے ایسی چیز چاہے تو انکار نکرے جو آدمی ان باتون کو دستور العمل رکھیگا وہ وہ ہو گیا مار زہر ... جسکا زہر اور تریاق نکال لیا اور زہر پھینک دیا ایسے آدمی کو مال کی کثرت سے نقصان نہین لیکن یہ بات اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو دین مین پکا ہو اور علم دین سے بخوبی آگاہ اور جو آدمی ان پڑھ مال کے جمع کرنے مین یہ خیال کرے کہ جیسے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم غنی تھے اور انکے پاس بہت سی دولت تھی ویسے ہی مین بھی مال جمع کرتا ہون تو ایسے شخص کا حال ایسا ہے جیسے کوئی لڑکا کسی بڑے منتر دان اپنے فن کے کامل کو دیکھے کہ اسنے سانپ کو پکڑ لیا اور اسکا زہر نکال لیا اور دل مین جانا کہ اسنے سانپ کو اسی سبب سے پکڑ لیا کہ صورت و شکل اچھی تھی اور جلد نرم تھی آؤ مین بھی ایسا ہی کرون اسکی دیکھا دیکھی یہ بھی سانپ پکڑ لے اور اسی وقت لقمۂ اجل ہو وے - ان دونون مین فرق یہی ہے کہ سانپ کا کاٹا ہوا معلوم ہو جاتا ہے کہ مر گیا مگر مال کا کاٹا مرا معلوم نہین ہوتا اور دنیا کی تشبیہ سانپ سے دیتے ہین جیسا اس شعر مین مترجم کے شعر لیا ہے دین ہی نرم کو دنیا ہے اسکے زہر جیسے کالا اور جسطرح پہاڑ کہ پہاڑون پر سے پہاڑ اور دریاؤن کے کنارے سے چلنے اور منارہ دار راہون مین گذرنے مین اندھا آدمی دیکھنے والے کی برابری نہین کرسکتا اسیطرح مال کے لینے مین عامی آدمی عالم کی برابری نہین کرسکتا

بارھوان بیان تونگری کی مذمت اور فقیری کی ثنا مین جاننا چاہیے کہ لوگون کو اس بات مین اختلاف ہے کہ فقیر اور تونگر کا رتبہ اعلی اور افضل ہے یا صابر فقیر کا اور اسکو ہم باب فقر اور زہد مین لکھینگے اور تحقیق حق بتلائینگے اس باب مین صرف قدر لکھتے ہین کہ غنا کی نسبت فی الجملہ فقیری افضل ہے اور زیادہ تفصیل احوال کی طرف التفات نہین ہوتے اور اس موقع پر فقیر کی فضیلت مین وہ بات نقل کرتے ہین جسکو حارث محاسبی رحمۃ اللہ نے اپنے کسی رسالہ مین جواب کسی عالم تونگر کے جسنے اپنے مال جمع کرنیکی حجت صحابہ کی تونگری اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کے مال کی کثرت بیان کی تھی اور اپنے آپ کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت دی تھی لکھا ہے اور حارث رحمۃ اللہ علم معاملہ مین بہترین امت ہین عیوب نفس اور آفات اعمال اور کنہ عبادات کی تفتیش مین یہ لکھتے ہین اتنی اور کوئی نہین لکھتا اسی لیے لکھتا ہون انکے کلام کا اس مقام پر صلاحیت ہے اول انھون نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہمکو یون پہونچا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے برے عالمون کے حق مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے برے عالمو تم نماز پڑھتے ہو روزہ رکھتے ہو صدقہ دیتے ہو مگر جس بات کا تمکو حکم ہے وہ نہین کرتے اور جو خود نہین کرتے اسکو لوگون کو سکھاتے ہو یہ نہایت برا ہے جو تم کر رہے ہو ظاہر مین تو منہ سے توبہ کرتے ہو اور باطن مین ہوائے نفس کے مطابق عمل کرتے ہو یہ باتین تمہارے کام نہ آوینگی کہ ظاہر کو پاک و صاف رکھو اور دل ناپاک رہین مین سچ کہتا ہون کہ تم چھلنی کی طرح مت ہو جسمین سے اچھا آٹا نکلجاتا ہے اور بھوسی اسمین رہ جاتی ہے اسی طرح تم ہو حکمت کی باتین تمہارے منہ سے نکلتی ہین مگر دلون مین کدورت بھری ہے اے دنیا کے بندو جو شخص دنیا سے اپنی شہوت و رغبت منقطع نکریگا وہ آخرت کسطرح پاویگا خدا کی ... تمہارے دل تمہارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تو تمنے اپنی زبانون کے تلے کر رکھا ہے اور اعمال کو پاؤن تلے دنیا کی بہتری آخرت کی بہتری سے تمکو زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے تمنے اپنی آخرت برباد کی پھر اگر جانو تو تم سے زیادہ کون نقصان والا ہو گا تمہارا برا ہو کب تک مانند اندھیرے مین چلنے والون کو راستہ بتاؤ گے اور خود متحیر دن کی طرح کھڑے رہوگے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم دنیا دارون سے دنیا اسی لیے چھوڑاتے ہو کہ سب دنیا تمہاری ہو جاوے نہین تو خود نصیحت دوسرے کو نصیحت کیون کرتے ہو بس کرو بس کرو اس سے کچھ فائدہ نہین کہ گھر کی چھت پر چراغ رکھا جاوے اور اسکے اندر ویسا ہی اندھیرا پڑا رہے اسی طرح اگر نور علم تمہارے منہ سے نکلے اور دل ویسے ہی اندھیرے مین بیکار پڑا رہے تو کیا فائدہ اے دنیا کے بندو تم پرہیزگار بندے نہین ہو نہ آزاد بزرگون کے مانند ہو کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اکھاڑ کر اوندھے منہ ڈال دے اور اسیطرح گھسیٹنا شروع کر دے اور تمہارے گناہ تمہارے سر کے بال پکڑے ہوئے ہون اور علم پیچھے سے دھکے دیتا ہو اور اس شان سے تمکو خدا کے سپرد کر دین نہ کوئی ساتھی ہو نہ غمخوار نہ بدن پر کپڑے کا

کوئی تا بہ پھر آئیں بادشاہ بے پرواہ کے یہان سے تمھارے کردار کی سزا وافی ملتی تھی بعد اسکے بارشاد فرماتے ہیں کہ بھائیو یہ سال برے عالمون کا
ہی آدمیون میں شیطان اور باعث فتنہ یہی لوگ ہیں دنیا کی طمع میں اور اسکی جاہ و رفعت کی حرص میں آخرت کو چھوڑ دیا اور دین کو ذلیل کیا
یہ لوگ دنیا میں بھی عار و ننگ کے باعث ہیں اور آخرت میں تو خسارہ والون میں قطعی ہیں مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے فضل سے معاف کردے اور
بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ جو شخص دنیا میں دو بار رہتا ہی اور اسی کو دین پر اختیار کرتا ہی میں نے جو دیکھا تو اسکی خوشی کدورت آمیز ہی طرح طرح کے
رنج اور اقسام کے گناہ اُس سے سرزد ہوتے ہیں اور انجام کو بجز بربادی اور تباہی کے اور کچھ نہیں ہوتا دنیا دار کسی توقع میں خوش تو ہوتا ہی مگر نہ دنیا
ہی ملتی ہی نہ دین سلامت رہتا ہی خسر الدنیا والآخرۃ ذلک ہو الخسران المبین آہ اس سے بڑی مصیبت اور درد انگیز آفت کونسی ہوگی بھائیو اللہ
کو دھیان کرو اور شیطان کے فریب میں مت آؤ اور نہ شیطان کے دوستون کا دھوکا کھاؤ جو حجت باطل پر اڑے ہوئے اور دنیا کے حاصل کرنے
میں مستغرق ہیں اور پھر اسکے لیے یہ عذر و حجت نکالتے ہیں کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی بہت سا مال تھا ذکر صحابہ رضہ
کا اسلیے کرتے ہیں کہ لوگ انکو مال کے جمع کرنے میں معذور جانیں حالانکہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہی کیا انکو خبر نہیں اے کمبخت عبدالرحمن
بن عوف رضہ کے مال کی حجت پکڑنی تیرے لیے اچھی نہیں شیطان تیرے ہلاک کرنے کے واسطے تیرے منہ سے یہ حجت نکلواتا ہی کیونکہ جب تو یہ
کہتا ہی کہ عمدہ صحابہ رضہ نے مال واسطے زینت اور اسراف اور کثرت کے جمع کیا تھا تو تو اُن سردارون کی غیبت کرتا ہی اور انکے ذمہ بڑی بات
لگاتا ہی اور جب تو نے یہ کہا کہ حلال مال کا جمع کرنا اسکے چھوڑنے کی نسبت افضل ہی تو گویا تو نے نسبت قلت اور جہل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم اور انبیا پر کی کہ اُنھون نے ناحق زہد اختیار کیا یہ فضیلت اور رتبہ جو تو نے مال کے جمع سے بیان کیا یہ انکو نہ سوجھا تیری طرح وے بھی
مال جمع کرتے اور اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہی کہ تیرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خیرخواہی نہ کی یعنی آپ نے
مال کے جمع کرنے سے منع فرمایا حالانکہ تیرے عندیہ میں مال کا جمع ہونا امت کے حق میں زیادہ اچھا ہی پس گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
امت کو دھوکا دیا کہ بہتر بات نہ سکھائی بخدا یہ تیرا قول سراسر لغو ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے خیرخواہ اور مشفق اور رؤف تھے
علاوہ اسکے جب یہ کہو کہ مال کا جمع کرنا افضل ہی تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہی کہ تیرے نزدیک خداے تعالےٰ نے اپنے بندون پر کچھ تو نہیں
فرمائی کوئی تو مال کے جمع کرنے سے منع کردیا یا خداے تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ فضیلت مال کے جمع کرنے میں ہی اسی واسطے نادانستگی میں
نہی کردی اور تجھکو تو مال کی خیر و فضل کا وقوف بخوبی ہوگیا ہی اسی لیے دولت کو بڑھاتا چلا جاتا ہی گویا خدا کی نسبت تجھکو زیادہ شعور
مواقع خیر و فضیلت کے پہچاننے کا ہی معاذ اللہ من ذلک خدا ایسے جہل سے پناہ دے ذرا تو سوچ کہ صحابہ رضہ کے مال سے حجت پکڑنا
شیطان کا فریب ہی اور عبدالرحمن بن عوف رضہ کے مال سے حجت پیش کرنی تیرے کیا مفید ہی قیامت میں وے خود چاہینگے کہ دنیا میں
سے اگر مجھکو بقدر بسر اوقات ہی ملتا تو خوب ہوتا اور مجھکو یہ روایت پہونچی ہی کہ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ کی وفات ہوئی تو بعض
صحابہ رضہ نے مذکور کیا کہ ہمکو حضرت عبدالرحمن رضہ کے اوپر نہایت خوف ہی کہ اُنھون نے یہ کچھ چھوڑا حضرت کعب رضہ نے فرمایا کہ سبحان اللہ عبدالرحمن
کے مال سے کیا خوف ہی مال طیب کمایا اور طیب طور پر خرچ کیا اور پاک کمائی چھوڑ گئے یہ قول کعب رضہ کا حضرت ابوذر غفاری رضہ سے
کسی نے جا کہا وہ بیچتاب کھا کر اُنکی تلاش میں نکلے اور ایک بالون کی رسی ہاتھ میں لیکر انکو ڈھونڈھنے لگے جب اُنکو خبر ہوئی وہ بھاگ کر
حضرت عثمان رضہ کے پاس گئے اور اُنسے جب ماجرا بیان کرکے پناہ چاہی حضرت ابوذر رضہ بھی اُنکے قدم کا سراغ لیتے ہوے حضرت عثمان رضہ
کے گھر آئے انکو دیکھتے ہی کعب رضہ حضرت عثمان رضہ کے پیچھے جا بیٹھے حضرت ابوذر رضہ نے اُنکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اسے یہودی بچے تیرا
قول تھا کہ عبدالرحمن بن عوف نے جو مال چھوڑا کچھ مضائقہ نہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جبل اُحد کی طرف نکلے
میں ہمرکاب تھا مجھکو پکارا کہ ابا ذر میں نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے ارشاد فرمایا الاکثرون ہم الاقلون یوم القیمۃ الا من قال ہکذا

ہکذا عن یمینہ وشمالہ وقدامہ وخلفہ وقلیل ما ہم پھر آپ نے میرا نام پکارا اور میں نے لبیک عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر خزانہ ہو کہ اسکو اللہ کے راستے میں خرچ کر دوں لیکن اگر مرنے کے دن اسقدر میں سے دو جو کے برابر بھی میرے بعد رہیگا تو مجھکو اچھا نہیں معلوم ہوتا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا دو ڈھیر بچ رہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ دو جو بچ رہیں پھر فرمایا کہ میں تو کم کہتا ہوں اور تو بہت کہتا ہو انتہی آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہیں اور تو یہودی بچے عبد الرحمن بن عوف رض کے مال چھوڑنے میں مضائقہ نہیں بتلاتا تو بھی جھوٹا ہو اور جو یہ کہے وہ بھی جھوٹا ہو پس اس بات کا حضرت ابوذر رض کی کسی نے کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ گھر نکل آئے - اور نیز ہمکو یہ خبر بھی پہونچی ہو کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کے اونٹ یمن سے آئے مدینہ منورہ میں ایکبارگی دھوم وشور مچ گیا حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ یہ کیا غل ہو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عبد الرحمن رض کے اونٹ آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ ورسول نے سچ کہا ہی یہ خبر حضرت عبد الرحمن رض کو پہونچی انھوں نے حضرت عائشہ رض سے اس حدیث کو پوچھا انھوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ میں نے جنت میں دیکھا کہ مہاجرین اور مسلمانوں میں سے فقیر لوگ خوب دوڑتے چلے جاتے ہیں اور توانگروں میں سے انکے ساتھ کسی کو جنت میں جاتے نہیں دیکھا مگر البتہ عبد الرحمن بن عوف انکے ساتھ جنت میں جاتا تھا گھٹنوں چلتا تھا حضرت عبد الرحمن رض نے یہ حدیث سنکر فرمایا کہ یہ اونٹ مع انکے بوجھ کے سب خیرات میں اور جو غلام انپر نوکر ہیں وہ بھی سب آزاد دیکھو شاید فقراء کے ساتھ میں بھی دوڑ کر جنت میں جاؤں اور ایک روایت میں ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن بن عوف رض کو فرمایا کہ میری امت کے توانگروں میں سے تم اول جنت میں جاؤگے مگر تم بالکل گھٹنوں کے بل داخل ہو گے پھر اے عزیز جب انکا اپنے مال کی وجہ سے یہ حال ہے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض باوجود فضل اور تقوی اور احسان اور بذل اموال کے جو خدا اور رسول صلعم کیواسطے تھا جنت کی نعمت کے پیشواؤں میں ہیں اور انکے اموال میں تو فقط مال کی بدولت گرنے کے رہیگا ہلکا وہ جو حلال تھا اور حاجت سوال کی تھی اور اس سے سلوک لوگوں کے ساتھ کرتے رہے اپنے تن بدن پر میانہ روی کے ساتھ خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں بہت سا کچھ دیا تا ہم جنت میں فقراء مہاجرین کے ساتھ دوڑ کر جانے سے محروم رہینگے بلکہ انکے پیچھے گھٹنوں چلینگے جب انکا یہ حال ہو تو ہم جیسے لوگ جو دنیا کے شغل میں ڈوبے ہوئے ہیں کیا حال ہوگا - اور زیادہ تعجب یہ ہو کہ تو ہمیشہ مال مشتبہ اور حرام پر گرتا ہو اور لوگوں کے ساتھ اس ہاتھ کے میل کے واسطے بے عزتی کرتا رہتا ہی اور شہوات اور زینت اور مباحات اور طرح طرح کے کروفات میں پھنسا رہتا ہو اور یہی الٹے پیر کرتا رہتا ہو پھر عبد الرحمن رض کے مال کی حجت کرتا ہو اور کہتا ہو کہ صحابہ رض نے جو مال جمع کیا تھا اسلیے میں نے بھی کیا گویا اپنے آپ کو پانچوں سواروں میں سابقین کے ساتھ جانتا ہو یہ نہیں معلوم کہ یہ قیاس شیطانی ہو وہ اپنے دوستوں کو ایسے ہی احکام سوجھاتا ہو اب میں تجھے تیرا حال اور صحابہ اور سلف کے احوال کہتا ہوں تاکہ تجھکو اپنی فضیحت اور صحابہ سلف کی فضیلت معلوم ہو جاوے پس جاننا چاہیے کہ بعض صحابہ رض کے پاس جو مال تھا تو سوال نکرنے اور خدا کی راہ میں دینے کی غرض سے تھا ان لوگوں نے وجہ حلال سے کمایا اور مال طیب ہی کمایا اور انفاق متوسط درجہ کا کرتے رہے آگے کے واسطے اپنا سامان کر گئے اور دنیا میں کسی کا حق نہیں مارا نہ مال سے بخل کیا بلکہ زیادہ حصہ اپنے مال کا خدا کے واسطے دے ڈالا اور بعض صحابہ نے بالکل ہی دے ڈالا اکثر سختی کے وقت میں واسطے خدا کے کام کو اپنے نفس پر ترجیح دی اب میں تجھسے پوچھتا ہوں کہ تو بھی کیا ایسا ہی ہو نہیں ویسا کیونکر ہو سکتا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک + علاوہ اسکے بہترین صحابہ رض کا یہ دستور تھا کہ مسکنت دوست تھے اور خوف فقر سے مامون اور رزق کے باب میں اللہ پر متوکل اور تقدیر الٰہی سے خوش اور بلا پر راضی اور نعمت میں شاکر اور ضرر میں صابر اور راحت میں ثنا خوان خدا کے واسطے تواضع کرتے اور تعلی اور فخر سے علیحدہ رہتے دنیا میں سے بجز مباح کے اور کچھ نہ لیا مام قدر حاجت پر راضی رہتے دنیا پر لات ماری اسکے مصائب پر صبر کیا اور اسکی تلخی کو زہر مار کر کے نعمت کو چھوڑ دیا

اب کیونکر تم بھی ایسے ہی ہو انکے سوا انکا یہ دستور تھا کہ جب دنیا انپر آتی تو رنج و غم کر کے کہتے کہ معلوم ہوتا ہو کہ کسی گناہ کا عذاب خداے تعالی نے دنیا ہی مین بھیجا یعنے دنیا کے آنے کو وبال سمجھتے تھے اور جب فقیر کو آتا دیکھتے تو کہتے کہ خوب ہوا یہ شعار نیک بندون کا ہمکو ملا چنانچہ روایت ہو کہ بعض اکابر سلف جب صبح کو اپنے گھر مین کچھ دیکھتے تو رنجیدہ اور ملول ہوتے اور جب کچھ نہوتا تو ہشاش بشاش ہوتے کسی نے اُنسے پوچھا کہ خلق کا تو یہ دستور ہو کہ نہونے کی صورت مین غم اور ہونے کی حالت مین خوشی کرتے ہین اور تمھارا حال اسکے عکس ہو اسکی کیا وجہ ہو انھون نے فرمایا کہ باعث یہ ہو کہ جب مین صبح کو اٹھکر اپنے آل و عیال کے پاس کچھ نہین دیکھتا تو خوش ہوتا ہون کہ آج پیروی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی اور جب میرے عیال کے پاس کچھ ہوتا ہو تو مجھے رنج ہوتا ہو کہ اقتداے آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہوا اور سنتے ہین کہ ان لوگون کا یہ دستور تھا کہ جب انکو کوئی صورت رفاہ اور آسایش کی معلوم ہوتی تو غم اور خوف کرتے اور کہتے کہ ہمکو دنیا سے کیا سروکار ہو یہ جو ہمارے پاس آئی نہ معلوم خداے تعالے کو کیا منظور ہو اور جب انپر کوئی مصیبت آتی تو خوش ہوتے کہ ہان اب خدا نے ہماری خبر لی غرضکہ سلف کا حال اسطرح پر تھا جسمین تو کچھ کم ہی لکھا ہو انکے فضائل بیحد و شمار ہین اب تو فرماوین کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے وہ لوگ گذرے ہین معاذ اللہ تم ویسے کیون ہونے تھے اپنے حال کو اگر دیکھو تو بالکل انکے حال کے برعکس ہو تمھارا حال یہ ہو کہ تو انگری مین طغیانی کرتے ہو اور زائی مین تجبر کرتے ہو خوش حالی کے وقت اکڑتے ہو اور منعم حقیقی کے شکر سے غافل ہو جاتے ہو مصیبت کے وقت غم آتا ہو اور مفلسی مین ناامید ہو جاتے ہو اللہ کے احکام پر راضی نہین ہوتے بلکہ فقیری کو برا جانتے ہو اور مسکنت سے ننگ کرتے ہو مسکنت کے سبب تمام پیغمبر و مرسلین فخر کیا کرتے تھے تمکو انکے فخر کی چیز بری معلوم ہوتی ہو ناداری کے خوف سے مال جمع کرتے ہو اسمین بھی اللہ تعالے پر بدگمانی ہوتی ہو اور اسنے جو روزی پہونچانے کی ضمانت کی ہو اسپر قلت یقین لازم آتی ہو اتنا گناہ کیا تھوڑا ہو بلکہ ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تم مال اسی لیے جمع کرتے ہو کہ دنیا کے لذات اور شہوات اور طمطراق حاصل ہون حالانکہ یہ حدیث ہمکو پہونچی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ اجسامھم اور یہ بھی روایت پہونچی ہو کہ بعض علما نے یون ارشاد فرمایا ہو کہ قیامت کو کچھ لوگ اپنی نیکیان طلب کرینگے تو اُنسے کہا جاویگا اذھبتم طیباتکم فی حیوتکم الدنیا واستمتعتم بہا تمکو یہ خبر نہین کہ دنیا کی نعمت کے سبب آخرت کی نعمت سے محروم رہگئے اس سے زیادہ اور کون سی حسرت اور مصیبت ہوگی اور عجب نہین کہ تم فخر و تکبر اور اظہار کثرت اور زینت دنیاوی کے لیے دولت جمع کرتے ہو حالانکہ حدیث شریف مین آیا ہو کہ جو کوئی مال تفاخر و تکاثر کے لیے جمع کرتا ہو خدا کے پاس ایسے حال مین جاتا ہو کہ اللہ تعالے اُسپر غضبناک ہو مگر تمکو خداے تعالے کے غصہ کی کچھ پروا نہین کہ اتنی اکڑ پھون اس مال سے کرتے ہو شاید خداے تعالے کے پاس جانے سے تمکو دنیا مین رہنا اچھا معلوم ہوتا ہو اسی لیے دیدار الٰہی برا جانتے ہو حالانکہ خداے تعالے تمھاری صورت سے ناراض ہو اور تمکو خبر نہین دنیا کی اگر کوئی چیز تمسے فوت ہو جاتی ہو تو اسپر رنج کرتے ہو اور حدیث شریف مین وارد ہو کہ من اسف علی دنیا فاتتہ اقترب من النار مسیرۃ سنۃ لیکن تمکو اسکی پروا نہین کہ اس چیز پر افسوس کرنے سے قرب عذاب ہوگا بلکہ کیا عجب ہو کہ دنیا کی توقیر کے باعث کبھی تم دین سے بھی خارج ہو جاتے ہو دنیا کے آنے سے ہشاش بشاش ہوتے ہو یہ خبر نہین کہ حدیث شریف مین وارد ہو من احب الدنیا وسر بہا ذہب خوف الآخرۃ من قلبہ اور بعض علما کا قول ہو کہ دنیاوی چیزون کے جانے پر افسوس کرنے سے اور انکے آنے پر اظہار خوشی سے آدمی سے حساب لیا جاویگا۔ تمھارے دل سے خوف الٰہی جاتا رہا دنیا پر کیسے خوش ہو اُسکے لیے دین کی نسبت بہت زیادہ مشقت اٹھاتے ہو اور کچھ بعید نہین کہ گناہون کی مصیبت تمکو بہ نسبت دنیا کے گھٹ جانے کے ہلکی معلوم ہوتی ہو تمکو مال کے جانے کا خوف زیادہ ہو اور گناہون کا کم جو کچھ اس ہاتھ کے میل مین سے لوگون کو دیتے ہو وہ بھی بہ قصد رفعت اور برتری دیتے ہو یہ چاہتے ہو کہ مخلوق راضی رہے اور میری تعظیم اور تکریم کرے گو خداے تعالے ناراض ہو یعنی قیامت مین خداے تعالے کا تمکو حقیر

بچانا بہ نسبت لوگوں کے حقیر جاننے کے آسان معلوم ہوتا ہے اپنی خطائیں لوگوں سے چھپاتے ہو اسکی پروا نہیں کہ خدا تعالیٰ کو انکا علم ہے گویا
خدا کے سامنے فضیحت ہونا لوگوں کے سامنے کی فضیحت سے آسان ہے تو لوگوں کی قدر تمہارے نزدیک خدا سے بڑھ کر معلوم ہوتی ہے معاذ اللہ منہا
جب اسکے سبب تم ہیں ہیں اور ایسے نجاسات میں آلودہ ہو تو پھر کیسے عاقلوں کے سامنے بولتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارا مال بھی صلحا کا سا مال ہے
[illegible] تم کہاں اور وہ لوگ کہاں وہ لوگ حلال میں اتنا زہد کرتے تھے کہ تمہیں
حرام میں بھی نہیں ہوتا جس چیز کو تم لا باس بہ تصور کرتے ہو وہ انکے نزدیک مہلکات میں تھی انسے اگر گناہ صغیرہ بھی ہو جاتا تو اسکو اتنا
بڑا جانتے تھے کہ تم کبیرہ کو بھی نہیں جانتے اگر تمہارا مال حلال اور طیب ہے انکے مال مشتبہ جیسا ہوتا تو کیا کہنا تھا اور کاش تم اپنی برائیوں
ہی سے اتنا ڈرتے جتنا وے اپنی بھلائیوں کے نہ قبول ہونے سے ڈرتے تھے یا کاش [illegible] انکے افعال کے مثل ہوتا یا تمہاری مشقت عبادت
میں انکی سستی اور خواب کے برابر ہوتی یا تمہاری تمام نیکیاں انکی ایک ہی نیکی کے برابر ہوتیں ایک روایت میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے
فرمایا کہ جسقدر دنیا صالحین سے فوت ہو جاتی ہے اور علیحدہ رہتی ہے اسی قدر انکے حق میں غنیمت شمار ہوتی ہے جس شخص کا ایسا نہ ہو وہ انکا
ساتھی نہ دنیا میں ہوتا نہ آخرت میں اب دیکھنا چاہیے کہ دونوں فریقوں میں کتنا فرق ہے ایک فریق تو صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں کہ خدا تعالیٰ کے
نزدیک مقرب رہ گئے ہیں اور ایک فریق تم جیسے ہیں کہ اسفل درجہ رہ گئے ہیں مگر یہ کہ خدا تعالیٰ اپنے کرم سے معاف فرما دے اب ہم
کہتے ہیں کہ اے مغرور یہ جو تیرا قول ہے کہ مال کے جمع سے ہماری غرض یہ ہے کہ اسکا صدقہ ہو کہ حاجت سوال کی ہو اور خدا کی راہ میں
دیویں تو اس بات کو تو سوچنا چاہیے کہ جیسا ان لوگوں کے وقت میں حلال بہم تھا اس زمانہ میں ہے یا نہیں جسقدر احتیاط طلب حلال
میں وے لوگ کرتے تھے اتنی ہی تجھ سے ہو سکتی ہے یا نہیں مجھکو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول پہنچا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم وجہ حلال کے
ستر راستے اسلیے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حرام میں پڑ جاویں بس کیا تو بھی اپنے نفس سے ایسی ہی احتیاط کی طمع رکھتا ہے مجھکو
تجھ سے ہرگز یہ توقع نہیں کہ اتنی احتیاط کرے سو یقینا جان لے کہ مال کا جمع کرنا سلوک و افعال نیک کے لیے شیطان کا ایک فریب ہے تاکہ
سلوک و احسان کے بہانے سے تجھکو شبہات کے کمانے میں ڈالے جنمیں حرام بھی خلط ملط رہتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص شبہات پر
جرأت کرتا ہے قریب ہے کہ حرام میں واقع ہو جاوے اے مغرور کیا تجھکو یہ نہیں معلوم کہ شبہات کی چیزوں کو کما کر خدا کے رستہ میں دینے کی
بہ نسبت یہ امر بہتر ہے کہ شبہات میں مبتلا ہونے سے ہمیشہ ڈرتا رہے تاکہ خداوند کریم کے سامنے قدر و مرتبہ افضل رہے چنانچہ علما کا قول
ہے کہ اگر آدمی ایک روپیہ چھوڑ دے اس خوف سے کہ شاید حلال نہ ہو یہ امر اسکے حق میں بہ نسبت ہزار اشرفیوں کی خیرات کے بہتر ہے جو
شبہہ سے کمائی ہوں اور جانے نہ کہ حلال ہیں یا نہیں اب اگر تیرے گمان میں یہ ہو کہ میں بڑا متقی ہوں مجھکو شیطان دھوکا نہیں
دے سکتا میں شبہات میں مبتلا نہیں ہوسکتا اور مال وجہ حلال ہی سے جمع کرتا ہوں تاکہ خدا کے راستے میں دوں تو ہم کہتے ہیں کہ اگر
بالفرض تو ایسا ہی متقی ہے تب بھی قیامت کا حساب اپنے اوپر کرنا چاہیے کہ بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم سوال روز قیامت سے خوف کیا کرتے
تھے چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہزار اشرفیاں وجہ حلال سے ہر روز کماؤں اور انکو خدا کی
راہ میں لٹاؤں اور اس خیرات سے میری جماعت کی نماز میں بھی فتور نہ پڑے تب بھی مجھکو ایسی خیرات اچھی نہیں معلوم ہوتی لوگوں
نے اسکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ حالت ناداری میں قیامت کے سوال سے غنی ہوں اغنیا سے سوال ہوگا کہ اے بندے کہاں سے
تو نے یہ پایا اور کہاں خرچ کیا بس دیکھ کہ متقی یہ لوگ تھے اسلام کے سبب ایسی تونگری انکو حاصل تھی کہ باوجودیکہ حلال اس
زمانہ میں موجود تھا تاہم حساب کے خوف سے مال کو ترک کیا کہ کہیں اسکی نیکی سے بدی نہ ہو رہے اور [illegible] لوگوں میں ہی
وجہ حلال اس زمانہ میں مفقود ہے اس ہاتھ کے میل پسینہ زوری کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ میں مال وجہ حلال سے جمع کرتا ہوں حلال

کہ مال ہو جسکو تو جمع کرتا ہو اور اگر بقدر حلال تیرے پاس موجود ہو تو تجھکو کیا یہ خوف نہیں کہ تو آنگری کی حالت مین تیرا دل اور کا اور ہو جاوے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو بوجہ ارث انکو مال پہونچا تو اسکو نہ لیتا اس خوف سے کہ کہین دل مین تغیر و فساد نہ آجاوے تو کیا اپنے دل کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل سے بھی متقی تر سمجھتا ہی کہ کسی حال مین امر حق سے بچا ورنہ کریگا اگر یہ گمان ہی تو اپنے نفس امارہ پر خوب حسن ظن ہی - ہم صرف براہ نصیحت کہتے ہین کہ تجھکو بقدر حاجت پر قناعت کرنی چاہیے اور اعمال خیر کے لیے مال جمع کرکے حساب کے واسطے متعرض ہونا نہ چاہیے کہ حدیث شریف مین وارد ہو من نوقش فی الحساب عذب اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص پیش کیا جاویگا جسنے مال حرام سے جمع کیا ہوگا اور حرام ہی مین اٹھایا ہوگا اسکو حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ اور ایک شخص ایسا سامنے کیا جاویگا کہ وجہ حلال سے مال کمایا اور حرام مین اوٹھایا اسکو بھی دوزخ مین لے جانے کا حکم ہوگا اور ایک شخص ایسا لایا جاویگا جسنے وجہ حرام سے کمایا اور اسکو حلال مین اوٹھایا وہ بھی دوزخ مین جانے کا حکم پاویگا اور ایک شخص حاضر کیا جاویگا جس نے حلال ہی سے کمایا اور حلال ہی مین اوٹھایا اسکو حکم ہوگا کہ توقف کر کہ شاید تو نے مال کی طلب مین کسی اور میرے فرائض مین قصور کیا ہو مثلاً نماز کو ٹھیک وقت پر ادا نہ کیا ہو یا اسکے رکوع و سجود و وضو مین کوتاہی کی ہو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے کمایا اور وجہ حلال ہی مین خرچ کیا اور تیرے فرائض مین سے بھی کوئی شی تلف نہین کی حکم ہوگا کہ شاید تو نے مال کی جہت سے تکبر کیا ہو یا سواری اور کپڑے مین فخر جتلایا ہو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے نہ تکبر کیا اور نہ فخر ظاہر کیا حکم ہوگا کہ شاید جن لوگون کا حق مین نے تیرے ذمہ کیا تھا اسکا حق کچھ تو نے دبا لیا ہو اور ذوی القربیٰ اور یتیمون اور مساکین اور مسافرین کو نہ دیا ہو عرض کریگا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے حاصل کیا اور اسی مین خرچ کیا اور کوئی تیرا فرض ضائع نہین کیا اور تکبر و فخر بھی نہین کیا اور نہ کسی کا حق دبایا پھر وہ سب لوگ یعنی رشتہ دار اور یتیم اور مساکین و مسافرین اس سے آکر خصومت کرینگے کہ الٰہی تو نے اسکو مال دیا اور غنی بنایا اور ہمارے دینے کا حکم فرمایا اور ہمارا مددگار کیا تو اگر اسنے انکو دیا تھا اور باوجود اسکے فرائض مین بھی قصور نہین کیا اور نہ تکبر کیا پھر بھی حکم ہوگا کہ توقف کر اور جو نعمت مین نے تجھکو دی تھی کھانے کی یا پینے کی یا لقمہ یا لذت کی سب کا شکر بیان کر اسی طرح سے پرسش ہوتی رہیگی - اب ہم پوچھتے ہین کہ جب شخص مذکور جسنے وجہ حلال ہی سے کمایا اور اسی مین اٹھایا اور تمام حقوق و فرائض کو بخوبی ادا کیا اس سے اسقدر حساب لیا جاویگا تو ہم جیسے لوگون کا کیا حال ہوگا کہ ہمہ تن دنیا کے فتنون اور اسکے شبہات و زینت و شہوات مین ڈوبے ہوئے ہین - انکی مصیبت نہین سوالون کی جہت سے متقی دنیا مین آلودہ نہین ہوتے اور بقدر ضرورت پر راضی ہو کر انواع و اقسام کے اعمال نیک بہتر کسب مال سے کرتے ہین تیرے لیے انکی اقتدا موجود ہی انکی پیروی کرنی چاہیے اگر یہ امر منظور نہو اور یہی خیال ہو کہ مین سب سے زیادہ متقی ہون اور اپنی دانست مین مال بھی حلال سے حاصل کیا ہی باین غرض کہ کسی کا محتاج نہ رہون اور خدا کی راہ مین خرچ کرون اور خرچ مین کسی طرح کا حق ذمہ نہین رہتا اور مال کے سبب دل پر بھی تغیر نہین آتا خدا کی مرضی کے موافق کام کرتا ہی اور خداوند کریم تیرے ظاہر و باطن سے ناراض نہین اگر یہ تصور ہی گو اسطرح کا ہونا ممکن نہین تب بھی یہی چاہیے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کرے اور مالدارون کے سوال قیامت مین علیحدہ رہے اور اول ہی قافلہ کے ساتھ زمرۂ مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم مین داخل ہو مال کی جہت سے نہ حبس کچھ ہو نہ سوال کی نوبت پہونچے نہ حساب دینا پڑے اور حساب مین یا تو نجات ہی یا آفات اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ فقیر مہاجرین جنت مین اغنیا کی نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے اور ایک حدیث مین یون ہی کہ فقراے مومنین جنت مین اغنیا کی نسبت اول داخل ہو کر کھاوینگے اور مزے کرینگے اور اغنیا کا یہ حال ہوگا کہ گھٹنون کے بل بیٹھے ہونگے اللہ تعالے انکو ارشاد فرماویگا میرا مطالبہ تمہین سے ہی تم لوگون کے حاکم اور بادشاہ تھے بتلاؤ کہ جو کچھ مین نے تمکو دیا اسمین تمنے کیا کیا - اور بعض علما کا قول ہی کہ

[illegible]

کہ اگر میرے پاس عمدہ چیز ہاتھ آئے ہون مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی جماعت کے ساتھ اول قافلہ مین نہون تو ایسا مال مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا
بھائیو ایسی بات مین کوشش کرو جس سے پاک پھلکے زمرۂ انبیا علیہم السلام مین شامل ہو اور اس بات سے ڈرو کہ کہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے علیحدہ ہو کر پیچھے نہ رہ جاؤ پیچھے سستی کرنے والے رہتے ہین اور مجھکو یہ روایت بھی پہونچی ہی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیاس لگی آپنے پانی مانگا لوگ
انکے لیے شہد کا شربت لائے جب آپ نے اسکو چکھا تو آنسوؤن سے ہچکی بندھ گئی خود بھی روئے اور انکو بھی رولایا پھر منہ سے آنسو پونچھکر چاہا کہ
کچھ کلام کرین پھر رونا شروع کیا جب کثرت سے روئے تو لوگون نے پوچھا کہ کیا اسی شربت کے باعث سے آپ روتے ہین فرمایا کہ ہان ایک روز
مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا اور حجرۂ شریف مین سوا میرے آپکے ساتھ کوئی نہ تھا اتنے مین آپنے فرمانا
شروع کیا کہ مجھسے الگ رہ مین نے عرض کیا کہ میرے مادر و پدر آپ پر قربان ہون مین تو آپکے سامنے کسی کو نہین دیکھتا آپ کس سے
مخاطب ہین آپ نے فرمایا کہ دنیا نے اسوقت میرے پاس اپنی گردن اور سر بڑھا کر کہا کہ مجھکو لے لو مین نے اس سے کہا کہ مجھسے الگ رہ
اسنے جواب دیا کہ اے محمد اگر تم مجھسے بچ رہوگے تو تمھارے بعد کے لوگ مجھسے نہ بچینگے تو مجھکو یہ خوف ہی کہ کہین اس شربت کے پینے سے میرا حال
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہو جاوے بھائیو اخیار یہ لوگ تھے کہ اس خوف سے کہ شربت حلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے جدا نکردے روتے تھے اے کم بخت تو انواع و اقسام کی نعمت اور شہوات مین مبتلا ہی اور کمائی بھی حلال حرمت اور شبہ سے نہین
تجھکو خوف غلطی کی کا اس بیہودگی سے جس سے دین آلودہ ہو تجھ کتنا بڑا ابلہ ہی کہ اگر قیامت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا
تو احوال دوزخیون دیکھیگا جنسے فرشتے اور انبیا فریاد کرینگے اور اگر ابھی کوشش مین کمی کریگا تو پھر انکے ساتھ ملنا دشوار ہی اور اگر تجھکو مال کی
کثرت منظور ہی تو سخت حساب کے لیے صبر کرنا پڑیگا اور اگر مقدار قلیل پر قانع ہوگا تو مدتک میدان قیامت مین ٹھیرنا اور آہ و نالہ کرنا
پڑیگا اگر پیچھے رہنے والون کے احوال سے راضی ہوگا تو اصحاب یمین اور رسول رب العالمین سے علیحدہ رہیگا اور دوام نعیم و خلد بریں
مین دیر کر پہونچیگا متقیون کے حال کے خلاف اگر کریگا تو اہوال روز حشر مین مریگا اسکو خوب سوچ لینا چاہیے پھر اگر یہ خیال ہو کہ مین
بھی مثل سلف صالحین کے ہون کہ قدر قلیل پر قانع ہون اور حلال کا طالب مال کا دینے والا اپنے نفس پر ایثار کرنیوالا افلاس سے ڈرتا
نہین نہ کل کے واسطے کچھ جوڑتا ہون تکاثر اور غنی کو برا جانتا ہون اور فقر اور بلا پر راضی قناعت اور مسکنت سے خوش ہون اور فروتنی و
ذلت کو اچھا سمجھتا ہون اور علو و رفعت کو برا اپنے کام مین پکا ہون راہ راست سے میرا دل پھرتا نہین اپنے نفس کو صرف اللہ کے واسطے
روکے رہتا ہون اور سب کامون مین مرضی الٰہی مقدم جانتا ہون اور مجھ جیسا متقی سوال و حساب کے جھگڑے مین توقف نکریگا
میرا جمع کرنا مال کو صرف خرچ فی سبیل اللہ کے لیے ہی تو کم بخت ذرا تو غور کر کیا تجھے یہ نہین معلوم کہ مال کے شغل نہ رکھنے اور ذکر اور فکر
اور عبرت کے لیے دل کے فارغ رہنے سے دین زیادہ سچا رہتا ہی اور حساب مین آسانی ہوتی ہی سوال خفیف ہوتے ہین قیامت کے اہوال
سے امن ہوتا ہی ثواب بہت ملتا ہی خدا کے نزدیک مرتبہ نہایت زیادہ حاصل ہوتا ہی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہی کہ انھون نے یہ حدیث
نقل فرمائی کہ اگر ایک آدمی گود مین اشرفیان لیکر تقسیم کرے اور دوسرا اللہ تعالےٰ کا ذکر کرے تو ذاکر بہ نسبت اول شخص کے افضل ہوگا۔
اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ ایک شخص مال اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہی انھون نے فرمایا کہ نہ جمع کرنے مین اسکے لیے زیادہ خیر ہی اور
نیز بعض عمدہ تابعین سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصون مین سے ایک نے دنیا بوجہ حلال پیدا کی اور اس سے صلہ رحم کیا اور اعمال خیر سے
زاد آخرت بنایا اور دوسرا اس سے بالکل کنارہ کش رہا نہ اسنے دنیا طلب کی نہ اسکو لی ان دونون مین افضل کونسا ہی آپنے فرمایا
کہ ان دونون مین بڑا فرق ہی جو دنیا سے کنارہ کش ہی وہ افضل ہی اور اس مین اور دوسرے مین پورب پچھم کا فرق ہی بس کمبخت
اگر تو دنیا چھوڑ دے تو تجھکو بھی یہ درجہ دنیاداروں پر ملجاوے اور مال کا شغل نہ رکھنے سے دنیا مین بھی بہت سے فائدہ ہین بدن کو

راحت ملتی ہی زیادہ مشقت نہین کرنی پڑتی زندگی چین سے فارغ البالی مین گذرتی ہی تردد کم کرنا پڑتا ہی جیسا ترک مال سے تجکو طلب
مال پر یہ فضیلت ہی ثواب کو اسقدر مال کے جمع کرنے کا تجھے باقی ہی بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول ہونا خدا کی راہ مین خیرات کرنے سے
افضل ہی تو سوچنے کی بات ہی کہ مال کے نہ جمع کرنے سے سردست راحت ہی اور آخرت مین فضیلت علاوہ ازین اگر مال کے جمع کرنے
مین بالفرض کوئی فضیلت بڑی ہو تب بھی مکارم اخلاق مین تجکو چاہیے کہ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کرے جنکے
باعث تجکو خدا نے ہدایت کی ہی اور جو دنیا سے کنارہ کشی انھون نے اپنے نفس کے لیے اختیار کی وہی تو بھی اپنے واسطے اختیار کر
اسکو خوب غور کر اور یقین جان لے کہ سعادت و فلاح دنیا سے الگ رہنے مین ہی پس تو اسے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول
جنت اور ایسے مین جانے کی فکر کر مجکو یہ حدیث پہونچی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سردار ایمان دارون کے وہ لوگ
ہین جنکو صبح کا کھانا ملے تو شام کو نہ ملے اور اگر قرض لیا چاہین تو کوئی قرض نہ دے اور ستر عورت سے زیادہ کپڑا نہ رکھتے ہون اور مقدار کفایت کے
کمانے پر قدرت نہ رکھتے ہون اور باوجود اسکے صبح شام اپنے پروردگار رب سے راضی رہین فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین
وحسن اولٰئک رفیقا بھائی اگر اس بیان کے بعد تو مال جمع کریگا اور دعوے کریگا کہ مین اعمال خیر کے لیے جوڑتا ہون تو تیرا دعوی
سراسر لغو ہی بلکہ فقر کے خوف سے اور تنعم اور اظہار کثرت اور زینت اور فخر اور شیخی اور ریا اور شہرت اور تعظیم اور بڑائی کے لیے
جوڑتا ہی اور کہتا ہی کہ اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہون۔ خدا کو دھیان کر اور اپنے دعوے سے شرم کر اگر محبت مال و دنیا کی تجھ پر غالب
ہی تو اس بات کا اقرار کر کہ واقع مین خیر و فضل مقدار ضروری پر راضی رہنے سے اور فضول چیزون سے علیحدہ ہونے سے ہی
اور مال کو جمع کرتے وقت اپنے نفس کو حقیر جان اور اپنی خطا کا قائل ہو حساب روز حشر سے خائف ہو یہ امر تیرے لیے موجب
نجات اور قریب الی الفضل ہی اس سے کہ تو مال کے جمع کرنے کی حجتین لاطائل ڈھونڈھے۔ بھائی صحابہ رضی کے زمانہ مین حلال
موجود تھا اور وہ لوگ سب مین زیادہ متقی اور زاہد اشیاء مباح کے تھے اور ہم اس زمانے مین ہین کہ وجہ حلال مفقود ہی حتی کہ قوت
یومیہ اور ستر عورت بھی حلال سے میسر نہین ہو سکتی پس ایسے زمانے مین مال کے جمع کرنے سے خدا ہمکو اور تمکو دونون کو بچاوے
علاوہ ازین ہملوگون مین صحابہ رض کا سا تقوے اور ورع اور زہد اور احتیاط کہان اور انکے سے دل اور انکی سی نیتین کہان
بخدا ہم لوگون پر مرض نفس کی مصیبت چھا گئی ہم اسکی خواہشون مین پھنس گئے اور عنقریب قیامت مین گذر ہوگا بڑے سعید
وہ ہین جو اس روز ہلکے پھلکے رہینگے اور جو لوگ دولت ور زیادہ مالدار ہین کہ حرام حلال سب ملا کر کھا گئے انکو بڑا رنج ہوگا مین نے
بطور نصیحت تمکو سنا دیا قبول کرنا تمھارا کام ہی اور اسکے قبول کرنے والے کم ہین خدا اپنی رحمت خاص سے ہمکو اور تمکو توفیق خیر
عنایت فرما دے آمین یہ آخر کلام حارث رح کا ہی اس بیان سے فضیلت فقر کی غنا پر بخوبی ثابت ہی اور اسی قدر کافی و وافی بھی ہی
زیادہ اس سے کیا ہوگا اور جو اخبار کہ ہمنے باب ذم دنیا اور باب فقر و زہد مین بیان کیے ہین وہ بھی اسی بات کے شاہد ہین اور ایک
روایت اور اسی کی شاہد وہ ہی جو ابوامامہ باہلی سے مروی ہی کہ ایکبار ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم خداے تعالے سے دعا فرمائیے کہ مجکو مال دیوے آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ تھوڑا سا مال جسکا تو شکر کیے چلا جاوے بہ نسبت بہت
مال کے جسکا شکر نہ کر سکے بہتر ہی اسنے عرض کیا کہ آپ دعا فرما دین کہ خداے تعالے مجکو مال دے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ثعلبہ تو کیا
میری پیروی نہین کرتا اس بات کو پسند نہین کرتا تو بھی مثل پیغمبر خدا ہو بخدا کہ اگر مین چاہون کہ پہاڑ سونے چاندی کے ہو کر
میرے ہمراہ چلین تو ہو سکتا ہی اسنے عرض کیا کہ قسم ہی اس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق بنایا اگر آپ کی دعا سے مجھے خداے تعالے
مال دیگا تو مین سب حقوق والون کا حق بھی دونگا اور یہ کرونگا اور وہ کرونگا آپ نے دعا کی کہ الٰہی ثعلبہ کو مال عنایت فرما پس آ

بھیڑ بکریاں لیں وہ ویک کی طرح بڑھنی شروع ہوئیں یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں نہ رہ سکا اور ایک جنگل میں وادی مدینہ کے جا رہا ظہر اور عصر کی جماعت میں حاضر ہوتا باقی جماعتوں کو ترک کرتا پھر بکریوں کی اور زیادہ کثرت ہوئی کہ اس جنگل میں بھی گذر نہ ہو سکا اور تھوڑی دور جا رہا اور صرف جمعہ کی جماعت کے لیے مدینہ منورہ میں آتا اور باقی ترک کرتا اور بکریاں ویک کی طرح پھیلتی رہیں یہاں تک کہ جمعہ بھی چھوٹ گیا جمعہ کے روز راہ کے مسافروں سے ملتا اور خبر پوچھ لیا کرتا ادھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ ثعلبہ کا کیا حال ہوا انھوں نے بکریوں کی کثرت اور اسکا مدینہ چھوڑنا اور بتدریج ترک جماعت کرنا سب کہہ سنایا آپ نے تین بار ارشاد فرمایا ویح ثعلبہ انھیں دنوں میں یہ آیت اتری خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم اور اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ بھی فرض فرمائی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قوم جہینہ سے اور ایک کو بنی سلیم سے صدقات لینے کے لیے مقرر فرمایا اور انکو ایک نوشتہ صدقہ لینے کا لکھ دیا کہ اسکے ذریعہ سے وصول کریں اور حکم دیا کہ باہر جا کر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرو اور ثعلبہ بن حاطب اور فلاں شخص بنی سلیم والے کے پاس جا کر انسے صدقہ لینا یہ دونوں صاحب مدینہ منورہ سے حسب الارشاد باہر نکلے اور ثعلبہ کے پاس آئے اور زکوٰۃ اسکے مال کی مانگی اور نوشتہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اسکو دکھلایا اسنے کہا کہ یہ تو ڈانڈ ہے یہ ڈانڈ کا بھائی ہے تم جاؤ اور جگہ سے فارغ ہو کر آؤ وہ دونوں اس شخص سلمی کے پاس گئے اور اسسے سوال صدقہ کیا وہ سنتے ہی کھڑا ہوگیا اور اپنے اونٹوں میں سے بہت عمدہ چھانٹ کر زکوٰۃ کے لیے علیحدہ کیے پھر ان دونوں کے سامنے انکو لے آیا اور کہا یہ مال زکوٰۃ ہے جب انکی نگاہ انپر پڑی کہا کہ تمپر یہ اونٹ واجب نہیں کہ سب سے عمدہ مال وصول ہم انکو نہ لینگے اسنے عرض کیا کہ آپ انھیں کو لیویں میں خوشی خاطر دیتا ہوں اور اسی واسطے لایا ہوں غرض سب جگہ سے صدقات تحصیل کر کے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے دوبارہ سوال صدقہ کا کیا اسنے کہا کہ تم مجھکو نوشتہ دکھلاؤ انھوں نے دکھلا دیا دیکھکر کہا کہ یہ تو ڈانڈ کا بھائی ہے اچھا تم جاؤ میں سوچ لوں تو کچھ کہوں جب یہ دونوں خدمت مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ نے پہلے انکے بولنے سے دیکھتے ہی فرمایا کہ ہلاکی ہو ثعلبہ کو اور اس شخص سلمی کے لیے دعا خیر کی پیچھے ان دونوں نے جو کچھ ماجرا گذرا تھا سب بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا کہا اور سلمی نے ایسا کیا اسی وقت ثعلبہ کے باب میں یہ آیت اتری ومنہم من عاہد اللہ لئن اتانا من فضلہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین فلما اتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون اسوقت حضرت کی خدمت میں ایک شخص ثعلبہ کے رشتہ داروں میں سے بیٹھا ہوا تھا اسنے اس آیت کو سنا اور ثعلبہ کے پاس جا کر کہا کہ تیری ماں مرے خدا تعالیٰ نے تیرے باب میں ایسا ایسا حکم نازل فرمایا ہے پس ثعلبہ اسی وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملتجی ہوا کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں پذیرا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے مجھکو منع کر دیا ہے میں قبول نہیں کر سکتا اسنے اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کی آپ نے فرمایا کہ جیسا تو نے کیا ویسا پایا جو کچھ میں نے تجھسے کہا تھا تو نے میری اطاعت نہ کی جب اسنے دیکھا کہ آپ قبول نہ فرماوینگے اپنے گھر واپس آیا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رض کی خدمت میں زکوٰۃ مال حاضر کی انھوں نے بھی نہ لی انکی وفات کے بعد حضرت عمر رض کے پاس لایا انھوں نے بھی انکار فرمایا پھر بعد آپ کی خلافت کے وہ مرگیا پس مال کی تباہی اور بدبختی اس روایت سے معلوم کرنی چاہیے اور اسکا کہ فقیری میں برکت ہوتی ہے اور مالداری میں نحوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اور اپنے اہل بیت کے لیے فقیری ہی کو پسند فرمایا یہاں تک کہ عمران بن حصین رض سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو آپ کی منزلت جانتے تھے ایکبار مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے عمران تو ہمارے نزدیک ذی رتبہ اور ذی جاہ ہے

تو فاطمہ رضہ کی عیادت کو چلیں میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر پس آپ کھڑے ہوئے اور میں ہمرکاب ہوا یہانتک کہ فاطمہ رضہ کے دروازے پر جاکر دستک دی اور ارشاد فرمایا السلام علیکم میں اندر آؤں حضرت فاطمہ رضہ نے جواب دیا کہ تشریف لائیے آپ نے فرمایا کہ میں اور میرا ساتھی دونوں آویں انہوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے آپ نے فرمایا کہ عمران بن حصین انہوں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق بھیجا ہے میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں آپ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اسکو اسطرح لپیٹ لو انہوں نے عرض کیا کہ بدن تو میں نے چھپا لیا مگر سر کیسے چھپاؤں آپ نے اپنی پرانی چادر انکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو بعد اسکے حضرت فاطمہ رضہ نے اجازت گھر میں آنے کی دی آپ نے اندر جاکر فرمایا کہ اے لخت جگر السلام علیکم آج تم کیسی ہو انہوں نے عرض کیا کہ میرے درد ہے اور اس درد پر ایک اور درد یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کو نہیں بھوک نے مجھکو نڈھال کر دیا ہے آپ رو پڑے اور فرمایا کہ اے لخت جگر تو مت گھبرا بخدا میں نے تین دن سے کھانا نہیں چکھا اور تیری نسبت خدا کے پاس میرا زیادہ رتبہ ہے اگر میں خدا سے مانگتا تو مجھکو کھلا دیتا مگر میں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور پسند کیا پھر آپ نے اپنا ہاتھ انکے مونڈھے پر مار کر کہا کہ تجھکو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہے انہوں نے عرض کیا کہ پھر آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی اور خدیجہ خویلد کی بیٹی کہاں گئیں آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے وقت کی عورتوں کی سردار تھیں تم اپنے عہد کی عورتوں کی سردار ہو تم سب ایسے مکانوں میں رہوگی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے ان میں کسی طرح کی ایذا اور شور و غل نہوگا بعد اسکے ارشاد فرمایا کہ اپنے چچا زاد کے ساتھ قناعت کر میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار انتہی اب ذرا حال حضرت فاطمہ رضہ کا دیکھنا چاہیے یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر پارہ ہیں کیسے فقیری کو اختیار کیا اور مال کو چھوڑ دیا اور جو کوئی احوال انبیاء اور اولیا کو اور انکے اقوال کو لحاظ کرے اور انکے اخبار اور آثار کو دیکھے وہ یقیناً معلوم کرلیگا کہ مال کا نہونا اسکے وجود کی نسبت افضل ہے گو خیرات ہی میں کیوں نہ خرچ ہو اسواسطے کہ ادنی بات مال میں باوجود ادائے حقوق اور اجتناب شبہات اور صرف خیرات کے یہ ہے کہ نیت اسی کی اصلاح میں مصروف رہتی ہے اور ذکر الٰہی نہیں ہوتا کیونکہ ذکر اللہ دل کے فارغ ہونے سے بن پڑتی ہے اور مال کے شغل کے ساتھ فراغ خاطر ممکن نہیں اور جریر رضہ لیث رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ میں آپ کی خدمت میں رہونگا حضرت نے اسکو ساتھ لیا اور ایک ندی کے کنارے پر پہونچکر ناشتا کیا آپ کے ساتھ تین روٹیاں تھیں دونوں کھالیں اور تیسری باقی رہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور نہر میں سے پانی پیکر پھر آئے اور وہ روٹی نہ پائی اپنے اس شخص سے پوچھا کہ روٹی کسنے لی اسنے عرض کیا کہ مجھکو معلوم نہیں آپ نے اسکو ساتھ لیا اور چلدیے راہ میں ایک ہرنی ملی جسکے ساتھ دو بچے تھے آپ نے ایک کو بلایا وہ چلا آیا اسکو ذبح کر کے بھونا اور آپ نے مع اس شخص کے تناول فرمایا پھر اس بچے کو ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ یعنے خدا کے حکم سے کھڑا ہو جا وہ اٹھکر چلا گیا پھر آپ نے اس شخص سے کہا کہ تجھکو قسم ہے اس ذات کی کہ جسنے تجھکو یہ معجزہ دکھلایا بتلا دے کہ روٹی کسنے لی اسنے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا پھر آپ اسکو ساتھ لے چلے اور ایک چشمے پر پہونچے آپ نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور پانی پر چلے گئے جب اس سے پار ہوئے پوچھا کہ تجھکو قسم ہے اس معجزہ دکھانے والے کی بتلا کہ روٹی کسنے لی اسنے بدستور سابق عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ پھر ایک جنگل میں گئے وہاں بیٹھکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی یا بالو جمع کرنا شروع کیا اور ڈھیر بنا کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے سونا ہوجاؤ سونا ہوگیا آپ نے اسکے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک ان میں سے میرا ہے اور ایک تیرا اور ایک اس شخص کا جسنے روٹی لی یہ سنتے ہی وہ بول اٹھا کہ روٹی تو میں نے ہی لی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ سب تو ہی رکھ اور اس سے علیحدہ ہوگئے یہ شخص تنہا مال

لیے جنگل میں تھا کہ اتنے میں دو شخص اسکے پاس آئے اور چاہا کہ اسکو مار کر مال چھین لیں اسنے کہا کہ اسکو ہم آپس میں برابر تقسیم کر لینگے لیکن کھانے کی ضرورت کیا ہو اول ایک شخص گانوں میں جا کر کھانا لے آوے کہ اسکو کھا دیں غرض ایک انمیں سے کھانا لینے گیا اور دل میں کہا کہ اگر اس کھانے میں میں زہر ملا دوں تو دونوں شخص مر جاوینگے مال سارا مجھکو ہی ملیگا اسی خیال سے کھانے میں زہر ملا دیا اور ادھر ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر تیسرا شخص مارا جاویگا تو مال آدھا آدھا ہمارے حصہ میں آویگا جب وہ کھانا لیکر آوے تو اسکو مار ڈالنا چاہیے چنانچہ جب وہ کھانا لیکر گیا ان دونوں نے اسکو مار ڈالا اور کھانا کھا لیا زہر کے باعث خود بھی وہاں ہی کھیت رہے اور سونا جوں کا توں جنگل میں پڑا رہا اور یہ تینوں اسکے گرد ڈھیر تھے اس حال میں گذر حضرت عیسی علیہ السلام کا آپنے ہوا اپنے یاروں سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو دنیا کا یہ حال ہو اور اس سے بچتے رہو اور روایت ہو کہ حضرت ذو القرنین ہم ایک قوم پر گذرے کہ انکے پاس دنیا کی چیزوں میں سے کچھ نہ تھا جس سے لوگوں کی غذا اور پوشاک وغیرہ ہوتی ہو انکی معاش کا طور یہ تھا کہ قبریں کھود رکھی تھیں صبح کو ان میں جھاڑو دیتے اور صاف کرتے اور انکے پاس نماز پڑھتے اور چار پایوں کی طرح ساگ چرتے اور روزی خدا نے ہر طرح کا ساگ انکے لیے پیدا کر رکھا تھا پس ذو القرنین نے ایک آدمی بھیجا کہ انکے سردار سے جا کر کہے کہ بادشاہ ذو القرنین تمکو بلاتا ہے جب وہ اسکے پاس گیا اور پیغام کہا اسنے جواب دیا کہ مجھکو اس سے غرض نہیں اگر انکو کچھ مطلب ہو تو میرے پاس چلا آوے حضرت ذو القرنین نے فرمایا کہ واقعی سچ کہا اور خود اسکے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے تمکو بلانا چاہا تھا بلا کر آدمی بھیجا تھا تمنے انکار کیا اب میں خود آیا اسنے عرض کیا کہ اگر مجھکو مطلب ہوتا تو میں خود آتا آپ نے فرمایا کہ میں جو تمہارا حال دیکھتا ہوں ایسا کسی کا حال نہیں دیکھا یہ کیا بات ہے کہ تمہارے پاس دنیا کی شے کچھ نہیں تمنے کچھ چاندی سونا کیوں نہ پیدا کیا اور لوگوں کی طرح آسائش میں رہتے اسنے جواب دیا کہ ہمنے سونا چاندی اسواسطے برا جانا کہ جس کسی کو یہ ملتا ہے اسکا نفس یہی چاہتا ہے کہ اس سے افضل کوئی اور چیز ملے آپ نے فرمایا کہ پھر قبریں تمنے کس غرض سے کھود رکھی ہیں اور صبح کو انکو صاف کرکے انکے پاس نماز پڑھتے ہو اسنے کہا کہ اس سے ہماری یہ مراد ہو کہ اگر بالفرض دنیا کی طمع کا ارادہ بھی ہو تو قبروں کے دیکھنے سے اس سے رک جاویں اور طول امل دل سے جاتی رہے آپ نے فرمایا کہ پھر ساگ کس واسطے کھاتے ہو چوپایوں کو پال کر انکا دودھ اور گوشت کیوں نہیں کھاتے اور سوار کیوں نہیں ہوتے اسنے کہا کہ ہم اپنے پیٹ کو جانوروں کی قبر نہیں بناتے زمین کے ساگ پات میں بھی ضرورت رفع ہو جاتی ہو آدمی کی زندگی کو ادنی چیز کافی ہو اور گلے سے اتر کر سب چیزیں ایسی ہی ہو جاتی ہیں پھر اسنے ہاتھ بڑھا کر ذو القرنین کے پیچھے سے ایک کھوپڑی اٹھائی اور پوچھا کہ آپکو معلوم ہو کہ یہ کون ہو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا اسنے کہا کہ یہ ایک زمین کا بادشاہ تھا خدا تعالی نے اسکو زمین کا حاکم کیا تھا اسنے سرکشی اور ظلم و ستم کیا جب خدا تعالی نے اسکا ظلم و ستم دیکھا اسپر موت کو مسلط کیا اب ڈھیلے کی طرح پڑا پھرتا ہو اور اسکے سارے عمل خدا تعالی کو معلوم ہیں قیامت کو اسکا بدلہ پاویگا پھر اور ایک پرانی کھوپڑی اٹھا کر پوچھا کہ اسکو جانتے ہو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں اسنے کہا کہ یہ بھی ایک بادشاہ کا سر ہے جو اسکے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم و ستم اسکو معلوم تھا اسنے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال میں ہو گیا خدا تعالی نے اسکے عمل بھی گن رکھے ہیں آخرت میں اسکو ثواب دیگا پھر ذو القرنین کی کھوپڑی کی طرف جھک کر کہا کہ اے ذو القرنین یہ کھوپڑی بھی انہیں دونوں کی طرح ہو جاویگی تو دیکھ کہ کیا کرتا ہے تامل سے کیا کر آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے ساتھ چلے تو میں تجھکو اپنا نائب اور وزیر بنا لوں اور شریک سلطنت کروں اسنے عرض کیا کہ میں اور آپ ایک جگہ نہیں رہ سکتے نہ اکٹھا ہو سکیں آپ نے پوچھا کہ کیا سبب ہو کہنے لگا کہ اسوجہ سے کہ آدمی

تمہارے سب دشمن ہیں اور میرے سب دوست آپ نے فرمایا یہ کیون ہی اُسنے کہا اسلیے کہ آپکے پاس اکثر دنیا ہی اُسی کے سبب سب آپکے دشمن ہیں اور چونکہ مین نے دنیا پر لات ماری ہی مجھسے عداوت کی وجہ کوئی نہین ہی چونکہ خود محتاج و مفلس ہون میرا دشمن کوئی نہین یہ سنکر ذوالقرنین رحمۃ اُسکے پاس سے چلے آئے اور اُسکی باتون سے کمال حیرت کرتے تھے اور عبرت و نصیحت سمجھتے تھے۔ ان حکایتون سے بھی آفات تونگری معلوم ہوتی ہین اور پہلے بھی اس باب مین بہت کچھ لکھا گیا ہی۔ باب نہم بخل و مال بحمد اللہ فضل سے تمام ہوا۔

آٹھواں باب جاہ و ریا کی مذمت کے بیان مین

رباعی

ہو گرچہ علوم اور عمل الشان آہ	رہتا ہی سدا جرم و گنہ کے ہمراہ
پر جاہ و ریا کے مثل کوئی نہین عیب	یہ عالم و عابد ہی کو کرتے ہین تباہ

حدیث شریف مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَخوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الرِّیَاءُ وَالشَّهوَةُ الخَفِیَّةُ ریا اور پوشیدہ شہوت خفی مین سے ہی کہ اگر اندھیری رات مین سخت پتھر پر کالی چیونٹی چلے تو جسطرح اُسکی چال کسی طرح محسوس نہین ہوتی اسی طرح پوشیدہ شہوت بھی محسوس نہین ہوتی اسیواسطے اسکے آفات بڑے بڑے عالمون کو بھی معلوم نہین ہوتے ایسے جلیے عابدون اور متقیون کا تو کیا ذکر ہی اور یہ نفس کے آخر مہلکات اور خفیہ مکرون مین سے ہی جو عالم و عابد کہ راہ آخرت کو طی کرنا چاہتے ہین اور اسکے لیے خوب مستعد ہوتے ہین وہ ریا مین مبتلا کیے جاتے ہین یعنے وہ لوگ اپنے نفس کو مجاہدہ سے مغلوب کرکے شہوات سے علیحدہ کرتے ہین اور شبہات سے بچاتے ہین اور اقسام عبادات اُس سے بزور لیتے ہین تو اُنکا نفس اس بات سے تو عاجز ہو جاتے ہین کہ کسی گناہ ظاہری کی طمع اعضا سے ظاہری سے کرین اور مشقت مجاہدہ سے کوئی خلاصی کی صورت نہین دیکھتے تو استراحت اور اس مشقت کے عوض کے خواہان رہتے ہین جب دنیا کے لوگ اُنکو ماننے لگتے ہین اور تعظیم و توقیر کرنے لگتے ہین تب نفس کو ایک لذت ہوتی ہی پھر اظہار علم و عمل و طاعت مین بہت رغبت کرتا ہی اور خلق کے مطلع ہونے کے لیے وسیلے ڈھونڈھتا ہی خالق کے مطلع ہونے پر قناعت نہین کرتا اور لوگون کے اچھا کہنے سے خوش ہوتا ہی صرف خدا کے اچھا کہنے پر صابر نہین ہوتا اور اُسوقت یہ یقین ہو جاتا ہی کہ جب لوگون مین یہ مشہور ہو گیا کہ فلان شخص تارک الشہوات اور شبہات سے مجتنب اور متحمل سخت عبادتون کا ہی بہت سے میری تعریف و ثنا کرنے لگے اور بہت سا بڑا ہوا اور حرمت و توقیر سے دیکھنے لگے میرے دیدار و ملاقات کو تبرک جاننے لگے اور مجھسے دعا منگوانے کی رغبت کرنے لگا اور میری رائے پر چلنے کے حریص ہو گئے اور جہان مجھے دیکھتے ہین اول سلام کرتے ہین اور مجلسون مین صدر مقام پر جگہ دیتے ہین اور خرید و فروخت مین مجھسے پرورش پیش آتے ہین اور کھانے و لباس وغیرہ مین اپنے اوپر مجھکو ترجیح دیتے ہین اور میرے سامنے تواضع اور انقیاد کے ساتھ رہتے ہین اور میری خدمت یا اور کسی غرض مین اطاعت کرتے ہین تو اس سے نفس کو ایسی لذت و شہوت حاصل ہوتی ہی کہ سب لذتون سے بڑھکر اور سب شہوات سے غالب ہو یہانتک کہ اس لذت کے مارے گناہون کا چھوڑنا کچھ گران نہین گذرتا اور مواظبت عبادتون پر بہت آسان معلوم ہوتی ہی وہ تو یہ تصور کرتا ہی کہ میری زندگی اللہ کے واسطے ہی اور اُسکی مرضی کے موافق عبادت کے لیے اور درحقیقت اُسکی زندگی ان شہوات مخفی کی سبب ہی جنکو سوا سے عقول جلیہ تو پرے کے اور کوئی نہین جانتا اُسکو یہ گمان ہی کہ مین اللہ کی طاعت مین اخلاص کرتا ہون اور اُسکے محارم سے بچتا ہون حالانکہ نفس مین یہ شہوت بندون کے سامنے زینت و تکلف کے لیے بھری ہوئی ہی اور اُسی خوشی کے لیے جو منزلت و وقار سے اُسکو ہوتی ہی اسکے باعث ثواب طاعات کا اور اجر اعمال کا سب برباد ہو جاتا ہی وہ اس خیال مین ہی کہ مین اللہ کا مقرب ہون حالانکہ اُسکا نام دفتر منافقین مین لکھا جاتا ہی اور یہ ایسا نفس کا مکر ہی کہ اس سے بجز صدیقین اور مقربین کے اور کوئی بچ نہین سکتا

اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ صدیقین کے آخر میں جب ریاست دور ہوتی - اور جب ریا ایسا مرض باطنی ٹھہرا اور ابتلا جال شیطان کا ہوا تو اسکی
حقیقت و درجات و اقسام و سبب و طریق علاج وغیرہ کا ذکر ضروری ہوا اسی لحاظ سے اس باب کی دو فصلیں کی جاتی ہیں -

فصل اول مشتمل بارہ بیانوں پر اور ان بیانات میں ایسی باتیں مذکور ہونگی جنسے ریا پیدا ہوتا ہے
اور وہ سبب شہرت جاہ و منزلت میں اس واسطے انکا اول بیان کرنا ضروری ہے

بیان اول شہرت اور خلائق میں نام ہونے کی برائی - جاننا چاہیے کہ جاہ حقیقت میں آوازہ مشتہر ہونے کا نام ہے اور
اس طرح کی شہرت اچھی نہیں مگر اتنا ہی بہتر ہے کہ خدا تعالی کرم سے کسی بندہ کو شہرت عنایت فرماتا ہے اور ایسی اس شخص کی
طلب و جستجو کو کچھ دخل نہ ہو اور شہرت کا معنا لفظ نہیں ورنہ شہرت تو ہر حال میں بری ہے چنانچہ حضرت انس رض اس حدیث کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حسب امرئ من الشر الا من عصمہ اللہ ان یشیر الناس الیہ بالاصابع فی
دینہ و دنیاہ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے بھی یہی مضمون کچھ الفاظ کی تغییر سے مع کچھ زیادتی روایت فرمایا ہے کہ روایت یوں
ہے کہ بحسب المرء من الشر الا من عصمہ اللہ من السوء ان یشیر الناس الیہ بالاصابع فی دینہ و دنیاہ ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر
الی قلوبکم و اعمالکم اور حضرت حسن رح نے جب اس حدیث کو روایت کیا تو لوگوں نے کہا کہ اے ابو سعید جب لوگ آپ کو دیکھتے ہیں
تو آپ کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس حدیث میں جو اشارہ مراد ہے وہ یہ نہیں ہے کہ لوگ دین کی طرف کرتے ہیں
بلکہ مراد یہ ہے کہ دین میں کوئی بدعت نکالے اور دنیا میں کوئی فسق کرے تو اسکی طرف اشارہ ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
اس حدیث کی تاویل ایسی فرمادی کہ اس میں کچھ شبہ باقی نہیں رہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ خرچ کرو اور شہرت کے واسطے اپنے
وجود کو بلند مت کرو تاکہ لوگ تمکو پہچانیں اور یاد کریں بلکہ اپنے آپ کو چھپاؤ اور خاموش رہو کہ اسی میں سلامتی ہے نیکوں کو خوش
رکھنگے اور بدکار خود بیزار ہو جاوینگے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہیں کہ جس شخص نے شہرت کو اچھا جانا اس نے خدا کو نہیں
مانا اور حضرت ایوب سختیانی رح کا قول ہے کہ بندہ سچا آدمی اس بات کو اچھا نہیں جانتا کہ میرے مکان کی کسی کو خبر ہو بلکہ خدا
تعالی کی تصدیق نہیں ہوتی اور خالد بن معدان رح کے حلقہ میں جب لوگ بہت ہوجاتے تو شہرت کے خوف سے حلقہ میں سے اٹھ جاتے
اور ابو العالیہ رح کے پاس جب تین آدمیوں سے زیادہ بیٹھتے تو آپ چلے جاتے اور حضرت طلحہ رض نے دیکھا کہ انکے ساتھ قریب دس
آدمیوں کے چلتے ہیں آپ نے فرمایا کہ طمع کی مکھیاں ہیں اور دوزخ کے پروانے - اور حضرت سلیمان بن حنظلہ رح روایت کرتے ہیں کہ
ہم حضرت ابی بن کعب کے ساتھ پیچھے پیچھے جا رہے تھے کہ ناگاہ حضرت عمر رض کی نگاہ ان پر پڑی آپ درہ لیکر انپر اٹھے انہوں نے
عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ کیا کرتے ہیں ذرا تامل فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم چلتے ہو یہ تابعین کے حق میں مقام
لغزش ہے اور متبوع کے حق میں آزمائش - اور حضرت حسن رح سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رض ایک روز اپنے گھر سے نکلے
اور لوگ پیچھے بہت سے ہو لیے آپ نے انکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میرے پیچھے کیوں آتے ہو بخدا اگر تم جانو جس سبب سے میں اپنا دروازہ
بند رکھتا ہوں اگر تمکو معلوم ہوجاوے تو دو شخص بھی میرے ساتھ نہ ہوں - اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ مردوں کے پیچھے جوتوں کی
آواز ہونی احمقوں کے دل کم ثابت کرتے ہیں یعنی یہ ہو ہو جلدی جلدی میں آجاتے ہیں اور ایک روز آپ نکلے اور لوگ پیچھے ہو گئے
آپ نے پوچھا کہ مجھ سے کچھ غرض ہے تو خیر ورنہ عجب نہیں کہ یہ ساتھ چلنا ایمانداروں کے دل میں کچھ باقی نہ چھوڑے یعنی شاید یہ
خوف سلب معرفت کا ہے - اور روایت ہے کہ ایک شخص ابن محیریز کے ساتھ سفر میں گیا جب رخصت ہونے لگا تو عرض کیا کہ مجھے
کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ بات کر کہ تو دوسروں کو جانے اور تجھ کو کوئی نہ جانے چلتے وقت تیرے ساتھ کوئی

ہو دو سرے سے تو پوچھے اور مجھے کوئی نہ پوچھے - اور حضرت ابو ایوب سفر کے لیے نکلے انکے ساتھ بہت سے لوگ ہو لیے آپ نے فرمایا کہ اگر مجھکو
یہ علم ہوتا کہ خدا جانتا ہو کہ مین دل سے اس متابعت کو برا جانتا ہون تو مجھکو خوف غضب الٰہی تھا - اور حسن رح کہتے ہین کہ مین نے
ایک بار ایک روز بباعث طول قمیص کے عتاب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگلے زمانے مین البتہ قمیص کے لنبا ہونے مین شہرت تھی مگر فی زمانہ اسکو
اوپر چڑھانے مین ہو - اور بعض اکابر کا قول ہو کہ مین حضرت ابو قلابہ کے ساتھ تھا اتنے مین ایک شخص آیا کہ بہت سے کپڑے پہنے تھا
آپ نے فرمایا کہ اس بولنے والے سے بچتے رہو یعنے طالب شہرت ہے - اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ بزرگان سابق دو شہرتون
کو برا جانتے تھے عمدہ کپڑون کی اور نکمے پھٹے پرانے کپڑون کی اسلیے کہ آدمیون کی نظر دونون پر یکسان پڑتی ہے اور ایک شخص نے بشیر
بن الحارث رحمۃ اللہ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو انھون نے فرمایا کہ اپنے ذکر کو چھپا دے اور غذا کو حلال و پاک بنا اور حوشب رح اس
بات پر روتے تھے کہ میرا نام جامع مسجد تک پہونچ گیا - اور بشر رح کا قول ہو کہ مین ایسا کوئی نہین جانتا جسنے اپنا مشہور ہونا پسند کیا ہو اور
اسکا دین تباہ اور خود رسوا نہوا ہو اور یہ بھی انھین کا قول ہو کہ جو شخص اپنی شہرت چاہتا ہو وہ آخرت کا مزہ نہین پاتا

دوسرا بیان گمنامی اور عدم شہرت کی فضیلت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رب اشعث اغبر ذی طمرین لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ منہم البراء بن مالک اور حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا رب ذی طمرین لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ لو قال اللہم انی اسئلک الجنۃ لاعطاہ الجنۃ ولم یعطہ من الدنیا شیئا اور فرمایا الا ادلکم علی اہل الجنۃ کل ضعیف مستضعف لو اقسم علی اللہ لابرہ واہل النار کل متکبر جواظ اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہو کہ اہل جنت وہ لوگ ہین کہ انکے بال پراگندہ
ہون اور لباس دو چادرین بے حقیقت اگر امراء کے پاس جانا چاہین تو کوئی جانے نہ دے اور اگر عورتون سے منگنی چاہین تو
کوئی اُنکے ساتھ نکاح نہ کرے اور جب کچھ گفتگو کرین تو کوئی اُنکے واسطے چپ نہو یعنے اُنکے قول پر دھیان نہ دے اُنکی حاجتین اُنکے
سینون مین پھرتی ہین اُنکا نور اگر قیامت مین بانٹا جاوے تو سب لوگون کو کافی ہو - اور فرمایا کہ میری امت مین بعض لوگ
ایسے ہین کہ اگر کسی سے ایک دینار خواہ ایک درہم یا ایک پیسا مانگین تو کوئی نہ دے اگر وہ اللہ تعالے سے جنت کے خواستگار ہون تو
اُنکو جنت عطا کرے اور اگر دنیا طلب کرین تو عنایت نہو اور اُنسے دنیا اسلیے نہین روکی ہو کہ وہ ذلیل ہین گو اُنپر دو چادرین
بے حقیقت ہوتی ہین لیکن اگر خدا کو قسم کسی کام کے لیے دین تو خدا تعالے اُنکو سچا کرے - اور روایت ہو کہ ایکبار حضرت عمر رض مسجد
نبوی مین داخل ہوئے دیکھا کہ معاذ بن جبل رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روتے ہین آپ نے سبب گریہ کا پوچھا
اُنھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہو اور اللہ تعالے ایسے چھپے ہوئے
متقیون کو دوست رکھتا ہو کہ اگر غائب ہو جاوین تو کوئی اُنکی تلاش نہ کرے اور اگر سامنے آوین تو کوئی اُنکو نہ پہچانے اُنکے دل
چراغ ہدایت ہین ہر زمین تاریک غبار آلود سے دور سے آتے ہین اور محمد بن سوید رح سے روایت ہو کہ مدینہ منورہ مین خشک
سالی ہوئی ایک مرد صالح وہان تھا کہ مسجد شریف ہی مین رہتا اور دعا مانگا کرتا سب لوگ دعا مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا
جو پرانے کپڑے پہنے تھا اُسنے آکر دو مختصر رکعتین پڑھین اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی مین تجھکو قسم دیتا ہون کہ اسی وقت مینہ
برسا دے ابھی اُس شخص نے اپنے ہاتھ نیچے نہین کیے تھے اور نہ دعا سے فارغ ہوا تھا کہ آسمان بادلون سے ڈھک گیا اور اتنا
مینہ برسا کہ مدینے کے لوگ ڈوبنے کے خوف سے فریاد کرنے لگے پھر اس شخص نے عرض کیا کہ الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ اسقدر پانی اُنکو
بس ہو تو روک دے اُسی وقت بارش تھم گئی اور یہ شخص اُس مرد صالح کے پیچھے ہو لیا اور اُسکا گھر معلوم کر کے صبح ہی اُسکی
خدمت مین گیا اور ملاقات کر کے کہا کہ مین ایک غرض سے آپ کے پاس آیا ہون اُسنے پوچھا کہ کیا مطلب ہو کہا کہ یہ التجا ہو کہ آپ

اپنی دعا میں مجھکو بھی مخصوص کریں اس مرد صالح نے فرمایا سبحان اللہ تم مجھسے کہتے ہو کہ میں اپنی دعا میں تمکو خاص کرون تمھارا حال تو کل معلوم ہی ہو گیا یہ کہو کہ یہ رتبہ تمکو کیسے ملا اُسنے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالے نے مجھکو امر و نہی کیا اُسکو میں نے مانا اور اطاعت کی پس میں نے جو اللہ تعالے سے سوال کیا اُسنے میرا سوال مجھکو عنایت کیا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ لوگو علم کے چشمے اور چراغ ہدایت ہو اپنے گھروں میں بیٹھے رہو رات کے چراغ اور تازہ دل ہو جاؤ اور لباس پرانا پہنو کہ آسمان کے لوگ تمکو جانیں اور زمین والے نہ پہچانیں۔ اور حضرت ابو امامہ رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث قدسی روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہو ان اغبط اولیائی عبد مؤمن خفیف الحاذ ذو حظ من صلاۃ احسن عبادۃ ربہ واطاعہ فی السر وکان غامضا فی الناس لا یشار الیہ بالاصابع ثم صبر علی ذلک راوی فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی پوروں کو دوسرے ہاتھ کی پوروں پر مارا اور یوں ارشاد فرمایا کہ عجلت منیتہ وقل تراثہ وقلت بواکیہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ اللہ کے نزدیک سب میں پیارے لوگ غریب الوطن ہیں کسی نے پوچھا کہ حضرت غریب الوطن یعنے مسافر سے آپکی کیا غرض ہے آپنے فرمایا کہ جو لوگ اپنا دین لیکر لوگوں سے علیحدہ ہو گئے ہین اور قیامت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جمع ہونگے۔ اور حضرت فضیل بن عیاض رض فرماتے ہین کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہو کہ اللہ تعالے اپنے انعامات میں بندہ کے سامنے یہ بھی ذکر فرما دیگا کہ کیا میں نے تجھپر انعام نہیں کیا تھا تیری پردہ پوشی نہیں کی تھی تیرا ذکر مخفی نہیں کیا تھا اور حضرت خلیل بن احمد یوں دعا مانگتے کہ الٰہی تو مجھکو اپنے نزدیک خلق میں بلند تر رتبہ والوں میں سے کردے اور میرے نزدیک مجھکو تمام خلق سے کم رتبہ بنا دے اور لوگوں کے نزدیک مجھکو درجہ اوسط عنایت فرما اور حضرت ثوری یہ فرماتے ہین کہ میں اپنے دل کو ایسا پاتا ہون کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غربا کے ساتھ صلاحیت پر آجاوے جو غربت اور گمنامی پر بسر کرتے ہین۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم یہ فرماتے ہین کہ دنیا میں مجھکو خنکی چشم صرف ایکبار حاصل ہوئی ہو کہ ایک رات میں شام کے گانوں میں سے ایک مسجد میں لیٹ رہا اور مجھکو دست آتے تھے مؤذن نے میری ٹانگ پکڑ کے اتنا گھسیٹا کہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیا۔ اور حضرت فضیل یہ فرماتے ہین کہ اگر تجھسے یہ ہو سکے کہ کوئی تجھکو نہ جانے تو ایسا ہی کر اور اسمین کچھ حرج نہیں کہ کوئی نہ پہچانے اور نہ اسمین کچھ مضائقہ ہو کہ کوئی تیری تعریف نہ کرے اور نہ اسمین کچھ برائی ہو کہ تو لوگوں کے نزدیک برا ہو اور خدا کے نزدیک اچھا ہو پس ان اخبار و آثار سے مذمت شہرت کی اور فضیلت گمنامی کی صاف عیان ہو اور شہرت اور انتشار صیت سے غرض جاہ ہو یعنے لوگوں کے دلوں میں جگہ کرنی اور جاہ کی محبت ہر ایک فساد کی جڑ ہو۔ یہاں پہ اعتراض ہوتا ہو کہ انبیا علیہم السلام اور خلفاء راشدین اور ائمہ علما تو سب سے زیادہ مشہور تھے ان کی شہرت سے بڑھکر اور کوئی شہرت کیا ہوگی تو انکو فضیلت گمنامی کسطرح حاصل نہوئی اسکا جواب یہ ہو کہ شہرت مذموم وہی ہو جو آدمی کی طلب سے ہو لیکن شہرت کا پایا جانا خدا تعالے کی طرف سے بدون بندہ کے پیروی کے برا نہیں علاوہ اسکے شہرت سے نقصان ضعیفوں کو ہوتا ہو زبردستوں کو نہیں ہوتا اور ضعیفوں کی مثال ایسی ہو جیسے کوئی پانی میں ہاتھ پانوں مارتا جاتا ہو اور اتفاق سے اسکے گرد بہت سے لوگ ڈوبتے ہوں پس بہتر یہی ہو کہ اسکو کوئی نہ جانے ورنہ ڈوبتے لوگ اسکو آچمٹینگے اور یہ بھی انکے ساتھ ہلاک ہو جاویگا اور جو زبردست تیراک ہو اسکی شان کے مناسب یہی ہو کہ اسکو لوگ پہچانیں تاکہ اگر ڈوبتے لوگ اس سے التجا کریں تو وہ انکو بچا سکے اور ثواب پاوے۔

تیسرا بیان جاہ کی محبت کی برائی

اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہو تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا اس آیت میں دو ارادوں کو اکٹھا فرمایا ہو یعنے ارادہ رفعت اور ارادہ فساد اور پھر بیان فرمایا کہ دار آخرت انہی کے لیے ہو جو دونوں ارادوں سے خالی ہو اور دوسری جا ارشاد فرمایا من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتہا نوف الیہم اعمالہم فیہا وہم فیہا لا یبخسون اولئک الذین

لیس لهم فی الآخرة الا النار وحبط ما صنعوا فیها وباطل ما کانوا یعملون یہ آیت بھی اپنے عموم پر محبت جاہ کو شامل ہے اسلیے کہ یہ محبت تمام لذاتِ حیات دنیاوی سے بڑھکر ہے اور سب زینتون سے یہ زینت زیادہ ہے - اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [1] المال والجاہ ینبتان النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل اور فرمایا [2] ما ذئبان ضاریان ارسلا فی زریبة غنم باکثر فسادا من حب الشرف والمال فی دین الرجل المسلم اور حضرت علی رض کو یہ ارشاد فرمایا [3] انما ہلاک الناس باتباع الھوی وحب الثنا خدا ے تعالی سے یہ دعا ہے کہ اپنے فضل وکرم واحسان سے اس بلا سے ہمکو عافیت بخشے

چوتھا بیان جاہ کے معنے اور اسکی حقیقت کے ذکر مین - جاننا چاہیے کہ مال اور جاہ دنیا کے دو رکن ہین مال کے معنی تو یہ ہین کہ جن چیزون سے نفع ہو اُنکا مالک ہونا اور جاہ کے معنے یہ ہین کہ جن دلون سے اپنی تعظیم اور طاعت مطلوب ہو اُنکا مالک ہوجانا - اور جسطرح کہ مالدار وغنی وہ کہلاتا ہے جو روپیہ پیسہ پر قدرت رکھتا ہو اور اُن دونون کے ذریعہ سے اپنے تمام مقاصد اور شہوات اور حظوظ نفس پورا کرسکتا ہو اسی طرح صاحب جاہ وہ شخص کہلاتا ہے جو لوگون کے دلون کو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جو مطلب وحاجت اُنسے چاہے وہ حاصل کرسکے - اور جسطرح مال اقسام وانواع کے حرفون اور صناعتون سے پیدا کیا جاتا ہے ایسا ہی لوگون کے دل بھی اقسام معاملات سے اپنی طرف رجوع ہوتے ہین - اور دل مسخر جب ہی ہوتے ہین جب کسی کو کسی باتمین معتقد علیہ جانین پر جس دل مین کسی شخص کی نسبت کسی وصف کمال کا اعتقاد ہوگا وہ اسی اعتقاد کے موافق اسکا مسخر ہوجائیگا اور یہ کچھ شرط نہین کہ وہ وصف فی نفسہ بھی کچھ کمال ہو بلکہ یہی کافی ہے کہ اُس شخص کے عندیہ مین اور اعتقاد مین وہ کمال ہو بعض اوقات وہ ایسی چیز کو بھی کمال اعتقاد کرلیگا جو واقع مین کمال نہو اور معتقد علیہ مین اسکا دل اُس وصف کمالی کا یقین کرلیتا ہے اسی جہت سے دل ضرور ہی منقاد ہوجاتا ہے اسلیے کہ انقیاد دل کی ایک کیفیت کا نام ہے اور دل کی کیفیات تابع اسکے اعتقادات اور علوم اور تخیلات کے ہوتے ہین پس جیسا اعتقاد ہوگا ویسی ہی کیفیت اُسپر طاری ہوگی - اور جیسے کہ مال کی محبت رکھنے والا یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس لونڈی غلام ہوجاوین ایسے ہی طالب جاہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ میری غلامی کرین اور اُنکے دلون پر مجکو اختیار کلی ہوجاوے بلکہ جو بات صاحب جاہ چاہتا ہے وہ بہت بڑھکر ہے اسلیے کہ مالدار تو لونڈی غلامون کا زبردستی مالک ہوتا ہے وہ لوگ اپنی طبیعت سے ہرگز نہین چاہتے کہ ہم کسی کے زرخرید ہون اور اگر اُنکو قابو دیا جاوے تو ہرگز آقا کی متابعت نہ کرین بخلاف صاحب جاہ کے کہ اُسکی طاعت لوگ خوشی سے کرتے ہین اور آزاد شخص اپنی طبیعت کی خواہش سے اُسکے غلام بنتے ہین اور اس غلامی وطاعت کو فخر اور موجب خوشی سمجھتے ہین اب دونون مین فرق سمجھ لینا چاہیے کہ صاحب جاہ کا مطلوب مالک لونڈی غلام سے کتنا زیادہ ہے - اس سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنی یہی ہین کہ لوگون کے دلون مین جگہ ہو یعنی کسی شخص کی کسی وصف کمالی کا دلون مین اعتقاد آجانا پس جسقدر کہ اُسکے کمال کا لوگون کو اعتقاد ہوگا اُسی قدر دل بھی منقاد ہونگے اور جسقدر دلون کا انقیاد ہوگا اُسیقدر صاحب جاہ کو لوگون کے دلون پر اختیار ہوگا اور جسقدر اختیار ہوگا اُسی قدر اُسکو فرحت اور محبت جاہ سے ہوگی - یہانتک معنی اور حقیقت جاہ کے بیان ہوے اب اسکے ثمرات اور نتیجے ہین مثلاً لوگون کا تعریف کرنا یا حد سے زیادہ بڑھانا یعنی جو شخص کسی کی طرف اعتقاد کسی کمال کا رکھتا ہے اپنے اعتقاد کی چیز سے چپ نہین رہتا اور معتقد علیہ کی ثنا اُس وصف مین کرتا ہے اور منجملہ نتائج جاہ کے خدمت اور اعانت ہے کہ اعتقاد والا اپنے اعتقاد کے موافق اپنے نفس کو معتقد علیہ کی خدمت واعانت مین مصروف رکھتا ہے اور غلامون کی طرح اُسکا مسخر رہکر کسی طرح دریغ نہین کرتا اور نیز نتائج جاہ سے معتقد علیہ کو مقدم سمجھنا اور اُسکے ساتھ کوئی خرخشہ نہ کرنا اور تعظیم کرنی اور اول ہی سلام کرنا اور سب مقصدون مین اُسکو مقدم جاننا اور محفلون مین عمدہ جگہ پر بٹھانا ہے یہ باتین کسی کے جاہ کے

ح ۱ مال وجاہ نفاق کو دل مین ایسا اُگاتے ہین جیسے پانی ساگ کو ۱۲ اسکی اصل نہین ملی ۱۲ ح ۲ دو بھیڑیے ضرر کرنے والے جو بکریون کے گلے مین چھوڑ دیے جاوین اتنا بہت نقصان نہین کرتے جتنا مال اور عزت کی حرص مسلمان آدمی کے دین مین نقصان کرتی ہے ۱۲ ح ۳ بیشک صرف خواہش نفس آدمی کی پیروی اور تعریف کی محبت سے ہلاک ہے ان لفظون سے اسکی اصل نہین ملی بلکہ یہ مضمون اور حدیثون سے سمجھا جاتا ہے ۱۲

دل میں ماننے سے پیدا ہوا کرتی ہیں جیسے دلوں میں صفات کمال کے سبب کسی شخص کا اعتقاد آ جاتا ہے خواہ وہ صفات علمی ہوں یا عبادت یا اخلاق
عبادت یا نسب یا حسن صورت یا طاقت یا زور بدن خواہ اور کوئی چیز جسکو لوگ اچھا جانتے ہیں تو دلوں میں اس شخص کے جاہ قائم ہونے کا
سبب یہی اوصاف ہوتے ہیں اور اسی لیے وہ آثار دل کے ظہور میں آتے ہیں

پانچواں بیان اس امر کا کہ جاہ کے محبوب ہونے کی کیا وجہ ہے کہ بعد مجاہدہ سخت کے کسی

فرد بشر کا دل اس سے خالی نہیں ہوتا جاننا چاہیے کہ جو سبب کہ چاندی سونے کے اور دوسرے مال کے محبوب ہونے کا
ہوتا ہے وہی سبب جاہ کے محبوب ہونے کا ہے بلکہ اسی سبب سے جاہ اس بات کا مستحق ہے کہ جاہ کی محبت بہ نسبت مال کے بہت زیادہ ہو
جیسے چاندی اور سونا اگر وزن میں برابر ہوں ... سونے کی زیادہ محبت ہوتی ہے ... اشرفی زیادہ
خوش کرنے کی لیاقت رکھتی ہیں ... اس اعتبار سے روپیہ اشرفی اور کاغذ میں کچھ فرق نہیں بلکہ انکی
محبت اسلیے ہوتی ہے کہ انکے ذریعہ سے ... حاصل ہو سکتی ہیں ... یہی حال جاہ کا ہے کہ
دلوں کے مالک ہونے کا ہے کہ وہ بھی ... اغراض کا ذریعہ ہوتا ہے ... روپیہ اشرفی اور
جاہ میں ایک ہی ہے اسی لیے محبت بھی دونوں سے ہوتی ہے مگر جاہ کو بہ نسبت مال کے ترجیح ہے ... اسکی محبت بھی
بہ نسبت مال کے زیادہ ہونی چاہیے اور جاہ یعنی ملکیت قلوب کو ملکیت مال پر تین طرح کی فوقیت ہے اول یہ کہ جاہ سے مال کا ملنا بہت
آسان ہے اور مال سے حصول جاہ دشوار مثلاً کوئی عالم یا زاہد کسی جگہ لوگوں کے دلوں میں ہے اگر مال پیدا کرنا چاہے تو اسکو کچھ دقت
نہیں ہوگی اسلیے کہ جو لوگ اسمیں صفت کے معتقد ہیں انکے دل اسکے اختیار میں ہیں اور مال کا دینا دل سے متعلق ہے ...
دل ہوگا اسکے لیے مال دینا کچھ دریغ نہیں اور اگر کوئی خسیس جسمیں کوئی وصف کمال نہیں خزانہ پاوے اور اسکو جاہ نہ ہو اور چاہے
کہ مال کی حفاظت سے اسکو جاہ حاصل ہو جاوے تو نہایت دشوار ہے اس سے معلوم ہوا کہ جاہ ذریعہ مال کا ہو سکتا ہے جو صاحب جاہ
ہوگا وہ صاحب مال پہلے ہے اور جو مال ہی کا مالک ہے وہ کسی طرح مالک جاہ نہیں اسی لیے جاہ زیادہ تر محبوب ہے دوم یہ کہ مال معرض تلف
میں بھی آسکتا ہے کہ چوری ہو جاوے یا چھن جاوے یا حکام و ظالم اسپر طمع کریں علاوہ ازیں اسکے لیے احتیاج پہرے چوکی اور
خزانہ وغیرہ کی ہے غرضکہ بہت سی آفتیں مال پر آتی ہیں اور دل جب ملک میں آجاتے ہیں تو ان آفات میں سے کوئی آفت انکی اس
ملکیت پر نہیں آتی تو واقع میں اصلی خزانہ یہی ہے کہ جسپر نہ چور قابو پاویں نہ غاصبوں کے ہاتھ لگے اور مال میں سب سے زیادہ پائدار
اشیا غیر منقول ہیں ان میں بھی خطرہ غصب اور ظلم کا موجود ہے اور خالی حفاظت اور نگہبانی سے نہیں بگڑتی ... خزانے میں [illegible]
باقی مفقود ہیں وہ آپ ہی آپ محفوظ اور غصب و چوری سے مامون ہیں ہاں ایک آفت اس خزانے میں یہ پہنچتی ہے کہ لوگوں کو
کوئی بہکا کر اور صاحب جاہ کی برائی بیان کر کے انکے دل پھیر سکتا ہے اور اعتقاد بدل سکتا ہے مگر اس آفت کا دفع کرنا بہت
آسان ہے اور اکثر تو جو کوئی ایسا کرنا چاہے اسکو بن نہیں پڑتا سوم یہ کہ دلوں کی ملکیت بے رنج و مشقت بڑھتی جاتی ہے اور ایک سے
دوسرے میں سرایت کرتی جاتی ہے اسلیے کہ جب دل کسی کے وصف کمال کے معتقد ہوتے ہیں کہ فلاں شخص بڑا عالم یا عامل ہے تو
زبان خود بخود اسکی ثنا میں کھلتی ہے اور جس چیز کے خود معتقد ہوتے ہیں وہ دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہیں پس دوسرے
شخص کا دل بھی اسی جال میں گرفتار ہو جاتا ہے اور آدمی کی طبیعت جو اتفاقاً صیت و ذکر اپنے کرتی ہے ... کہ
ذکر جب اطراف میں پھیلتا ہے تو اس سے اور دل معتقد ہوتے ہیں اور اس اہل کمال کو بڑا جاننے لگتے ہیں ... ایک سے
دوسرے تک پھیلتا رہتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے اور اسکی کوئی حد معین نہیں بخلاف مال کے وہ اگر کسی کی ملکیت میں آتا ہے تو جب

اسکے بڑھانے مین تعب ومشقت ورنج ومحنت نہ اٹھائیگا اوتنا ہی رہیگا خود بخود نہین بڑھنے کا اور جاہ خود بخود پھیلتا اور بڑھتا جاتا ہو اور اسی جہت سے جب آدمی کا جاہ زیادہ ہوجاتا ہو اور شہرۂ خلق ہوجاتا ہو اور سب لوگ اُسکی تعریف مین رطب اللسان رہتے ہین تو اسکے مقابلہ مین مال اُسکی نظرون مین حقیر ہوجاتا ہو یہ مجمل ترجیحات جاہ کی مال پر ہین اگر انکو مفصل لکھا جاوے تو ترجیح بھی زیادہ تر معلوم ہو۔ یہان ایک سوال پیدا ہوتا ہو کہ آدمی کو مال اور جاہ سے غرض صرف حصول اغراض اور دفع مضار ہو مثلاً حصول غذا ومسکن وپوشاک یا دفع مرض وعقوبت کہ بدون مال خواہ جاہ کے نہین ہوسکتی تو اسوجہ سے مال وجاہ کی محبت بیشک ہونی چاہیے اسلیے کہ جو چیز ذریعہ محبوب چیزون کے وصول کا ہوتی ہو اُسکو بھی آدمی کی طبیعت محبوب جانتی ہو مگر طرفہ اور عجیب تر تو یہ ہو کہ کوئی حاجت بھی آدمی کو نہو تب بھی محبت مال کے جمع کرنے کی اور خزانون کے افراط کی اور دفینون کے کثرت کی ہوتی ہو یہانتک کہ اگر آدمی کے پاس دو جنگل سونے کے ہون تو تیسرے کا خواستگار ہوگا حالانکہ قطعاً معلوم ہو کہ اُسکی طرف کبھی حاجت نہ پڑیگی اسی طرح جاہ کے باب مین آدمی اپنا ذکر اور شہرت ایسے دور دراز ملکون مین چاہتا ہو کہ یقیناً جانتا ہو کہ مین وہان کبھی نہ جاؤنگا اور نہ کبھی وہان کے لوگون کی ملاقات ہوگی کہ انکو تعظیم یا سلوک کی نوبت پہونچے یا کسی غرض مین مدد ومعاون ہون اور باوجود اسکے ایسی جگہ مین بھی انتشار ذکر سے نہایت خوشی ہوتی ہو اور اسکی محبت طبیعت مین پائی جاتی ہو ظاہر مین یہ ایک جہالت کی بات ہو کہ بے فائدہ چیز کی محبت کرے جس سے نہ فائدہ دین نہ فائدہ دنیا۔ اسکا جواب یہ ہو کہ واقع مین یہ محبت ہر ایک دل مین ہو اور اسکے دو سبب ہین ایک سبب تو ظاہر ہو جو عوام بھی جانتے ہین اور دوسرا جو بڑا سبب ہو وہ پوشیدہ ہو اور نہایت دقیق کہ ذکی شخصون کے فہم سے بھی بعید ہو غبیون کا تو کیا ذکر ہو کیونکہ اس سبب کو نفس کی رگ باطنی اور طبیعت کے اقتضا سے خفیہ سے مدد پہونچتی ہو جسکو بجز نہایت درجہ کے تامل والون کے اور کوئی نہین دریافت کرسکتا۔ سبب اول تو اس محبت جمعیت کا یہ ہو کہ رنج خوف کا دور کرنا منظور ہوتا ہو یہ بات ظاہر ہو کہ سوء ظن سے ڈرنے والا حریص ہوا کرتا ہو اور انسان کا بھی یہی حال ہو کہ اگرچہ اسکے پاس سردست مال بقدر کفایت موجود ہو مگر چونکہ طویل الامل ہو اس جہت سے یہ خیال کرتا ہو کہ شاید یہ مال جو مجھکو کافی ہو تلف ہوجاوے اور دوسرے کا محتاج ہونا پڑے جب یہ خطرہ دل مین گذرتا ہو تو اسکے دل مین سے خوف جوش زن ہوتا ہو اور یہ رنج خوف کا جب تک دور نہین ہوتا جبتک دوسرا مال اُسکے پاس نہو کہ جس سے اُسکا اطمینان ہو کہ اگر مال اول کو مصیبت آجاویگی تو یہ دوسرا کام آویگا پس اسیطرح ہمیشہ اپنے نفس پر خوف کرتا رہتا ہو اور زندگی کی محبت مین فرض کرلیتا ہو کہ بہت دنون جیونگا اور یہ بھی فرض کرلیتا ہو کہ بہت سی حاجات پیش آوینگی اور یہ بھی مان لیتا ہو کہ مال موجود پر بہت سی آفتین راہ پاوینگی انھین خیالات سے خوف اُبھرتا ہو اور دفع خوف کے لیے مال کی کثرت کرجاتا ہو کہ اگر بالفرض ایک مال پر آفت آوے تو دوسرا کام آوے اور یہ ایک ایسا خوف ہو کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مخصوص مال کی نہین کہ وہان تک پہونچکر ٹھہر جاوے اسیواسطے مال کے طالب کی بھی کوئی حد معین نہین اور اسی بنا پر حدیث شریف مین آیا ہو کہ منہومان لایشبعان منہوم العلم ومنہوم المال۔ اور اسی جیسا سبب جاہ مین سمجھنا چاہیے یعنے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ دور دراز ملکون کے لوگون کے دل مین میری جگہہ ہو وہ یہ فرض کرلیتا ہو کہ شاید کوئی ایسا سبب ہو کہ مین اپنے وطن سے اُن لوگون مین جا پڑون یا وہ لوگ اس ملک مین آجاوین اور اُنسے احتیاج استعانت کی ہو تو چونکہ یہ امر ممکن ہو اور حاجت دونی دور کے ملک والون سے ظاہر احتمال نہین تو ایسے لوگون کے دلون مین اپنی وقعت ہونے سے نفس کو کمال فرحت اور لذت ہوتی ہو کیونکہ آئندہ وہی خوف وہمی جاتا رہتا ہو۔ دوسرا سبب جو زیادہ قوی ہو وہ یہ ہو کہ روح ایک امر ربانی ہو جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے خود اُسکو اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا ہو ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی اور اُسکے ربانی ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ علوم مکاشفہ کے

اسرار دین سے ہی اسکے اظہار کی اجازت نہین اسواسطے کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظاہر نہین فرمایا مگر قبل اس امر کے جاننے کے یہ معلوم ہی کہ آدمی کے دل کو چار طرح کے صفات کی طرف رغبت ہوتی ہی اول صفات بہیمی کی طرف مثل خورد و نوش و جماع کے دوم صفات سبعی کی طرف جیسے مار پیٹ اور ایذا سوم صفات شیطانی کی طرف مثل مکر و فریب اور بہکانے کے چہارم صفات ربوبیت کی طرف جیسے کبر و عزت اور بڑائی اور طالب علو وغیرہ اور ان چارون کی طرف میل ہونا اسوجہ سے ہی کہ انسان چند اصول مختلف سے مرکب ہی جنکی تفصیل کی شرح کرنی طویل ہی سو جمال انسان اسوجہ سے کہ اسمین امر ربانی بھی ہی اپنی طبیعت سے ربوبیت پسند ہی اور ربوبیت کے معنے یہ ہین کہ کمال مین یکتا ہونا اور وجود مستقل مین یگانہ ہونا۔ اور چونکہ کمال اوصاف الٰہی مین سے ہی اسی جہت سے انسان کا بھی محبوب بالطبع ہی باقی رہا کمال ہونے کا وہ منحصر ہی وجود پر مثلاً آفتاب کا کمال اسی مین ہی کہ تنہا موجود ہی اگر اسکے ساتھ دوسرا آفتاب ہوتا تو اسکے حق مین نقصان ہوتا اسلیے کہ تو یہ نہ کہہ سکتے کہ کمال آفتاب ہونے مین یگانہ ہی اور وجود مین یگانہ خداے تعالیٰ ہی کہ اسکے ساتھ کوئی وجود سوا اسکے نہین بلکہ وجود ما سوا کا اسی کے آثار قدرت کا ایک نشان ہی ذات خود اسکو قیام نہین بلکہ اسلیے ہی کہ وجود اسکے باعث قائم ہی اسی جہت سے یہ نہین کہہ سکتے کہ ما سوا کا وجود خداے تعالیٰ کے وجود کی معیت رکھتا ہی اسلیے کہ معیت یعنے ایک ساتھ ہونا اس بات کو چاہتا ہی کہ دونون رتبہ مین مساوی ہون اور رتبہ مین مساوات ہونے سے کمال مین نقصان ہی کامل وہی ہی جسکا مثل رتبہ مین نہ پایا جاوے جیسے آفتاب کے تمام جہان مین چمکنے سے کچھ اسمین نقصان نہین بلکہ یہ امر داخل اسکے کمال مین ہی البتہ آفتاب کا نقصان دوسرے آفتاب کے موجود ہونے سے ہی جو اسکے رتبہ کے مساوی ہو اور اسکی کچھ پروا نہ رکھے اسیطرح وجود اشیا سے ما سوا اللہ کا گویا ایسا ہی جیسے کہ نور آفتاب کا وجود حقیقی سے ہو گویا کہ اپنے اپنے وقت پر جلوہ گر ہین کوئی اسکا سہیم و شریک نہین کہ اس سے مستغنی ہو سکے وجود حق چو آن نور از آفتاب است کہ ذرہ ذرہ ازو نوریاب است حاصل یہ کہ معنی ربوبیت کے یہ ہین کہ یگانہ ہونا وجود مین یعنی کمال مین اور ہر ایک انسان اپنی طبیعت سے یہ امر پسند کرتا ہی کہ کمال کے ساتھ یگانہ مین ہی ہو جاوے اسی لحاظ سے بعض مشائخ صوفیہ نے ارشاد فرمایا ہی کہ ہر ایک انسان کے باطن مین وہ بات موجود ہی جسکی تصریح فرعون نے اپنے قول انا ربکم الاعلیٰ سے کی تھی مگر یہ کہ اسکی مجال نہین پاتا یعنے منفرد بالکمال ہونے کو بھی چاہتا ہی مگر ہو نہین سکتا اور واقع مین جیسا اس بزرگ نے فرمایا ویسا ہی ہی اسی لیے کہ بندہ ہونا نفس پر شاق ہی اور ربوبیت طبعاً محبوب ہی کیونکہ منسوب ربانیت کی طرف ہی جسکا اشارہ آیہ کریمہ قل الروح من امر ربی مین ہی لیکن ازانجا کہ نفس منتہاے کمال کے حاصل کرنے سے عاجز ہی تو اسکی آرزو تب بھی کرتا رہتا ہی اور کمال کا متمنی و محب اور اس سے لذت پاتا رہتا ہی اور سواے آرزوے کمال کے اور کوئی وجہ لذت کی نہین غرضکہ جو موجود ہی وہ اپنی ذات کو اور اپنی ذات کے کمال کو پسند کرتا ہی اور مرنے کو جس سے فناے ذات یا فوت صفات کمال ذات سے متصور ہی ناپسند کرتا ہی۔ اور اگر یگانہ ہونا وجود مین نہ فرض کیا جاوے تب کمال اسطرح ہوگا کہ تمام موجودات پر غالب ہو اسلیے کہ زیادہ تر کمال انسان تو اسمین ہی کہ دوسرے شخصون کا وجود اس سے ہو اگر یہ نہو تو اتنا تو ہو کہ سب پر غالب ہو اسواسطے سب پر غالب ہونا انسان کو طبعاً محبوب ہی کیونکہ اسمین بھی ایک وجہ کا کمال پایا جاتا ہی کہ غلبہ اشیا پر جب ہوتا ہی جبکہ قدرت اُن مین تاثیر اور تغیر کی اپنے ارادے سے حاصل ہو کہ جسطرح چاہے الٹ پھیر کر سکے تو انسان کو یہ بات محبوب ہوئی کہ جو چیزین اسکے ساتھ موجود ہین سب پر اپنا غلبہ اور تصرف کرے لیکن ازانجا کہ موجودات کی تین قسمین ہین ایک تو ایسی ہین کہ جنمین کسی طرح کا تغیر نہین ہو سکتا مثل ذات و صفات الٰہی کے اور ایک ایسی ہین کہ تغیر ہو سکتا ہی لیکن خلق کا تصرف انپر نہین ہو سکتا جیسے آسمان اور ستارے اور فرشتے اور جن اور شیاطین اور پہاڑ اور سمندر اور جو چیزین انکے نیچے ہین تیسری قسم ایسی چیزین ہین جو بندے کے تصرف سے متغیر ہو سکتی ہین جیسے زمین کے اجزا اور معادن اور نباتات اور حیوانات اور اسی قسم مین سے آدمیون کے دل بھی ہین کہ قابل تاثیر و تغیر کے مثل اجسام

انسانوں کے ہیں یہیں جبکہ موجودات میں یہ تقسیم ہوئی کہ بعض میں تصرف انسانی کا دخل ہو جیسے زمین کے اشیا اور بعض اسکے تصرف سے خارج ہوں
جیسے ذات الٰہی اور آسمان و فرشتے تو انسان نے اس بات کو محبوب سمجھا کہ کل کائنات پر علم کی جہت سے مستولی ہونا چاہیے اور اسکے اسرار و دقائق
کو جاننا چاہیے کہ یہ بھی ایک طرح کا غلبہ ہی اسلیے کہ شے معلوم جب علم محیط ہوتا ہی وہ گویا کہ علم میں داخل ہو جاتی ہی اور عالم اُس علم پر حاوی ہونے
سے گویا غالب کہلاتا ہی اسی بنا پر انسان نے اس بات کو پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور آسمانوں اور ستاروں کو جانے تمام عجائبات دریا کی
اور عجائب پہاڑوں اور سمندروں کو پہچانے کہ انمیں ایک طرح کا استیلا پایا جاتا ہی جو ایک شعبہ کمال کی ہی اور اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص
اگر کسی صنعت عجیب سے عاجز ہو تو طریق صنعت ہی کا مشتاق بنے کہ کسی طرح اسکا طریق ہی معلوم ہو جاوے مثلاً اگر کسی کو شطرنج رکھنا نہ آتا
ہو تو وہ اس بات کا مشتاق ہوگا کہ اسکی چالیں ہی معلوم ہو جاویں یا یہ کہ کوئی صنعت عجیب ہندسہ کی خواہ شعبدہ یا جرثقیل وغیرہ کی دیکھی
اور جان لیا کہ [illegible] معلوم ہو جاوے کہ کیسی ہوتی ہی تو اگرچہ اس شخص کو اپنی عاجزی کا اس صنعت سے
رنج ہوگا لیکن اگر اسکا طریق ہی معلوم ہو جاویگا تو کمال علم سے لذت پاویگا یہی دوسری قسم یعنی انسان کے تصرف کو دخل ہونا زمین کی اشیا تو انسان کو
[illegible] اور قدرت سے مستولی ہو جاوے کہ جو چاہے کرے اور زمین کے اشیا کی دو قسمیں ہیں ایک اجسام دوسری ارواح اجسام جیسے
درہم اشرفی اور اسباب وغیرہ ان چیزوں میں یہ بات محبوب ہی کہ [illegible] جو چاہے [illegible] وغیرہ غرض انپر قدرت
[illegible] ہو اسلیے کہ قدرت کمال گنا جاتا ہی اور کمال صفات ربوبیت سے ہی جو انسان کو طبعاً محبوب ہی اسی جہت سے اموال کی محبت کرتا
ہی گو کھانے اور پہننے اور لباس اور شہوات نفس کے لیے انکا محتاج نہو اسیطرح لوگوں کو بھی اپنا غلام بنایا چاہتا ہی کہ انکے اجسام و اعضا پر تصرف و قدرت
ہو جاوے گو جبراً قہراً ہی ہو اور دل کی ملکیت بھی حاصل ہو کیونکہ دلوں کی تسخیر تو بدون اعتقاد کمال کے نہیں ہوتی یہ ضرور نہیں کہ لونڈی غلاموں کے دل
بھی آقا کی کمال کے معتقد ہوں الا قہر و جبر کا خیال البتہ دل میں رہتا ہی اسی سے اپنے اجسام سے اطاعت کرتے ہیں اور یہی دبدبہ اور
غلبہ اور قدرت حضرت انسان کو محبوب ہی۔ دوسری قسم آدمیوں کے نفس اور انکے دل ہیں کہ تمام روے زمین کی چیزوں میں نفس و
اعلیٰ ہیں انسان کو یہ محبوب ہی کہ انپر بھی غلبہ و قدرت ہو جاوے اس طرح کہ تمام قلوب مسخر ہو جاویں کہ اسکے ہی اشارہ اور ارادہ میں ہیں
اور [illegible] محبوب ہونے کی یہ ہی کہ انمیں کمال [illegible] مشہور ہی اور صفات ربوبیت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہی الا قلوب کی
تسخیر بدون محبت کے نہیں ہوتی اور دلوں میں محبت بدون اعتقاد کمال نہیں آتی اسلیے کہ کمال صفات الٰہی میں سے ہی اور صفات الٰہی
[illegible] انسان کو محبوب ہیں کہ ذات میں باقی اور پائی جاتی ہی اور امر باقی انسان میں بھی ہی اور وہ ایسی شی ہی کہ موت سے
فنا نہیں ہوتا کیونکہ وہی محل ایمان اور معرفت ہی اور وہی دیدار خدا تک پہنچانے والی اور دیدار کی طرف سعی بھی اُسی
[illegible] سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنی دلوں کا مسخر ہونا ہی اور جس کسی کی تسخیر دل آجاتی ہیں اُسپر انکو استیلا و قدرت ہو جاتی ہی اور استیلا
و قدرت کمال میں داخل ہی کہ صفات ربوبیت سے ہی پس معلوم ہوا کہ دل کو کمال علم و قدرت طبعاً محبوب ہی اور مال و جاہ اسباب قدرت میں سے
ہیں اور چونکہ معلومات اور مقدورات کی کچھ انتہا نہیں تو جب تک کوئی چیز علم و قدرت سے خارج رہیگی تب تک شوق کو تسکین نہوگی اور
نقصان [illegible] باقی رہیگا اسی لیے حدیث مذکورہ بالا میں وارد ہی کہ منہومان لا یشبعان غرضکہ ہر ایک دل کا مطلوب کمال ہی اور کمال
علم و قدرت سے [illegible] ہی اور اسکے درجات کا فرق لا انتہا ہی پس ہر ایک انسان اسیقدر خوشی اور لذت پاتا ہی جسقدر کہ اسکو کمال
[illegible] علم و مال اور جاہ محبوب ہیں اور ظاہر ہی کہ یہ وجہ دوسری ہی چیز ہی وجہ اول یعنی ذریعہ قضاے شہوات ہونا
مال و جاہ کا [illegible] اسلیے کہ شوق حصول علم و مال و جاہ باوجود شہوات کے ساقط ہو جانے کے بھی باقی رہتا ہی بلکہ انسان ایسے علوم
سے محبت رکھتا ہی جنسے [illegible] حصول اغراض کی نہو بلکہ کبھی عجائب اور مشکلات کے جاننے میں طبیعت ایسی مصروف ہوتی ہی کہ تمام اغراض

و شہوات سے دست بردار ہو جاتا ہے اسواسطے کہ علم شے میں معلوم پر استیلا پایا جاتا ہے جو من جملہ کمال ہے اور صفات ربوبیت میں سے ہو تو بالطبع
محبوب ہوتی ہیں لیکن علم و قدرت کے کمال حاصل کرنے میں غلطی بھی واقع ہوتی ہے جسکا بیان بہت ضروری ہے

چھٹا بیان کمال حقیقی اور کمال وہمی بے اصل کا ذکر۔ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ بعد فنا ہو سکنے کے سوائے ذات الوجود کے کوئی کمال
علم و قدرت کے کمال کے برابر نہیں اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کمال حقیقی علم و قدرت میں کمال وہمی سے ملا جلا ہے اور اسکو اسطرح سمجھنا چاہیے
کہ کمال علم کا سوائے خدا تعالے کے اور کسی کو نہیں اور اسکی تین وجہیں ہیں اول تو کثرت معلومات کے باعث کہ خداوند کریم کا علم سب
معلومات پر محیط ہے اس بنا پر جتنا کسی بندے کو معلومات زیادہ ہونگے اتنا ہی خدا سے قریب ہوگا دوسری معلوم چیز کی اصل حقیقت کے
دریافت کرنے کے باعث کہ خداوند کریم کے علم کے سامنے سب معلومات کی اصل حقیقت کامل طور پر واضح ہے پس اگر کسی بندے کا علم بھی
اسی صفت پر ہو کہ اشیا کی حقیقت اسطرح پر وہ ہو صدق و یقین و وضوح کیساتھ مفصل جانے وہ خدا سے تعالے سے قریب
ہوگا تیسری علم کی پائداری و بقا ہمیشگی کے باعث کہ ابدالآباد تک تبدیل و زوال کو اسمین دخل نہو خدا تعالے کا علم ایسا قائم و باقی
ہو کہ اسمین محال تغیر و تبدیل کی نہیں ہیں اگر بندے کے علم میں کچھ تغیر و تبدیل واقع نہ ہو تو وہ خدا سے تعالے سے قریب ہوگا پھر
معلومات کی دو قسمیں ہیں ایک تو متغیر ہونے والی اور ایک ازلی متغیرات کی مثال یہ ہو کہ مثلاً اس بات کو جانا کہ زید گھر میں ہو
پس ہو سکتا ہو کہ زید گھر میں سے چلا جاوے اور علم اسکے گھر میں ہونے کا موجود ہو اس صورت میں وہ علم جہل ہو جاویگا اور
باعث نقصان ہوگا نہ باعث کمال پس چیزوں کے حالات میں انقلاب ہو اگر انکو کسی خاص حال پر اعتقاد کر لوگے تو جہل
مرکب در پیش ہوگے کہ اپنے کمال کو نقصان سے بدل ڈالا اور علم کو جہل سے اسی میں داخل ہیں تمام جہان کے متغیرات مثلاً کسی
پہاڑ کے ارتفاع کو جاننا اور جو پیمائش زمین اور شہروں کے اور فاصلہ انکے درمیان کا اور دوسری چیزیں جو مسالک و ممالک
کے بیان میں مذکور ہوتی ہیں اسیطرح علم لغت کو سمجھنا چاہیے کہ لغت بھی اصطلاح کا نام ہے جب مدت گزر جاتی ہے اور لوگوں کی
بدل جاتی ہیں تو اصطلاحات میں تبدیل ہو جاتی ہے غرضکہ یہ علوم ایسے ہیں کہ انکے معلومات مثل پارہ کے ہیں کہ ایک حال سے
دوسرے حال پر بدلتے رہتے ہیں تو ایسے علوم میں گو سردست کمال ہو مگر ایسا کمال نہیں جو ہمیشہ باقی رہے۔ دوسری قسم
معلومات ازلی ہیں مثلاً جائز ہونا ممکن اشیا کا واجب ہونا واجبات کا اور محال ہونا محال چیزوں کا یہ معلومات ازلی ہیں کبھی
نہیں بدلتے مثلاً محال ہو کہ واجب کبھی ممکن ہو جاوے یا ممکن چیز محال ہو یا محال واجب ہو جاوے یہ اقسام داخل ہیں خدا کی
معرفت میں اور جو اشیا کہ اسکے لیے واجب ہیں اور جو چیزیں کہ اسکے صفات میں محال ہیں اور اسکے افعال میں جائز ہیں تو
اللہ تعالے اور اسکے صفات اور افعال کا علم اور اسکی حکمت کا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور جو ترتیب کہ اسنے دنیا و آخرت
میں رکھی ہے اور اسکے متعلقات کا علم کمال حقیقی ہے کہ جو اس سے متصف ہوگا وہ خدا سے تعالے سے قریب ہوگا اور یہ کمال
نفس کے لیے بعد موت بھی رہیگا اور یہ معرفت عارفین کے لیے مرنے کے بعد نور بنیگی جیسی میں ایدیہم و بایمانہم یقولون ربنا اتمم لنا
نورنا یعنے یہ معرفت ایسا راس المال ہو جائیگی کہ اسکے ذریعہ سے جو چیز دنیا میں معلوم نہوئی تھی وہ معلوم ہو جاویگی جیسے کسی کے پاس
ایک چراغ دھندلا سا ہو تو ہو سکتا ہو کہ اس سے دوسرا چراغ روشن کرکے نور کو زیادہ خواہ کامل کر لے اور جسکے پاس سرے سے چراغ ہی نہو
اسکو یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح جسکو اصل معرفت نہیں اسکو اس نور کی طمع نہیں ہو سکتی وہ ایسا ہوگا کہ مثل انکے الظلمات لیس
بخارج منہا بلکہ اسکی تاریکی کی یہ مثال ہو گی کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اس سے
معلوم ہوا کہ سعادت صرف معرفت الٰہی میں ہے اور دوسری چیزوں کی معرفت کا حال یہ ہو کہ بعض میں تو کچھ فائدہ ہی نہیں جیسے شعر

کی معرفت اور عرب کے نسب کا حال وغیرہ اور بعض ایسی اشیا ہین کہ انسے معرفت الٰہی مین اعانت ہوتی ہے جیسے لغت عربی کی معرفت اور تفسیر و فقہ و حدیث کی معرفت کہ لغت کی معرفت سے تفسیر قرآن مجید کے جاننے پر اعانت ہوتی ہے اور علم تفسیر سے قرآن مجید کے مضامین اور کیفیت عبادات اور اعمال کی جنسے تزکیہ نفس ہوتا ہے معلوم ہوتی ہے اور طریق تزکیہ نفس کے جاننے سے لیاقت حصول معرفت الٰہی ہوتی ہے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے قد افلح من زکّیہا اور فرمایا والّذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا پس یہ سب چیزین گویا کہ ذریعہ ہین واسطے ثبوت معرفت الٰہی کے ہر چند کہ کمال خدا کی معرفت اور اُسکے صفات و افعال کی معرفت مین ہے مگر اسی مین یہ بھی شامل ہے کہ موجودات کی معرفت حاصل ہو اسلیے کہ موجودات سب کے سب اُسکے افعال مین سے ہین پس جو شخص کہ موجودات کو اس اعتبار سے معلوم کریگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال مین سے ہین اور اُسی کی قدرت اور ارادہ اور حکمت کے ساتھ مرتبط ہین تو یہ جاننا بھی ضمیمہ معرفت الٰہی مین سے ہوگا۔ یہ حکم کمال علم کا ہے جو ہمنے بیان کیا اگرچہ مناسب احکام جاہ وریا کے نہ تھا الا چونکہ کلام کو پورا ذکر کرنا منظور ہے اسلیے بیان کیا گیا۔ باقی رہا کمال قدرت پس بندے کو اسمین کمال حقیقی نہین البتہ بندے کو علم حقیقی ہے قدرت حقیقی نہین قدرت حقیقی صرف خدا سے تعالیٰ ہی کو ہے اور اشیا مین جو اثر بندے کی قدرت و ارادہ کا ظاہر ہوتا ہے یہ بھی خداے تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے جیسا کہ ہمنے باب صبر و شکر اور باب توحید و توکل اور اور جگہون مین جلد چہارم سے ثابت کیا ہے خلاصہ یہ کہ کمال علم آدمی کے ساتھ بعد موت بھی باقی رہتا ہے اور اُسکو خدا تک پہونچاتا ہے مگر کمال قدرت مین ہم کوئی کمال بجہت قدرت نہین جانتے البتہ قوے کی قدرت کمال علم کا وسیلہ ہین مثلاً تندرستی اور ہاتھ مین قوت گرفت کا ہونا اور پاؤن مین قوت رفتار کا ہونا اور حواس مین قوت ادراک کا ہونا یہ سب ذریعہ اس بات کے ہین کہ کمال حقیقی علم کا اُنسے حاصل ہو سکے اور بعض اوقات ان قوے کے پورا ہونے کے واسطے حاجت مال و جاہ کی قدرت کی ہوتی ہے تاکہ اُسکے سبب خورد و نوش و لباس و مسکن مل سکے اور ظاہر ہے کہ ان اشیا کے لیے ایک مقدار معین ہے پس اگر مال کو معرفت الٰہی تک پہونچنے کے لیے صرف نہ کریگا تو اسمین یقیناً کچھ خیر نہین صرف سر دست کی لذت حاصل ہوگی جو عنقریب فنا ہو جاویگی اور جو شخص اسی لذت کو کمال جانتا ہے وہ جاہل ہے مگر تمام خلقت اسی جہالت کے دام مین گرفتار ہے لوگ یہی تصور کرتے ہین کہ بہت سے اجسام پر قدرت و دبدبہ ہونی اور اموال سے تونگری ہونی اور لوگون کے دلون مین بباعث جاہ کے اپنی عظمت ہونی اسی کا نام کمال ہے جب یہ اعتقاد دل مین کر لیتے ہین تو اسی بات کو محبوب جانتے ہین اور اُسی کے طالب ہوتے ہین اور طلب مین ہمہ تن مشغول ہو کر تباہ ہوتے ہین کمال حقیقی جو موجب اُنکے قرب اللہ اور فرشتون سے قریب کرتا ہے اُس سے بالکل غافل ہین اور وہ کمال حقیقی علم اور حریت کا ہے کمال علم تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ معرفت الٰہی کا نام ہے اور حریت یعنی آزادی سے غرض قید شہوات اور دنیا کے تردداتسے آزاد ہونے سے ہے جسمین فرشتون کی مشابہت پائی جاتی ہے کہ اُنکو نہ شہوات ٹلا سکتی ہین نہ غضب دیوانہ کر سکتا ہے غرضکہ دور کرنا آثار شہوت و غضب کا نفس سے وہ کمال ہے جو صفات ملائکہ مین داخل ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی سی صفت کمالی خداوند پاک کی متغیر ہو سکے یا اُسپر کوئی شے اثر کر سکے پس جو شخص کہ تغیر اور عوارض کے تاثر سے بعید ہوگا وہی اللہ سے قریب ہوگا اور فرشتون سے مشابہ اور خداے تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ بھی وہی ہوگا اور یہ کمال کمال علم و قدرت سے علاوہ تیسرا ہے اور ہمنے اسکو اسوجہ سے اوپر نہین بیان کیا کہ واقع مین اس کمال کا مآل نقصان کے نہونے کی طرف رجوع کرتا ہے اسلیے کہ بدل جانا بھی ایک نقصان ہے کیونکہ تغیر اُسی کو کہتے ہین کہ جو صفت پہلے سے موجود تھی وہ جاتی رہی اور جاتا رہنا ذات کے لیے بھی نقصان ہے اور جو صفات کمالی ذات کی ہین اُنکے لیے بھی نقصان ہے باین لحاظ اگر شہوات سے نہ بدلنے اور اُنکی نافرمانی کرنے کو جدا کمال قرار دین تو کمالات تین ہوتے ہین اوّل کمال علم دوّم کمال حریت یعنے شہوات کا غلام نہونا اور اسبابِ

[illegible] ۱۲

[illegible]

دنیوی کا نہ چاہنا سوم کمال قدرت - اور بندہ کو کمال علم اور کمال حریت کے حاصل کرنے کا طریق تو ملسکتا ہے مگر تیسری قسم کمال قدرت کے حاصل کرنے کا طریق نہین ملسکتا کہ یہ کمال بھی بعد موت باقی رہے اسلیے کہ قدرت اموال پر خواہ اجسام پر جو قلوب و ابدان کی تسخیر سے ہوتی ہے موت پر جاتی رہتی ہے اور معرفت اور آزادی موت سے فنا نہین ہوتین بلکہ باقی رہتی ہین اور وسیلہ قرب الٰہی ہوتی ہین مقام غور ہے کہ جاہل کسطرح اندھے ہو کر معاملہ بالعکس کرتے ہین کہ مال وجاہ سے کمال قدرت کے طالب ہین جو فانی شے ہے اور کسی طرح اسکو بقا نہین اور کمال علم و کمال حریت سے بالکل منہ پھیر لیا ہے اور یہ دونون ایسے ہین کہ اگر نصیب ہو جاوین تو ابد الآباد تک منقطع نہون یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہین اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون ان لوگون نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہ سمجھا کہ فرماتا ہے المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر املا باقیات صالحات علم و حریت ہین کہ نفس مین ہمیشہ کو رہینگے اور مال وجاہ تو چند روز کے بعد فنا ہو جاوینگے انکی مثال اس آیت مین مذکور ہے انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام حتی اذا اخذت الارض زخرفہا وازینت وظن اہلہا انہم قادرون علیہا اتاہا امرنا لیلا او نہارا فجعلناہا حصیدا کان لم تغن بالامس کذلک نفصل الآیات لقوم یتفکرون اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا واضرب لہم مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح ہشیما تذروہ الریاح وکان اللہ علی کل شئ مقتدرا اور یہ جو چیزین کہ موت کے سبب سے فنا ہو جاتی ہین وہ زندگی کے مزے ہین اور جن چیزون کو موت کا صدمہ نہین ہوتا اور اس سے فنا نہین ہوتے وہ باقیات صالحات ہین اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مال وجاہ سے کمال قدرت کو کمال سمجھنا امر ظنی اور خیال ہے جو کوئی اسکی طلب مین اپنی عمر ضائع کرے اور اسی کو مقصود اصلی جانے وہ جاہل ہے کیا خوب کہا ہے کسی کہنے والے نے ع [illegible] جمع کیا وہ ہاتھ سے پیاسے جاتے ہین یعنی مال اسلیے جمع کیا تھا کہ مفلس نہونگے مگر وقت مرگ محتاج اور خالی ہاتھ ہی جاتے ہین ہان جو شخص انکو بقدر ضرورت جس سے کمال حقیقی تک پہونچنے کا ذریعہ ہون حاصل کرینگے وہ ہین سے رہینگے خدا تعالیٰ ہمکو بھی ایسی ہی توفیق و ہدایت عنایت کرے -

ساتوان بیان اس امر مین کہ جاہ کی کونسی محبت اچھی ہے اور کونسی بری - جب یہ معلوم ہو چکا کہ جاہ کے معنی دلون کی مالکیت اور انپر قدرت ہونے کے ہین تو جاننا چاہیے کہ اسکا حکم بھی ملکیت اموال کا سا ہے اسلیے کہ جاہ بھی ایک عرض دنیاوی اغراض مین سے ہے موت پر منقطع ہو جاتا ہے اور از آنجا کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ واقع ہے تو جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اس سے زاد آخرت حاصل کرنا ممکن ہے پس جسطرح تھوڑا مال خورد و نوش و لباس کے لیے ضروری ہے اسی طرح تھوڑا سا جاہ بھی خلق کے ساتھ معیشت کے لیے ضروری ہے اور جیسے کہ خوراک امر لابدی ہے اور جائز ہے کہ بمقدار ضرورت کو اس سے خواہ اس مال کو جس سے خوراک خریدی جاوے محبوب جانے اسیطرح حاجت ایک خادم کی جو خدمت کرے اور ایک رفیق کی جو اعانت کرے اور ایک استاد کی جو راہ بتاوے اور ایک حاکم کی جو بدون کی شرارت و ظلم سے بچاوے ضروری ہے پس اسباب کو محبوب جاننا اسلیے کہ خادم کے دل مین میری ایسی وقعت ہو کہ وہ خدمتگزاری کیے جاوے یا رفیق کے دل مین ایسی منزلت ہو کہ وہ اعانت سے باز نہ رہے یا استاد کے دل مین ایسی جگہ ہو کہ جس سے راہ اچھی طرح بتاوے یا حاکم کے دل مین ایسی عزت ہو کہ وہ شرارت کے دفع پر آمادہ ہو جاوے یہ مذموم نہین اسلیے کہ جاہ بھی ایک ذریعہ اغراض کا مثل مال کے ہے دونون مین کچھ فرق نہین - ہان تحقیق اس باب مین یہ ہے کہ خود مال اور جاہ کو محبوب نہ جانے بلکہ انکی محبت کو ایسا سمجھے جیسا کسی کے گھر مین پاخانہ ہو اور قضائے حاجت کی جہت سے اس پاخانے کا ہونا پسند کرتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ اگر مجھے حاجت براز کی نہ رہے تو اس پاخانے سے بھی کچھ سروکار نہ رہے پس ایسا شخص واقع

[illegible]

[illegible]

مین پاخانے سے محبت رکھنے والا نہ گنا جاویگا بلکہ جو شے محبوب تک پہونچنے کا ذریعہ ہوتی ہو وہان محبت صرف مقصود اصلی ہی سے ہوتی ہو ذریعہ سے صرف ذریعہ ہونے کی محبت ہوتی ہو فقط اب اسکو ایک مثال سے سمجھا دیتے ہین مثلاً ایک شخص اپنی منکوحہ سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہو کہ وقت ضرورت اس سے صحبت کرتا ہو جسطرح پاخانے کو قضاے حاجت کے لیے اچھا سمجھتا ہو اور اگر اسکو ضرورت شہوت داعی نہو تو منکوحہ کو طلاق دے دے جیسے حاجت براز نہونے سے پاخانے مین نہ جاتا ہو اور بعض اوقات منکوحہ کو خود چاہتا ہو اور اسکی صورت پر فریفتہ رہتا ہو یہانتک کہ اگر کبھی اتفاق صحبت نہو تاہم اسکو نکاح سے باہر کرنا نہین چاہتا تو اس دوسری قسم کو محبت کہتے ہین اول قسم داخل محبت نہین علی ہذا القیاس جاہ و مال کا حال ہو کہ اگر انکے ساتھ اسوجہ سے محبت ہو کہ انسے اغراض بدن حاصل ہوتے ہین تو کچھ برائی نہین اور اگر خود انہین سے محبت ہو اس سے کچھ غرض نہین کہ یہ ذریعہ اغراض ہین یا نہین یا مقدار ضرورت سے زائد کو مثلاً محبوب جانے تو مذموم ہو لیکن ایسا شخص جو خود مال و جاہ سے محبت رکھتا ہو فاسق اور عاصی نہوگا جبتک کہ اس محبت کے باعث کسی گناہ کا مرتکب نہو یا مال و جاہ کے حاصل کرنے کے لیے مکر و فریب و جھوٹ وغیرہ کو ذریعہ نہ بناوے یا انکے حصول کے لیے کسی عبادت کو وسیلہ ٹھہراوے کیونکہ عبادت سے مال و جاہ پیدا کرنا دینی گناہ اور حرام ہو اور مآل ریا کا بھی وہی ہو جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ باقی رہی یہ بات کہ خادم و رفیق و استاد و حاکم کے دلون مین جگہ کرنے کی کوئی مقدار ہو یا جسقدر چاہے اسقدر کسکا انکو معتقد کرلے تو اسکی تشریح یہ ہو کہ دوسرے شخص کو معتقد کرنا تین طرح پر ہو دو صورتین تو مباح ہین اور ایک ممنوع جو صورت کہ ممنوع ہو وہ یہ ہو کہ انکو ایسی صفت کا معتقد کرے جو اپنے آپ مین نہو مثلاً انکو اس بات کا معتقد کرے کہ مین عالم یا پرہیزگار یا سید ہون حالانکہ ایسا نہین تو یہ حرام ہو اسلیے کہ دروغ اور دھوکا دینا ہو خواہ قول مین یا معاملہ مین۔ اور مباح صورتون مین سے ایک یہ ہو کہ جس صفت کیساتھ خود متصف ہو اسی رتبہ کا خواہان ہو مثلاً حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے حاکم مصر سے فرمایا تھا اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم آپ حاکم کے دل مین اس بات کے خواہان ہوے کہ مین حفیظ و علیم ہون اور ایسے شخص کی اسکو ضرورت بھی تھی اور یہ قول آپ کا درست اور صادق تھا۔ دوسری صورت یہ ہو کہ اپنے کسی عیب یا گناہ کو مخفی رکھنا کہ جس سے دوسرے کی نظرون مین نہ گر جاوے یہ بھی مباح ہو کیونکہ گناہ کا مخفی رکھنا جائز ہو پردہ دری اور بری بات کو علانیہ کہنا جائز نہین علاوہ ازین اسمین کچھ دھوکا دینا نہین بلکہ جس چیز کے جاننے سے کچھ فائدہ نہو اسکی اطلاع نہ کرنی ہو مثلاً ایک شخص شراب خوار ہو مگر حاکم سے نہین کہتا کہ مین شراب پیتا ہون نہ یہ اظہار کرتا ہو کہ مین پرہیزگار ہون کیونکہ اگر پرہیزگار ظاہر کریگا تو صریح جھوٹ اور فریب دہی ہوگی صرف شراب خواری کا اقرار نہ کرنے سے یہ ضرور نہین کہ حاکم اسکی پرہیزگاری کا اعتقاد کرلے بلکہ اتنا ہو کہ اسکو اسکی شراب خواری کا علم نہوگا۔ اور یہ امر بھی منجملہ ممنوعات ہو کہ دوسرے کے سامنے نماز بہت اچھی طرح پڑھے تاکہ وہ خوب معتقد ہو جاوے اسلیے کہ یہ سراسر ریا اور فریب دہی ہو کہ وہ تو یہ جانے کہ میان صاحب بہت اخلاص اور خشوع خدا کے ساتھ رکھتے ہین حالانکہ انکا فعل محض ریا ہو پس اسطور سے جاہ کا طلب کرنا حرام ہو اور اسی طرح مال کا پیدا کرنا بھی ناجائز ہو دونون مین کچھ فرق نہین اور جسطرح کہ دوسرے کا مال مکر و فریب سے مفت یا کسی چیز کے عوض مین لے لینا ناجائز ہو اسی طرح دوسرے کے دل کا بھی مکر و فریب سے مالک ہونا ناجائز ہو کیونکہ دلون کی ملکیت بنسبت مال کی ملکیت کے بڑھ کر ہو

آٹھوان بیان اس باب مین کہ نفس کو اپنی مدح و ثنا کی محبت اور خوشی کس سبب سے ہو اور ہجو سے نفرت اور بغض کسوجہ سے — جاننا چاہیے کہ قلب کو جو مدح سے خوشی اور لذت ہوتی ہو اسکے چار سبب ہین سبب اول جو سب مین زیادہ قوی ہو یہ ہو کہ مدح کے باعث نفس یہ جانتا ہو کہ مین صاحب کمال ہون اور چونکہ سبب مذکور کہ بالا کمال ایک محبوب چیز ہو

[illegible]

تو جب نفس کو اپنے کمال کی واقفیت ہوتی ہے خواہ مخواہ خوشی اور لذت پاتا ہے اور مدح سے ممدوح کے نفس کو اپنے کمال کا شعور ہو ہی جاتا ہے اسلیئے کہ جس وصف سے تعریف کیجاتی ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ظاہر ہوتا ہے یا مشکوک اگر وصف مذکور ظاہر اور محسوس ہے تب تو لذت کم ہوتی ہے جیسے کسی کی تعریف میں کہیں کہ قد کا اونچا اور رنگ کا سفید ہے تو ہر چند یہ ایک طرح کا کمال ہے مگر نفس اس سے غافل رہتا ہے اسی جہت سے اسکی چنداں لذت بھی نہیں مگر دوسرے کے جتانے سے جب اس کمال کا شعور ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ لذت حاصل ہوتی ہے اور اگر وصف مذکور ایسی چیزوں میں سے ہے جنمیں شک کو مجال ہے تو اس سے لذت بہت زیادہ ہوتی ہے مثلاً کسی کی تعریف کمال علم اور کمال ورع یا حسن مطلق سے کریں کہ یہ اوصاف ایسے ہیں کہ آدمی کو اکثر ان میں شک ہوتا ہے کہ میرا حسن یا علم یا ورع کامل ہے یا نہیں اور اس بات کا مشتاق ہوتا ہے کہ کسی طرح یہ شک اسکا جاوے اور یقیناً معلوم ہو جاوے کہ میں اس وصف میں بے نظیر ہوں تاکہ اطمینان ہو اور پھر اس وصف کے حاصل کرنے کی مشقت نہ کرنی پڑے پس جبکہ دوسرے کی زبان سے اپنے آپ میں وہ کمال سنتا ہے تو دل کو تسکین ہوتی ہے اور اپنے کمال پر وثوق ہو جاتا ہے اور نہایت لذت حاصل ہوتی ہے اور اسی سبب سے زیادہ تر لذت اس وقت ہوتی ہے جب مدح و ثنا کوئی ایسا شخص کرے جو اسطرح کے صفات سے واقف ہو اور کلام کبھی بے تحقیق اور بیہودہ نہ کرتا ہو مثلاً کوئی استاد اپنے کسی شاگرد کی ثنا کرے کہ تم بڑے ذکی اور دانا اور فاضل ہو تو اس سے شاگرد کو نہایت خوشی ہوتی ہے اور اگر کوئی بیہودہ اور واہی آدمی اسطرح کی ثنا کرے تو لذت کم ہوتی ہے اور ہجو اور مذمت کے برا معلوم ہونیکا یہی سبب ہے کہ نفس کو اپنے نقصان کا شعور ہوتا ہے اور چونکہ نقصان کمال کی ضد ہے اور کمال محبوب ہوتا ہے تو بالضرور نقصان برا معلوم ہوگا اور جب اس پر اطلاع ہوگی یہی رنج معلوم ہوگا خصوصاً اسوقت کہ کوئی دانا بینا معتمد آدمی مذمت کرے جیسا کہ مدح میں بیان ہوا - دوسرا سبب یہ ہے کہ مدح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کرنیوالے کا دل ممدوح کا مملوک اور مسخر اور معتقد ہے اور دل کی مالکیت بہر صورت آدمی کو پسند ہے جب یہ معلوم ہوگا کہ مادح میرا معتقد اور اسکا دل میری حشمت کے تابع ہے جب بھی لذت حاصل ہوگی خصوصاً جبکہ ایسا شخص تعریف کرے کہ اسکی قدرت زیادہ اور اسکے دل لینے سے کام زیادہ نکلے تو اور بھی زیادہ خوشی اور لذت ہوگی مثلاً حکام اور اکابر کے دل کی تسخیر سے - اور یہ لذت کم ہوتی ہے اگر کوئی ادنی شخص تعریف کرے تو ذلیل ہو اسلیئے کہ اگر ایسے بیقدر کے دل کا مالک بھی ہوا تو کیا ہے ایک حقیر چیز ملکیت میں آئی اور ایسے کی تعریف ممدوح میں قدرت ناقص کا اظہار کرتی ہے اور اسی وجہ سے ہجو کو بھی برا جانتا ہے اور دل پر صدمہ ہوتا ہے اور جب کوئی اکابر میں سے ہجو کرتا ہے تو اور زیادہ رنج ہوتا ہے کہ اس صورت میں بڑا اتلاف ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ ایک شخص کا تعریف کرنا اس لذت کا موجب ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا دل بھی اپنا معتقد ہو جاوے خصوصاً جبکہ ایسا شخص تعریف کرے جسکے قول پر سب لوگ بھروسا کرتے ہوں اور اسکا اعتبار کرتے ہوں مگر اس میں یہ شرط ہے کہ تعریف لوگوں کے سامنے ہو پس جسقدر جمعیت زیادہ ہوگی اور تعریف کرنیوالا لائق ہوگا اتنی ہی زیادہ ہوگا مثلاً سر مجلس یا حاکم ثنا کریگا تو تعریف نہایت لذیذ معلوم ہوگی اور برائی اسکے برعکس نہایت شاق گذریگی - چوتھا سبب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح صاحب حشمت و رعب ہے کہ مادح اسکی ثنا میں رطب اللسان ہونے کو مضطر ہے خواہ برغبت دل یا بزور دباؤ - اور دباؤ بھی آدمی کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے میں ایک طرح کا غلبہ پایا جاتا ہے اور چونکہ مادح خواہ مخواہ تعریف کرنے پر مضطر ہے اور اسکے اضطرار سے ایک طرح کا غلبہ اور قدرت ممدوح کی معلوم ہوتی ہے اسی جہت سے ممدوح کو اس تعریف سے لذت ہوتی ہے گو تعریف کرنیوالا دل میں ان اوصاف کا ممدوح کے لیے معتقد نہ ہو - اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر مادح قوی اور تواضع سے منکر ہوگا اسیقدر اسکی ثنا سے ممدوح کو لذت زیادہ ہوگی - اب اگر یہ چاروں اسباب ایک ہی تعریف کرنیوالے کی تعریف میں جمع ہو جاویں تو ظاہر ہے کہ نہایت درجہ کی لذت ہوگی اور اگر متفرق ہوں تو اسی قدر لذت بھی کم ہوگی - پہلا سبب یعنی

اپنے کمال پر واقف ہونا یہ تو اس طرح دفع ہو سکتا ہو کہ ممدوح یہ جان لے کہ مادح اس قول مین سچا نہین مثلاً کسی شخص نے کسی کی تعریف کی کہ تم بڑے شریف یا سخی یا عالم خواہ پرہیزگار ہو اور ممدوح نے جان لیا کہ مجھ مین ان باتون مین سے کوئی بھی نہین تو وہ لذت جو نفس کو کمال جاننے سے ہوتی وہ تو جاتی رہیگی اور باقی سببون کی لذتین باقی رہینگی اب اگر یہ جان لے کہ مادح صرف زبان کے دل سے کہتا ہو اور اپنے قول کا معتقد نہین اور ہین اس صفت سے خالی ہون تو دوسرے سبب یعنی ملکیت دل سے جو لذت ہوتی وہ بھی نہو گی اور تیسرے سبب کی لذت تو اسی دوسرے کے تابع ہو وہ بطریق اولے نہو گی صرف چوتھی وجہ کی لذت یعنی باعث حشمت ممدوح مضطر ہونا مادح کا مدح و ثنا مین سو اسکا علاج یہ ہو کہ یون سمجھے کہ تعریف کرنے والا میری خوف سے ثنا نہین کرتا بلکہ مجکو بنا تا ہو اور یہ تصور ایسا ہو کہ اسکے بعد کوئی لذت باقی نہین رہتی اسلیے کہ کوئی سبب لذت کا نہین رہتا یہ بیان سشرح نفس کے خوش ہونے اور لذت پانے کا مدح سے اور صدمہ اٹھانیکا مذمت سے ہو اور ہمنے اسکو اسلیے ذکر کیا کہ آدمی کو علاج محبت جاہ اور مدح کی محبت اور مذمت کے رنج کا معلوم ہو جاوے کیونکہ جس چیز کا سبب نہین معلوم ہوتا اسکا علاج ممکن نہین اسلیے کہ علاج اسیکا نام ہو کہ مرض کے اسباب باطل کیے جاوین

نوان بیان محبت جاہ کے علاج مین - واضح ہو کہ جس شخص کے دل پر محبت جاہ چھا جاتی ہو وہ تمام ہمت اسی بات مین مصروف رہتا ہو کہ خلق کی مراعات نہ چھوٹے انسے دوستی پیدا ہو انکین کی نمایش مقصود ہو اپنے افعال و اقوال و اعمال مین ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ جس سے خلق مین میرا مرتبہ بڑھے اور واقع مین یہ امر نفاق کا تخم اور فساد کی جڑ ہی ہوتے عبادات مین سستی آنے لگتی ہو اور ریا کو دخل ہوتا ہو اور دلون کے راغب کرنے کے لیے منہیات مین مبتلا ہو جاتا ہو اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرف اور مال کی محبت کو اور انسے دین کے جاتے رہنے کو دو بھیڑیون نقصان کرنے والون سے مشابہت دی جیسا کہ اوپر گذرا اور نیز فرمایا کہ حب الشرف والمال ینبتان النفاق کما ینبت الماء البقل اسلیے کہ نفاق اسی کا نام ہو کہ ظاہر آدمی قول اور فعل مین اسکے باطن کے مخالف ہو پس جو شخص کہ لوگون کے دلون مین اپنے رتبہ کا خواہان ہو وہ ضرور انسے نفاق پیش آویگا اور تکلف عمدہ خصلتین انکے سامنے ظاہر کریگا حالانکہ وہ انسے خالی اسی کا نام نفاق ہو اس سے معلوم ہوا کہ محبت جاہ کی مہلکات مین سے ہو اسی لیے اسکا علاج بھی واجب ہو اور اسکا دور کرنا دل سے بس لازم کیونکہ یہ مرض ایسا ہو کہ دل کی سرشت مین داخل ہو جیسا کہ مال کی محبت امر جبلی ہو پس محبت جاہ کا علاج مرکب ہو دونون سے علم اور عمل - علمی علاج تو یہ ہو کہ جس سبب سے جاہ کو محبوب جانتا ہو اسکو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سبب یہ ہو کہ لوگون کے اجسام اور قلوب پر کمال قدرت حاصل ہو اور پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر یہ بات آدمی کو میسر بھی ہو جاوے تو انتہا اسکی موت ہو یہ بات باقیات صالحات سے نہین بلکہ اگر مشرق سے مغرب تک سب لوگ ایک شخص کو سجدہ کرنے لگین اور پچاس برس تک تمام روے زمین کے لوگ اسکے لیے اسی حال پر رہین تب بھی نہ سجدہ کرنیوالے رہینگے نہ وہ خود رہیگا بلکہ اسکا حال ایسا ہی ہو گا جیسے اور عظیم الشان صاحب جاہ لوگ زمین کے پیوند ہو گئے اور انکے سامنے جو لوگ ذلیل و منقاد بنے رہتے تھے وہ بھی فنا ہو گئے تو ایسے امر فانی کے لیے نہین چاہیے کہ اپنے دین کو جسمین حیات ابدی ہو اور کبھی علیحدگی نہین چھوڑ دیا جاوے اور جس شخص نے کمال حقیقی اور دینی کو سمجھ لیا اسکی آنکھون مین جاہ حقیر ہو جاتا ہو مگر اسکے لیے اسی شخص کی بینائی کام کرتی ہو جو آخرت کو حاضر اور سامنے دیکھتا ہو اور دنیا کو حقیر سمجھتا ہو اور موت کو جانتا ہو کہ گویا آچکی اور اسکا حال مثل حال حضرت حسن بصری رح کے ہوتا ہو کہ انھون نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے یون معلوم کرنا چاہیے کہ موت نے گویا آخر

ف شرف اور مال کی محبت نفاق کو ایسا اگاتی ہے جیسے پانی ساگ کو ۱۲ منہ

آخر کو یہ لکھ دیا ہو کہ تم مرگئے مقام تامل ہو کہ انھون نے کیسے زمانہ آئندہ کو ماضی سمجھ لیا تھا اور یہی حال حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کا تھا کہ انھون نے
اس خط کا جواب یہ لکھا کہ اب جو وقت ہے یون تصور کرنا چاہیے کہ گویا تم دنیا مین کبھی آئے ہی نہ تھے ہمیشہ آخرت مین رہے ان لوگون کا
التفات آخرت ہی پر تھا اور اس بات کا یقین کہ آخرت تقویٰ والون ہی کو ملیگی اسی نظر سے دنیا مین جاہ و مال کو حقیر سمجھا مگر اکثر لوگون
مین دنیا کی ضعیف ہو انکی نظر دنیا ہی پر پڑتی ہو انجام کا خیال نہین کرتے اسی جہت سے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا بل تؤثرون الحیوٰة الدنیا
والآخرة خیر وابقیٰ اور فرمایا کلا بل تحبون العاجلة وتذرون الآخرة پس جسکا یہ حال ہو اسکو چاہیے کہ اپنے دل کا علاج علمی مرض محبت
جاہ سے کرے یعنی اسکے آفات دنیوی کو جانے اور یہ خطرے کہ ارباب جاہ کو دنیا مین پیش ہوتے ہین انکو سوچے کہ ہر ایک صاحب جاہ محسود
ہوتا ہو اور لوگ اسکی ایذا کے خواہان رہتے ہین اور اسکو ہمیشہ اپنے جاہ کا خوف لگا رہتا ہو کہ کہین مرتبہ لوگون کے دل سے گر نجاوے
اور دلون کا حال بدلنے مین ہنڈیا کے ابال سے بھی سخت ہو کبھی کسی کی طرف ہوتے ہین کبھی اس سے پھر جاتے ہین پس جو شخص لوگون کے
دل پر اعتماد کرتا ہو وہ ایسا ہو کہ سمندر کی موج پر عمارت بناتا ہو اسلیے کہ جیسے اسکو قیام نہین ایسے ہی اسکو بھی لوگون کے دلون کی رعایت
مین لگا رہنا اور اپنے جاہ کی حفاظت کرنی اور حاسدون کے مکر اور دشمنون کی ایذا کو دور کرنا یہ سب آفتین دنیاوی ہین کہ جنسے لذت
جاہ کی مکدر رہتی ہو دنیا ہی مین جتنی امید اس سے آدمی کو ہو سکتی ہو اس سے زیادہ تردد اسمین ہوتے ہین اور آخرت کا فائدہ جو مقصود
ہوتا ہو اسکا تو کچھ ذکر ہی نہین یہ علاج اس شخص کے لیے ہو جسکی نظر ضعیف ہو اور جو قوی دنیا کی رکھتے ہین اور ایمان زبردست انکو حاصل
ہو تو خدا کے فضل سے وہ دنیا کی طرف التفات ہی نہین کرتے یہ علاج تو باعتبار علم کے ہو اور علاج عملی یہ ہو کہ ایسے کام کرے جنسے مستحق
ملامت ہو اور لوگون کے دل سے اتر جاوے اور انکی نظرون سے گر جاوے اور اپنے مقبول ہونے مین جو مزہ پاتا تھا وہ اس سے چھوٹ
جاوے اور گمنامی سے اور خلق کے نزدیک برا ٹھہرنے سے الفت ہو اور صرف خدا تعالیٰ کے قبول پر قناعت میسر ہو اور یہی طریق
فرقہ ملامتیہ کا ہو کہ ارتکاب معاصی اور بری باتون کا یہانتک کرتے ہین کہ لوگون کی نظرون سے ساقط ہو جاوین اور آفت جاہ سے بچ
جاوین مگر یہ صورت ایسے شخص کے لیے جائز نہین جو مقتدا اور پیشوا ہو کہ اسکے حرکات بد سے مسلمانون کے دلون مین دین کی سستی آتی ہو اور
جو شخص کہ مقتدا نہین اسکو بھی فعل حرام خاص اس علاج کے لیے درست نہین بلکہ یہ جائز ہو کہ مباحات مین سے ایسے افعال کرے
کہ جنسے اسکی قدر لوگون مین گھٹ جاوے مثلاً روایت ہو کہ کسی بادشاہ نے کسی زاہد کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب زاہد نے سنا کہ بادشاہ
قریب پہونچا اپنا کھانا اور ساگ منگایا اور حریصون کی طرح بڑے بڑے لقمے کھانا شروع کیے جب بادشاہ نے اسکو کھاتے دیکھا اسکے دل
سے اتر گیا اور وہان سے لوٹ آیا زاہد نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہو جسنے تجھکو مجھسے ہٹا دیا اور بعضے شخصون نے شربت ایسے رنگین پیالون
مین پیا ہو کہ دیکھنے والون کو گمان ہو کہ یہ شخص شراب خوار ہو اور اس سے کنارہ کش رہین ہر چند یہ امر فقہ کی رو سے محل تامل ہو
کہ ایسا کرنا جائز نہین مگر ہر ایک اپنے نفسون کا علاج ایسی باتون سے کرتے ہین کہ فقیہ فتوے اسکے جواز کا نہین دیتا مگر وہ لوگ اپنے
قلب کی اصلاح سوا اسکے اور کسی چیز مین نہین پاتے اسواسطے ایسا کرتے ہین پھر اپنے اس افراط و تفریط کا تدارک کر لیتے ہین جیسے
کسی بزرگ کی حکایت ہو کہ وہ زہد مین معروف ہو گئے اور لوگون نے انکے پاس ہجوم کرنا شروع کیا تو وہ ایک روز حمام مین گئے اور ایک
دوسرے شخص کے کپڑے پہنکر باہر نکل آئے اور عین راہ مین کھڑے ہو گئے یہانتک کہ لوگون نے کپڑے پہچان لیے اور زد و کوب کے بعد
وہ کپڑے ہٹا لیے اور کہنے لگے کہ یہ شخص چور ہو اور پھر اسکے پاس نہ گئے ۔ اور سب مین عمدہ طریق جاہ کے قطع کرنے کا لوگون سے کنارہ کشی ہو
اور ایسی جگہ چلا جانا جہان کوئی اپنے آپ کو نہ جانتا ہو اسلیے کہ اگر گھر مین بیٹھ رہیگا اور جس شہر مین مشہور ہوا ہین رہیگا تو اس کی
گوشہ نشینی سے لوگون کے دلون مین اور زیادہ اعتقاد اور مرتبہ پیدا ہوگا علاوہ ازین اسمین یہ بھی خیال ہو کہ یہ شخص اپنے جی مین گمان

[illegible]

کرلیے کہ مجھے محبت جاہ نہین اور ہو سکتا ہی کہ یہ ایک دھوکا ہی ہو اسواسطے کہ جب نفس کو اُسکا مقصود فی الواقع ملگیا تو اُسکو اطمینان ہوگیا
اس اطمینان کو یہ شخص جاننے لگا کہ زوال محبت ہو جانا اگر لوگ معتقد نہ رہین اور اُسکو بُرا کہین یا کسی امر نامناسب کو اُسکی طرف منسوب
کرین تو اُسیوقت نفس مضطرب ہو اور رنج کرے اور کیا عجب ہو کہ کوئی حیلہ اس بات کا تلاش کرے کہ کسی عذر سے یہ غبار لوگون کے دل سے
دور ہونا چاہیے اور اسکے لیے کچھ مکر و فریب اور جھوٹ کا محتاج ہو اور اُسکی پروا نہ کرے ایسی صورت مین ظاہر ہوگا کہ یہ ابھی تک جاہ و منزلت
کا خواہان ہی اور جو شخص جاہ و منزلت کو محبوب جانتا ہو وہ ایسا ہی کہ گویا مال کو محبوب جانتا ہی بلکہ اس سے بھی بُرا اسلیے کہ جاہ کا فتنہ بہت
زیادہ ہی اور جب آدمی کو لوگون سے طمع رہیگی تب تک ممکن نہین کہ یہ نہ چاہے کہ میری منزلت لوگون کے دل مین ہو جاوے۔ ہان اگر
اپنی کمائی سے یا اور طرح پر بقدر بسر اوقات حاصل کرکے لوگون سے بالکل طمع کاٹ دیگا تو البتہ تمام لوگ اُسکے نزدیک ایسے معلوم ہونگے
اور اس بات کی پروا نہ ہوگی کہ ان لوگون کے دلون مین میری جگہ ہی یا نہین جیسے اُن لوگون کے دلون مین جگہ ہونے کی پروا نہین
ہوتی جو اس سے نہایت مشرق یا مغرب مین رہتے ہین کہ نہ اُنکو دیکھتا ہو اور نہ اُنسے طمع رکھتا ہی بہرحال لوگون سے طمع جبہی منقطع
ہوتی ہی جب آدمی قانع ہو۔ جو قانع ہوگا وہ لوگون سے بے پروا رہیگا اور جو بے پروا رہیگا اُسکا دل لوگون مین مشغول نہ رہیگا
اور نہ اُنکے دلون مین اپنی جگہ ہونے کا کچھ اُسکے نزدیک وزن ہوگا اور ترک جاہ بدون قناعت اور قطع کرنے طمع کے نہین ہو سکتا
اور جتنے اخبار کہ جاہ کی مذمت اور گمنامی اور ذلت کی تعریف مین وارد ہین اُنسے اس بات مین اعانت لے مثلاً یہ قول مشہور ہی المومن
لا یخلو من ذلۃ او قلۃ او علۃ یعنے ایماندار ذلت یا قلت یا علت سے خالی نہین رہتا اور بزرگان سلف کے احوال کو دیکھے کہ اُنھون نے ذلت ہی
کو عزت پر اختیار کیا اور ثواب آخرت ہی کے طالب ہوئے

دسوان بیان مدح کی محبت کے علاج مین ۔ واضح ہو کہ اکثر لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے ہین کہ اُنکو خوف لوگون کے
بُرا کہنے کا اور محبت اُنکی تعریف کی ہوتی ہی اسی وجہ سے ایسے لوگون کے تمام حرکات مین یہ بات ضرور ہوتی ہی کہ کسی طرح سے
لوگون کی مرضی کے موافق ہون تاکہ سب لوگ اچھا کہین اور خوف اُنکی مذمت کا نہ رہے اور یہ امر مہلکات مین سے ہی اس بنا پر
اُسکا علاج واجب ہی اور طریق اُسکے علاج کا یہ ہی کہ جن باعثون سے مدح کی محبت اور مذمت کی کراہت ہوتی ہی اُنکو دیکھنا چاہیے
مثلاً سبب اول قول مادح سے اپنے کمال پر مطلع ہوتا ہی تو اسمین ممدوح کو یہ چاہیے کہ اپنی عقل کی طرف رجوع کرے اور دل مین
سوچے کہ جس صفت سے اُسنے میری تعریف کی ہی اُس سے مین متصف ہون یا نہین اگر متصف ہون تو وہ صفت قابل خوشی ہی
جیسے صفت علم و زہد وغیرہ یا مستحق فرحت نہین مثل ثروت و جاہ اور اسباب دنیوی کے پس اگر صفت مذکورہ اسباب دنیوی مین سے
ہو تو اُسپر خوشی کرنی ایسی ہی جیسے زمین کی گھاس پات پر کہ تھوڑے دنون مین ہوا مین ماری ماری پھریگی اسطرح کی خوشی قلت
عقل سے ہوتی ہی عاقل شخص کا قول یہ ہی ع شدت غم مین سمجھتا ہون خوشی ایسی کہ جلد + انتقال اُس سے ضروری ہی بہر صورت
مجھے۔ پس انسان کو نہین چاہیے کہ متاع دنیوی پر خوشی کرے اسلیے کہ یہ خوشی مادح کی تعریف کرنے کی تو ہی نہین بلکہ اُس شی کے اپنے
پاس ہونے کی ہی اور وہ چیز کچھ مدح کے سبب نہین آئی کہ مدح پر فرحت کیجاوے۔ اور اگر صفت ایسی ہو جو مستحق فرحت ہو جیسے
علم و زہد تب بھی خوش نہونا چاہیے اسلیے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہین علم و زہد البتہ خدا سے نزدیکی کر دیتے ہین مگر خطرہ خاتمہ کا لگا ہوا
ہی اگر آدمی کو خوف اپنے خاتمہ کے بُرا ہونے کا ہوگا تو کسی دنیاوی چیز کی خوشی پاس بھی نہ پھٹکیگی بلکہ یہ معلوم ہوگا کہ دنیا رنج و اندوہ کا
مقام ہی خوشی کی جگہ نہین۔ پھر اگر علم و زہد سے اسلیے خوش ہوتا ہی کہ توقع حسن خاتمہ کی ہوگئی تو چاہیے کہ اسطرح خوش ہو کہ خدا
تعالے نے اپنا بڑا فضل و انعام کیا کہ علم و زہد و تقوی عنایت فرمایا مادح کی مدح پر خوشی کی کوئی وجہ نہین جس کمال کے واقف ہونے سے

یہ خوش ہوتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسمین پایا جاتا ہو مدح کے باعث نہین پھر مدح پر خوشی کی کیا حاجت ہو مدح سے کوئی فضیلت
نہین بڑھ جاتی - اور اگر صفت ایسی ہو جو ممدوح مین نہین پائی جاتی تو ایسی صفت پر ممدوح کا خوش ہونا نہایت دیوانہ پن ہو اور اسکی
مثال ایسی ہو کہ کوئی شخص کسی دوسرے سے بطریق ہنسی کہے کہ واہ آپ کے پیٹ کا مواد کیا معطر ہو اور جب آپ پاخانہ پھرتے ہین تو
مہک پر مہک خوشبو کی اٹھتی ہو حالانکہ اسکو معلوم ہو کہ میرے پیٹ مین نجاست ہو اور اسمین نہایت بدبو ہوا کرتی ہو اور باوجود
اسکے شخص اول کی تعریف سے خوش ہو تو بجز جنون اور جہل کے اور کیا تصور کیا جاویگا اسیطرح جب ممدوح کو کسی مادح نے تعریف کیا
اور اسمین وہ صفات نہین اور باوجود اسکے خوش ہوا تو یہ خوشی بھی ویسی ہی خوشی ہوئی جو اوپر مذکور ہوئی - خلاصہ یہ کہ مادح اگر
سچ کہتا ہو تو چاہیے کہ ممدوح خدا کے فضل پر اظہار فرحت کرے اور اگر جھوٹ کہتا ہو تو رنج کرنا چاہیے کسی صورت مین اسکی مدح پر خوش
ہونا نہ چاہیے دوسرا سبب مدح پر خوشی کا یہ ہوتا ہو کہ اس سے یہ پایا جاتا ہو کہ تعریف کرنے والے کا دل اپنا مسخر ہو گیا ہو اور اسکی
اور دل بھی مسخر ہونگے اسکا مآل اور محبت جاہ کا مآل ایک ہی ہو جسکا علاج اوپر گذرا یعنی لوگون سے طمع قطع کرکے خدا تعالیٰ کے نزدیک
منزلت کا خواہان ہو اور جان لے کہ لوگون کے دلون مین منزلت کا خواہان ہونا اور اسپر خوش ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک
رتبہ کم کرتا ہو پس خوشی کا کیا مقام ہو تیسرا سبب خوشی کا اپنا رعب ہو کہ جسکے سبب مادح مضطر تعریف کا ہوا یہ بھی ایک قدرت
عارضی ہو کہ جسکو کچھ قیام نہین اور نہ قابل خوشی کے ہو بلکہ مدح پر غم کرنا اور اسکو برا سمجھنا اور اسکے باعث غصہ کرنا چاہیے ہو اسلئے
کہ تعریف کی آفتین ممدوح پر بہت بڑی ہین جیسا کہ باب آفات زبان مین مذکور ہوئین بعض اکابر کا قول ہو کہ جو شخص مدح سے
خوش ہوتا ہو تو شیطان کو اپنے اندر جانے کی راہ دیتا ہو - اور بعض کا قول ہو کہ جب کوئی تجھے کہے کہ تو اچھا آدمی ہو اور یہ قول تجھکو
بہ نسبت اس قول کے کہ تو برا آدمی ہو اچھا معلوم ہو تو سمجھ لے کہ تو برا شخص ہو اور بعض احادیث مین روایت ہو کہ اگر وہ صحیح ہو تو لوگو قوی
ہو یعنی ایک شخص نے حضور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو اچھا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص موجود ہوتا اور
جو تو کہتا ہو اسپر راضی ہوتا اور اسی حال مین مرتا تو دوزخی ہوتا - اور ایکبار آپ نے کسی مادح کو ارشاد فرمایا کہ تیرا برا ہو تو نے اپنے
ممدوح کی کمر توڑدی وہ قیامت تک فلاح نہ پاویگا - اور ایک روایت مین ہو کہ الا لا تمادحوا و اذا رایتم المادحین فاحثوا فی وجوہہم
التراب اسیوجہ سے صحابہ رض مدح سے بہت خوف کیا کرتے تھے اور اسکے فتنہ سے اور اسکے باعث جو دل پہ سرور عظیم ہوتا ہو
اس سے بہت ڈرتے یہانتک کہ بعض خلفائے راشدین رض نے کسی شخص سے کچھ پوچھا اسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ
مجھسے بہتر اور عالم ترین آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ مین نے تمکو یہ نہین کہا تھا کہ مجھکو پاک وصاف بتلانا - اور بعض صحابہ رض
کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ جب تک آپ لوگون مین زندہ ہین جب تک لوگون مین خیر رہیگی آپ نے غصہ ہو کر فرمایا
کہ مجھے معلوم ہوتا ہو کہ تو عراق کا رہنے والا ہو یعنی ہم لوگون کے عادات سے ناواقف ہو اور بعض صحابہ رض نے اپنی تعریف سنکر
فرمایا کہ الٰہی تیرا بندہ میرے پاس تیرے غصہ کی چیز سے تقرب کرتا ہو مین تجکو گواہ کرتا ہون کہ مین اس سے ناراض ہون ان
لوگون نے جو تعریف کو برا جانا تو یہی وجہ تھی کہ ایسا نہو اس خوشی سے خدا تعالیٰ ناراض ہو جاوے اور چونکہ انکے دل اس بات
مین مصروف تھے کہ ہمارا حال خدا کے نزدیک کیا ہوگا اسوجہ سے انکو لوگون کی تعریف بری معلوم ہوتی تھی اسلیے کہ حقیقت مین
اچھا وہی ہو جو خدا تعالیٰ سے قریب ہو اور مذموم وہ ہو جو خدا سے دور ہو کر بدون کے ساتھ دوزخ مین پڑیگا پس ممدوح دنیا وی اگر
خدا کے نزدیک دوزخی ہو تو غیر کی مدح سے اسکا خوش ہونا کمال جہالت ہو اور اگر اہل جنت سے ہو تب بھی خدا کے فضل کی قدر
چاہیے اسکا کام خلق کے اختیار مین نہین اور جب بندہ کو یہ علم ہوگا کہ رزق و موت قبضۂ قدرت الٰہی مین ہو تو اسکی توجہ خلق کی مدح

و ذم کی طرف نہ رہیگی اور دل سے محبت مدح کی دور ہو جاویگی اور ایسے امور مین مصروف ہوگا جو دین مین ضروری ہین اور اللہ تعالے کے ہاتھ توفیق ثواب ہے۔

گیارھوان بیان مذمت کی نفرت کے علاج مین - پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ مذمت کی نفرت کا باعث محبت مدح کے سبب کی ضد ہے تو اسکا علاج بھی اسکے علاج سے سمجھ مین آسکتا ہے اور اسکا بیان مختصر یہ ہے کہ جو شخص مثلاً تمکو برا کہتا ہے تین حال سے خالی نہین یا تو اپنے قول مین سچا ہے گر صرف براہ خیر خواہی اور نصیحت کے برا کہتا ہے یا سچا ہے لیکن اسکا قصد محض ایذا دینی اور رنج پہونچانا ہے یا جو بات اسنے کہی ہے وہ اسمین جھوٹا ہے اگر اپنے قول مین سچا ہے اور براہ نصیحت برا کہتا ہے تو تمکو اسپر غصہ کرنا اور اس سے بسبب وجہ کینہ رکھنا اور برا بھلا کہنا نہین چاہیے بلکہ اسکے کہنے کے بموجب اسکے طریق کا اقتدا کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص تمکو تمہارے عیب بتلاتا ہے وہ گویا ہلاک ہونیکے مقام بتلاتا ہے کہ تم انسے بچو پس ایسے شخص سے خوش ہوکر اگر ہوسکے تو جو صفت برائی کی تم مین ہے اسکے دور کرنیکی تجویز کرنی چاہیے اور اس برا کہنے کی عوض مین منھ چڑھانا اور ناصح کو برا جاننا اور جواب ترکی بترکی دینا نہایت نادانی ہے اور اگر اسکا قصد رنج دینا ہو تب بھی تمکو اسکے قول سے نفع ہی ہوکہ اسنے تمہارے وہ عیب سوجھا دیے جو تم نہ جانتے تھے خواہ وہ عیب یاد دلا دیے جنسے تم غافل تھے یا اگر تم انکو اچھا سمجھتے تھے تو اسوجہ سے تمہاری نظرون مین انکو برا ثابت کردیا تاکہ تمکو انکے دور کرنیکی حرص ہو اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتین اسباب سعادت مین سے ہین جب مذمت سننے سے اسطرح کے اسباب سعادت ہاتھ لگین تو تمکو چاہیے کہ طلب سعادت مین مشغول ہو اسکی مثال ایسی ہے کہ تمہارا قصد کسی بادشاہ کی ملازمت کا ہے اور تمہارے کپڑون مین غلیظ لگا ہوا ہے جسکا علم تمکو نہین اگر اسیطرح بادشاہ کے یہان چلے جاؤ تو عجب نہین کہ گردن مارے جاؤ کیونکہ اسکی مجلس آلودہ کردوگے ایسے حال مین اگر کوئی تمسے کہے کہ میان تم آلودہ نجاست ہو اپنے آپکو پاک و صاف کرو تو تمکو چاہیے کہ اس کہنے سے خوش ہو کیونکہ اسکے کہنے سے اطلاع ہو جانی غنیمت ہوئی - اسی طرح جتنے اخلاق بد ہین آخرت مین سب آدمی کے مہلک ہین اور انکو آدمی دشمنون کے قول سے پہچان لیتا ہے پس انکے قول کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور دشمن کا مقصود جو ایذا دہی ہے تو وہ اپنے دین کی خرابی کرتا ہے مگر تمہارے حق مین اسکا قول نعمت ہے تو تمکو اسپر غصہ کی کیا وجہ ہے جسکے قول سے تمکو تو نفع ہو اور اسکو ضرر پہونچے۔ صورت تیسری یہ ہے کہ اسکا قول تمہارے حق مین افترائے محض ہے یعنے جو عیب وہ تم مین بتلاتا ہے تم اس سے خدا کے نزدیک بری ہو تو اس حال مین بھی برا ماننا نہ چاہیے اور نہ اس کہنے والے کو برا کہنا چاہیے بلکہ تین باتون کی فکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ اگرچہ وہ خاص عیب تم مین نہین پھر بھی اس جیسے عیب اور ہونگے تو خدا تعالے کا شکر کرنا چاہیے کہ اسکو ان عیبون کی اطلاع نہوئی اور ایسی ہی بات کے کہنے سے ٹل گیا جس سے بری ہو دوسرے یہ کہ اسکا قول تمہارے باقی عیوب کا کفارہ ہے تو گویا اسنے ایک گناہ تمہارے ذمہ مین لگایا مگر اورون سے پاک کر دیا جنمین درحقیقت تم آلودہ تھے علاوہ ازین جو تمہاری غیبت کرتا ہے وہ اپنی نیکیان تمہارے واسطے دیدیتا ہے اور جو مدح کرتا ہے وہ تمہاری کمر توڑتا ہے تو کیا بات ہے کہ تم کمر ٹوٹنے سے خوش ہوتے ہو اور نیکیان آنے سے رنجیدہ - نیکیان آنے سے تو قرب الی اللہ میسر ہے جسکے تم خواہان رہتے ہو تیسرے یہ سوچنا چاہیے کہ اس بیچارہ نے اپنے دین کی خرابی کی کہ خدا تعالے کی نظرون سے گرگیا اور اس افترا سے اپنے نفس کو ہلاک کر دیا اور مستحق عذاب الیم ہوا ایسی صورت مین غضب خداوندی کے ساتھ تمکو اسپر غصہ نہ چاہیے اور اسکو بددعا دینی نہ چاہیے کہ خدایا اسکو ہلاک کر ورنہ شیطان کی خوشی ہوگی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ الٰہی اسکو صلاحیت دے اور اسپر رحم کر اور اسکی توبہ قبول کر دیکھو جنگ احد مین جب کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید کیے اور سر مبارک کو مجروح کیا اور آپکے چچا حضرت امیر حمزہ رض کو شہید کیا تو آپنے ارشاد فرمایا اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون یعنے الٰہی میری قوم کو ہدایت کر اسلیے کہ یہ نہین جانتے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے ایک شخص کے لیے دعائے خیر کی جس نے

انکا سر مجروح کیا تھا لوگون نے پوچھا کہ دعاے خیر کی کیا وجہ ہے آپنے فرمایا کہ مجھے یقینًا معلوم ہے کہ اسکے سبب سے مجھے اجر ملیگا تو مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھسے تو اسکی جہت سے ثواب ملے اور اسکو میری جہت سے عذاب ہو۔ اور ان اشیا مین سے جنکے باعث مذمت کی نفرت شاق نہین معلوم ہوتی طمع کا قطع کرنا ہے یعنی جس شخص کی طرف تمکو کچھ طمع نیک و بد کی نہو اگر وہ برائی کریگا تو اسکا اثر دل پر زیادہ گران نہ معلوم ہوگا اور اصل دین کی قناعت ہے اسی کے ذریعہ سے طمع مال و جاہ کی جاتی رہتی ہے اور جبتک طمع بنی رہیگی تو جس سے طمع رکھوگے یہی چاہوگے کہ اسکے دل مین تیری منزلت ہو اور یہ بھی اپنا خواہان رہے اور تمام ہمت اسی مین مصروف کروگے اور بدون اضمحلال دین کے یہ بات حاصل نہوگی خلاصہ یہ کہ طالب مال و جاہ اور محبت مدح اور برا جاننے والے مذمت کو دین کے سلامت رہنے کی توقع نہ کرنی چاہیے کہ ان امور کے ساتھ سلامتی دین کی بہت بعید ہے

بارھوان بیان مدح اور مذمت مین لوگون کے احوال کے مختلف ہونے کے باب مین۔ جاننا چاہیے کہ اگر مادح اور مذمت ساز کی نسبت لوگ ان کو خیال کرین تو چار احوال پر پاے جاتے ہین صورت اول یہ ہے کہ مدح سے خوش ہوکر شکر یہ ہون اور مذمت سے ناخوش ہوکر مذمت ساز سے کینہ رکھین اور اس سے انتقام لین یا انتقام لینے کو اچھا سمجھین یہ حال اکثر لوگون کا ہے اور درجات معصیت جو اس اعتبار سے ہوتے ہین ان مین سے اعلی درجہ یہی ہے صورت دوم یہ کہ مذمت باطن مین تو شاق معلوم ہوتی ہو مگر زبان اور اعضا سے ظاہری پر اسکے مقابلے کی نوبت نہین آتی اور روکے رکھتا ہے اسی طرح مادح کی مدح سے باطن مین تو خوش ہوتا ہو مگر ظاہر کی حفاظت کرتا ہو کہ اظہار سرور ہونے پاوے یہ صورت بھی ناقص ہے اگرچہ صورت اول کی نسبت کمال مین داخل ہے صورت سوم جو درجات کمال مین سے اول درجہ ہے یہ کہ مدح اور ذم دونون مساوی معلوم ہون نہ مدح سے مسرور ہو نہ مذمت سے غم اور اس صورت سے بعض عابد اپنے آپکو متصف جانتے ہین لیکن اگر اسکے علامات کا امتحان نہ کرین تو دھوکا کھا جاتے ہین اور اسکی علامتین یہ ہین اول یہ ہے کہ مذمت والے کا اپنے پاس زیادہ بیٹھنا گران نہ معلوم ہو جتنا بہ نسبت دیر بیٹھنا مادح کا گران گذرے اتنا ہی مذمت والے کا گران ہو اسکی نسبت زیادہ نہو دوم یہ کہ تقاضی خوشی اور فرحت مادح کی حاجتون کے پورا کرنے مین ہو اتنی ہی ہجو کرنے والے کی تقضاے حاجات مین ہو اس سے کم نہو سوم یہ کہ دونون کا مجلس سے چلا جانا یکسان ہو مذمت والے کا چلا جانا بہ نسبت مادح کے اچھا نہ معلوم ہوتا ہو چہارم یہ کہ مادح کی موت کا زیادہ غم نہو بہ نسبت دوسرے کی موت کے پنجم یہ کہ مادح کے مصائب اور اسکے دشمنون کی ایذا رسانی پر زیادہ رنج نہو بہ نسبت دوسرے کے ششم یہ کہ مادح کی خطا بہ نسبت مذمت والے کے دل پر اور نظرون مین خفیف نہ معلوم ہو جب مذمت والا مثل مادح کے سبک معلوم ہوگا اور ہر طرح سے دونون مین مساوات معلوم ہوگی تب یہ رتبہ نصیب ہوگا مگر تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رتبہ نہایت سخت اور بہت بعید ہے اکثر عابد لوگون کی تعریف سے دل مین خوش ہوتے ہین مگر چونکہ امتحان ان علامتون سے اپنے دل کا نہین کرتے اس جہت سے انکو اس خوشی کا حال معلوم نہین ہوتا۔ اور کبھی عابد کو اپنے دل کا میلان مادح کی طرف مائل ہوجاتا ہے کہ مذمت والے کی نسبت زیادہ ہے اور اسکی تقویت اور خوبی شیطان اسطرح سوجھا دیتا ہے کہ مذمت والے نے جو تجھکو برا کہا تو خداے تعالے کی نافرمانی کی اور مادح نے اسکے برعکس تیری تعریف کرنے سے خدا کی اطاعت کی تو دونون برابر کیسے ہوسکتے ہین تو جو مذمت والے کو برا جانتا ہے صرف دین کی جہت سے ہے پس یہ شیطان کا دھوکا ہے کیونکہ اگر عابد مذکور تامل کرے تو جان لے کہ جو خطا مذمت والے سے اسکو مذمت کی باعث ہوئی لوگ اس سے بھی زیادہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہین پھر انکو برا کیون نہین جانتا اور ان سے نفرت کیون نہین کرتا علاوہ ازین جسنے اسکی مدح کی ہے اسنے قطعًا کسی دوسرے کی مذمت کی ہوگی تو اسکو دوسرے کی مذمت کرنے پر برا کیون نہین جانتا اپنی برائی پر کیون برا سمجھتا ہے مذمت معصیت کے اعتبار سے

برابر ہو کہ مذموم وہ خود ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو اس سے معلوم ہوا کہ عابد کا غصہ مذمت والے پر اپنے نفس کے باعث ہوا اور یہ شیطانی فریب ہو کہ اُسکو سوجھا دیا کہ یہ دینی بات ہو حتیٰ کہ اپنی ہواے نفسانی کے باعث اُسکو حسنات میں جاننے لگا اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ سے اور زیادہ بعید ہو گیا۔ اور جس شخص کو شیطان کے فریب اور نفس کے آفات معلوم نہیں اُسکی اکثر عبادتیں ضائع ہوتی ہیں کہ دنیا بھی نہیں ملتی اور آخرت کا بھی خسارہ رہتا ہو انھیں کی شان میں خداے تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہو قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیهم فی الحیوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعا چوتھی صورت جو صدق فی العبادة ہو یہ ہو کہ مدح کو بُرا جانے اور مادح سے ناخوش ہو اسوجہ سے کہ یہ معلوم ہو کہ مدح اسکے حق میں بڑا فتنہ کمر توڑنے والا دین میں نقصان پہونچانے والا ہو اور مذمت والے کو دوست جانے کہ اُسنے اُسکے عیب بتلا دیے اور جو بات ضروری تھی اُسکی طرف اُسکو ہدایت کیا اور اپنی نیکیاں اُسکے لیے ہدیہ کیں حدیث شریف میں ہو کہ راس التواضع ان تکرہ ان تذکر بالبر والتقوی اور بعضی حدیثوں میں وہ مضمون وارد ہو کہ بشرطیکہ صحیح ہو تو ہم جیسوں کی خرابی ہو وہ یہ ہو کہ آپ نے فرمایا ویل للصائم وویل للقائم وویل لصاحب الصوف الا من یعنی روزہ دار اور شب بیدار اور کملیم پوش سب کی خرابی ہو مگر لوگوں نے عرض کیا کہ اس استثنا سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا کہ الا من تنزہت نفسه من الدنیا وابغض المدحة واستحب المذمة یعنی مگر وہ شخص جسکا نفس دنیا سے پاک ہو اور مدح کو بُرا اور مذمت کو اچھا جانتا ہو یہ مرتبہ نہایت سخت و دشوار ہو ہم جیسے لوگوں کی اس مرتبے کی طمع صرف صورت دوم میں ہو کہ مذمت والے کی بُرائی اور مادح کی بھلائی دل میں ہو مگر اُسکا اظہار قول اور عمل میں نہو اور تیسری صورت یعنے مادح اور مذمت والے کو برابر جاننا تو اسکی طمع ہمکو نہیں ہو سکتی پھر اگر ہم اپنے نفسوں میں دوسری صورت کے علامات تلاش کریں تو وہ بھی پوری نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات تو ضروری ہو کہ مادح کی تعظیم اور اُسکی قضاے حاجات کے لیے جلدی کرتے ہیں اور مذمت والے کی تعظیم و قضاے حاجات اور اُسکی تعریف کرنی گراں معلوم ہوتی ہو تو پھر فعل ظاہری میں بھی دونوں میں برابری کرنے کے اوپر قادر نہیں باطن میں تو قادر نہ تھے اور جو شخص کہ اسوقت میں مادح اور مذمت والے کو ظاہر افعال میں برابر کرے اُسکو پیشوا جاننا چاہیے اگر کوئی ایسا شخص پایا جاوے تو اُسکا حکم کبریت احمر کا ہو جس سے لوگ فیضیاب ہوں مگر کوئی معلوم نہیں ہوتا جب دوسرے مرتبہ کا شخص نہیں سوجھتا تو دو مرتبے جو اُسکے اوپر رہے اُنکا متصف تو کہاں ہوگا۔ اور ان مراتب میں سے بھی ہر ایک رتبہ میں بہت درجے ہیں مثلاً مدح میں یہ درجات ہیں کہ بعض آدمی تمناے مدح و ثنا اور اپنی شہرت کے رکھتے ہیں اور اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے جو کچھ اُن سے بن سکتا ہو کرتے ہیں یہاں کہ عبادات بھی ظاہرداری کے واسطے کرتے ہیں اور ممنوعات کے ارتکاب کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے وہ یہی چاہتے ہیں کہ لوگوں کے دل اپنی طرف رجوع ہوں اور ہماری تعریف میں سب لوگ رطب اللسان ہو جاویں ایسے لوگ ہالکین میں داخل ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اس مطلب کو مباحات سے طالب ہوتے ہیں عبادات کے کرنے سے خواہ ممنوعات کے ارتکاب سے اُسکے خواہاں نہیں تو ایسے لوگ گرتے ہوے کنارہ پر ہیں اسلیے کہ جن باتوں سے یا اعمال سے لوگوں کا دل اپنی طرف راغب ہوتا ہو اُنکی کچھ حد مقرر نہیں اسی لیے اُنکا ضبط کرنا بھی نہیں ہو سکتا تو کیا عجب ہو کہ آدمی مدح و ثنا کے حصول کے لیے ایسی بات یا عمل کرے جو حلال نہو اور اُسکو اطلاع نہو ایسے لوگ پہلے لوگوں کے قریب قریب ہیں یعنے یہ لوگ بھی گویا تباہ کار ہی ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ مدح و ثنا کے خواہاں تو نہیں نہ اُسکے لیے ساعی لیکن جب اُنکی تعریف ہو تو اُنکے دل پر سرور آجاتا ہو پس اگر ایسے لوگ اس سرور کے آنے کو مجاہدہ سے نہ ہٹالیں اور بزور اس تعریف کو بُرا نہ کہیں تو کچھ دور نہیں کہ فرط سرور اُنکو اس درجہ پر پہونچا دے جو اس سے پہلے تھا اور اگر نفس سے مجاہدہ کر کے اپنے دل میں بزور و تکلف آفات مدح کو سوچ کر اُسکی کراہت اور بُرائی ڈالے تو ایسے لوگ مجاہدہ کے خطرہ میں رہتے ہیں کبھی خود ہار جاتے

ہیں کبھی ہنستے ہیں- اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں ناخوش ہوتے ہیں نہ رنجیدہ لیکن تعریف اُن میں کچھ تاثیر کرتی ہے
ایسے لوگ باوجودیکہ پوری اخلاص نہیں رکھتے تاہم اچھے ہیں- اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں تو برا جانتے ہیں
مگر یہ نوبت نہیں ہوتی کہ مادح پر غصہ ہوں یا منع کریں- اور سب میں اعلےٰ درجہ یہ ہے کہ تعریف کو برا جانے غصہ ہو اور اظہار غضب بھی واقع
کرے نہ یہ کہ ظاہر میں تو غصہ ہو اور دل میں اسکو اچھا جانتا ہو یہ صورت عین نفاق کی ہے اسلیے کہ یہ یوں چاہتا ہے کہ میں اخلاص
اور صدق ظاہر کروں حالانکہ یہ دونوں باتیں اسمیں نہیں- علیٰ ہذا القیاس مدح کے برعکس ذم کے باب میں بھی درجات مختلف ہیں
ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مذمت سنکر پہلے غصہ ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مذمت پر خوشی ظاہر کرے اور فرحت اور اظہار انبساط اسی شخص سے
ہوسکیگا جو اپنے نفس کی طرف سے دل میں غصہ اور کینہ رکھتا ہوگا کہ یہ بڑا سرکش اور بہت عیب دار اور نہایت خلاف وعدہ اور بہت
مکر و فریب و خباثت رکھتا ہے اور اسوجہ سے اُس سے ایسا بغض رکھے جیسا دشمن سے ہوتا ہے اور چونکہ آدمی اپنے دشمن کی مذمت سننے
سے خوش ہوا کرتا ہے اور اس شخص کا دشمن اسی کا نفس ہے تو جب اسکی مذمت سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور مذمت والے کا مشکور
ہوتا ہے اور اس کو بڑا عاقل اور ہوشیار سمجھتا ہے کہ اسنے عیب میرے نفس سرکش دشمن کے عیب پہچانے اور یہ مذمت ایسے شخص کے
حق میں ایک غنیمت سی ہوتی ہے اور اسکے نزدیک غنیمت معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ مذمت کے باعث لوگوں کی نظروں سے ساقط ہوکر جاہ
کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے علاوہ اسکے سب طرح کی حسنات میں اور آدمی تا مقدور نہیں سکتا تو کیا عجب ہے کہ یہ مذمت اسکے ایسے عیبوں
کو جبر کردے کہ جنکا دور ہونا اس سے دشوار ہو اور اگر کوئی مرید تمام عمر اپنے نفس سے اسی ایک خصلت کا مجاہدہ کرے کہ اس کے
نزدیک مادح اور مذمت والا برابر ہوجاوے تو اسکو ایسا شغل ہوجاویگا کہ اسکو اور کام کی فرصت نہو اور مریدین اور سعادت
میں بہت سی گھاٹیاں ہیں منجملہ ان میں سے ایک یہ مساوات کا حاصل کرنا ہے اور ہر ایک گھاٹی کا قطع کرنا بدون مجاہدہ شدید کے تمام عمر
طویل میں نہیں ہوسکتا

دوسری فصل ریا کے باب میں یعنی عبادات کی جہت سے جاہ و منزلت کے طلب کرنے میں اور اسمیں گیارہ بیان ہیں

بیان اول ریا کی مذمت میں- واضح ہو کہ ریا حرام ہے اور ریاکار خدا کے نزدیک مغضوب ہے اور یہ بات آیات و اخبار و آثار سے
ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون الذین ہم یراءون اور فرمایا والذین یمکرون السیئات
لہم عذاب شدید ومکر اولئک ہو یبور حضرت مجاہد رضہ اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وے لوگ ریاکار ہیں جو اس آیت میں مذکور ہوئے
اور فرمایا انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء ولا شکورا اسمیں اخلاص والوں کی مدح مذکور فرمائی کہ سوائے وجہ اللہ کے اور کوئی ارادہ
نہیں کرتے اور ریا اسکی ضد ہے اور فرمایا فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا یہ آیت ایسے لوگوں کی
شان میں اتری ہے جو اپنے عبادات و اعمال پر مزدوری اور ثنا کے خواہاں ہوتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب ایک
شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس چیز میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا ان لا یعمل العبد بطاعۃ اللہ یرید بہا الناس اور حضرت
ابوہریرہ رضہ سے تین شخصوں کی یعنے شہید اور صدقہ دینے والے اور قاری کے احوال کی حدیث جو باب اخلاص میں مفصل مذکور ہے
مروی ہے کہ خداوند کریم ان میں سے ہر ایک کو ارشاد فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالےٰ کے واسطے نہیں لڑا بلکہ اسلیے کہ لوگ تجھے
تو بڑا بہادر کہیں اور تو نے خدا کے واسطے خیرات نہیں دی بلکہ سخی کہلانے کے واسطے اور تو نے خدا کے واسطے کلام اللہ نہیں پڑھا بلکہ قاری
مشہور ہونے کے لیے- اِس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انکو ثواب نہ ملا اور انکے ریا نے سب اعمال بیکار

[illegible marginal notes]

کر دیئے۔ اور حضرت ابن عمر رضہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ من رائی رائی اللہ بہ ومن سمع سمع اللہ بہ اور ایک حدیث طویل میں یون مذکور ہے کہ خداوند کریم فرشتون کو یون ارشاد فرماویگا کہ اس شخص نے اپنے عمل سے مجھکو ارادہ نہین کیا اسکو دوزخ میں ڈالدو اور ایک حدیث میں یون ارشاد ہے کہ ان اخوف ما اخاف علیکم الشرک الاصغر لوگون نے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ الریاء یعنی ریا ہے پھر فرمایا یقول اللہ عز وجل یوم القیمۃ اذا جازی العباد باعمالہم اذہبوا الی الذین کنتم تراؤن فی الدنیا ہل تجدون عندہم الجزاء اور ایک حدیث مین فرمایا کہ استعیذوا باللہ عز وجل من جب الحزن لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا وادی فی جہنم اعد للقراء المرائین اور ایک حدیث قدسی یون وارد ہے من عمل لی عملا اشرک فیہ غیری فہو لہ کلہ وانا منہ بری وانا اغنی الاغنیاء عن الشرک اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو سر اور داڑھی مین تیل ڈال لے اور ہونٹون پر بھی ہاتھ پھیر دے تاکہ لوگ نہ جانین کہ یہ روزہ دار ہے اور جب کوئی داہنے ہاتھ سے کچھ دیوے تو بائین کو خبر نہو اور جب نماز پڑھے تو اپنے دروازے کا پردہ چھوڑ دے کیونکہ خدا تعالیٰ ثنا بھی اسیطرح تقسیم کرتا ہے جسطرح روزی بانٹتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لا یقبل اللہ عز وجل عملا فیہ مثقال ذرۃ من ریاء اور حضرت عمر رضہ نے ایکبار حضرت معاذ رضہ کو روتے دیکھا اور سبب گریہ پوچھا انھون نے کہا کہ مجھکو ایک حدیث رلاتی ہے جسکو مین نے اس قبر والے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے ان ادنی الریاء شرک اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہے ان اخوف ما اخاف علیکم الریاء والشہوۃ الخفیۃ اور شہوت خفیہ کا مآل ریاء خفی اور ریاء دقیق پر پہونچتا ہے اور ایک حدیث مین یہ فرمایا کہ جس روز خدا تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہوگا عرش کے سایہ مین ایک ایسا شخص ہوگا جسنے داہنے ہاتھ سے دیا اور بائین کو خبر نہوئی یعنی خیرات خفیہ کی اسی جہت سے وارد ہے کہ عمل خفیہ ظاہر کے عمل سے ستر گنی فضیلت رکھتا ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز ریاکار چار نامون سے پکارا جاویگا اے فاجر اے غادر اے مرائی تیرے عمل ضائع ہوئے اور ثواب جاتا رہا جسکے لیئے تو عمل کیا کرتا تھا اسی سے اپنی اجرت لے اور حضرت شداد بن اوس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ روتے ہین مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کس سبب سے روتے ہین آپ نے فرمایا امر تخوفت علی امتی الشرک اما انہم لا یعبدون صنما ولا شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولکنہم یراؤن باعمالہم اور ایک حدیث مین یون وارد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اپنے اوپر کی اشیا کے ساتھ کانپنے لگی اللہ تعالیٰ نے پہاڑون کو پیدا کرکے زمین کے لیئے میخین بنادین فرشتون نے آپس مین کہا کہ خدا تعالیٰ نے کوئی چیز پہاڑ سے زیادہ سخت نہین بنائی اللہ تعالیٰ نے لوہا پیدا کیا اسنے پہاڑون کو کاٹ ڈالا پھر آگ پیدا کی اسنے لوہے کو گلا دیا پھر پانی کو حکم ہوا اسنے آگ بجھادی پھر ہوا کو حکم ہوا اسنے پانی کو تہ و بالا کردیا فرشتون نے یہ سب دیکھکر باہم اختلاف کیا کہ سب مین زیادہ سخت کون چیز ہے پھر کہا کہ اسکو اللہ جل شانہ سے پوچھنا چاہیئے عرض کیا کہ الٰہی تونے اپنی مخلوق مین سے سب مین زیادہ سخت کونسی چیز بنائی ہے ارشاد ہوا کہ میرے نزدیک سب مین زیادہ سخت آدم زاد کا دل ہے کہ خیرات داہنے ہاتھ سے کرتا ہے اور بائین سے چھپاتا ہے اس سے زیادہ سخت کوئی مخلوق مین نے نہین پیدا کی۔ اور حضرت عبداللہ بن المبارک رح ایک شخص سے راوی ہین کہ اس شخص نے حضرت معاذ بن جبل رضہ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھ سے کوئی حدیث بیان فرمایئے جسکو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو حضرت معاذ

[illegible]

۴ نہ آفتاب کو نہ چاند اور پتھر کو پوجینگے بلکہ اپنے اعمال سے ریا کرینگے ابن ماجہ وحاکم نحوہ ۱۲ ح ۱۵ ترمذی بروایت انس باختلاف اور کہا ہے کہ غریب ہے ۱۲ ح ۱۶ ابن مبارک در زہد کذا اگر ابن جوزی نے اسکو موضوعات مین نقل کیا ہے

انشار ہونگے کہ سائل کو گمان ہوا کہ آپ چپ ہونگے پھر جب چپ ہو لئے اور کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے مجھکو کہا اے معاذ
میں نے عرض کیا لبیک بابی انت وامی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ میں تجھسے ایک حدیث کہتا ہون اگر تو یاد رکھیگا تو تجھکو نافع ہوگی اور
اگر یاد نہ رکھیگا اور ضائع کردیگا تو تیری حجت قیامت میں خدا تعالے کے سامنے کچھ نہ چلیگی اے معاذ اللہ تعالے نے قبل پیدایش زمین و آسمانون
کے سات فرشتون کو پیدا کیا پھر آسمانون کو پیدا کرکے ہر آسمان پر ایک فرشتہ دربان متعین کردیا اور ہر آسمان کو بڑی عظمت عنایت فرمائی
جب بندے کے صبح سے شام تک کے عمل فرشتے محافظ لیکر اوپر چڑھتے ہین اور عمل میں آفتاب کا سا نور ہوتا ہے فرشتے اپنے نزدیک اسکو اچھا
اور بہت سمجھتے ہین مگر جب آسمان دنیا پر پہونچتے ہین تو دربان اس آسمان کا محافظون سے کہتا ہے کہ اس عمل کو عمل والے کے منھ پر ماردین
غیبت کا فرشتہ ہون میرے رب نے مجھکو حکم کیا ہے کہ جس شخص نے لوگون کی غیبت کی ہو اسکو اپنے آگے نہ بڑھنے دون پھر محافظین کوئی اور عمل
صالح بندے کا لیکر جسمین غیبت نہو دربان اول سے گذر جاتے ہین اور اس عمل کو پاک اور زیادہ جانتے ہین یہانتک کہ دوسرے آسمان پر
پہونچتے ہین وہان کا دربان کہتا ہے کہ ٹھہرے رہو اور اس عمل کو اسکے کرنیوالے کے منھ پر ماردو اس نے اس عمل سے متاع دنیا مراد لی تھی میرے
پروردگار کا حکم ہے کہ ایسے عمل کو آگے نہ جانے دون وہ شخص مجلسون میں بیٹھکر فخر کیا کرتا تھا پھر محافظین بندے کا اور عمل صدقہ اور نماز
روزہ جسمین ایسا نور ہو کہ محافظین بھی حیران رہین لیکر چڑھتے ہین اور دونون آسمانون سے گذر جاتے ہین جب تیسرے پر پہونچتے
ہین تو جو فرشتہ اسپر موکل ہے وہ کہتا ہے کہ ٹھہرو اور اس عمل کو اس بندے کے منھ پر ماردو مین کبر کا فرشتہ ہون میرے مالک کا حکم ہے
کہ جس عمل میں کبر ہو اسکو آگے نہ جانے دون وہ شخص مجلسون میں تکبر کیا کرتا تھا پھر محافظین بندے کا کوئی اور عمل مثل حج و عمرہ و نماز روزہ
کے لیکر اوپر جاتے ہین اور یہ عمل ستارے کے موافق چمکتا ہوتا ہے اور آواز کرتا ہے اسکو لیکر جب چوتھے آسمان پر پہونچتے ہین اسکا دربان
کہتا ہے کہ اس عمل کو اسی کی پیٹھ اور پیٹ پر ماردو مین فرشتہ عجب ہون میرے مالک کی اجازت ہے کہ عجب کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دون وہ
شخص جب عمل کرتا تھا تو اپنے عمل میں عجب کو دخل دیتا تھا پھر محافظین اور عمل بندے کا لیکر پانچوین آسمان کو چلے جاتے ہین اور
یہ عمل دولھن کی طرح آراستہ ہوتا ہے پانچوین آسمان کا موکل کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو عمل والے کے منھ پر مارو اور اسی کی گردن
پر ڈالدو مین فرشتہ حسد کا ہون وہ لوگون سے حسد کیا کرتا تھا جو کوئی کچھ سیکھتا اور اسی کے موافق کام کرتا یا کوئی شخص نفل عبادت ادا
کرتا یہ سب کی حسد کرتا اور انکو برا کہتا مجھے حکم الٰہی ہے کہ اسکے عمل کو آگے نہ جانے دون پھر محافظین بندے کے اور نماز زکوۃ و روزہ حج لیکر
اوپر جاتے ہین جب چھٹے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا موکل کہتا ہے کہ ٹھہرو اور اسکو عامل کے منھ پر ماردو کبھی کسی انسان پر رحم نہین
کرتا کیسی ہی کسی پر بلا یا ضرر آوے بلکہ ہنسا کرتا ہے مین فرشتہ رحمت ہون مجھے امر خداوندی ہے کہ ایسے کے عمل کو نہ بڑھنے دون پھر محافظین
بندہ کا اور عمل لیکر چڑھتے ہین اور اس عمل روزہ نماز اور ورع و اجتہاد وغیرہ میں رعد کی سی گرج ہوتی ہے اور آفتاب کی چمک اور تین ہزار
فرشتے اسکے ساتھ ہوتے ہین اور چھٹون آسمانون سے گذر کر جب ساتوین پر پہونچتے ہین تو اسکا دربان کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو
اسکے عامل کے منھ پر مارو اور اسکے اعضا پر تپاو اور اسکے دل پر ڈالدو جس عمل کو کہ خاص خدا کے واسطے نہین کیا اسکو مین پروردگار کے
سامنے نہ جانے دونگا اس عامل کو بھی اپنے عمل سے غیر اللہ مراد تھا اسکی مراد یہ تھی کہ فقہا مین رفعت ہو جاوے علما مین میرا ذکر شہرون
مین مشہور ہوجاوے میرے خدا کا حکم ہے کہ اسکے عمل کو اپنے پاس سے آگے نہ جانے دون اور جو عمل کہ خدا کے واسطے نہین وہ ریا ہے اور
خدا اسے تعالے ریاکار کا عمل قبول نہین فرماتا۔ پھر محافظین بندے کا عمل نماز زکوۃ و روزہ و حج و عمرہ اور خلق اور حسن سکوت
اور ذکر الٰہی جسمین کوئی عیب عیوب مذکورہ بالا سے نہو لیکر اوپر جاتے ہین اور اسکے ساتھ تمام آسمانون اور زمین کے فرشتے ہوتے ہین یہانتک
کہ سب پردون کو قطع کرکے خداوند کریم کے سامنے جاکر کھڑے ہوتے ہین اور اس شخص کے لیے عمل صالح کی گواہی دیتے ہین کہ خاص خدا کے

واسطے کیا ہی اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہی کہ تم میرے بندے کے عمل پر نگران تھے اور میں اُسکے نفس کا نگران ہون اُسنے اس عمل سے مجھکو ارادہ
نہین کیا میرے سوا کچھ اور مراد تھی اُسپر میری لعنت ہی فرشتے کہینگے کہ اُسپر تیری لعنت اور ہماری لعنت اور آسمان کہینگے کہ اُسپر خدا کی
لعنت اور ہماری لعنت غرض اُس کو سب آسمان اور زمین اور جو چیزین اُن مین ہین لعنت کرینگی۔ حضرت معاذ رضہ فرماتے
ہین کہ مین نے یہ حدیث سُنکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
آپ تو رسول خدا ہین اور مین معاذ ہون مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ میری پیروی کر اگرچہ تیری عمر تھوڑی سی ہو اے معاذ جو
تیرے بھائی قرآن خوان ہین اُنکی غیبت مت کر اور اپنے گناہون کو خود اپنے اوپر رکھ اُنکے ذمہ مت لگا اور اُنکو بُرا کہکر اپنا تزکیہ مت کر
اور نہ اپنے آپ کو اُنپر اونچا کر اور عمل آخرت مین دنیا کے کام کو داخل مت کر اور لوگون مین تکبر مت کر ورنہ لوگ تیری بدخلقی سے ڈرینگے
اور جب کوئی دوسرا تیرے پاس بیٹھا ہو کسی سے سرگوشی مت کر اور لوگون کو اپنی عظمت مت جتا نہین تو تجھسے دنیا کی برکت جاتی رہیگی
اور لوگون کی ہتک مت کر ورنہ قیامت مین تجھکو دوزخ کے کتے چیر ڈالینگے اللہ تعالے فرماتا ہی والناشطات نشطًا اے معاذ تجھکو معلوم
ہی کہ وہ کیا ہین حضرت معاذ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماوین کہ وہ کیا ہین آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ کے
کتے ہین کہ گوشت اور ہڈی کو دانتون سے نوچینگے مین نے عرض کیا کہ آپ پر میری مان اور باپ فدا ہون یہ خصایل جو ارشاد ہوے
اُنکی بجا آوری کی کس کو طاقت ہی اور اُن دوزخ کے کتون سے کون بچیگا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ جسپر خدا آسان کرے اُسکو یہ
باتین کچھ مشکل نہین۔ راوی کہتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رضہ سے زیادہ کسی کو کلام اللہ کی تلاوت کرتے نہین دیکھا وہ اس حدیث
کے ڈر سے اکثر تلاوت مین مصروف رہتے تھے۔ اور روایت ہی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضہ نے ایک شخص کو گردن جھکاتے دیکھا آپ نے
فرمایا کہ او گردن والے اپنی گردن اُٹھا کہ خشوع گردنون مین نہین ہی بلکہ دلون مین ہی۔ اور حضرت ابوامامہ باہلی رضہ نے ایک شخص کو سجدہ
مین مسجد کے درمیان روتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ تو یہ بات اگر اپنے گھر کرتا تو بہت اچھا ہوتا۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ ریاکار
کی تین علامتین ہین جب اکیلا ہو تو سُست ہو اور جب مجمع مین ہو تو خوش ہو اور جب اُسکی کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے اور اگر
کوئی مذمت کرے تو کم۔ اور ایک شخص نے عبادہ بن الصامت رضہ سے پوچھا اگر مین تلوار سے خدا کی راہ مین لڑون اور نیت رضاے الٰہی
اور لوگون کی تعریف کی ہو تو کچھ ثواب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تجھے کچھ نہ ملیگا اُس شخص نے تین بار پوچھا آپ نے یہی جواب دیا اور آخر کو فرمایا
کہ خدا تعالے فرماتا ہی کہ مین شرک سے سب شریکون کا غنی ہون۔ اور ایک شخص نے حضرت سعید بن المسیب رضہ سے پوچھا کہ ہم مین سے
بعض آدمی نیکی کرتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ لوگ بھی تعریف کرین اور ثواب بھی پاوین آپ نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہی کہ خدا اُنکا غضب نہ
نہ ہو اُسنے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تو جب عمل اللہ کے واسطے کرے اُسکو اخلاص کے ساتھ کرو۔ اور ضحاک رح فرماتے ہین کہ یہ نہ کہنا چاہیے
کہ یہ عمل رضاے الٰہی اور تمھاری رضا کے واسطے ہی یا رضاے الٰہی اور رضاے اہل قرابت کے لیے ہی کیونکہ اللہ تعالے کا کوئی شریک
نہین۔ اور حضرت عمر رضہ نے ایک شخص کے درّہ مارا تھا پھر اُس سے فرمایا کہ تو مجھسے عوض لے لے اُسنے عرض کیا کہ مین نے خدا کے واسطے
اور آپ کی خاطر معاف کیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو کچھ بھی نہوا یا تو میری ہی خاطر معاف کر کہ مجھپر احسان ہو یا خدا ہی کے واسطے چھوڑ دے اُسنے
عرض کیا کہ مین نے صرف خدا کے واسطے چھوڑا آپ نے فرمایا کہ اب خوب ہوا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لوگون
کے ساتھ رہا ہون کہ اُنکے دل مین حکمت کی ایسی باتین گذرتی تھین کہ اگر اُنکو زبان پر لاتے تو اُنکو اور اُنکے ساتھیون کو مفید ہوتین مگر شہرت
کے ڈر کے مارے نہین کہتے تھے اور جب راہ مین کوئی ایذا دہندہ چیز دیکھتے تو اُسکو مشہور ہو جانے کے خوف سے علیحدہ نہ کرتے۔ اور کہتے ہین کہ ریاکار
قیامت مین چار نامون سے پکارا جائیگا اے ریاکار۔ اور مکار۔ اور زیانکار۔ اور بدکار جاجسکے لیے عمل کیا ہی اُسی سے اپنی اجرت لے جا کے

ملہ اور جو چیز ظاہر ہونے والوں کی کمر کو جھکا دے ۱۲

پاس تھیں۔ اسلیے کچھ اجر نہیں۔ اور حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے کہ پہلے ریا بسبب عملوں کے کرتے تھے کہ جنکو بجا لاتے تھے اور آج ریا ایسے اعمال سے کرتے ہیں کہ جنکے مرتکب نہیں ہوتے۔ اور حضرت عکرمہ رض فرماتے ہیں کہ خداے تعالیٰ بندے کو نیت پر اتنا دیگا کہ اتنا عمل پر نہ دیگا اسلیے کہ نیت میں ریا نہیں ہوتا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ ریاکار یہ چاہتا ہو کہ خداے تعالیٰ کی تقدیر پر غالب ہوجاوے وہ خراب آدمی ہو یوں چاہتا ہو کہ آدمی اسکو نیک بخت کہیں اور وہ کسطرح کہہ سکتے ہیں وہ تو خدا کے نزدیک نکمے لوگوں میں داخل ہو ایمانداروں کے دلوں کو لازم ہو کہ اسکو پہچان رکھیں۔ اور حضرت قتادہ رض فرماتے ہیں کہ جب بندہ ریا کرتا ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ میرے بندے کو دیکھو مجھ سے ٹھٹھول کرتا ہو۔ اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہیں کہ قاری تین قسم ہیں ایک خدا کے قاری ایک دنیا کے قاری ایک بادشاہوں کے قاری محمد بن واسع خدا کے قاریوں میں سے ہیں اور حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہیں کہ جو کوئی ریاکار کو دیکھا چاہے وہ مجھے دیکھ لے اور محمد بن المبارک صوری رح کا قول ہو کہ اہل خیر کی وضع رات کو اختیار کرنی چاہیے دن کو اہل خیر کی صورت اظہار کرلینے سے وہ مشہور ہو اسلیے کہ دن کا معاملہ مخلوق کیلیے اور رات کا خالق کیلیے۔ اور ابوسلیمان رح کا قول ہو کہ بہ نسبت عمل کے عمل کا بچانا دشوار ہو اور ابن مبارک رح نے فرمایا کہ ایک آدمی طواف تو بیت اللہ کا کرتا ہو مگر ہو خراسان میں۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہوئی آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اس بات کو محبوب جانے کہ مجھکو لوگ یوں کہیں کہ یہ مکہ کا مجاور ہو حاصل یہ ہوا کہ عبادت حصول شہرت کے لیے ضائع ہوا پھر کچھ ثواب و اجر مترتب نہیں۔ اور حضرت ابراہیم بن ادھم رح فرماتے ہیں کہ جس نے مشہور ہونا چاہا اُس نے خداے تعالیٰ کی تصدیق نہیں کی

دوسرا بیان ریا کی حقیقت اور جس چیز میں کہ ریا ہوتا ہو واضح ہو کہ ریا مشتق رویت سے ہو جسکے معنی دیکھنے کے ہیں اسی طرح سمعہ جسکے معنے شہرت عمل ہو مشتق سماع یعنے سننے کے ہو اور ریا کے اصلی معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اچھی خصلتیں دکھلا کر انکے دلوں میں منزلت حاصل کرنی لیکن چونکہ جاہ و منزلت کا دلوں میں حاصل ہونا سواے عبادات کے اور اعمال سے بھی ہو سکتا ہو اور عبادات سے بھی تو بحکم عادات ریا خاص اُسی صورت کا نام ہوگیا ہو جسمیں طلب منزلت دلوں میں عبادات کی جہت سے مقصود ہو پس اس تعریف ریا کی یہ ہوئی کہ خدا کی طاعت سے مخلوق کا ارادہ کرنا تو یہاں چار چیزیں ہیں ایک ریا کرنے والا وہ تو عابد ہو ایک جسکے لیے ریا کرتا ہو وہ آدمی ہیں کہ انکو دکھلانا منظور ہو اور انکے دلوں میں منزلت مطلوب ہو اور ایک وہ جس چیز کو دکھلانا منظور ہو وہ خصلتیں ہیں جو ریاکار ظاہر کرنا چاہتا ہو اور ایک خود ریا ہو یعنے اُن خصائل کے اظہار کا قصد۔ اور جن چیزوں میں کہ ریا کو دخل ہو وہ پانچ قسم ہیں یعنی آدمی لوگوں میں نمود پانچ چیزوں میں کرسکتا ہو بدن اور ہیئت اور قول اور عمل اور متعلقین کے لوگ اور اشیاء خارجی۔ دنیا دار بھی انھیں پانچ قسموں سے نمود کرتے ہیں مگر جاہ کا طلب کرنا اور ریا کا نفاذ اُن ہونا ایسے اعمال سے جو داخل طاعت نہیں بہ نسبت طاعت کی ریا کے خفیف ہو **قسم اول** بدن کی نمود۔ دین کے باب میں تو اسطرح ہو کہ بدن پر لاغری اور زردی ظاہر کرے تاکہ لوگوں کو خیال ہو کہ یہ دین میں بہت محنت کرتا ہو اور دین کا خوف غالب ہو اور آخرت کا ڈر بہت ہو یا یہ کہ دبلا ہونے سے معلوم ہو کہ غذا بہت کم کھاتا ہو اور زردی رنگ سے وہم ہو کہ شب بیدار رہتا ہو اسیطرح بالوں کا بکھرا رہنا اسپر دلالت کرتا ہو کہ دین کا فکر بہت ہو اس سے فرصت کنگھی کی نہیں ملتی پس یہ اسباب جب لوگوں میں ظاہر ہو جاتے ہیں تو لوگ انسے وہی باتیں مذکورہ سمجھتے ہیں اور نفس کو انکے معلوم ہونے کی کمال خوشی ہوتی ہو اسی لیے اس خوشی کی چاہ میں اُن باتوں کا اظہار چاہتا ہو اور اسی کے قریب ہو آواز کی پستی اور آنکھوں کا اندر گڑ جانا اور لبوں کا پژمردہ رہنا کہ انسے یہ پایا جاتا ہو کہ یہ شخص ہمیشہ روزہ دار ہو اور شرع کی تعظیم کی جہت سے آواز پست ہو گئی یا بھوک کی کمی سے طاقت کم ہو گئی ہو اسی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہو کہ جب کوئی تم میں سے روزہ رکھے تو چاہیے کہ سر میں تیل ڈالے اور کنگھی کرے اور سرمہ لگا دے اور اسیطرح حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت ابن مسعود رض سے بھی مروی ہو

اور یہ سب معاملہ اسی لیے ہے کہ کہین شیطان ریا کی طرف مائل نہ کر دے یہ طور بدن کی نمود کا اہل دین کرتے ہین مگر دنیادار اسکے برعکس فربہی
اور صفائی رنگ اور راستی قد اور خوبصورتی اور بدن کی پاکیزگی اور اعضا کی قوت اور انکا مناسب ہونا ظاہر کرتے ہین دوسری قسم
ہیئت اور لباس سے نمود کرنی مثلاً سر کے بالون کو پراگندہ رکھنا اور مونچھون کو منڈانا اور راہ مین گردن ڈالکر چلنا اور آہستہ آہستہ
حرکت کرنا اور سجدہ کا نشان پیشانی پر باقی رکھنا اور موٹے کپڑے پہننا اور کمل کی عبا پہننا اور اسکے دامن پنڈلیون کے قریب تک
اونچے رکھنا اور آستینین چھوٹی کرنی اور کپڑے نہ دھلانے اور انکو پھٹا ہوا رکھنا یہ سب باتین اس نمود کے لیے ہین کہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص
تابع سنت اور پیرو اللہ کے نیک بندون کا ہے اور اسمین داخل ہے پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا اور سجادہ پر نماز پڑھنی اور صوفیون کی طرح
نیلے کپڑے پہننے حالانکہ باطن مین حقیقت تصوف خاک بھی نہین اور عمامہ کے اوپر چادر پہننی اور اسکو آنکھون پر لٹکا لینا بھی داخل نمود ہے
کہ اس تدبیر کے باعث سب کی آنکھ اسپر پڑیگی اور یہ جانا جائیگا کہ بڑے محتاط ہین کہ راہ کے غبار سے بھی اپنی آنکھین بچاتے ہین اور اسی
مین یہ بھی شامل ہے کہ بے علم آدمی عالمون کا خاص لباس پہنے تاکہ لوگ اسکو عالم سمجھین - اور جو لوگ لباس سے نمود کرتے ہین انکے
کئی طبقات ہین بعض ایسے لوگ ہین کہ اہل صلاح کے نزدیک زہد کے اظہار سے منزلت کے خواہان ہوتے ہین اسی لیے کپڑے پھٹے پرانے
میلے موٹے کھدرے پہنتے ہین تاکہ یہ معلوم ہو کہ انکو دنیا کی کچھ پروا نہین ایسے لوگون کو اگر کوئی تکلیف متوسط درجہ کے کپڑے
پہنا دے جیسے سلف کے اکابر پہنتے تھے تو انکے نزدیک ایسا ہو کہ گویا ذبح کر ڈالا اور یہ صرف اس خوف سے ہوتا ہے کہ لوگ یون
کہینگے کہ پہلے تو زاہد ہوئے تھے اب اس طریق سے پھر گئے اور دنیا کے راغب ہوے - اور بعض لوگ ایسے ہین کہ وہ اہل صلاح اور
دنیا دارون یعنے بادشاہون اور امرا رؤسا اور بڑے تاجرون دونون فریق مین مقبول ہوا چاہتے ہین پس اگر نہایت عمدہ لباس پہنین
تو درویش انکو برا سمجھین اور اگر حقیر لباس پہنین تو بادشاہون اور اہل دنیا کی نظرون مین نہ جچین اور انکو منظور یہ ہے کہ دونون
فریق کے نزدیک مقبول ہون اسلیے نہایت باریک عبا اور چادرین اور رنگین پیوندکار وغیرہ تلاش کرکے پہنتے ہین اور غالب ہے کہ
انکا لباس اور تونگرون کا قیمت مین مساوی ہوتا ہوگا مگر رنگ اور ہیئت صلحا کے کپڑون کی سی ہوتی ہے اور اگر کوئی انکو موٹا یا میلا کپڑا
بزور پہنا دے تو مثل ذبح کیا جانے اسلیے کہ بادشاہون کی نظرون سے اتر جاوینگے ایسا ہی اگر پشمین یا حریری اطلس کا بدن چسپیدہ
پہنا دے گو یہ کپڑا بہ نسبت انکی پوشاک کے کم قیمت کا ہو مگر اسکا پہننا نہایت گران گذرے اسلیے کہ درویش انکو یہ جانینگے کہ انھون نے
دنیا دارون کا لباس پہن لیا حاصل یہ کہ جو فرقہ اپنی منزلت کسی خاص لباس مین جانتا ہے وہ اس سے کم پہنتا ہے نہ زیادہ اگرچہ کمی
بیشی مباح ہو مگر وہ مذمت کے خوف کے بارے نہ اس سے اعلی پہنین نہ ادنی انکی نمود نفیس نفیس کپڑون اور بڑھیا سواریون اور
گھوڑون اور رنگین کپڑون اور نفیس چادرون اور اقسام لباس و مسکن و اثاث البیت مین بہتایت اور تجمل ظاہر کرنے مین ہے
اور یہ بات سب آدمیون مین پائی جاتی ہے کہ اپنے گھر مین موٹے کپڑے پہنتے ہین اور اگر اسی طرح باہر مجمع مین چلے آوین تو بہت برا
جانین جبتک اچھی طرح نہین کر لیتے تب تک نہین نکلتے تیسری قسم قول مین نمود کرنے کی ہے - اسمین اہل دین کی نمود اسطرح
ہے کہ ریا کے لیے وعظ و نصیحت کرنا اور حکمت و دانائی کی بات کہنی اور اخبار و آثار کا اسلیے یاد کرنا کہ روزمرہ کے محاورے مین کام آوے
اور لوگون کی کثرت علم اور زیادتی توجہ احوال سلف پر معلوم ہو اور لوگون کے سامنے ذکر کے لیے ہونٹھ ہلاتے رہنا اور سب کے سامنے
اچھی بات کو امر کرنا اور بری بات سے روکنا اور بری باتون پر غصہ کا ظاہر کرنا اور اگر لوگ معصیت کے مرتکب ہون تو انپر افسوس ظاہر
کرنا اور کلام کرنے مین آواز کو ضعیف کرنا اور تلاوت قرآن مجید مین پتلی آواز کرنی تاکہ معلوم ہو کہ اسکو خوف اور غم بہت ہے اور حدیث
کے یاد کا مدعی ہونا اور بہت سے محدثون سے ملاقات ظاہر کرنی اور اگر کوئی حدیث بیان کرے تو اسمین جلدی سے خلل اور عیب بتلانا تاکہ

مجاوا یہ کہہ دینا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ حدیث دان ہیں اور اس باب میں فاضل ہیں اور کسی کے الزام دینے کو مجادلہ اور تقریر یا حق کرنا تاکہ لوگ جانیں علم دین میں بڑی دستگاہ ہے اسی طرح اہل دین کے قول سے ریا کرنے کے بہت سے اقسام ہیں کہ انکا شمار نہیں ہو سکتا مگر دنیا کے لوگ قول سے خود اسطرح کرتے ہیں کہ اشعار اور امثال یاد کر لیتے ہیں اور فصیح عبارتیں اور شاذ و نادر جملے آپس میں بحث کے واسطے اور اہل علم کے سامنے ایک عجیب نقرہ پیش کرنے کے لیے حفظ کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے واسطے ہر شخص سے دوستی ظاہر کرتے ہیں چوتھی قسم عمل کی نمود ہے مثلاً نمازی ریا کے لیے دیر تک قیام کرنا اور سجدہ اور رکوع طویل کرنا اور گردن جھکانی اور التفات کا ترک کرنا اور سکون اور وقار کا ظاہر کرنا اور قدموں اور ہاتھوں کو برابر رکھنا وغیرہ اسی طرح روزہ اور جہاد اور حج اور صدقہ اور کھانا کھلانے میں ریا ہوتا ہے اور چلنے میں ملاقات کے وقت نرمی کرنی مثلاً آنکھیں نیچی کرنی اور سر جھکانا اور کلام وقار کے ساتھ کرنا۔ یہانتک کہ ریاکار کبھی اپنے کام کے لیے تیز چلتا ہو کہ جب کوئی دیندار اسکے سامنے آجاتا ہے تو آہستہ چلنے لگتا ہے اور سر ڈال لیتا ہے کہ ایسا نہو کہ دیکھنے والا مجھکو جلد باز اور کم وقر جانے پھر جب وہ شخص غائب ہوجاتا ہے تو پھر ویسا ہی جلدی چلنے لگتا ہے پھر کوئی دیکھ لیتا ہے تو پھر خشوع کرتا ہے اور خدا کو یاد کر کے خشوع نہیں کرتا فقط انسان کی اطلاع سے خشوع کرتا ہے کہیں ایسا نہو کہ وہ یہ جانے کہ یہ شخص عابد نہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو خود بھی یہ چال مخالف اس چال کے جو لوگوں کے سامنے ہوتی ہے اوروں کو شرم آتی ہے تو وہ تنہائی کی چال میں تکلف کرتے ہیں اور بہت بناکر چلتے ہیں کہ اگر بالفرض تنہائی میں انکو کوئی دیکھ لے تو چال میں تبدیل نہ کرنی پڑے یکساں رفتار رہے ایسے لوگوں کو یہ گمان ہے کہ شاید اس حرکت سے ریا سے بچ جاتے ہیں حالانکہ ریا دو چند کا مضمون ہوتا ہے کہ چلنے میں لوگوں کے سامنے ہی خلوت میں بھی ہوا اسلیے کہ تنہائی میں جو اچھی رفتار اختیار کی ہے سو اسی واسطے ہے کہ خلقت میں بھی ویسی ہی ہو کچھ خدا کے خوف اور حیا سے تنہائی میں نہیں کی اور دنیا والوں کی نمود یوں ہے کہ تبختر اور تکبر کے ساتھ چلنا اور ہاتھوں کا ہلانا اور قدم قریب قریب رکھنا اور دامن کو تھامے رہنا اور دونوں پہلو پر ہاتھ دھرنا وغیرہ اسی طرح کے جاہ وحشمت معلوم ہو پانچویں قسم یاروں اور ملاقاتیوں سے نمود کرنی مثلاً کوئی شخص اس بات کا بتکلف خواہان ہو کہ فلاں عالم یا عابد اس کی ملاقات کو آئے تاکہ لوگ یہ جانیں کہ یہ شخص بڑا دیندار ہے کہ ایسے عالم اور عابد اسکے پاس آمد و شد رکھتے ہیں یا کسی بادشاہ یا حاکم کا آنا چاہے بایں غرض کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اسکا رتبہ دین میں بڑا ہے کہ حاکم بھی برکت حاصل کرنے کو اسکے پاس جاتے ہیں۔ یا کوئی شخص بہت سے شیوخ و مرشدین کا ذکر کرے تاکہ معلوم ہو کہ اسکی ملاقات بہت سے اکابر سے ہے اور سب سے استفادہ کیا ہے اور ایسے شخص کا تفاخر اور ریا اسکے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی سے گفتگو کے وقت کہنے لگتا ہے کہ تمنے کسکو دیکھا ہے میں نے اتنے مرشدوں کو دیکھا اور اتنے شہروں میں پھرا اور اتنے لوگوں کی خدمت کی وغیرہ۔ پس جن چیزوں سے لوگ ریا کرتے ہیں وہ انہیں پانچ قسموں میں سے ہوتی ہیں اور ہر ایک کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں جاہ و منزلت حاصل ہو۔ اور بعضے لوگ خلق کے حسن اعتقاد کو اپنے اوپر جان کر قانع ہو جاتے ہیں مثلاً بہت سے راہب اپنے معبد میں سے برسوں نہیں نکلتے اور بہت سے عابد پہاڑوں کی چوٹی پر مدتوں عزلت نشین رہتے ہیں اور انکی زندگی اسی اعتبار سے ہے کہ ہمارا جاہ لوگوں کے دلوں میں قائم ہے اور اگر انکو یہ معلوم ہو جاوے کہ لوگوں کے نزدیک میری کوئی خطا ثابت ہوگئی کہ اس معبد یا گوشہ میں انکے نزدیک صاحب تقصیر ٹھہرا تو پھر بہت گھبراویگا اور اسپر قانع نہوگا کہ خدا تو جانتا ہے کہ میں اس خطا سے بری ہوں بلکہ اسکا شدت سے غم کرے گا اور لوگوں کے دلوں میں سے اس شک کے رفع کرنے کے بیسیوں حیلے تلاش کرے گا باوجودیکہ یہ شخص لوگوں کے مال کا طامع نہیں مگر جاہ کی محبت ایسی مزہ دار ہے کہ اسکا چسکا اسکو موجود ہے اسلیے کہ جاہ ایک طرح کی قدرت و کمال ہے گو سریع الزوال ہو اکثر جاہل آدمی اسکے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ اور بعض آدمی ریاکار ایسے ہوتے ہیں کہ صرف دلوں میں منزلت ہوتی ہے اسپر قانع نہیں ہوتے بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ لوگ ثنا و مدح کریں۔ اور بعضے اپنا شہرہ ملکوں میں پھیلانا چاہتے ہیں تاکہ اطراف و جوانب سے لوگ بہت سے

رجوع ہون اور بعضے بادشاہون اور حکام کے نزدیک باشہرہ ہوا چاہتے تاکہ کسی کی سفارش اگر کرین تو قبول ہو جاوے اور لوگون کے کام اس ذریعہ سے اپنے اختیار مین آجاوین اور عوام مین بہت اقتدار اور جاہ حاصل ہو جاوے اور بعض اشخاص ریا سے طالب مال و زر ہوتے ہین گو مال وقف اور یتیمون کا مال خواہ اور کوئی حرام مال ہو یہ طبقات ریاکارون کے سب مین بُرے ہین یہانتک بیان حقیقت ریا اور اُن چیزون کا جنسے ریا ہوتا ہی تھا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض ریا حرام ہے اور بعض مکروہ اور بعض مباح اور اُسکی تفصیل یہ ہی کہ ریا جیسے طلب جاہ یا عبادات سے ہوتا ہی یا غیر عبادات سے ہی تو اُسکا حکم طلب مال کا سا ہی یعنی صرف طلب منزلت لوگون کے دلون مین ہونے کی جہت سے حرام نہین جیسے کہ طلب مال حرام نہین لیکن جیسے مال ہے کہ حاصل کرنے مین دغا اور فریب اور وجہین ناجائز ہوسکتی ہین اسی طرح جاہ مین بھی ہوسکتی ہین اور جسطرح تھوڑا مال یعنے بقدر احتیاج انسانی حاصل کرنا اچھا ہی اسیطرح تھوڑا سا جاہ یعنے جسکے باعث آفات سے محفوظ رہے اسقدر یہ بھی بہتر ہو اور یہ وہی جاہ ہی جسکی حضرت یوسف علیہ السلام نے طلب کیا تھا اور فرمایا تھا انی حفیظ علیم اور جسطرح کہ مال مین زہر اور تریاق دونون ہین اسیطرح جاہ مین بھی مضر اور نافع دونون ہین اور جسطرح کہ بہت سا مال لہو طغیان مین ڈالتا ہی اور خدا کی یاد اور آخرت سے غافل کرتا ہی اسیطرح بہت سے جاہ کا بھی حال ہی بلکہ اُسکا فتنہ اشد اور بڑا ہی مال کے فتنہ سے اور جسطرح کہ ہم نہین کہتے کہ بہت سے مال کا ملکیت مین آجانا حرام ہی اسیطرح ہمارا یہ قول بھی نہین کہ بہت سے دلون کا ملکیت مین آنا حرام ہی جبتک کہ کثرت مال و کثرت جاہ ہو جب کسی چیز نا جائز کا نہو ہان یہ کہتے ہین کہ اپنی ہمت کا مصروف کرنا مال و جاہ کی کثرت کی طرف یہ اصل تمام بُرائیون کی ہی اور مال و جاہ کا محبت رکھنے والا دل و زبان کے گناہون کے چھوڑنے پر قادر نہین اور بدون طلب اور حرص کے جاہ کا زیادہ ہو جانا اور اگر وہ جاتا رہے تو اُسکا غم نہونا ایسے جاہ کا کچھ مضائقہ نہین دیکھو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین اور علماء دین کے جاہ سے بڑھکر اور کیا ہوگا مگر ہماری غرض یہ ہی کہ اپنی طرف سے اس ہی ہمت کو مصروف کرنا دین کا نقصان ہی گو حرام نہین اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جب آدمی گھر سے باہر نکلتا ہی اور لوگون کے دکھلانے کے واسطے اچھے کپڑے پہنتا ہی یہ حرام نہین اسلیے کہ عبادت سے ریا نہین بلکہ دنیا کی چیز سے اسیطرح تمام تجمل و زینت و تکلفات کو سمجھنا چاہیے اور دلیل اسکے حرام نہونے کی یہ ہی کہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ رض کے پاس جانا چاہا تو آپ نے پانی کے مٹکے مین دیکھکر اپنا عمامہ اور بال درست کیے مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان جو بندہ اپنے بھائیون کے پاس جانے کے وقت اپنے آپکو بنالیتا ہی اللہ اُسکو اچھا جانتا ہی - الا یہ بات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوئی داخل عبادت ہی اسلیے کہ آپکو حکم دعوت خلق اور اتباع کی ترغیب اور دلون کے مائل کرنے کا تھا اگر آپ اُنکی نظرون سے گر جاتے تو آپ کے اتباع کی ترغیب نہ کرتے اسی جہت سے آپ پر واجب تھا کہ اپنے محاسن احوال اُنپر ظاہر کرین تاکہ اُنکی نظرین آپکو حقیر نہ جانین عام لوگون کی نظر ظاہر پر بہت پڑتی ہے باطن کو نہین دیکھتا یہ مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی اب اگر کوئی شخص لوگون کی نظرون مین آپ کو اچھا کرنا چاہے باین لحاظ کہ اُنکی مذمت اور ملامت سے بچا رہے اور اُنکی توقیر و حرمت سے راحت پاوے تو یہ امر مباح ہی اسلیے کہ انسان کو جائز ہی کہ مذمت سے بچے اور اپنے یارون کے ساتھ اُنس سے راحت پاوے تو جب اُسکو کریہ اور حقیر سمجھینگے تو اُنس کبھی نہ حاصل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین عبادت نہین ان مین ریا کرنا کبھی مباح ہوتا ہی اور کبھی طاعت اور کبھی مذموم یعنے جیسے ریا سے غرض مطلوب ہوگی ویسا ہی حکم اُس ریا کا ہوگا اگر غرض مطلوب مباح یا طاعت ہوگی تو ریا بھی مباح ہوگا مثلاً کوئی شخص اپنا مال غنیون کی جماعت کو دیتا ہی نہ عبادت کے طور پر نہ صدقہ کے طور پر بلکہ اسلیے کہ لوگ سخی جانین تو یہ لہو ہی اور حرام نہین اسیطرح اور مثالین ہین - اور جو ریا کہ عبادات سے ہوتا ہی مثلاً نماز روزہ و حج و جہاد سے تو اسمین ریاکار کے دو حال ہین اول تو یہ کہ اُسکا ارادہ سواے ریا کے اور کچھ نہین اجر و ثواب سے کچھ مطلب نہین

حاشیہ: فائدہ خوب مالداری ... (بائیں حاشیے کی عبارت، بمشکل پڑھی جانے والی)

تو ایسے شخص کی عبادت باطل ہو اسلیے کہ اعمال کا ثواب نیت سے ہوتا ہو اور یہ عمل بہ نیت عبادت ادا نہین ہوا اور یہی نہین کہ صرف عبادت
باطل ہو گئی اور جیسا قبل عبادت یہ شخص تھا ویسا ہی رہا بلکہ ایسی عبادت کرنے سے نافرمان اور گنہگار ہوتا ہو جیسا کہ اخبار و آیات سے ثابت ہوتا ہی
اور وجہ گناہ کی دو باتین ہین اول تو بندون سے متعلق ہو یعنی فریب دینا کہ ریاکار نے ان کو یہ دھوکا دیا کہ وہ شخص دیندار اور مخلص خدا و تعالی
کا ہو حالانکہ ایسا نہین اور فریب دینا تو دنیا کے امور مین بھی حرام ہو چہ جاے کہ دین مین مثلاً اگر کوئی شخص چند لوگون کا قرض ادا کرے اور
لوگون سے یہ کہے کہ مین انکو خیرات دیتا ہون تاکہ لوگ سخی جانین تو چونکہ انہین فریب دہی ہو اسلیے گنہگار ہوگا دوسرے متعلق خدا تعالی کے
ہی وہ یہ ہی کہ جیسا اسنے خدا کی عبادت سے قصد مخلوق کا کیا تو خدا سے ٹھٹھے ہوئی اسی واسطے حضرت قتادہ رحمہ کی روایت مین ہو کہ جب بندہ
ریا کرتا ہی خدا وند کریم اپنے فرشتون سے فرماتا ہو کہ اسکو دیکھو کیسے مجھ سے ٹھٹھول کرتا ہو اور اسکی مثال ایسی ہو کہ کوئی بادشاہ کے پاس کوئی شخص
دن بھر حاضر رہے جیسا کہ عادت نوکرون چاکرون کی ہوتی ہو مگر اس نیت سے کھڑا ہو کہ بادشاہ کی لونڈی یا غلام کو دیکھتا رہے تو وہ شخص
بادشاہ کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والا ہوگا کہ اسکی نوکری و خدمت کے پیش نظر نہین ہوا بلکہ غلام اور لونڈی کی تاک مین حاضر رہا تو اس سے زیادہ کیا
حقارت ہوگی کہ آدمی خدا کی عبادت کو اسکی ضعیف بندے کو دکھلاوے جس سے کسی کا فائدہ ہو نہ ضرر اور ایسی بات سے یہی وہم ہوتا ہی
کہ ایسا ریاکار بندے کو خدا کی نسبت اپنی غرضین پورا کرنے مین زیادہ قادر جانتا ہی یا اسکے نزدیک مقرب ہونا خدا سے تعالی کے نزدیک
مقرب ہونے سے بہتر جانتا ہو ورنہ ایسے شہنشاہ پر دوسرے کو ترجیح کیون دیتا اور اپنی عبادت کا مقصود انکو کیون بناتا اس سے زیادہ
اور کیا خرابی ہوگی کہ ادنی غلام کو شاہنشاہ کے برابر کر دیا غرضکہ اس قسم کا ریا بڑی مہلک چیز ہو اسلیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
اسکو شرک اصغر فرمایا ہو ورنہ ہر قسم کا ریا گناہ سے خالی نہین کسی مین زیادہ ہو کسی مین کم مگر بعض وجہ سے بعض سے دوسرے کی نسبت
زیادہ ہوتا ہی چنانچہ آگے مفصل مذکور ہوگا اور اگر ریا مین کچھ نہین تو یہ بات کیا کم ہو کہ دوسرے کے لیے سوا خدا کے رکوع و سجدہ
کرتا ہی اگرچہ مقصود خدا سے تعالی کا تقرب نہین مگر غیر اللہ تو مطلوب ہی علاوہ اسکے غیر اللہ کی تعظیم سجدہ سے کرتا تو صاف کافر ہو جاتا
مگر ریا سے کافر ظاہر مین نہین ہوا لیکن کفر خفی مین مبتلا ہوتا ہی اسلیے کہ ریاکار اپنے دل مین لوگون کی تعظیم کرتا ہی اور یہی تعظیم
اسکے رکوع و سجود کی ہو تو من وجہ اس رکوع و سجدہ سے انکی تعظیم بھی نکلی اور چونکہ نیت مین تعظیم الہی موجود نہین اور تعظیم خلق موجود
ہی تو ایسی عبادت قریب شرک کے ہو گئی مگر چونکہ اسکی نیت اس عبادت سے یہ تھی کہ میرا رتبہ دیکھنے والے کی نظر مین زیادہ ہو جاوے اور
اپنی عظمت ڈالنے کو وہ حرکات ظاہر کین جنسے خدا کی عظمت معلوم ہوا کرتی ہی اسلیے یہ شرک جلی نہوا بلکہ شرک خفی رہا اور یہ نہایت
جہالت کی بات ہے اسپر ایسا ہی شخص ارتکاب کرسکتا ہو جسکو شیطان دھوکا دیکر یہ سمجھا دے کہ نفع اور ضرر اور رزق اور موت اور
حال و مال کی مصلحت خدا کی نسبت بندون کے اختیار مین زیادہ ہو اسی واسطے خدا کی طرف سے منھ پھیر کر انکی طرف دل سے متوجہ
ہو جاتا ہی اور انکا دل اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہو اور اگر اللہ تعالے ایسے شخص کو دنیا و آخرت مین بندون کے سپرد فرماوے
تو اسکے فعل ایک ادنی تدارک ہو جاوے کیونکہ بندے اپنے لیے تو مالک نفع اور ضرر کے ہین ہی نہین دوسرے کے لیے کیسے ہو سکتے
ہین یہ حال تو دنیا مین ہی اسپر اس روز کو قیاس کرنا چاہیے کہ وہان کیا ہوگا یوم لا یجزی والد عن ولدہ ولا مولود ہو جاز عن والدہ
شیئا بلکہ وہان تو انبیا نفسی نفسی کہینگے تو دیکھنا چاہیے کہ ریاکار کیسا جاہل ہو اپنے ثواب آخرت اور تقرب الی اللہ کو دنیا کی جھوٹی طمع
سے کیسے بدلہ کرتا ہو اور اپنے یقینی ثواب کو لوگون پر وہمی توقع کے عوض ضائع کیے دیتا ہو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو شخص عبادت
سے قصد ریا رکھتا ہو وہ عقلاً اور نقلاً خدا کے غضب مین ہو یہ اس صورت کا بیان ہو جس مین عبادت سے مراد ریاکار کی ثواب
الا جس صورت مین کہ ثواب اور مدح دونون مراد ہون مثلاً نماز و روزہ سے غرض حصول ثواب آخرت اور لوگون کی ستائش دونون ہون

تو یہ وہ شرک ہے جو اخلاص کے مقابل ہے اور اسکا حکم باب اخلاص میں آویگا یہان اسقدر کافی ہے کہ حضرت سعید بن المسیب اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہما
کے قول کے بموجب ایسی عبادت میں بھی مطلقاً ثواب نہیں ہوتا

تیسرا بیان ریا کے درجات میں - جاننا چاہیے کہ ریا کی بعض صورتین بعض سے شدید اور غلیظ تر ہین اور ریا کا اختلاف
اسکے ارکان کے اختلاف پر منحصر ہے اور اسکے ارکان تین ہین اول خود قصد ریا دوم جس چیز سے ریا ہوتا ہے سوم جسکے واسطے کرتا ہے
پھر قصد ریا دو حال سے خالی نہین یا اسمین ارادہ عبادت اور ثواب کا بھی ہے یا نہین اور اگر ارادہ ثواب ہے تو قصد ریا کے برابر ہے یا اس سے
زیادہ یا کم پس بلحاظ رکن اول یعنی قصد ریا کے ریا کی چار صورتین ہین صورت اول جو سب مین سخت ہے یہ ہے کہ ارادہ ثواب مطلقاً نہو
مثلاً ایک شخص لوگون کے سامنے نماز پڑھتا ہے اگر تنہا ہو تو نہین پڑھتا بلکہ بعض اوقات بے وضو بھی لوگون کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے تو ایسے
شخص کا قصد صرف ریا ہی رہا ہے اسلیے خدا کے نزدیک مغضوب ہے اسی طرح اگر کوئی زکوٰۃ لوگون کی مذمت کے خوف سے دیوے اور
نیت ثواب نہو اور اگر تنہا ہو تو نہ ادا کرے اسکا بھی یہی حال ہے یہ صورت بہت بُری ہے دوسری صورت یہ ہے کہ ارادہ ثواب تو ہو مگر ارادہ
ضعیف ہو کہ اگر خلوت مین ہوتا تو یہ قصد ثواب اتنا نہ تھا کہ اسکے باعث وہ عمل ضرور کرتا لیکن اگر قصد ثواب مثلاً نہوتا تو قصد ریا ایسا
تو ہی تھا کہ اسکے سبب سے عمل ضرور کرتا تو ایسا شخص بھی پہلی صورت کے قریب قریب ہے اسلیے کہ گو اسکو قصد ثواب ہے الا ایسا تو نہیں
کہ اسکے سبب سے عمل کر سکے تو ایسا قصد ہوا نہ ہوا برابر ہے غرض یہ شخص بھی غضب الٰہی اور گناہ سے خالی نہین تیسری صورت یہ ہے
کہ قصد ثواب اور قصد ریا دونون مساوی ہون مثلاً اگر دونون قصد جمع ہوتے ہین تو عمل کرتا ہے اور ایک قصد ہو اور ایک نہو تو عمل کی رغبت
نہین کرتا یا مثلاً اسقدر قصد اگر اکیلا ہی اسمین ہوتا تو باعث عمل نہ تھا گو کوئی سا ہوتا تو اس شخص کا حال یہ ہے کہ جتنا اسنے بگاڑا
اتنا ہی سنوارا تو توقع یہ ہے کہ نہ ثواب ہو نہ عذاب یا ثواب اسی قدر ہو جسقدر عذاب ہو اور ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا
شخص بھی نہین بچیگا چنانچہ اسکو ہمنے باب اخلاص مین لکھا ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ قصد ریا ضعیف ہو اور قصد ثواب قوی یعنی لوگون کے
مطلع ہونے سے اسکو نشاط اور سرور کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تنہائی مین بھی عبادت کا تارک نہین ہوتا اور اگر صرف قصد ریا اکیلا ہوتا
تو اس عمل کا مرتکب نہوتا تو ایسے شخص کا حال ہمارے گمان مین یہ ہے کہ اصل ثواب باطل نہوگا بلکہ اسمین سے کچھ ناقص ہو جاویگا
یا ریا کی مقدار اسکے بموجب عذاب ہوگا اور بقدر ثواب کے قصد سے ثواب پاویگا آگے خدا جانے - اور یہ جو حدیث شریف مین ارشاد
خداوندی وارد ہے انا اغنی الاغنیاء عن الشرک اس سے مراد وہ صورت ہے کہ قصد ریا و ثواب دونون مساوی ہون یا قصد ریا غالب ہو
دوسرا رکن ریا کا وہ اشیاء ہین جنسے ریا ہوتا ہے اور وہ طاعات و عبادات ہین اور اس رکن کے لحاظ سے ریا کی دو قسمین ہین ایک
اصول عبادات سے ریا کرنا اور ایک اوصاف عبادات سے ریا کرنا قسم اول ان مین سے بہت بُری ہے اور اسکے تین درجے ہین درجہ
اول یہ ہے کہ اصل ایمان ہی سے ریا منظور ہو اور یہ صورت سب صورتون سے بُری ہے اور ایسا ریا والا ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اور
وہ وہ شخص ہے کہ ظاہر مین کلمہ شہادت کہتا ہے اور باطن مین اسکی تکذیب بھری ہے الا ریا کی جہت سے ظاہر کا مسلمان بنتا ہے ایسے
لوگون کا حال خدا تعالے نے چند جا کلام مجید مین ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک
لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون (یعنی) انکا قول انکے باطن کے موافق نہین اور ایک جگہ فرمایا
ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشہد اللہ علی ما فی قلبہ وہو الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیہا ویہلک الحرث
والنسل واللہ لا یحب الفساد اور ایک جا فرمایا اذا لقوکم قالوا امنا واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ اور فرمایا یراءون الناس ولا یذکرون
اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذلک لا الی ہؤلاء ولا الی ہؤلاء اور اسی طرح انکی شان مین بہت سی آیتین ہین اور نفاق شروع اسلام مین

یعنی سب سے پیلے دوزخ مین سے زیادہ پیلے پیرو اپون ہیون مزلکسب سے پیلے گوری ۱۲ منہ جب آوین تیرسے پاس منافق کہتے ہم قائل ہین تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تو اسکا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہین ۱۲ منہ اور بعضا آدمی ہے کہ خوش آوے تجھکو بات اسکی دنیا کی زندگی مین اور [illegible]

بہت تھا کہ اُس وقت بعض لوگ کسی غرض کے لیے ظاہر کے مسلمان بنجاتے تھے اور فی زماننا یہ بات تو کم ہے مگر اس طرح کے نفاق اب بھی بہت ہیں کہ
مثلاً بعض لوگ ملحد، دین کے قول پر عمل کر کے دوزخ اور جنت اور قیامت کا باطن میں انکار کرتے ہیں یا شریعت و احکام شریعت کو زندوں
کے قول کے بموجب باالاستحقاق سمجھتے ہیں یا کسی اور کفر و بدعت کے معتقد ہوتے ہیں حالانکہ ظاہر میں اسکے خلاف بیان کرتے ہیں تو اس
قسم کے لوگ منافق و ریاکار ہیں یہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہینگے اور اس ریا سے بڑھکر اور کوئی ریا نہیں یہ لوگ کھلے کافرون سے بھی بُرے
ہیں کیونکہ کافر ظاہر کی مخالفت اور باطن کے کافر ہیں یہ لوگ ظاہر کے موافق اور باطن کا کھولنا ہیں دوسرا درجہ یہ ہے کہ اصل دین کی تصدیق
ہے مگر اصول عبادات میں ریا منظور رہے یہ درجہ بھی خدا کے نزدیک بہت بُرا ہے گو پہلے درجہ کی نسبت بہت کم ہے اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص
کا مال دوسرے کے قبضے میں ہے اُس کو کہے کہ میرے مال کی زکوۃ دے دو اس خوف سے کہ کہیں وہ شخص مجھکو بُرا نہ سمجھے اور خدا اُسکو جانتا
ہے کہ اگر یہ مال اُسی شخص کے قبضہ میں ہوتا تو ہرگز زکوۃ نہ نکالتا یا یہ شخص لوگوں میں موجود ہے اور وقت نماز آگیا تو نماز پڑھ لی حالانکہ
عادت یہ ہے کہ خلوت میں نماز نہیں پڑھتا یا رمضان میں روزہ رکھا اگر لوگوں سے خلط کی جا رہا ہے کہ روزہ نہ رکھنا پڑے یا جمعہ کے لیے حاضر
ہوتا ہے لیکن اگر خوف لوگون کے بُرا کہنے کا نہ ہوتا کبھی نہ آوے یا صلۂ رحم یا والدین سے سلوک یا جہاد یا حج صرف لوگون کے ڈر کے مارے
کرتا ہے اپنی رغبت سے نہیں کرتا تو اس طرح کے ریاکار کے ساتھ اصل ایمان قائم ہے کہ خدا کے اور کسی کو معبود نہیں جانتا اور اگر کوئی اُس
غیر اللہ کی عبادت یا سجدہ کو کہے تو نہ کریگا لیکن سستی کے سبب عبادت چھوڑتا ہے اور لوگون کے سامنے بجا لانے سے خوش ہوتا ہے تو لوگون کے
نزدیک اپنی منزلت ہونی اسکو خدا کے نزدیک منزلت ہونے سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور خلق کے بُرا کہنے کا خوف خدا تعالیٰ کے عذاب
کے ڈر سے اسکے نزدیک زیادہ ہے لوگون کی تعریف کی رغبت بہ نسبت ثواب الٰہی کی رغبت کے زیادہ سمجھتا ہے تو اس طرح کا اعتقاد نہایت جہل ہے
اور ایسا شخص گو اصل ایمان کا معتقد ہے مگر خدا کے غضب میں مبتلا ہونے کے لائق ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایمان سے ریا کرے نہ فرائض سے
بلکہ نوافل اور مستحبات سے ریا کرے جنکے چھوڑنے سے گنہگار نہیں ہوتا لیکن اگر تنہا ہو تو ان اشیاء کے ثواب کی نہ رغبت کرے اور کسل
کو ثواب پر ترجیح دے مگر ریا کے مارے انکو بجا لاتا ہے مثلاً نماز جماعت میں شریک ہونا اور بیمار کی عیادت کرنی اور جنازہ کا شریک ہونا
اور مُردے کا غسل دینا اور رات کو تہجد پڑھنا اور عرفہ اور عاشورہ کا روزہ رکھنا یا دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ رکھنا یہ سب باتیں ریاکار
لوگون کی مذمت کے خوف سے اور انکے اچھا کہنے کی غرض سے کیا کرتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ اگر اکیلا ہوتا ہے تو فرائض سے زیادہ کچھ
نہ کرتا تو پھر چند اس درجہ والا بھی بُرا ہے مگر پہلے کی نسبت کم ہے کیونکہ پہلے شخص نے خلق کی حمد کو خدا تعالیٰ کی حمد پر ترجیح دی اس بات
میں تو یہ شخص بھی شریک ہے لیکن پہلے نے دوسری بات یہ کی کہ خلق کی مذمت سے اپنے آپ کو بچایا تو گویا خلق کی مذمت اُسکے نزدیک
خدا تعالیٰ کے عذاب سے بڑھکر ہے اور چونکہ دوسرے شخص کو باعث نفل ہونے عمل کے چھوڑنے پر عذاب کا خوف نہ تھا اس لیے
اس بات میں پہلے کا شریک نہیں اسی بنا پر اسکا عذاب بھی پہلے کی نسبت آدھا ہونا چاہیے یہانتک حال ریا کا اصول عبادات
سے تھا قسم دوم اوصاف عبادت سے ریا کرنے کی اسکے بھی تین درجے ہیں پہلا درجہ تو یہ ہے کہ ایسے فعل میں ریا کرے جسکے چھوڑنے
سے نقصان عبادت ہو مثلاً کوئی شخص قصد کرے کہ نماز جلد ادا کرونگا اور اس غرض سے رکوع اور سجدہ اور قرأت و قیام میں تخفیف
کرے مگر جب لوگ دیکھتے ہوں تو رکوع و سجدہ اچھی طرح کرے اور دونوں سجدوں میں بھی اچھی طرح بیٹھے اور التفات بھی موقوف کرے
حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے رب کی حقارت کرتا ہے یعنے خلوت میں خدا کے مطلع ہونے کی کچھ
پروا نہیں کرتا جب آدمی اُسپر مطلع ہوتے ہیں تو نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے
سامنے چار زانو یا تکیہ لگائے بیٹھا ہے اتنے میں اُس دوسرے کا غلام آگیا تو یہ شخص تکیہ پر سے سیدھا ہو گیا ہے یا درستی سے بیٹھ گیا

تو اسکی یہ حرکت اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ اُسنے آقا کو غلام پر ترجیح دی اور آقا کی حقارت کی اسی طرح جو شخص زکوۃ میں خراب اور برا
کھوٹا مال یا جنس دینے کا عادی ہو مگر لوگ دیکھتے ہوں تو اچھا مال نکالتا ہو کہ کوئی بُرا نہ کہے یا روزہ دار غدمت کی ڈر سے روزے میں
غیبت اور فحش سے باز رہتا ہو تو اس طرح کا ریا بھی ممنوع ہو اسلیے کہ اسمین ترجیح مخلوق کی خالق پر پائی جاتی ہو مگر جیسا ریا اصول
عبادت سے برا تھا ویسی بُرائی اسمین نہین - اگر ریا کار یہ عذر کرے کہ مین ریا اس جہت سے کرتا ہون کہ لوگون کی زبان غیبت سے
نہ کھلے کیونکہ وہ مجھکو جب دیکھینگے کہ رکوع اور سجدہ بہت جلد کرتا ہو اور ادھر اُدھر ملتفت ہو تو ضرور بُرائی اور غیبت کرینگے پس اُنکو گناہ
غیبت سے بچانے کے لیے مین اُنکے سامنے آہستہ اور وقار کے ساتھ پڑھتا ہون تو اُسکو یون کہنا چاہیے کہ یہ عذر تیرا شیطان کا فریب ہی
واقع مین یون نہین ہو اسلیے کہ نماز ادا کرنی اپنے آقا کی خدمتگذاری ہو اگر اسمین قصور کریگا تو یہ نقصان غیبت کے نقصان سے بڑھکر
ہو پس اگر تجھکو باعث ریا دینداری ہوتی تو چاہیے تھا کہ اول اپنے نفس کا خوف زیادہ ہوتا اور تیری وہ مثل ہوئی کہ کوئی شخص
ایک بادشاہ کے پاس لونڈی پیشکش کرنی چاہے تاکہ اُسکے عوض مین انعام کا مستحق ہو یا کوئی جاگیر ملجاوے مگر لونڈی اندھی بدصورت
لنگڑی تجویز کرے اور اسپر طرہ یہ کہ اگر بادشاہ اکیلا ہو تب تو ان عیبون کی کچھ پروا نہ کرے اور اگر اُسکے پاس اُسکا کوئی غلام وغیرہ
موجود ہو تو اُس غلام کی مذمت کے خوف سے پیش نکرے - یہ کیسے ہو سکتا ہو بلکہ یون چاہیے کہ جس شخص کو غلام کا اتنا پاس ہو وہ
بادشاہ کا زیادہ تر پاس کرے - ہان غایت مافی الباب ریاکار کی دو حالتین ہو سکتی ہین اول تو یہ کہ ریا سے صرف منزلت اور تعریف
کا خواہان ہو یہ تو قطعاً حرام ہو دوم یہ کہ یون کہے کہ اگر مین رکوع و سجدہ اچھی طرح ادا کرتا ہون تو اخلاص کے ساتھ نہین ہوتا اور
اگر ان مین تخفیف کرتا ہون تو خدا کے نزدیک نماز ناقص ہوتی ہو اور آدمی بُرائی اور غیبت سے ایذا دیتے ہین تو اچھی صورت
بنانے سے مجھے توقع ثواب تو نہین الا لوگون کی مذمت سے نجات ہو جاتی ہو تو یہ امر اس سے بہتر ہو کہ نماز مین بھی نقصان ہو اور
بُرائی بھی پلے بندھے تو اسمین بھی گو نہ تامل ہو الاصواب یہی ہو کہ اس صورت مین درستی افعال کے ساتھ اخلاص کرے اور اگر اُسکو
اخلاص نہو تو چاہیے کہ تنہائی مین اُسکی عادت ڈالے یہ نہین چاہیے کہ بُرائی دور کرنے کے لیے خدا کی طاعت مین ریا بجا لاوے
کیونکہ اسمین حسب مذکورہ بالا تطول پایا جاتا ہو درجۂ دوم یہ ہو کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے عبادت مین نقصان نہوتا
مگر اسکے کرنے سے عبادت کا کمال اور پورا ہونا متصور ہو جیسے رکوع وسجدہ قیام کو دراز کرنا اور ہاتھ اٹھانے وقت اچھی ہیئت بنانی
اور تکبیر اولی کے لیے سبقت کرنی اور قومہ کو خوب ادا کرنا اور سورت معتاد سے زیادہ پڑھنا یا رمضان کے روزہ مین زیادہ خلوت مین
بیٹھنا اور کثرت سے سکوت اختیار کرنا یا زکوۃ دینے مین سب سے بہتر مال چھانٹنا یا کفارہ مین بڑی قیمت کا بردہ آزاد کرنا وغیرہ باتین کہ
اگر تنہا ہوتا تو ایسا نکرتا تیسرا درجہ یہ کہ ریا ایسے افعال مین کرے کہ نوافل سے بھی خارج ہون مثلاً جمعہ مین سب سے پہلے آنا اور اول
صف کا قصد کرنا اور امام کے دہنے طرف بیٹھنا وغیرہ امور کہ جنکی تنہائی مین پروا نہ کرتا پس یہ سب اقسام ریا کے بلحاظ رکن دوم کے ہین
ان مین سے بعض صورتین بہ نسبت بعض کے زیادہ بُری ہین اور بُری سب کی سب ہین

تیسرا رکن ریا کا جسکے واسطے ریا ہوا ہو کیونکہ ریاکار کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوتا ہو خواہ مال کی جہت سے خواہ جاہ کے
لیے یا کسی اور غرض کے واسطے ریا کرتا ہو اور اُسکے بھی تین درجے ہین پہلا درجہ جو سب مین غلیظ اور بُرا ہی یہ ہو کہ ریا سے غرض کسی
معصیت پر قابو پانا منظور ہو مثلاً کوئی شخص عبادات اور تقوی اور ورع اور کثرت نوافل اور مال مشتبہ کے نہ کھانے سے ریا اسواسطے
کرے کہ لوگون مین امین مشہور ہو کر اوقاف یا اوصیت یا یتیمون کے مال یا زکوۃ وصدقہ کی تقسیم پر مامور ہو جاوے تو جس شی پر
قابو ہو اُسی کو رکھ چھوڑے یا کوئی کچھ امانت رکھ دے تو اُسکو ہضم کر بیٹھے یا حج کے راستے مین جو مال تقسیم ہوتا ہو وہ حوالہ ہو جاوے

تو اسکے کل خواہ جز کو اڑا سکے خواہ اسکے ذریعہ سے اپنے مطالب فاسدہ پورے کرے جیسے بعض آدمی صوفیون کا لباس پہنتے ہین اور ظاہر مین بہت گریہ و مسکین بنے رہتے ہین اور کلام خالی وعظ و نصیحت و حکمت سے نہین کرتے الّا مقصود انکا یہ ہوتا ہی کہ کوئی عورت یا لڑکا ہم پر فریفتہ ہو جاوے تو اس سے بدکاری کرین اور بعض اوقات علم اور وعظ و قرآن کی مجالس مین آتے ہین اور ظاہر مین جیسے راغب ان چیزون کا معلوم ہوتے ہین مگر اصل غرض انکی عورتون اور لڑکون کو تاکنا ہوتا ہی یا کچھ اور جاتے ہین مگر مقصود یہ ہی کہ فلان مین کوئی عورت یا لڑکا مل جاوے تو اسطرح کے ریاکار رہتے ہین بدترین اسلیے کہ انھون نے خدا کی طاعت کو وسیلہ معصیت کا بنایا اور اسکی عبادت کو اپنا آلہ اور ذریعہ فسق قرار دیا۔ اور اسی فرقہ کے قریب وہ لوگ ہین جو کسی گناہ کے مرتکب ہوئے اور انہین تہمت اسکی لگی تو باوجودیکہ وہ گناہ پر مصر ہین مگر چاہتے ہین کہ وہ تہمت اپنے اوپر سے دور ہو جاوے مثلاً کسی شخص نے کسی کی امانت لیکر انکار کر دیا اور لوگون مین مشہور وہ متہم ہوگیا کہ یہ شخص امانت سے منکر ہوگیا تو وہ اس کلنک کے دور کرنے کے لیے مال خیرات کرتا ہو تاکہ لوگ یہ خیال کرین کہ جب یہ اپنا مال دے دیتا ہی تو دوسرے کا کسطرح رکھ لیا ہوگا اسی طرح اگر کوئی زنا و اغلام مین متہم ہو جاوے تو اس تہمت کو سکوت اور تقوی کے اظہار سے دور کرنا چاہتا ہی پس یہ لوگ بھی پہلے فرقہ کے مانند ہین گو اُنسے کچھ کم ہین ۔ دوسرا درجہ یہ ہی کہ ریا سے مقصود دنیا کے فوائد ہین سے کوئی شی مباح ہو مثلاً کچھ مال کا ملنا خواہ کسی عورت خوبصورت یا شریف کا نکاح مین آنا وغیرہ جیسے بعض اشخاص اپنا غم اور گریہ ظاہر کرتے ہین اور وعظ نصیحت مین مشغول رہتے ہین اسلیے کہ کوئی کچھ نذر مال کی کرے یا عورتون کو رغبت نکاح کی ہو تو کبھی یا کسی حسین عورت سے نکاح کرین یا کوئی شریف زادی نکاح مین آجاوے۔ یا جیسے کوئی اسباب کا خواہان ہو کہ کسی عالم و عابد کی لڑکی سے نکاح کرے تو انکے سامنے علم اور عبادت ظاہر کرتا ہی تاکہ وہ اپنی لڑکی بیاہ دے تو اسطرح کی صورتین بھی ممنوع ہین اسلیے کہ خدا کی طاعت سے لذات دنیاوی کا خواہان ہوتا ہی مگر یہ درجہ اول کی نسبت کم ہی اسلیے کہ اسمین جس چیز کا طالب ہی وہ مباح تو ہی ۔ تیسرا درجہ یہ ہی کہ ریا سے نہ کوئی معصیت مقصود ہی نہ مال کا لینا اور نہ نکاح کرنا غرض ہو لیکن اظہار عبادت اسلیے ہی کہ کوئی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور یہ جانے کہ یہ شخص بھی مثل عوام کے ہی بلکہ خاص لوگون اور زاہدون مین تصور کیا جاوے مثلاً کوئی شخص تیز چلتا ہو اور جب آدمی اسکو دیکھتے ہین تو رفتار کو خوبی کے ساتھ کر لیتا ہی تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ جاہل و فاسق ہین کچھ ایسا ہی ویسا ہی اسیطرح اگر کسی کو ہنسی آجاتی ہی یا دوسرے سے ہنسی کر بیٹھتا ہی پھر یہ خوف ہوتا ہی کہ کہین لوگ مجھکو حقیر نہ جانین تو اسلیے پیچھے لمبی سانس لیتا ہی اور استغفار کرتا ہی اور غم ظاہر کرکے کہتا ہی کہ آدمی کتنا غافل ہی اور خدا کو خوب معلوم ہی کہ اگر یہ شخص تنہا ہوتا تو اس بات کو برا نہ سمجھتا مگر لوگون مین توقیر بنی رہنے کے لیے حقارت کے ڈر سے ایسا کرتا ہی یا جیسے کوئی شخص اور لوگون کو تراویح یا تہجد پڑھتے یا دوشنبہ پنجشنبہ کا روزہ رکھتے یا صدقہ دیتے دیکھتا ہی تو آپ بھی انکا ساتھ دیتا ہی تاکہ لوگ کاہل اور عامی نہ کہین اور اگر اکیلا ہوتا تو ان باتون مین سے کچھ بھی نہ کرتا ۔ یا مثلاً کوئی عرفہ کے روز یا عاشورہ کو یا احرام مہینون مین پیاسا ہو تو پانی نہین پیتا اس خوف سے کہ کہین لوگ یہ نہ سمجھین کہ یہ روزہ دار نہین جب لوگون کو گمان اسکے روزہ کا ہوتا ہی تو اسی جہت سے کھانا بھی نہین کھاتا یا کوئی اگر تواضع کھانے کی ان ایام مین کرے تو نہین کھاتا تاکہ لوگ جانین کہ روزہ دار ہی مگر زبان سے صریح نہین کہتا کہ میرا روزہ ہی بلکہ یون کہتا ہی کہ مجھے کچھ عذر ہی اور اس قول مین دو خباثت جمع ہین ایک تو اس بات کا اظہار کہ روزہ دار ہی دوسرے یہ کہ مین مخلص ہون ریاکار نہین اور مجھکو اس بات سے احتراز ہی کہ اپنی عبادت لوگون سے بیان کرون کیونکہ منشا اس قول کا یہی ہوتا ہی کہ لوگ یہ کہین کہ اپنی عبادتون کو مخفی رکھتا ہی پھر بحالت اضطرار نوبت پانی پینے کی پہونچے تو پھر خواہ مخواہ کوئی عذر صراحۃً یا کنایۃً پیش کرتا ہی مثلاً کوئی ایسا مرض اپنے آپ کو بتاتا جسمین پیاس بہت لگتی ہی اور مانع صوم ہی یا یہ کہتا کہ مین نے فلان شخص کی خاطر سے روزہ افطار کر دیا اور

یہ عذر پانی پینے کے ساتھ ہی نہیں بیان کرتا کہ شاید لوگ سمجھ جاویں کہ فقط ریا کی جہت سے عذر کرتا ہے بلکہ کچھ دم لیکر اور باتوں میں یہ عذر بھی سنا دیتا ہے مثلاً تھوڑی دیر بعد کہتا ہے کہ فلاں شخص بڑا نیک دوست ہے اسکی کمال رغبت ہے کہ کوئی اسکا کھانا کھاوے چنانچہ آج مجھسے بھی اصرار کیا اور مجھے اسکی خاطرداری سے کھانا ہی پڑا یا یوں کہے کہ میری والدہ بوجہ ضعف قلب ہمیشہ مجھ پر شفقت رکھتی ہیں انہیں یہی خوف رہتا ہے کہ اگر میں ایک روز بھی روزہ رکھونگا تو بیمار پڑ جاونگا اسی لیے مجھے روزہ نہیں رکھنے دیتیں پس اسطرح کی باتیں ریا کی علامتیں ہیں اسطرح کے ذکر جبھی زبان پر آتے ہیں جب ریا اندر مستحکم ہوتی ہے اور مخلص آدمی کو اسکی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ میری طرف کسطرح دیکھینگے اگر اسکا دل روزہ پر راغب نہیں اور خدا تعالیٰ کو بھی اسکا یہ حال معلوم ہے تو وہ یہ نہیں چاہتا کہ جو علم خدا کو ہے اسکے خلاف بندوں کو ہو کہ مکر و فریب ہی سے ہوا اور اگر اسکو رغبت روزہ کی ہے تو صرف خدا کا علم اپنے روزہ دار ہونے پر کافی جانتا ہے اور اسی پر قناعت کرکے دوسروں کو اسمیں شریک نہیں کرتا اور کبھی عابد کے دل میں یہ خطرہ گذرتا ہے کہ اگر اس عبادت کو ظاہر کر دونگا تو لوگ میرا اقتدا کرینگے اور اسکی طرف راغب ہونگے مگر اسمیں شیطان کا فریب ہے چنانچہ اسکا بیان مع شروط آگے آویگا یہ ہے بیان درجات ریا اور ریا کاروں کا اور سب قسم کے ریا کار غضب الٰہی میں داخل ہیں اور ریا بڑے سخت مہلکات میں سے ہے اور وجہ اسکی زیادہ سخت ہونے کی ایک یہ بھی ہے کہ اسمیں ایسی آمیزشیں ہیں کہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہیں چنانچہ حدیث شریف سے ثابت ہوا ہے (ح) اسی جہت سے بڑے بڑے عالم اسمیں لغزش کھا جاتے ہیں جو لوگ نفس کی آفتوں اور دل کے مہلکات سے ناواقف ہیں انکا تو کچھ ذکر ہی نہیں —

چوتھا بیان اس ریاے خفی کا جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔ واضح ہو کہ ریا کی دو قسمیں ہیں ایک جلی اور ایک خفی ریاے جلی وہ ہے کہ جو آدمی کو باعث عمل کا ہو گو قصد ثواب نہو ایسا ریا سب اقسام سے کھلا زیادہ ہے یعنی یہ بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے ریاکار بھی جان لیتا ہے کہ میں نے ریا کیا اور اس سے ذرا پوشیدہ وہ ریا ہے کہ اگر صرف وہی ریا ہو تو موجب عمل تو نہو لیکن جس عمل کو کہ بقصد ثواب کرتا ہے وہ اس ریا کے سبب آسان معلوم ہوتا ہے مثلاً اگر کسی کی عادت روزمرہ تہجد پڑھنے کی ہے مگر کچھ گرانی اور کسل کے ساتھ ادا کرتا ہے لیکن اگر گھر میں کوئی مہمان ہو تو اسے تہجد سے خوش دل ہو اور پڑھنا آسان گذرے اور یہ جانے کہ اگر توقع ثواب کی نہوتی تو صرف اس مہمان کے دکھلانے کو نہ پڑھتا تو یہ قسم بہ نسبت سابق کے خفی ہے اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ نہ موجب عمل ہو نہ عمل کو آسان کرے اور باوجود اسکے دل کے اندر چھپا ہوا ہو اور چونکہ عمل میں اسکا کوئی اثر نہیں اسلیے اسکا پہچاننا بھی بے علامتوں کے ممکن نہیں اور سب سے کھلی پہچان اس قسم کی یہ ہے کہ اپنے عمل پر آدمیوں کے مطلع ہونے سے خوش ہو مثلاً بہت عابد ایسے ہیں کہ عمل میں اخلاص کرتے ہیں اور ریا کے معتقد نہیں بلکہ اسکو برا جانتے ہیں اور اس سے محترز ہوتے ہیں اور اسیطرح طاعت بجا لاتے ہیں لیکن جب اس عمل پر لوگ مطلع ہوتے ہیں تو انکو سرور اور راحت معلوم ہوتی ہے اور سختی عبادت دل پر سے بوجہ اسکے اتر جاتی ہے تو یہ سرور ریاے خفی پر دلالت کرتا ہے جس سے کہ یہ سرور مترشح ہوا ہے اسلیے کہ اگر دل کا التفات لوگوں کی طرف نہوتا تو انکے مطلع ہونے سے سرور ہرگز نہ آتا تو معلوم ہوا کہ جیسے آگ پتھر میں پوشیدہ رہتی ہے اسی طرح یہ ریا بھی دل میں پوشیدہ تھا کہ لوگوں کی اطلاع بمنزلہ چقماق ہوگئی اور اسمیں سے اثر فرحت و سرور کا ظاہر کر دیا پھر اس اطلاع کے باعث جو سرور ہوا اگر اسکی لذت عابد کو معلوم ہوئی اور اسکا تدارک نفرت سے نہ کیا تو یہی سرور ریا کی رگ مخفی کے لیے قوت اور غذا ہوتی ہے یہانتک کہ وہ رگ خفیہ نفس پر حرکت کرنے لگتی ہے اور خفیہ تقاضا کرتی ہے کہ کسی طرح کوئی سبب ایسا ہو جاوے کہ تعریض اور کنایہ سے لوگوں کو اطلاع ہو جاوے اگرچہ تصریح کے ساتھ اطلاع کی طالب نہیں ہوتی اور بعض اوقات ایسی خفیہ ہوتی ہیں کہ تعریض اور تصریح کلام سے دونوں سے متقاضی نہیں ہوتی بلکہ عادات و شمائل سے اطلاع کی خواہاں ہوتی ہے مثلاً اظہار لاغری اور زردی رنگ اور پستی آواز اور خشکی لب اور تھوک اور آثار آنسو اور غلبۂ خواب کہ جس سے تہجد گزاری

ح ۱۲ احمد و طبرانی نے روایت کیا ابو موسیٰ اشعری سے ... (۱۲)

معلوم ہوتی ہی اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہی کہ جس میں شخص اپنی اطلاع ہونے طاعت پر مسرور نگر باوجود اسکے یہ اچھا معلوم ہو کہ جب لوگوں کی نظر پڑے تو وہ اول سلام کریں اور بکشادہ پیشانی اور توقیر پیش آویں اور ثنا خوان رہیں اور ہمارا کام کرنے میں خوش ہوں اور معاملات بیع و شرا میں ہمارے ساتھ رعایت کریں اور مجلس میں ہماری جگہ دیویں پس اگر ان امور میں کسی سے کوتاہی ہو یا دیکھے تو دل پر شاق گذرے اور نفس کو [illegible] معلوم ہو کہ ایسا کیوں ہوا تو ایسے دور رہتے ہیں گویا اُنکا نفس اپنی حرمت تعظیم اُسی طاعت پر چاہتا ہی جسکو مخفی ادا کیا اور [illegible] کی اور اگر [illegible] اس طاعت کو نہ کیا ہوتا تو پھر لوگوں کا اپنے حق میں کوتاہی کرنا بعید نہ معلوم ہوتا غرض چونکہ اسطرح کی عبادت [illegible] اسلئے اسمیں ایک انکا ریا خفی کا رہا ہو چیونٹی کی چال سے بھی مخفی تر [illegible] اور [illegible] نہیں پہنچا اور ثواب کا باطل ہونے کی سند یہ ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ [illegible] ارشاد فرماوینگے کیا تمسے وہ لوگ نرخ ارزان نہیں کرتے تھے [illegible] نہیں کرتے تھے اور حدیث شریف میں وارد ہی کہ لا اجر لکم قد استوفیتم اجورکم [illegible] ایک بزرگ نے اپنے یاروں سے کہا کہ [illegible] اور لوگوں کو یہ [illegible] ان ہوتا ہی کہ ان [illegible] باعث ہماری تعظیم کریں اور اگر کوئی کام [illegible] تو یہ اچھا جانتا ہی کہ ہماری [illegible] بادشاہ کو معلوم ہوا تو [illegible] کی زیارت کو چلا تمام جنگل [illegible] بادشاہ [illegible] آیا ہی درویش نے خادم سے کہا کہ [illegible] بڑے لقمے کھانے شروع [illegible] اشارہ کرنا کہ یہی بادشاہ نے پوچھا کہ تم [illegible] بادشاہ نے کہا کہ اس شخص میں کچھ خیر و برکت [illegible] کہا کہ الحمد للہ کہ تجھکو تیرا [illegible] ریا سے خفی سے ڈرتے رہتے ہیں اور [illegible] لوگوں کو دھوکا دیکر اچھے اعمال [illegible] دیتے ہیں اور جسقدر کہ لوگ اپنی برائیاں [illegible] وہ لوگ اچھے اعمال کی پوشیدگی میں حریص ہوتے ہیں اور یہ سب اسی توقع پر کیتے ہیں کہ [illegible] اخلاص [illegible] عوض سب مجمع کے سامنے انکو ثواب عنایت فرماوے [illegible] اعمال خالص قبول فرماوے [illegible] اور ہم لوگ اُس روز شدت سے محتاج اور [illegible] چڑھی ہوگی نفسی نفسی کہ رہے ہونگے دوسروں کو [illegible] کی مثال ایسی ہی جیسے حج کرنے والے [illegible] ہیں تو اپنے ساتھ کھرا سکہ مغربی لے لیتے ہیں کیونکہ وہاں [illegible] اور ضرور یات کی حاجت ہر جگہ ہوتی ہی اپنا وطن نہیں نہ کوئی دوست آشنا کہ جسکے پاس [illegible] کوئی صورت دفع احتیاج کی نہیں ہوتی یہی معاملہ اہل دل کو قیامت میں پیش آویگا [illegible] شمار ہیں جب تک آدمی اپنے دل میں [illegible] ایک شاخ ریا کی موجود

کیونکہ جب آدمی نے بہائم سے قطع طمع کیا تو پھر اسکی پروا نہیں کرتا کہ وہ موجود ہیں یا غائب اسکے حال سے واقف ہیں یا ناواقف پس اگر عمل میں مخلص ہوگا تو خدا اسکے علم پر قانع ہوکر بندون میں سے عقلا کو بھی حقیر جانیگا اور انکی کچھ پروا نہ کریگا جیسا بچون اور دیوانون کی پروا نہیں کرتا اور یہ تصور کریگا کہ میرا رزق اور موت اور ثواب کا بڑھانا اور عذاب کا کم کرنا کچھ بندون کے اختیار میں نہیں جیسے کہ بہائم اور بچے اور دیوانے ان اشیا پر اختیار نہیں رکھتے ویسے ہی عاقل شخص بھی ہیں اگر یون نہ سمجھیگا تو آمیزش ریاے خفی سے خالی نہ ہوگا مگر یہ بات نہیں کہ ہر طرح کی آمیزش سے ثواب باطل ہوتا ہو اور عمل بیکار جاتا ہو بلکہ ان میں تفصیل ہے ہے۔ اب اگر کوئی یون پوچھے کہ ہم تو کسی کو نہیں دیکھتے کہ اپنی طاعت کی اطلاع سے خوش نہوتا ہو تو سرور کسی طرح کا ہو سب مذموم ہی یا کچھ اچھا ہی اور کچھ برا تو اسکا جواب یہ ہی کہ سرور سب قسم کا برا نہیں ہی بلکہ اسکی پانچ قسمیں ہیں چار قسمیں تو اچھی ہیں اور ایک بری اچھی چار صورتین یہ ہیں اول یہ کہ عابد کو منظور رہتا ہو کہ طاعت مخفی اور ریا اخلاص رہے مگر جب خلق کو اسپر اطلاع ہوگئی تو اس سے یہ جانا کہ خداوند کریم نے لوگون پر ظاہر کردیا اور میرے احوال میں سے جو بات عمدہ تھی اسکی اطلاع فرمادی اس سے معلوم ہوتا ہو کہ خداوند کریم کو میرے حال پر نظر الطاف اور حسن سلوک منظور ہی کہ گناہون کو چھپاتا ہی اور طاعت کو اظہار فرماتا ہی اور یہ نہیں اسکے درپے تھا کہ طاعت و گناہ دونون خفیہ رہین پس اس بڑا کون سا لطف ہوگا کہ برائی کی پردہ پوشی کی اور اچھی بات کو ظاہر کردیا تو اس اعتبار سے کہ خدا نے لطف کیا اپنے فضل و رحمت کی نظر سے دیکھا عابد کو سرور ہوا نہ اس جہت سے کہ لوگون نے تعریف کی اور انکے دلون میں جگہہ ہوگئی اور اس طرح کا سرور اچھا ہی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک فلیفرحوا۔ تو گویا اس سرور کی وجہ یہ ہوئی کہ عابد پر یہ ظاہر ہوا کہ میں خدا کے نزدیک مقبول ہون دوسری صورت یہ ہی کہ یہ تصور کرے کہ جیسا خدا تعالیٰ نے دنیا میں میرے گناہ چھپائے اور نیکی ظاہر کی اسی طرح قیامت میں بھی کریگا چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی ما ستر اللہ علی عبد ذنبا فی الدنیا الا سترہ علیہ فی الاخرۃ تو یہ سرور اس وجہ سے ہوا کہ زمانہ آیندہ میں مقبول متصور ہوگا تیسری صورت یہ ہی کہ اس طاعت کے ظاہر ہونے سے یہ گمان کرے کہ لوگ اس باب میں میری اقتدا کرینگے اور اسطرح کی طاعت بجا لاوینگے تو مجکو اسکا ثواب بڑھتا جاویگا کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہی کہ جو شخص کوئی امر خیر کرتا ہی اور لوگ اسکی اقتدا کرتے ہیں تو اسکو بھی انکے برابر ثواب ملتا جاتا ہی اور انکے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جاتا۔ اور ظاہر ہی کہ ثواب بڑھنے کی توقع قابل سرور کے ہی نفع کا ہونا بے شک لذیذ اور موجب سرور ہوا کرتا ہی تو اسکو قصدا خفا کا بھی ثواب ملیگا اور اب ظاہر ہونے سے بھی ثواب کا استحقاق ہوا۔ چوتھی صورت یہ ہی کہ جن لوگون نے اسکی طاعت پر مطلع ہوکر اسکی تعریف کی تو یہ اس وجہ سے خوش ہوا کہ انھون نے مدح کرنے میں خدا کی مرضی کے موافق کام کیا کہ اسکے مطیع کو محبوب جانا معلوم ہوا کہ انکے دل مائل بطاعت ہیں ورنہ بعضے ایمان والے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب اہل طاعت کو دیکھتے ہیں تو اسکی حسد و مذمت کرتے ہیں اور بغض رکھتے ہیں اور اس سے تمسخر کرتے ہیں ریا کار بتلاتے ہیں اچھا کبھی نہیں کہتے تو اسکا سرور اسی وجہ سے ہی کہ تعریف کرنے سے لوگون کا حال معلوم ہوا کہ انکا ایمان درست ہی اور اس صورت میں اخلاص عابد کی علامت یہ ہی کہ اگر لوگ کسی دوسرے عابد کی تعریف کرین تو اسکی تعریف سے بھی ویسا ہی خوش ہو جتنا اپنی تعریف سے ہوتا ہی اور قسم مذموم یعنی پانچوین صورت سرور کی یہ ہی کہ سرور اس خیال سے ہو کہ لوگون کے دلون میں منزلت ہوگئی کہ تعریف اور تعظیم کرنے لگے اور نشست و برخاست میں مجھکو مقدم سمجھنے لگے اور میرے حاجات میں کام آنے لگے تو یہ صورت سرور کی مکروہ ہی واللہ اعلم۔

پانچوان بیان اس بات کا کہ ریاے خفی اور جلی میں سے کون کون سی صورت میں عمل باطل ہوتا ہی اور کون سی صورت میں نہیں۔ جاننا چاہیے کہ جب بندہ کسی عبادت کو اخلاص سے ادا کرتا ہی اور پھر اسمین ریا آجاتا ہی تو تین حال سے خالی نہیں یا اس عمل سے فراغت ہونے کے بعد آتا ہی یا قبل فارغ ہونے کے یا اسکے ساتھ ہی پس اگر بعد فراغ صرف سرور اس عمل کے

ظاہر ہونے کا ہو بدون خود ظاہر کرنے کے تو یہ سرور نفس عمل نہیں اسلیے کہ عمل تو اخلاص پر بدون ریا کے پورا ہو چکا اب جو ریا بعد کو ہوگا تو توقع ہے
کہ اسکا اثر عمل پر نہ ہو خصوص ایسی صورت میں کہ عامل نے اسکے ظاہر کرنے میں تکلف نہ کیا ہو نہ کسی سے کہا ہو نہ تمنا اسکے ظاہر ہونے کی
ذکر کرنے کی کی ہو بلکہ اتفاقی خدا تعالیٰ کے ظاہر کرنے سے ظاہر ہو گیا ہو اور اس پر [illegible] دل پر سرور و خوشی اور کچھ اثر ہوا
ہے ہاں اگر بدون قصد ریا عمل اخلاص پر تمام ہوا ہو لیکن پھر عبادت کو [illegible] لوگوں سے کہہ دیا اور ظاہر کر دیا تو
یہ صورت خوف کی ہے اور اخبار و آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمل بھی [illegible] جیسے کسی شخص کو کہتے سنا کہ میں نے
کل رات سورہ بقرہ پڑھی تھی تو فرمایا کہ اس شخص کا حصہ اسی میں سے یہی تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے عرض کیا
کہ میں تمام عمر روزہ رکھتا ہوں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا [illegible] بعض لوگ اس ارشاد کی وجہ یہ بتاتے ہیں
کہ اس نے ظاہر کر دیا اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ اسکی وجہ یہ تھی کہ تمام عمر کا روزہ رکھنا مکروہ ہے [illegible] احتمال ہے کہ ارشاد آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعود کا اس بات پر دال ہو کہ اس شخص کا دل عبادت کے وقت [illegible] خالی نہ تھا جسکے باعث
اسنے اسکو ظاہر کر دیا اور نیز یہ امر پیدا ہوتا ہے کہ جو چیز بعد عمل کے پائی جاوے اس سے ثواب عمل باطل [illegible]
یہ چاہیے کہ جو عمل کر چکا اسکا ثواب پاوے اور بعد فراغت جو اس عمل سے [illegible]
یا عمل سے فارغ ہونے کے پیشتر [illegible] ریا کی طرف مائل ہو گئی ہو کہ اس صورت میں البتہ [illegible] ہو سکتا ہے لیکن
جب عمل کو اخلاص کے ساتھ ادا کیا اگر اثنا ادا میں کچھ ریا بھی ہو گیا تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو صرف سرور ہی ہو جو عمل میں کچھ تاثیر
نہیں کرتا اور یا ایسا ریا ہو جسکے باعث اس عمل کو پورا کیا چاہتا ہو پس اگر دوسری قسم کا ہو تو ثواب باطل ہو جاویگا مثلاً ایک شخص
نفل ادا کرتا ہو اسوقت اسکے پاس تماشا دیکھنے والا گذرا یا کوئی بادشاہ چلا آیا اور اسکو یہ خواہش ہوئی کہ میری طرف دیکھے یا اثنا
نماز میں کوئی چیز اپنے مال میں سے یاد آئی جو کہ بھولا ہوا تھا اور اسکی تلاش کی خواہش ہوئی اور اگر ریا کی خواہش نہ ہوتی تو نماز توڑ کر اسکو ڈھونڈتا
لیکن لوگوں کی مذمت کے خوف سے نماز پوری کی تو ایسی صورت میں ثواب باطل ہو گیا اور یہ حال اگر فرض میں واقع ہو تو اسکے فرض کو
از سر نو ادا کرنا چاہیے اور حدیث شریف میں ہے کہ عمل کا مدار [illegible] ضروری ہے اور ایک
روایت میں ہے کہ جو کوئی اپنے عمل سے ایک ساعت ریا کرے تو اسکے عمل باطل ہو جاوینگے اور یہ روایت اس صورت میں نماز کے
باب میں وارد ہوئی صدقہ اور قراءت پر صادق نہیں اسلیے کہ صدقہ اور قراءت کا ہر ہر جز ایک شے علیحدہ ہے جس حصہ پر ریا واقع ہوگا اسکا
ما باقی خراب ہو جاویگا مگر گذشتہ باطل نہیں اور روزہ اور حج مثل نماز کے ہیں۔ اور اگر ریا اسی طرح آیا ہو کہ ثواب کیلیے عمل کے پورا
کرنے کا مانع نہیں مثلاً اثنا نماز میں کچھ لوگ آئے اور یہ انکے آنے سے خوش ہوا اور انکے دیکھنے کے باعث نماز کو درستی سے ادا کرنے کا
قصد ہوا اور اگر لوگ نہ آتے تب بھی نماز کو پورا کرتا اس صورت میں ریا نے عمل میں اثر کیا کہ باعث حسن حرکات نماز کا ہوا لیکن یہ اثر اگر اتنا
غالب ہو جاوے کہ اسکے غلبہ میں اس عمل کا عبادت ہونا اور نیت ثواب پر اور اگر نا معلوم ہو بلکہ قصد عبادت و ثواب اس قصد ریا میں
چھپ جاوے تو اس قسم کا ریا بھی مفسد عبادت ہے بشرطیکہ عبادت کا کوئی رکن اسی حال پر ادا ہو جاوے اسواسطے کہ نیت سابقہ شروع
کے وقت کی تھی ہمارے نزدیک یہ شرط ہے کہ کوئی نیت ایسی نہ پیش آوے جو اس پر غالب ہو کر اسکو چھپا دے - اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ
عبادت فاسد نہ ہو اس لیے کہ پہلی نیت اور اصل قصد ثواب باقی ہے گو کسی دوسرے [illegible] سے ضعیف ہو گیا ہو - اور ہمارے [illegible]
عبادت کا فاسد ہونا ایسے امر میں تجویز کرتے ہیں کہ وہ اس سے بھی [illegible] لوگوں کی اطلاع سے فقط
سرور کا قصد کیا یعنی ایسا سرور جو مثل محبت جاہ و منزلت کے ہوتا ہے تو اس باب میں لوگوں کا اختلاف ہے ایک گروہ تو اس طرف ہے کہ

عمل باطل ہوگیا اسواسطے کہ اسنے پہلے قصد یعنی اخلاص کو توڑ کر مخلوق کی حمد کی طرف میلان کیا اور عمل کو اخلاص پر پورا نہ کیا عمل کی تمامی
خاتمہ ہی سے ہوتی ہے پھر حارث فرماتے ہیں کہ میں یہ قطعی اس عمل کو باطل کہتا ہوں اور نہ بالکل باطل ہونے سے مامون ہوں لیکن
کا اختلاف اس باب میں مجھے پہلے سے معلوم ہوا الا میرے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ اگر عمل کو ریا پر تمام کیا ہو تو عمل باطل ہوا اور اگر کوئی
کہے کہ حضرت حسن بصری سے مروی ہے فرمایا ہے کہ دو کیفیتیں ہیں جب اول خدا کے واسطے ہوگی تو دوسری مضر نہ کریگی اور ایک شخص نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں عمل خفیہ کرتا ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ لوگوں کو اسکی اطلاع ہو مگر انکو
اطلاع ہو جاتی ہے تو میں خوش ہوتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھکو دو ثواب ملینگے ایک خفیہ دوسرا علانیہ کا تو کہا جاتا ہے کہ حضرت حسن
بصری رحمہ کی مراد مضر سے یہ ہے کہ خطرہ صرف اور محض عمل کا نہیں جیسا کسی طور کا خطرہ آگیا ہو تو اس سے عمل کو ترک نہ کرے انھوں نے
بیان نہیں فرمایا کہ اگر بعد عقد اخلاص کے عقد ریا ہو تو اسکو بھی مضر نہیں کریگا اور حدیث کی اول میں حارث نے طبری کی تقریر بیان
کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دونوں کی طرف رجوع کرتا ہے اور حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد یا پیشتر سرور ہوتا ہے
احتمال ہے کہ اسکا سرور ہوتا ہو دوسری بات یہ ہے کہ مراد وہ سرور ہے جو شرعا محمود ہے اور محمود ہونیکا بیان اوپر گذرا ہے
کا سرور مراد نہیں اسلیے کہ اس سرور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب کا ارشاد فرمایا ہے اور مذمت کے سرور پر کسی قوم کے نزدیک
ثواب مترتب نہیں ہوتا ہے کہ اسطرح کا سرور عبادت فرمایا جاوے کہ اسپر ثواب کا قائل کوئی نہیں اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کہ مخلص کو ثواب
ثواب ہو اور ریاکار کو دونوں حدیث میں کوئی ایسا ذکر نہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مفصل نہیں ہیں اکثر انھیں سے اس حدیث کو اوپر بیان
پر موقوف کہتے ہیں کہ بعض لوگ مرفوع بھی کہتے ہیں غرض یہ ہیں عام محدثین جو روایتیں وارد ہیں انھیں پر عمل کرنا بہتر ہے قول حارث
کا ہو غرض یہ کہ انھوں نے قطعی حکم نہیں لکھا بلکہ اپنا غالب ظن عمل کے باطل ہونیکے پر ظاہر کیا ہے اور ہمارے نزدیک اقرب قیاس یہ ہے کہ
اس مقدار کا سرور کہ جسکی تاثیر عمل میں نہ ہو بلکہ عمل تو صرف دین ہی کے باعث صادر ہوا ہو اور یہ سرور بعض اطلاع کے سبب ہوگیا ہو مفسد
عمل نہیں کیونکہ اسکی وجہ سے اصل نیت معدوم نہیں ہوئی اور وہی نیت عمل پر باعث رہی اور اسی کے سبب عمل تمام ہوا اور جو اخبار کہ
ریا کے باب میں وارد ہیں وہ اسی صورت پر ہیں کہ عمل سے صرف مخلوق ہی کا قصد کیا ہو اور جو شرکت میں وارد ہیں انسے یہ مراد ہے
کہ قصد ریا مساوی قصد ثواب کے یا اس سے غالب ہو مگر جس صورت میں کہ قصد ریا ضعیف ہو ثواب صدقہ اور نماز اور تمام اعمال کا بالکلیہ باطل
نہیں ہوتا اور نہ نماز میں فساد آتا ہے لیکن اس میں یہ احتراض ہو سکتا ہے کہ عابد پر نماز فرض بلحاظ واجب ہوتی تھی اور بخاری
اسکو کہتے ہیں کہ تمام فرائض کی ادائیگی میں جب اس قسم کے ریا کی آمیزش ہوگی تو جو امر واجب تھا وہ ادا نہوگا واللہ اعلم اور ریا
الاخلاص میں جتنے بیان سے زیادہ تقریر لکھی ہے جسکو منظور ہو وہ وہاں دیکھ لے یہ حال اس ریا کا تھا جو بعد نیت عبادت خواہ قبل فراغ
یا بعد فراغ طاری ہو اب تیسری قسم کو سنا چاہئے جسمیں نیت عبادت کے ساتھ ہی قصد ریا کا ہو پس اگر سلام پھیرنے تک یہی
قصد ریا رہیگا تو اس نماز کا کچھ اعتبار نہیں سب کے نزدیک اسکو قضا کرنا چاہئے اور اگر بیچ میں نماز پڑھنے میں تمام ہونے سے پہلے نادم
ہوکر استغفار کریگا اور حالت اصلی پر رجوع کریگا تو اس صورت میں تین قول ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس شخص نے بقصد ریا نماز کو
شروع کیا تھا اسلیے وہ منعقد ہی نہیں ہوئی تھی تو از سر نو نیت کرنی چاہئے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کے افعال صحیح نہیں ہوئے
اصل نیت نماز کی باقی ہے اسلیے جتنے رکوع اور سجدے کیے ہیں انکو دوبارہ ادا کرنا چاہئے کیونکہ نیت تحریمہ ایک عقد ہے اور ریا ایک
خاطر قلبی کا نام ہے کہ اس سے اصل نیت کا عقد ہونا معدوم نہیں ہوتا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس شخص کو کسی چیز کا دوبارہ ادا کرنا
ضرور نہیں بلکہ اپنے دل میں استغفار کرکے عبادت کو اخلاص پر تمام کرے اسلیے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے اگر اخلاص سے شروع کرتا

اور ریا پر تمام کرتا تو عمل باطل ہو جاتا تھا اسیطرح بیان اسکا عکس ہے کہ ریا سے شروع کیا اور اخلاص پر تمام تو باطل ہونا چاہیے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ سفید کپڑے پر نجاست عارضی لگ جاوے جب وہ نجاست عارضی دور کیجاویگی پھر حالت اصلی پر عود کریگا اور چونکہ نماز میں رکوع و سجدہ غیر اللہ کے لیے نہیں ہوتا اسواسطے کہ اگر غیر کے واسطے سجدہ کریگا تو کافر ہو جاویگا بلکہ اسپر ایک ریا سے عارضی آگیا تھا جو توبہ اور ندامت سے جاتا رہا اور ایسے حال میں ہو گیا کہ اب لوگوں کی تعریف و مذمت کی کچھ پرواہ نہیں تو اسی وجہ سے نماز درست ہوئی۔ اور ہمارے نزدیک یہ دونوں پچھلے قول قیاس فقہی کے قطعا مخالف ہیں خاصکر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صرف رکوع اور سجدوں کو اعادہ کرنا چاہیے تکبیر تحریمہ کی از سر نو کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اسواسطے کہ اگر رکوع اور سجدہ درست نہیں ہوا تو نماز میں افعال زائد ہو گئے جو نفس نماز میں پھر نماز کا شروع فاسد ہونا کیطرح ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر اخلاص پر تمامی اسکی ہوئی تو بلحاظ خاتمہ کے نماز صحیح ہونی چاہیے یہ بھی ضعیف ہے اسواسطے کہ ریا نیت کا مخل ہوا اور احکام نیت کے مراعات شروع نماز میں بطریق اولی چاہییں پس جو صورت کہ ہم جسپر قیاس فقہ درست ہے وہ یہ ہے کہ اگر باعث اس عبادت کا صرف ریا ہو طلب ثواب سے کچھ غرض نہیں نہ اطاعت امر الٰہی سے سروکار تو اس صورت میں شروع تحریمہ ہی ٹھیک نہیں ہوا اسکے بعد جو افعال کریگا وہ بھی درست نہونگے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اگر اکیلا ہوتا تو نماز نہ پڑھتا اگلا جب لوگوں کو دیکھا تو نیت باندھ لی یا یہ کہ اسکے کپڑے نجس ہیں مگر لوگوں کے خوف سے نماز پر کھڑا ہو گیا تو یہ ایسی نماز ہے کہ اسمیں نیت ہی نہیں کیونکہ نیت تو اس کا نام ہے کہ باعث دین کے حکم کو ماننے پر ہو اور یہاں نہ باعث ہی ہے نہ قبول کرنا حکم کا پایا جاتا ہے ہاں اگر ایسی صورت ہو کہ لوگ نہوتے تب بھی نماز تو پڑھتا مگر انکے ہونے پر بسبب انکے اچھا کہنے کی بھی ہو گئی تو یہاں دو باعث جمع ہو گئے ہیں پس اگر ایسی صورت صدقہ اور تلاوت وغیرہ امور میں ہو جنمیں تحریم اور تحلیل نہیں تب تو اسنے باعث ریا کے اطاعت سے نافرمانی کی اور باعث ثواب کے اطاعت سے فرمان پذیری کی اور ارشاد ہے فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ واقع ہو تو اسی لیے جسقدر اسکی نیت صحیح ہوگی اسقدر ثواب پاویگا اور جسقدر نیت فاسد ہوگی اسقدر عذاب اور ایک کے ہونے سے دوسری بیکار نہوگی اور اگر ایسی صورت نماز میں واقع ہو گی جو نیت کے خلل پڑنے سے فاسد ہو جاتی ہے تو اسکی بھی دو صورتیں ہیں یا نفل میں ہوگی یا فرض میں نفل کا حال تو صدقہ کا سا ہے کہ ایک وجہ سے اطاعت اور ایک وجہ سے نافرمانی پائی جاتی ہے اسلیے کہ اسکے دل میں دو باعث موجود ہیں اور یہ کہہ نہیں سکتے کہ اسکی نماز درست نہیں اور نہ اسکا اقتدا درست ہے مثلاً کسی شخص نے نماز تراویح ادا کی اور قراین حال سے معلوم ہوا کہ اسکا قصد صرف حسن قرات کو ظاہر کرنے کے لیے تھا اگر لوگ جمع نہوتے اور یہ شخص اپنے گھر میں اکیلا ہوتا تو تراویح نہ پڑھتا تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنی درست نہیں اسلیے کہ ایسا گمان کرنا بعید ہے بلکہ مسلمان پر تو یہی گمان ہوگا کہ یہ نماز نفل سے قصد ثواب رکھتا ہے اور اسی قصد کے اعتبار سے اسکی نماز بھی صحیح ہے اور اسکے پیچھے نماز پڑھنی بھی درست ہے گو قصد ثواب کے ساتھ کوئی اور قصد بھی ہو جسکے سبب اسکو گناہ ہوا ہو۔ اور اگر دو باعث نماز فرض میں جمع ہوں اور دونوں باعث جدا جدا مستقل نہوں بلکہ دونوں ملکر باعث عبادت ہوئے ہوں تو اس صورت میں واجب اسکے ذمہ سے ساقط نہوگا کیونکہ باعث وجوب کا اسکے حق میں خالی اور بطور مستقل نہیں پایا گیا اور اگر ہر ایک باعث مستقل ہو یعنی مثلاً اگر باعث ریا نہوتا تب بھی فرض ادا کرتا اور اگر باعث فرض نہوتا تو ریا کے لیے نفل ادا کرتا یہ صورت محل تامل ہے اور اسمیں کئی احتمال ہیں ایک احتمال تو عدم جواز کا ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اسکے ذمہ واجب نماز خالص لوجہ اللہ تھی لیکن واجب خالص کا ارادہ نہیں کیا اور ایک احتمال جواز ہے یعنے یہ کہیں کہ واجب امتثال امر ایک باعث مستقل سے ہے اور وہ یہاں موجود ہے دوسرے باعث کا شامل ہوجانا اسکے ذمہ سے سقوط فرض کا مانع نہیں جیسے اگر نماز غصب کے گھر میں پڑھ لے کہ اسصورت میں البتہ اس بات کا گناہ ہے کہ غصب کے گھر میں پڑھی مگر چونکہ اصل نماز پڑھنے میں اطاعت پائی گئی اسلیے فرض

ف جسنے کی ذرہ بھر بھلائی کی وہ دیکھیگا اور جسنے کی ذرہ بھر برائی کی وہ دیکھیگا ۱۲

ذمہ سے ساقط ہوا۔ غرضکہ اصل نماز کے اگر باعث مختلف ہونگے تو اسمین احتمال بھی مختلف ہونگے لیکن جب صورت یہ ہو کہ اصل نماز مین تو ریا نہو صرف مبادرت مین ہو مثلاً کوئی شخص نماز جماعت کے واسطے اول سبقت کرے اور اگر اکیلا ہوتا تو اول وقت نہ پڑھتا اوسط وقت تک تاخیر کرتا یا اگر فرض نہو تی تو صرف ریا کی جہت سے نماز کی ابتدا نہ کرتا تو ایسی صورت مین یقیناً نماز صحیح ہی اور فرض ذمہ پر نہین رہتا کیونکہ جو باعث اصل نماز کے ادا کا ہی اسمین کوئی دوسری چیز مخالف نہین بلکہ وقت کے تعیین مین قصد ریا واقع ہوا اس سے نیت اصل نماز مین خلل واقع ہونا بہت بعید ہی پس اس ریا کا حکم ہی جو عمل کا باعث ہو اگر تا ہی لیکن سرور محض لوگون کے مطلع ہونے سے جبتک اسکی تاثیر اتنی نہو کی کہ عمل مین اثر کرجاوے تو اس سے نماز کا فاسد ہونا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہی یہ بیان ہمارے نزدیک قانون فقہ کے موافق معلوم ہوتا ہی اور مسئلہ واقع مین دقیق ہی اسواسطے کہ فقہا نے تو فقہ مین اسکو کچھ لکھا نہین اور جن لوگون نے اسمین خوض کرکے کچھ تصرف کیا ہی انھون نے صحت و فساد نماز مین توانین فقہ اور فقہا کے اقوال کا لحاظ نہین کیا بلکہ تصفیہ قلوب اور طلب اخلاص کے سبب اونی خطرون سے عبادتون کا فاسد ہونا لکھدیا اور ہمنے جو کچھ لکھا ہی وہ ہماری دانست مین قول فیصل ہی واللہ اعلم۔

چھٹا بیان ریا کی دوا کا اور وقت ریا دل کے علاج کا طریق۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ریا بڑی مہلک چیز اور لون اعمال باطل ہوجاتے ہین خدا کے نزدیک سبب غصہ کا ہوتا ہی تو جس چیز کا حال ایسا ہو اسکے دور کرنے کے لیے مستعد ہونا مناسب ضروری ہی اگرچہ کتنا ہی مجاہدہ اور مشقت پڑے اسلیے کہ مثل مشہور ہی ۵ کہ دارو ہے تلخ دفع مرض ۲ اور یہ ایسا مجاہدہ ہی کہ سب بندون کو اسکی حاجت ہوتی ہی کیونکہ لڑکا شروع مین عقل و تمیز کم رکھتا ہی لوگون کو آپس سے جیسا دیکھتا ہی ویسا ہی خود بھی کرنے کی طمع رکھتا ہی جب وہ لوگون کو دیکھتا ہی کہ آپس مین ایک دوسرے کے واسطے تصنع اور بناوٹ کرتے ہین تو اسکے دل مین اس تکلف کی محبت غلبہ پاکر مستحکم ہوجاتی ہی اور اس بناوٹ کا مہلک ہونا اسکو تب معلوم ہوتا ہی جب عقل کمال کو پہونچتی ہی مگر اسوقت تک ریا اسکے دل مین ریشہ دوانی کرچکی ہی اسلیے بدون محنت شاقہ اور مجاہدہ شدید کے اس کا قلع و قمع نہین کرسکتا غرضکہ اس مجاہدہ سے کوئی شخص خالی نہین سب کو اسکی احتیاج ہی اور یہ اول اول شاق معلوم ہوتا ہی اور آخر کو خفیف و آسان ہو جاتا ہی اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ اسکے اصول اور عروق کی بیخ کنی کیجاوے جنسے کہ وہ پیدا ہو جاتا ہی دوسری صورت یہ کہ ریا سے جو سر دست خطرہ ہوتا ہی اسکو دور کیا جاوے صورت اول یعنی بیخ کنی ریا کے اصول و اسباب کی وہ اس بات پر موقوف ہی کہ اسکے اصول و اسباب معلوم ہووین پس جاننا چاہیے کہ اصل ریا کی محبت جاہ و منزلت کی ہی اور اگر اسکو مفصل بیان کیا جاوے تو تین اصل نکلتی ہین اول لذت تعریف کی محبت دوم رنج مذمت کی نفرت سوم طمع لوگون کے قبضہ مین کی چیزون کی یہی چیزین سبب ریا کا ہوتی ہین اور ریا کار کو ابھارتی ہین چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری کی حدیث اسکی شاہد ہی کہ وہ فرماتے ہین کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آدمی حمیت کے واسطے اور اپنے رتبہ کے معلوم کرانے کے واسطے اور ذکر کے واسطے لڑتا ہی حمیت کے معنی یہ ہین کہ اسکو اس بات کی غیرت آتی ہی کہ خود مغلوب ہو جاوے یا کوئی دوسرا مغلوب ہونے سے اسکو برا کہے اور رتبہ کے معلوم کرانے سے غرض یہ ہی کہ لذت جاہ اور دلون مین جگہ کرنے کی طلب کرتا ہی اور ذکر سے مراد زبانی تعریف کی خواہش ہی یعنی جہاد ان تین غرضون سے ہوتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من[2] قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فہو فی سبیل اللہ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ جب دونون صفین جہاد مین بھڑتی ہین فرشتے اترتے ہین اور لوگون کو انکے مراتب کے بموجب لکھتے ہین کہ فلان شخص ذکر کے واسطے جہاد کرتا ہی اور فلان شخص ملک کے لیے لڑتا ہی ملک کے لیے لڑنے مین اشارہ طمع دنیاوی پر ہی۔ اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ لوگ کہنے لگتے ہین کہ فلان شخص شہید ہی اور شاید ہمنے اپنے زین کی دونون تھیلیان چاندی سے بھری ہون۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من[3]

ح[1] بخاری و مسلم نے نقل کی ہی ۱۲ ح[2] جو شخص لڑے اسلیے کہ کلمہ اللہ کا برتر ہو تو وہ خدا کی راہ مین ہی ۱۲ ح[3] جو شخص لڑنے نچاہتا ہو مگر رسی اونٹون کے باندھنے کی اتنی رسی کی طمع پر جہاد کرے تو اسکے لیے وہ چیز ہی جو نیت کرے ۱۲ نسائی کی حدیث ہی ۱۲

لغو الاثم فی الاعقال قلہ بالوی اس سے بھی اشارہ طمع کی طرف پایا جاتا ہی - اور بعض اوقات آدمی کو خواہش حمد اور طمع نہین ہوتی اور بخوف مذمت سے بچتا ہی مثلاً کوئی بخیل اگر سخی لوگون مین ہو جو بہت بہت مال خیرات کر رہے ہون وہ بھی کچھ تھوڑا سا دے دیتا ہی تاکہ کوئی بخیل نہ کہے اسکو حمد کی طمع نہین ہی اسواسطے کہ اُس سے بڑھکر تو اور لوگ ہین بلکہ مذمت کے خوف سے اتنا دیتا ہی یا کوئی نامرد بہادرون مین ہو تو جماعت سے بھاگتا نہین تاکہ کوئی بُرا نہ کہے اور حمد کی طمع کرتا نہین کیونکہ حملہ کرنے والے تو اور لوگ ہین لیکن جب جماعت مایوس ہوا تو مذمت ہی کو بُرا سمجھا یا کوئی شخص ایک ایسی جماعت مین رہے جو رات بھر نماز پڑھتے ہین تو وہ بھی تھوڑی سی رکعتین پڑھ لیتا ہی کہ کوئی کاہل نہ کہے حالانکہ حمد کی طمع نہین بعض اوقات آدمی لذت مدح پر تو صبر کر سکتا ہی مگر مذمت کے رنج پر صبر نہین کر سکتا اسی جہت سے بعض شخص بے علم فتوے دے دیتے ہین اور باوجود حاجت کے دوسرے سے نہین پوچھتے اور دعوی حدیث دانی کا کرتے ہین حالانکہ خاک نہین جانتے یہ سب اسی لیے ہی کہ کوئی جاہل نہ کہے اسکی برداشت اُنسے نہین ہوسکتی غرضکہ یہی تین امور مذکورۂ بالا ریاکار کو باعث ریا ہوتے ہین اور اسکا علاج اس باب کے قسم اول مین مجملاً ذکر ہو چکا ہی اب ہم ذکر اس علاج کا کرتے ہین جو ریا کے لیے مخصوص ہی مختصر یہ ہی کہ انسان جو کسی شی کی خواہش کرتا ہی تو یہ گمان کر لیتا ہی کہ وہ شی اسکے لیے حال مین یا آل مین بہتر اور مفید اور لذیذ ہی اور اگر اسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ گو سردست اس شی مین لذت ہی مگر آگے کو نقصان ہوگا تو پھر اُس شی کی رغبت دل سے نکل جاتی ہی مثلاً کسی شخص کو معلوم ہی کہ شہد مزہ دار ہی تو اسکی رغبت کرتا ہی مگر جب یہ جان لے کہ اسمین زہر ملا ہی تو پھر اسکی طرف رغبت نہ کریگا اسیطرح ریا کی رغبت کے ملیامیٹ کرنے کا یہ طریق ہی کہ اسکی مضرت کو پہچاننا چاہیے جب بندہ کو اسکا ضرر معلوم ہوتا ہی کہ اسکے سبب دل کی صلاحیت جاتی رہتی ہی اور دنیا مین توفیق اور آخرت مین منزلت سے محروم ہوتا ہی اور نہایت غصہ اور عذاب شدید کا مستحق ہوتا ہی اور قیامت مین کھلا کھلی رسوائی ہوگی جب پکارا جاویگا او بدکار اور مکار اور ریاکار تجھے شرم نہ آئی خدا کی طاعت کے بدلے دنیا کا اسباب مول لیا بندون کے دلون کی حفاظت کی اور خدا کی عبادت سے استہزا کیا بندون کے نزدیک محبوب بنا اور خدا کے نزدیک مبغوض اُنکے واسطے آرائش مین رہا اور خدا کے لیے آلائش مین اُنکے پاس ہوتا گیا اور خدا سے دور اُنکے نزدیک محمود بنا اور خدا کے نزدیک مردود اُنکی رضا کا طالب ہوا اور خدا کے غصہ کا خواہان کیا تیرے نزدیک خدا سے زیادہ حقیر اور کوئی نہ تھا پس جب آدمی اس رسوائی کو تامل کرے اور جو کچھ بندون سے اسکو حاصل ہوتا ہی مع زینت دنیاوی کے اس نقصان کے مقابل کرے جو آخرت مین ہوگا کہ ثواب اعمال جاتا رہیگا تو اسکے نزدیک ریا نہایت حقیر ہو جاویگا اعمال کے ثواب کا فوت ہو جانا کچھ تھوڑا ضرر نہین کیا عجب ہی کہ ایسا ہی عمل خالص سے پلہ حسنات جھک جاوے اور جب اسکو ریا کے سبب فاسد کر دیا تو وہ بدی کے پلہ مین رکھدیا جاویگا جسکے باعث بدی کا پلہ جھک جاویگا اور دوزخ مین پڑیگا معاذ اللہ تنہا اگر ریا سے ایک ہی عبادت بیکار ہو جاتی تب بھی ضرر بہت تھا کیونکہ اور حسنات کے باعث پلہ جھکا ہی رہتا کیونکہ اگر عبادت بیکار نہ ہوتی اور نیکی مین شمار ہوتی تو ایک نیکی سے خدا کے نزدیک علو رتبہ نبیین اور صدیقین کے زمرہ مین حاصل ہوتا اور ریا کے سبب اُنکے درجے سے اُترکر اولیا کے درجے کی جوتیون کی صف مین جا پڑا یہ نقصان تو دینی ہوا دنیا مین یہ ہوا دل پریشان رہا کہ لوگون کے قلوب کی رعایت کرنی پڑی اور اُنکی رضامندی کی کوئی حد نہین کیونکہ جو باتین ایسی ہین کہ ایک فریق اُنسے خوش ہین دوسرا فریق ناخوش ہی بعضے لوگ جب راضی ہوتے ہین جب دوسرے ناراض ہون اور جو شخص خلق کی رضا جوئی خدا کے غضب پر اختیار کرتا ہی خدا تعالے خود بھی ناراض ہوتا ہی اور لوگون کو بھی اُس سے ناراض کر دیتا ہی پھر لوگون کی مدح کی جہت سے خدا تعالے کو ناراض کرنے سے کیا فائدہ ہی کچھ اُنکی تعریف سے رزق اور زندگی نہین بڑھتی نہ قیامت کے فقر و فاقہ مین اُنکی تعریف کام آویگی - اور لوگون کے پاس کی چیزون پر طمع رکھنے کا یہ علاج ہی کہ یون جان لے کہ دینے اور نہ دینے پر دلون کا آمادہ کرنا خدا کے قبضے مین ہی لوگ اسمین بے بس ہین رازق سوائے خدا تعالے کے کوئی نہین اور جو شخص خلق سے

طمع رکھتا ہو وہ خالی ذلت اور حرمان سے نہین ہوتا اور اگر بالفرض مراد کو بھی پہونچتا ہو تو احسان اُٹھانا پڑتا ہو اور دوسرون کی نظرون مین
حقیر ہونا پڑتا ہو تو ثواب آلہی کو ایسی جھوٹی توقع اور وہم فاسد کے بدلہ مین کس طرح چھوڑین جو کبھی ملے کبھی نہ ملے اور اگر ملے تو ملنے کی خوشی اتنی
نہ ہوگی جتنا احسان اُٹھانے اور ذلیل ہونے کا رنج ہوگا۔ اور لوگون کے برابر کہنے کا خوف کرنا بھی لاحاصل ہو اُنکی مذمت سے کیا نقصان زیادہ
ہو جاویگا جو کچھ اللہ تعالے نے لکھ دیا ہو وہی ہوگا نہ موت جلدی آویگی نہ رزق مین تاخیر ہوگی نہ دوزخی ہوگا اگر پہلے سے بہشتی ہو نہ خدا کے نزدیک
بُرا ہوگا اگر پہلے سے نیک ہو نہ اُسکا نقصہ زیادہ ہوگا بندون کا حال تو یہ ہو لا یملکون لانفسہم ضرا ولا نفعا ولا یملکون موتا ولا حیوۃ ولا نشورا پھر
انکی بُرائی سے کیا ہوتا ہو انکے اختیار مین کچھ نہین پس جب آفت ان اسباب ریا کی اور اُنکا ضرر دل مین ٹھن جاویگا تو ریا کی رغبت بھی
سست پڑ جاویگی اور دل متوجہ الی اللہ ہوگا اسلیے کہ عاقل ایسی چیزون کی رغبت نہین کیا کرتا جنمین ضرر تو زیادہ ہو اور نفع کم اور یہ بات
بھی قابل لحاظ ہو کہ اگر لوگون کو ریاکار کے باطن کا حال معلوم ہو جاوے کہ دل مین ریا کرتا ہو اور ظاہر مین اخلاص تو سب کے نزدیک بُرا ٹھہر
اور یہ بات چھپی نہین رہتی خدا ے تعالے کبھی نہ کبھی اُسکا بھید کھول ہی دیتا ہو اسوقت لوگون کے نزدیک بھی مبغوض ہو جاتا ہو اللہ کے نزدیک
تو پہلے ہی سے تھا اور اگر خدا کے واسطے اخلاص کرے تو خداے تعالے اُسکے اخلاص کو لوگون پر ظاہر فرما کر اُنکو اسکا مسخر کر دیتا ہو کہ اُسکو
محبوب جاننے لگتے ہین اور مدح و ثنا کرتے ہین باوجودیکہ اُنکی مدح سے کچھ فائدہ نہین نہ اُنکی بُرائی سے کچھ نقصان جیسے کہ بنی تمیم کے ایک
شاعر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا تھا کہ ان مدحی زین + وان ذمی شین + یعنے میری تعریف آدمی کی زینت ہو اور
بُرا کہنا اُسکے حق مین معیوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہو یہ شان اُس معبود کی ہو جسکے سوا کوئی معبود
نہین یعنی خدا اگر تعریف کرے تو البتہ زینت ہو اور اُسکے بُرا کہنے سے بے شک عیب لگتا ہو آدمی کی تعریف و مذمت سے کچھ نہین ہوتا مثلاً
اگر آدمی خدا کے نزدیک بُرا اور دوزخی ہو تو لوگون کی تعریف سے کیا بہتری ہو جاویگی اور اگر اُسکے نزدیک مقرب اور نیک ہو تو لوگون کی
ہجو سے کونسی بُرائی ہو جاویگی غرضکہ جو شخص اپنے دل مین آخرت کو حاضر جانیگا اور وہان کی نعمتین پایدار اور خدا کے نزدیک بلند مرا
یاد کریگا اُسکے نزدیک یہ اشیا خلق کی ہیچ معلوم ہونگی جنمین صدہا طرح کی کدورات ملی ہین اور ہمہ تن اُسکا دل متوجہ الی اللہ ہو جاویگا اور ریا
کی ذلت سے نجات پاویگا اور اُسکے اخلاص سے ایسا نور دل پر پیدا ہوگا جس سے اُسکا سینہ کھل جاویگا اور اُس سے ایسے لطیف مکاشفات
معلوم ہونگے جنسے خداے تعالے کے ساتھ اُنس و محبت اور خلق کے ساتھ وحشت و نفرت بڑھے اور دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت نظرون
مین جچے اور خلق کی جگہ دل مین نہ رہے اور سبب ریا بالکل منقطع ہو اخلاص کی راہ طے کرنی آسان معلوم ہو یہ بیان ادویہ امور کا جو پہلی
قسم مین اسی باب کے ہم لکھ چکے ہین علمی علاج ہو جس سے ریا کی جڑ جاتی رہتی ہو اور دواے عملی یہ ہو کہ اپنے نفس کو عبادات کے پوشیدہ
ادا کرنے کا عادی کرے اور اُنکو ایسا چھپاوے جیسا کہ بُرائیون کو چھپاتے ہین یہانتک کہ صرف خداے تعالے کے علم و اطلاع پر قانع ہو جاوے
غیر اللہ کی اطلاع کی طلب دل مین نہ رہے۔ روایت ہو کہ ابی حفص آہنگر رحمہ کے مریدون مین سے کسی نے اُنکے جلسے مین دنیا اور اہل دنیا
کی مذمت کی اُنھون نے فرمایا کہ تو نے وہ بات ظاہر کی جسکو خفیہ رکھنا چاہیے تھا اب سے بعد ہمارے پاس نہ بیٹھنا اس سے معلوم ہوا کہ
اسقدر ظاہر کرنے کی بھی اجازت نہ دی اسی سبب کہ دنیا کی مذمت کے ضمن مین زہد کا دعوی پایا جاتا ہو بہر حال ریا کی دوا مثال خفیہ رکھنے
عبادات کے اور کوئی نہین اور شروع مجاہدہ مین یہ شاق معلوم ہوتا ہو لیکن جب اُسپر چندروز برو زصبر کرتا ہو تو اُسکی دشواری آسان
ہو جاتی ہو اور خدا کی عنایت اور حسن توفیق جس سے وہ اپنے بندون کی تائید کرتا ہو اُسکے شامل حال ہوتی ہو دیکھو خود فرماتا ہو
ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور وان تک حسنۃ یضاعفہا ویؤت من لدنہ اجرا عظیما تو بندے کو مجاہدہ کرنا چاہیے ہدایت کام اُسکا ہو دروازہ
کا دستک دینا بندہ کا کام ہو اور اُسکا کھولنا خدا کا کام اُسی کا ہو رہنا چاہیے حتے کہ سراوقات جلال سے آواز آنے لگے ۵ قبولست گرچہ ہنر

بنشستش + کہ جز ما بناسے و گر فیتش + دوسری صورت جو خطرہ ریا کا کہ اثناے عبادت مین آوے اسکو دور کرنا بھی سیکھنا چاہیے کیونکہ جو شخص نفس پر جہاد کر کے اپنے دل مین سے ریا کا استیصال کرتا ہی اس طرح کہ طمع کو قطع کر کے قانع ہوتا ہی اور اپنے آپ کو لوگون کی نظرون سے گرا دیتا ہی اور انکی تعریف و مذمت کو ہیچ سمجھنے لگتا ہی تو اسوقت شیطان اسکو عبادت مین خالی اور بے فکر نہین چھوڑتا بلکہ ریا کے خطرات پیش کرتا ہی اور اسکے وسوسے علیحدہ نہین ہوتے نہ ہوا سے نفسانی بالکل نابود ہو اسلیے مستعد ہونا ریا کے خطرات دور کرنے کے لیے بہت ضرور ہی اور خطرات ریا کے تین ہین بعض اوقات تو سب کے سب ایکبارگی آتے ہین اور گویا ایک ہی خطرہ معلوم ہوتا ہی اور بعض اوقات بتدریج ایک دوسرے کے بعد آتے ہین اول تو واقف ہونا لوگون کی اطلاع پر اور انکی اطلاع کی آرزو کرنی اسکے بعد نفس کی رغبت انکی مدح کے لیے اور انکے نزدیک منزلت ہونے کے پیدا ہوتی اسکے بعد نفس کا اسکو قبول کرنا اور دل کا اسکے ثبوت پر عقد کرنا ان مین سے اول کا نام تو معرفت ہی اور دوم کا نام حالت جسکو شہوت و رغبت بھی کہتے ہین اور تیسرے کا نام عزم اور ارادہ کا مضبوط کرنا ہی اور ان سب مین سے خطرہ اول کے دفع کرنے کے لیے نہایت قوت چاہیے کہ پیشتر دوسرے خطرے ہونے کے وہ دور ہو جاوے مثلاً جب عابد کو معرفت اطلاع خلق یا انکے مطلع ہونے کی آرزو کا خطرہ ہو تو اسکو یون کہکر دفع کرے کہ تجھکو خلق سے کیا غرض ہی وہ جانین یا نہ جانین خداے تعالے تو جانتا ہی پھر دوسرے کے جاننے سے کیا فائدہ ہوگا پس اگر رغبت لذت حمد کی جوش کرے تو جو آفتین ریا کی دل مین جمی ہین انکو یاد کرے کہ قیامت مین خدا کے نزدیک مبغوض ہونا پڑیگا اور حبط اعمال کی زیادہ حاجت ہوگی اسوقت اسکے مترادم ہونگا تو جسطرح کہ اطلاع خلق کے واقف ہونے سے شہوت اور رغبت پیدا ہوتی ہی اسیطرح آفت ریا کی معرفت سے کراہت و نفرت اسکے مقابل ہوتی ہی رغبت تو اس بات کو چاہتی ہی کہ اسکو قبول کرنا چاہیے اور نفرت چاہتی ہی کہ انکار کرنا چاہیے پس جو ان مین سے غالب اور قوی زیادہ ہوگی نفس اسی کی پیروی کرے گا اس سے معلوم ہوا کہ خطرات ریا کے دفع کے لیے تین امور ضروری ہین اول معرفت ریا کی دوم اسکی شہوت سے نفرت کرنا سوم انکار کرنا اور آدمی کبھی عبادت بعزم اخلاص شروع کرتا ہی پھر اسکو ریا کا خطرہ آتا ہی تو اسکو قبول کر لیتا ہی اسوقت اسکو معرفت اور نفرت شہوت جو دل مین تھی یاد نہین رہتی اور اسکا سبب یہ ہی کہ خوف مذمت اور حب مدح اور اشتیاق سے حرص مدح پر دل مین اتنی بھر جاتی ہی کہ دوسری چیز کی اسمین گنجائش نہین رہتی پہلے سے جو آفات ریا کے اور اسکے انجام بد ہونے کی معرفت تھی وہ ایک سو ہو جاتی ہی اسلیے کہ دل مین کوئی جگہ خالی رغبت حمد اور خوف مذمت سے نہین رہتی اسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی شخص اپنے جی مین حلم کو یاد رکھتا ہی اور غصہ کو برا جانتا ہی اور اسباب غضب کے واقع ہونے پر قصد حلیم بننے کا کرتا ہی مگر بعض اوقات ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہین جنسے اسکا غضب بھڑک جاتا ہی اور اول کا قصد بھول جاتا ہی اور دل مین ایسا غصہ بھرتا ہی کہ آفت غضب کو یاد نہین کرنے دیتا سارے دل مین پھیلجاتا ہی اسیطرح شہوت کی حلاوت دل مین پر ہو کر نور معرفت کو نکال دیتی ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی حضرت جابر رض کے قول مین کہ فرماتے ہین ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی تھی کہ جہاد سے نہین بھاگینگے کچھ موت پر نہین کی تھی مگر غزوہ حنین مین اس بیعت کو بھول کر بھاگ کھڑے ہوے یہانتک کہ آواز آئی اے درخت والو ملتفت ہو ہٹو آگے یعنی چونکہ دلون مین خوف بھر گیا تھا اسلیے پہلا عہد یاد نہ رہا جب یاد دلایا تو یاد آیا - اور اکثر شہوات جو یکایک جوش زن ہوتی ہین انکا حال ایسا ہی ہوتا ہی یعنی انسے جو مضرت ایمان مین ہوتی ہی اسکو جوش شہوت مین بچاننا بھول جاتا ہی اور جب پہچان یاد نہ رہی تو نفرت جو کہ اسکا نتیجہ تھی وہ بھی ظہور مین نہین آتی - اور کبھی یاد بھی کر لیتا ہی اور جان لیتا ہی کہ یہ خطرہ اس ریا کا ہی جسکے باعث خدا کا غضب ہوگا مگر اسپر شدت شہوت کے باعث اصرار کیے جاتا ہی ہواے نفسانی عقل پر غالب ہو جاتی ہی جو لذت اسوقت ہاتی ہی اسکو چھوڑ نہین سکتا تو بہ کے واسطے لیت و لعل کرتا ہی یا ایسے کام کرتا ہی کہ جسکے شغل مین یہ سوچ ہی دل پر نہ آوے - بہت سے عالم ایسے ہین کہ جو کلام کرتے ہین

خالی ریا سے نہیں ہوتا اور وہ خود جانتے ہیں مگر اصرار کیے جاتے ہیں یہ اصرار اور بھی زیادہ تر خبث ہوگا اسلیے کہ باوجود جاننے اس بات کے
کہ ریا مہلک ہے اور خدا کے نزدیک مذموم اس نے ریا کو مان لیا اور صرف پہچاننا کافی نہیں جبتک پہچاننے کے ساتھ اس سے نفرت نہ ہو اور
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خطرہ ریا کو پہچان بھی لیتا ہے اور اس سے نفرت بھی کرتا ہے مگر باوجود اسکے ریا کے تقاضے کو قبول کرتا ہے اور اس کے
بموجب عمل کرتا ہے اسلیے کہ شہوت کی قوت بہ نسبت نفرت کے بہت قوی ہوتی ہے اور نفرت بہت کمزور تو ایسا شخص کبھی اپنی اس نفرت سے کچھ فائدہ
نہ اٹھاویگا اسواسطے کہ غرض کراہت سے یہ ہے کہ فعل سے باز رکھے یہ کہ نہ پھراوے منڈیا بلاوے - اس بیان سے معلوم ہوا کہ فائدہ
بدون اجتماع تینوں امور مذکورہ سابق کے نہیں ہے یعنی معرفت ریا اور اسکو مکروہ سمجھنا اور اس سے انکار کرنا ثمرہ کراہت کا ہوتا ہے اور
کراہت ثمرہ معرفت کا یعنی شناخت اور معرفت کی قوت بقدر قوت ایمانی اور نور علم کے ہوتی ہے اور اسکا ضعف بقدر غفلت اور حب دنیا اور
فراموشی آخرت اور قلت مبالات خدا کے پاس کی چیزوں سے اور کم توجہی آفات حیات دنیاوی اور انعامات آخرت کے ہوتا ہے اور یہ سب
ایک دوسرے سے پیدا ہوتی ہیں اور ان سب کی اصل حب دنیا اور غلبہ شہوات ہے یہی سب بلاؤں کی جڑ ہے اور یہی ہر ایک گناہ کا منبع
کیونکہ محبت جاہ و منزلت اور دنیاوی لذائذ کا چسکا وہ بلا ہے کہ آدمی کے دل کو لوٹ لیتا ہے اور فکر عاقبت اور اقتباس انوار کتاب اللہ اور
حدیث اور علوم سے نہیں کرنے دیتا - اب اگر کوئی سوال کرے کہ ایک شخص اپنے دل سے ریا کو مکروہ جانتا ہے اور اس کراہت کی جہت
سے اسکا مرتکب بھی نہیں ہوتا لیکن باوجود اسکے اسکی طبیعت میں میل اور محبت ریا کی پائی جاتی ہے مگر وہ اس میل و محبت کو بھی برا سمجھتا ہے
اور اسکے بموجب عمل نہیں کرتا تو ایسا شخص بھی ریاکار ہے یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند کریم زیادہ طاقت بشری سے تکلیف نہیں
دیتا اور بندہ کے اختیار میں نہیں کہ شیطان کو وسوسہ کرنے دے یا طبیعت کو ایسا کرے کہ اسمیں میل شہوات نہ رہے اسکی طاقت میں
صرف اتنی بات ہے کہ اپنے شہوات کا مقابلہ اس کراہت سے کرے جو اسکو انجام کی شناخت اور علم دین اور ایمان خدا تعالی اور قیامت
پر ہونے سے حاصل ہے جب یہ بات کریگا تو جتنا اسکو حکم تھا اسکو ادا کر چکا اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حدیث شریف میں وارد ہے
کہ اصحاب رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ ہمارے دلوں پر ایسے امور پیش ہوتے ہیں کہ اگر ہم آسمان
سے گر کے جاویں اور پرند ہمکو اچک لیں یا ہمکو آندھی اٹھا کر کسی دور جگہ پھینک دے تو منظور ہے مگر انکا کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا آپ
نے ارشاد فرمایا کہ تم ان خواطر کو مکروہ بھی جانتے ہو عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ یہی صریح ایمان ہے - تو دیکھنا چاہیے کہ اصحاب رض کو
صرف وسواس اور اسکی کراہت دل پر گذرتی تھی وسواس کے لیے تو صریح ایمان کہہ ہی نہیں سکتے اسلیے ضرور ہوا کہ صریح ایمان آپ نے
اس کراہت ہی کو فرمایا جو وسواس کے ساتھ ہوتی تھی اور ریا گو برا ہے مگر خداے تعالی پر وسواس کرنے کی نسبت بیشک کم ہے تو جب
کراہت کے باعث وسواس کا ضرر دفع ہوگیا تو ریا کا ضرر بطریق اولی دور ہونا چاہیے اور اسیطرح حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ الذی رد کید الشیطان الی الوسوسۃ اور ابو حازم رح فرماتے ہیں کہ جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے
برا سمجھے تو وہ اگر دشمن کی طرف سے ہوگا تو تجھکو مضر نہیں اور جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے اچھا جانے اس پر نفس کو عتاب کر اس سے معلوم
ہوا کہ شیطان کا وسوسہ اور منازعت نفس مضر نہیں بشرطیکہ مراد شیطان و نفس کی انکار و کراہت سے ہونے پاوے اور خواطر یعنی تذکرات
اور تخیلات ان اسباب کا جنسے ریا ہیجان میں آوے شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور ان خواطر کے بعد رغبت اور میل نفس کی طرف
اور کراہت ایمان اور آثار عقل میں سے ہے لیکن یہاں شیطان ایک اور چال مکر کی چلتا ہے کہ جب جانتا ہے کہ عابد قبول ریا کا منکر ہے
اور اپنے آپ اسکے قبول کرلینے سے عاجز تصور کرتا ہے تو اسکے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ تیری صلاح و بہتری اسمیں ہے کہ مجھ سے
مجادلہ میں مشغول ہو اور وہ خیال بہت دیر تک رہتی اور اس سے اسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ ثواب اخلاص اور حضور قلب کا اسکو

ع اسکو ابوداؤد [illegible] ابن مسعود [illegible] روایت [illegible] ۱۲ ع [illegible] شیطان کا وسوسہ [illegible] ۱۲

نہ ملے کیونکہ شیطان کے بھگا دینے اور مدافعت میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کی مناجات سے باز رہنا ہی جس سے قرب الٰہی کی منزلت میں نقصان آتا ہی اور ریا کے خواطر کے دفع کرنے میں لوگ چار مراتب پر ہیں اول وہ لوگ کہ جو خطرہ پیش آیا اُسکو شیطان پر ہٹا دیا اور اُسکو جھٹلایا اور اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اُسکے ساتھ لڑائی شروع کی اور بہت دیر تک لڑائی برپا رکھی اس گمان سے کہ یہ امر دل کے لیے اچھا ہی اور واقع میں نقصان ہی اسلیے کہ خداے تعالیٰ کی مناجات اور وہ خیر کہ جسکے درپے ہونا منظور رکھا جاتی رہی اور راہزنوں سے لڑائی لڑنے لگے اور ظاہر ہی کہ راہزنوں کی لڑائی کے لیے توقف کرنا چلنے کے لیے مضر ہی دوسرے وہ لوگ جنکو معلوم ہی کہ جدال و قتال سے سلوک میں نقصان ہوتا ہی اسی لیے صرف شیطان کی تکذیب اور رفع ہی پر اکتفا کرتے ہیں اُسکے جہاد میں مشغول نہیں ہوتے تیسرے وہ لوگ کہ تکذیب میں بھی مشغول نہیں ہوتے کیونکہ اسمیں بھی توقف ہوتا ہی گو تھوڑا ہی ہو بلکہ اپنے دل میں ریا کی کراہت اور شیطان کا دروغ سمجھ لیتے ہیں اور اپنے کام سے غرض رکھتے ہیں تکذیب و خصومت سے سروکار نہیں رکھتے چوتھے وہ لوگ کہ جانتے ہیں کہ جب اسباب ریا برروے کار آوینگے تو شیطان ہمارے حسد کے سبب ہمارے درپے ہوگا اسلیے عزم کر لیتے ہیں کہ جب شیطان وسوسہ کریگا تو اخلاص اور مناجات اور اخفاے صدقہ اور عبادت کو اور زیادہ کرینگے تاکہ شیطان جل اُٹھے اس مرتبہ کے لوگ شیطان کو غصہ دلاتے رہتے ہیں اور اُسکی بیخ کنی کرتے کہ اُسکی یاس و ناامیدی کر دیتے ہیں کہ پھر اُنکے پاس نہ پھٹکے حضرت فضیل بن غزوان رحمۃ اللہ سے مروی ہی کہ کسی نے آپسے کہا کہ فلان شخص آپ کو برا کہتا تھا آپنے فرمایا کہ بخدا میں اُس شخص کو جلاؤنگا جسنے اسکو امر کیا ہی لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہی فرمایا کہ شیطان ہی پھر فرمایا کہ الٰہی تو اُس شخص کی مغفرت کر جسنے مجھکو برا کہا اور فرمایا کہ اس میرے کہنے سے بیشک شیطان جلتا ہوگا کہ میں نے اُس شخص کے بارہ میں خدا کی اطاعت کی۔ اور جب شیطان کو بندہ کی یہ عادت معلوم ہو جاتی ہی تو اُس سے باز رہتا ہی کہ مبادا اُسکے حسنات اور زیادہ ہو جاویں۔ اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہیں کہ شیطان بندہ کو کسی گناہ کی طرف بلاتا ہی پس اگر اُسکی اطاعت نہیں کرتا اور اُسکے عوض کوئی خیر کیا کرتا ہی تو اُسکو ویسا ہی چھوڑ دیتا ہی اور فرمایا کہ جب شیطان انسان کو متردد دیکھتا ہی تو اُسمیں طمع کرتا ہی اور جب کسی خیر کی مداومت کرتا پاتا ہی تو ملول ہو کر بغض کرتا ہی اور حارث محاسبی رح نے ان چار مراتب کی بہت اچھی مثال کہی ہی کہ فرض کرو کہ چار شخص کسی مجلس علم یا حدیث میں جانا چاہتے ہیں تاکہ فائدہ اور فضیلت حاصل کریں اور ہدایت و رشد پاویں اور اُنپر کسی گمراہ بدعتی نے حسد کیا اور ڈرا کہ کہیں ایسا نہو کہ اُنکو راہ حق معلوم ہو جاوے پس ایک شخص کے پاس گیا اور اُسکو منع کیا اور کسی اور گمراہی کی مجلس کی طرف چلنے کو کہا اُسنے انکار کیا جب اُسنے اُسکا انکار دیکھا تو اُسکو لڑائی اور تقریر میں الجھا دیا وہ شخص اس خیال سے کہ اُسکی گمراہی کا دفع کرنا اور اس سے حجت کرنا مصلحت ہی لڑنے لگا حالانکہ مقصود گمراہ کا یہی تھا کہ جتنی دیر یہاں لگے یہ شخص فائدہ سے محروم رہے جب دوسرا شخص اُس گمراہ کے پاس گذرا اُسنے اُسکو بھی منع کیا اور یہ روکا وہ ٹھہرا تو سہی لیکن اُس گمراہ کو دھکا دیکر چلا گیا لڑائی جھگڑا نہ کیا تو گمراہ اُسکے اسقدر توقف سے بھی خوش ہوا اور جب تیسرا شخص گذرا اور اُسکو بہکایا تو اُسنے ہرگز التفات نہ کیا اور جس حال سے پہلے جاتا تھا اُسیطرح چلا گیا تو گمراہ کی آرزو اُس سے بالکل منقطع ہو گئی اور جسوقت چوتھا وہان گذرا اُسنے چاہا کہ گمراہ کو جلاوے تو جس چال سے پہلے جاتا تھا اس سے تیز چلنا اُسکے سامنے شروع کیا اور سستی کو موقوف کیا اب اگر اتفاقاً یہ چارون شخص پھر کبھی اُسکے پاس گذریں تو وہ اوروں کو سب وسوسہ دوبارہ پھیرلیگا مگر چوتھے کے پاس نہ پھٹکیگا کہ مبادا اُسکے چھیڑنے سے اُسکا فائدہ زیادہ ہو جاوے۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ جب شیطان کا یہ حال ہی کہ کوئی اُسکے وساوس سے خالی نہیں تو قبل اُسکے آنے کے اُسکا انتظار کرنا اور گھات میں لگا رہنا چاہیے یا خداے تعالیٰ پر بھروسا کرنا چاہیے کہ وہی خود اُسکو دور فرماویگا یا عبادت میں مشغول ہونا اور شیطان کو بھول جانا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ شیطان سے پرحذر رہنے میں تین قول ہیں بعض اہل بصرہ کہتے ہیں کہ زبردست عابدوں کو شیطان سے بچنے کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ لوگ بالکل خدا ہی کے ہو رہتے ہیں اور اُسکی محبت میں مشغول اسی لیے شیطان اُنسے کنارہ

کرتا ہو اور سنا امید ہو جاتا ہو جیسے بوڑھے عابد دن کو عشرا بخواری و زنا کی طرف بلانے سے نا امید ہو تو تمام دنیا وی لذتین زبر دستون کے نزدیک مثل شراب و زنا کے ہین گو مباح ہی ہون اور جب لذائد دنیا وی کی محبت بالکل نہین رہتی تو شیطان کو کوئی راہ اُنکے پاس آنے کی نہین اسی لیے اُنکو اُسکا کچھ خوف بھی نہ کرنا چاہیے اور بعض اہل شام کا یہ قول ہو کہ اُس سے بچنے کے واسطے گرا ستہ مین رہنا اُس شخص کو درکار ہو جسکا یقین کم ہو اور توکل ناقص اور جو شخص یہ یقین کرے گا کہ خدا تعالیٰ کی تدبیر مین اُسکا کوئی شریک نہین وہ دوسرے سے کیون ڈریگا وہ یہ جان لیگا کہ شیطان خدا کی مخلوق مین سے ایک ذلیل شخص ہو اُسپر کوئی امر موقوف نہین جو کچھ خدا چاہتا ہو وہی ہوتا ہو ضرر اور نفع دینا اُسی کا کام ہو عارف کو شرم آتی ہو کہ غیر خدا سے ڈرے اسلیے کہ وحدانیت کا یقین اُسکو ڈر سے بے پروا کر دیتا ہو اور بعض علما کا یہ قول ہو کہ شیطان سے ڈرنا ضرور چاہیے اور یہ سرلوین کا جو یہ قول ہو کہ زبر دست عارف جو دنیا کی محبت سے خالی ہوتے ہین اُنکو حاجت خوف نہین تو یہ قول شیطان کا وسیلہ ہو کیا عجب ہو کہ آدمی دھوکا کھا جاوے کیونکہ انبیا علیہم السلام تو وسواس شیطانی سے محفوظ ہی نہین رہے دوسرا شخص کیسے محفوظ رہ سکتا ہو اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جتنے وسواس شیطانی ہون سب شہوات اور محبت دنیا کے باب مین ہون تاکہ محبت دنیا و شہوات کے نہ رہنے سے وہ وسواس بھی نہ آوین بلکہ وسواس خدا تعالیٰ کے صفات اور اسما اور بدعت وگمراہی کے اچھا جاننے وغیرہ مین بھی ہوتے ہین اور اسکے خطرے سے کوئی نہین بچا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہو وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انہ لیغان علی قلبی باوجودیکہ آپ کا شیطان مسلمان ہوگیا تھا اور سوا خیر کے اور کچھ نہ کہتا تھا پس جو شخص اپنے آپ کو محبت الٰہی مین بہ نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السلام کے زیادہ مشغول سمجھے وہ دھوکے مین ہو اور اشتغال محبت الٰہی سے انبیا علیہم السلام کید شیطانی سے مامون نہ رہے دیکھو حضرت آدم وحوا علیہما السلام جنت مین تھے کہ جو امن وسرور کا مقام ہو اور خدا تعالیٰ نے اُنسے فرمادیا تھا کہ ان ہذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی ان لک ان لا تجوع فیہا ولا تعری وانک لا تظمؤا فیہا ولا تضحی اور صرف ایک ہی درخت سے منع کیا تھا اور سب وہان کی نعمتون کے لیے اجازت دی تھی پس جب نبی اللہ جنت سے مقام مین رہ کر کید شیطانی سے مامون نہ رہے تو غیر نبی اس دار نا پائدار منبع فتن ومحن اور معدن لذائذ وشہوات ممنوعہ مین رہ کر کیسے بچیگا اسیطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول خدا وند کریم نقل فرماتا ہو ہذا من عمل الشیطان اسی جہت سے خدا نے شیطان سے تمام خلق کو بچنے کا ارشاد فرماتا ہو جیسا کہ اس آیت مین ارشاد ہو یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنۃ اور اسکے آگے ارشاد ہو انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لا ترونہم تمام قرآن مجید مین ابتدا سے آخر تک شیطان سے تحذیر مذکور ہو تو اس سے مامون رہنے کا دعویٰ کسطرح ہو سکتا ہو اور جس چیز سے خدا تعالیٰ نے پر حذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہو اُس سے حذر کرنا منافی شغل محبت الٰہی نہین اسلیے کہ اقتضائے محبت سے یہ بھی ہو کہ اُسکے حکم کو مانے اور اُسنے دشمن سے پر حذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہو جیسا کہ کفار سے پر حذر رہنے کو فرمایا ولیاخذوا حذرہم واسلحتہم واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل پس جب خدا تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب دشمن دکا فرجو معلوم ہوتے ہین اُنسے حذر کرنا اہل ایمان کو لازم آیا تو دشمن سے جو ایمان والون کو دیکھے اور خود معلوم نہو حذر کرنا بطریق اولیٰ چاہیے اسی بنا پر ابن جریر رح فرماتے ہین کہ اگر شکار ایسا ہو کہ ہم اسکو دیکھتے ہون اور وہ ہمکو نہ دیکھتا ہو تو غالبا ہاتھ آجاویگا اور جو ایسا ہو کہ وہ ہمکو تو دیکھتا ہو اور ہم اُسکو نہین دیکھتے تو کیا عجب کہ وہ ہم پر غالب آجاوے اس سے اُنکی مراد شیطان ہو علاوہ اسکے اگر دشمن سے غفلت کیجاوے تو اسمین بھی نتیجہ ہو کہ وہ اگر مارڈالیگا اُسکے مارڈالنے سے شہادت ملتی ہو لیکن اگر شیطان سے حذر نکیا جاوے تو اپنے آپ کو دوزخ اور عقاب الیم مین ڈالنا پڑے گا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ جس چیز سے اُسنے پر حذر ہونے کو فرمایا ہو اُس سے اعراض کیا جاوے اس

تقریب سے دوسرے فرقہ اہل شام کا مذہب باطل ہوا جو یہ گمان کرتے ہین کہ حذر کرنا توکل کے خلاف ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈھال و ہتھیار بھی لیے ہین اور لشکر بھی جمع کیا ہو خندق بھی کھدوائی ہو کسی بات سے آپ کے توکل مین خلل واقع نہین ہوا تو جس چیز سے خدا تعالے خود خوف و حذر کرنے کو فرماتا ہو اُس سے خوف و حذر کرنے سے کیسے توکل مین خلل واقع ہوگا اور جن لوگون کا یہ قول ہو کہ توکل کے معنی اسباب سے بالکل علٰحدہ ہونے کے ہین اُنکی غلطی ہمنے باب توکل مین ثابت کی ہو اور ارشاد آلہی واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل منافی توکل کے نہین بشرطیکہ دل مین اعتقاد ہو کہ ضرر و نفع و حیات و موت خدا سے تعالے کے اختیار مین ہو اسی طرح شیطان سے حذر کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ ہدایت و گمراہی خدا کے اختیار مین ہو اور اسباب کو صرف ذریعہ سمجھے جیسا کہ باب توکل مین ہمنے لکھا ہو یہی قول حارث محاسبی رحمہ کا بھی ہو اور یہی واقع مین صحیح ہو نور علم اسی کا شاہد ہو اور پہلے جو دو قول ہین معلوم ہوتا ہو کہ ایسے عابدون کے ہین کہ جنکو علم زیادہ نہین اور اُنکو یہ خیال ہو کہ بعض اوقات جو اُنپر جوش استغراق کا آجاتا ہو ہمیشہ ایسا ہی رہتا ہوگا حالانکہ یہ بہت دشوار ہو پھر جو لوگ کہ شیطان سے حذر کے قائل ہین کیفیت حذر مین تین طرح ہین کچھ لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب خداے تعالے نے ہمکو دشمن سے ڈرایا ہو تو چاہیے کہ کوئی چیز ہمارے دلون پر اُسکے خوف و احتذار سے زیادہ نہو کیونکہ اگر ہم ایک لحظہ بھی اس سے غافل رہینگے تو عجب نہین کہ دشمن ہلاک کر ڈالے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر شیطان کی یاد ہم اس درجہ تک کرینگے تو ظاہر ہو کہ خدا کی یاد سے دل خالی ہو جاویگا اور ساری ہمت ذکر شیطان ہی پر صرف ہو گی اور شیطان کا مقصود بھی یہی ہو کہ سواے خدا کے اور کسی کھٹکے مین مبتلا رہین تو اسلیے مناسب یہ ہو کہ عبادت مین مشغول رہین اور شیطان اور اُسکی عداوت کو بھی نہ بھولین دونون باتین جمع کرین اسلیے کہ اگر اُسکو بالکل بھول جاوین تو شاید ایسی طرح سامنے آوے کہ ہمکو گمان بھی نہو اور اگر صرف اُسی کا دھیان رکھین تو خدا کی یاد جاتی ہو اسلیے دونون باتون کو جمع کرنا بہتر ہو اور اہل تحقیق کا یہ قول ہو کہ یہ دونون فریق غلطی پر ہین پہلے فریق کی تو غلطی صاف ظاہر ہو کہ خدا کو بھول کر یاد شیطان ہی کے ہو رہے ہین اور ہمکو حکم شیطان سے حذر کرنے کا اسلیے ہو کہ یاد آلہی سے نروکے تو اُسکی یاد سب چیزون سے زیادہ دل پر کسطرح ہو سکتی ہو اُسمین تو سراسر ضرر ہمارا ہی کیونکہ اسکا مآل یہ ہو کہ نور ذکر آلہی سے دل خالی ہو پس جب شیطان ایسے دل کا قصد کریگا اور نور ذکر آلہی اور قوت شغل نہ پاویگا تو کچھ بعید نہین کہ جلد اپنے قابو مین کرلے اور سالک سے کچھ نہ بن پڑے علاوہ ازین ہمکو حکم ہمیشہ اُسکی یاد کا نہین اور دوسرے فریق کی غلطی کی وجہ یہ ہو کہ اسمین بھی ذکر آلہی شرکت ذکر آلہی اور ذکر شیطان کی پائی جاتی ہو توجسقدر آدمی شیطان کی یاد کریگا اُسی قدر یاد آلہی مین نقصان ہوگا اور خداے تعالے کا حکم یون ہو کہ یاد صرف اللہ کی رہے اور اُسکے ماسوا کو خواہ شیطان ہو یا کوئی اور بھولنا چاہیے کہ جب دونون فریق کی غلطی معلوم ہو چکی تو اس باب مین قول فیصل یہ ہو کہ بندے کو چاہیے کہ اول شیطان کا خوف اپنے دل کے ساتھ رکھے اور نفس پر اُسکی دشمنی جمالے جب اُسکا خوب معتقد ہو جاوے اور یقین عداوت کا ہو جاوے اور خوف بھی اُسکے اندر جاگزین ہو تو خداے تعالے کے ذکر مین مشغول ہو اور بتمام ہمت اُسکی طرف متوجہ ہو اور دل مین شیطان کا ذرا بھی خیال نکرے کیونکہ جب عداوت کے پہچاننے کے بعد ذکر مین مشغول ہوگا پھر اگر شیطان وسوسہ کریگا تو اُسکو خبر ہو جاویگی اور اُسکو دفع کر دیگا اور خدا کے ذکر مین مشغول ہونے سے یہ ضرور نہین کہ وسواس شیطانی کے وقت اسکو اطلاع نہو دیکھو اگر کوئی شخص اس بات کا خوف رکھتا ہو کہ کسی کام کے لیے بہت تڑکے اُٹھنا چاہیے نہین تو ہاتھ سے جاتا رہیگا تو اس کھٹکے کی جہت سے رات کو چند بار چونک پڑتا ہو باوجودیکہ سونے مین غافل رہتا ہو مگر چونکہ کھٹکا دل مین رہتا ہو اسلیے چونکتا ہو تو خداے تعالے کے ذکر مین مشغول ہونا بھی مانع اطلاع وسواس نہین۔ اور اسیطرح کا دل دفع دشمن پر قادر ہوتا ہو جسمین صرف خدا کے ذکر مین مشغول ہونے سے ہواے نفسانی مرجاتی ہو اور تاریکی شہوات کی دور ہوکر نور علم و عقل کو فروغ ہوتا ہو غرضکہ ارباب بصیرت اپنے دلون کو شیطان کی عداوت اور گھات مین رہنے سے واقف کرکے اُسکا خوف لازم رکھتے ہین مگر یاد شیطان مین مشغول

نہین ہوتے بلکہ یاد الٰہی کرتے ہین اور خدا کی یاد سے دشمن کی پرچھائین سمجھتے ہین اور نور ذکر کی چاندنی مین دشمن کے وسواس دیکھ لیتے ہین دل کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کنوان جسکا نجس پانی سے خالی کرنا منظور ہو تاکہ اُسمین سے صاف پانی نکل آوے تو جو شخص کہ ذکر شیطان مین مشغول ہوا اُسنے تو نجس پانی کو کنوین ہی مین چھوڑ دیا اور جس نے کہ ذکر شیطان اور ذکر خدا کو جمع کیا اُسنے ایک طرف سے تو نجس پانی نکالنا شروع کیا اور دوسری طرف اُسی کنوین کے اندر جاری رکھا تو اُسکے لیے فائدہ بڑی مشقت ہی ہوگی اور نجس پانی سے کنوان خالی نہوگا اسلیے کہ ایک طرف سے پانی نکلتا جاویگا اور دوسری طرف سے آتا جاویگا اور جو شخص دانا و واقف ہو اُسنے نجس پانی کے لیے آڑ بنا دی اور کنوین مین صاف پانی بھر لیا جب نجس پانی آتا ہے فوراً اُسی وقت ہی مین پہچان کر کلفت اور بلا محنت سے روک دیتا ہے

ساتوان بیان اظہار طاعت کے قصد کے جواز مین سو واضح ہو کہ جیسے اعمال کے خفیہ رکھنے مین اخلاص اور ریا سے بچنے کا فائدہ ہو ویسا ہی ظاہر کرنے مین یہ فائدہ ہو کہ لوگ پیروی کرین اور انکو رغبت خیر ہو مگر اس مین ریا کی آفت ہو حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مسلمانون کو معلوم ہو کہ عمل خفیہ مین بہت احتیاط ہے مگر اظہار مین بھی فائدہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خفیہ اور ظاہر دونون کی ثنا فرمائی ہو اِن تبدوا الصدقات فنعما ہی وان تخفوہا وتؤتوہا الفقراء فہو خیر لکم اور اظہار کی دو قسمین ہین ایک تو نفس عمل کو ظاہر کرنا دوسرے عمل کرکے کہ دینا قسم اول کی مثال جیسے صدقہ سب کے سامنے دینا تاکہ لوگون کو اُسمین ترغیب ہو جیسا کہ روایت ہو کہ ایک انصاری روپیون سے بھرے ایک کیسہ دھر دیا اُسکے بعد اور لوگ دیکھا دیکھی لانے لگے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من سن سنۃ حسنۃ فعمل بہا کان لہ اجرہا واجر من اتبعہ اسیطرح سب اعمال مثلاً روزہ نماز حج وجہاد وغیرہ لیکن صدقہ مین اقتدا کرنا طبیعتون پر غالب ہو ہان غازی جب قصد نکلنے کا کرکے سب سے پہلے کمر باندھے اور سواری تیار کرے تاکہ اور لوگون کو نکلنے کی ترغیب ہو تو یہ افضل ہو اسلیے کہ جہاد اصل مین اعمال ظاہری سے ہو اُسکا خفیہ کرنا ممکن نہین تو اُسپر مبادرت کرنی کچھ اظہار کی غرض سے نہین بلکہ صرف تحریص کی غرض سے ہو اسیطرح آدمی بعض اوقات تہجد پکار کے پڑھتا ہو تاکہ اور گھر والے اور ہمسایے جاگ جاوین اور اُسکی پیروی کرین حاصل یہ کہ جو عمل کہ اُسکا خفیہ بجا لانا ممکن نہین مثل حج اور جہاد اور جمعہ کے تو افضل اُسمین سبقت کرنا ہو اور اظہار رغبت دوسرون کی تحریص کے لیے بشرطیکہ ریا کی آمیزش نہو اور جو اعمال کہ اُنکا خفیہ ادا کرنا ممکن ہو مثلاً صدقہ اور نماز پس اگر صدقے کے اظہار سے لوگون کو ترغیب صدقہ ہوتی ہو مگر مسکین کو ایذا ہوتی ہو تو خفیہ ادا سے صدقہ افضل ہو اسلیے کہ ایذا دینی حرام ہو اور اگر ایذا نہوتی ہو تو بعض لوگون کے نزدیک خفیہ ہی افضل ہو گو اظہار مین اقتدا و ترغیب ہو اور بعضون کے نزدیک عمل خفیہ اس اظہار کی نسبت افضل ہو جسمین ترغیب و اقتدا نہو مگر جس اظہار مین اقتدا اور لوگون کو ہوتی ہو اُس صورت مین اظہار ہی افضل ہو اور اُسکی وجہ یہ ہو کہ خدا وند کریم نے انبیا علیہم السلام کو اظہار عمل کا ارشاد فرمایا تاکہ لوگ اُنکی اقتدا کرین اور پیمبر با وجود اسکے منصب نبوت عطا فرمایا اور اُنکی طرف یہ گمان نہین ہوسکتا کہ دونون عمل سے جو افضل تھا اُس سے محروم رہتے اور نیز حدیث شریف فلہ اجرہا واجر من عمل بہا سے بھی افضلیت اظہار پائی جاتی ہو اور ایک حدیث مین ہو کہ عمل خفیہ کا ثواب بہ نسبت عمل ظاہر کے ستر گنا ہو مگر جس عمل ظاہر مین اور لوگ اقتدا کرین اُسکا ثواب بہ نسبت اُس خفیہ کے ستر گنا ہو اور یہ دلیل ایسی ہو کہ اُسمین خلاف کی گنجایش نہین اسواسطے کہ خفیہ دل آمیزش ریا سے خالی ہو اور خفیہ اور ظاہر مین ایک ہی صورت کے اخلاص پر عمل تمام ہوا ہو تو جس عمل سے اقتدا حاصل ہوئی ہو وہ بہ نسبت افضل ہوگا کیونکہ اُسکے ظاہر ہونے سے صرف خوف ریا ہی ہو پس اگر ریا کی آمیزش حاصل ہوئی تو غیر کی اقتدا سے اُسکو کیا فائدہ ہوگا خود تباہ ہو جاویگا اس صورت مین بلا خلاف اظہار کی نسبت عمل خفیہ افضل ہو لیکن جو شخص عمل کو ظاہر کرنا چاہے تو اُسکو دو باتین سوچ لینی چاہئین اول تو یہ کہ اظہار ایسی جگہ کرے جہان یقین خواہ غلبہ ظن لوگون کی اقتدا کا ہو کیونکہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اُنکی اقتدا اُنکے گھر والے ہی کرتے ہین ہمسایے نہین کرتے اور بعضون کی

اگر ظاہر کرو خیرات تو کیا اچھی بات ہو اور اگر چھپاؤ اور فقیرون کو پہونچاؤ تو تم کو بہتر ہو ۱۲

جو پیدا کرے ایک نیک طریقہ اور عمل کیا جاوے اُس پر تو اُسکو ثواب ہو اور ثواب اُس شخص کا جو اُسکی پیروی کرے ۱۲ مسلم بروایت جریر بن عبداللہ بجلی ۱۲

اقتدا ہمسایے کرتے ہیں محلہ والے نہیں کرتے بعضوں کی محلہ والے کرتے ہیں بازاری نہیں کرتے مگر عالم مشہور کی اقتدا سب لوگ کرتے ہیں تو غیر عالم اگر بعض طاعات کو ظاہر کریگا تو کیا عجب ہو کہ اسکو لوگ ریا و نفاق کی طرف نسبت کر کے ہجو کریں اور اسکی اقتدا نہ کریں تو اسکے حق میں اظہار عمل بے فائدہ ہی اظہار بہ نیت اقتدا اُسی شخص کو چاہیے جو اقتدا کا رتبہ رکھتا ہو اور ایسے لوگوں میں ہو جو اسکی اقتدا کریں دوسری بات یہ ہو کہ اپنے دل کی نگاہبانی کرے ایسا نہو کہ آئین محبت ریا سے مخفی کی ہو اور اسی کی جہت سے اقتدا اسکے بہانے سے اظہار کرتا ہو اور غرض یہ ہو کہ عمل سے آراستہ ہو کر مقتدا بنجاؤں اور اکثر عمل کے ظاہر کرنے والوں کا یہی حال ہی بڑے زبردست مخلص ایسے نہیں ہوتے انکا وجود کم ہی تو چاہیے کہ کہیں نفس سرکش بیچارہ ضعیف کو فریب دیکر نادانستگی میں تباہ نکردے ضعیف کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی پانی میں ڈبھپڑ ڈھپانا تھوڑا سا جانتا ہو اور لوگوں کو ڈوبتا دیکھکر اُنپر رحم کرے اور انکو بچانا چاہے جب وہ سب اُسکو پکڑ لیں تو آپ بھی ڈوب جاوے اور وہ بھی ڈوبیں اور پانی میں ڈوبنے کی تکلیف تو ایک گھڑی بھر کی ہوتی ہی کاش ریا سے تباہ ہونے کی بھی تکلیف ایسی ہی ہوتی تو کچھ غم نہ تھا اسکا عذاب تو دائمی ہی مدتوں تک رہیگا - اور یہ ریا ایسی بلا ہی کہ آئین عابد اور عالم سب لغزش کھا جاتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ جیسے زبردست لوگ اپنے اعمال کو ظاہر کرتے ہیں ویسے ہی ہم بھی کریں حالانکہ انکے دلوں میں قوت اخلاص نہیں تو ریا کے باعث انکے اعمال برباد ہو جاتے ہیں اور ریا کو سمجھنا بہت دشوار ہی اور اسکا امتحان یہ ہی کہ اپنے نفس سے یہ امر پیش کرے کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ عمل خفیہ کر لوگ اور کسی عابد کی اقتدا کر لینگے تجھکو ثواب خفیہ اور ظاہر کا یکساں ہی ہوگا پس اگر اس سوال سے نفس اسی بات کو چاہے کہ اس عمل میں مقتدا میں ہی ہوں اور میں ہی ظاہر کروں تو معلوم کر لینا چاہیے کہ باعث اس اظہار کا ریا ہی نہ طلب ثواب اور لوگوں کی اقتدا و ترغیب خیر کیونکہ لوگوں کو رغبت خیر تو دوسرے عابد کے دیکھنے سے بھی ہو سکتی ہی اور اسکا ثواب بھی اظہار کی نسبت خفیہ میں زیادہ ہوگا پھر اگر لوگوں کا دکھلانا منظور نہیں تو کیا وجہ ہی کہ اسکے دل کو میل اظہار عمل کا ہی حاصل یہ کہ بندہ کو نفس کے فریب سے ہوشیار رہنا چاہیے نفس بڑا مکار ہی اور شیطان جیسا گھات میں ہی - اور محبت جاہ دل پہ غالب ہی اور اعمال ظاہری آفتوں سے کم بچتے ہیں اور سلامتی اعمال خفیہ ادا کرنے میں ہی عمل کے سالم رہنے کے برابر کوئی چیز نہیں ظاہر کرنے میں ایسے خطرے ہیں کہ ہم جیسے لوگوں کو انکی برداشت و طاقت نہیں تو ہمارے لیے اور سب ضعیفوں کے لیے اظہار سے خوف ہی والی ہی - دوسری قسم یہ ہی کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اسکو کہدے اسکا حکم بھی مثل اظہار نفس عمل کے ہی اور خطرہ اسمیں بہت ہی اسلیے کہ زبان سے کہہ دینا بہت سہل ہی زبان ہلانے کچھ مشقت نہیں معلوم ہوتی اور چونکہ آدمی کو بڑا بول ہمیشہ لذیذ معلوم ہوتا ہی اسواسطے بیان کرتے وقت کچھ زیادتی اور مبالغہ بھی ہو جاتا ہی مگر یہ اظہار قولی اگر ریا کے واسطے ہوگا تو اتنی بات ہی کہ عبادت گذشتہ کے فاسد کرنے میں اثر نہیں کریگا اس نظر سے البتہ قسم اول کی نسبت کر خفیف ہی اور اسکا حکم یہ ہی کہ جس شخص کا دل قوی اور اخلاص کامل ہو اور آدمی اسکی نظروں میں حقیر اور انکی مدح و ذم اسکے نزدیک مساوی ہوں اور اظہار بھی ایسے لوگوں میں کرے جنسے توقع اقتدا کی اور رغبت خیر کی معلوم ہوتی ہو تو اظہار جائز بلکہ مستحب ہی بشرطیکہ نیت صاف اور سب آفات سے سالم ہو اسواسطے کہ اظہار میں خیر کی ترغیب ہی اور ترغیب خیر بھی ایک امر خیر ہی اور اکابر سلف سے اسطرح کا اظہار منقول ہی چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رض کا قول ہی کہ میں نے شروع اسلام سے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جسمیں نماز کے سوا نفس میں کسی اور چیز کا خطرہ ہوا ہو اور کبھی ایسے جنازہ کے پیچھے نہیں گیا جسمیں اسکے سوال و جواب کے سوا اور کچھ دھیان گذرا ہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی اسکو یہی یقین کر لیا کہ حق ہی - اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کی کچھ پروا نہیں ہوتی کہ میں تونگر ہو گیا یا مفلس اسلیے کہ مجھے یہ تو معلوم ہی نہیں کہ تونگری و مفلسی میں سے میرے حق میں کونسی بہتر ہی - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ میرے اوپر ایسا کوئی حال نہیں گذرا کہ میں نے یہ تمنا کی ہو کہ کوئی دوسرا حال ہوتا تو اچھا تھا - اور حضرت عثمان رض کا قول ہی کہ

جب سے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تب سے نہ کبھی زنا کیا نہ جھوٹھ بولا نہ دہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا اور شداد بن اوس رض فرماتے ہین کہ مین نے شروع اسلام سے کوئی کلمہ بدون درستی و پرداخت کے منھ سے نہین نکالا سوا اسے اس کلمہ کے جو آج نکل گیا اور اس روز غلام سے یہ کہا تھا کہ دسترخوان لے آو کہ اسکو بچھا دین اور صبح کا کھانا منگاوین غرض یہ کہ بدون حاجت کبھی کلام زبان پر نہین گذرا مگر آج اتفاق ہوگیا اور حضرت ابوسفیان رح نے نزاع کے وقت اپنے گھر والون کو فرمایا کہ مجھپر مت رونا اسلیے کہ مین نے شروع اسلام سے آجتک کوئی گناہ نہین کیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رض نے فرمایا کہ مجھسے کبھی ایسا نہین ہوا کہ خدا تعالی نے مجھپر کوئی حکم قضا جاری فرمایا ہو اور مین نے اس بات کو اچھا جانا ہو کہ کوئی اور امر ہوتا تو خوب تھا اور مجھکو ہوا سے نفسانی ہمیشہ ایسی جگہ ہوئی ہو جو خدا نے میرے مقدر مین لکھ دی تھی ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ یہ سب باتین عمدہ احوال کے ظاہر کرنے مین منقول ہین اور ان مین نہایت ترغیب ہی بشرطیکہ کہنے والا مقتدا ہو اور ریا کے سرے کی ریاکاری ہو اگر کہنے والا ریاکار ہو۔ حاصل یہ کہ اس قسم کی باتون کا اظہار زبردستون کے لیے بقصد ترغیب جائز ہو اور آئین وہی شرطین ہین جو ہم اوپر لکھ چکے ہین پس باب اظہار اعمال کو بالکل مسدود کرنا مناسب نہین اسلیے کہ طبیعتین تشبہ اور اقتدا کو بہت چاہتی ہین یہ بات سرشت انسانی مین داخل ہو بلکہ ریاکار بھی اگر اپنی عبادت ظاہر کرتا ہو اور لوگون کو معلوم نہین ہوتا کہ یہ ریا کے واسطے کرتا ہو تو اسکی بھی لوگون کو بہت فائدہ ہو رہتا ہو مگر خاص اسکے حق مین مضر ہی۔ بہت سے مخلص ایسے ہین کہ انکے اخلاص کا سبب یہی ہوا کہ انھون نے اقتدا کسی ریاکار کی کی گو وہ خدا کے نزدیک ریاکار تھا مگر اسکی اقتدا سے دوسرون کو فائدہ ہوگیا۔ بصرہ کے کوچون مین نماز صبح کے وقت اگر کوئی گذرتا تو ایک روز ایسا تھا کہ تمام گھرون مین سے تلاوت کی آواز آتی تھی مگر جب ایک شخص نے ایک کتاب دقائق ریا کے باب مین لکھی تو سب لوگون نے تلاوت ترک کی اور اسکی رغبت اورون کو بھی نہوئی پھر لوگ کہنے لگے کہ یہ کتاب نہ بنتی تو خوب ہوتا غرضکہ ریاکار کے اظہار سے بھی فائدہ ہوتا ہی بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ ریا کے باعث عمل کرتا ہو اور یہ خود حدیث شریف مین وارد ہی ان اللہ یؤید ہذا الدین بالرجل الفاجر و باقوام لا خلاق لہم[ح۱] توجن ریاکارون کو دیکھکر لوگ اعمال خیر پر متوجہ ہوتے ہین وہ مصداق اسی حدیث کے ہین۔

آٹھوان بیان گناہون کے چھپانے کے جواز مین اور لوگون کو گناہ پر مطلع کرنے اور انکی مذمت سننے کی برائی مین۔

واضح ہو کہ اخلاص کے باب مین اصل یہ ہی کہ باطن و ظاہر یکسان ہو جاوین جیسا کہ حضرت عمر رض نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہمیشہ عمل علانیہ کو اپنے اوپر لازم کر اسنے عرض کیا کہ عمل علانیہ کیا ہی آپ نے فرمایا کہ عمل علانیہ یہ ہی کہ اگر کوئی دوسرا اسپر آگاہ ہو جاوے تو تو اس سے شرم نہ کرے۔ اور ابو مسلم خولانی رح کا قول ہی کہ مین کوئی ایسا عمل نہین کرتا جسپر لوگون کا مطلع ہونا برا معلوم ہوتا ہو مگر اپنی منکوحہ سے ہم بستر ہونا اور بول و براز کرنے مین اطلاع خلق بری معلوم ہوتی ہی۔ لیکن یہ درجہ بہت بڑا ہی ہر کسی کو نہین ملسکتا انسان کا حال یہ ہی کہ دل سے اور اعضاے ظاہری سے گناہ کرکے چھپاتا ہی اور لوگون کا اسپر مطلع ہونا برا جانتا ہی خصوصا جب دل پر وساوس شہوات کے گذرتے ہین حالانکہ خدا تعالی کو سب کچھ معلوم ہی پس بندے کا گناہ کو اپنے نفس سے مخفی کرنا بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ ریا ممنوع مین داخل ہی مگر واقع مین ایسا نہین واقع مین ممنوع یہ امر ہی کہ اپنے عیب اسلیے چھپاوے کہ لوگون کو معلوم ہو کہ متقی اور پرہیزگار ہی اور خود ویسا نہو ریاکار کا چھپانا اسی قسم کا ہوتا ہی اور جو شخص نیک بخت ریاکار نہین اسکو بھی اپنے عیب چھپانے چاہیین اور اگر اسپر کوئی مطلع ہو جاوے تو اسکو غم کرنا درست ہی اس پردہ پوشی و غم کی آٹھ وجہین ہین اول تو یہ کہ خدا تعالی نے جو اسکا پردہ چھپا رکھا تھا یہ اس سے خوش تھا جب پردہ فاش فرمایا تو اسکو اسوجہ سے غم ہوا کہ قیامت مین بھی پردہ فاش ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی من ستر اللہ علیہ فی الدنیا ستره اللہ علیہ فی الآخرة[ح۲] اور یہ غم قوت ایمان کے باعث پیدا ہوتا ہی دوسرے

ح ۱ اللہ تعالی مدد کریگا اس دین کی بدکار آدمی سے اور ایسے لوگون سے جنکو بہرہ نہو ۱۲ یہ دو حدیثین ابن سبکی کہ بخاری و مسلم نے بروایت ابوہریرہ نقل کیا ہی اور دوسری کو نسائی نے بروایت انس رض ح ۲ جو شخص کہ چھپاوے اللہ اسپر دنیا مین کوئی گناہ چھپاویگا اسکو اسپر آخرت مین ۱۲ اوپر گذری ۱۲

یہ کہ اسکو معلوم ہو خداے تعالی کو ظاہر ہونا گناہون کا برا معلوم ہوتا ہو اور انکی پردہ پوشی محبوب ہو جیسا کہ حدیث شریف مین ہو وارد ہو کہ من ارتکب شیئا من ہذہ القاذورات فلیستتر بستر اللہ تو اگرچہ گناہ کے باعث اسنے خداے تعالی کی نافرمانی کی مگر دل مین محبت اس بات کی رہی جو خداے تعالی کو محبوب تھی - اور جو چیز اسکو بری معلوم ہوتی ہو وہ اسنے بھی بری سمجھی اور اسپر غم کیا اسکا منشا یہی ہو کہ ظہور معاصی کو خداے تعالی کے برے جاننے پر ایمان قوی ہو اور اس ایمان کی علامت یہ ہو کہ اگر کسی دوسرے کا گناہ ظاہر ہو جاوے تو ایسا ہی غم ہو جیسے اپنے گناہ کے ظہور کا تیسری وجہ گناہ کے باعث لوگون کی مذمت سے رنج کرنے کی یہ ہو کہ مذمت کی جہت سے دل اور عقل کو غم ہوتا ہو اور اسی غم کے باعث دونون طاعت الہی سے باز رہتے ہین کیونکہ طبیعت مذمت سے ایذا پاتی ہو اور عقل سے نزاع کرکے اسکو طاعت سے روک دیتی ہو مگر اس اعتبار سے چاہیے کہ جس تعریف سے کہ دل خدا کی یاد سے پھرتا ہو اس تعریف کو بھی برا سمجھے اور رنج کرے کیونکہ علت جو مذمت مین ہو وہی یہان ہو بلکہ اور یہ بات قوت ایمان ہی سے ہوتی ہو اسلیے کہ اداے طاعت کے لیے فراغ دل کی طرف رغبت کا درست ہونا ایمان ہی سے ہوتا ہو چوتھی یہ کہ گناہون کا چھپانا اور انکے چھپانے کی رغبت کرنی اسلیے ہوتی ہو کہ آدمیون کی مذمت سے الم معلوم ہوتی ہو اور اسی اعتبار سے رنج بھی ہوتا ہو کہ طبیعت کو ایذا پہونچتی ہو اسلیے کہ مذمت دل کو ایسا ہی صدمہ دیتی ہو جیسا ضرب تیغ بدن کو پہونچتا ہو اور رنج کرنا دل کا مذمت کے سبب حرام نہین نہ انسان اسکی وجہ سے گنہگار ہو البتہ گنہگار اس صورت مین ہوتا ہو کہ نفس مذمت سے مضطر ہو کر اسکے ڈر سے کسی امر ممنوع کا مرتکب ہو بہر صورت انسان پر واجب نہین کہ خلق کی مذمت سے رنج و الم نہ کرے ہان کمال صدق یہ ہو کہ خلق کی نمود اس سے جاتی رہی اور اسکے نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا یکسان معلوم ہو باین لحاظ کہ اسکو معلوم ہو کہ نفع کرنے والا اور ضرر دینے والا خداے تعالی ہو اور بندے سب کے سب عاجز ہین مگر اس طرح کے لوگ بہت کم ہوتے ہین اکثر طبیعتون کو مذمت سے ایذا ہوتی ہو کیونکہ مذمت کے باعث اپنے نقصان سے واقف ہوتے ہین اور بعض اوقات مذمت سے رنج ہونا اچھا بھی ہوتا ہو خصوصا جبکہ برا کہنے والا دیندار اہل بصیرت ہو کیونکہ وہ لوگ خداے تعالی کے گواہ ہوتے ہین انکی مذمت سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہ شخص خدا کے نزدیک بھی مذموم ہو اور دین مین ناقص تو کس طرح غم نہو گا یہ بات تو رنج و غم ہی کی ہو البتہ غم جو برا ہو وہ یہ ہو کہ لوگ میرے متقی ہونے کی تعریف کیون نہین کرتے گویا اپنے تقوی پر تعریف چاہتا ہو اور خداے تعالی کی طاعت پر حمد کا طالب ہونا جائز نہین اسلیے کہ طاعت خدا پر ثواب دوسرے سے طلب کرنے کے کیا معنی پس اگر ایسا خطرہ دل مین آوے تو واجب ہو کہ اسکو مکروہ جانکر رد کرے لیکن گناہ پر لوگون کے برا کہنے سے کراہت کرنا مستحق امر ہو اور مذموم نہین اسلیے گناہ کو در پردہ رکھنا اس خوف سے کہ لوگ برا نہ کہین جائز ہو اور یہ بات ممکن ہو کہ آدمی محبت حمد تو نہ رکھتا ہو الا مذمت کو برا جانتا ہو اور غرض اسکی یہ ہو کہ لوگ مجھکو نہ بھلا کہین نہ برا مثلا اکثر صابر لذت حمد سے الم مذمت پر صبر نہین کرتے اسلیے کہ حمد لذت کے واسطے مطلوب ہوتی ہو اور لذت نہونے سے کچھ درد نہین ہوتا مگر مذمت باعث درد ہو پس طاعت پر حمد کی خواہش کرنی اس طاعت کا ثواب اسی وقت لے لیتا ہو اور گناہ پر مذمت کو برا جاننے مین کوئی بات نہین صرف اتنا ہی ہو کہ کہین ایسا نہو کہ لوگون کے مطلع ہونے کے رنج مین خدا کا مطلع ہونا بھول جاوے یہ نہایت درجہ کا دین مین نقصان ہو بلکہ یون مناسب ہو کہ خداے تعالی کے مطلع ہونے اور اسکی مذمت کا زیادہ غم ہو پانچوین یہ کہ مذمت کو اس وجہ سے برا جانے کہ مذمت کرنے والے نے خداے تعالی کی نافرمانی کی اور یہ بات بھی ایمان کے باعث پیش آتی ہو اور اسکی علامت یہ ہو کہ اگر دوسرے کی مذمت سنے جب بھی اتنا ہی رنج ہو جتنا اپنی مذمت سے ہوا ہو کیونکہ علت رنج دونون صورتون مین یکسان ہو چھٹی یہ کہ گناہ کو اسلیے پوشیدہ کرتا ہو تاکہ اطلاع ہونے پر کوئی کسی طرح بدی نہ پہونچاوے اور یہ بات صدمہ مذمت کے علاوہ ہو اسواسطے مذمت کا صدمہ اس جہت سے ہوتا ہو کہ آدمی کے دل کو اپنے نقصان اور خست کا شعور ہوتا ہو اگرچہ مذمت ایسا ہی شخص کرے جسکے

شریر سے ہون ہونگے بعض اوقات خوف یہ ہوتا ہے کہ اگر گناہ پر کسی کو اطلاع ہوگی تو وہ کسی اور سبب سے شرارت کریگا اس صورت مین جائز ہے
کہ اس شرارت کے خوف سے خفیہ رکھے ستا تو ین وجہ صرف حیا کا ہونا اگرچہ یہی ایک خصلت کا الم ہو علاوہ مذمت اور شرارت کی تکلیف کے —
اور حیا ایک عمدہ عادت ہے جو شروع لڑکپن مین سن تمیز کے وقت جب نور عقل چمکتا ہے پیدا ہوتی ہے اسی کے باعث اگر اسکی بری باتون کو
کوئی دیکھ لیتا ہے تو شرم کرتا ہے اور یہ ایک وصف محمود ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحیاء خیر کلہ اور فرمایا الحیاء شعبة من
الایمان اور فرمایا الحیاء لا یاتی الا بخیر اور فرمایا کہ ان اللہ یحب الحیی الحلیم پس جو شخص کہ فسق کرتا ہے اور اس بات کی کچھ پروا نہین کرتا کہ
لوگون کو اسکا فسق معلوم ہوجاویگا وہ فسق کے ساتھ پردہ دری اور بے شرمی کو زیادہ کرتا ہے اور اس شخص کی نسبت برا ہے جو فسق کو چھپاتا
ہے اور شرم کرتا ہے مگر حیا ریا کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے کم لوگ اسکی تمیز کرتے ہین ہر ایک ریاکار یہی دعوی کرتا ہے کہ مین حیادار ہون
اور عبادتون کو اچھی طرح ادا کرتا ہون اسکا سبب یہی ہے کہ لوگون سے شرم آتی ہے اور یہ جھوٹ ہے بلکہ حیا ایک عادت ہے کہ طبیعت
کریم سے پیدا ہوتی ہے اور اسکے بعد سبب ریا اور سبب اخلاص ہیجان مین آتے ہین تو ممکن ہے کہ آدمی حیا کے باعث اخلاص کرے
یا ریا کرے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اپنے دوست سے قرض مانگتا ہے اور اسکا دل قرض دینے کو نہین چاہتا مگر اسکو جواب صاف
دینے سے حیا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر وہ شخص کسی دوسرے کی زبانی قرض کے لیے کہلا بھیجتا تو شرم نہ آتی اور نہ قرض دیتا نہ ریا کے
باعث نہ ثواب کے باعث تو اس دینے والے کے کئی حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ جواب صاف دیدے اور قلت حیا کی پروا نہ کرے
تو یہ کام تو بے حیاؤن کا ہے حیادار بہانہ کرتے ہین یا قرض دیتے ہین اور دینے کی صورت مین تین حال ہین اول تو یہ کہ ریا کے ساتھ
حیا کی آمیزش ہو مثلاً اول حیا آئی کہ جواب دینا برا ہے پھر ریا کا ہیجان ہوا اور دل مین کہنے لگا کہ دینا ہی چاہیے تاکہ قرضخواہ تیری
مدح و ثنا کرے اور نام سخاوت مین مشہور ہو یا یہ سبب دینا مناسب ہے کہ تجھکو برا نہ کہے اور بخل کی طرف منسوب نہ کرے اس صورت مین
اگر دیگا تو ریا کے باعث دیگا مگر یہ ریا کے ہیجان وجوش سے پیدا ہوتا ہے تو دوسرے یہ کہ حیا کے سبب جواب صاف نہین دے سکتا اور نفس
کے بخل کے مارے کچھ قرض بھی نہین دیتا تو اس حال مین اسپر سبب اخلاص کا ہیجان ہو اور کہنے لگا کہ صدقہ دینے کا تو ایک ہی
ثواب ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا ہے اسمین بہت ثواب ہے اور دوست کا دل خوش کرنا اسپر زیادہ ہے اور خدا کے نزدیک بہت اچھا ہے اس ترغیب
نفس کے دینے پر راضی ہوگیا تو یہ شخص مخلص ہے اور اسکا اخلاص حیا کے سبب پیدا ہوا ہے تیسرے یہ کہ دینے والے کو نہ رغبت ثواب کی ہے نہ
خوف قرضخواہ کی مذمت کا نہ محبت اسکی تعریف کی اسلیے کہ ان مین سے اگر کوئی بات ہوتی تو غیر کی زبانی کہلا بھیجنے پر بھی دیدیتا اور صرف حق
ہے کہ اگر کوئی اور مانگنے آتا تو نہ دیتا پس اس صورت مین صرف قرضخواہ کی ہی شرم سے دیا اگر اسکی شرم نہوتی تو جواب دیدیتا یا کوئی ایسا شخص
آتا جسکا لحاظ نہ کرنا پڑتا مثلاً کوئی اجنبی یا کمینہ مانگتا تو اسکو ہٹا دیتا گو بہت سی تعریف یا ثواب کا موجب ہوتا غرضکہ اسطرح کا دینا صرف حیا کی جہت سے
ہے اور یہ صورت حیا کی بری باتون ہی مین پیش آتی ہے جیسے بخل اور ارتکاب گناہون کا اور ریاکار مباحات مین بھی شرماتا ہے یہانتک کہ اگر دوڑا جاتا ہو
تو لوگون کے دیکھنے سے ٹھہر جاتا ہے یا ہنس رہا ہو تو چپکا ہو جاتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ مین حیا کرتا ہون حالانکہ یہ حیا نہین عین ریا ہے اور یہ جو قول
مشہور ہے کہ بعض حیا اچھی نہین ہوتی بہت درست ہے اس حیا سے وہ حیا مراد ہے جو ایسی چیزون سے ہو جو بری نہین مثلاً لوگون کو نصیحت کرنے سے
حیا کرنی یا نماز پڑھانے سے حیا کرنی اس قسم کی حیا اگر عورتون اور مردون مین ہو تو اچھی ہے اور عقلا مین اچھی نہین۔ اور کبھی آدمی کسی بوڑھے
کو مرتکب کسی معصیت کا دیکھتا ہے مگر اسکے بوڑھا ہونے کے لحاظ سے اسکو منع کرتے شرم آتی ہے اسلیے کہ تعظیم کرنا بوڑھے مسلمان کا تعظیم کرنا خدا کا ہے
یہ حیا اچھی ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ خدا سے شرم کرے اور امر بالمعروف کو فروگذاشت نہ کرے۔ زبردست لوگ تو یہی کرتے ہین کہ خدا کی
شرم کو لوگون کی شرم پر ترجیح کرتے ہین اور کمزورون سے یہ نہین ہوسکتا آٹھوین یہ کہ گناہ کے ظاہر ہونے سے یہ خوف ہو کہ کوئی دوسرا شخص بری

دیکھا دیکھی ایسا ہی کریگا اور یہ وہ وجہ ہے کہ اظہار طاعت میں جاری ہے یعنی اظہار اسی وجہ سے جائز ہے کہ اس سے ترغیب واقتدا مقصود ہے اور
یہ وجہ ائمہ اور مقتداؤں سے مخصوص ہے مگر گناہ کے چھپانے میں یہ علت خاص نہ رہنی چاہیے عامی کو بھی اسکا پابند ہونا چاہیے اسکو بھی
نہیں چاہیے کہ اپنا گناہ اپنے زن و فرزند پر ظاہر کرے ورنہ وہ لوگ بھی اسکی اقتدا کرکے ویسے ہی ہو جاوینگے پس گناہ کے چھپانے میں یہ آٹھ
عذر اور سبب ہیں اور اظہار طاعت میں بجز اس عذر ہشتم کے اور کوئی سبب نہیں اور جب یہ نیت کہ چھپانے سے یہ مقصود ہو کہ لوگوں کے
خیال میں متقی بنے تو ریا کار ہوگا جیسا کہ اظہار طاعت اسی غرض کے لیے کرنے سے ہوتا تھا۔ اگر یہ پوچھو کہ پھر بندہ کو جائز ہے کہ اپنے
صالح ہونے کی جہت سے لوگوں کی مدح کو محبوب جانے اور لوگ اسکو اسی جہت سے محبوب سمجھیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک شخص
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھکو ایسا عمل ارشاد فرمائیے جس سے خدا تعالیٰ مجھکو محبوب جانے اور خلق بھی محبوب سمجھے
آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں زہد کر خدا تعالیٰ تجھے محبت کریگا اور اس متاع کو لوگوں کی طرف پھینک دے وہ تیرے ساتھ
محبت کرینگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی محبت اپنے ساتھ محبوب جاننی کبھی مباح ہے اور کبھی اچھی ہوتی ہے اور کبھی بری اچھی تو اس صورت
میں ہے کہ لوگوں کی محبت کو اسلیے محبوب سمجھے کہ اسکی جہت سے محبت الٰہی کا اپنے ساتھ ہونا اسلیے کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے کو دوست
رکھتا ہے تو بندوں کے دلوں میں اسکو محبوب کر دیتا ہے اور مذموم وہ صورت ہے کہ یہ چاہے کہ نماز روزہ اور حج وجہاد یا کسی اور طاعت
میں پر لوگ مدح و ثنا کریں اور یہ اسلیے مذموم ہے کہ طاعت الٰہی پر سوائے ثواب خدا کے دوسرے عوض کا خواستگار ہوتا ہے اور
مباح یہ صورت ہے کہ لوگوں کی محبت سوائے طاعات اور عبادات کے وہ سبب خوا ہاں ہو اس بات کی محبت کا حکم مثل محبت مال
کے ہے کیونکہ دلوں کا مالک ہونا ایسا ہی ذریعہ غرضوں کے حصول کا ہے جیسا مال کا مالک ہونا دونوں میں کچھ فرق نہیں۔

بیان ریا اور آفات کے ڈر کے مارے عمل کو چھوڑ دینے کے ذکر میں۔ بعضے اشخاص عمل کو اسی خوف سے
ترک کر دیتے ہیں کہ ہم کسی سبب سے ریا کار ہو جاوینگے اور یہ ان کی غلطی اور شیطان کا ساتھ دینا ہے بلکہ خوف آفات سے عمل کو چھوڑنا اور
نہ چھوڑنا اس تفصیل سے ہے کہ طاعات کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جنمیں خود بھی کچھ لذت نہیں مثلاً نماز روزہ حج وجہاد کہ ان میں محنت ومجاہدہ
ہی ہے اور لذت اس جہت سے ہو جاتی ہیں کہ ذریعہ لوگوں کی حمد کے حاصل کرنے کا ہیں اور وہ ایک لذیذ چیز ہے اور لوگوں کے مطلع ہونے پر
حاصل ہوتی ہے اور ایک قسم طاعت کی وہ ہے جو خود لذیذ ہے اور وہ ایسے طاعات ہیں جو اکثر بدن پر موقوف نہیں بلکہ خلق سے متعلق ہیں۔
جیسے خلافت اور قضا اور ولایت اور محتسب ہونا اور امامت نماز اور تذکیر و تدریس اور لوگوں کو مال دینا وغیرہ کہ انمیں خلق کے تعلق اور
لذت ہونے کی جہت سے آفت زیادہ ہے قسم اول یعنی جو طاعتیں کہ بدن کو لازم ہیں اور غیر سے متعلق نہیں نہ خود ان میں لذت ہے مثل
نماز و روزہ اور حج کے تو خطرات ریا ان میں تین طرح ہیں اول وہ جو عمل سے پہلے آوے اور لوگوں کے دکھلانے کو ابتدا سے عمل کا
باعث ہو اور کوئی باعث دینی اسکے ساتھ نہو تو ایسے عمل کو چھوڑ دینا چاہیے اسواسطے کہ وہ سراسر گناہ ہے اسمیں طاعت نہیں بلکہ بلباس
طاعت منزلت کی خواہش ہے پھر اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ اپنے نفس سے باعث ریا کو دور کرے اور کہے کہ تجھے خدا سے شرم نہیں آتی
کہ اسکے بندوں کے واسطے تو عمل کرتا ہے اور اسکے لیے نہیں کرتا اور اس فہمایش سے باعث ریا دور ہو جاوے اور نفس خدا کے واسطے
عمل کرنے کو تیار ہو اور تدارک ما فات کرے تو چاہیے کہ عمل میں مشغول ہو دوسرے یہ کہ عمل کرنے کے لیے تو خدا ہی کے واسطے آمادہ تھا
لیکن درمیان میں ... خواہ اس سے اول ریا پیش ہوگیا تو اس صورت میں عمل چھوڑنا نہ چاہیے اسلیے کہ باعث دینی پایا گیا
تو شروع عمل کرنا چاہیے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرکے ریا کو دفع کرے اور اخلاص اچھی طرح کرے ان علامات سے جنکا ذکر ہم نے کیا ہے کہ کراہت
ریا کی اور اسکے ماننے سے انکار کرنا اپنے نفس پر لازم کرنے تیسرے یہ کہ نیت عبادت اخلاص پر ہو مگر پھر ریا اور اسکے اسباب اثنائے عبادت میں

ظاہر ہو جاوین تو اس صورت مین بھی مجاہدہ دفع ریا کے لیے ضرور ہے اور عمل کو چھوڑنا مناسب نہین بلکہ بزور اپنے نفس کو اخلاص کی طرف رجوع کرے اور تمامی عمل تک اُسی پر روکے رہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان اول تو یہی چاہتا ہے کہ آدمی عمل نہ کرے پس اگر نہ مانا اور عمل شروع کیا تو ریا کی طرف کھینچتا ہے اگر اسکو بھی نہ مانا اور کام کیے گیا تو کہتا ہے کہ یہ عمل خالص نہین تو ریاکار ہے اور محنت تیری برباد جس عمل مین اخلاص نہین اُس سے تجھکو کیا فائدہ ہوگا اور یہی کہے جاویگا یہانتک کہ آدمی عمل چھوڑ دے اور یہی اُسکی غرض ہوتی ہے اور جو شخص کہ ریاکاری کے ڈر سے عمل چھوڑ دے اُسکی مثال یہ ہے کہ کسی کے آقا نے اُسکو گیہون دیے جنمین کچھ ملا تھا اور کہا کہ انکو صاف کر اور خوب صاف کرنا کہ انکا دغیرہ کچھ نہ رہے تو یہ شخص اُس ڈر سے کہ اگر مین صاف کرونگا تو صاف اچھی طرح نہونگے بالکل اُس خدمت کو بجا نہ لاوے یہی حال ہے اخلاص کے نہونے کے باعث اصل عمل ہی چھوڑ دیا جاوے اور اسی طرح اگر عمل کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ لوگ مجھکو ریاکار کہنے سے گنہگار ہونگے اُنکا وبال مجھپر رہیگا تو یہ بھی شیطان کا فریب ہے اسلیے کہ اول تو مسلمانون پر بدظنی کی جاسکے لیے شایان نہ تھی دوم یہ کہ انکا قول اسکو مضر نہین ثواب عبادت سلب کرتا ہے سوم یہ کہ عمل کو اسلیے چھوڑنا کہ لوگ ریاکار کہینگے یہ عین ریا ہے اگر اسکو انکی مدح کی محبت اور خوف مذمت نہوتا تو انکے قول کی کیا پروا تھی خواہ ریاکار کہین یا مخلص اور عمل کو اس خوف سے چھوڑ دینا کہ لوگ ریاکار کہینگے یا اس سبب سے اچھی طرح بجا لانا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ غافل اور کاہل ہے ان دونون مین کیا فرق ہوا بلکہ عمل کو چھوڑنا ہی بہت برا ہے غرضکہ یہ سب شیطان کے فریب ہین کہ جاہل عابدون کے ساتھ کیا کرتا ہے پھر عمل چھوڑنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچ رہونگا وہ تو پیچھا نہین چھوڑیگا بلکہ ترک عمل کے بعد یون کہیگا کہ اب لوگ تجھکو تارک عمل کہینگے کہ یہ شخص شہرت کا طالب نہین بڑا مخلص ہے ایسی ایسی باتون سے بیچارے آدمی کو شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑیگا پھر اگر بھاگ کر کسی بل مین گھس جاویگا تب بھی دل مین اس بات کا چسکا ڈالیگا کہ کسی طرح لوگون کو خبر ہو کہ فلان شخص زاہد ہو کر بھاگ گیا ہے اور کنارہ کشی کی تاکہ اس بات سے انکے دلون مین تعظیم ہو جاوے غرض اسکے فریبون سے اور کوئی صورت نجات کی نہین بجز اسکے کہ آفات ریا کو خوب جان لیا جاوے کہ اسکے باعث آخرت مین ضرر ہے اور دنیا کا کوئی فائدہ نہین اُسکو برائی جاننا چاہیے اور دل مین اسکا انکار ہی کیا کرے پھر اسی طرح ہمیشہ عمل کرتا ہے اور کچھ پروا وساوس کی نہ کرے اور اگر دشمن خواہ طبیعت سے نزاع کریگا تو اسکی نزاع کی کچھ انتہا نہین اور اسکے لیے عمل چھوڑنا اپنے آپ کو بیکار کرنا اور خیرات سے محروم رہنا ہے حاصل یہ کہ جب تک آدمی مین عمل کا باعث دینی ہے تب تک عمل کو نہ چھوڑے بلکہ ریا کے وسوسے کو ٹالے اور دل مین خدا سے شرم کرے کہ نفس جو یہ چاہتا ہے کہ خدا کی طاعت کے عوض مین مخلوق کی حمد کو اختیار کرے تو خدا کی حمد کیا تھوڑی ہے وہ دلون کا حال خوب جانتا ہے اور اگر لوگون کو دل کا حال معلوم ہو جاوے کہ ہمارے اچھا کہنے کے سبب سے عمل کرتا ہے تو بیشک بغض کرین اس صورت مین اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ خدا سے شرم کرکے اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے عمل زیادہ کرے تو کرنا چاہیے اور اگر شیطان اُسکو کہے کہ ریاکار ہے تو جان لینا چاہیے کہ وہ جھوٹا ہے بشرطیکہ دل مین ریا کی اور اسکے قبول کرنے کی برائی موجود ہو اور اسکا خوف اور شرم خدا حاصل اور اگر نہ دل مین برائی ریا کی ہو نہ خوف نہ شرم اور نہ عمل کا اور کوئی باعث دینی ہو صرف ریا ہی باعث عمل ہو تو عمل نہ کرنا چاہیے مگر یہ امر نہایت بعید ہے اُس شخص سے جو خدا کے واسطے عمل کرتا ہے اسلیے کہ اسکے ساتھ اصل قصد ثواب کا ہوا کرتا ہے یہان اگر کوئی کہے کہ شہرت کے خوف سے عمل کو ترک کرنا اکابر سلف سے منقول ہے چنانچہ روایت ہے کہ ابراہیم نخعی تلاوت کیا کرتے تھے کہ اس عرصہ مین انکے پاس کوئی شخص آیا انھون نے کلام اللہ بند کرکے تلاوت موقوف کی اور کہا کہ اسکو معلوم نہو کہ ہم ہر گھڑی تلاوت کرتے ہین اسیطرح ابراہیم تیمی سے مروی ہے کہ انھون نے فرمایا کہ جب آدمی کو اپنا بولنا اچھا معلوم ہو جب چپ ہو جاوے اور جب سکوت اچھا معلوم ہو تو کلام کرے اور حضرت حسن بصری بھی یہ فرماتے ہین کہ بعض اکابر رستہ کی ایذا کی چیزین دیکھتے تھے مگر شہرت کے ڈر کے مارے انکو نہین اٹھاتے تھے

اور بعض کو رونا آتا تھا اگر شہرت کے خوف سے اسکو بدل بہ خندہ کر دیتے تھے اسی طرح بہت سے آثار اس باب میں وارد ہیں تو اسکا جواب یہ ہی
کہ شہرت کے خوف سے ترک عمل کی صورت چند رو دتین ہیں اور اسکے مقابل اظہار طاعات کی بیشمار مضمون سے موجود ہیں علاوہ ازین ہم
خوف شہرت رونے اور راستہ کی ایذا کے دور کرنے میں ہو اس سے زیادہ حضرت حسن بصری رح کے اس کلام کے وعظ میں ظاہر کرنے
میں ہی باوجود اسکے کہ خود بیان فرمایا اور ان دونون باتون کو ترک نہیں فرمایا حاصل یہ کہ ترک کرنا تو نفل کا جائز ہی اور ہمارا کلام افضل
میں ہی اور افضل پر زبردست قادر ہوتے ہیں ضعیفون کا کام نہیں افضل یہی ہی کہ عمل کو تمام کرے اور اخلاص میں کوشش کرے اور
درگذر کرے سو ارباب اعمال شہرت خوف کے باعث کبھی اپنے نفسون کا علاج افضل کے خلاف سے کر لیا کرتے ہیں پس اقتدا زبردستون
ہی کا چاہیے۔ اور بند کرنا کلام اللہ کا جو حضرت ابراہیم نخعی رح سے منقول ہی تو شاید اس غرض سے ہو کہ اس شخص کے آنے پر موقوف
کرنا پڑے گا اور بعد چلے جانے کے پھر شروع کرنا ہوگا کیونکہ اس سے باتین کرنی ہونگی تو یہ خیال کیا کہ آخر اسکی دلداری کے لیے باتین تو کرنی
پڑینگی کہ پھر دوبارہ آوے اگر تلاوت بھی اسی طرح موقوف کیا دیکھ کر دے تو اسمین ریا سے بھی بچا رہے - اور راستہ کی ایذا کو نہ
اٹھانا ان لوگون سے سرزد ہوتا ہی جو اپنے نفس پر آفت شہرت سے ڈرتے ہین اور یہ خوف کرتے ہین کہ اگر ہمارے پاس ہجوم لوگون کا
ہوگا تو اور عبادتین بھی ایذا کے دور کرنے سے بڑی ہین انکے مانع ہونگی پس اس امر کو چھوڑنا ان عبادات کے محافظت کے باعث تھا
نہ صرف خوف ریا سے اور ابراہیم تیمی کا قول یہ ہی کہ جب کلام کرنا اچھا معلوم ہو تو چپ رہنا چاہیے اس سے شاید انکی مراد کلام مباح
سے ہو مثل فصاحت و خوش بیانی کے حکایات وغیرہ میں جس سے عجب پیدا ہوتا ہی اسیطرح سکوت مباح سے بھی عجب متصور ہو تو واقع میں
ان کے قول کا یہ ہی کہ ایک مباح کو چھوڑ کر جو دنی عجب وہ دوسرے مباح کو اختیار کرنا چاہیے اور کلام حق مستحب کی آمیزش نہیں کہ اسکو بھی
نہ کہنا چاہیے علاوہ اسکے آفت جو کلام میں زیادہ ہوتی ہی وہ قسم ثانی میں واقع اور ہم ان عبادات کا بیان کرتے ہین جو خاص بدن
انسان سے ہوتی ہون اور خلق کا تعلق آتا ہی نہ ہو اس قسم میں آفات زیادہ نہیں ہین - پھر حضرت حسن بصری رح کا قول جو ترک اگر یہ اور
دفع ایذا بخوف شہرت کے باب میں ہی ہو سکتا ہی کہ وہ احوال ان ضعیفون کا جو افضل شی کو نہیں جانتے اور ان وقائع کو نہیں پہچانتے اپنے
صرف آفت شہرت سے لوگون کو ڈرانے کے لیے ذکر فرمایا ہو کہ شاید اسکی طلب سے باز رہین - دوسری قسم عبادات کی جنکو خلق
سے تعلق ہی اسمین آفتین اور خطرے زیادہ ہین سب میں زیادہ خلافت اور امامت ہی پھر حکومت قضا پھر تذکیر و تدریس و فتوی و مال کا
دینا - ہر ایک کا حال تفصیل سننا چاہیے خلافت جو عبارت اہل اسلام کے سردار ہونے سے ہی اگر عدل و اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل عبادات ہی
چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہی لیوم من امام عادل خیر من عبادة الرجل وحدہ ستین عاما تو اس سے زیادہ کون سی عبادت ہوگی
جسکا ایک روز ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہو اور دوسری حدیث میں آیا ہی کہ اول من یدخل الجنة ثلثة الامام المقسط احدہم اور حضرت
ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہی ثلثة لا ترد دعوتہم الامام العادل احدہم اور حضرت ابو سعید خدری رض سے یہ حدیث مروی ہی اقرب الناس منی
مجلسا یوم القیامة امام عادل غرضکہ امارت اور خلافت اعظم عبادات میں سے ہین اور چونکہ اسمین خطرہ بہت ہی اسلیے متقی اس سے ہمیشہ
کنارہ کرتے رہے کیونکہ اسکے باعث صفات باطنی حرکت کرتے ہین اور نفس پر محبت جاہ اور لذت غلبہ اور اجراے حکومت کے جو لذاید دنیاوی
میں سے بڑھکر ہین غالب ہو جاتے ہین جب ولایت کی محبت اولی ہی تو والی اپنے حظ نفس میں کوشش کرتا ہی اور ہو سکتا ہی کہ اپنی
ہواے نفسانی کی پیروی میں جو امر کہ مخل جاہ و ولایت میں ہو گو امر حق ہی کیون نہ ہو اس سے درگذر کرے اور جس چیز سے کہ منزلت
زیادہ ہو اگرچہ باطل ہو اسکو بجا لاوے اور تباہ ہو جاوے اور پھر ایک روز سلطان ظالم کا ساٹھ برس کی بدکاری سے بدتر ہو جاوے
بمضمون اس حدیث کے جو امام عادل کے بیان میں گذری اور اسی بڑے خطر کی جہت سے حضرت عمر رض فرماتے تھے کہ جب اس عہدہ

انتی مصیبت ہی اسکو کون لے سکتا ہی اور آپ کا ارشاد صحیح ہی چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ما من والی عشرة الا جاء یوم القیامة
مغلولة یدہ الی عنقه اطلقه عدله او اوبقه جوره اس روایت کو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معقل بن یسار کو
کسی جگہ کا والی کرنا چاہا تو انہون نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ اس باب مین مجکو مشورہ بتلائیے کہ قبول کرون یا نہین آپ نے فرمایا
کہ اگر میری ہی صلاح پر رکھتے ہو تو میرے نزدیک بیٹھے رہو مگر میرے مشورہ کا ذکر اور کسی سے مت کرنا۔ اسیطرح حضرت حسن سے مروی ہے روایت
کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو والی کرنا چاہا تو اُسنے عرض کیا کہ آپ اس کام کو فرمائیے کہ میرے لیے بہتر ہی یا نہین
آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹھے رہو۔ اور عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہی کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عبد الرحمن امارت
کی درخواست مت کرنا اسلیے کہ اگر بے درخواست ملیگی تو اسکی تیرے کو مدد ملیگی اور اگر درخواست سے ملیگی تو تو اسی کا ہو رہیگا۔ اور حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن عمر رضہ کو فرمایا کہ امارت دو شخصون پر بھی مت کرنا جب حضرت صدیق رضہ خود خلیفہ ہوئے تو حضرت رافع رضہ
نے کھڑے ہو کر انکی خدمت مین عرض کیا کہ آپنے مجکو ارشاد نہین فرمایا تھا کہ امارت دو پر بھی مت کرنا آپکو تو اب تمام امت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی امارت سپرد ہوئی آپنے فرمایا کہ وہ قول میرا اب بھی ہی جو شخص امارت مین عدل نہ کرے اسپر خدا کی لعنت ہی۔ اور شاید
کم فہم لوگ وہ احادیث جو فضیلت امارت مین وارد ہین اور جو حدیثین کہ اس سے منع کے باب مین وارد ہین انکو ایک دوسرے کے
مخالف سمجھینگے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اس باب مین حق یہ ہی کہ خواص جو دین مین زبردست ہین انکو نہین چاہیے کہ امارت سے انکار کرین
اور جو ضعیف ہین انکو ضرور ہی کہ اُس کے گرد نہ پھرین ورنہ ہلاک ہو جاوینگے اور زبردست دین مین وہ شخص ہی جسکو دنیا کسی طرف
نہ پھیرے اور طمع غالب نہ آسکے اور خدا کے کام مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے اور ایسے لوگ وہ ہین کہ دنیا مین زہد کرتے
ہین اور خلق انکی نظرون سے ساقط ہی دنیا و مخلوق سے بیزار ہو کر اپنے نفسون پر بزور قابض ہین اور شیطان کے مکر کو بالکل مستاصل
کر دیا ہی حتے کہ وہ اُنسے نا امید ہو گیا تو اس قسم کے لوگون کے حرکات و سکنات سب حق پر ہوتے ہین اگرچہ حق مین انکی جان ہی
جاتی رہے پس امارت و خلافت مین انہین لوگون کو فضل حاصل ہوتا ہی اور جس شخص کو معلوم ہی کہ مین اس صفت کا نہین ہون
اُسپر ولایت اختیار کرنا حرام ہی۔ اور جس شخص کو امتحان کرنے سے معلوم ہو کہ میرا نفس امر حق پر صابر ہی۔ اور شہوات سے ممتنع مگر جبھی تک
یہ بات ہی کہ ولایت پر منصوب نہوا اور اگر ولایت و حکومت کا مزہ چکھیگا اور جاہ کا ذائقہ اور اجرائے حکم کی حلاوت پاویگا تو اسکے بگڑ جانے
کا خوف ہی اور ان امور کے بعد اپنے معطلی بھی اس عہدے سے گوارا نہ کریگا بلکہ معطل ہونے کے خوف سے دین مین سستی کرنے لگیگا تو ایسے
شخص کے حق مین علما کا اختلاف ہی کہ اسکو ولایت کے اختیار کرنے سے گریز کرنا لازم ہی یا نہین بعض علما فرماتے ہین کہ ولایت سے
احتراز واجب نہین اور وجہ یہ فرماتے ہین کہ اسکو نفس کی طرف سے خوف کا ہونا ایک امر مستقبل ہی اور سردست وہ بجا آوری امر حق
مین پکا ہی اور صحیح و تحقیق ہی کہ احتراز واجب ہی اسلیے کہ نفس مکار ہی خیر و حق کا دعوی اور وعدہ ہی کرتا ہی اسکا وفاے وعدہ
مشکل ہی اگر بالفرض وعدہ خیر یقینی کرے تب بھی ولایت کے وقت اسکے بدلنے کا خوف رہتا ہی اور اس صورت مین تو پہلے ہی سے
متردد ہی علاوہ ازین عہدہ سے انکار کر دینا تو امر سہل ہی مگر مقرر ہو کر موقوف ہونا شاق ہی اسلیے موقوفی سے نہایت صدمہ ہوتا ہی جیسے
کہ مثل مشہور ہی کہ اُترا شحنہ مردک نام تو عہدہ کی بجا آوری کے بعد موقوف ہونے پر دل راضی نہین ہوتا بلکہ مداہنت اور امر حق کے باطل
کرنے کی طرف مائل کرنے لگتا ہی اور اسکی باعث قعر جہنم مین گرتا ہی مگر مرنے تک اس عہدے کے چھوڑنے کو دل نہین چاہتا اگر زبردستی
سے موقوف ہو جاوے تو ہو جاوے پھر موقوفی پر جسکو اس حکومت کے ساتھ محبت ہوتی ہی اسکو گویا عذاب و رنج ہوتا ہی پھر صورت نفس
اگر خود ولایت کا مائل ہو کر آدمی کو اسکی جستجو پر برانگیختہ کرے تو یہ علامت شر کی ہی اسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا لَا نُوَلِّی اَمْرَنَا مَنْ سَالَنَا جب اختلاف حکم قوی اور ضعیف کا معلوم ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا منع فرمانا حضرت رافع رضی اللہ عنہ کو حکومت سے اور پھر خود اسکو اختیار فرمانا ایک دوسرے کا متناقض نہیں۔ اور عہدہ قضا اگرچہ سلطنت سے کم ہے مگر ویسا ہی ہے اسلیے کہ اسمیں بھی حکومت پائی جاتی ہے جو طبعًا محبوب ہے اور اسمیں اگر اتباع حق ہو تو ثواب بہت زیادہ ہے اور اگر عدول حق سے پایا جاوے تو عذاب بھی بہت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قاضی تین قسم کے ہیں جنمیں سے ایک جنت میں ہے اور دو دوزخ میں اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو خود درخواست قاضی بننے کی کرتا ہے وہ بدون چھری کے ذبح ہوتا ہے حاصل یہ کہ اسکا حکم اور امارت کا ایک ہی ہے جو لوگ کہ ضعیف ہیں اور دنیا و ما فیہا کو انکی نظروں میں کچھ قدر ہے وہ اس سے احتراز کریں اور جو لوگ کہ زبردست ہیں کہ امر الٰہی میں کسی کے طعن سے نہیں ڈرتے وہ لوگ اس عہدے کو اختیار کریں۔ اور جب بادشاہ ظالم ہوں اور یہ معلوم ہو کہ جو قاضی ہوگا اسکو اپنے کام کی بجا آوری میں انکی خاطر کرنی پڑیگی اور بعض حقوق کو انکے خواہ انکے متعلقین سے درگذر کرنا ہوگا کیونکہ یہ خوف ہو کہ اگر انپر امر حق کا حکم ہوگا تو ہمارا عہدہ جاتا رہیگا یا کہنا نہ مانینگے تو ایسی صورت میں عہدہ قضا کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے اور اگر کوئی اختیار کر لے تو اسکو چاہیے کہ حقوق کا مطالبہ سلاطین اور انکے متعلقین سے اور وں کی طرح ہو موقوفی کا عذر اسمیں کارآمد نہیں کہ اپنے موقوف ہونے کے ڈر سے حقوق چھوڑ دے بلکہ اگر امر حق کی بجا آوری میں موقوف بھی ہو جاوے تو خوش ہونا چاہیے کہ خدا نے بلا ٹالی اور اگر نفس پر موقوفی شاق گذرے اور اہمال حق میں کچھ مضائقہ نہ جانے تو یہ شخص متبع ہوا اپنے نفس اور شیطان کا ہے پھر ثواب کی توقع تو کیا ہوگی زمرۂ ظالموں میں دوزخ کے طبقہ اسفل میں جاویگا۔ اور وعظ و تدریس اور روایت حدیث اور ایسے ہی اور اعمال کا بھی یہی حال ہے یعنی جن چیزوں سے کہ جاہ اور قدر بڑھتی ہے انکی آفت بھی مثل آفت ولایت بڑی ہے سلف کے لوگ جبتک اس سے مضطر نہ دیکھتے تھے تب تک فتوی کو ٹالتے اور یہ فرماتے تھے کہ حدثنا سے کہنا دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور جو اس لفظ کو منہ سے کہتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میری توقیر کرو حضرت بشر رضی اللہ عنہ نے کئی الماریاں حدیث کی دفن کردیں اور فرمایا کہ میں روایت حدیث اسلیے نہیں کرتا کہ میرا دل تمنا حدیث کے بیان کی رکھتا ہے اگر تمنا یہ ہوتی کہ میں حدیث نہ کہوں تو البتہ بیان کرتا۔ اور واعظ اپنی وعظ سے جو لوگوں کے دلوں پر تاثیر اور سیاہ گریہ اور انکی توجہ اپنی طرف پاتا ہے تو اس سے اسکے دل پر وہ لذت ہوتی ہے جسکے برابر کوئی لذت نہیں اور جب یہ لذت اسپر غلبہ کرتی ہے تو طبیعت کو یہ میل ہوتا ہے کہ کلام ایسا کہنا چاہیے عوام کو اچھا معلوم ہو گو باطل ہی ہو اور جس کلام کو عوام گراں جانیں گو حق ہی ہو اس سے احتراز اولی ہے پس ہمہ تن ہمت اسی پر مصروف کرتا ہے کہ عوام کے قلوب کی محرک باتیں کرے جنسے انکے دلوں میں منزلت ہو اور جو حدیث و حکمت سنتا ہے اس سے باین لحاظ خوش ہوتا ہے کہ اب کی وعظ میں منبر پر اسکو بیان کرونگا حالانکہ خوشی اس بات پر مناسب تھی کہ طریق سعادت اور راہ سلوک مجھکو معلوم ہوا اول میں عمل کروں پھر اس انعام خداوندی میں جس سے مجھکو نفع ہوا اوروں تک پہونچاؤں تاکہ میرے بھائی مسلمانوں کو بھی اس سے فائدہ ہو غرض یہ کہ وعظ و تدریس بھی ایسی چیزیں ہیں جنمیں خوف اور فتنہ زیادہ ہے اور اسکا حکم بھی ولایت کا سا ہے یعنی جو اس امر کو صرف طلب جاہ و منزلت اور تفاخر اور تکاثر کے باعث اختیار کرتا ہو اور دین کے بدلے دنیا کھانی منظور ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنے نفسانی کا خلاف کرکے وعظ کو جبتک چھوڑ دے جبتک کہ نفس ریاضت کش ہو کر دین میں پکا ہو جاوے اور اسپر فتنہ کا خوف نہ رہے جب یہ حال حاصل ہو تو پھر کہنے لگے اب اگر کوئی کہے کہ اہل علم پر جب یہ حکم ہوا تو سب علم بیکار ہو جاوینگے اور چرچا جاتا رہیگا تمام خلق پر جہالت چھا جائیگی اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب امارت سے منع فرما کر اسپر وعید فرمائی یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا اِنَّکُمْ تَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَۃِ وَاِنَّہَا حَسْرَۃٌ وَّنَدَامَۃٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا مَنْ اَخَذَہَا بِحَقِّہَا اور فرمایا نِعْمَتِ الْمُرْضِعَۃُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَۃُ

ح ۱ یعنی ہم حاکم نہیں کرتے اپنے کام پر اسکو جو ... ۱۲ بخاری

امارت کی اور وہ قیامت کے روز حسرت اور ندامت ہوگی مگر جو شخص اسکو حق طور پر لیا ۱۲ ابن حبان اور بخاری ... ۱۲ یعنی اچھی دودھ پلانے والی اور بری ہے دودھ چھڑانے والی یعنی جیسا آتا ہے تو خوب معلوم ہوتی ہے اور موقوفی پر وبال معلوم ہوتی ہے ۱۲ بخاری نے روایت

اور ظاہر ہی کہ سلطنت اور امارت اگر نہو تو دین و دنیا کے سب کام بند ہوجاوین خلق میں کشت و خون پہیل جاوے امن جاتا رہے ملک اجڑ جاوین معیشتین خراب ہوجاوین پہر ایسی چیز سے آپ نے کیون منع فرمایا - اور حضرت عمر رضہ نے حضرت ابی بن کعب رضہ کے پیچھے بہت سے آدمی چلتے دیکہے تو انکو درہ مارا حالانکہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ابی بن کعب مسلمانون کے سردار ہین اور کلام مجید انکو سنایا کرتے تھے مگر لوگون کے پیچھے چلنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسمین متبوع پر فتنہ ہو اور تابع کی ذلت اور خود حضرت عمر رضہ خطبہ پڑھتے اور وعظ کہتے اور اس سے انکار نہ کرتے اگر جب ایک شخص نے آپ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ فرماوین تو مین بعد نماز صبح لوگون کو وعظ سنایا کرون تو آپ نے اسکو منع کیا اسنے عرض کیا کہ آپ لوگون کو نصیحت کرنے سے روکتے ہین آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ کہین تو پہول کر آسمان پر نہ پہونچ جاوے اور یہ اسلیے فرمایا کہ آپ نے اس شخص مین علامات رغبت جاہ اور قبول خلق کی دیکہین اور امارت اور خلافت و قضا کی لوگون کو دین مین حاجت ہوتی ہی جیسے وعظ و تدریس و فتوی کا کام پڑتا ہی مگر ہر ایک مین فتنہ و لذت بھی ہی تو دونون مین کچھ فرق نہ رہا باقی رہا یہ کہ اسکے منع سے علم کا چرچا جاتا رہیگا تو یہ ایک غلطی ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امارت سے منع فرمایا تو اس سے امارت تہوڑا ہی جاتی رہی بلکہ ریاست اور اسکی محبت تو ایسی ہی کہ خود لوگ ہزار تدبیرون سے اسکی طلب و جستجو کرتے ہین اسی طرح ریاست کی محبت علوم کا چرچا بھی ضائع نہین ہونے دیگی بلکہ اگر بالفرض تمام خلق قید کیا جاوے اور بیڑیان اور طوق ڈال دیے جاوین کہ وہ علوم جنسے قبول اور ریاست حاصل ہوتی ہی نہ سیکہنے پاوین تب بھی لوگ زنجیرین توڑ توڑ کر قید سے بھاگین اور ان علوم کے طالب ہوون علاوہ ازین خداوند کریم نے وعدہ کیا ہی کہ اس دین کو ایسے لوگون سے تائید کریگا جنکو کچھ بہرہ دین مین نہو تو کسی فرد خاص کو فکر لوگون کا نہ چاہیے اسلیے کہ خدا تعالے انکو تباہ نہ کریگا بلکہ اپنے نفس کا خیال چاہیے پہر ہم کہتے ہین کہ جب کسی شہر مین بہت سے واعظ وعظ کہتے ہون تو منع سے صرف چند لوگ باز رہینگے سب ہرگز نہ مانینگے اور لذت ریاست کو نہ چہوڑینگے ہان اگر شہر بہر مین ایک ہی واعظ ہو اور اسکا وعظ لوگون کو مفید ہو یا ین لحاظ کہ وہ خوش بیان اور وضعدار ہو اور لوگون کا یہ خیال ہو کہ یہ شخص صرف خدا کے واسطے کہتا ہی اور تارک دنیا ہی تو ایسے شخص کو ہم منع نہین کرتے بلکہ اسکو کہتے ہین کہ وعظ بیان کرے اور نفس پر مجاہدہ کرے اور اگر یہ کہے کہ میرا نفس قابو مین نہین تب بھی ہم یہی کہینگے کہ وعظ کہ اور مجاہدہ کر اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ اگر وہ وعظ چہوڑ دیگا تو آدمی سب تباہ ہو جاوینگے کوئی اسکا قائم مقام نہین جو انکو راہ بتاوے اور بالفرض اگر وہ شخص مواظبت وعظ کی اسی غرض سے کرتا ہو کہ جاہ حاصل ہو تو اسکا وبال صرف اسی پر ہی لیکن سب کا دین سلامت رہنا خاص اسکے دین کی سلامتی سے بہتر معلوم ہوتا ہی اس شخص کو ہم اورون پر تصدق کرتے ہین اور کہتے ہین کہ شاید ایسے ہی شخص کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ ان اللہ لیؤید ہذا الدین باقوام لاخلاق لہم پہر واعظ انکو کہتے ہین کہ اپنے کلام اور ظاہر صورت سے دنیا کا زاہد ہو اور لوگون کو آخرت کی رغبت دلاوے اور جو امور کہ اس زمانے کے واعظون نے ایجاد کیے ہین کہ چکنے چکنے کلمات اور مسجع الفاظ شعرون مین ملے ہوئے پڑہتے ہین جنسے نہ دین کی تعلیم مقصود ہی نہ مسلمانون کو خوف دلانا بلکہ ایسے عبارت اور آرزو دلانا ہوتا ہی گناہون کی حاصل ہوتی ہین تو ایسے واعظون کو جلا وطن کرنا واجب ہی اسلیے کہ وہ لوگ نائب دجال اور شیطان کے قائم مقام ہین اور ہم ایسے واعظون کا ذکر کرتے ہین جنکا وعظ اچھا ہو خود بظاہر اچھے ہون مگر دل مین محبت جاہ کے سوا کچھ اور مقصود نہو اور جو وعید کہ ہم نے باب العلم مین برے عالمون کے حق مین لکھی ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ علم کے فتنون سے بچنا اور ڈرتے رہنا ضروری ہی حضرت عیسی علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ اے برے عالمو تم روزہ نماز صدقہ بجا لاتے ہو اور جس کام کو لوگون کو کہتے ہو خود نہین کرتے لوگون کو نصیحت کرتے ہو اور خود عمل نہین کرتے یہ بات بڑی خراب ہی

[illegible]

زبان سے تو توبہ کرتے ہو اور ہواے نفسانی کے بوجب عامل ہو کہو تو اس سے کیا کام نکلیگا کہ بدن کو صاف کر لیا اور دل ناپاک رہا مین
سچ کہتا ہون کہ تم چلنی کے موافق مت ہو کہ اچھا آٹا نیچے گر پڑے اور بھوسی اندر رہجاوے یہی حال تمہارا ہی کہ منہہ سے حکمت کی باتین نکالتے
ہو اور سینون مین کدورت بھری ہی راستہ دنیا کے بندہ بھلا وہ شخص کیسے آخرت کو پاویگا جس سے نہ دنیا کی شہوت منقطع ہو نہ اسکی رغبت
مین سچ کہتا ہون کہ تمہارے دل تمہارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تمنے اپنی زبان مین رکھا ہی اور عمل کو پاؤن تلے دنیا کی بہتری
آخرت کو بگاڑنا تمہارے نزدیک دنیا کا سنورنا آخرت کے سنورنے سے محبوب ہی اگر تامل کرو تو تم سے زیادہ کوئی کمینہ نہین تمہارا برا ہو کبتک
اندھیرے مین چلنے والون کو راستہ بتاؤگے اور خود حیرت والون کے مقام مین کھڑے رہوگے گویا ارباب دنیا سے تمہاری یہ غرض ہی کہ
وہ تمام دنیا تمہارے لیے چھوڑ دین بس کرو بس کرو تم نہین جانتے کہ اگر چراغ چھت پر رکھ دیا جاوے تو گھر کے اندھیرے کے لیے کیا فائدہ
ہو اسیطرح اگر نور علم تمہارے منہہ مین ہو اور دل ویسے ہی اوجڑ و تاریک رہین تو تمکو ایسے علوم سے کیا فائدہ اے دنیا کے بندو تم متقی
بندے نہین ہو نہ کریم آزادون کی طرح کیا عجب ہی کہ دنیا تمکو جڑ سے اکھاڑ دے اور منہہ کے بل گرا دے پھر نتھنون کے بل اوندھے ہو جاؤ
اور تمہارے گناہ تمہارے ماتھے کے بال پکڑین اور پیچھے سے تمکو علم دھکا دے اور اسی حال سے تمکو ننگے سر اور ننگے پاؤن پادشاہ حقیقی
کے سامنے لیجاوین اور وہ بے نیاز تمکو غلاؤن پر واقف کرکے تمہارے اعمال بد کی سزا دے انتہی اس حدیث کو حارث محاسبی رحمہ
اپنی کسی کتاب مین لاکر کہا ہی کہ برے عالمون کا یہ حال ہی وہ لوگ انسانون کے شیطان ہین اور لوگون کے حق مین فتنہ متاع دنیا کی
اور رفعت شان مین رغبت کرکے اسی کو آخرت پر ترجیح دی ہی اور دین کو ذلیل کیا ہی یہ لوگ دنیا مین بھی باعث ننگ و عیب ہین اور
آخرت مین زیانکار رہی ہین اب اگر کوئی کہے کہ آفات تو ظاہر ہین کہ علم اور وعظ کے باب مین بھی تو بہت سی ترغیبین وارد ہین چنانچہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لان یہدی اللہ بک رجلا خیر من الدنیا وما فیہا اور فرمایا کہ ایما داع دعا الی ہدی واتبع علیہ
کان لہ اجرہ واجر من اتبعہ اسکے سوا اور بہت سے فضائل علم کے ہین تو عالم کو یون کہنا چاہیے کہ علم مین مشغول ہو اور خلق کی ریا
کو ترک کر جیسا اگر کسی شخص کو نماز مین ریا آجاتا ہی تو ہم اسکو کہا جاتا ہی کہ عمل کو ترک مت کر بلکہ اسکو تمام کر اور نفس پر مجاہدہ کر تو اسکا جواب
یہ ہی کہ علم کی فضیلت بھی بہت ہی اور اسکا خطرہ بھی بہت بڑا ہی جیسے خلافت و امارت کا تھا اور کسی کو اللہ کے بندون مین سے یون کہنا
چاہیے کہ علم کو ترک کر دے اسواسطے کہ نفس علم مین تو کچھ آفت نہین آفت تو اسمین ہی کہ وعظ و تدریس و روایت حدیث سے درپیے
اسکے اظہار کے ہو اور جبتک بھی ترک علم کو نہ کہنا چاہیے جبتک کہ عالم اپنے نفس مین تحصیل علم کا باعث کوئی امر دینی ریا سے
خالی پاتا ہو لیکن جب اسکا محرک سواے ریا کے اور کچھ نہو تب البتہ اسکے حق مین ترک اظہار مفید تر اور سالم تر ہی جسطرح نفل نماز ون
مین اگر محرک صرف ریا ہی ہو تو انکا ترک واجب ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ اثناے صلوٰۃ مین وسوسے ریا کے خطور کرتے ہون اور وہ
انکو برا جانتا ہو تو عبادت کو ترک کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ آفت ریا کی عبادت مین ضعیف ہوتی ہی اور ولایات مین اور علم کے باعث مناصب عالیہ
کے درپے ہونے مین بہت قوی ہی غرض یہ کہ آفت کے اعتبار سے ان اشیا کے تین مرتبے ہین اول ولایات کہ ان مین بہت بڑے
آفات ہین اور سلف کے بہت سے لوگون نے انکو بخوف آفت ترک کر دیا ہی دوم نماز روزہ حج وجہاد انکو سلف کے زبردست اور ضعیف
ادا کرتے رہے کسی سے ترک کرنا آفت کے خوف کے مارے منقول نہین اسلیے کہ ان مین آفات ضعیف ہین اور ادنی قوت سے دور ہو سکتی ہین
اور عمل صرف خدا کے لیے ہو سکتا ہی سوم ان دونون رتبون کے درمیان کا رتبہ ہی یعنے درپے ہونا وعظ و فتویٰ اور روایت حدیث اور
تدریس کے لیے اسمین جو آفتین ہین وہ اول رتبہ کی نسبت کم ہین اور دوسرے کی نسبت زیادہ پس نماز وغیرہ جنمین آفات کم ہین اسکو تو
چاہیے کہ نہ قوی لوگ ترک کرین نہ ضعیف بلکہ ریا کے وسوسون کو دفع کرین - اور ولایات ضعفا کو بالکل ترک کرنا چاہیے نہ قوی لوگون

رہے مناسب علم وہ دونون فرقون مین مشترک رہنے چاہیئین تاہم جس شخص نے منصب علم کو امتحان کیا ہی وہ جانتا ہی کہ مال اور ولایت ایک
دوسرے سے مشابہ ہین اور منصب علم سے حذر کرنا ضعیفون کے حق مین بہت بہتر ہی اور یہان ایک چوتھا رتبہ ہی یعنی مال کو جمع کرنا اور
مستحقون مین تقسیم کرنا اس داد و دہش اور اظہار سخا سے بھی لوگ ثناخوان ہوتے ہین اور لوگون کے دل خوش کرنے سے نفس کو مزہ ملتا ہی
اسمین بھی آفات بہت ہین اسی لیے جب حسن بصری رح سے لوگون نے پوچھا کہ ایک آدمی تو بمقدار قوت حاصل کرکے بیٹھ رہتا ہی اور دوسرا
بمقدار قوت سے زیادہ تلاش کرکے بمقدار قوت سے بچتا ہی خیرات کر دیتا ہی ان دونون مین افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ اول شخص
افضل ہی کیونکہ آپ جیسے لوگون کو معلوم تھا کہ دنیا مین پھنسکر کوئی کم سلامت بچتا ہی اور زہد اسی کا نام ہی کہ دنیا کو تقرب الی اللہ کے لیے
ترک کرے۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ اگر مجکو پچاس دینار ہر روز آمدنی ہو اور انکو مین دمشق کی مسجد کی سیڑھیون پر کھڑا ہو کر
تقسیم کر دیا کرون تو یہ امر مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ مین بیع و شرا کو حرام کرتا ہون بلکہ میرا مقصود یہ ہی کہ مین انھین
لوگون مین رہون کہ جنکی شان مین یہ آیت ہی لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله۔ اور علما کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی ایک فرقہ یہ
فرماتا ہی کہ جب دنیا کو وجہ حلال سے کماوے اور اس سے بچا رہے اور خیرات کر دے تو یہ اس سے بہتر ہی کہ عبادات و نوافل مین
مشغول ہو اور ایک لوگون کا یہ قول ہی کہ ذکر اللہ کی مداومت مین بیٹھا رہنا صدقہ سے افضل ہی اسلیے کہ لینے دینے مین خدا کا دھیان
نہین رہتا اور اسی کے موید حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہی کہ فرمایا اے طالب دنیا سلوک و نیکی کے لیے تیرا ترک کرنا دنیا کو زیادہ
نیک ہی اور ادنی بات مال کی یہ ہی کہ اسکی اصلاح مین خدا کے ذکر کا شغل نہین رہتا حالانکہ ذکر الہی سب سے بڑا اور افضل ہی
یہ تو اس شخص کے حق مین ہی جو آفات سے محفوظ رہے اور جس شخص کو کہ آفت ریا لگ گئی ہو تو ظاہر ہی کہ اسکے لیے ترک مال افضل
اور عمدہ ہی اور بلا خلاف ایسے شخص کو ذکر مین مشغول ہونا بہتر ہی حاصل یہ کہ جو چیزین خلق سے متعلق ہین اور اسمین نفس کو لذت ہی انسے
آفتون کا ہجوم ہوتا ہی ایسی صورتون مین مستحب یہ ہی کہ عمل کرے اور آفتون کو دفع کرے پس اگر دفع نہ کر سکے تو چاہیئے کہ تامل و
اجتہاد سے اپنے دل سے فتوی لے اور دل مین جسقدر خیر اور جسقدر شر ہو دونون کو تولے اور نور علم سے جو کچھ سمجھ مین آوے وہ
کرے طبیعت کے میل کے موافق نہ کرے اور اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہی کہ جو چیز دل پر آسان معلوم ہوتی ہی اسی مین ضرر ہوتا ہی اسلیے کہ
نفس سوا شر کے اور کچھ مشورہ نہین دیتا اور امر خیر سے لذت کم پاتا ہی اور خیر کی طرف رغبت بھی کم کرتا ہی گو بعض اوقات یہ بھی
کچھ بعید نہین یہ باتین ایسی ہین کہ انپر حد احد احکم نفی اور اثبات کا نہین ہو سکتا اسی لیے انکو اجتہاد دلی پر حوالہ کیا جاتا ہی تاکہ جو بات
دین کے لیے مناسب سمجھے اور بے کھٹکے ہو اسکو بجا لاوے اور مشکوک سے باز رہے۔ پھر بعض اوقات جاہل کو اس بیان سے دھوکا
پڑ جاتا ہی تو مال کو تو جمع کرتا ہی مگر بخوف آفت خرچ نہین کرتا ہی اسکا نام بخل ہی اور اسمین کسی کو خلاف نہین کہ صدقات کا تو کیا ذکر ہی مباحات
مین بھی مال کا خرچ کرنا ہی بہ نسبت جمع کرنے کے افضل ہی اور اختلاف اس شخص کے حال مین ہی جسکو حاجت کمائی کی ہو کہ اسکے
حق مین کونسی بات بہتر ہی کسب اور انفاق کو ترک کرکے ذکر خدا کرنا یا کسب حلال کرکے خیرات مین خرچ کرنا اور وجہ اختلاف کی یہ ہی
کہ کسب مین بہت سی آفتین ہین لیکن جو مال کہ وجہ حلال سے حاصل ہوا ہی اسکو دے ڈالنا ہی امساک سے بہر حال افضل ہی۔
اب جن علامتون سے کہ واعظ کو معلوم ہو جاوے کہ اسکو لوگون کا دکھلانا منظور نہین صدق و اخلاص ہی باعث وعظ ہی انکا
سننا چاہیئے اول تو یہ پہچان ہی کہ اگر کوئی شخص اس سے اچھا وعظ کہنے والا خواہ زیادہ علم والا ظاہر ہو اور لوگ اسکو زیادہ تر
مانین تو اسکی حسد نہ کرے بلکہ خوش ہو ہان اگر غبطہ کرے یعنی یہ چاہے کہ جیسا علم اسے ہی ویسا ہی مجھے ہو جاوے تو کچھ مضائقہ
نہین دوسری یہ کہ اگر بڑے آدمی اسکی مجلس مین آجاوین تو جیسا پہلے سے کہ رہا تھا ویسا ہی کہے جاوے کچھ کلام مین تبدیل نہ کرے

ف۔ یعنی غافل نہ کرے انکو سوداگری اور بیع خدا کی یاد سے ۱۲

سب لوگون کو ایک نوبت دیکھنے تیسری یہ کہ اس بات کو اچھا نہ سمجھے کہ بہت سے لوگ میرے ساتھ ہون اور بازار مین کوئی پیچھے سے
آنکھ نہ بڑھے اور سوا اسکے بہت سی علامتین ہین جنکا شمار طویل ہو سعید بن ابی مروان سے روایت ہو کہ مین پہلو مین حضرت حسن بصری
رحمہ کے بیٹھا تھا اور آپ مسجد مین کچھ فرماتے تھے اتنے مین دروازے سے حجاج بن یوسف مع اپنی اردلی کے زرہ پوش اور سوار اندر آیا اور
مسجد مین چارون طرف دیکھنے لگا جتنا اجتماع کہ حضرت حسن رحمہ کے حلقہ مین تھا اور جگہ نہ پایا اسیطرف متوجہ ہوا جب قریب حلقہ کے پہونچا تو سواری
سے اتر پڑا اور حضرت حسن رحمہ کی طرف چلا جب آپ نے اسکو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو تھوڑی سی جگہ اپنی نشست مین سے چھوڑ دی سعید کہتے ہین کہ مین نے بھی
تھوڑی جگہ اپنی نشست مین چھوڑی تو مجھ مین اور حضرت حسن رحمہ مین تھوڑا فاصلہ ہوگیا اسقدر جگہ مین حجاج آکر بیٹھ گیا اور حضرت حسن جیسا کلام ہر روز کیا
کرتے تھے ویسا ہی کہہ رہے تھے اسوقت بھی کہتے رہے مین نے اپنے دل مین کہا کہ آج حسن رحمہ ویسے کہان ہونگے دیکھون حجاج کے بیٹھنے
سے کچھ کلام زیادہ کرتے جس سے اسکی طرف تقرب پایا جاوے یا اسکے رعب مین آکر کچھ کلام کم کرتے ہین مگر حضرت حسن رحمہ نے اور
دنون کے مانند ایک ہی سی گفتگو کی یہانتک کہ کلام تمام کردیا اور کچھ پروا نہ کی کہ کون بیٹھا ہو جب آپ کلام سے فارغ ہوے تو حجاج
نے اپنا ہاتھ اٹھا کر آپ کے مونڈھے پر مارا اور کہا کہ شیخ نے سچ کہا اور خوب کہا لوگو ایسی ہی مجالس مین بیٹھا کرو اور ان کو حلقہ اور بازار ہی سمجھو
اسکو اپنا خلق و عادت بنا لو کیونکہ حدیث شریف پہونچی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان مجالس الذکر ریاض الجنۃ اور ہم لوگ
تو خلق کے انتظام مین مبتلا ہوگئے ورنہ ان مجالس مین ہم سے زیادہ تم نہ بیٹھتے کیونکہ ہمکو ان مجالس کی قدر بیان زیادہ معلوم ہین بعد اسکے
حجاج نے تبسم کرکے ایسی تقریر کی کہ حضرت حسن رحمہ اور حاضرین جلسہ سب اسکی بلاغت سے متعجب ہوے اور فارغ ہوکر اٹھ کھڑا ہوا
تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی شام کا حضرت حسن رحمہ کی مجلس مین آیا اور جس جگہ حجاج کھڑا تھا وہان ہی کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے
مسلمانون خدا کے بندو تمکو تعجب نہین آتا کہ مین ایک شخص نہایت بوڑھا ہون اور جہاد کرتا ہون گھوڑے خچر کی اور خیمہ کی تکلیف ہو
اور میرے پاس تین سو درہم ہین جو لوگون نے دیے ہین اور میرے سات لڑکیان ہین غرض یہانتک اپنی تنگدستی کی شکایت کی کہ
حضرت حسن رحمہ اور سب اسکے ساتھی اسپر رحم کرنے لگے اور حضرت حسن رحمہ سر نیچے کئے تھے جب وہ شخص کلام سے فارغ ہوا تو آپ نے
سر اٹھایا اور فرمایا کہ خدا ان امراء سے سمجھے انھون نے اللہ کے بندون کو اپنا غلام تصور کیا ہو اور خدا تعالے کے مال کو اپنا مال سمجھ لیا
ہو لوگون سے دینار و درم کے لیے لڑتے ہین جب دشمن خدا جہاد کو جاتا ہو تو خود ریشمی خیمون مین رہتے ہین اور تیز سواریون پر سوار
ہوتے ہین اور اگر دوسرے کسی مسلمان بھائی کو جہاد پر بھیجتے ہین تو بھوکا پیاسا پیادہ بھیج دیتے ہین اس طرح کی باتین بڑی بڑی آپ نے
سلاطین کے حق مین کہین اور انکے عیبون مین سے کچھ فروگذاشت نہ کیا ایک شخص اہل شام مین کا تھا اور آپ کی چغلی حجاج سے جاکر
کی اور بعینہ آپ کا کلام نقل کردیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حجاج کا آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ امیر نے یاد کیا ہو حضرت حسن رحمہ ساتھ ہوئے
اور ہمکو خوف ہوا کہ دیکھیے اس سخت کلامی سے کیا نتیجہ ہو ذرا دیر کے بعد آپ تبسم کرتے واپس آئے اور مین نے بہت کم آپ کو ہنستے دیکھا
آپ کا دستور ہمیشہ سے مسکرانے ہی کا تھا جب تشریف لاکر اپنی جگہ بیٹھ گئے تو امانت کی عظمت بیان فرمائی اور فرمایا کہ آپس کے پاس
بیٹھنے مین بھی امانت ہو شاید تمکو بھی خیال ہو گا کہ خیانت درہم و دینار کے سوا اور کسی چیز مین نہین حالانکہ اشد خیانت یہ ہو کہ تم لوگ
ہمارے پاس بیٹھو اور ہم تم پر اعتبار کرکے کچھ ذکر کرین پھر تم اسکو ایک آگ کے شعلے کے پاس جاکر کہہ دو میرا حال یہ ہوا کہ جب اس شخص
کے سامنے یعنی حجاج کے گیا تو اس نے کہا کہ آپ اپنی زبان کو کوتاہ کرین یہ جو الفاظ کہے کہ جب دشمن خدا خود جہاد کرتا ہو تو ایسا ایسا
ہوتا ہو اور جب دوسرے سے جہاد کرتا ہو تو چنین چنان کرتا ہو یہ باتین مت کہو ہمین اسکی کچھ پروا نہیں کہ تم لوگون کو ہم پر برانگیختہ کرو
اور نہ ہم اس بات سے تمھاری نصیحت کو لغو جانین مگر آپ کو یہ باتین کم کرنی چاہیئین پھر حسن رحمہ نے فرمایا کہ اسطرح خدا نے اسکو دفع کیا

انتہی اور ایکبار حضرت حسن رح سوار ہوکر کہیں تشریف لیے جاتے تھے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو بہت لوگ آپ کے پیچھے چلتے تھے آپ ٹھہر گئے اور فرمایا کہ تمکو کچھ مجھ سے حاجت ہو یا کچھ پوچھنا چاہتے ہو جو ساتھ آتے ہو ہٹ جاؤ یہ صورت بندے کے دل میں کچھ باقی نہیں چھوڑتی تو ان علامات اور انکے مانند اور نشانیوں سے حال باطن کا معلوم ہوجاتا ہی اور جن عالمون کا یہ حال ہو کہ ایکدوسرے سے حسد کرتے ہوں اور جلتے ہوں اور انس دا خاطر کا باہم نام بھی نہو تو معلوم کرلو کہ وہی لوگ ہین جنھوں نے زندگی دنیا کو آخرت کے عوض مول لیا اور وہی تقصان اٹھانیوالے ہین خدا تعالی اپنے فضل سے ہمپر رحم کرے۔

دسواں بیان اس باب مین کہ عبادت کو لوگوں کے دیکھنے سے جو نشاط بندہ کو حاصل ہوتا ہی اسمین سے کونسا درست ہی اور کونسا نادرست۔ جاننا چاہیے کہ آدمی کبھی ایسے لوگوں مین شب باش ہوتا ہی کہ وہ سب تہجد کو اٹھتے ہین یا ان مین کے بعض آدمی تمام رات نماز پڑھتے ہین اور اسکا دستور اپنے گھر صرف ایک تھوڑی دیر جاگنے کا تھا جب انکو دیکھا تو اسکا شوق بھی موافقت کے لیے ابھرا اور جتنی عادت اسکو پہلے سے تھی اس سے زیادہ ادا کی یا پہلے بالکل نہ پڑھتا تھا اسی روز صرف دیکھنے سے شریک نماز ہوا اسی طرح کبھی ایسی جگہ مین جا پڑتا ہی کہ وہاں کے سب لوگ روزہ دار ہوتے ہین تو اسکو بھی شوق روزہ کا ہوتا ہی اور اگر وہ لوگ نہوتے تو یہ شوق نہ ابھرتا تو یہ صورت شوق و نشاط کی بگمان غالب ریا معلوم ہوتی ہی اور اسمین واجب یہی ہی کہ موافقت کرے حالانکہ یہ حکم مطلق نہیں بلکہ اسکی تفصیل یہ ہی اسواسطے کہ ہر ایک مومن کو رغبت خدا کی عبادت اور شب بیداری اور روزہ کی ہوتی ہی مگر کسی مانع کی جہت سے اسکو ادا نہیں کرسکتا یا غلبہ شہوات یا کثرت کاروبار یا غفلت کے باعث بھولا رہتا ہی تو اکثر ایسا ہوتا ہی کہ جہاں دوسرے کو وہ کام کرتے دیکھا پردہ غفلت دور ہوا اور موانع برطرف ہوے خواہ کثرت کاروبار دوسری جگہ مین نہ رہے تو اسوقت وہ رغبت و شوق ابھر کھڑا ہوتا ہی مثلاً کبھی آدمی اپنے گھر مین رہتا ہی اور بعض اسباب سے تہجد نہیں پڑھ سکتا مثلاً گدگدے بچھونے کے باعث نیند سر پر سوار ہی یا اپنی بیوی کے ساتھ مزے لے رہا ہی یا اہل و اقارب سے باتین کر رہا ہی یا بال بچوں مین مصروف ہی یا اپنے داد و ستد والوں کا حساب و کتاب دیکھ رہا ہی تو ایسا شخص جب کسی اور جگہ جاویگا تو یہ سب شغل اس سے علیحدہ ہوجاوینگے جنسے اسکی رغبت امور خیر ناقص تھی اور بعض سبب خیر کے مرتکب کرنے والے پیدا ہوجاوینگے جیسے دوسرے شخصوں کو دیکھنا کہ متوجہ الی اللہ ہین اور دنیا سے منھ پھیر لیا ہی تو انکو دیکھکر رغبت کریگا اور اسپر نہایت شاق گذرے گا کہ خدا کی طاعت مین لوگ مجھسے پیش قدم ہو وین اسی بنا پر باعث دینی حرکت مین آویگا کچھ ریا کے سبب آمادہ طاعت نہوگا۔ اور بعض اوقات اجنبی جگہ مین جاکر آدمی کو نیند نہیں آتی تو ایسی جگہ نیند نہ آنا ہی غنیمت جانتا ہی اور گھر پر غلبہ خواب کے سبب کچھ نہیں کرسکتا اور بعض اوقات گھر پر جو ہمیشہ رہتا ہی اسواسطے ہمیشہ تہجد پڑھنا نفس کو گوارا نہیں ہوتا اور کبھی کبھی پڑھ لے تو ہوسکتا ہی تو اسیطرح کی باتین سبب شوق ہوجاتی ہین جبکہ موانع نہیں رہتے اسیطرح اپنے گھر مین آدمی پر روزہ مشکل پڑتا ہی کیونکہ ہر طرح کی لذیذ چیزین کھانے کی عمدہ موجود رہتی ہین انکو چھوڑ لینے پر صبر نہیں کرسکتا اور جسجگہ وہ چیزین نہیں ملتین وہاں کچھ صبر دشوار نہیں ہوتا اسی لیے باعث دینی ایسی جگہ حرکت مین آکر روزہ رکھوا دیتا ہی کیونکہ شہوات موجودہ عوائق و موانع روزہ کی ہین اور باعث دینی پر غالب رہتی ہین جب آدمی انسے محفوظ رہا تو وہی باعث دینی قوی ہوجاتا ہی پس اسطرح کے اسباب کا واقع ہونا ممکن ہی اور یہ سب لوگوں کو دیکھنے اور انکے ساتھ موافقت کرنے سے ہوتے ہین اور کبھی ایسے وقت مین شیطان بھی عمل سے روک دیتا ہی اور کہتا ہی کہ عمل مت کرو ورنہ ریاکار ہوگا بشرطیکہ آدمی گھر پر عمل نہ کرتا ہو اور نہ نماز معتاد سے زیادہ ادا کرتا ہو۔ اور کبھی رغبت زیادتی کی انسان کو لوگوں کے دیکھنے سے اسلیے ہوتی ہی کہ برا نہ کہیں اور کاہلی کی طرف منسوب نہ کرین خصوصاً ایسی صورت مین کہ لوگوں کا یہ گمان ہو کہ یہ شخص شب بیدار ہی تو آدمی کا دل نہیں

چاہتا کہ انکا عقیدہ جیسا میری طرف ہو اسکے خلاف ہو کر نظرون سے گر جاؤن اسی لیے اپنی منزلت کی حفاظت ضروری سمجھتا ہی ایسے حال
مین شیطان اور اشتعال دیتا ہی کہ نماز پڑھ تو مخلص ہی خاص اللہ کے واسطے پڑھتا ہی اسکے دکھلاوے کو نہین پڑھتا اور گھر پر جو شہر
نہین پڑھتا تو کثرت موانع کی جہت سے نہین پڑھتا ان عوائق کا دور ہونا سبب تیرے عمل کرنیکا ہی نہ لوگون کا مطلع ہونا پس یہ
امر ارباب بصائر پر بھی مشتبہ رہتا ہی لیکن جب معلوم ہو جاوے کہ ترک ریا ہی ہو تو زائد از معتاد ادا کرنی چاہیے گو ایک ہی کرت
کیون نہو اسواسطے کہ خدا کی طاعت پر لوگون کی تعریف کی خواہش سے کنارہ رہتا ہو اور اگر باعث عمل دور ہونا عوائق کا اور
غبطہ اور رغبت ان لوگون کے اعمال کی ہو تو موافقت کرنے مین مضائقہ نہین اور اسکی پہچان یہ ہی کہ دل مین سوچے کہ اگر بالفرض
مین انکو نماز پڑھتے اسی طرح دیکھتا کہ یہ لوگ مجھکو نہ دیکھتے مثلاً پردہ کی آڑ سے مین انکو دیکھتا رہتا اور اپنی جگہ سے نہ ہلتا تو ایسی صورت
مین بھی نماز پڑھنے کو نفس چاہتا یا نہ چاہتا پس اگر ایسے حال مین بھی لوگون کی نظرون سے غائب ہوتے مین نفس نماز کا رغبت پایا
تو موافقت لوگون کی کرنی چاہیے اسلیے کہ باعث عمل ریا نہین بلکہ شوق امر حق ہی اور اگر خود آڑ مین رہ کر نفس نماز کا پڑھنا دشوار جانے
تو لوگون کے سامنے بھی ترک کرنا چاہیے اسلیے کہ اس عمل کا باعث ریا ہی ہی اسیطرح کبھی انسان جمعہ کے روز مسجد جامع کا اتنا شوق و
نشاط کرتا ہی جتنا اور روز نہین کرتا اور یہ ہوسکتا ہی کہ اسکا باعث یا لوگون کی تعریف ہو یا انکا شوق و نشاط اور توجہ الی اللہ سے انکی
غفلت دور ہو جاوے اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ لوگون کی دیکھا دیکھی باعث دینی متحرک ہوتا ہی مگر اسکے ساتھ ہی نفس پر محبت حمد بھی آتی ہو
تو ایسی صورت مین اگر یہ جانے کہ دل پر غالب ارادہ دینی ہو تو انکی محبت حمد سے عمل کو چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ محبت حمد کو دور کرنا اور
عبادت مین مشغول ہو اسیطرح کبھی لوگ روتے ہین اور کوئی شخص انکو دیکھکر رونے لگتا ہی یہ رونا ریا سے نہین ہوتا بلکہ خدا کے خوف
سے ہوتا ہی اور اگر اکیلا وہ کلام سنتا تو نہ روتا مگر لوگون کے رونے کی جہت سے دل پر نرمی آجاتی ہی اور بعض دفعہ جو رونا نہین آتا
تو رونے کی صورت بنا لیتا ہی کبھی تو ریا کی جہت سے اور کبھی صدق کی جہت سے یعنی جب لوگون کو روتا دیکھتا ہی اور اپنا آنسو بھی نہین نکلتا تو اپنے نفس سے سنگدل
ہونے کا خوف کرتا ہی اور بتکلف رونے لگتا ہی اور یہ بات اچھی ہی اور اسکی پہچان یہ ہی کہ تامل کرے کہ اگر مین لوگون کا رونا ایسی جگہ
سے سنتا کہ لوگ مجھے نہ دیکھتے تب بھی مین خوف اپنے دل کی سختی کا کرکے رونے کی صورت بناتا یا نہین پس اگر لوگون سے پوشیدہ
رہنے کی صورت مین یہ بات نہو تو معلوم ہوگا کہ یہ رونا صرف اس خوف سے ہی کہ کوئی یون نہ کہے کہ بڑا سنگدل ہی ایسا رونا ترک
کرنے کے قابل ہی حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اپنا خوف خدا اس غرض سے لوگون کو مت دکھلا کہ تیری تعظیم کرین
حالانکہ دل تیرا بدکار ہو اسیطرح چیخنا اور لمبا سانس بھرنا اور رونا ذکر کے وقت یا تلاوت کے وقت یا اور کسی وقت کبھی بباعث صدق
اور غم اور خوف و ندامت و حسرت کے ہوتا ہی اور کبھی دوسرے کا غم و اندوہ دیکھکر اور اپنی سنگدلی خیال کرکے بتکلف سانس کھینچ
اور آہ آہ کرنے لگتا ہی اور یہ امر بہتر ہی مگر کبھی اسکے ساتھ یہ خواہش بھی ہوتی ہی کہ لوگ جانین کہ یہ شخص بہت غم مین رہتا ہی اگر محض
یہی باعث ہی تو اسکا نام ریا ہی اور اگر واقع مین حزن و ملال بھی ہی اور یہ باعث بھی تو اگر باعث ریا کو برا جانیگا اور انکار کرکے قبول
نہ کرے تو اسکا رونا اور رلسورتا درست ہی اور اگر دل سے میلان ریا کی طرف ہوگا تو اجر باطل اور کوشش لاحاصل ہوگی اور غضب الٰہی مین
گرفتار ہوگا۔ اور کبھی آہ آہ کرنا اصل مین غم کے باعث ہوتا ہی لیکن انکو بڑھا بڑھا کر بلند آواز سے کہتا ہی تو یہی زیادتی ریا و ممنوع ہی
کیونکہ ابتدا صرف ریا کی اسی سے ہوئی اور کبھی آدمی پر خوف اتنا آتا ہے کہ اس سے اپنا نفس قابو مین نہین رہتا اور اسی وقت
وسوسہ ریا بھی پیش ہوتا ہی تو اسکو قبول کر لیتا ہی اسکا اثر یہ ہوتا ہی کہ آواز کو زیادہ درد ناک خواہ بلند کرتا ہی یا آنسوؤن کو منھ پر بہنے
دیتا ہی کہ کوئی دیکھے آنسو خوف الٰہی ہی سے نکلے تھے مگر اسکا نشان جو منھ پر قائم رکھا تو صرف ریا ہی کی جہت سے رکھا اسیطرح کبھی

ذکر سنتا ہی اور خوف کے مارے قوی ضعیف ہو جاتے ہین حتی کہ گر پڑتا ہی پھر شرم کرتا ہی کہ کوئی یون نہ کہے کہ بدون زوال عقل اور حالت
شدید کے کیسے گر گیا اس خیال سے تعریف لگتا ہی اور بتکلف وجد کرتا ہی تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ غشی کے باعث گرا تھا حالانکہ گرنے کی
ابتدا درست تھی ۔ اور کبھی عقل جاتی رہتی ہی اور گر پڑتا ہی مگر جلد افاقہ ہو جاتا ہی اسوقت دل پر گذرتا ہی کہ لوگ یہ کہینگے کہ ایسا
حال کیا ہی کہ ذرا دیر نہ ٹھہرا بجلی کی طرح چمک گیا تو اس خیال سے بہت دیر تک بناوٹ کرتا رہتا ہی اور ناچتا ہی تاکہ اپنا حال دیر پا ظاہر کرے
اسی طرح کبھی ضعف کے بعد جلد افاقہ ہو جاتا ہی اور ضعف بھی جلد جاتا رہتا ہی تو اس بات کا خوف کرتا ہی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ
بیہوشی اور حال ٹھیک نہ تھا ورنہ ضعف دیر تک رہتا پس اسکے باعث اظہار ضعف اور آہ کا دیر تک کرتا ہی کہین دوسرے کے
سہارے لگاتا ہی تاکہ معلوم ہو کہ ضعف کے سبب کھڑا نہین رہ سکتا کبھی چلنے مین جھک جھک پڑتا ہی اور قدم قریب قریب رکھتا ہی
اسلیے کہ ظاہر ہو کہ تیز نہین چل سکتا ۔ تو یہ سب باتین شیطان کے فریب اور نفس کے وسواس مین داخل ہین جب ایسے خطرے
ہون تو انکا علاج یہ ہی کہ خیال کرے کہ اگر آدمی میرے اس نفاق پر مطلع ہو جاوین اور دل کی بات پر آگاہ ہون تو بہت غصہ
ہون اور اللہ تعالے تو ہر وقت مطلع ہی اسکا غصہ بڑا سخت ہی ۔ حضرت ذوالنون مصری رح ایکبار کھڑے ہوے اور تھرانے لگے
ایک پیر جو انکے ساتھ کھڑے ہوے تھے کہ ان مین اثر تکلف کا معلوم ہوتا تھا حضرت ذوالنون رح نے فرمایا کہ اے شیخ الذی یراک
حین تقوم یعنی خدا تو تمھارے اس قیام کو دیکھتا ہی تکلیف کی کیا ضرورت ہی پس وہ شیخ بیٹھ گیا خلاصہ یہ کہ اس طرح کے سب اعمال
منافقون کے ہوتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ نعوذ باللہ من خشوع النفاق اور نفاق کا خشوع یہ ہی کہ اعضا تو خشوع کرین
اور دل مین خشوع نہو اور اسی قبیل سے ہی استغفار اور استعاذہ خدا تعالے کے غضب اور عذاب سے کہ یہ بھی کبھی تو دل
مین خوف سمانے اور گناہ یاد کرنے اور اسپر ندامت کرنے سے ہوتا ہی اور کبھی ریا کے باعث ہوتا ہی پس ایسے وساوس دل پر
قریب قریب ایک دوسرے کے بعد وارد ہو کر کام سے روکتے ہین اور ایک دوسرے مین ملتے جلتے بھی ہین اس لیے مناسب ہی
کہ جب آدمی کو خطرہ ہو تو تامل کرے کہ یہ کیا ہی اور کہان سے آیا اگر خدا کے لیے ہی تو اسیطرح کرے جیسا دل مین گذرا ہی مگر اسکے
ساتھ ہی ڈرنا بھی چاہیے کہ شاید کچھ ریا سے پوشیدہ اسمین نہ ملا ہو جسکی اطلاع نہوئی ہو اور عبادت کے قبول اور عدم قبول سے بھی
ترسان رہنا چاہیے کہ اخلاص اسمین ہوا ہی یا نہین اور جب اخلاص سے عمل کو شروع کیا ہی تو اس بات سے بھی احتراز چاہیے
کہ وسوسہ خواہش لوگون کی تعریف کا پھر نہ آنے پاوے اسواسطے کہ یہ بہت دفعہ آتا ہی جب کبھی آوے تو یہ دل مین سوچے کہ اللہ
میرے حال کا دانا بینا ہی اگر مین اسکی اطاعت سے لوگون کی تعریف چاہونگا تو اسکے غصہ مین پڑونگا اور وہ بات یاد کرے جو تین
آدمیون مین سے ایک نے حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت مین عرض کی تھی جب وہ تینون آپکے پاس آئے تھے اسنے کہا
تھا کہ اے ایوب آپکو معلوم نہین کہ بندہ کا عمل ظاہر جس سے نفس کی طرف سے فریب دیا کرتا ہی جاتا رہیگا اور امر باطن پر جزا دیا جاویگا
اور بعض اکابر یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھ سے اس بات کی پناہ مانگتا ہون کہ لوگ مجھے جانین کہ مین تجھسے ڈرتا ہون حالانکہ
تو مجھسے ناراض ہو اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون اس امر سے
کہ لوگون کی نظرون مین تو میرا ظاہر اچھا ہو اور انسے الگ ہو کر تیرے لیے میرا باطن برا ہو اپنے جی مین لوگون کے دکھلاوے کی
تو محافظت کرون اور تو جو میرے حال سے مطلع ہی اسکو برباد کرون لوگون کے واسطے تو اچھے عمل ظاہر کرون اور تیرے لیے
بُرے عمل پیش کرون حسنات سے تو لوگون کا تقرب چاہون اور تیری طرف سیئات لیکر آؤن اور تیرے غصہ اور ناراضی کا باعث
ہون اے پروردگار عالم ان سب باتون سے مجھکو پناہ دے ۔ اور حضرت ایوب کے پاس جو تین شخص آئے تھے ان مین سے ایک نے

کہا کہ اسے ایوب جو لوگ خدا سے حاجت مانگنے وقت اپنے ظاہر کی حفاظت اور باطن کی بربادی کرتے ہیں انکے منھ سیاہ ہونگے یہ ہیں فتنہ پرداز
ریا کی بندہ کو چاہیئے کہ دل کی خوب حفاظت کرے تاکہ آفات پر مطلع ہو جایا کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہو کہ ریا کے ستر دروازے ہیں اور
معلوم ہو چکا ہو کہ ان میں سے بعض پوشیدہ تر بعض سے ہیں یہانتک کہ کچھ چیونٹی کی چال کے موافق ہیں اور کچھ اس سے بھی پوشیدہ
اور ظاہر ہو کہ جو ایسی خفی چیز ہو اسکو بدون شدت تلاش اور حفاظت کے معلوم نہیں کرسکتا اور کوشش کے بعد بھی اگر معلوم ہو جاوے
تو غنیمت ہو پس تلاش و تجسس سے دل کے اور بدون امتحان نفس اور تفتیش اسکے فریبون کے توقع اُسپر مطلع ہونے کی رکھنی دشوار ہو خدا تعالیٰ
سب کو اپنے کرم و احسان اُن آفات سے بچاوے

گیارھوان بیان اس امر میں کہ مرید پر قبل عمل اور بعد عمل اور بیچ میں عمل کے کیا کرنا چاہیئے واضح ہو کہ سب سے
بہتر مرید کے حق میں یہ ہو کہ تمام اوقات میں اپنی طاعتون پر خدا تعالیٰ ہی کے علم پر قناعت کرے اور علم الٰہی پر اسی کو قناعت
ہوتی ہی جو خدا تعالیٰ ہی سے خوف کرے اور اسی سے توقع رکھے اور جو شخص غیر سے خوف و توقع رکھیگا وہ اُسکی اطلاع کا بھی خواہان
ہوگا کہ میرے عمدہ احوال کی اسکو اطلاع ہو پس جب یہ صورت کسی کی ہو تو چاہیئے کہ دل میں عقل و ایمان کی جہت سے اس امر کی
برائی کو لازم کرے اسلیئے کہ اسکے باعث یہ ڈر ہو کہ خدا تعالیٰ ناراض ہو جاوے اور جب ایسی طاعتیں بڑی اور شاق کرے جو اور لوگ
نہ کرسکیں اسوقت اپنے نفس کی حفاظت پر ضرور رہے اسلیئے کہ ایسے حال میں نفس کو انکے افشا کی کمال حرص ہوتی ہو اور کہتا ہو کہ تیرے
اس بڑے عمل یا ایسے عظیم خوف یا اس جیسے رونے پر اگر خلق کو اطلاع ہوگی تو تجکو سجدہ کرینگے اسلیئے کہ خلق میں اور کون ہو
جو ایسا کرسکے تو ایسے عمل کے چھپانے پر کیسے راضی ہو کہ لوگون کو تیرا مقام کیسے معلوم ہوگا اور کس طرح معلوم ہوگی اقتدا سے محروم رہینگے
غرض جب یہ صورت پیش ہو تو عابد کو چاہیئے کہ ثابت قدم رہے اور اپنے عمل کی برائی کے مقابلے میں عظمت ملک آخرت اور لذات
جنت کے جو ابد الآباد رہینگی یاد کرے اور یہ بھی سوچے کہ خدا کی طاعت پر بندون سے ثواب لینے میں کیسا بڑا غصہ اور عذاب الٰہی ہوگا اور
عمل کا ظاہر کرنا دوسرے پر گو اچھا معلوم ہوتا ہو مگر خدا کے نزدیک موجب تنزل ہو ثواب عمل کا بالکل کھو دیتا ہو اور پھر نفس کو یون
سمجھاوے کہ ایسے عمل کو میں لوگون کی تعریف کے بدلے میں کس طرح دے ڈالون وہ لوگ تو خود عاجز ہیں نہ میرے رزق پر قدرت رکھتے
ہیں نہ موت پر اسی بات کو دل میں جماوے ایسا نہو کہ یاس چھپا جاوے اور کہنے لگے کہ اخلاص تو زبردستون کا کام ہو جو خلط ملط کرنیوالے
ہیں انکی شان ایسی کہان ہوسکتی ہو اور اس باعث سے اخلاص میں مجاہدہ نہ کرے بلکہ یہ جان لینا چاہیئے کہ متقیون کی نسبت کر غیر متقیون
کو اخلاص کی حاجت زیادہ ہو اسلیئے کہ متقیون کی اگر نفلیں جاتی رہینگی تو فرائض تو کامل رہینگے غیر متقی کے تو فرائض میں بھی نقصان ہو
اور انکا نقصان نوافل ہی سے بھرا جاویگا اگر نوافل درست نہوئیں تو فرضون کے نقصان کے باعث تباہ ہو جاویگا غرضکہ غیر متقی کو
حاجت اخلاص کی زیادہ تر ہو اور تمیم داری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کو بندہ کے حساب کے
وقت اگر فرضون میں کمی ہوگی تو حکم ہوگا کہ دیکھو اسکی نفل بھی کوئی ہو یا نہیں اگر نفل نکلیگی تو اس سے فرض کا نقصان پورا ہو جاویگا
ورنہ ہاتھ پانون پکڑکر دوزخ میں ڈال دیا جاویگا انتہی تو قیامت میں جو شخص خلط ملط عمل میں کرتا ہو اُسی کو ضرورت فرضون کے
پورا کرنیکی ہوگی کہ اسکے فرض ناقص ہونگے اور گناہ کثرت سے اور گناہون کے کفارہ کی بھی حاجت ہوگی اور جبر نقصان فرض
اور کفارہ گناہ بدون نوافل میں اخلاص کیے نہیں ہوسکتا اور متقی جو نوافل میں اخلاص کرتا ہو تو وہ ترقی درجات کا خواہان ہی
ورنہ اگر نفل اسکے پاس نہوگی تب بھی نیکیان ضرور رہینگی جنسے جنت ملجاوے اس سے معلوم ہوا کہ خوف اطلاع خدا تعالیٰ کا
ہر وقت دل کے ساتھ رہنا ضرور ہی تاکہ نوافل صحیح ہون پھر بعد فراغ عمل کے بھی یہ خوف رہنا چاہیئے تاکہ اُس عمل کو ظاہر نہ کرے

اور لوگون سے نہ کہے جب یہ سب باتین کرچکے تو اس بات کا خوف چاہیے کہ کہین ایسا نہوا ہو کہ ریا کے پوشیدہ اسمین داخل ہوگیا ہو اور
مجھکو اطلاع نہوئی ہو اس بنا پر اپنے عمل کے قبول اور عدم قبول مین شک کرنا ضرور ہو یعنے یہ سوچے کہ ہوسکتا ہو کہ خدا تعالے نے
میری نیت خفیہ لکھ لی ہوا اور اُسکے سبب مجھسے ناراض ہو کہ میرا عمل میرے سر پڑے اور یہ شک اور خوف عمل کے وقت اور بعد عمل چاہیے
ابتدا سے نیت عمل مین نہ چاہیے بلکہ ابتدا مین تو اس بات کا یقین کرلے کہ مین مخلص ہون سوا رضائے خدا کے اور کچھ نہین چاہتا
تاکہ عمل درست ہوا اور جب عمل شروع کرنے پر ایک ایسا لحظہ گذر جاوے جسمین غفلت اور نسیان ہوسکتی ہو تو اس بات کا خوف مناسب حال
ہو کہ اس غفلت مین شاید کوئی شائبہ ریا خواہ عجب کا آگیا ہو جس سے عمل باطل ہوگیا ہو مگر توقع قبول کی اغلب ہو اسواسطے کہ عمل
اندر با اخلاص یقیناً داخل ہوا ہو اور اس بات مین شک ہو کہ ریا کے سبب عمل فاسد ہوگیا یا نہین تو یقینی بات کی طرف گمان غالب ہو
اور اس بات کے معلوم کرنے سے مناجات وطاعات مین بڑی لذت حاصل ہوتی ہو اسلیے کہ اخلاص تو یقینی ہو اور ریا مین شک ہو اور یہ شخص
جو اس شک سے بھی خوف کرتا ہو تو اسکا خوف اس قابل ہو کہ اگر وسوسہ ریا غفلت مین بھی ہوگیا ہو تو اسکو دور کردے۔ اور جو شخص
کہ لوگون کی کارروائی اور طلبہ کی تعلیم سے تقرب الہٰی کا قصد رکھتا ہو اسکو بھی چاہیے کہ اپنے نفس پر توقع ثواب کی کرے اس نظر سے کہ
جس آدمی کا کام نکالا دیگا اسکے دل کو سرور ہوگا اور جو علم سیکھیگا اسکے بموجب کام کریگا یہ دونون صورتین ثواب کی اسکے لیے مین
مگر صرف توقع ثواب ہی رکھنی چاہیے شکر اور مکافات اور ثنا خوانی کا خواہان نہو نہ طالب علم سے جسکی ضرورت نکالی ہو اس سے
ورنہ عمل جاتا رہیگا مثلاً اگر طالب علم سے توقع رکھے کہ پڑھانے کے عوض یہ میرا کام خدمت کریگا یا راہ مین ساتھ چلیگا تاکہ حشم
زیادہ ہو یا اور کسی کام مین تدبیر و فکر کریگا تو یہ شخص اپنی اجرت لے چکا اسکے سوا اور کچھ ثواب نہ ملیگا۔ ہان اگر اسنے کچھ نیت نہ کی تھی
صرف یہ قصد کیا تھا کہ جب یہ پڑھکر علم کے بموجب کام کریگا تو مجھکو بھی اتنا ہی ثواب ملا کریگا لیکن شاگرد نے خود بخود خدمت کی اور اسنے
اسکو قبول کیا تو اس صورت مین امید ہو کہ توقع ثواب کا باطل نہوگا بشرطیکہ استاد کو نہ اسکا انتظار درست ہو نہ ارادہ بجا شک کہ اگر شاگرد خدمت
نہ کرتا تو کچھ بعید نہ جانتا اور باوجود اسکے بزرگان سلف کے اکثر علما کبھی خدمت سے حذر کرتے تھے چنانچہ روایت ہو کہ ایک
عالم کنوین مین گر پڑے لوگ انکے نکالنے کو آئے اور رسی اندر ڈالی تو انھون نے اندر سے قسم دلائی کہ جس شخص نے مجھسے ایک آیت
بھی قرآن مجید کی پڑھی ہو یا حدیث سنی ہو وہ اس رسی کو ہاتھ نہ لگاوے اس خوف سے کہ مبادا اتنی خدمت لینے سے ثواب نہ جاتا رہے
اور شقیق بلخی رحمہ اللہ روایت کرتے ہین کہ مین نے ایک کپڑا حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس بطور ہدیہ بھیجا انھون نے مجھکو واپس کردیا
مین نے عرض کیا کہ یا حضرت مین تو آپسے حدیث نہین پڑھتا ہون کہ آپ پھیرے دیتے ہین انھون نے فرمایا کہ یہ تو مین بھی جانتا
ہون مگر تمھارا بھائی مجھسے حدیث پڑھتا ہو مجھے یہ خوف ہو کہ کہین اسکے لیے میرا دل اور ون کی بہ نسبت زیادہ نرم نہو جاوے
اور ایکبار ایک شخص انکی خدمت مین ایک تھیلی یا دو تھیلیان لایا اور اس شخص کا باپ آپ کا بڑا دوست تھا آپ اکثر اسکے پاس
تشریف لیجاتے تھے اس شخص نے عرض کیا کہ آپکے دل مین میرے باپ کی طرف سے کوئی بات ہو آپ نے فرمایا خدا اسکو بخشے وہ
ایسا اور ایسا تھا اسکی مدح و ثنا کی اسنے عرض کیا کہ آپ تو جانتے ہی ہین کہ یہ مال میرے قبضے مین اسی کے ترکے سے آیا ہو تو مین
اسقدر لایا ہون کہ آپ بھی اس سے اپنے عیال کی پرداخت فرماوین پس حضرت سفیان نے قبول کرلیا مگر جب وہ شخص چلا گیا تو اپنے
بیٹے مبارک سے کہا کہ جلد جاؤ اور اس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ شخص آیا تو آپنے فرمایا کہ اب میری مرضی یہ ہو کہ اپنا مال لیجاؤ
اسنے ہرچند اصرار کیا مگر آپ نے نہ مانا اور واپس کردیا شاید آپکی وجہ یہ ہوگی کہ اسکے باپ سے محبت للہ تھی تو برا جانا کہ اسکے مال مین سے
کچھ لیوین آپکے بیٹے مبارک کہتے ہین کہ جب وہ شخص مال لیکر چلا گیا مین نہ رہ سکا اور آپکی خدمت مین آکر عرض کیا کہ آپکو کیا ہو

یہ چند گنتی کے پیسے تھے انکو واپس کیون کردیا تمھارے بیان کیا کہ نہین تمکو مجھپر رحم نہین آتا اپنے بھائیون پر رحم نہین کرتے نہ ہمارے عیال پر رحم کرتے ہو غرض جتنا کہا گیا خوب کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک خدا سے ڈرو کھاؤ اور اڑاؤ تو تم اور اسکی بازپرس ہو مجھسے

اس بیان سے معلوم ہوا کہ عالم سے اگر کسی کو فیض ہو تو اسکے ثواب کا طالب صرف خدا سے ہو اور شاگرد کو بھی واجب ہی کہ وہ بھی ہمیشہ طالب خدا اور اسکے ثواب و منزلت کا رہے استاد کے نزدیک اور خلق کی نظرون مین عزیز ہونے کا خیال دل سے دور رکھے اور کبھی شاگرد کو یہ سوجھتی ہی کہ اگر ظاہر مین طاعت آلہی کرونگا تو اسکی نظرون مین رتبہ حاصل کرونگا اور اچھی طرح پڑھونگا مگر یہ خیال غلط ہی اسواسطے کہ طاعت آلہی سے ارادہ غیر اللہ کا کرنے سے نقصان تو اسیوقت ہوتا ہی اور علم کا مفید ہونا اور غیر مفید ہونا موہوم ہی پس عمل نقد کو اس موہوم فائدے کے عوض ضائع کرکے کیون نقصان اٹھاوے یہ امر تو سراسر ناجائز ہی بلکہ یون چاہیے کہ اللہ ہی کے واسطے پڑھے اور اسی کے واسطے عبادت کرے اور اسی کے لیے استاد کی خدمت کرے اسلیے نہ کرے کہ استاد کے دل مین جگہ ہو گی اگر یہ منظور رہو کہ تحصیل علم طاعت مین شمار ہو اسلیے کہ بندون کو یہی حکم ہی کہ سواے خدا کے اور کسی کی عبادت نہ کرین اور نہ اپنی طاعت سے غیر خدا کو چاہین اسی طرح جو اپنے ماں باپ کی خدمت کرے وہ اس قصد سے کرے کہ ماں باپ کی رضامندی مین خدا کی رضامندی ہی اس لیے نہ کرے کہ خدمت کرنے سے میری جگہ انکے دل مین ہو جاوے اور اسکو جائز نہین کہ طاعت خدا سے ریا اسلیے کرے کہ ماں باپ کے دل مین جگہ پیدا ہو کیونکہ یہ امر گناہ ہی اور کیا عجب ہی کہ خداوند کریم اسکا ریا برطرف کردے اور ماں باپ کی نظرون سے گرجاوے اور زاہد جو لوگون سے کنارہ کش ہو تو اسکو ہمیشہ خیال ذکر آلہی کا دل کے ساتھ رہنا چاہیے اور خدا تعالے کے واقف ہونے پر قناعت کرنی چاہیے اسکے دل مین یہ بات نہ گذرے کہ میرے زہد کا حال لوگون کو معلوم ہوجاوے اور وہ میری عظمت کرین اسلیے کہ اس سے تخم ریا مزرع سینہ مین بویا جاتا ہی یہانتک کہ عبادات کا کرنا تنہائی مین آسان ہوجاتا ہی اور چونکہ لوگ اسکی تکریم کرتے ہین اور اسکی گوشہ نشینی سے واقف ہین اسلیے بڑے اطمینان سے بیٹھا رہتا ہی اور اسکو خبر نہین کہ اسوجہ سے عمل مجھپر ہلکے معلوم ہوتے ہین

حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ مین نے معرفت ایک راہب سے سیکھی ہی جسکا نام سمعان تھا مین اسکے پاس اسکے گرجا مین گیا اور اس سے پوچھا کہ تم اس جگہ کب سے ٹھہرے ہو اسنے کہا کہ ستر برس سے مین نے پوچھا کہ آپ کی غذا کیا ہی اسنے کہا کہ اس سے تمھارا کیا مطلب ہی مین نے کہا کہ صرف پوچھنا منظور ہی اسنے کہا کہ ہر شب ایک چنا کھاتا ہون مین نے پوچھا کہ تمھارے دل مین ایسی کیا بات رہتی ہی کہ ایک چنا کافی ہوجاتا ہی اسنے جواب دیا کہ یہ لوگ جو تمھارے نظر کے سامنے ہین ہر سال مین ایک روز میرے پاس آتے ہین اور اس عبادتخانہ کو آراستہ کرتے ہین اور اسکے گرد طواف کرتے ہین اور میری بڑی تعظیم کرتے ہین پس جب کبھی میرا نفس عبادت سے کسل کرتا ہی تو مین اسکو اسی ایک ساعت کی عزت یاد دلاتا ہون تو ایک ساعت کی توقیر کے واسطے مین سال بھر مشقت اٹھاتا ہون پس اسے موحد تو ایک ساعت کی مشقت سے عزت جاوید حاصل کر اسکی اس بات سے میرے دل مین معرفت آلہی کی وقعت ہوئی پھر اسنے کہا کہ اسقدر بس ہی یا اور زیادہ دیکھا چاہتے ہو مین نے کہا کہ بہتر۔ کہا کہ اس عبادتخانہ سے نیچے اترو جب مین نیچے گیا تو اسنے ایک پڑیا مین بیس چنے لٹکا کر مجھے دیے اور کہا کہ دیر مین چلے جاؤ وہان کے لوگون نے مجھے لٹکاتے دیکھ لیا ہی مین دیر مین جو گیا تو سب نصارے میرے پاس جمع ہوگیے اور کہا کہ میان موحد مرشد نے تمکو کیا دیا ہی مین نے کہا کہ اپنی غذا دی ہے انھون نے کہا کہ تم اسکو کیا کروگے اسکے مستحق ہم لوگ ہین ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مین نے کہا اچھا بیس اشرفی کو بیچتا ہون انھون نے بیس اشرفیان دیکر چنے لے لیے مین پھر اس راہب کے پاس آیا اسنے پوچھا کہ چنے کیا کیے مین نے کہا کہ ان لوگون کے ہاتھ بیچ دیے اسنے پوچھا کتنے کو مین نے کہا بیس اشرفیون کو اسنے کہا کہ تم چوک گئے اگر بیس ہزار اشرفیان مانگتے تو وہ تمھین

دیتے بیان ہو چکا یہ عزت اس شخص کی ہی جو اسکو عبادت نہیں کرتا اور جو خاص اُسکی عبادت کرتا ہی اسکا کیا کہنا ہوا اب تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ
اور چلنا پھرنا چھوڑ دو انتہی اور مقصود یہ ہی کہ نفس کو جب اپنی عزت لوگوں کے دلوں میں معلوم ہوتی ہی تو تنہائی میں بھی سبب مجاہدہ ہوتی ہی
مگر کبھی بندہ کو اسکی اطلاع نہیں ہوتی اسلیے ضرور ہوا کہ اس سے پرحذر رہنا چاہیے اور نشان سلامتی کا یہ ہی کہ آدمی اور بہائم عابد کے نزدیک
ایک سے معلوم ہوں اگر بالفرض لوگوں کا اعتقاد اس سے پھر جاوے تو دل تنگ نہو اور نہ واویلا کرے اور اگر تھوڑی سی کراہت دل میں
آوے بھی تو اسکو فوراً اپنی عقل و ایمان سے دفع کرے حتی کہ اگر مثلاً یہ شخص عبادت میں ہو اور تمام لوگ اسپر مطلع ہو جاویں تو انکی اطلاع
سے نہ تو کچھ خشوع اسکا زیادہ ہو اور نہ دل پر سرور اور اگر کچھ ایک وسوسہ اسکو حاصل ہو تو اس بات کی دلیل ہی کہ ابھی ضعیف ہی لیکن اگر
اسکے رد کرنے کی قدرت عقل و ایمان کے زور سے رکھتا ہی اور دفع کی طرف مبادرت کرکے اسکو مانتا ہی نہیں تو مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ
اسکی سعی ضائع نہ جاویگی اور اگر لوگوں کے دیکھنے کے وقت خشوع و بستگی اس لئے سے زیادہ کرے کہ لوگ زیادہ نہ کھلکھلیں اور تضییع اوقات
نہ کریں تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں لیکن اسصورت میں دھوکا بھی ہو اسلیے کہ اظہار خشوع کے لیے نفس کی شہوات بعض اوقات پوشیدہ ہوتی ہی
مگر اسکے اظہار کے لیے بہانہ یہ کر لیتا ہی کہ مجھکو لوگوں کے ساتھ زیادہ اختلاط منظور نہیں اور اسکے اس دعوی کا آزمانا سہل ہی باین طور کہ
تامل کرے کہ لوگوں کی بندش تو اسطرح بھی ہو سکتی ہی کہ دوڑکر چلنے لگوں یا بہت ہنسا کروں یا بہت کھانے لگوں پس اگر نفس بندش کے
لیے ان باتوں کو گوارا کرے تو بہتر ہوا اور اگر بندش کے لیے عبادت ہی کو چاہے تو اس سے غالباً اسکی مراد یہی معلوم ہوتی ہی کہ اپنی
منزلت لوگوں کے دلوں میں چاہتا ہی اور اس سے وہی بچیگا جسکے دل میں جما ہوا ہی کہ سوائے خدا کے اور کوئی موجود نہیں اور عمل ایسی
طرح کرے کہ گویا زمین کے پردہ پر اکیلا وہی ہی کوئی دیکھنے والا نہیں تو ایسے شخص کے دل میں خلق کا خطرہ اول تو ہوتا ہی نہیں اور اگر
ہوتا بھی ہی تو بہت ضعیف ہوتا ہی کہ اسکا دور کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا جب آدمی اس حال پر ہوتا ہی تو لوگوں کے دیکھنے سے کچھ متغیر نہیں
ہوتا اور اس حال کے ٹھیک ہونے کی یہ پہچان ہی کہ اگر بالفرض اسکے دو یار ہوں ایک تو انگر دوسرا مفلس تو تو انگر کے آنے کے وقت
نفس میں زیادہ خوشی اسکی تعظیم کی بہ نسبت فقیر کے نہو بشرطیکہ اور کوئی وجہ تعظیم کی سوائے تو انگری کے نہو مثلاً اگر تو انگر عالم ہو یا متقی
ہو تو اسوقت البتہ اسکی تعظیم اس وصف خاص کی جہت سے کر سکتا ہی تو انگری کو اسمیں کچھ دخل نہیں اور جو شخص کہ اغنیا کے دیکھنے
سے زیادہ راحت پاتا ہو بہ نسبت فقیر کے تو وہ ریاکار اور لالچی ہی ورنہ فقیروں کے دیکھنے سے تو رغبت آخرت زیادہ ہوتی ہی دل پر
مسکنت کی محبت ہوتی ہی اور اغنیا کا دیکھنا اسکے برعکس ہی تو کسطرح تو انگروں کی ملاقات سے زیادہ راحت بہ نسبت فقرا کے ہو سکتی
ہی اور روایت ہی کہ جیسی ذلت تو انگروں کو حضرت سفیان ثوری رح کی مجلس میں ہوتی تھی ایسی اور جگہ نہیں ہوتی تھی آپکا دستور
تھا کہ تو انگروں کو پچھلی صف میں بٹھلاتے تھے اور اگلی صف میں فقرا ہوتے تھے یہانتک کہ تو انگر انکی مجلس میں تمنا کرتے تھے
کہ کاش ہم فقیر ہوتے ۔ ہاں ایک اور صورت تعظیم غنی کی ہی کہ اس سے قرابت ہو یا کوئی حق یا دوستی سابقہ رکھتا ہو الا اسصورت میں
بھی یہ شرط ہی کہ اگر یہی علاقہ کسی فقیر میں بھی پایا جاوے تو پھر غنی کو فقیر پر ترجیح نہ دے اسلیے کہ فقیر کا رتبہ خدا کے نزدیک غنی سے
زیادہ ہی اب اگر کوئی غنی ہی کو ترجیح دینے لگے تو معلوم ہوگا کہ اسکے مال کی لالچ سے اسکے ساتھ ریا کرتا ہی۔ پھر اگر پاس بٹھلانے میں
مساوات غنی اور فقیر کی سمجھے تو یہ خوف ہی کہ کہیں حکمت و خشوع غنی کے سامنے بہ نسبت فقیر کے زیادہ ظاہر نہ کرے یہ امر ریاء خفی یا طمع
خفی سے سرزد ہوا کرتا ہی جیسا کہ ابن سماک نے اپنی لونڈی سے کہا تھا کہ نہیں معلوم کیا سبب ہی جب میں بغداد میں آتا ہوں تو مجھ
حکمت کا دروازہ کھلجاتا ہی یعنی کلام حکمت آمیز بہت کہتا ہوں اسنے جواب دیا کہ لالچ سے آپ کی زبان تیز ہو جاتی ہی اور واقع میں
اسنے درست کہا تو انگر کے سامنے زبان ایسی کھلتی ہی کہ ایسی فقیر کے سامنے نہیں کھلتی اسیطرح خشوع بھی تو انگر کے سامنے آتا ہوتا ہی

کہ فقیر کے سامنے نہین ہوتا غرضکہ شیطان کے خفیہ مکر و فن اس باب مین بہت ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا اور انسان کو اُنسے جبھی نجات ملتی ہی جبکہ ماسوا اللہ کو دل سے نکال دے اور صرف نفس پر خوف مدت العمر کیا کرے۔ اور اُسکا آگ مین جانا ایسے شہوات کے سبب ہو جا جلد برطرف رہتے ہین اور چند روز مین علحدہ ہو جا ئینگے پسند نہ کرے اور دنیا مین ایسی طرح رہے جیسے کوئی بادشاہ کہ شہوتون نے اُسکو گھیر رکھا ہو اور لذات سب طرح کے اُسکے پاس ہون مگر اُسکے بدن مین ایسا مرض ہو کہ اگر ذرا بھی شہوات مین قدم زیادہ دہرے تو مر جانے کا خوف ہو اور جانتا ہو کہ اگر ہین پرہیز کرونگا اور اُن شہوات سے بچونگا تو زندگی بنی رہیگی اور سلطنت بھی قائم رہیگی اور اس خیال سے طبیبون اور عطارون کی مجالست اختیار کرے اور نفس کو تلخ اور بدمزہ دواؤن کے پینے کا عادی کرکے سب لذات کو ترک کرے تو ہر چند قلت غذا کے باعث اُسکا بدن ہمیشہ لاغر ہوتا جائیگا لیکن ویسی ہی بیماری بھی روز بروز شدت پرہیز کے باعث کم ہوتی جاویگی پس جب کبھی نفس اُسکا کسی شہوت کی تمنا کریگا تو تمام درد و تکلیفین مرض کی خیال مین پھر جاوینگی جنکا انجام موت ہی اور موت کے سبب سلطنت بھی جاتی رہیگی دشمن خوش ہونگے اور اگر دوا کی سختی نفس پر ناگوار ہوگی تو اُس سے جو شفا اور تندرستی آگے کو ہوتی ہی وہ دہیان مین آویگی کہ تندرست ہو کر سلطنت مین چین کرینگے اور فارغ البالی سے حکومت کرتے رہینگے اس تامل سے لذتون کا چھوڑنا اور مکروہات پر صبر کرنا ہلکا معلوم ہوگا یہی حال ایماندار کا ہی جو سلطنت آخرت کی تمنا رکھتا ہو وہ بھی ایسی چیزون سے جو آخرت مین مہلک ہون یعنی لذات دنیاوی سے احتراز کرتا ہو اور اُن مین سے قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہو اور لاغری اور پژمردگی اور وحشت اور حزن و خوف اور ترک مونست خلق سے اسلیے پسند کرتا ہے کہ اُسے یہ ڈر ہوتا ہی کہ کہین خدا کا غضب نازل ہو کر تباہ نہو جاؤن اور یہ توقع ہوتی ہی کہ عذاب الٰہی سے نجات پاؤن اسی لیے یہ سب باتین سہل و آسان معلوم ہوتی ہین کیونکہ انجام کار کا یقین اور اعتقاد شدت سے ہوتا ہی اور اس بات کا بھی کہ میرے لیے دولت پائدار رضاے الٰہی کی ابدالآباد کے واسطے مہیا ہی پھر یہ بھی اُسکو معلوم ہی کہ خداے تعالے کریم و رحیم ہی جو لوگ اُسکی رضا جوئی کرتے ہین اُنکو مدد دیتا ہی اور عطوفت و رافت فرماتا ہی اگر وہ چاہتے تو اپنے بندون کو رنج و مشقت کی پروا نہ رکھے لیکن اپنی حکمت و عدل سے اُنکا امتحان اور صدق ارادت کو معلوم کرنا منظور ہی اسیواسطے یہ حکم عبادت کا صادر فرمایا ہی پھر جب اول اول آدمی مشقت اختیار کرتا ہی تو خداوند کریم اُسکی طرف متوجہ ہو کر مدد و عنایت فرماتا ہی اور کام کو آسان کر دیتا ہی گرانی اور کسل کو دور فرما کر صبر کرنا سہل اور طاعت کو محبوب کر دیتا ہی پھر طاعت اور مناجات کی وہ لذت عنایت فرماتا ہی جس سے تمام لذتین بھول جاتی ہین اور شہوات کے فنا کرنے کی طاقت دیتا ہی بلکہ خود اُنکو دبا دینے کا کفیل ہو جاتا ہی اور مدد پر مدد پہونچائے جاتا ہی اسلیے کہ کریم اپنے امیدوار کی کوشش ضائع نہین کیا کرتا اور نہ اپنے محب کی کی آرزو سے محروم کرے وہ خود ارشاد فرماتا ہی جیسا کہ حدیث قدسی مین وارد ہی کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہی مین اُسکی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہون اور فرماتا ہی کہ نیک بندون کا شوق میری ملاقات کی طرف زیادہ ہی اور مین اُنکے ملنے کا اُنسے بھی زیادہ شائق ہون سبحان اللہ بندے کو چاہیے کہ شروع مین اپنی کوشش اور صدق و اخلاص کو گذرے اور پھر عنقریب اور جو کچھ خداتعالی کے جود و کرم و رافت و رحمت کا لائق ہی اُسکا تماشا کرے قطعہ

بردرش ساکن شو و بیخانہ باش + دعوی ہمی مکن پروانہ باش + تا ببینی چاشنی زندگی + سلطنت یابی نہان در بندگی

نوان باب کبر و عجب کی برائی مین

رباعی جبار و قدیم ہی وہ دارا ے جہان ° پس عجب اور کبر ہی اُسی کو شایان

انسان کے لیے نہین تکبر شایان ۔ جب اسکی سرشت ہو حدوث اور امکان

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فیہما قصمتہ ایک حدیث مین وارد ہی ثلث مہلکات شح مطاع وہوی متبع واعجاب المرء بنفسہ پس کبر و عجب دو مرض مہلک ہین اور متکبر اور معجب روگی ہین اور خدا کے نزدیک مبغوض اور مغضوب اور از انجا کہ اس جلد مین ہمکو غرض بیان مہلکات سے ہی تو ضرور ہوا کہ کبر اور عجب کا بیان کیا جاوے کہ یہ دونون بڑے خطرات مہلک ہین ہم اس باب کو دو فصلون پر منقسم کرکے ایک مین ذکر کبر کا اور دوسرے مین عجب کا کرتے ہین ۔

فصل اول کبر کے بیان مین مشتمل دس بیانون پر

فصل اول کبر کی مذمت کا ۔ کلام مجید مین خداے تعالی نے بہت جگہ مذمت کبر کی اور جبار و متکبر کی فرمائی ہی مثلاً فرمایا ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق اور فرمایا کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار اور فرمایا واستفتحوا وخاب کل جبار عنید اور فرمایا انہ لا یحب المستکبرین اور فرمایا لقد استکبروا فی انفسہم وعتوا عتوا کبیرا اور فرمایا ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین غرضکہ مذمت کبر کی قرآن شریف مین کثرت سے ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من کبر ولا یدخل النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث قدسی بزبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مروی ہی کہ خداے تعالی فرماتا ہی کہ کبریا میری چادر ہی اور عظمت میرا تہمد ہی جو کوئی ان مین مجھسے نزاع کرے گا اسکو مین دوزخ مین ڈال دونگا اور مجھکو کچھ پروا نہ کرونگا اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن رض روایت کرتے ہین کہ ایکبار حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض مروہ پر ملے اور وہان کچھ ٹھہرے بعد اسکے اول صاحب تو تشریف لے گئے اور دوسرے کھڑے ہوے روتے رہے لوگون نے سبب گریہ کا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ عبد اللہ رض بن عمرو نے مجھسے یون کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ جس شخص کے دل مین ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا اسکو خداے تعالی اوندھے منھ دوزخ مین ڈالیگا اور ایک حدیث مین یون وارد ہی کہ آدمی اپنے آپ کو یہانتک اونچا کرتا رہتا ہی کہ انجام کو جبارون کی فہرست مین درج ہو جاتا ہی اور جو عذاب کہ انکو پہونچتا ہو وہی اسکو بھی ہوتا ہی ۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایکروز انسانون اور جنون اور چرند پرند کو فرمایا کہ باہر چلو دو لاکھ آدمی اور دو لاکھ جن وغیرہ باہر نکلے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اونچے اٹھائے گئے یہانتک کہ آواز آسمان کے فرشتون کی تسبیح کی آپ نے سنی پھر آپ نیچے اتارے گئے یہانتک کہ آپ کے پاؤن سمندر سے لگ گئے وہان ایک آواز سنی کہ اگر تمہارے آقا یعنی حضرت سلیمان کے دل مین ذرہ برابر بھی کبر ہوتا تو اسکو جتنا اونچا کیا تھا اس سے زیادہ زمین مین اتار دون ۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین سے ایک گردن نکلیگی جسمین دو کان سننے والے اور دو آنکھین دیکھتی ہوئی اور ایک زبان بولتی ہوئی ہوگی وہ یہ کہیگی کہ مجھکو تین قسم کے آدمی حوالہ ہوئے ہین اول جبار عنید دوم جو لوگ مشرک ہین سوم مصور اور یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا لا یدخل الجنۃ بخیل ولا جبار ولا سیئ الملکۃ اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ جنت دوزخ مین باہم گفتگو ہوئی دوزخ نے کہا کہ مجھکو متکبرین اور جبارین ملینگے جنت نے کہا کہ پھر مین نے کیا کیا ہی جو مجھکو ضعیف اور ادنا درجے کے اور عاجز لوگ ملینگے اللہ تعالی نے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہی تجھ سے جسپر مین چاہونگا رحمت کرونگا اور دوزخ کو فرمایا کہ تو میرا عذاب ہی تجھ سے جسکو چاہونگا عذاب دونگا اور تم

دونون

ذلتون کو لوگون سے بھر دونگا - اور ایک حدیث مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برا بندہ وہ ہی جو جبر و تعدی کرے اور سب سے بڑے جبار کو بھول جاوے اور برا بندہ وہ ہی کہ جبر کرے اور اتراوے اور کبیر متعال کا دھیان نہ رکھے اور برا بندہ وہ ہی کہ سہو اور لہو مین رہے اور قبرون اور خاک ہوجانے کی یاد بالاے طاق رکھے اور برا بندہ وہ ہی کہ سرکشی کرکے حد سے گذر جاوے اور ابتدا اور انتہا کی اسکو یاد نہ آوے - اور ثابت رض فرماتے ہین کہ کسی شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص کیا بڑا متکبر ہی آپ نے فرمایا کہ اسکے پیچھے کیا موت نہین ہی اور حضرت عبداللہ بن عمرو رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی انھون نے اپنے دو بیٹون کو بلایا اور فرمایا کہ مین تمکو دو چیزون سے منع کرتا ہون اور دو چیزونکا امر کرتا ہون شرک اور کبر سے تو منع کرتا ہون لا الہ الا اللہ کا حکم کرتا ہون کیونکہ زمین و آسمان مع مافیہا اگر ایک پلہ مین رکھے جاوین اور یہ کلمہ طیبہ دوسرے پلہ مین رکھا جاوے تو اسی کا پلہ بھاری ہوگا اور اگر بالفرض آسمان و زمین اور ان دونون کی چیزون کا ایک حلقہ ہو اور لا الہ الا اللہ اسپر رکھدیا جاوے تو حلقہ کو توڑ دیگا اور دوسری بات جسکا امر کرتا ہون سبحان اللہ و بحمدہ ہی کہ ہر ایک چیز کی نماز ہی اور اسی سے ہر ایک چیز کو رزق دیا جاتا ہی اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ خوشا حال اس شخص کا جسکو خداے تعالے اپنی کتاب سکھلاوے اور وہ جبار ہوکر نہ مرے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اہل النار کل جعظری جواظ مستکبر جماع مناع واہل الجنۃ الضعفاء المقلون اور ایک حدیث مین فرمایا کہ تم مین ہمارا زیادہ محبوب اور قریب آخرت مین وہ ہوگا جسکے اخلاق سب مین عمدہ ہون اور سب سے زیادہ مبغوض اور بعید وہ ہوگا جو فضول گو ہو اور فصاحت جتانے کو باچھین پھاڑ پھاڑ باتین کرے اور متکبر ہو اور ایک حدیث مین یہ روایت ہی کہ قیامت کو متکبر لوگ آدمیون کی سی صورت کی چونٹیان بنکر اٹھینگے اور لوگ انپر پانون رکھکر چلینگے ہر ایک طرح کی ذلت انپر سوار ہوگی پھر جہنم کے قیدخانہ مین جسکو بولس کہتے ہین مقید ہونگے اور سب آگون کی آگ انکو آلگے گی دوزخیون کے نچوڑ اور پیپ گارہ پینے کو ملیگا اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبار و متکبر قیامت مین چونٹیون کی صورت مین اٹھینگے اور لوگ انکو پامال کرینگے اسلیے کہ انھون نے خدا کو ذلیل سمجھا تھا - اور محمد بن واسع فرماتے ہین کہ مین بلال بن ابی بردہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمھارے باپ نے مجھے ایک حدیث اپنے باپ کی زبانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ مین ایک جنگل ہی جسکو ہبہب کہتے ہین اور خداے تعالی کو یہی منظور رہی کہ اسمین جبار لوگ رہین پس اے بلال تم اپنے آپ کو اسمین رہنے سے محفوظ رکھنا - اور ایک حدیث مین یون وارد ہی کہ دوزخ مین ایک مکان ہی جسمین متکبرون کو ڈالکر بند کر دینگے اور ایک حدیث مین فرمایا اللہم انی اعوذ بک من نفخۃ الکبریاء اور فرمایا کہ جو تین باتون سے بری ہوکر مریگا جنت مین داخل ہوگا اول ان مین سے کبر ہی دوم قرض سوم خیانت اور آثار بھی کبر کی برائی مین منقول ہین مثلا حضرت ابوبکر صدیق رض نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ جانے اسلیے کہ مسلمان مین جو صغیر ہی وہ خدا کے نزدیک بڑا ہی - اور وہب رح فرماتے ہین کہ جب خداے تعالی نے جنت عدن پیدا کیا تو اسکی طرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ تو متکبر پر حرام ہی - اور احنف بن قیس رح مصعب بن زبیر کے برابر تخت پر بیٹھا کرتے ایک روز جو تشریف لائے تو وہ پانون پھیلائے ہوتے تھا اور انکو اکٹھا نہ کیا وہ جو بیٹھے تو کہین پانون دب گیا آپ نے اسکے چہرے سے معلوم کیا کہ اسکو پانون کا دبنا برا معلوم ہوا تو فرمایا کہ تعجب ہی کہ آدم زاد تکبر کرے حالانکہ وہ پیشاب کی جگہ سے دو بار نکلا ہی یعنی ایکبار جب نطفہ تھا اور ایکبار پیدایش کے وقت - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ تعجب ہی آدمی سے ہر روز ایک یا دو بار اپنے ہاتھ سے پاخانہ دھوتا ہی پھر تکبر کرتا ہی اور آسمانون و زمین کے جبار کا مقابلہ کرتا ہی اور اس آیت مین وفی انفسکم افلا تبصرون بعض مفسرین نے فرمایا کہ بول و براز کی راہ کی طرف اشارہ ہی اور حضرت محمد بن حسین بن علی علیہما السلام فرماتے ہین کہ جس شخص کے دل مین کسی قدر کبر آتا ہی اسی قدر اسکی عقل کم ہوجاتی ہی اگر کبر کم ہوگا تو عقل کا نقصان بھی کم ہوگا اور اگر زیادہ تو زیادہ اور حضرت سلمان رض سے کسی نے پوچھا کہ ایسی بدی کونسی ہی جسکے ہوتے نیکی مفید نہو آپ نے فرمایا کہ وہ

کبر ہو۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رح نے منبر پر فرمایا کہ شیطان کے پاس بہت سے پھندے اور جال ہین منجملہ اسکے پھندون اور جال کے خدا کی نعمتون پر اترانا اور اسکی عطا پہ فخر کرنا اور اسکے بندون پر تکبر کرنا اور سوا ے ذات خدا کے اور چیزون مین آرزو کا اتباع کرنا ہی خدا تعالے ہمسکو دین و دنیا مین اس سے بچا وے۔

دوسرا بیان اترانے کی برائی اور رستہ چلنے اور کپڑون کے لٹکانے سے اظہار تکبر کی مذمت مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا ینظر اللہ الی رجل یجر ازارہ بطرا اور فرمایا بینما رجل یتبختر فی بردیہ اذ اعجبتہ نفسہ خسف اللہ بہ الارض فہو یتجلجل فیہا الی یوم القیامۃ اور فرمایا من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین کہ مین حضرت عبداللہ بن عمر رض کی خدمت مین گیا اسوقت عبداللہ بن واقد نئے کپڑے پہنے انکے پاس کو گذرے آپ نے فرمایا کہ ای لڑکے اپنی ازار اونچی کر مین نے سنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی ازار کو اترا کر کھینچیگا اسکی طرف قیامت مین خدا ے تعالے نہ دیکھیگا۔ اور روایت ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کف مبارک پر تھوکا اور اسپر انگشت مبارک رکھکر فرمایا کہ خدا ے تعالے ارشاد فرماتا ہی کہ ای ابن آدم کیا تو مجہسے بچ جاویگا مین نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہی جب مین تجھے ہٹا کٹا کر دیا تو تو لباس مین ایسا چلتا ہی کہ زمین بھی فریاد کرتی ہی تو نے مال جوڑا اور کسی کو نہ دیا جب روح چنبر گردن مین پہنچی تو کہنے لگا کہ مین صدقہ کرونگا وہ وقت صدقہ کا کہان ہی اور ایک حدیث شریف مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جب میری امت تکبر سے چلنے لگے گی اور فارس اور روم انکی خدمت کرنے لگینگے اسوقت خدا تعالی ان مین سے بعض کو بعض پر مسلط کر دیگا۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہی کہ جو شخص اپنے جی مین بڑا بنا ہو اور چال مین اتراتا ہی وہ خدا کے سامنے ایسے حال مین جائیگا کہ خدا ے تعالے اسپر غصہ ہو۔ آثار ابو بکر ہذلی روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس بیٹھے تھے اتنے مین وہان کو ابن اہتم کا گذر ہوا جو پاخانہ کو جاتا تھا اور کئی کرتے ریشمی پہنے تھا جو پنڈلی پر ایک دوسرے کے اوپر تہ بتہ کر رکھے تھے اور ان مین سے قبا کھل رہی تھی اور اسکی چال مین تبختر پایا جاتا تھا حضرت حسن رح نے ایک نگاہ اسکو دیکھا اور کہا کہ اف ہی اس ناک پھلانے کرچکانے گردن مروڑنے پر اپنے دونون طرف دیکھتا جاتا ہی اسے بیوقوف اپنے دونون طرف کیا دیکھتا ہی دونون طرف نعمتین ہین جنکا تو نے نہ شکر ادا کیا نہ انکو زبان پر لایا نہ انکے باب مین جو کچھ خدا ے تعالے نے حکم کیا تھا اسکو مانا نہ جو حقوق خداوندی ان مین تھے انکو ادا کیا بخدا کہ لوگ ایسا چلتے ہین کہ انکی طبیعت یہ چاہتی ہی کہ پاگلون کی طرح جھٹک جھٹک پڑے یہ نہین معلوم کہ ہر عضو مین اعضا سے خدا کی ایک نعمت موجود ہی اور شیطان اس سے کھیل بنانے کو تیار ہی ابن اہتم یہ سنکر لوٹ آیا اور آپ کی خدمت مین عذر کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ مجہسے عذر کیا کرتے ہو خدا کے سامنے توبہ کرو خدا ے تعالے کا ارشاد نہین سنا کہ فرماتا ہی ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا اور ایک بار آپ کے پاس ایک جوان عمدہ لباس پہنے گذرا آپ نے اسکو بلایا اور فرمایا کہ آدمی اپنی جوانی اور جمال پر اکڑتا ہی یون سمجھنا چاہیے کہ قبر نے بدن کو چھپا یا اور عمل سامنے آگئے جاو اپنے دل کا علاج کرو بندون سے خدا کی غرض اتنی ہی ہی کہ انکے دل درست ہون۔ اور روایت ہی کہ ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے قبل خلافت حج کیا انکو طاوس رح محدث نے دیکھا کہ چال مین تکبر پایا جاتا ہی تو اپنی انگلی آپ کے پہلو مین ماری اور کہا کہ جسکے پیٹ مین غلیظ بھرا ہو اسکی چال یون نہین ہوتی آپ نے بطریق معذرت انسے فرمایا کہ چچا صاحب اس چال پر میرا ہر ایک عضو پٹا گیا ہی جب مین نے اسکو سیکھا ہی۔ اور محمد بن واسع نے اپنے لڑکے کو اتراتے دیکھکر بلایا اور کہا کہ تجھے معلوم ہی کہ تو کون ہی اور تیری ماں تو وہ تھی جسکو مین نے دو سو درم کو مول لیا تھا اور تیرا باپ ایسا ہی کہ خدا ے تعالے مسلمانون مین ایسے بہت نہ کرے۔ اور حضرت ابن عمر رض نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے پائچے لٹکائے تھا آپ نے دو مین بار فرمایا کہ شیطان کے بھی بہت بھائی ہین۔ اور روایت ہی کہ مطرف بن عبداللہ رح نے مہلب کو دیکھا کہ حریری جبہ پہنے تبختر کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ

اے بندۂ خدا اس چال کو خدا اور رسول بُرا جانتے ہین اُسنے جواب دیا کہ تم مجھے جانتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہان جانتا ہون اول مین تو نطفہ خراب تھا
اور انجام کو ایک مردار ناپاک ہوگا اور درمیان غلاظت کو لادے پھرتا ہی یہ سنکر چلا گیا اور وہ چال چھوڑ دی۔ اور حضرت مجاہد رضؓ نے تمیطی کے معنی
اس آیت مین ثم ذہب الی اہلہ یتمطی یہی فرماتے ہین کہ تبختر کرتا ہی۔ اور اب انکی کہ ہمنے کبر اور اترانے کی برائی لکھی تو مناسب معلوم ہوتا ہی کہ تواضع
کی فضیلت بھی لکھین۔

تیسرا بیان تواضع کی فضیلت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ ما زاد اللہ عبداً بالعفو الا عزاً وما تواضع احد للہ
الا رفعہ اللہ اور ایک حدیث مین یون فرمایا ہی کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہین اور اسکو لگام سے روکتے رہتے ہین پس اگر وہ
اپنے نفس کو اونچا کرتا ہی تو وہ لگام تانتے ہین اور کہتے ہین کہ الٰہی تو اس شخص کو پست کر اور اگر فروتنی کرتا ہی تو دعا دیتے ہین کہ الٰہی اسکو
بلند کر۔ اور فرمایا کہ خوشحال وہ شخص ہی کہ مسکنت کی حالت مین نہو اور فروتنی کرے اور مال جو بے معصیت جمع کیا ہو اسکو خرچ کرے اور اہل ذلت و
مسکنت پر رحم کرے اور فقہ و حکمت والون سے ملے۔ اور ابو سلمہ مدینی اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد قبا مین تشریف رکھتے تھے اور روزہ دار تھے افطار کے وقت ہم ایک پیالہ دودھ کا تھوڑا سا شہد ملا کر
لائے جب آپ نے اسکو اٹھا کر چکھا اور شہد کا مزہ معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا چیز ہے ہمنے عرض کیا کہ تھوڑا سا شہد اسمین ڈال دیا ہی آپ نے
پیالہ رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہین کرتا ہون اور پھر یہ کلمات ارشاد فرمائے من تواضع للہ رفعہ اللہ ومن تکبر وضعہ اللہ ومن
اقتصد اغناہ اللہ ومن بذر افقرہ اللہ ومن اکثر ذکر اللہ احبہ اللہ اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ اپنے
گھر مین کھانا کھاتے تھے ایک سائل دروازہ پر آیا اور اسکو ایسا مرض مزمن تھا کہ اس سے گھن آتی تھی آپ نے اسکو اجازت دی جب وہ
اندر آیا تو آپ نے اسکو اپنے برابر بٹھایا اور کہا کہ کھانا کھا ایک شخص قریش مین سے اس سے رکا اور گھن کی تو وہ شخص نہ مرا جب تک کہ وہی
سائل کے موافق ایاہج نہو گیا اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو میرے پروردگار نے فرمایا کہ دو باتون مین سے جونسی چاہون
پسند کر لون یا تو بندہ اور رسول ہون یا بادشاہ اور نبی ہون مگر مجھکو معلوم نہ تھا کہ کونسی بات کو اختیار کرون اور فرشتون مین میرے دوست
جبرئیل تھے مین نے انکی طرف سر اٹھایا انھون نے فرمایا کہ خدا کے سامنے تواضع کرو مین نے عرض کیا کہ بندہ اور رسول رہونگا اور حضرت
موسی علیہ السلام پر خدا تعالےٰ نے وحی کی کہ مین نماز ایسے شخص کی قبول کرتا ہون جو میری عظمت کے سامنے فروتنی کرے اور میرے
بندون پر بڑا نہ بنے اور اپنے دل مین میرا خوف ساتھ لے اور دن بھر میرے ذکر مین مشغول رہے اور اپنے نفس کو شہوات سے میرے
لیے روکے۔ اور ایک حدیث شریف مین آپ نے فرمایا کہ الکرم التقوی والشرف التواضع والیقین الغنی اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے
ہین کہ مژدہ ہو ان لوگون کو جو دنیا مین تواضع کرتے ہین کہ وہ قیامت کو منبرون پر بیٹھینگے اور مژدہ ہو ان لوگون کو جو دنیا مین لوگون کے
درمیان صلح کراتے ہین کہ وہ قیامت مین جنت فردوس کے مالک ہونگے اور مژدہ ہو ان لوگون کو جو دنیا مین اپنے دل کو پاک کرتے ہین کہ
وہ قیامت کو ایسے ہونگے جنکو دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ اور بعضون کا قول ہی کہ مجھکو یہ روایت پہونچی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب خدا تعالےٰ کسی بندے کو اسلام کی ہدایت کرتا ہی اور اسکی صورت اچھی بناتا ہی اور ایسی جگہ مین رکھتا ہی جو اسکو نازیبا نہین ہوتی اور
باوجود اسکے اسکو تواضع بھی عنایت فرماتا ہی تو ایسا شخص خدا تعالےٰ کے خاص بندون مین سے ہوتا ہی اور ایک حدیث شریف مین ہی جابر

[illegible]

چیزین ایسی ہین کہ وہ اُسی کو ملتی ہین جسکو خدا دوست رکھتا ہی اوّل سکوت جو عبادت کا آغاز ہی دوم توکل خدا پر سوم تواضع چہارم دنیا مین زہد اور حضرت ابن عباس رضہ سے یہ حدیث مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی تواضع کرتا ہی خداے تعالے اُسکو ساتوین آسمان تک بلند کرتا ہی - اور فرمایا کہ تواضع بندہ کو برتری ہی کرتی ہی پس تواضع کرو خدا تمپر رحم کریگا - اور روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک شخص کالا آیا جسکے چیچک نکلی تھی اور اُسمین سے پانی جاتا تھا پس جسکے پاس وہ بیٹھتا تھا وہی اُسکے پاس سے کھڑا ہو جاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اپنے پہلو مین بٹھلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہی کہ آدمی اپنے ہاتھ مین ایسی چیز اٹھاوے جو اُسکے گھر والون کے کام کی ہو اور اس سے مقصود اپنے نفس کا کبر دور کرنا ہو اور ایک روز آپ نے اصحاب رضہ کو فرمایا کہ مین تم مین حلاوت عبادت کی نہین پاتا یہ کیا بات ہی اُنھون نے عرض کیا کہ عبادت کی حلاوت کیا چیز ہی آپ نے فرمایا فروتنی - اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہی کہ جب تم میری امت کے تواضع کرنے والون کو دیکھو تو اُنکے ساتھ تواضع پیش آؤ اور جب متکبرون کو دیکھو تو اُنپر تکبر کرو کہ اُنپر تکبر کرنا اُنکے حق مین ذلت و خواری ہی

آثار - حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ بندہ جب انکسار خدا کے واسطے کرتا ہی تو اللہ تعالے اُسکی حکمت کو بلند فرماتا ہی اور یہ ارشاد فرماتا ہی کہ بلند ہو خدا نے تجھکو بلند کیا اور جب تکبر اور تعدی کرتا ہی تو اُسکو زمین مین دھنساتا ہی اور حکم ہوتا ہی کہ دور ہو خدا نے تجھکو دور کردیا پس ایسا شخص اپنی دانست مین بڑا ہی مگر لوگون کی نظرون مین حقیر ہی یہانتک کہ سؤر سے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہین اور جریر بن عبد اللہ کہتے ہین کہ مین ایکبار ایک درخت کے نیچے گیا دیکھا تو اُسکے تلے ایک شخص سوتا ہی اور چمڑے کا سایہ اپنے اوپر کیا ہی چونکہ آفتاب چمڑے پر سے ہٹ گیا تھا مین نے اُسکو درست کردیا اتنے مین وہ شخص جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رضہ تھے مین نے جو کچھ کیا تھا آپ سے کہدیا تھا آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ اے جریر دنیا مین خدا کے واسطے فروتنی کر کیونکہ جو شخص دنیا مین خدا کے لیے تواضع کرتا ہی خداے تعالی اُسکو قیامت مین بلند کریگا اے جریر تجھکو معلوم ہی کہ قیامت مین دوزخ کا اندھیرا کیا چیز ہوگا مین نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین آپ نے فرمایا کہ دنیا مین جو لوگ ایک دوسرے پر ظلم اور اندھیر کرتے ہین یہی قیامت کو اندھیرا ہوگا - اور حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو اور وہ تواضع ہی - اور یوسف بن اسباط رح کا قول ہی کہ بہت سے عمل سے تھوڑا ورع کافی ہی اور بہت سی کوشش اور مجاہدہ سے تھوڑی سی فروتنی بس ہی - اور حضرت فضیل رح سے جب کسی نے تواضع کو پوچھا کہ کیا چیز ہی تو اُنھون نے فرمایا کہ امر حق کے لیے خضوع کرنا اور منقاد ہونا اگرچہ کسی لڑکے خواہ جاہل ہی سے سنے - اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ اصل تواضع یہ ہی کہ اُس شخص کی بہ نسبت جو نعمت دنیاوی مین اپنے آپ سے کم ہو اپنے نفس کو کم سمجھنا یہانتک کہ یون جاننا کہ ہمکو دنیا کی راہ سے اُسپر کچھ زیادتی نہین اور اُس شخص کی نسبت جو نعمت دنیا مین اپنے آپسے زیادہ ہو اپنے نفس کو برتر سمجھنا تاکہ دنیا کی راہ سے اُسکو کچھ فضیلت نہ جانے - اور قتادہ رضہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو مال یا جمال یا بیان یا علم عنایت ہو اور وہ اُسمین تواضع نہ کرے تو قیامت کو اُسپر یہ چیزین وبال ہونگی - اور ایک روایت مین ہی کہ خداے تعالی نے حضرت عیسی پر وحی بھیجی کہ جب مین کوئی نعمت تمکو دون تو اُسکو انکسار کے ساتھ قبول کرو مین اُس نعمت کو تمپر پورا کردونگا اور حضرت کعب کا قول ہی کہ اللہ تعالی بندے کو جو نعمت دنیا مین دیتا ہی اور وہ اُسکا شکر گذار ہوتا ہی اور خدا کے واسطے اُس نعمت سے فروتنی کرتا ہی تو اللہ تعالی اسکا نفع اسکو دنیا مین بھی عنایت فرماتا ہی اور آخرت مین اُسکا رتبہ بلند کرتا ہی اور اگر خداے تعالے نے کسی بندے کو نعمت دی اور اُسنے نہ خدا کا شکر کیا نہ فروتنی کی تو اللہ تعالے دنیا مین بھی اُسکا فائدہ اُس سے روک لیتا ہی اور آخرت مین اُسکے لیے طبقہ جہنم کھول دیتا ہی چاہے اُسکو عذاب کرے یا درگذر فرماوے - اور عبد الملک بن مروان سے کسی نے پوچھا کہ مردون مین بہتر کون ہی اُنھون نے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے تواضع کرے اور باوجود رغبت کے زہد کرے اور قابو پاکر انتقام نہ لے - اور ابن سماک رح ہارون رشید کی خدمت مین گئے اور فرمایا کہ اس بزرگی اور شرف کے ساتھ آپ کا تواضع کرنا آپ کے خود شرف سے بہتر ہی ہارون رشید نے کہا کہ کیا خوب آپ نے فرمایا پھر اُنھون نے کہا کہ اے

امیر المومنین اگر خدا تعالیٰ کسی کو جمال اور شرافت حسب اور مال عنایت کرے اور وہ اپنے جمال مین عفیف رہے اور مال سے لوگون کے ساتھ سلوک کرے اور حسب مین فروتنی کرے تو اللہ تعالیٰ کے دفتر مین اولیاء اللہ سے لکھا جاویگا ہارون رشید نے کاغذ و دوات و قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے اُنکا قول لکھ لیا۔ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا دستور تھا کہ جب صبح ہوتی تو رئیس تونگرون اور شریفون کو دیکھا کرتے یہانتک کہ اُنسے فارغ ہو کر مساکین مین آتے اور اُنکے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کا گذر مسکینون ہی مین ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جیسا آدمی کو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ تونگر اُسکو بُرے کپڑے مین دیکھین اسیطرح چاہیے کہ وہ اس بات کو بھی برا جانے درویش اُسکو لباس فاخرہ مین دیکھین۔ اور روایت ہے کہ ایکبار یونس اور ایوب اور حسن رح باہر نکلے اور تواضع کا ذکر ہوا تو حضرت حسن رح نے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ تواضع کیا ہے تواضع یہ ہے کہ جب آدمی گھر سے نکلے تو جو مسلمان راستے مین ملے اُسکو یہ سمجھے کہ مجھسے زیادہ ہے۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کیا تو پہاڑ آپس مین ایک دوسرے سے بڑا اونچا ہونے لگا اور جودی نے فروتنی کی اللہ تعالیٰ نے اسکو بلند مرتبہ دیا کہ حضرت نوح کی کشتی اُسی پر ٹھہری۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے جو لوگون کے دلون کا حال معلوم کیا تو کسی مین تواضع حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل سے بڑھکر نہ پائی اسی لیے انکو آدمیون مین سے کلام کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ اور یونس بن عبید رح جب عرفات سے پھرے تو کہنے لگے کہ اگر مین لوگون مین نہوتا تو یقیناً اُنپر رحمت ہوتی اب مجھے خوف ہے کہ شاید میرے سبب سے رحمت سے محروم نہ رہے ہون اور یہ جملہ مشہورہ مین سے چلا آتا ہے کہ جسقدر آدمی ایماندار اپنے نفس مین فروتنی کرتا ہے اسیقدر خدا تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ ہوتا ہے اور جتنا اپنے نزدیک اونچا ہوتا ہے ویسا ہی خدا کے نزدیک پست ہوتا ہے۔ اور زیاد نمیری کا قول ہے کہ جس زاہد مین تواضع نہو وہ درخت بے پھل ہے۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر پکارے کہ جو تم سب مین برا شخص ہو وہ باہر نکلے تو مجھسے آگے کوئی نہ جاسکے سب سے اول مین ہی دوڑون البتہ جبکہ اندر طاقت دوڑنے کی ہو وہ بڑھ جاوے تو بڑھ جاوے راوی کہتا ہے کہ جب ابن مبارک کو حضرت مالک رح کا یہ کلام پہونچا تو اُنہون نے فرمایا کہ مالک اسی جہت سے مالک ہوا ہے اور حضرت فضیل رح کا قول ہے کہ جو شخص محبت ریاست رکھتا ہے اُسکو کبھی فلاح نہین ہوتی اور موسیٰ بن القاسم کہتے ہین کہ ایکبار ہمارے یہان زلزلہ اور سرخ آندھی آئی تو مین محمد بن مقاتل رح کے پاس گیا اور کہا کہ اے ابو عبد اللہ آپ ہمارے امام ہین خدا تعالیٰ سے دعا مانگیے آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرے سبب تم ہلاک نہو تو مین اُسی کو غنیمت جانون محمد بن قاسم کہتے ہین کہ مین نے پھر خواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین کہ محمد بن مقاتل کی دعا سے خدا تعالیٰ نے تم پر سے آندھی وغیرہ کو دور کر دیا۔ اور ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا تو اُنہون نے پوچھا کہ تو کیا چیز ہے اور اسطرح پوچھنا آپ کی عادت مستمرہ تھی اس شخص نے جواب دیا کہ مین حرف ب کے نیچے کا نقطہ ہون آپ نے فرمایا کہ تو اُسکے موافق اپنے نفس کو کرنا چاہیے ورنہ تیری حجت خدا تعالیٰ منقطع کر دیگا۔ اور بعض کلامون مین اُنکے یہ بھی منقول ہے کہ میری ذلت نے یہود کی ذلت کو بیکار کر دیا۔ اور یہ جملہ اکابر سے منقول ہے کہ جو اپنے نفس کی کچھ بھی قدر جانتا ہے اُسکو تواضع سے کچھ بہرہ نہین۔ اور فتح بن شخرف رح روایت کرتے ہین کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ مجھکو نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ فقیرون کی مجلس مین اگر تونگر بتوقع ثواب خدا تواضع کرین تو کتنا اچھا ہے اور اس سے زیادہ اچھی یہ بات ہے کہ فقرا خدا تعالیٰ پر اعتماد کر کے تونگرون پر تکبر کرین۔ اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ آدمی جب تک اپنے نفس کو نہین پہچانتا جب تک تواضع نہین کرتا۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی رح فرماتے ہین کہ آدمی کو جب تک گمان ہو کہ خلق مین کوئی مجھ سے برا ہے تب تک وہ متکبر ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر متواضع کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اپنے نفس کے واسطے نہ کوئی مقام جانے اور نہ کوئی حال اور جسقدر آدمی خدا تعالیٰ کو اور اپنے نفس کو پہچانتا ہے اُسی قدر اُسمین تواضع ہوتی ہے۔ اور

ابوسلیمان رح کا قول ہی کہ جتنا مین اپنے جی مین پست اور کم رتبہ ہون اگر تمام خلق مجھکو ویسا کم رتبہ کرنا چاہین تو نہین کر سکینگے۔ اور زہروہ بن
الورد رح فرماتے ہین کہ تواضع حصول شرف کا ایک جال ہی اور آدمی سواے تواضع کے سب نعمتون پر حسد کیا جاتا ہی اور ایک اکابر کا قول ہی
کہ تواضع سب قسم کے لوگون مین اچھی ہی اور توانگرون مین سب سے بہتر ہی سو تواضع توانگرون فرازان نکو ست اگر اگر تواضع کند خوے
اوست + اور تکبر تمام خلق مین برا ہی اور فقیرون مین سب سے زیادہ برا ہی۔ اور یہ بھی بعض اکابر کا قول ہی کہ عزت اسی کو ہی جو خدا کے واسطے
ذلیل ہو اور برتری اسکو ہی جو اللہ جل شانہ کے واسطے تواضع کرے اور مامون وہی ہی جو خدا سے ڈرے اور نفع اسی کو ہی جو اپنے نفس کو خدا کے
ہاتھ بیچ دے اور ابو علی جوزجانی رح کا قول ہی کہ نفس کا خمیر کبر اور حرص اور حسد سے ہی پس جس شخص کو خداے تعالیٰ ہلاک کرنا چاہتا ہی اسکو
تواضع اور خیر خواہی اور قناعت سے باز رکھتا ہی اور جسکے ساتھ بہتری کرنی ہوتی ہی اسکو یہ باتین عنایت فرمادیتا ہی تو جب کبھی اسکے دل
مین کبر کی آگ بھڑکتی ہی اسکو خدا کی مدد سے تواضع فرو کر دیتی ہی اور اگر حسد کی آگ ابھرتی ہی تو اللہ کی توفیق سے خیر خواہی اسکو بجھاتی ہی
اور اگر حرص شعلہ زن ہوتی ہی تو خدا کے فضل سے قناعت اسکو فرو کر دیتی ہی۔ اور حضرت جنید رح جمعہ کے روز اپنی مجلس مین کہتے کہ اگر یہ
حدیث مروی نہوتی کہ پچھلے زمانے مین سردار قوم کا ان مین ارذل ہوگا تو مین ہرگز تمکو کچھ نہ سناتا اور یہ بھی ان ہی کا قول ہی کہ اہل توحید
کے نزدیک تواضع بھی تکبر ہی اور شاید انکی مراد یہ ہی کہ متواضع اپنے نفس کو پہلے ٹھہرالیتا ہی تب اسکو پست خیال کرتا ہی اور موحد اپنے
نفس کو کچھ بھی نہین سمجھتا جب اسکا وجود ہی نہین تو پستی اور رفعت کسکے لیے ثابت کرے۔ اور عمرو بن شیبہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ مین
صفا اور مروہ کے درمیان تھا دیکھا تو ایک شخص خچر پر سوار ہی اور اسکے آگے بہت سے غلام لوگون کو دھکے دیتے اور سختی کرتے جاتے ہین
پھر بعد چندے میرا گذر بغداد مین ہوا اور محل کے اوپر کھڑا تھا کہ ایک شخص ننگے پاؤن اور ننگے سر لمبے لمبے بال والا سامنے آیا مین نے اسکو
بغور دیکھنا شروع کیا اسنے پوچھا کہ تم کیا دیکھتے ہو مین نے کہا کہ تمھاری صورت کا ایک آدمی مین نے مکہ معظمہ مین دیکھا تھا اور سب حال
بتلائے اسنے کہا کہ مین وہی شخص ہون مین نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہوگیا اسنے جواب دیا کہ مین نے ایسی جگہ بلندی ظاہر کی
تھی جہان لوگ انکسار کرتے ہین اسکے عوض مین خداے تعالیٰ نے مجھکو ایسی جگہ پست کر دیا جہان لوگ رتبہ ظاہر کرتے ہین۔ اور
مغیرہ رح کہتے ہین کہ ہم ابراہیم رح سے اتنا ڈرتے تھے جیسے بادشاہ کا خوف ہوتا ہی اور وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ مین مین فقیہ کو فہ کا
ہوا ہون وہ برا زمانہ ہی کہ مجھ سا شخص فقیہ گنا جاوے۔ اور عطاء سلمی رح جب رعد کی آواز سنتے تو اٹھتے بیٹھتے اور درد زہ والی عورت کی
طرح پیٹ پکڑتے اور کہتے کہ یہ بلا میرے سبب سے تمپر آویگی اگر مین مرجاؤن تو لوگون کو راحت پہونچے۔ اور بشر حافی رح کہتے کہ دنیا دارون
کے لیے بھی سلام ہی کہ انکو سلام نہ کرو اور ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن المبارک کے لیے دعا دی کہ جو تمکو توقع ہو خداے تعالیٰ عنایت
فرماوے آپ نے فرمایا کہ توقع بعد معرفت کے ہوتی ہی یہان سرے سے معرفت ہی نہین۔ اور حضرت سلمان فارسی رض کے پاس ایک روز
اہل قریش فخر کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ اگر میرا حال پوچھتے ہو تو ناپاک نطفہ سے تو پیدا ہوا ہون اور انجام کو مردار بدبودار ہوجاؤنگا پھر
میزان مین اگر پلہ بھاری رہا تو تو مین اچھا ہون اور اگر ہلکا رہا تو برا ہون۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہین کہ ہمنے کرم کو تقوی مین
پایا اور غنا کو یقین مین اور شرف کو تواضع مین خداوند کریم سے امید ہی کہ ہمکو بھی توفیق تواضع اپنے کرم و فضل سے عنایت فرماوے

چوتھا بیان کبر کی حقیقت اور اسکی آفت کا۔ جاننا چاہیے کہ کبر دو قسم ہی ایک ظاہر اور ایک باطن کبر باطن تو نفس
کی عادت کا نام ہی اور کبر ظاہر اعمال ہین جو اعضا سے سرزد ہوتے ہین اور واقع مین عادت باطنی ہی کا نام کبر کہنا ٹھیک ہے اعمال تو اس
عادت کے ثمرات ہین اور وہ عادت موجب اعمال کی ہوتی ہی اسی واسطے جب اعضا پر اسکے آثار ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ تکبر کیا
اور جبتک ظاہر نہین ہوتے تب تک کہا جاتا ہی کہ اسکے نفس مین کبر ہی غرض اصل یہی ہی کہ کبر وہی ہی جو نفس کے اخلاق مین سے ایک

ح [illegible] ابن مردویہ نے ... روایت کیا ہی ... عراقی ۱۲

خلق

خلق کا نام ہو اور وہ یہہ ہو کہ نفس اپنے آپ کو دوسرے پر فائق دیکھکر راحت پاوے اور اسی کی طرف مائل ہو اسلیے کہ کبر ایک امر اضافی ہو اسکے لیے کئی چیزین چاہئین اول تکبر کرنے والا - دوم جسپر تکبر کرتا ہو سوم جس چیز سے تکبر کرتا ہو اور کبر اور عجب مین یہی فرق ہو کہ عجب مین صرف ایک شخص عجب کرنے والا ہوتا ہو جیسا کہ آگے مذکور ہوگا بلکہ اگر فرض کیا جاوے کہ انسان صرف اکیلا ہی پیدا ہو تو ہو سکتا ہو کہ عجب کرے مگر متکبر نہین ہو سکتا جب تک کہ غیر کے ساتھ نہو اور اپنے نفس کو صفات کمال مین اُس دوسرے سے برتر نہ جانے غرضکہ تکبر مین صرف اپنے نفس کا بڑا جاننا کافی نہین کیونکہ بعض اوقات آدمی اپنے نفس کو بڑا جانتا ہو مگر دوسرون کو اپنے آپ سے بڑھکر خواہ برابر سمجھتا ہو سو تکبر نہین کرتا اور نہ دوسرے کا حقیر جاننا کافی ہو اسلیے کہ بعض اوقات دوسرے کو حقیر جانتا ہو مگر اپنے نفس کو اُس سے بھی زیادہ حقیر سمجھتا ہو تو تکبر نہوگا اور اگر دوسرے کو اپنے مثل ہی سمجھے تب بھی تکبر نہین بلکہ تکبر مین یہ ضرور ہو کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا سمجھے اور ایک غیر کا پھر اپنے مرتبہ کو غیر کے مرتبہ سے بہتر سمجھے جب یہ تینون باتین اُسکے اعتقاد مین ہونگی تب کبر پیدا ہوگا صرف اپنے مرتبہ سمجھنے کا نام کبر نہین بلکہ اُس سمجھنے اور عقیدہ سے اسمین ایسی پھونک پڑتی ہو جس سے دل مین سامان اور حرکت اور خوشی اور میل اپنے عقیدہ کی طرف پیدا ہوتا ہو اور اس سبب سے نفس مین ایک عزت آتی ہو اس عزت و حرکت و میلان کو خلق کبر کہتے ہین اور اس پھونک کا ذکر حدیث شریف مین بھی ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعوذ بک من نفخۃ الکبریا اور اسیطرح حضرت عمر رضہ نے فرمایا تھا اُس شخص کو جسنے بعد نماز صبح وعظ کہنے کی اجازت مانگی تھی کہ مجھے یہہ خوف ہو کہ پھول کر ثریا تک نہ پہونچ جاوے اس سے معلوم ہوا کہ انسان جب اپنے نفس کو اس نظر سے دیکھتا ہو یعنے اپنی بڑائی کے اعتقاد سے تو وہ تکبر کرتا ہو اور پھولتا ہو تو ثابت ہوا کہ کبر اسی حالت کو کہتے ہین جو اُن اعتقادات مذکورہ سے نفس مین حاصل ہوتی ہو اور اُسی کا نام عزت و عظمت بھی ہو چنانچہ حضرت ابن عباس رضہ نے اس آیت کی تفسیر مین ان فی صدورہم الا کبر ما ہم ببالغیہ فرمایا ہو کہ اس سے مراد عظمت ہو کہ اُنکو نہ ملیگی پس کبر کی تفسیر آپنے اُسی عظمت کو بیان فرمایا پھر یہہ عزت موجب اعمال ظاہری اور باطنی کا ہوتی ہو جو اُسکے ثمرات کہلاتے ہین اور اُنکو تکبر کہتے ہین یعنے جب اُسکے نزدیک اپنا رتبہ دوسرے کی نسبت بڑا ٹھہرا تو اپنے سے کمتر کو حقیر جانیگا اور اُس سے دوری چاہیگا اُسکے ساتھ بیٹھنا اور کھانے مین شریک ہونا ناپسند کریگا اور اگر کبر زیادہ ہوگا تو یہہ تصور کریگا کہ اُس شخص کو میرے سامنے جھک کر کھڑا ہونا چاہیے یعنے غلامون کی طرح رہنا چاہیے اور اگر اُس سے بھی کبر زیادہ ہوگا تو اُس سے خدمت لینا بھی بُرا سمجھیگا اور اگر اپنے سامنے کھڑا ہونے کے لائق نہ جانیگا نہ ڈیوڑھی کی خدمت کے قابل سمجھیگا اور اگر کبر کچھ کم ہوا تو اُسکی مساوات کو اور تنگ راستون مین آگے چلنے کو اور محفلون مین اونچا بیٹھنے کو عار جانیگا اور اسبات کا منتظر رہیگا کہ پہلے سلام کرے اور اگر کوئی اُسکے کام مین اُس سے قصور ہو جاویگا تو بہت بعید جانیگا اور اگر وہ کچھ بحث و مناظرہ کریگا تو اُسکے جواب دینے کو ننگ جانیگا اور اگر کبر والے کو کوئی نصیحت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر خود نصیحت دوسرون کو کرے تو نہایت تند مزاجی سے کرے اور اگر کوئی اُسکی کسی بات کا انکار کرے تو غصہ ہو جاوے اور کسی کو تعلیم کرے تو سیکھنے والے پر نرمی نہ برتے بلکہ شاگرد کو ذلیل و خوار سمجھے اور اُسپر احسان جتاوے اور اُس سے کار خدمت لے اور عوام کو ایسا جانے کہ گدھے ہین اُنکو جاہل و حقیر تصور کرے غرضکہ جو اعمال کہ کبر سے صادر ہوتے ہین بیشمار ہین اُنکی گنتی کی کچھ حاجت نہین معروف و مشہور ہین اسکا نام کبر ہو اور اسی کی آفت بڑی مہلک ہو کہ اُس سے خواص لوگ تباہ ہو جاتے ہین اور عابد و زاہد اور علما کم اس سے خالی ہوتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہو اور اسکی آفت کسطرح بڑی نہو جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لا یدخل الجنۃ من فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر اور وجہ اسکی حجاب ہونے کی جنت سے یہہ ہو کہ اخلاق ایمانداروں کے جنت کے دروازے ہین اور کبر و عزت کے باعث یہہ سب دروازے بند ہو جاتے ہین بندہ کو کوئی خلق اہل ایمان کا اسکے باعث نصیب نہین ہوتا مثلاً جب تک آدمی مین کچھ بھی عزت و کبر ہوگا تب تک

جو بات اپنے واسطے محبوب ہے وہ دوسرے کے واسطے محبوب نہ جانیگا اور اسی عزت کی جہت سے تواضع جو کہ متقیوں کے اخلاق کی جڑ ہے نہ کر سکیگا اور عزت کے ساتھ کینہ ترک نہ کر سکیگا صدق و راستی کی مداومت نہ کر سکیگا ترک غضب اور غصہ کے پینے پر قادر نہوگا حسد ترک کریگا نہ آپسمیں کو نرمی سے اچھی طرح نصیحت کریگا نہ اوروں کی نصیحت پر کان دھریگا نہ لوگون کی غیبت اور حقارت سے بچیگا خلاصہ یہ کہ کوئی ایسی بری عادت نہین ہو کہ وہ عزت والا اپنی عزت کے بچاؤ کے لیے اسکی طرف مضطر نہو اور کوئی عمدہ عادت ایسی نہین جسکو متکبر بخوف اپنی عزت جانے کے چھوڑ نہ دے اسی لحاظ سے جسکے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا داخل جنت نہوگا اور برے اخلاق کا حال یہ ہو کہ ایک دوسرے کے ساتھ موجود رہتے ہین ایک بری عادت ہو تو وہ مقتضی دوسرے کی ضرور ہوگی۔ اور کبر مین سب سے بری قسم وہ ہی جو علم سے استفادہ نہ کرنے دے اور امر حق کو نہ ماننے دے اور نہ اسکا منقاد ہونے دے ایسی ہی کبر اور متکبر کی شان مین آیات وارد ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی والملائکۃ باسطوا ایدیہم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن آیاتہ تستکبرون پھر فرمایا ادخلوا ابواب جہنم خالدین فیہا فبئس مثوی المتکبرین اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوزخیون مین سے سخت عذاب انکو ملیگا جو سرکشی مین زیادہ کرتے تھے ثم لننزعن من کل شیعۃ ایہم اشد علی الرحمن عتیا اور فرمایا فالذین لا یؤمنون بالآخرۃ قلوبہم منکرۃ وہم مستکبرون اور فرمایا ویقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مؤمنین اور فرمایا ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین اور فرمایا ساصرف عن آیاتی الذین یتکبرون فی الارض بغیر الحق بعضون نے اسکی تفسیر مین لکھا ہو کہ یون ارشاد ہی کہ ہم قرآن کی فہم ان کے دل سے اٹھا لینگے اور بعض تفاسیر مین یہ ہو کہ انکے دلون کو ملکوت سے روک دینگے اور ابن جریج سے روایت ہی کہ اس سے یہ غرض ہو کہ انکو تامل کرنا اور عبرت پکڑنا نصیب نہوگا اسی جہت سے حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ کھیتی نرم زمین مین پیدا ہوتی ہی پتھر پر نہین ہوتی اسیطرح حکمت تواضع کرنے والے کے دل مین اثر کرتی ہی متکبر کے دل مین اثر نہین کرتی دیکھو اگر آدمی اپنا سر نہایت اونچا کرلے اور چھت تک پہونچ جاوے تو اسی کا سر ٹوٹیگا اور جو جھکا رہیگا تو چھت سے آرام اور سایہ دونون پاویگا تو یہ مثل متکبرون کی اس بات کے واسطے بیان ہوئی کہ وہ لوگ حکمت سے کسطرح محروم رہتے ہین چنانچہ حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی تعریف مین انکار کرنا امر حق کا مذکور فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ کبر والا وہ شخص ہے جو امر حق سے غافل ہوا اور لوگون کے عیب بیان کرے

پانچوان بیان اس امر مین کہ جس شخص پر تکبر کیا جاتا ہی اسکے کتنے درجات اور اقسام ہین اور نتیجہ کبر کا کیا ہی

از آنجا کہ انسان باعتبار سرشت کے ظالم و جاہل ہی اسی جہت سے کبھی خالق پر تکبر کرتا ہی اور کبھی مخلوق پر اور اس اعتبار سے تکبر کی تین قسمین ہین اول خدا پر تکبر کرنا یہ تکبر سب اقسام کبر سے نہایت برا ہی اور اسکا باعث صرف جہالت اور سرکشی ہوتی ہی جیسے نمرود مردود نے کی تھی اپنے دل مین ٹھان لی تھی کہ آسمان کے خدا سے لڑونگا یا اور جاہلون کی حکایتین اسی قسم کی ہین بلکہ جو شخص کہ مدعی دعوی خدائی کا ہوا مثلاً فرعون ملعون وغیرہ اسنے ایسا ہی کچھ بکا لوگون سے کہا کہ مین تمھارا پروردگار برتر ہون اس بات سے غیرت آئی کہ خدا کا بندہ ہو اور خدا سے تعالے فرماتا ہی لن یستنکف المسیح ان یکون عبدا للہ ولا الملائکۃ المقربون ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرہم الیہ جمیعا اور فرمایا کہ ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین اور فرمایا واذا قیل لہم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا دوسری قسم تکبر کرنا رسولون پر کہ اپنے نفس کو عزت والا اور بالا سمجھکر نہین چاہتا کہ کسی ایسے شخص کا

[illegible]

متبع ہو جاوے اور آدمیون جیسا ہوا اور یہ امر کبھی تو فکر و تامل کا مانع ہوتا ہی یعنے رسالت وغیرہ کو سوچتا ہی نہین اسی جہت سے مدام کبر کے باعث تاریکی کی جہالت مین رہ کر فرمانبرداری نہین کرتا اور اپنے گمان مین خود حق پر ہوتا ہی اور کبھی تامل تو کرتا ہی مگر نفس اطاعت امر حق اور رسولون کی نہین کرتا جیسا کہ خداے تعالے نے کافرون کے اقوال کلام مجید مین نقل فرمائے ہین انؤمن لبشرین مثلنا اور ان انتم الا بشر مثلنا اور لئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا لخاسرون اور یہ وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملائکة او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسهم اور وقالوا لولا انزل علیه ملک اور فرعون کا قول نقل فرمایا کہ او جاء معه الملائکة مقترنین اور پھر فرمایا واستکبر هو وجنوده فی الارض بغیر الحق اسنے اللہ و رسول دونون پر تکبر کیا چنانچہ وہب رح فرماتے ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے فرمایا تھا کہ تو ایمان لے آ تیری سلطنت تیرے ہی پاس رہیگی اسنے کہا کہ ہامان سے مشورہ کر لون جب اُس سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ابتو تو پروردگار ہی لوگ تیری عبادت کرتے ہین ایمان لانے پر تو بندہ ہو جائیگا دوسرے کی عبادت کریگا پس اسنے خداے تعالے کے بندہ ہونے اور حضرت موسیٰ کی پیروی سے انکار کیا۔ اور قریش کا قول خداے تعالے نے بیان فرمایا کہ لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم قتادہ رح کہتے ہین کہ یہ قول ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی کا تھا کہ انھون نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک لڑکے یتیم تھے انکو خدا نے کیسے ہمارے اوپر نبی کیا ایسے بڑھ کر کوئی رئیس نہ تھا کیون نہ ہوا خداے تعالے نے انکے جواب مین ارشاد فرمایا اهم یقسمون رحمة ربک اور دوسری جگہ انکا قول نقل فرمایا لیقولوا اهؤلاء من الله علیهم من بیننا یعنے ایمان والون کو حقیر جانتے تھے اور انکا رتبہ مین بڑھ جانا بہت بعید معلوم ہوتا تھا قریش نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تھا کہ ہم آپکے پاس کیسے بیٹھین یہان تو یہ لوگ بیٹھے ہین یعنے فقیر مسلمان جو آپکے پاس موجود رہتے تھے قریش نے انکو حقیر جانا اور اُنکے پاس بیٹھنے سے تکبر کیا اور خداوند کریم نے یہ ارشاد فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه اور واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه ولا تعد عیناک عنهم اور کفار کا یہان تک حال تھا کہ خداے تعالی انکے تعجب کی خبر انکے جہنم مین داخل ہونے کے بعد کی دیتا ہی یعنے جب اُن لوگون کو نہ دیکھین گے جنکو حقیر جانتے تھے تو کہینگے ما لنا لا نری رجالا کنا نعدهم من الاشرار اور اُنسے مراد اُنکی حضرت عمار بن یاسر اور بلال اور صہیب اور مقداد رضی اللہ عنہم ہین۔ بہرحال قریش کے کافرون مین بعض تو ایسے تھے کہ کبر کے باعث فکر و معرفت سے باز رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے سے جاہل اور بعض ایسے تھے کہ انکو برحق ہونا تو معلوم تھا مگر کبر کی جہت سے اقرار نہ کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی فلما جاءهم ما عرفوا کفروا به اور دوسری جگہ فرمایا وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما وعلوا اور یہ قسم تکبر کی اگرچہ پہلی قسم سے کم ہی لیکن اُسکے قریب قریب ہی اسلیئے کہ تکبر خدا کے حکم نہ ماننے پر اور اُسکے رسول کے منقاد نہونے کے لیے ہی۔ قسم تیسری بندون پر تکبر کرنا بایں طور کہ اپنے نفس کو بڑا جانے اور دوسرے کو حقیر اسوجہ سے کسی شخص کی فرمانبرداری نہ کرے بلکہ اُنسے اونچا ہونے کو جی چاہے اور اُنکو حقیر جانکر مساوات سے ننگ آوے یہ قسم اگرچہ پہلی اور دوسری قسم سے کم ہی تاہم دو وجہ سے بہت بڑی ہی وجہ اول تو یہ ہی کہ کبر اور عظمت و عزت مالک برحق قادر مطلق کو ہی زیبا ہی بندہ جو مملوک اور ضعیف و عاجز ہی اور کسی چیز کی قدرت نہین رکھتا اُسکو کبر کیا چاہیے پس جب بندہ کبر کریگا تو گویا وہ صفت جو خاص خدا کے واسطے تھی اُسمین خدا کا شریک ہوا چاہتا ہی اور اُسکی مثال ایسی ہی کہ کوئی غلام بادشاہی سلطان کا تاج سر پر رکھکر اُسکے تخت پر بیٹھ جاوے تو خیال کرنا چاہیے کہ بادشاہ اُسپر کتنا غصہ ہوگا اور کیسی کیسی رسوائی کا نشانہ بنیگا کیونکہ بڑی جرأت و گستاخی و بُرائی کی حرکت ہی جسکا یہ مرتکب

ہوا اور اسی لیے حدیث قدسی وارد ہوئی ہے کہ عظمت و کبریا میری چادر ہی جو اس مین مجھ سے نزاع کریگا مین اسکی گردن توڑ دونگا اس سے یہی مراد ہی کہ یہ صفت خاص میری ہی میرے سوا اور کسی کو زیبا نہین جو آدمی مجھ سے نزاع کریگا وہ میری ایک صفت مین نزاع کریگا اور ایسا کہ بندون پر بڑائی کرنی آدمی کو زیبا ہو تو جو کوئی اسکے بندون پر کبر کریگا وہ خدا کا گنہگار رہیگا کیونکہ جو کوئی بادشاہی غلامون اور خواص کو حقیر جانے اور انسے خدمت لے اور اپنے آپ کو انسے برتر کہے اور جو معاملہ کہ بادشاہ انکے ساتھ کرتا ہی وہی کرے تو یہ شخص بھی بعض باتون مین بادشاہ کے ساتھ نزاع و شرکت کرتا ہی گو ویسا تو نہین جیسا وہ شخص تھا جسنے تخت پر بیٹھنا چاہا تھا اور تنہا حکومت کیا چاہتا تھا اگرچہ تمام خلق اللہ تعالیٰ کے بندے ہین اور اُنپر کبر اور عظمت وہی کرتا ہی دوسرا شخص اگر کسی بندے پر تکبر کریگا تو البتہ خدا تعالیٰ سے نزاع کرنیوالا ہوگا۔ ہان اس نزاع مین اور نمرود و فرعون کی نزاع مین اتنا فرق ہی جیسے ان دونون شخصون کے نزاع مین فرق تھا کہ ایک صرف بادشاہ کے خواص اور غلامون کو اپنا غلام بنایا چاہتا تھا اور دوسرا اصل سلطنت ہی لیا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کبر کا عیب بڑا یہ ہی کہ اسکے باعث خدا تعالیٰ کے احکام کی مخالفت ہو جاتی ہی کیونکہ متکبر آدمی جب حق بات کسی بندے سے سنتا ہی تو تکبر کی جہت سے اسکو مانتا نہین بلکہ انکار کرنے کو مستعد ہوتا ہی اسلیے جو لوگ مسائل دینی مین مناظرہ کرتے ہین تو دعویٰ تو یہی کرتے ہین کہ بحث صرف احقاق حق اور دریافت کے لیے ہی مگر پھر انکا متکبرون کا سا کرتے ہین اگر ایک کی زبان پہ حق جاری ہوتا ہی تو دوسرا نہین مانتا اور اسکے انکار ورد کا بہانہ تلاش کرتا ہی کہ کسی دھوکے سے اسکو طرف مقابل پر مشتبہ کر دینا چاہیے اور یہ عادت کافرون اور منافقون کی ہی چنانچہ انکا یہ وصف کلام مجید مین موجود ہی وقال الذین کفروا لاتسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون پس جو شخص مناظرہ غلبہ کے لیے یا دوسرے کے الزام وسکوت کے لیے کرے اور تحقیق حق منظور نہو کہ اگر امر حق معلوم ہو جاوے تو غنیمت سمجھین تو ایسا شخص اس عادت مین منافقون کا شریک ہی اسیطرح کبر اور غیرت وعظ و نصیحت کو بھی نہین ماننے دیتے چنانچہ کلام مجید مین ارشاد ہوا واذا قيل له اتق الله اخذته العزة بالاثم اور حضرت عمر رضی سے روایت ہی کہ آپنے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ایک آدمی تو کھڑا ہو کر اچھی بات کہنے لگا اور مارا گیا دوسرا شخص یہ کہنے کھڑا ہوا کہ جو لوگ اچھی بات کو امر کرتے ہین تم انکو کیون قتل کرتے ہو تو متکبر نے اسکو بھی نہ چھوڑا جس نے اچھی بات بتائی تھی اسکو بھی مار ڈالا اور جس نے بری بات سے منع کیا تھا اسکو بھی کبر کے مارے مار ڈالا۔ اور حضرت ابن مسعود رض کہتے ہین کہ آدمی کو صرف یہی گناہ کافی ہی کہ جب اس سے کوئی کہے کہ خدا سے ڈر تو وہ جواب دے کہ تم اپنے نفس کی تو حفاظت کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ دہنے ہاتھ سے کھانا کھا اسنے کبر سے کہا کہ مین دہنے ہاتھ سے نہین کھا سکتا آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا راوی کہتے ہین کہ اسکو پھر کبھی دہنا ہاتھ اٹھانا نصیب نہوا کسی روگ مین مبتلا ہوگیا غرض کہ تکبر کرنا خلق پر بری بات ہی اسکے سبب سے خدا کے احکام پر تکبر ہو جاتا ہی اور ابلیس کا حال جو کلام مجید مین مذکور ہی اور تکبرین مشہور وہ اسی لیے ہی کہ لوگ عبرت حاصل کرین اس نے کہا تھا کہ مین انسان سے بہتر ہون اور اپنے نسب کا کبر کیا کہ مجھکو آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے مگر اس کبر کا انجام یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جو حکم سجدہ کا کیا اسکو بجا نہ لایا اور ابتدا مین کبر اور حسد آدم پر تھا مگر انتہا مین خدا کے امر پر ہوگیا اسیوجہ سے ابد الآباد کے واسطے ہلاک ہوا ؎ تکبر عزازیل را خوار کرد ✦ بزندان لعنت گرفتار کرد ✦ پس بندون پر تکبر کرنے سے یہ آفت جو حکم الٰہی کے نہ ماننے کی آتی ہی بڑی آفت ہی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس بن شماس کے سوال کے جواب مین فرمایا جب انھون نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہی کہ مجھے لطافت محبوب ہی تو یہ کبر تو نہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ کبر یہ ہی کہ امر حق سے غفلت کرے اور لوگون کی عیب جوئی اور تحقیر کرے یعنے کبر سے دو خرابیان ہین اول تو لوگون کی حقارت کرنی جو کبر والے کے مساوی خواہ بہتر ہین اور دوم رد کرنا امر حق کا پس جو شخص تصور کرے کہ مین دوسرے سے بہتر ہون اور دوسرے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور حقارت کی نظر سے اسکی طرف دیکھے اور امر حق کو عمداً

جاننا انکار کرے تو خلق کے معاملات مین متکبر ہوگا اور جسکو اس بات کی غیرت ہو کہ خداے تعالیٰ کے لیے خضوع کرے اور طاعت اسکی بجا لاوے
اور اتباع رسل کرے کو فروتنی ظاہر کرے تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے اور اسکے رسولون کے معاملات مین متکبر کہلاوے گا ۔
چھٹا بیان اُن چیزون کا جنسے تکبر ہوتا ہے ۔ واضح ہو کہ تکبر وہی شخص کیا کرتا ہے جو اپنے نفس کو بڑا سمجھے اور نفس کو بڑا وہی سمجھتا ہے
جو یہ جانے کہ اسمین کوئی صفت صفات کمال سے ہے اور کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی دینی کی دو قسمین ہین علم اور عمل اور دنیوی کمال پانچ
طرح پر ہین نسب اور جمال اور قوت اور مال اور کثرت یارون کی اور مددگارون کی تو یہ سب سات سبب ہوے ہر ایک کا بیان جدا جدا
سننا چاہیے اول چیز کبر کی علم ہے اور علما کو بہت جلد کبر آتا ہے اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ آفۃ العلم الخیلاء یعنی علم کی آفت
تکبر ہے عالم بہت جلد علم کی عزت سے تن بیٹھتا ہے اور اپنے جی مین جمال و کمال علم سے واقف ہو کر اپنے آپ کو بڑا اور لوگون کو حقیر و جاہل
جانتا ہے اور انکی طرف ایسے دیکھتا ہے گویا جانورون کو دیکھتا ہے اور اس بات کا متوقع ہوتا ہے کہ مجھے پہلے سلام کرین اور اگر اتفاقاً کسی کو
آپ پہلے سلام کر لیا یا خوشی سے کسی کے سلام کا جواب دیا یا تعظیم کو اٹھ کھڑا ہوا یا دعوت قبول کر لی تو ان باتون کو اس شخص پر اپنا احسان
جانتا ہے اور اسکا شکر گزار ہونا اسپر لازم سمجھتا ہے اور اعتقاد کرتا ہے کہ مین نے اسکو سرفراز کر دیا اور ایسا کام کیا جسکا وہ مستحق نہ تھا بلکہ
نہ تھا تو اسپر میری تعظیم و خدمت اس احسان کے عوض مین ضرور ہے بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ عالم کے ساتھ سلوک کرتے ہین اور وہ خود
کسی کے ساتھ سلوک نہین کرتا اور لوگ اسکے پاس آتے ہین وہ کسی کے پاس نہین جاتا اسکی بیمار پرسی سب کرتے ہین وہ کسی کی عیادت
نہین کرتا اور اگر کوئی ان مین سے اسکے ساتھ زیادہ میل رکھتا ہے تو اس سے اپنا کاروبار کراتا ہے اور اگر اس سے کچھ خدمت مین قصور
ہو جاوے تو برا جانتا ہے گویا سب اسکے غلام یا مزدور ہین اور لوگون کو سکھانا پڑھانا ایک احسان و سلوک ہے جس سے اسکا حق اُنپر
ہوگیا ہے یہ حال تو دنیا کے کاروبار مین ہے اور دین کے باب مین عالم کا تکبر لوگون پر اسطرح ہے کہ اپنے نفس کو خدا کے نزدیک اُن لوگون کی بہ
اعلیٰ و افضل سمجھتا ہے اور لوگون کا زیادہ خوف ہوتا ہے اپنا اتنا خوف نہین کرتا اور اپنے واسطے توقع نجات کی بہ نسبت لوگون کے زیادہ
کرتا ہے تو ایسے عالم کو جاہل کہنا مناسب تر ہے اسکو عالم کہنے کیا ہے علم حقیقی تو اس علم کا نام ہے جس سے آدمی خدا کو اور اپنے نفس کو
پہچانے اور خاتمہ کے خطرے کو جانے اور یہ سمجھے کہ زیادہ تر مواخذہ الٰہی علما ہی سے ہے اور علم کا خطرہ بہت بڑا ہے چنانچہ علاج کبر مین اسکا بیان
مذکور ہوگا اس علم سے البتہ خوف اور تواضع اور خشوع زیادہ ہوتا ہے اور یہ علم اس بات کا مقتضی ہے کہ سب آدمیون کو اپنے آپ سے بہتر جانے
اسواسطے کہ مواخذہ الٰہی علم کے باعث زیادہ تر ہے اور نعمت علم کا شکر عالم سے کم ادا ہوتا ہے اسی واسطے حضرت ابو دردا رضہ نے فرمایا کہ جو شخص علم
مین زیادہ ہوتا ہے اسکو درد بھی زیادہ ہوگا اور واقع مین انھون نے درست فرمایا اب اگر یہ پوچھو کہ بعض اشخاص کو علم کے باعث کبر اور
عجب کیون ہوتی ہے تو اسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ وہ شخص کسی ایسے علم مین مشغول ہو جو کہ برا اسکے نام علم ہو مگر علم حقیقی نہو یعنی وہ
علم نہو جس سے خداے تعالیٰ کو اور اپنے نفس کو اور خداے تعالیٰ سے ملنے کے وقت کے خطرہ کو اور اس سے حجاب ہونے کو سمجھے
کیا ایسے علم سے تو خوف خدا ہی ہوتا ہے بے خوف ہونا اور متکبر ہونا اس علم کی شان نہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما یخشی اللہ من
عبادہ العلماء اور جو علوم کہ اس علم کے سوا ہین جیسے طب اور حساب اور لغت اور شعر اور نحو اور خصومات کا فیصل کرنا اور مناظرہ کا
طریق وغیرہ تو جب آدمی صرف انہین علوم کو سیکھتا ہے تو البتہ نفاق و کبر سے بھر جاتا ہے اور ان علوم کو علوم نہ کہنا چاہیے بلکہ فنون و صناعات
کہنا مناسب ہے علم وہی ہے جس سے بندگی اور ربوبیت اور عبادت کا طریق معلوم ہو اور اس سے اکثر تواضع ہی پیدا ہوتی ہے دوسرا
سبب کبر کا علم سے یہ ہے کہ جب آدمی علم شروع کرتا ہے اسوقت اسکا باطن اچھا نہین ہوتا نفس نکما اخلاق برے ساتھ ہوتے ہین کیونکہ اول
تہذیب نفس اور تزکیہ قلب کی طرف متوجہ نہین ہوتا اور عبادتون مین مجاہدہ و ریاضت نہین کرتا غرض علم کے شروع تک ویسا ہی بد جوہر

رہتا ہی پھر جب علم مین داخل ہوا کوئی سا علم کیون نہو تو اسکے دل مین علم کو اچھی جگہ نہ ملی اسی خبیث جگہ مین علم رہا اور واسطے اسکا ثمرہ
بھی اچھا نہ ہوا نہ خیر مین کچھ اثر اسکا ظاہر ہوا۔ اور وہب رح نے اسکی ایک مثال کہی ہی کہ علم کا حال ایسا ہی جیسا آسمان کا پانی کہ صاف
اور شیرین ہوتا ہی مگر درخت اسکو اپنی رگون سے جذب کرتے ہین تو جیسا جس درخت کا ذائقہ ہو ویسا ہی اس پانی کو بھی بدل لیتے ہین تلخ
درخت کی تلخی زیادہ ہو جاتی ہی اور شیرین کی شیرینی بھی یہی حال علم کا ہی کہ لوگ جو اسکو پڑھتے ہین جو جیسی انکی ہمت اور خواہش ہوتی ہی ویسا ہی
یہ علم انکے حق مین ہو جاتا ہی متکبر کا کبر بڑھ جاتا ہی اور متواضع کی تواضع زیادہ ہوتی ہی کیونکہ جس شخص کی ہمت مثلاً کبر کے لیے تھی اور وہ
جاہل تھا جب اسنے علم پڑھا تو سبب کبر اسکے پاس آگیا اور زیادہ کبر کرنے لگا اور جب حالت جہالت مین مثلاً خائف تھا اور علم تحصیل کیا تو
اور زیادہ خوف ہوگا اسلیے کہ اب حجت خوف کی زیادہ مضبوط ہو گئی بہرصورت علم کبر کے بڑے اسباب مین سے بڑا ہی اور اسلیے خداوند کریم
نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین اور فرمایا ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا
من حولک اور اپنے اولیا کے وصف مین فرمایا اذلة على المؤمنین اعزة على الکافرین اور اسی جہت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
روایت حدیث ہی کہ آپ نے فرمایا کہ ایک لوگ ایسے ہونگے کہ قرآن کو پڑھینگے اور انکے گلے سے تجاوز نہ کرے گا اور دعوی کرینگے کہ ہمنے
قرآن پڑھا ہی ہمسے زیادہ پڑھا ہوا اور عالم کون ہی پھر آپ نے اصحاب رض کی طرف توجہ فرما کر فرمایا کہ اس امت کے لوگو وہ لوگ تمہین مین سے
ہونگے اور سب دوزخ کے ایندھن ہونگے اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ اے لوگو تم عالم جابر مت ہو کہ تمام علم تمہارے جہل کے برابر نہون۔ اور
تمیم داری نے حضرت عمر رض سے اجازت قصون کی چاہی تو آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ یہ امر مثل ذبح کے ہی اور ایک شخص نے آپ سے بعد نماز
صبح وعظ کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ تو پھول کر ثریا تک نہ پہونچ جاوے۔ اور حضرت حذیفہ رض نے ایک قوم کو نماز پڑھائی
جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ میرے سوا اور کوئی امام تلاش کر لو یا اکیلے پڑھ لیا کرو اسلیے کہ تمہاری امامت سے میرے جی مین یہ بات گذری
کہ مجھسے افضل ان مین کوئی نہین۔ مقام غور ہی کہ جب حضرت حذیفہ رض اس بات سے نہ بچے تو ضعیف آخری زمانہ کے لوگ کیسے بچینگے حقیقت
یہ ہی کہ دنیا کے پردہ پر ایسے شخص کا وجود کمیاب ہی کہ اسکو لوگ عالم کہین اور اسکی رگ عزت حرکت مین نہ آوے اور اگر کوئی ایسا شخص موجود
ہو تو وہ اپنے عہد کا صدیق ہی اسکو چھوڑنا نہ چاہیے قطع نظر استفادہ سے اسکا دیکھنا ہی عبادت مین داخل ہی ہمکو تو اگر اس طرح کا شخص
چین مین بھی سنائی دے تو وہان ہی اسکے پاس جاوین کہ اسکی برکت اور سیرت اور خصلت سے بہرہ اندوز ہون مگر افسوس کہ اس
آخری زمانے مین ایسا عالم کہان وہ لوگ اقبال و دولت والے تھے قرن اول و دوم مین ختم ہو چکے اس زمانے مین تو ایسے بھی لوگ کم
ہین جو اس خصلت کے نہونے پر افسوس ہی کرین اور اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس اپنے قول مبارک سے بشارت نہ دیجاتے
کہ سیاتی على الناس زمان من تمسک فیه بعشر ما انتم علیه نجا تو ہمارے اعمال بد تو اسی کے مقتضی تھے کہ ہم دریاے یاس و نا امیدی مین
ڈوب جاتے اور اب بھی دسوان حصہ اصحاب رض کے اعمال کا کون کرتا ہی کاش اگر سوان حصہ ہی ہمسے ادا ہوتا ہو تو غنیمت جانین ف
مترجم بیان اشک ندامت گرا کر عرض کرتا ہی کہ مصنف رح یہ حال اپنے وقت کا لکھتے ہین اور انکے فضل و کمال اور جاہ و جلال مین
کسی کو کلام نہین ہلوگ کہ انکے زمانے سے ہمارے زمانہ کو وہی نسبت ہی جو انکے زمانہ کو قرن اول سے نہ معلوم کہ ہمارا کیا حال ہوگا
خدا ہی اپنے فضل و کرم سے بیڑا پار کرے اور ہمسے وہ سلوک فرما دے جو اسکی رحمت کے شایان ہو بمنہ وجاہ محمد و آلہ۔ دوسری چیز تکبر
کی عمل اور عبادت ہی اور زاہد و عابد کبر اور ریاست اور لوگون کے دلون کو مائل کرنے سے خالی نہین ہوتے انسے بھی دنیا اور دین دونون
مین متکبر شیخ ہوتا ہی دنیا مین تو اس طرح کہ دوسرون کا آنا اپنے پاس انکو اچھا معلوم ہوتا ہی بہ نسبت اپنے جانے کے غیرون کے پاس
اور لوگون سے متوقع رہتے ہین کہ ہماری حاجتین پوری کرین اور توقیر کرین مجالس مین صدر جگہ مین بٹھلا دین اور ورع اور تقدی

سلات
اور اپنے بازو جھکا رکھ انکے واسطے جو تیرے ساتھ ہین ایمان والے ۱۲ منہ
اور اگر تو ہوتا سخت گو اور سخت دل تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے ۱۲ منہ
نرم دل ہین مسلمانون پر اور زبردست ہین کافرون پر ۱۲ منہ
ابن مبارک و ذہری در رقائق ۱۲

یاد کریں اور سب اُمور میں ہمکو مقدم جانیں غرضکہ جو باتیں کبر کی معاملات دنیا میں علما کے حال میں ہم نے لکھی ہیں وہ اُن میں بھی ہوتی ہیں گویا عبادت کیا کرتے ہیں خلق پر احسان کرتے ہیں اور دین میں اُنکا کبر یون ہی کہ اپنے نفس کو ناجی خیال کریں اور لوگون کو تباہ کار اور ہلاک شدہ تصور کریں اور در واقع میں ہلاک شدہ وہی ہیں اگر یہی صورت ہی چنانچہ حدیث شریف میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو سنو کہ لوگون کو کہتا ہی کہ سب ہلاک ہوے تو معلوم کرو کہ سب سے زیادہ ہلاک وہ ہوگا اور یہ آپ نے اسواسطے فرمایا کہ اُسکا یہ کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ وہ خلق اللہ کو حقیر جانتا ہی اور اللہ پر مغرور ہو کر اُسکے عذاب و سطوت سے نڈر ہی اور نہ معلوم کہ اُسکو خوف کیون نہیں لوگون کے حقیر جاننے کی بُرائی کیا اُسکے ذمہ کم ہی وہی کافی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو اتنی ہی شر کافی ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور جو شخص کہ عابد کو خدا کے واسطے محبوب جانے اور زاہد کی عبادت کے سبب اُسکی تعظیم کرے اور بڑا جانے اور ایسے درجات کا اُسکے لیے متوقع ہو جنکا اپنے نفس کے لیے نہو تو اس شخص میں اور عابد میں بہت فرق ہی اسلیے کہ ایسا شخص تو اسوجہ سے کہ اُسنے خدا کے واسطے عابد کی تعظیم کی نجات پاویگا اور اللہ کا مقرب ہوگا اور عابد یہ چاہیگا کہ لوگون سے محترز رہا اور اُنکے پاس بیٹھنے سے متنفر غضب الٰہی کا مستحق ہوگا پس کیا تماشے کی بات ہی کہ لوگ تو عابد کی محبت کے سبب اُسکے عمل کا درجہ پاوین اور وہ خود اُنکی حقارت کے باعث بے عمل ہو جاوے کہ گویا کوئی عمل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ روایت ہی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا کثرت فساد کے باعث اُسکا نام فسادی ہو گیا تھا اور ایک عابد بنی اسرائیل میں کثرت عبادت سے عابد مشہور ہو گیا تھا اور یہانتک عبادت کی تھی کہ ایک ابر کا ٹکڑا اُسپر سایہ کیے رہتا تھا وہ شخص فسادی ایک روز اُسکے پاس گذرا اور دل میں سوچا کہ یہ عابد عبادت میں مشہور ہی اور میں فسادی ہوں اگر میں اُسکے پاس بیٹھ جاؤں تو کیا عجب ہی کہ اللہ تعالی مجھپر رحمت کرے یہ سوچکر اُسکے پاس جا بیٹھا اور عابد نے سوچا کہ میں تو عابد ہوں اور یہ فسادی ہی میرے پاس کیون بیٹھا اُس سے تنگ کیا اور کہا کہ یہاں سے اُٹھ جا خداے تعالی نے اُسوقت کے نبی کو وحی کی کہ ان دونون سے کہدو کہ عمل از سر نو کریں پہلے اعمال کا یہ حال ہی کہ میں نے فسادی کو بخشدیا اور عابد کے عمل باطل کر دیے اور ایک روایت میں ہی کہ ابر کا سایہ بھی فسادی کے سر پر ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ خداے تعالی کو بندون سے صرف دل کا قصد مراد ہی پس جاہل گنہگار جب خدا سے ڈر کر تواضع کریگا تو اپنے دل سے خدا کا مطیع ہی وہ عالم متکبر اور عابد کبر والے کی نسبت زیادہ مطیع ہوگا۔ اسیطرح روایت ہی کہ ایک شخص بنی اسرائیل میں کا ایک عابد کے پاس آیا وہ اُسوقت سجدہ میں تھا اُسنے عابد کی گردن پر پاؤن رکھا اور کہا کہ اپنا سر اُٹھا بخدا کہ تجھکو اللہ نہیں بخشیگا خداے تعالی نے اُسپر وحی کی کہ او میری قسم کھانے والے اسکی نہیں بلکہ تیری مغفرت نہیں ہوگی اور اسی لیے حضرت حسن نے فرمایا ہی کہ اُون کا پہننے والا کبر میں بہ نسبت حریر پوش کے زیادہ ہوتا ہی اسکے یہ معنی ہیں کہ حریر پوش گلیم پوش کے سامنے فروتنی کرتا ہی اور افضل اسی کو سمجھتا ہی اور گلیم پوش اپنے آپ کو افضل سمجھتا اور یہ آفت بھی ایسی ہی کہ کم عابد ہونگے جنمیں یہ بات نہو یعنی اگر عابد کو کسی نے ہلکی سی یا کچھ ایذا دی تو عابد مذکور اُسکی مغفرت دشوار جانتا ہی اور اس بات میں کوئی شک ہی نہیں کرتا کہ خدا کے نزدیک وہ مغضوب ہو گیا اور اگر وہی شخص کسی دوسرے مسلمان کو ایذا دے تو عابد کو اتنا بُرا نہ معلوم ہو اسکی وجہ یہی ہی کہ اپنے نفس کی قدر زیادہ سمجھتا ہی حالانکہ اسمین کئی خرابیاں ہیں جہالت اور کبر اور عجب اور مغرور ہونا اللہ پر۔ اور کبھی بیوقوفی ایسے لوگون کی یہانتک بڑھتی ہی کہ کہنے لگتے ہیں کہ دیکھو اُسکا کیا حال ہوتا ہی اور اگر اتفاقاً موذی پر کوئی رنج و مصیبت آتی ہی تو اپنی کرامت سمجھتے ہیں کہ خدا نے ہمارا بدلہ لیا اور یہ نہیں دیکھتے کہ بہت سے گروہ کفار کے اللہ و رسول کو گالیاں دیتے ہیں اور بہتون نے انبیا کو ایذا دی بلکہ بعضون کو تو مار ہی ڈالا اور بعضون کو اور تکلیفیں دیں مگر خداے تعالی نے کافرون کو دنیا میں مہلت دی اور عذاب نہ کیا بلکہ بعضے اُن میں سے مسلمان ہو گئے اور اُنکو نہ دنیا میں کچھ تکلیف ہوئی نہ آخرت میں پس یہ جاہل متکبر سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کے نزدیک اُسکا انبیا سے

زیادہ ہین کہ اپنے انبیا کا انتقام نہ لیا اور ہمارا عوض لیا اور یہ نہین معلوم کرتا یا اس کبر و عجب کی جہت سے وہ لوگ خدا کے نزدیک مبغوض ہو
ہون اور اپنے نفس کے ہلاک ہونے کی خبر نہ رکھتے ہون یہ اعتقاد تو کبر والون کا ہوتا ہی اور دانا عابد یون کہا کرتے ہین جیسے عطا سلمی رحمہ
آندھی چلنے یا بجلی گرنے کے وقت کہا کرتے تھے کہ جو کچھ خلق کو مصیبت پہونچتی ہی وہ میرے سبب سے ہی اگر عطا سلمی مر جاوے تو لوگ
چھٹین یا وہین یا ایک اور شخص نے عرفات سے پہرتے ہوے کہا تھا کہ مجکو توقع تھی کہ اگر مین نہ ہوتا تو سب پر رحمت ہوتی پس ان دونون
مین فرق دیکہنا چاہیے کہ دانا تو اللہ سے ظاہر و باطن مین ڈرتا ہی اور اپنے نفس پر خائف ہی عمل کو ناچیز جانتا ہی اور احمق دل مین
ریا اور کبر اور حسد اور عداوت اتنی رکھتا ہی کہ شیطان اسکو مسخرہ بنائے رکھتا ہی پہر اسپر طرہ یہ ہی کہ اپنے عمل کا خدا پر احسان رکھتا ہی
خلاصہ یہ کہ جسکا اعتقاد یعنی اس بات پر ہو کہ مین کسی بندے سے بہتر ہون تو اسنے اپنے سب عمل برباد کیے اسلیے کہ جہالت سب مین
بڑا گناہ ہی اور خدا سے دور کرنے کے لیے بڑی چیز ہی اور اپنے نفس پر حکم بہتری کا دوسرے کی نسبت کرنا محض جہالت اور بیخوف ہونا
عذاب الٰہی سے ہی فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون اسی لیے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر خیر کسی شخص کا
ہوا ایک روز وہ شخص آیا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہی شخص ہی جسکا ذکر ہمنے آپ کی خدمت مین کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے
تو اسکے چہرہ مین نشان شیطان کا معلوم ہوتا ہی پس جب اس شخص نے آکر سلام کیا اور آپ کے اور اصحاب رض کے سامنے کھڑا ہوا
تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مین تجہ سے بقسم پوچھتا ہون کہ تیرے جی مین یہ بات ہی کہ نہین کہ قوم مین مجھ سے افضل اور کوئی نہین
اسنے عرض کیا کہ بیشک میرے دل مین یہی بات ہی دیکہنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے اسکے دل کی بات
کو چہرہ پر آثار شیطانی کی شکل مین دیکھ لیا بہر صورت یہ آفت ایسی ہی کہ اس سے کوئی عابد خالی نہین ہوتا مگر جسکو خدا بچا دے
اب معلوم کرنا چاہیے کہ آفت کبر کے اعتبار سے عالم اور عابد مین مراتب ہین اول درجہ تو یہ ہی کہ کبر دل مین موجود ہی کہ اپنے نفس کو
دوسرے سے بہتر سمجھتا ہی مگر کوشش کرکے تواضع کرتا ہی اور ایسے افعال بجا لاتا ہی جیسے وہ لوگ کرتے ہین جو دوسرون کو اپنی نسبت بہتر سمجھتے
ہین تو ایسے شخص کے دل مین درخت کبر کا تو جما ہوا ہی مگر اسنے اسکی شاخین بالکل کاٹ ڈالی ہین دوسرا مرتبہ یہ ہی کہ کبر کو افعال مین بھی ظاہر کرے مثلاً اونچا
بیٹھے اور ہمسرون سے آگے بڑھنا چاہے اور جو کوئی اسکے حق مین قصور کرے اسکو برا جانے اور عالم مین ادنی بات یہ ہوتی ہی کہ اپنا رخ بدلتا ہی گویا منہ پھیر لیا اور عابد
روترش ہوتا ہی اور ماتھے پر شکن ڈالتا ہی گویا لوگون سے کنارہ کش اور انکو حقیر جانتا ہی یا پر غصہ ہی اور بیچارہ کو یہ خبر نہین کہ تقوی ماتھے مین نہین کہ
اسپر شکن ڈالا جاوے نہ چہرے مین ہی کہ اسکو ترش کیا جاوے نہ رخسار مین ہی کہ اسکو پہیرا جاوے نہ گردن مین ہی کہ اسکو جھکایا جاوے نہ دامن مین
ہی کہ اسکو اکٹھا کیا جاوے تقوی تو دل مین ہی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ التقوی ہہنا یعنی سینہ کی طرف اشارہ کرکے
فرمایا کہ تقوی یہان ہی اور یہ ظاہر ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب مخلوق سے زیادہ بزرگ و متقی تھے اور باوجود اسکے سب مین زیادہ
خلیق اور کثرت سے کشادہ پیشانی اور متبسم اور ملنسار تھے اسی لیے حارث بن جزء زبیدی صحابی رض فرماتے ہین کہ مجھے پڑھنے والون مین
کشادہ اور خندہ پیشانی اچھے معلوم ہوتے ہین مگر جو لوگ ایسے ہین کہ تم انکے ساتھ کشادہ پیشانی ہو کر ملو اور وہ تمسے ناک بھون چڑھا کر
ملین اور اپنے اعمال کا تمپر احسان کرین تو ایسون کی خدا تعالی مسلمانون مین کثرت نہ کرے اور اگر اللہ تعالی کو یہی بات پسند ہوتی
تو اپنی نبی کو یہ ارشاد کیون فرماتا کہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین تیسرا مرتبہ ان لوگون کا ہی کہ کبر انکی زبان پر اسقدر ظاہر
ہو کہ ہمیشہ مارے دعوی اور مفاخرت و مباہات اور تزکیۂ نفس اور احوال و مقامات کا ذکر اور دوسرون پر علم و عمل مین غالب ہونا
اختیار کرے اس فرقہ کی نسبت دوسرے مرتبہ کے لوگون کی عادت و احوال مین اثر کبر کا کم ظاہر ہوتا ہی ان مین بہت ظاہر
ہوتا ہی مثلاً عابد تفاخر کے مقام مین دوسرے عابد کو کہتا ہی کہ وہ کون ہے اور اسکا عمل کیا ہی اور زہد اسکا کہان سے

اور اتفاقاً غرض دوسرے کے بہت سے عیب بیان کرکے پھر اپنی تعریف کرتا ہو کہ مین نے اتنے دنون سے روزہ نہین افطار کیا اور رات کو سوتا نہین
اور ایک ختم قرآن مجید کا ہر روز کرتا ہون اور فلان شخص صبح کو سو رہتا ہو اور بہت تلاوت نہین کرتا یا جو اسی قسم کی باتین ہون اور کبھی اپنے
نفس کے تزکیہ کا دعویٰ کسی اور کلام کے لپیٹ مین ہوتا ہو مثلاً کہتا ہو کہ فلان شخص نے ہماری تکلیف دینی چاہی تھی تو اسکا بیٹا مرگیا یا مال
لٹ ہو گیا یا بیمار رہنے لگا وغیرہ کہ اسمین اپنی کرامت کا دعویٰ ہو کہ ہم ایسے ہین اور مباہات اسطرح ہو کہ مثلاً عابد کو کسی ایسی قوم مین
جا پڑنے سے جو تہجد گزار ہون وہان خود شب بیداری اور جتنی نماز پڑھا کرتا تھا اس سے زیادہ پڑھے اور اگر وہ لوگ بھوک کے عادی ہون
تو خود بھی صبر کرے یہانتک کہ انپر غالب آجاوے اور انکو معلوم ہو جاوے کہ یہ ہم سے زیادہ قوی ہو ہم عاجز ہین اسطرح عبادت مین زیادتی
اسی خوف سے کرتا ہو کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اسکی نسبت تو فلان شخص زیادہ عابد ہو اور دین مین قوی تر ہو۔ اور عالم کا تفاخر اسطرح ہوتا ہو
کہ اپنے مخاطب کو کہتا ہو کہ مین ہر ایک فن جانتا ہون اور حقائق سے آگاہ ہون اور استادون مین سے فلان فلان کو مین نے دیکھا تم کون
ہو اور کیا تمھاری فضیلت ہو حدیث مین کیا سنا ہو یہ سب باتین اسلیے کہتا ہو کہ اپنی بڑائی اور دوسرے کی حقارت ہو۔ اور مباہات
اسطرح ہو کہ مناظرے مین کوشش کرے کہ دوسرے کو ہرا دے آپ نہ ہارے اور رات دن ایسے ہی علوم کی تحصیل مین بسر کرے جو علم
مجلس مین کام آوین مثلاً مناظرہ اور مجادلہ اور انشا پردازی اور سجع طرازی اور فنون عجیبہ کا یاد کرنا اور احادیث کے الفاظ اور اسناد
یاد کرنے تاکہ بہت سے لوگون پر عزت و عظمت حاصل ہو اور اگر کسی سے غلطی الفاظ و اسناد ہو تو اسکو گرفت کرے اسلیے کہ دوسرے کا نقصان
ظاہر ہو ایسا شخص جب دوسرے سے غلطی ہوتی ہو تو خوش ہوتا ہو کہ مجھکو موقع غلطی بتانے کا ملا اور اگر کوئی صحیح بیان کرتا ہو تو برا معلوم
ہوتا ہو اس خوف سے کہ کہین لوگ اسکو میری نسبت بڑا نہ جانین یہ سب باتین اخلاق اور آثار کبر کے ہین جو علم اور عمل کے سبب
پیدا ہوتے ہین اور ایسا شخص کہان ہو جو ان سب سے یا بعض سے خالی ہو اور کوئی یہ نہ جانے کہ جو شخص ان اخلاق کا پابند ہو اور یہ
حدیث شریف بھی اسکو معلوم ہو کہ جنت مین ایسا شخص نہ جاویگا جسکے دل مین رائی کے دانہ کے برابر کبر ہو تو وہ کسطرح اپنے نفس کو بڑا
جانتا ہو اور دوسرے پر تکبر کرتا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اسکو دوزخی بتلاتے ہین بڑا تو وہ ہو جسمین یہ صفت نہو اور جسمین یہ
صفت نہو گی اسمین عزت و کبر نہو گا۔ عالم کو کرنا چاہیے جو سمجھے کہ خدا تعالیٰ کا بندہ کو یہ ارشاد ہو کہ تیری قدر ہمارے
یہان جبھی تک ہو جب تو اپنے نفس کی قدر نہ سمجھے اور اگر نفس کی کچھ قدر سمجھیگا تو تیری قدر ہمارے یہان نہو گی اور جو یہ بات نہ جانتا
ہو تو اسکو عالم کہنا جھوٹ ہو اور جو اسکو دین کی بات سمجھتا ہو تو اسکو تکبر نہ کرنا اور اپنے آپ کو ہیچ سمجھنا لازم ہو یہ اس کبر کا حال تھا جو علم
و عمل کے سبب سے ہو تیسری چیز تکبر کی حسب و نسب ہو پس جس کسی کا نسب شریف ہو وہ ایسے شخص کو حقیر جانتا ہو جسکا ویسا نسب نہو گو
اس سے علم و عمل مین بڑھکر ہو۔ اور بعض آدمی ایسا تکبر کیا کرتے ہین کہ گویا دوسرون کو اپنا غلام تصور کرتے ہین اور انکے ملنے جلنے
اور پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہین اور تفاخر نسب کا انکی زبان پر رہتا ہو دوسرون کو کہتے ہین کہ تو کیا اصل رکھتا ہو تیرا باپ کون تھا
مین فلانے کا بیٹا فلانے کا پوتا ہون تجھ جیسے کی کیا طاقت کہ میرے سامنے بولے یا میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے اور تو ہم جیسون سے
بولتا ہو وغیرہ اور یہ ایک ایسی چھپی رگ نفس مین ہو کہ نسب والے اس سے خالی نہین ہوتے اگرچہ نیک بخت اور عاقل ہون گو بعض
دفعہ اعتدال احوال کے وقت انسے یہ امر ظاہر نہین ہوتا لیکن غلبہ غضب مین نور عقل تاریک پڑ جاتا ہو اسوقت یہ بات ظاہر
ہوتی ہو جیسا کہ حضرت ابو ذر رض سے مروی ہو کہ انھون نے فرمایا کہ مجھ سے اور ایک شخص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
تکرار ہوئی مین اسکو کہہ بیٹھا کہ او کالی عورت کے بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو ذر طف الصاع طف الصاع لیس
لابن البیضاء علی ابن السوداء فضل یعنے دونون پلے برابر ہین گوری عورت کے بچے کو کالی عورت کے بچے پر کچھ زیادتی نہین حضرت

ابوذر رضہ فرماتے ہیں کہ پیشکر میں لیٹ گیا اور اُس شخص سے کہا کہ تو میرے رخسار کو پامال کر تواب دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضہ کو کسطرح آگاہ کیا عیب معلوم کیا کہ یہ اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہیں اس نظر سے کہ گوری عورت سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ اُنکی خطا اور نادانی ہو اور سانہ ہی اسکے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اُنھوں نے کیسی توبہ کی اور اپنے نفس سے کبر کی جڑ کسطرح اُکھاڑی کہ جس نے تکبر کیا تھا اُسی سے کہا کہ اپنا تلوا میرے رخسار پر مَل کیونکہ اُنھوں نے جان لیا کہ عزت کی جڑ بدون ذلت کے نہیں جاتی - اور اسی قبیل سے یہ بھی روایت ہو کہ دو شخصوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم فخر کیا ایک نے دوسرے کو کہا کہ میں فلان شخص فلانے کا بیٹا ہون تو تو بتلا تو کون ہو پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دو شخصون نے اسیطرح فخر کیا تھا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں فلانے کا بیٹا اور فلانے کا پوتا اور فلانے کا پرپوتا ہون اسی طرح نو پیڑھی گن گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جو شخص فخر کرتا ہو اُس سے کہدو کہ وہ لوگ تو دوزخ میں جاوینگے اور تو دسوان ہو - اور ایک حدیث میں ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے باپ دادون کا فخر کرتے ہیں حالانکہ وہ جہنم کے کوئلے ہوگئے ہیں یا خدا تعالیٰ کے نزدیک گبریلے سے بھی ذلیل ہیں جو دن بھر اپنی ناک سے غلیظ کریدتا رہتا ہو چوتھی چیز تکبر کی جمال ہو اور یہ اکثر عورتون میں ہوتا ہو اس سے بھی یہی اَمر ہوتا ہو کہ دوسرے کے نقصان و عیب و غیبت زبان پر آتی ہیں چنانچہ حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ کوتاہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اُسکی غیبت کی - اور اسکا منشا بھی کبر پوشیدہ تھا اسلیے کہ اگر مثلاً خود چھوٹے قد کی ہوتیں تو اُسکو ٹھنگنی نہ کہتیں تو گویا اپنے قد کو اچھا جانا اور اُسکے مقابل دوسری عورت کو چھوٹا سمجھ کر کوتاہ کہدیا پانچوان اَمر متکبر کا مال ہو یہ بادشاہون میں خزانے کے باب میں ہوتا ہو اور سوداگرون میں مال تجارت میں اور گانون والون میں اراضی کے باب میں اور آرایش والون میں لباس اور سواری کے باب میں پس جو غنی ہوتا ہو وہ فقیر پر تکبر کرتا ہو اور کہتا ہو کہ تو بھک منگا اور مسکین ہو میں چاہون تو تجھ جیسے کو خرید لون اور تجھ سے اچھے اچھون سے خدمت لون اور تیری اصل کیا ہو میرے گھر کا سامان تیرے سارے مال سے بڑھکر ہو جتنا تو سال بھر میں کھاتا ہو وتنا میں ایک روز میں دے ڈالتا ہون غرض اسطرح کی باتیں اسی لیے کرتا ہو کہ توانگری کو بڑا اور مفلسی کو حقیر جانتا ہو اسلیے کہ آفت توانگری اور فضیلت مفلسی سے جاہل ہو جنکی طرف اس آیت میں اشارہ ہو فقال لصاحبه وهو يحاوره انا اكثر منك مالا واعز نفرا دوسرے نے جواب دیا ان ترن انا اقل منك مالا وولدا فعسى ربي ان يؤتين خيرا من جنتك ويرسل عليها حسبانا من السماء فتصبح صعيدا زلقا او يصبح ماؤها غورا فلن تستطيع له طلبا اور پہلے شخص کا قول مال اور اولاد کے تکبر کی جہت سے تھا پھر انجام اُسکا یہ ہوا کہ کہنے لگا يا ليتني لم اشرك بربي احدا اور اسی قبیل سے تکبر قارون کا تھا کہ جب بن سنور کر اپنی قوم میں نکلا تو لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہو جو ہمکو بھی قارون کا مال ملے چھٹا اَمر تکبر کا قوت و زور ہو جس سے کمزورون پر تکبر کیا کرتے ہیں ساتوان اَمر تکبر کا کثرت تابعین و مددگارون اور شاگردون اور غلامون اور کنبے اور رشتہ والون کی ہو بادشاہ تو کثرت لشکر سے تکبر کرتے اور علما کثرت شاگردون سے - اور حاصل ان سب اُمور کا یہ ہو کہ جو نعمت کہ اُسکا کمال ہونا متصور ہو سکے گو واقع میں وہ کمال نہو اُس سے تکبر کرنا ممکن ہو یہانتک کہ مخنث بھی اپنے ہمسرون پر تکبر کرنے لگتا ہو کہ میں اِس صنعت سے زیادہ ماہر ہون تو چونکہ وہ اُسکو بھی کمال جانتا ہو اسلیے فخر کرتا ہو کہ اُسکا فعل موجب بربادی و عذاب کا ہو اسی طرح فاسق کبھی کثرت شرابخواری اور کثرت جماع و اغلام کا فخر کرتا ہو کیونکہ اپنے گمان میں اُسی کو کمال جانتا ہو حالانکہ اُسمیں غلطی کرتا ہو یہ باتیں ہیں کہ جنسے آدمی ایک دوسرے پر کبر کیا کرتے ہیں جسکو کوئی چیز حاصل ہو وہ اُسپر تکبر کرتا ہو جسکو کہ وہ چیز نہیں حاصل ہو یا اُسکی دنسبت میں اُسکی نسبت کم ہو گو خدا کے نزدیک بعض اوقات اُسکے برابر یا زیادہ ہی ہو مثلاً عالم جو اپنے علم کا تکبر ایسے شخص پر کرے جو اُس سے زیادہ

۱۷ع عبداللہ بن احمد بروایت ابی بن کعب ۱۲ ح ۱۲ ابو داؤد و ترمذی و ابن حبان بروایت ابوہریرہ ۱۲ باب آفات اللسان میں گذری ۱۲ یعنی دوسرے کے سبب باتیں کرنے لگا اُس سے مجھ پاس زیادہ ہو تجھ سے مال و ... اور آبرو ... ۱۲ مترجم

جانتا ہو تو اسی لیے کرتا ہی کہ اپنی دانست مین اپنے آپ کو زیادہ فاضل سمجھتا ہی۔

ساتوان بیان اُن اسباب کا جنسے تکبر پہچان مین آتا ہی ۔ یہ پہلے معلوم ہوچکا ہی کہ کبر خلق باطن کا نام ہی اور جو
کچھ اس سے اخلاق و افعال ظاہر ہوتے ہین وہ اُسکا ثمرہ اور نتیجہ ہوتے ہین اُن اخلاق و اعمال کو تکبر کہنا مناسب ہی اور کبر صرف امر باطن ہی کا
نام ہی یعنی اپنے نفس کا بڑا جاننا اور اُسکی قدر کو دوسرے کے نفس کی قدر سے زیادہ سمجھنا اور اس امر باطن کا صرف ایک ہی سبب ہی جسکو
عُجب کہتے ہین جسکے معنے آگے آتے ہین کیونکہ آدمی جب اپنے نفس خواہ علم یا عمل یا کسی اور سبب سے عجب کرے گا تو اپنے نفس کو بڑا جانکر
تکبر کرے گا اور تکبر ظاہری کے تین سبب ہین ایک تو تکبر والے مین ہوتا ہی اور دوسرا اُسمین جسپر تکبر ہو اور تیسرا سبب ایسا ہوتا ہی جو ان دونون
کے سوا اور کسی سے متعلق ہو جو سبب کہ متکبر مین ہوتا ہی وہ تو وہی ہی جو کبر باطنی کا سبب ہی یعنی عجب اور جو متعلق اُس شخص سے ہی جسپر تکبر
ہوتا ہی وہ حقد اور حسد ہی اور جو سبب کہ متعلق غیر سے ہی وہ ریا ہی پس اس اعتبار سے چار سبب ہوے عجب اور کینہ اور حسد اور ریا عجب سے
تو ظاہر ہی کہ کبر باطنی پیدا ہوتا ہی اور کبر باطنی سے تکبر ظاہری اعمال اور اقوال و احوال مین سرایت کرتا ہی اور کینہ بعض اوقات بے عجب
بھی تکبر پیدا کر ڈالتا ہی مثلاً کوئی شخص دوسرے کو اپنے برابر یا زیادہ سمجھتا ہی مگر کسی سبب سے اُسپر غصہ ہوگیا ہی تو غصہ کے باعث اُسکی طرف سے
دل مین کینہ جم گیا ہی اسلیے اُسکا نفس اس بات کو نہین چاہتا کہ اُسکے سامنے تواضع کیجیے گو اُسکے نزدیک وہ شخص مستحق تواضع ہی جیسے
اکثر رذیل آدمی حقد کے مارے کسی خاص بزرگ کے لیے تواضع نہین کرتا اور اسی بغض سے یہ بات بھی ہوتی ہی کہ اگر امر حق اُس بزرگ
کی طرف سے آوے تو نہ مانے یا وہ نصیحت کرے تو نہ سنے اور کوشش کرتا ہی کہ کسی طرح اُس سے آگے بڑھ جاؤن گو یہ جانتا ہو کہ مجھکو
استحقاق نہین اور اگر اُس بزرگ پر کچھ ظلم کرے تو نہ اُس سے معاف کرانے جاوے اور نہ عذر پیش کرے اور جو بات اپنے آپ کو نہ آتی
ہو اُسکے دریافت کرنے کے لیے اُسکے پاس نہ جاوے اور حسد کا بھی یہی حال ہی کہ اُس سے بھی محسود کے ساتھ بغض ہوتا ہی گو اُسکی طرف سے
کچھ ایذا نہ پہونچی ہو اور نہ کوئی ایسا سبب ہوا ہو کہ جس سے نوبت غصہ اور کینہ کی پہونچے حسد کے مارے بھی امر حق کا منکر ہو جاتا ہی اور نصیحت کو
نہین مانتا اور علم تحصیل نہین کرتا بہت سے جاہل ایسے ہین کہ علم کے مشتاق ہین مگر جاہل کے جاہل رہتے ہین اسلیے کہ اپنے شہر کے عالم سے جو
اپنے کسی رشتہ دار سے ہو باعث حسد نہین پڑھتے اُس سے پھرے رہتے ہین اور اُسپر تکبر کرتے ہین باوجودیکہ جانتے ہین کہ وہ شخص علم
کی جہت سے مستحق تواضع ہی مگر حسد اُنکو اس بات پر اُبھارتا ہی کہ اُس سے معاملہ متکبرون کا سا کرتے ہین اگرچہ باطن مین اُنکا نفس اُسکو اپنے
آپ سے زیادہ سمجھتے ہین۔ اور ریا بھی مقتضی متکبرون کے اخلاق کا ہی یہانتک کہ آدمی ایسے شخص سے مناظرہ کرتا ہی جسکو جانتا ہو کہ قطعاً
مجھسے بہتر ہی اور پہلے سے کچھ معرفت یا حسد یا بغض بھی نہین ہوتا مگر اُسکی حق بات اسلیے نہین مانتا اور اُس سے استفادہ اسلیے نہین
کرتا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ دوسرا شخص اس سے افضل ہی اس صورت مین باعث تکبر صرف ریا ہی ہی اور اگر بالفرض تنہائی مین اُس شخص کے
پاس ہوتا تو تکبر نہ کرتا بخلاف اُس تکبر کے جو عجب اور حسد و بغض سے ہوتا ہی کہ وہ خلوت مین بھی یکسان ہی اگر حاسد و محسود کے ساتھ تیسرا
کوئی اور نہو جب بھی حاسد کو اُسپر تکبر ہوگا۔ اسیطرح بعض لوگ ریا کے لیے اپنا نسب شریف کرلیتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم اس دعوی
مین جھوٹے ہین مگر تاہم ایسے جھوٹے نسب سے دوسرون پر تکبر کرتے ہین جو اُس نسب کے نہون اور مجالس مین اُنسے ترفع اور استعلا
مین تقدم کے خواہان ہوتے ہین اور اگر کوئی شخص غیر کی تعظیم و توقیر اُنکے برابر کرے تو ناخوش ہوتے ہین حالانکہ باطن مین جانتے ہین
کہ ہم مستحق اس تعظیم کے نہین اور نہ کبر باطن مین ہی کیونکہ یہ تو خود اُنکو معلوم ہی کہ دعوی نسب مین ہم جھوٹے ہین پس ان افعال تکبرین
کے جو وہ لوگ مرتکب ہوتے ہین صرف ریا کی جہت سے ہوتے ہین اور متکبر کا لفظ جو بولا جاتا ہی تو اکثر اُس شخص پر بولا جاتا ہی جو متکبرانہ
افعال کا اس جہت سے ہو کہ باطن مین کبر و عجب ہی اور دوسرون کو حقارت کی نظر سے دیکھنا چاہتا ہی اور اس قسم کے ریا والے کو متکبر کہنا

صرف اسواسطے ہی کہ اُسکے افعال مشابہ کبر کے افعال کے ہین -

آٹھوان بیان تواضع والون کے اخلاق کا اور تفصیل اُن افعال کی جنمین اثر تواضع اور تکبر کا ظاہر ہو

جاننا چاہیے کہ تکبر آدمی کی وضع مین ہوتا ہی جیسے چہرہ پھیلانا اور کن انکھیون دیکھنا اور گردن ڈالنا اور چار زانو مع تکیہ لگا کر بیٹھنا اور گفتگو مین بھی ہوتا ہی حتے کہ آواز مین اور بیان کرنے کی صنعت مین پایا جاتا ہی اور تیز چال اور نشست و برخاست مین اور افعال کرتے وقت کی حرکات و سکنات مین غرض جب ایک حال سے دوسرے مین بدلتا ہی ہر ایک مین ظاہر ہوا کرتا ہی پس بعض متکبر تو ایسے ہوتے ہین کہ ان سب باتون مین تکبر کرتے ہین اور بعض ایسے ہین کہ چند چیزون مذکورہ بالا مین تکبر کرتے ہین اور چند مین تواضع کچھ ایک ایا عادات کا بیان کر دیا جاتا ہی مثلاً بعضون کی یہ عادت ہوتی ہی کہ لوگ ہمارے سامنے کھڑے رہین یا ہماری تعظیم کو کھڑے ہو جایا کرین تو یہ عادت متکبرین کی ہی حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ جسکو یہ منظور ہو کہ دوزخی آدمی کو دیکھے تو وہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود بیٹھا ہو اور لوگ اسکے سامنے کھڑے ہون - اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ صحابہ کرام رضہ کے نزدیک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی نہ تھا اور باوجود اسکے جب آپ کو دیکھتے تھے تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ کھڑا ہونا پسند نہین اور بعضون کی یہ عادت ہوتی ہی کہ جب تک کوئی پیچھے پیچھے ساتھ کا آدمی نہو تب تک نہین چلتے یہ بھی بُری عادت ہی حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ بندہ اللہ تعالے سے دور ہو جاتا ہی جب تک کہ اُسکے پیچھے لوگ چلتے ہین حضرت عبد الرحمن بن عوف اپنے غلامون سے پہچانے نہ پڑتے کیونکہ صورت ظاہری یعنے لباس وغیرہ مین کچھ فرق نہین کرتے تھے انکا اور اپنا ایک سا حال رکھتے تھے اور کچھ لوگ حضرت حسن بصری رح کے پیچھے چلے تو آپ نے اُنکو روک دیا اور کہا کہ اس سے بندہ کے دل مین کچھ رہتا نہین - اور آنحضرت صلعم بعض اوقات اصحاب رضہ کے ساتھ چلتے تو اُنکو آگے بڑھنے کو فرماتے اور آپ بیچ مین چلتے یہ امر یا تو دوسرون کی تعلیم کے لیے تھا یا اپنے نفس مبارک سے وسوسہ شیطانی کبر و عجب کا دفع کرنا منظور تھا جسطرح نئے کپڑے کو بدن مبارک سے اثناے نماز مین اتار کر انبجانیہ جو دونون جبون مین سے ایک کی جہت سے پرانا پہن لیا تھا اور ایک عادت یہ ہی کہ دوسرے سے ملنے نہ جاوے گو اُسکے ملنے سے خیر و برکت دینی دوسرے کو ہوتی ہو یہ بھی تواضع کے خلاف ہی روایت ہی کہ سفیان ثوری رح رملہ مین تشریف لائے تو اُنکے پاس ابراہیم بن ادہم رح نے آدمی بھیجا کہ ہمارے پاس تشریف لا کر کچھ حدیث سنا جیے حضرت سفیان تشریف لائے لیکن لوگون نے ابراہیم بن ادہم رح سے کہا کہ آپ ان جیسے لوگون کو بھی بلواتے ہین یعنے خود جانا چاہیے تھا اُنھون نے جواب دیا کہ مین اُنکی تواضع کا امتحان کیا چاہتا تھا - اور ایک عادت یہ ہی کہ دوسرا شخص آکر اپنے پاس بیٹھے تو بُرا معلوم ہو سامنے بیٹھے تو مضائقہ نہین اور تواضع اسکے برعکس ہی چنانچہ ابن وہب روایت کرتے ہین کہ مین ایکبار عبد العزیز بن ابی رواد کے پاس بیٹھا اور میرا زانو اُنکے زانو سے لگ گیا مین ذرا کنارے کو ہوا اُنھون نے میرا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا اور فرمایا کہ میرے ساتھ تم لوگ وہ معاملات کیون کرتے ہو جو جابرون کے ساتھ کیا کرتے ہین مین اپنے آپ سے بدتر تم مین سے کسی کو نہین جانتا اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ مدینہ منورہ کی لونڈیون مین سے ایک لونڈی تھی کہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہان چاہتی لیے پھرتی آپ اپنا ہاتھ اس سے نہ چھڑاتے ۔ ع ۔ آنانکہ خوش باشند کان محبوب جہان را + بادرویشان و مسکینان سرے ہست + اور ایک عادت یہ ہی کہ بیمارون کے پاس نہ بیٹھے اور انسے احتراز کرے یہ بھی تکبر مین داخل ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک آدمی آیا کہ اُسکے چیچک نکلی تھی اور اُسمین سے پانی بہتا تھا آپ اُسوقت مع اصحاب رضہ کھانا تناول فرماتے تھے وہ شخص جسکے پاس بیٹھا وہی اُسکے پاس سے علیحدہ ہوا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اپنے پاس بٹھلایا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ اپنے کھانے سے کسی کوڑھی اور سفید داغ والے اور مریض کو نہ روکتے بلکہ اپنے دسترخوان پر بٹھلا لیتے اور ایک عادت یہ ہی کہ گھر مین اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے اور تواضع اسکے خلاف ہی روایت ہی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے

یہان ایک مہمان رات کو آیا اسوقت آپ کچھ لکھتے تھے اور چراغ مین تیل نہ تھا گل ہونے لگا مہمان نے کہا کہ آپ فرماوین تو مین اسکو درست کر دون آپ نے فرمایا کہ مہمان سے خدمت لینی اچھی بات نہین اُسنے کہا کہ خادم کو جگا دون آپ نے فرمایا کہ وہ ابھی کچی نیند مین ہے یہ کہکر آپ ہی اُٹھے اور کپی لیکر چراغ کو تیل سے بھر دیا مہمان نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ہی نے تکلیف کی فرمایا کہ جب مین تیل لینے گیا تھا جب بھی عمر ہی تھا آپ پھر کر آیا تب بھی عمر ہی ہون مجھ مین سے کچھ کم نہین ہو گیا اور لوگون مین سے بہتر وہی ہے جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو۔ اور ایک بادشاہ ہی ہو اپنے گھر کی کوئی چیز اپنے ہاتھ مین اُٹھا کر نہ لاوے متواضع آدمی ایسا نہین کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نفیس نفیس چیزین لے آتے تھے اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے عیال کے واسطے کچھ اُٹھا لاوے تو اس کے کمال مین کچھ بٹہ نہین لگتا حضرت ابو عبیدہ جراح جسوقت امیر لشکر تھے گھڑا پانی کا خود حمام مین لیجاتے تھے اور ثابت بن ابی مالک روایت کرتے ہین کہ مین دیکھون حضرت ابوہریرہ رضہ مروان کی طرف سے خلیفہ تھے مین نے دیکھا کہ بازار سے لکڑیون کا گٹھا اُٹھائے لا رہے ہین اور مجھ سے فرماتے ہین کہ امیر کو راستہ دو اور اصبغ بن نباتہ تابعی فرماتے ہین کہ اب تک میری آنکھون مین گویا اسوقت پھر رہی ہے کہ حضرت عمر رضہ بائین ہاتھ مین گوشت اور دہنے مین درہ لیے بازار مین گشت کرتے ہوئے اپنے گھر مین داخل ہوئے اور بعض تابعین سے روایت ہے کہ مین نے دیکھا کہ حضرت علی رضہ نے ایک درم کا گوشت خرید کر اپنی چادر مین رکھ لیا مین نے عرض کیا کہ لائیے مین لے چلون آپ نے فرمایا کہ عیال دار ہی کو اسکا لیجانا زیادہ ہے اور لباس عادت لباس سے بھی کہ ہو کہ اس سے بھی تکبر اور تواضع ظاہر ہوتے ہین حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البذاذۃ من الایمان ہارون راوی حدیث کہتے ہین کہ مین نے حضرت معن رحمۃ سے بذاذت کے معنے پوچھے انہون نے فرمایا کہ اس سے مراد گھٹیا لباس ہے اور زید بن وہب رحمۃ راوی ہین کہ مین نے حضرت عمر رضہ کو دیکھا کہ درہ لیکر بازار مین نکلے جو چادر کہ اسوقت پہنے تھے اسمین چودہ پیوند تھے بعض چمڑے کے بھی تھے۔ اور حضرت علی رضہ پر جو شخصون نے پیوند لگی چادر کے باعث اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دل مین خشوع ہوتا ہے اور لوگ اقتدا کرتے ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ اچھا ہونا کپڑون کا دل کے لیے اترانے کا سامان ہے۔ اور طاؤس رحمۃ کہتے ہین کہ باوجود یکہ مین اپنے انھین دو کپڑون کو دھولیتا ہون پھر بھی جب تک سادہ چلتے رہتے ہین مین اپنے دل کو نہین پہچانتا۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضہ بن عبد العزیز رحمۃ کے لیے قبل خلافت لباس ہزار دینار کا لیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ اسمین اگر سختی نہوتی تو بہت عمدہ تھا خلافت کے بعد اُنکا لباس پانچ درم کو مول آتا تھا اور فرماتے تھے کہ اسمین یہی عیب ہے کہ نرم ہے ورنہ بہت خوب تھا لوگون نے پوچھا کہ حضرت آپ کا لباس اور سواری اور عطر سابق کا کہان گیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو خدا تعالے نے نفس زینت پسند اور شائق عنایت کیا ہے دنیا مین جو مرتبہ آتا گیا اس سے اعلے مرتبے کی خواہش کرتا گیا یہانتک کہ جب سلطنت کا مزہ اُسنے چکھا جو سب مراتب دنیاوی سے اعلیٰ ہے تو اب شائق اللہ تعالے کے نزدیک کے مراتب کا ہوا اور سعید بن سوید رحمۃ روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ نے ہمکو نماز جمعہ کی پڑھائی اور بیٹھ گئے اسوقت آپ ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے جسکے گریبان مین سامنے اور پیچھے پیوند لگا ہوا تھا ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے نے آپکو سب کچھ دیا ہے آپ پہنتے کیون نہین آپ نے بڑی دیر تک سر جھکائے رکھا پھر سر اُٹھا کر فرمایا کہ بہتر میانہ روی توانگری مین ہوتی ہے اور عفو مین افضل وہی ہے جو قدرت کے وقت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نیت کو خدا کے واسطے چھوڑ دے اور خدا کے لیے تواضع کی راہ سے اچھے کپڑے پہننے ترک کرے تو اللہ تعالے بالضرور اُسکے لیے بہت عمدہ لباس جنت کا جمع فرماویگا۔ یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فرماتے ہین کہ اچھے کپڑے سامان دل کے تکبر کے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ کپڑون کا نفیس رکھنا کبر مین داخل ہے یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ کبر نہین بلکہ کبر اسکا نام ہے

کہ امر حق سے جاہل رہے اور لوگون کے عیب نکالے تو بظاہر ان دو قولون مین تناقض معلوم ہوتا ہی انکی تطبیق کسطرح ہی تو جاننا چاہیے کہ عمدہ کپڑا کچھ ضرور نہین کہ سب لوگون کے حق مین ہر حال مین داخل تکبر ہون اور حدیث مین اسی کی طرف اشارہ ہی اور یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رض کے قول سے سمجھی تھی ح۱ یعنی جب انہون نے پوچھا کہ مین ایک آدمی نظافت دوست ہون تو آپ نے جانا کہ انکا میل نظافت اور خوش لباسی کی طرف ہی اسواسطے نہین کہ دوسرون پر تکبر کرین کیونکہ یہ تو ضروری ہی نہین کہ لباس کی عمدگی کبر مین داخل ہو گو کبھی کبر کے واسطے بھی ہوتی ہی اور یہ کچھ مختص عمدہ پر نہین ادنی لباس سے بھی کبر ہوتا ہی اور تواضع بھی ہوتی ہی اور لباس مین متکبر کی پہچان یہ ہی کہ جب لوگ دیکھین تب تو پر تکلف بنے اور اگر اکیلا ہو تو کچھ پروا نہ کرے کہ کسطرح ہون اور طالب نفاست کی علامت یہ ہی کہ ہر ایک شی مین اسکو خوبصورتی پسند ہو اگرچہ تنہائی ہی ہو یہانتک کہ گھر کے پردون مین بھی خوش وضعی ملحوظ رکھے پس جب حال مختلف ہوے تو حضرت عیسی علیہ السلام کا فرمانا بھی درست ہی کہ بعض احوال مین خوش وضعی اور خوش لباسی مورث دل کے تکبر کی ہوتی ہی اور حدیث شریف بھی درست ہی کہ کبر کو خوش لباسی ضرور نہین اور نہ خوش لباسی ہمیشہ ہوتا کبر ہو گو کبھی مورث کبر ہوتی ہو حاصل یہ کہ اس باب مین احوال مختلف ہین اور سب سے اچھی پوشاک وسط درجے کی ہی جس مین نہ شہرت عمدگی کی ہو نہ خرابی کی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح۲ کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو نہ اسراف کے ساتھ اور نہ تکبر کے اور خدا سے تعالے کو اپنے بندے پر اثر اپنی نعمت کا اچھا معلوم ہوتا ہی ح۳ اور بکر بن عبداللہ مزنی فرماتے ہین کہ کپڑے چاہو بادشاہون کے سے پہنو مگر دلون کو خوف خدا سے نرم رکھو ؎ حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست ✦ درویش صفت باش و کلاہ تتری دار ✦ اور یہ ان لوگون کے واسطے فرمایا کہ پارساؤن کا کپڑا پہنکر تکبر کے طالب ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ تم لوگون کو کیا ہوا ہی کہ میرے پاس کپڑے تو راہبون کے سے پہنکر آتے ہو اور تمھارے دل بھیڑیون کے سے ہین کپڑے بادشاہون کے سے پہنو مگر دلون کو خوف الہی سے نرم کرو۔ اور ایک عادت یہ ہی کہ جب کوئی گالی یا ایذا دے یا حق چھین لے تو اسکی برداشت کرے اور یہی اصل ہی ہمنے باب غضب و حسد مین حکایات سلف کی ایذا کی برداشت مین نقل کی ہین یہان تقدر معلوم کر لینا چاہیے کہ مجموعہ حسن اخلاق و تواضع کا سیرت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی اسی کو دستور العمل کرنا چاہیے اور اسی سے سیکھنا چاہیے۔ اور ابن ابی سلمہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سعید خدری سے پوچھا کہ اب جو لوگون نے لباس اور کھانا پینا اور سواری ایجاد کی ہی اسمین آپ کی کیا رائے ہی انہون نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کھانا اور پینا اور لباس وغیرہ سب اللہ کے واسطے کرو جس چیز مین اپنی شان سے کبر یا ابا ہٹ یا ریا و شہرت آجاویگی وہ معصیت و اسراف ہی اور اپنے گھر مین وہ کام کیا کرو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین کرتے تھے آپ کا دستور تھا کہ اونٹ کو گھاس ڈالتے اور اپنے ہاتھ سے باندھتے گھر مین جھاڑو دیتے دودھ نکالتے جوتا ٹانکتے کپڑے مین پیوند لگاتے اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور اگر وہ تھک جاتا تو اسکے عوض پیستے اور بازار سے چیز مول لیتے اور اس بات کی حیا نہ کرتے کہ اسکو ہاتھ مین لٹکا کر یا کپڑے کے کونے مین باندھ کر لے آوین تو انگر اور مفلس اور بڑے چھوٹے سب سے مصافحہ کرتے جو ادنی اعلی نمازی سامنے آتا اسکو اول سلام کرتے خواہ کالا ہوتا یا گورا بندہ ہوتا یا آزاد گھر کا اور باہر کا جدا لباس نہ رکھتے اس بات سے حیا نہ کرتے کہ کوئی دعوت کرے تو قبول کرین گو کیسا ہی پریشان حال ہو اور دعوت کی چیز کو کبھی برا نہ کہتے اگرچہ سڑا چھوہارا ہی کیون نہو صبح کا کھانا شام کو نہ رکھتے اور نہ شام کا صبح کو بہت سہل کار رہا نہ رکھتے اور باینہمہ نرم خلق کریم الطبیعت ملنسار کشادہ پیشانی تھے بے خندہ کا تبسم کرتے غم کرتے تو ترش رو نہوتے شدت کرتے تو نہایت سختی نہ برتتے تواضع بے ذلت کے اور سخاوت بے اسراف کے کرتے ہر رشتہ دار اور مسلمان پر رحم فرماتے دل کے رفیق تھے ہمیشہ گردن نیچی رکھتے شکم سیری سے کبھی بدہضمی کی نوبت نہ آنے دیتے دست مبارک طمع کی طرف دراز نہ کرتے حضرت ابو سلمہ کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گیا

ح ۱ طبرانی در کبیر اور اوپر کی حدیث اسی کا ٹکڑا ہی ۱۲ ح ۲ نسائی و ابن ماجہ بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۱۲ ح ۳ ترمذی بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ۱۲ ح ۴ اسکی سند مجھے نہین ملی ۱۲

اور جو کچھ حضرت ابو سعید رحمہ نے مجھ سے کہا تھا وہ سب مین نے کہا حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ ابو سعید رضہ نے کسی بات مین خطا نہین کی لیکن اتنی بات کوتاہی کی کہ تمنے یہ نہ کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہ کھایا اور نہ کسی سے اس بات کا شکوہ کیا بلکہ فاقہ آپ کو بہ نسبت توانگری کے زیادہ محبوب تھا اور کبھی بھوکے ہی آپ رات گزار دیتے اور پھر صبح کو روزہ رکھتے اگر آپ خدا سے مانگتے کہ خزانے زمین کے اور پھل اور تمام پورب و پچھم کی وسعت عیش ملجاوے تو ایسا ہی ہو جاتا اور اکثر مین آپ کی بھوک پر رحم کرکے روتی اور آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہتی کہ آپ پر میری جان فدا ہو دنیا سے اسقدر تو نفع لیجیے کہ آپ کی غذا کو کافی ہو اور بھوکے نہ رہین آپ جواب مین ارشاد فرماتے کہ اے عائشہ میرے بھائی رسول اولوالعزم اس سے بھی زیادہ سختیاں سہکر اسی حال پر گذر گئے اور جب خدا کے سامنے پہونچے تو انکی تواضع اور تکریم ہوئی اور بہت سا ثواب حاصل کیا مجھے یہ شرم آتی ہے کہ اگر مین آرام مین بسر کرون تو کہین ان سے کم نہ رہ جاؤن اسلیے تھوڑے سے دن صبر کرنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ آخرت مین میرا درجہ ناقص ہو اور سب سے بہتر بات مجھے یہی معلوم ہوتی ہے کہ اپنے بھائیون اور دوستون سے ملون حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ بخدا اس کلام کے بعد آپ کو ایک ہفتہ بھی پورا نہوا کہ وفات پائی پس جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات نقل ہوے ان مین سب عادات متواضع لوگون کے جمع ہین جسکو تواضع کی طلب ہو اسکو چاہیے کہ آپ کا اقتدا کرے اور جو شخص کہ اپنا رتبہ آپ کے رتبے سے زیادہ سمجھکر ان اعمال پر جو آپ کو پسند تھے راضی نہو وہ سخت جاہل ہے آپ کو دین و دنیا کا منصب تمام خلق سے زیادہ تھا اسی لیے عزت اور رفعت بدون آپ کی اقتدا کے ممکن نہین اسی جہت سے حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ ہم وہ لوگ ہین کہ خداے تعالے نے ہمکو اسلام سے عزت دی ہے ہم اسکے سوا کسی اور چیز سے عزت کے طالب نہین اور یہ قول آپ نے جب فرمایا تھا جب شام مین داخل ہونے کے وقت کسی نے آپ کی ہیئت ظاہری پر اعتراض کیا تھا۔ اور حضرت ابو الدردا رضہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالے کے کچھ بندے ایسے ہین جنکو ابدال کہتے ہین وہ لوگ انبیا کے خلیفہ ہین اور زمین کے قطب جب نبوت منقطع ہوئی تو خداے تعالے نے ایک گروہ کو امت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے انکے قائم مقام کر دیا ہے وہ لوگ کچھ اورون سے زیادہ روزہ و نماز مین نہین ہوتے نہ سب سے خوبصورت ہین بلکہ صدق ورع اور نیک نیتی اور سلامتی قلب ہر ایک مسلمان کے ساتھ اور انکی خیرخواہی صرف خداے تعالے کی رضا جوئی کے واسطے کرتے ہین حالت صبر مین جزع و فریاد نہین کرتے تواضع کرتے ہین وہ بھی ذلت کے ساتھ نہین ان لوگون کو خداے تعالے نے چھانٹ کر اپنا بنا لیا ہے گنتی مین تیس یا چالیس ہوتے ہین انکے دلون مین یقین ایسا ہوتا ہے جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا ان مین سے کوئی جب مرتا ہے تب خداے تعالے اسکا نائب پیدا کر لیتا ہے اور یہ بھی یاد کر لینا چاہیے کہ وہ لوگ کسی چیز کو برا نہین کہتے نہ کسی کو ایذا دین نہ حقارت کرین نہ دست درازی اور حسد اور حرص دنیا کی کرین سب لوگون سے زیادہ تجربہ کار اور سب سے زیادہ نرم طبع اور سخی ہوتے ہین سخاوت انکی پہچان ہے اور بشاش رہنا انکی عادت اور راست روی انکی صفت ایسے نہین کہ آج تو خوف خدا کرین اور دوسرے روز غفلت مین رہین بلکہ ظاہر مین ہمیشہ ایک حال پر رہتے ہین اور انکا معاملہ جو خدا سے ہے اسمین انکو نہ ہوا سے تند پاسکے اور نہ تیز قدم باد رفتار انکے دل خدا کے اشتیاق مین اور انکے پاس کی رات کی طلب مین ترقی کرتے رہتے ہین اور انکے قدم خیرات کی طرف اٹھتے رہتے ہین غرض انکا حال یہ ہوتا ہے اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون راوی کہتے ہین کہ مین نے جب حضرت ابو درداء سے یہ حال سنا تو عرض کیا کہ مین نے آج تک کوئی وصف جو اس سے زیادہ سخت مجھکو معلوم ہو نہین سنا اور مین کسطرح اس وصف کو پہونچون آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس وصف کو اچھی طرح حاصل کیا چاہتا ہے تو اتنی ہی بات کرنی پڑے گی کہ دنیا سے بغض رکھے اس واسطے کہ جب دنیا کو برا جانے گا تو آخرت کی محبت پیدا ہوگی اور جس قدر آخرت کی محبت ہوگی اسی قدر دنیا مین زہد کرے گا اور اسی قدر وہ باتین تجھکو سوجھینگی جو تیرے کام آوین اور

جب خدا تعالی کو حسن طلب بندے کی طرف سے معلوم ہوتی ہی تو اسمین وہ درستی اسکے ساتھ کر دیتا ہی اور کنارہ عصمت میں جگہ عنایت فرماتا ہی
چنانچہ خود کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہی ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون یحیی بن کثیر رح فرماتے ہین کہ ہمنے جو اسمین غور کیا
تو معلوم ہوا کہ لذت حاصل کرنے والون کو جو لذت کہ اللہ تعالی کی محبت اور اسکی رضا جوئی مین ہوتی ہی ایسی اور کسی چیز مین نہین ملتی
ہم بھی خدا سے چاہتے ہین کہ اپنے دوستون کی محبت ہمکو عنایت فرماوے

نوان بیان طریق علاج کبر کا اور تواضع کے حاصل کرنے کا

یہ معلوم ہو چکا کہ کبر مہلکات مین سے ہی اور کوئی آدمی
اس سے خالی نہین اور اسکا دور کرنا فرض عین ہی صرف تمنا سے نہین جاتا بلکہ علاج سے اور ان دواؤن کے استعمال سے جو اسکی
جڑ کھودتی ہین جاتا ہی اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ دل مین جو اسکی جڑ ہی اسکو بیخ و بنیاد سے نکال ڈالنا دوسرے
یہ کہ جن اسباب سے کہ آدمی دوسرے پر تکبر کرتا ہی انکو دور کرنا صورت اول کبر کی جڑ اکھاڑنے مین اور علاج اسکا علمی ہی اور عملی
اور بدون دونون علاجون کے شفا سے کامل نہین ہوتی علمی علاج تو یہ ہی کہ آدمی اپنے نفس کو اور خدائے تعالی کو پہچانے اسی سے
انشاء اللہ کبر زایل ہو جاویگا اسلیے کہ جب انسان اپنے نفس کی حقیقت کما ینبغی پہچانیگا تو یقین کر لیگا کہ نفس سب ذلیلون سے ذلیل تر اور
قلیل چیزون سے کمتر ہی اور اسکے حال کے مناسب سواے تواضع اور ذلت اور خواری کے اور کچھ نہین اور جب خدائے تعالی کو پہچانیگا
تو جان لیگا کہ کبریا اور عظمت سواے اسکے اور کسی کو شایان نہین پھر معرفت خداے تعالی کی اور اسکی عظمت و مجد کی اول تو کلام چاہتی
ہی کیونکہ علم مکاشفہ کی انتہا وہی ہی اور ہر چند کہ معرفت نفس بھی بہت طویل ہی مگر ہم اسمین سے اسقدر لکھے دیتے ہین جو تواضع کے پیدا
کرنے مین کار آمد ہو اور اسکے لیے یہی کافی ہی کہ انسان قرآن مجید کی صرف ایک آیت کے معنی جان لے قرآن مجید مین علم اولین و
آخرین موجود ہی بشرطیکہ آدمی کو بصیرت ہو وہ آیت شریف یہ ہی قتل الانسان ما اکفرہ من ای شئ خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ ثم السبیل
یسرہ ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ اس آیت مین انسان کی اول پیدایش اور انجام اور درمیانی کا حال مذکور ہی اگر آدمی ان حالات
کو سوچے تو معنی آیت سمجھ مین آوین مثلاً ابتداے حال مین اسکا ذکر بھی نہ تھا اور نیستی کے پردے مین نہان تھا بہت دلون ایسا ہی
رہا نیستی کا شروع بھی نہین معلوم کہ کب سے نیست تھا اور جو چیز معدوم رہا ہو وہ اس سے زیادہ کمتر اور حقیر کیا چیز ہوگی اور انسان
پیدایش سے پہلے ایسا ہی تھا پھر اسکو اللہ تعالے نے ایک رذیل چیز سے بنایا پھر ناپاک چیز سے پیدا کیا کیونکہ اول مٹی سے بنایا
پھر نطفے سے خون اور خون سے لوتھڑا کیا پھر ہڈیان بنائین اور انپر گوشت و پوست چڑھایا تو ابتداے پیدایش کی تو یہ صورت ہی
جس سے دنیا مین اسکا ذکر ہوا اور پھر بھی پیدایش کے بعد وہی کمینے اوصاف اسمین موجود رہے یعنی پیدا ہوتے ہی کامل نہین
ہو گیا بلکہ اسکو اول پتھر جیسا پیدا کیا کہ نہ سنے نہ دیکھے نہ کچھ سمجھے نہ ہلے نہ بولے نہ کسی چیز کو پکڑے نہ جانے نہ بوجھے تو گویا زندگی سے
پہلے موت کی صورت موجود تھی اور قوت سے پہلے ضعف کی اور علم سے پہلے جہل کی اور بینائی سے پہلے اندھے ہونے کی کیفیت اور شنوائی
سے پہلے بہرہ ہونے کی اور گویائی سے پہلے گونگا ہونے کی اور ہدایت سے پہلے ضلالت کی اور توانگری سے پہلے افلاس کی اور قدرت
سے پہلے عاجزی کی حالت رکھتا تھا یہی معنی ہوے اتنی آیت کے من ای شئ خلقہ من نطفۃ خلقہ فقدرہ اور دوسری جگہ جو ارشاد
فرمایا ہی ہل اتی علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیأ مذکورا انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ اسکے بھی یہی معنی ہین پھر
پیدا کرنے کے بعد اسپر احسان فرمایا کہ ثم السبیل یسرہ اسمین اشارہ ہی ان اشیا کی طرف جو آدمی کو مدت حیات مین موت تک حاصل
ہوتی ہین اور اسی لیے فرمایا من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا انا ہدیناہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا یعنی خداے تعالی نے انسان کو
زندہ کیا اور پیشتر وہ مردہ اور پتھر تھا کہ ابتدا مین مٹی تھا پھر نطفہ اور بعد زندگی کے اسکو بہرے سے شنوا کیا اور اندھے سے بینا کیا اور ضعف کے

بعدہ قوی کیا اور جاہل سے عالم بنایا اور اسکو ایسے اعضا عنایت کیے جسمین عجائبات اور آیات ہین پہلے اسکو کہان تھے اور مفلس سے تونگر کیا اور بھوکے سے شکم سیر کیا اور ننگے سے لباس پہنایا اور گمراہ سے ہدایت یاب کیا تو دیکھنا چاہیے کہ خدا نے تعالے نے کس کس تدبیر اور صورت سے اسکو بنا کر سب راستے کیسے آسان کیے اور انسان کی سرکشی بھی دیکھنی چاہیے کہ کتنا بڑا ناشکر ہی اور کیا کھلا جاہل ہی خدا ئے تعالی تو فرماتا ہی او لم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین اور دوسری جگہ فرماتا ہی و من آیاتہ ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون یعنی اللہ تعالی کی نعمت انسان پر قابل دیکھنے کے ہی کہ اُس ذلت اور قلت اور خست اور ناپاکی سے اس بلندی اور بزرگی پر پہونچایا کہ نیست سے ہست کیا اور مردے سے زندہ اور گونگے سے ناطق وغیرہ اور پہلے لاشی محض تھا ایسی کوئی چیز نہین جو لائق ہے کبھی کم ہو پھر ہو گیا لیے جو پردہ عدم سے وجود عنایت فرمایا تو ذلیل مٹی اور ناپاک نطفے سے بنایا تاکہ اُسکو اپنے نفس کی خست معلوم ہو اور اپنی ذات پہچانے اور یہ نعمتین جو اسکو عنایت فرمائین وہ اسلیے کہ اُنسے رب کو پہچانے اور اُسکی عظمت و جلال کو دریافت کرے کہ بڑائی اور کبریائی اسی کی شان کو زیبا ہی اسیواسطے احسان کے مقام مین اُن نعمتون کا ذکر موجود ہی چنانچہ فرمایا الم نجعل لہ عینین و لسانا و شفتین و ہدیناہ النجدین اور دوسری جگہ اول اُسکی خست کو ارشاد فرمایا کہ الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ پھر اپنا احسان ذکر فرمایا کہ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر و الانثی تاکہ اسکا وجود ہمیشہ کو تناسل سے قائم رہے جیسا اول مین صرف ایجاد سے موجود ہوگیا اس جس شخص کا حال یہ ہو اور اُسکی ابتدا یہ ہو اُسمین کسطرح اسکو اترانا اور کبریا اور فخر اور تکبر کیسے جائز ہو وہ تو واقع مین سب سے کمتر چیز اور سب کمزور ون سے کمزور تر ہی ان اگر انسان کو کامل بنایا ہوتا اور اُسکے سب کام اسی کے سپرد رہتے اور اپنے اختیار سے ہمیشہ کو زندہ رہتا تب بھی مضائقہ نہ تھا کہ سرکش ہو جاتا اور اپنے آغاز و انجام کو بھول جاتا لیکن اب تو معاملہ اور طرح ہی کہ اُسکی ہی زندگی مین امراض مہلکہ اور بڑی بڑی بیماریان اور اور مختلف آفتین مسلط کر دین ہین اور اسی کے چار اجزا صفرا بلغم سودا اور خون ایک دوسرے کی ضد ہین اور ایک سے دوسرے کو نقصان پہونچتا ہی خواہ انسان چاہے یا نہ چاہے راضی ہو یا ناخوش مثلاً بھوکا ہو پیاسا مرض او موت کے سبب خواہ مخواہ لاحق ہوتے ہین آدمی کو کچھ اپنے نفس کے نفع اور ضرر کا اختیار نہین نہ خیر و شر کا اختیار ہی بہتیری چیزون کو چاہتا ہی کہ مجھے معلوم ہون مگر اُنسے جاہل رہتا ہی اور کسی چیز کا یاد رکھنا چاہتا ہی تو بھول جاتا ہی بعض چیزون کو بھولنا چاہتا ہی تو نہین بھولتا اگر اپنے دل کو کسی امر مہم مین مصروف کرنا چاہتا ہی تو بے اختیار وسواس و فکر کے میدان مین جولانیان کرتا ہی خلاصہ یہ کہ انسان کا دل خود اپنے اوپر نہین اختیار رکھتا اور نہ اُسکا نفس اپنے قابو مین ہی ایسی چیز کا آرزومند ہوتا ہی کہ اُسمین ہلاک ہو جاوے اور بعض اشیا کو برا سمجھتا ہی لیکن اُسمین زندگی ہوتی ہی کھانون کو لذیذ جانتا ہی حالانکہ وہی باعث سو ہضمی ہوکر ہلاک کرتے ہین اور دواؤن کو بدمزہ جانتا ہی اور وہ اُسکو نافع ہوتی ہین اور زندہ رکھتی ہین اور رات اور دن مین کوئی لحظہ اس بات کا امن نہین کہ کان اور آنکھ چھن جاوین یا اعضا کو فالج مار دے یا عقل جاتی رہے اور جان نکل جاوے اور سب آرزوئین بالائے طاق رہ جاوین پس آدمی بیچارہ مجبور ہی اگر کوئی چھوڑ دے تو رہے اور اُچک لے تو جاتا رہے غلام مملوک ہی کہ نہ اپنے اوپر قابو ہی نہ غیر پر تو اگر اپنے نفس کو پہچانے تب معلوم ہو کہ انسان سے زیادہ ذلیل کیا چیز ہوگی اور ایسے حال مین کبر کا کرنا محض جہالت ہی یہ درمیان کا حال ہوا اسکو تامل کرنا چاہیے اور انجام اور فرودگاہ آخری موت ہی جسکی طرف ان کلمات مین اشارہ ہی ثم اماتہ فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ یعنے انسان سے روح چھینی جاویگی اور سننا اور دیکھنا اور علم و قدرت اور حس و ادراک و حرکت سب سلب کیے جاوینگے تو جیسا ابتدا مین جماد تھا ویسا ہی انجام کو ہو جاویگا اعضا کی شکل کے سوا کچھ حس و حرکت باقی نہ رہیگی پھر مٹی مین رکھا جاویگا تو ایک مردار بدبو اور ناپاک ہو جاویگا جیسا اول مین نطفہ ناپاک تھا پھر اعضا گلینگے اور اُنکے اجزا بکھر جاوینگے ہڈیان سڑ کر پاش پاش

ہو جاوینگی کپڑے بدن کو کھا جاوینگے آنکھون کے ڈھیلے سے کھانا شروع کرینگے جب وہ ہو چکینگے تو رخسار کو چاٹینگے اسطرح سبکی صفائی بنا دینگے تو سارا بدن کیڑون کے پیٹ مین جائیگا اور اسوقت مردے کا یہ حال ہوگا کہ کوئی حیوان پاس نہ بیٹھے آدمی اسکو ناپاک سمجھے اور بدبو کی شدت سے دور رہا کرے اور سب سے بہتر اسکے احوال مین سے یہ کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو جاوے تو آپ گلنے اور سڑنے کے بعد خاک ہو جاویگا جس سے برتن بنینگے اور عمارت بنائی جاویگی اور موجود ہونے کے بعد پھر نابود ہوگا گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا جیسا پہلے مدتون نا نابود رہا تھا اور کیا اچھا ہوتا جو اسی حال پر خاک ہونے کے بعد چھوٹ جاتا بلکہ یہان تو ایک اور شاخ لگی ہے کہ پھر زندہ ہوگا اور اجزا متفرق سب جمع ہو کر پھر قبر سے نکلیگا تو دیکھیگا کہ قیامت کھڑی ہے اور مصیبت سر پر پڑی آسمان پھٹے ہوئے ہین اور زمین بدل گئی ہے پہاڑ ادھر سے ادھر مارے پھرتے ہین ستارے اندھے ہین آفتاب کو گہن لگا ہوا ہے سب جا اندھیرا ہو رہا ہے قوی فرشتون نے آ گھیرا ہے دوزخ غُل مچا رہی ہے جنت کو دیکھکر مجرمون کو حسرت آتی ہے نامۂ اعمال کھلے ہین اور حکم ہے کہ اپنا نامہ پڑھ اسوقت پوچھیگا کہ یہ نامہ کیا ہے کہا جاویگا کہ تیرے ایام حیات مین جن پر تو راضی اور نازان اور متکبر تھا تجھ پر دو فرشتے محافظ مقرر تھے کہ جو کچھ تو بولتا اور عمل کرتا تھا وہ اسمین لکھے جاتے تھے تیرا عمل تھوڑا اور بہت چھوٹا اور بڑا اور کھانا اور پینا اور نشست و برخاست سب کچھ اسمین موجود ہے تو بھول گیا ہے خدا تعالے نے تو سب لکھ رکھا ہے اب چل حساب دے اور اپنے کیے کا جواب دے ورنہ عذاب کے لیے تیار ہو اس خطاب کے سنتے ہی دل بیتاب ہوگا اور خوف کے مارے زہرہ آب ہو گا حالانکہ ابھی نامۂ اعمال کو دیکھا نہ ہوگا جب اسکو دیکھیگا تو کہیگا ہائے افسوس اس کتاب مین تو چھوٹا اور بڑا گناہ سب کچھ موجود ہے پس آخر امر انسان کا یہ ہے جو اس آیت سے مراد ہے ثم اذا شاء انشرہ اب غور کا مقام ہے کہ جسکا یہ حال ہو اسکو تکبر سے کیا سروکار ہے اسکو ایک لحظہ بھی خوشی کرنی نہ چاہیے اترانا اور تکبر کرنا تو درکنار ہے انسان پر اول اور درمیان کا حال تو کھلا ہے اگر معاذ اللہ آخر کا حال کھلجاوے تو اسوقت عجب نہیں کہ اپنے تئین کتا یا سور بنجانا پسند کرے کہ انکے ساتھ خاک ہو کر خطاب سے نہ عذاب سے اور واقع مین اگر انسان خدا کے نزدیک مستحق دوزخ ہے تو سور بھی اس سے کہین اشرف اور اطیب ہے اسواسطے کہ وہ اول مین بھی خاک تھا اور آخر کو بھی خاک ہو جاویگا حساب و عذاب سے علیحدہ رہیگا علاوہ ازین کتا اور سور اگر لوگون کو نظر پڑین تو کوئی انسے بھاگتا نہین اور اگر دنیادار کسی بندۂ گنہگار کو دوزخ مین دیکھ پاوین تو اسکی صورت ہیبتناک اور وحشت دیکھکر چیخ مارین اور اگر اسکی ہوا انکو لگ جاوے تو بدبو سے ہلاک ہو جاوین اور اگر اسکے پینے کے پانی کا ایک قطرہ دنیا کے سمندرون مین گر جاوے تو مردار سے زیادہ سڑ جاوین پس جس شخص کا انجام کار یہ ہو وہ تکبر کسطرح کرتا ہے اور اپنے نفس کو کچھ شے فرض کرکے اسکے لیے فضیلت کا معتقد کیسے ہوتا ہے یون اگر خدا معاف کردے اور یہ نوبت نہونے پاوے تو اور بات ہے الا تاہم معاف کرنے مین تو شک ہی ہے اور گنہگار رہنا یقینی ہے کونسا بندہ ایسا ہے جسنے گناہ نہ کیا ہو اور مستحق عقوبت اسکے سبب نہو مگر یہ کہ خدا تعالے معاف فرماوے اور حسن ظن اسکے فضل و کرم پر اسی بات کا مقتضی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے معاف کرے ۔ فرض کرو کہ کسی شخص نے بادشاہ کا ایسا قصور کیا جس سے مستحق ہزار کوڑون کا ہے اور حکم سلطانی سے قیدخانے مین مقید کر دیا گیا اور وہ شخص منتظر ہے کہ میری روبکاری ہوگی اور سب لوگون کے سامنے سزا ملیگی اور اس بات مین شک ہے کہ میرا قصور معاف ہوگا کہ نہین اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ شخص قیدیون پر تکبر کرے گا یا حالت ذلت مین اپنی جان کی فکر مین ڈوبا رہیگا یہی حال بندون کا ہے کہ گنہگار اور مستحق عقوبت تو سب ہین اور دنیا انکے لیے قیدخانہ اور حوالات ہے اور یہ معلوم نہین کہ روبکاری کے روز کیسی بنیگی تو جو شخص اسطرح تامل کرے گا اسکو یہی رنج و خوف اور ذلت کافی ہے اور یہ علاج علمی ایسی تدبیر ہے کہ جس سے کبر کی جڑ اکھڑ جاتی ہے اور علاج عملی یہ ہے کہ علانیہ تواضع خدا کے واسطے کرے اور سب لوگون کے ساتھ تواضع کرنیوالون کے سے اخلاق برتے جیسے کہ ۸۰

ہینے صلحا کا حال اوپر بیان کیا ہی باینطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا یہانتک کہ روایت ہی کہ آپ زمین پر کھانا
کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون بندون کی طرح کھانا کھاتا ہون اور حضرت سلمان فارسی رضسے کسی نے پوچھا کہ آپ نیا کپڑا کیون نہین پہنتے
آپ نے فرمایا کہ مین غلام ہون جس دن آزاد ہونگا اس روز نیا کپڑا پہنونگا اس آزادی سے مراد آزادی روز قیامت ہی اور تواضع کے
معلوم ہونے کے بعد اسکی تمامی عمل سے ہوتی ہی اسی جہت سے عرب کی قوم کہ اللہ و رسول پر تکبر کرتی تھی انکو ایمان اور نماز دونون کا حکم
ہوا اسلیے کہ انکو تواضع اور فروتنی بڑی معلوم ہوتی تھی حتی کہ اگر کسی کے ہاتھ مین سے کوڑا گرتا تو اٹھانے کے واسطے نہ جھکتا اور اگر
جوتے کا تسمہ کھلجاتا تو اسکو نہ باندھتا کہ جھکنا پڑیگا چنانچہ حکیم بن حزام رضنے اول اول بیعت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرط
کی تھی کہ مین رکوع و سجدہ کھڑے کیا کرونگا آپ نے منظور فرمایا تھا پھر آخر کو وہ سمجھ گئے اور بڑے نیک عابد اور کامل ہوئے غرضکہ
اہل عرب کے نزدیک سجدہ کرنا اور جھکنا کمال ذلت اور پستی کی علامت تھی اسلیے نماز کا حکم ہوا تاکہ انکا تکبر ٹوٹے اور دلون مین تواضع گھر
کرے کیونکہ نماز مین شدت سے تواضع پائی جاتی ہی کہ رکوع اور سجدہ اور سامنے کھڑا رہنا سب کچھ آثار فروتنی کے موجود ہین اور نماز کو
جو دین کا ستون کہتے ہین اسکی بہت سی وجہین ہین ان مین سے ایک یہ بھی ہی کہ اسمین حد درجہ کی تواضع موجود ہی اور نماز کا حکم
تمام خلق کو بھی اسی لیے ہوا ہی کہ اسکے افعال مقتضی تواضع کے ہین تو حاصل یہ ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ جب اپنے نفس کی حقیقت پہچان
تو جو فعل کہ انکا مقتضی کبر ہو ہمیشہ اسکے خلاف کرے یہانتک کہ تواضع کا عادی ہو جاوے اسی لیے دل مین اچھے اخلاق جمتی آتے
ہین جب علم و عمل دونون ہون اور چونکہ اعضا عالم ظاہری سے ہین اور دل عالم ملکوت سے اور ان دونون مین ایک علاقہ پوشیدہ
اور ارتباط مخفی ہی اسلیے اعضا کے عمل سے دل پر تاثیر ضرور ہوتی ہی دوسری صورت اس تکبر کا بیان جو اسباب مذکورہ بالا
سے ہوتا ہی باب ذم جاہ مین ہم لکھ چکے ہین کہ کمال حقیقی علم اور عمل کا نام ہی اور جو چیز اسکے سوا اور موت پر فنا ہونے والی ہی وہ
کمال وہمی ہی اس لحاظ سے عالم کو تکبر نہ کرنا دشوار ہی اسلیے فی الجملہ کمال حقیقی اسکو علم کا موجود ہی مگر ہم طریق علاج علمی و عملی سات
سبب کا ذکر بیان کیے دیتے ہین اول نسب کا تکبر نسب کے باعث جسکو تکبر ہو اسکو دو باتین جاننی چاہیین اول تو یہ کہ نسب پر فخر کرنا
محض جہالت ہی اسلیے کہ دوسرے کے کمال سے اپنی عزت ہونی بے معنی ہی شعر نہو گر ذات مین جوہر تو کیا حاصل ہی یون کہنا کہ آبا
تھے ہمارے اشرف و افضل خدائی سے پس جو شخص نسب کا فخر کرتا ہی اگر خود صفات نفیس رکھتا ہی تو انکی خست کو دوسرے کا
کمال کسطرح تدارک کریگا بلکہ جس شخص کے نسب سے تکبر کرتا ہی اگر وہ زندہ ہوتا تو کہتا کہ فضیلت مجھ مین ہی اور تو میرے پیشاب کا
کیڑا ہی تجھے شرف کہان سے آیا اب ہم پوچھتے ہین کہ جو کیڑا انسان کے پیشاب سے پیدا ہوا اور جو گھوڑے کے پیشاب سے پیدا ہی
تو انسان کے پیشاب کا کیڑا دوسرے سے بہتر کہلاویگا نہین بلکہ دونون یکسان ہونگے شرف انسان ہی کو ہی اسکے پیشاب کے کیڑے کو کچھ شرف دوسرے
کیڑون پر نہین دوسری بات یہ ہی کہ اپنا نسب حقیقی پہچانے اور باپ اور دادے کو خیال کرے انکا باپ تو ایک نطفۂ ناپاک ہی اور دادا مٹی اور
خاک ذلیل ہی چنانچہ خدا تعالی نے اس نسب کو قرآن مجید مین بتلا دیا ہی جیسا کہ فرمایا الذی احسن کل شئی خلقہ و بدء خلق الانسان من طین ثم جعل
نسلہ من سلالۃ من ماء مہین پس جسکی اصل خاک ذلیل ہو جو پامال ہوتی رہتی ہی اور پھر اسکی مٹی کا خمیر کیا گیا ہو یہانتک کہ سیاہ اور بودار ہوگئی ہو وہ تکبر کیسے
کرتا ہی جسکی طرف اسکی نسبت ہی وہ تو سب مین ذلیل ہی جیسا کہ کہتے ہین کہ فلانا خاک سے زیادہ ذلیل ہی اور کالی کیچڑ سے زیادہ بدبودار اور پیشاب سے زیادہ ناپاک
ہی پس اگر خاک کی طرف آدمی کی نسبت بعید ہی تو قریب ہی چیز کی نسبت کو دیکھنا چاہیے کہ وہ نطفہ یا مضغہ ہی اسکے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو حقیر ہی جاننا چاہیے اگر
اور اگر اسکے لحاظ سے رفعت ہی ہوتی ہو تو جو اسکی اصل ہی وہ خاک ہی اسکو بھی رفعت نہین جب نہ باپ مین رفعت نہ دادے مین تو اولاد مین کہان سے
آئی اس سے معلوم ہوا کہ جب اصل آدمی کی خاک سے ٹھہری اور علیحدہ نطفے سے ہوا تو نہایت درجے کا بے نسب ہی اس لیے کہ جو اس کی

اصل ہو وہ تو پاؤن تلے ملی جاتی ہی اور جس سے جدا ہوا ہو وہ اگر بدن کو لگ جاوے تو دھویا جاتا ہی پس جو شخص اس نسبت حقیقی کو پہچانیگا وہ تکبر نہ کریگا کسو نہ خاک آفریدت خداوند پاک + پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک + اور بعد اس نسبت اصل اور امر واقعی کے کھلنے سے متکبر بالنسب کی ایسی مثال ہوگی کہ ایک شخص اپنے آپ کو ہمیشہ سید جانتا ہی اور اُسکے باپ نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ ہم سید ہین اسی جہت سے اسکو تکبر شرافت نسب کا تھا اسی حال مین چند سچے لوگون نے کہ جنکے قول مین جھوٹ کا شک نہین یہ بیان کیا کہ یہ شخص حجام کا لڑکا ہی اور اس دعوی کو خوب براہان و حجت سے اسکو سمجھا دیا کہ اُسکے دل مین کچھ شبہہ باقی نہ رہا اور جان لیا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہین تو اب اُس شخص کو کچھ غرور نسب کا نہ رہیگا بلکہ اپنے جی مین سب آدمیون سے حقیر ہو جاویگا اور اس اپنی ذلت کا ہیا دھیان دل مین جمیگا کہ دوسرون پر تکبر کرنا سب بالاے طاق ہوگا یہی حال دانا و بصیر شخص کا ہی جب اپنی اصل کو سوچتا ہی اور جانتا ہی کہ مٹی اور نطفے سے بنا ہوا ہون تو تکبر نہین کرنا اسلیے کہ مثلاً اگر اسکا باپ بھنگی یا حجام یا کوئی اور ذلیل کام والا ہوتا تو یہ شخص اپنے آپ کو کمینہ سمجھتا اسو بوجہ سے کہ باپ کوڑا اور مٹی اٹھاتا تھا یا خون مین ہاتھ تر رکھتا تھا تو جب یہ معلوم ہوگا کہ خود مین ہی خاک اور خون سے بنا ہون تو بطریق اولی اپنا کمینہ ہونا سمجھیگا دوسرا سبب کبر کا جمال ہی اور اُسکی دوا یہ ہی کہ اپنے باطن کو عاقلون کی طرح دیکھے اور بہائم کی طرح ظاہر حال کو معائنہ نہ کرے اور جب باطن کو دیکھیگا تو ایسی فضیحتین سوجھینگی جنسے جمال کا کبر گرد ہو جاویگا مثلاً تمام اعضا مین آدمی کے پلیدی بھری ہی پیٹ مین براز ہی اور مثانے مین پیشاب اور ناک مین رینٹھ اور منہ مین تھوک اور کانون مین میل اور رگون مین خون اور جلد مین پسیب اور بغل مین بدبو ہی اور باوجود اسکے دن مین ایک بار یا دو بار پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہی اور ہر روز ایکبار یا دو بار پیٹ کی بلا اٹھانے کو پاخانے مین جاتا ہی اور وہ ایسی چیز ہی کہ اُسکا دیکھنا بھی مکروہ معلوم ہوتا ہی چھونا اور سونگھنا درکنار اور یہ سب اسواسطے ہی تاکہ ہر وقت اسکو دھیان اپنی ناپاکی اور ذلت کا بنا رہے یہ حال تو حیات کا ہی اور ابتداے خلقت جس سے ہوئی ہی وہ معلوم ہی ہی کہ نطفہ اور خون حیض سے ہی اور دو بار پیشاب کے راستے سے نکلا ایک بار باپ کی پشت سے جب ماکے پیٹ مین گیا اور رحم مین جو خون حیض کی جگہ ہی رہا اور ایکبار جب ماکے پیٹ سے دنیا مین آیا چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ حضرت ابو بکر صدیق رض ہمکو خطبے مین ہمارے نفسون کی ناپاکی ظاہر کرنے کو فرماتے کہ تم لوگ پیشاب کی جگہ سے دوبار نکلے ہو اور اسی بنا پر طاؤس رح نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح سے کہا تھا کہ یہ حال اُس شخص کی نہین جسکے پیٹ مین غلیظ ہو جیسا کہ یہ قصہ اوپر گذرا یہ ابتدا و وسط کا حال ہی۔ اور اگر ایام حیات مین ایک روز بھی اپنے بدن کی صفائی اور غسل نہ کرے تو بدبو اور پلیدی ایسی ہو جاوے جیسے چوپایون مین ہوتی ہی وہ کبھی اپنے آپ کفیل اپنی صفائی کے نہین ہوتے پس جب آدمی تامل کرے کہ مین پلیدیون سے پیدا ہوا اور پلیدیون ہی مین رہا اور مرنے کے بعد بھی مردار پلید ہی ہو جاؤنگا تو اپنے جمال کو باعث فخر نہ سمجھیگا۔ وہ تو گھورے پر کا سبزہ ہی کہ ظاہر مین ہرا ہرا معلوم ہوتا ہی اور اصل ناپاک ہی یا جنگل کا گلزار ہی کہ ابھی اچھا معلوم ہوتا ہی اور کچھ دنون بعد سوکھا تنکا ہوا مین مارا پھرتا ہی۔ اور اگر بالفرض حسین آدمی کا جمال دیرپا ہوتا اور ان سب خرابیون سے مبرا تب بھی اُسپر واجب تھا کہ اپنے جمال سے بدصورت پر تکبر نہ کرتا اسلیے کہ بدصورت کی بدصورتی اُسکے اختیار مین نہ تھی کہ اُس سے بچ رہتا اور نہ خوبصورت کی خوبصورتی اُسکے اختیار مین ہی کہ اُسکی تعریف کیجاوے اور اب تو جمال کو کچھ قیام ہی نہین ہر دم یہ خوف لگا ہوا ہی کہ جاتا رہے ذرا سے مرض یا چیچک یا زخم یا کسی اور سبب سے زائل ہو جاتا ہی اور ایسا بہت واقع ہوا ہی کہ خوبصورت آدمی انھین اسباب سے بدصورت ہو گئے ہین تو ان باتون کو جاننا اور اکثر سوچنا دل مین سے جمال کے کبر کو اکھاڑ دیتا ہی تیسرا سبب تکبر کا زور و قوت ہی اسکا علاج یہ ہی کہ جو مرض اور بیماریان آدمی پر مسلط ہین اُنکو تامل کرے کہ اگر ایک رگ مین بھی درد ہو جاتا ہی تو سب عاجز ہون

بدتر ہو جاتا ہی اور سب سے زیادہ ذلیل سمجھا جاتا ہی سہ چو عضوے بدرد آورد روزگار + دگر عضوہا را نماند قرار + اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اگر کوئی
مکھی کچھ چھین لے تو اس سے نہین لے سکتا اور اگر مچھر ناک مین گھس جاوے یا چونٹی کان مین چلی جاوے تو باعث ہلاک ہو اور اگر کانٹا
پاؤن مین لگ جاوے تو عاجز کر دے ایک دن کے بخار مین مدت کا زور جاتا رہتا ہی پس جس شخص سے مکھی کاٹے کا نہو سکے اور مچھر اور
چونٹی کی تاب نہ لاوے اور مکھی کو اپنے اوپر سے نہ ٹال سکے اسکو چاہیے کہ اپنی قوت کا فخر نہ کرے اور اگر بالفرض انسان طاقت ور
بھی ہو تو گدھے اور گاے اور ہاتھی گھوڑے سے زبردست نہو گا پھر ایسی صفت مین کیا فخر رہا جسمین بہائم بڑھ کر ہون چوتھا سبب توانگری
اور کثرت مال ہی اور اسی مین کثرت یار و مددگار اور بادشاہون کی طرف سے حکومت پانے پر تکبر کرنا بھی شامل ہی اور ان مین سے ہر ایک
چیز پر تکبر کرنا جمال و قوت وغیرہ کے تکبر کے مانند نہین اسواسطے کہ جمال وغیرہ تو داخل انسان تھا یہ چیزین تو اسکی ذات سے خارج ہین
اور یہ قسم تکبر کی سب سے بری ہی اسلیے کہ جو اپنے مال کا تکبر کرتا ہی وہ ایسا ہی جیسا کوئی اپنے گھوڑے یا گھر کا تکبر کرتا ہی تو اب اگر گھوڑا
مر جاوے یا گھر مسمار ہو جاوے تو ذلیل کا ذلیل رہ جاویگا اور جو شخص بادشاہون کی طرف سے حکومت پانے پر متکبر ہی اور اپنے آپ مین کوئی
وصف نہین رکھتا اسنے اپنے کام کی بنیاد اس دل پر رکھی ہی جو ہنڈیا سے بھی زیادہ جوش رکھتا ہی یعنی بادشاہون کا دل ہمیشہ متغیر
رہتا ہی گاہ بسلامے برنجند و گاہ بدشنامے خلعت دہند اگر ذراسی بات مین بگڑ جاوین تو جو لوگ اپنے آپ کو [illegible] سمجھتے تھے وہ سب سے
ذلیل ہو جاتے ہین اور جو شخص ایسی چیز سے تکبر کرے جو اسکی ذات مین نہو وہ کھلا جاہل ہی مثلاً جو لوگ تونگری کا تکبر رکھتے ہین اگر تامل کرین تو
کفار مین انسے زیادہ زیادہ ثروت والے ہین پس تف ہی ایسے شرف پر کہ جسمین کفار بڑھکر ہون اور تف ہی ایسے فضل پر کہ جسکو چور
ایک لحظے مین چرا لے اور مالک ذلیل اور مفلس رہجاوے غرضکہ یہ اسباب ایسے ہین کہ آدمی کی ذات مین داخل نہین اور جو ذات
مین داخل ہین انکا ہمیشہ قائم رکھنا آدمی کے اختیار مین نہین اور آخرت مین وبال و مصیبت کے باعث ہونگے پس انپر فخر کرنا عین جہالت
ہی اور یہ بھی بات قابل غور ہی کہ جس چیز پر آدمی کو اختیار نہین وہ اسکی ملک نہین ہو سکتی اور یہ سب چیزین ایسی ہی ہین کہ آدمی کے
اختیار مین نہین بلکہ مالک حقیقی کے اختیار مین ہین اگر وہ چاہے تو پاس رہ سکتی ہین اور نہ چاہے تو نہین رہ سکتین آدمی تو ایک غلام
مملوک ہی کہ کسی چیز پر اسکا قابو نہین تو جسکو یہ حال معلوم ہو جاوے اسکا کبر ضرور ہی دور ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص غافل اپنی قوت
و جمال اور مال و دولت اور حریت اور استقلال اور زیادتی مکانات اور کثرت جاہ و حشم کا فخر کرتا ہی اسی اثنا مین دو عادل گواہون نے کسی
منصف حاکم کے سامنے گواہی دی کہ یہ شخص فلانے کا غلام ہی کیونکہ اسکے مان باپ اسکے مملوک تھے اور حاکم نے بفور اطلاع مالک کو خبر کردی
اور مالک نے آکر اسپر بھی قبضہ کر لیا اور تمام اسکا مال لے لیا اور وہ باوجود مال جانے کے یہ بھی خوف رکھتا ہی کہ کہین ان اموال مین
افراط و تفریط کرنے اور اصل مالک کو اطلاع نہ دینے کی سزا نہ ملے کہ مالک کی جستجو مین تقصیر کیون کی اور اسپر اور مصیبت یہ کہ وہ شخص ایسے
گھر مین بند کیا جاوے کہ جہان سانپ بچھو اور حشرات الارض بہت سے ہون کہ ہر دم ہر ایک سے ڈرے اب اسکا حال یہ ہو گیا کہ نہ تو
اپنی جان کا مالک ہی نہ مال کا اور نہ کوئی تدبیر نجات کی جانتا ہی تو بھلا ایسا شخص جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قدرت و ثروت اور قوت و کمال
کا فخر کریگا یا اپنے دل مین ذلیل و خفیف ہوگا یہی حال عاقل بصیر کا ہوتا ہی کہ وہ بھی اپنے نفس کو ایسا ہی جانتا ہی کہ نہ مین مالک
اپنی گردن کا ہون نہ بدن کا نہ اعضا اور مال کا اور باوجود اسکے آفات اور شہوات اور امراض کو اپنے لیے سانپ بچھو سمجھتا ہی کہ ہر دم
انسے خوف ہلاک ہونے کا ہی پس جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قوت و قدرت پر تکبر نہین کریگا کیونکہ اسکو تو معلوم ہی کہ نہ مجھے کچھ قدرت ہی
نہ قوت تو جو اسباب تکبر کے آدمی کی ذات سے خارج ہون انکے علاج کا طریق یہی ہی اور یہ طریق علم اور عمل پر تکبر کرنے کے علاج کی نسبت
آسان ہی اسلیے کہ علم و عمل نفس کے دو کمال ہین اور نفس کا خوش ہونا انسے زیبا ہی مگر انسے تکبر کرنے مین ایک طرح کی خفیہ جہالت ہی جسکا

ہم ذکر کرتے ہین چھٹا سبب تکبر کا علم ہی اور وہ بڑی آفت اور بڑے امراض مین سے جنکا علاج سہل نہین بلکہ نہایت محنت و شدت سے ہوتا ہی
اسواسطے کہ علم کی قدر خدا تعالے کے نزدیک اور بندون کے نزدیک بڑی ہی اور اُسکی قدر مال و جمال سے اور سب چیزون سے بڑھکر ہی
بلکہ مال و جمال کو کچھ بھی رتبہ نہین اگر علم و عمل اُنکے ساتھ نہون اور اسی جہت سے حضرت کعب احبار رض فرماتے ہین کہ علم کی طغیانی شل
مال کی طغیانی کے ہی اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب عالم لغزش کھاتا ہی تو اُسکی لغزش سے ایک عالم لغزش کھاتا ہی پس جو شخص کہ فضائل
علم کے شریعت مین اس کثرت سے ہین اسی لیے عالم آدمی سے نہین ہوسکتا کہ اپنے آپکو جاہل سے بڑھکر نہ جانے اور اس کبر کے
دور کرنے کے لیے اسکو دو باتون کا جاننا چاہیے اول تو یہ کہ اللہ تعالے کی حجت اہل علم پر مستحکم تر ہی اور جاہل سے اتنا برداشت کیا جاتا
ہی کہ عالم سے اُسکا دسوان حصہ بھی برداشت نہین کیا جاتا کیونکہ جو شخص جان بوجھکر خداے تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور علم کا حق نعمت
ادا نہ کرے اُس سے زیادہ کیا گناہ ہوگا اور یہین لحاظ حدیث شریف مین ہی کہ قیامت کے روز عالم بلایا جاویگا اور دوزخ مین
ڈال دیا جاویگا اُسکی انتڑیان نکل پڑینگی اور اُسکو ایسا پھیر دینگی جیسا گدھا چکی پھراتا ہی دوزخی اُسکے گرد جمع ہو کر پوچھینگے کہ تیرا کیا
حال ہی کہیگا کہ مین دوسرون کو نیکی کا امر کرتا تھا اور خود نیکی نہ کرتا تھا اور بدی سے دوسرون کو منع کرتا تھا اور خود اُسکا مرتکب ہوتا تھا
اور خداوند کریم نے عالم بے عمل کو گدھے اور کتے سے مشابہت دی ہی چنانچہ فرمایا مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل
اسفارا اس آیت سے علماے یہود مراد ہین اور بلعم بن باعورا کے حال مین فرمایا واتل علیہم نبا الذی اتیناہ ایاتنا فانسلخ منہا
یہانتک کہ فرمایا فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ بلعم کو کتاب عنایت ہوئی تھی
اُسنے شہوات زمین کو پسند کرکے ہمیشہ اُسپر رہنا چاہا اور اُسکے لیے حکمت کا دیا جانا یا نہ دیا جانا برابر ہی وہ کسی صورت مین شہوت نہ چھوڑیگا
پس عالم کو یہی خطرہ کافی ہی کونسا عالم ہی جسنے اتباع شہوات نہ کیا ہو اور کونسا عالم ہی جسنے ایسی نیکی کا امر نہ کیا ہو جسکا عامل خود نہ ہوا ہو
تو جس عالم کے دل مین بنسبت جاہل کے اپنی قدر زیادہ معلوم ہو اُسکو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جیسے میری قدر بڑی ہی ویسی ہی دوسرے
کی نسبت مجھے اندیشہ بھی بہت زیادہ ہی دونون باتین ایک دوسرے کا بدلہ ہوگئین اور عالم کی مثال ایسی ہی جیسے کسی بادشاہ کو دشمنون
کی کثرت سے اپنی جان کا اندیشہ ہو کہ ایسا شخص اگر گرفتار ہو جاوے اور سیاست کیا جاوے تو اُسوقت یہی تمنا کرتا ہی کہ اگر فقیر ہوتا تو
خوب ہوتا اسیطرح بہت عالم قیامت مین اسی بات کی آرزو کرینگے کہ کسی طرح جاہلون ہی کی طرح بچ جاوین معاذ اللہ منہا غرض یہ خطر
مانع تکبر ہوا اسلیے کہ اگر دوزخی ہی شبہ تو سور بھی اُس سے بہتر ہی تو تکبر کس بات کا کرتا ہی عالم کو نہ چاہیے کہ اپنے جی مین صحابہ رض سے
بھی بڑھکر ہو دیکھو اُن مین سے بعض فرماتے تھے کہ کاش میری مان مجھے نہ جنتی اور بعض ایک گھاس کا تنکا اُٹھاتے اور کہتے
کہ اگر مین یہ تنکا ہوتا تو خوب ہوتا اور بعض فرماتے کہ اگر مین پرند ہوتا اور لوگ کھا جاتے تو اچھا تھا اور بعض ارشاد کرتے کہ کیا خوب ہوتا
جو میرا ذکر ہی دنیا مین نہوتا یہ سب اقوال انجام کے خوف کے سبب تھے اپنے آپکو پرند اور خاک سے بُرا سمجھتے تھے اور جب عالم خطر
عاقبت کا فکر زیادہ کرے گا تو بالکل کبر جاتا رہیگا اور اپنے نفس کو سب خلق سے بُرا جانیگا اور اُسکی مثال ایسی ہوگی کہ مثلاً کسی غلام کو
اُسکے آقا نے چند باتون کا حکم دیا اُسنے اُنکو کرنا شروع کیا مگر بعض امور ترک کردیے اور بعضون مین نقصان کردیا اور بعضون مین شک
ہی کہ آقا کی مرضی کے موافق ادا ہوے یا نہین پھر اُسکو ایک خبر رسان نے خبر دی کہ تیرے آقا نے ایک ایلچی بھیجا ہی اور تجھکو اس حال و
متاع سے ننگا اور ذلیل کرکے بلایا ہی کہ اپنے دروازے کے باہر دھوپ کی گرمی مین بہت دیر تک ڈالے رہیگا اور جب تیرا خوب ناک
مین دم آجاویگا تب تیرا حساب دیکھیگا اور سب کام تھوڑے اور بہت کی بازپرس ہوگی بعد اُسکے تجھکو حکم ایک قید تنگ قیدخانہ
مین قید کرنے کا دیا جاویگا کہ ہمیشہ عذاب مین رہے اور ایک دم راحت نہ پاوے اور اُس غلام کو بھی معلوم ہی کہ میرے آقا نے اپنے

بہت سے غلامون کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہو اور بعضون کو معاف بھی کر دیا ہو مگر معلوم نہین کہ مین کون سے فریق مین ہون پس جب
اُسکے سر پر یہ اندیشہ سوار ہوگا تو نفس بالکل پژمردہ اور ذلیل ہو جاویگا اور غم اور خوف کریگا عزت و کبر بالکل جاتا رہیگا کسی پر تکبر کرنا گویا یعنی
سب کے ساتھ تواضع سے پیش آویگا کہ شاید میری سفارش نکالیں گے وقت کرین یہی حال عالم کا ہی کہ جب تامل کرے کہ مین نے کتنے حکم خدا
کے تلف کر دیئے اور اعضاے ظاہری سے جو سے گناہ کیئے اور باطن مین حسد و کینہ و ریا و عجب و نفاق وغیرہ کیا موجود رہے اور آیندہ نہ
معلوم کہ انجام کیا ہوگا اور بازپرس کے وقت کسطرح صورت رستگاری ہوگی تو بیشک کبر جاتا رہیگا دوسری بات عالم کے سوچنے کی یہ ہی
کہ اُسکو معلوم ہی کہ کبر خدا کے سوا اور کسی کو زیبا نہین اور اگر مین تکبر کرونگا تو خدا کے نزدیک مغضوب ٹھہرونگا خدا تعالی میری تواضع
ہی محبوب جانتا ہی چنانچہ اسکا ارشاد حدیث قدسی مین ہی کہ بندے کی قدر میرے نزدیک جبھی تک ہی جب تک کہ اپنے نفس کی قدر نہ جانے
اور اگر اپنے نفس کی قدر جانیگا تو میرے یہان اُسکی قدر نہین تو ضرور ہوا کہ نفس سے ایسا ہی کام لیا جاوے جو خدا تعالے کو پسند ہو
اور اس بات کا تامل کرنا تکبر کو کھو دیگا گو اسکو یقین ہو کہ مین نے کوئی خطا نہین کی مثلاً اگر ممکن ہو کہ آدمی گناہ نہ کرے تب بھی یہ تامل
کرنا تکبر کو کھو دیگا اسی تامل سے انبیا علیہم السلام کا تکبر زائل ہوا کیونکہ انکو یقین تھا کہ جو شخص خدا تعالے سے کبریائی مین نزاع کرتا ہی
خدا تعالے اُسکو توڑ دیتا ہی اور خداوند کریم کا حکم ہی کہ اپنے نفس کو حقیر جانو تو تمہاری عزت ہمارے یہان ہو غرضکہ یہ تامل بھی آدمی کے
لیے بیشک باعث تواضع ہی اب اگر کوئی پوچھے کہ جو شخص عالم اور عابد ہو وہ فاسق اور بدعتی کے لیے تواضع کیسے کرے اور اپنے نفس کو
اُسکی نسبت کمتر کیسے سمجھے خدا کے نزدیک جو مرتبہ علم و عبادت کا ہی اُسکا انکار کیسے ہو سکتا ہی اور یہ کیسے ممکن ہی کہ علم کا خطرہ تو اسکے دل مین
گذرے اور فسق و بدعت کا جو طبعی زیادہ ہی وہ دل پر نہ گذرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسکا امکان خاتمہ کی فکر کرنے سے ہو سکتا ہی بلکہ اس لحاظ
اگر کافر کو دیکھے تو اس پر بھی تکبر نہین ہو سکتا اسلیئے کہ ہو سکتا ہی کہ وہ ایمان لاوے اور ایمان ہی پر اسکا خاتمہ ہو اور عالم گمراہ ہو کر کافر مرے
اور بڑا وہی ہی جو آخرت مین خدا کے نزدیک بڑا ہو اور جو شخص خدا کے نزدیک دوزخی ہو اور اسکو معلوم نہو اُس سے ریچھ مین کتا اور خنزیر
بہتر ہین دیکھو حضرت عمر رض کو قبل اسلام کے بہت مسلمان حقیر جانتے تھے اور کفر کے باعث نفرت کرتے تھے مگر آخر مین اللہ تعالے نے انکو ایسا
اسلام عنایت فرمایا کہ سوا حضرت ابوبکر رض کے اور سب سے بہتر ہوے پس بندون کو انجام کار پر نظر نہین ہوتی اور دانا آدمی ہمیشہ
خاتمے ہی کا لحاظ کرتے ہین اور تمام فضائل دنیاوی خاتمے ہی کے واسطے مطلوب ہوتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو یہی شایان
ہی کہ کسی پر تکبر نہ کرے بلکہ اگر جاہل کو دیکھے تو دل مین یہ کہے کہ اُسنے تو جہالت کے باعث خدا تعالی کی نافرمانی کی اور مین نے جان بوجھکر
نافرمانی کی تو یہ شخص میری نسبت معذور تر ہی اور اگر عالم کو دیکھے تو یون کہے کہ یہ مجھ سے زیادہ جانتا ہی مین اُسکے برابر کیسے ہو سکتا ہون اور
اگر عمر مین بڑے کو دیکھے تو یہ خیال کرے کہ اُسنے مجھ سے پہلے اللہ کی اطاعت کی ہین مین اُسکے برابر نہین ہو سکتا اور اگر چھوٹے کو دیکھے تو
یہ تصور کرے کہ مین نے اس سے پہلے خدا کی نافرمانی کی اسکے برابر کیسے ہو سکتا ہون اور اگر بدعتی یا کافر کو دیکھے تو یہ سوچے کہ مجھے
معلوم نہین شاید انکا خاتمہ اسلام پر ہو اور میرا خاتمہ کفر و بدعت پر ہو کیونکہ ہدایت ہمیشہ کچھ میرے اختیار مین تو نہین جیسے کہ ابتدا مین
ہدایت میرے قبضہ مین نہ تھی غرض فکر خاتمے سے کبر اپنے نفس کا دور کرنا چاہیے یعنے یہ جاننا چاہیے کہ کمال آدمی کا اسی مین ہی
کہ سعادت اخروی اور قرب الی اللہ سے بہرہ اندوز ہو یہ چیزین جو دنیا مین ہین اور جنکو کچھ قیام نہین اُن مین کچھ کمال نہین اور چونکہ
خطرہ خاتمہ کا متکبرین اور جسپر تکبر کرتا ہی دونون مین مشترک ہی مگر ہر ایک پر یہی لازم ہی کہ بہ تمام ہمت اپنے نفس کی طرف مشغول ہو اور اپنے
خاتمے کا خوف کرے دوسرے کے خوف مین مشغول ہونا نہ چاہیے اسواسطے کہ خائف آدمی نہایت ہی بدظن ہوتا ہی اور ہر ایک شخص
کو اپنی ہی جان کا زیادہ خوف ہوتا ہی مثلاً اگر بہت سے لوگ قید مین ہون اور اُنسے کوئی قصور ایسا ہوا ہو کہ سب کے واسطے گردن

مارنے کا حکم ہوا ہو تو اُنکو اس بات کی مہلت نہو گی کہ ایک دوسرے پر تکبر کرین گو تردد مین سب یکسان ہین بلکہ ہر ایک کو اپنی جان کا رنج دوسرے کے حال پر متوجہ نہین ہونے دیتا گویا ساری مصیبت اور خطر ایک ہی کے سر ہی پھر اگر کوئی یہ کہے کہ تمکو حکم ہو کہ بدعتی اور فاسق سے بغض شدید رکھو اور تمھاری لقمہ برستے اُنکے ساتھ تواضع کرنی پائی جاتی ہو تو ان دونون باتونکا جمع ہونا ضدین کا جمع ہونا ہو پس جاننا چاہیے کہ یہ ایک ایسی بات ہو کہ اکثر لوگون پر مشتبہ ہو جاتی ہو کیونکہ بدعت و فسق پر خدا کے لیے غصہ کرنے مین کبر نفس اور علم و ورع کا غرور بھی شامل ہو جاتا ہو بہت سے جاہل عابد اور مغرور عالم ایسے ہوتے ہین کہ جہان اُنکے برابر کوئی فاسق بیٹھا اسکو اپنے پاس سے ہٹا دیتے ہین اور کنارہ کشی کرتے ہین اور یہ گمان کرتے ہین کہ ہمنے غصہ خدا کے واسطے کیا حالانکہ واقع مین یہ امر کبر باطن کی جہت سے سرزد ہوا جیسا کہ ابھی قصہ عابد بنی اسرائیل اور فسادی کا گذر چکا ہو اور وجہ مشتبہ ہونے کی یہی ہو کہ مطیع آدمی پر تکبر کرنا تو ظاہر ہو کہ برا ہی اور اس سے بچنا بھی ممکن اور سہل ہو مگر بدعتی اور فاسق پر تکبر کرنا ایسا معلوم پڑتا ہو کہ گویا خدا کے واسطے غصہ کیا ہو اور چونکہ غصہ خدا کے واسطے کرنا بہتر ہو اسواسطے بدعتی اور فاسق پر کبر بادی النظر مین بہتر معلوم ہوتا ہو علاوہ ازین غصہ کرنے والا جس شخص پر غصہ کرتا ہو اُسپر تکبر بھی کرتا ہو اور تکبر کرنے والا غصہ کرتا ہو پس کبر اور غضب ایک دوسرے کے موجب ہوتے ہین اور ایسے باہم مختلط ہین کہ اُن مین تمیز سواے توفیق یافتگون کے اور کسی کو نہین ہو سکتی پس اس مخمصے سے نجات کی صورت یہ ہو کہ جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے یا اُنکو امر معروف اور بُری بات سے منع کرے تو تین باتین دل مین اسوقت موجود ہونی چاہئین اول یہ کہ جو خطائین اپنے آپ سے سرزد ہوئی ہون وہ پیش نظر کرے تاکہ اپنا نفس اپنی آنکھون مین حقیر ہو جاے دوسرے یہ کہ جس بات سے اپنے آپکو فضیلت ہو یعنی علم یا عمل صالح یا امر حق کا عادی ہونا وغیرہ اسکو یہ لحاظ کرے کہ خداے تعالےٰ کے انعام اور احسان سے مجھمین یہ باتین ہین میرے اختیار و قدرت سے نہین ہین کہ اپنے نفس کو اُنکے باعث بڑا سمجھون اور دوسرے پر تکبر کرون تیسرے یہ کہ اپنا اور دوسرے کا خاتمہ معلوم نہین ہو سکتا ہو کہ میرا خاتمہ برا ہو اور اس بدعتی یا فاسق کا خاتمہ اچھا ہو غرض ان تینون باتون کے پیش نظر رہنے سے تکبر سے محفوظ رہیگا باقی رہا یہ کہ ان تینون باتون کے ہوتے غصہ کیسے ہوگا تو معلوم کرنا چاہیے کہ غصہ اپنے مولیٰ اور آقا کے لیے چاہیے اپنے نفس کی خاطر نہ چاہیے کیونکہ اُسکا حکم ہو کہ غصہ میرے واسطے کرو اپنے نفسون کے لیے مت کرو پھر غصے مین یہ نہ سمجھے کہ مین بچ جاؤنگا اور یہ بدعتی ہلاک ہو جاویگا بلکہ اپنے نفس پر خوف خفیہ گناہون کا جو خداے تعالےٰ کو معلوم ہین دوسرے کی نسبت زیادہ تر چاہیے اور نیز خاتمے کا حال بھی معلوم نہین ۔ اب ہم ایک مثال لکھتے ہین جس سے یہ معلوم ہو کہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص خدا کے واسطے غصہ کرے وہ اُسپر تکبر بھی کرے یا اپنا رتبہ اُسکے رتبہ سے بڑھ کر سمجھے فرض کرو کہ ایک بادشاہ کے ایک لڑکا اور ایک غلام ہو بادشاہ نے غلام کو لڑکے پر متعین کر دیا ہو کہ اُسکی حفاظت کرنا اور جو حرکت خلاف ادب کرے اُسپر مارنا اور مناسب افعال پر جھڑک دینا پس اگر غلام کو اپنے آقا کی محبت اور اطاعت منظور ہوگی تو ضرور ہو کہ جب وہ لڑکا کچھ بے ادبی یا نالایق کام کریگا اُسپر غصہ ہوگا اور منع کریگا اور ماریگا اور یہ غصہ صرف اپنے آقا کی جہت سے کرتا ہو کہ اُسنے حکم کیا تھا اور اُسکی فرمانبرداری موجب فلاح و تقرب ہو اور غصہ ایسی بات پر کیا جو آقا کو بُری لگتی ہو یہ سب کچھ ہو مگر اُسپر تکبر نہین کرتا بلکہ متواضع ہی رہتا ہو اسلیے کہ جانتا ہو کہ آقا کے سامنے جو اُسکا رتبہ ہو وہ میرا کہان ہو اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کرنا اور چیز ہو اور تکبر اور چیز غصے کے لیے تکبر اور ترک تواضع ضروری نہین اسیطرح جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے تو خیال کرے کہ شاید آخرت مین خدا کے نزدیک اُنھین کی قدر زیادہ ہو اگر تقدیر مین اُنکا خاتمہ اچھا لکھا ہو اور میری تقدیر مین برا خاتمہ ہو جسکی مجھے خبر نہین ہان غصہ اُسپر کرنا چاہیے اس نظر سے کہ خداے تعالےٰ کا حکم ہو اور محبت الٰہی اسی کی مقتضی ہے کہ جو فعل اُسکی مرضی کے خلاف

جس کسی سے سرزد ہو اسپر غصہ کرے اور چونکہ ان شخصون کا خدا کے نزدیک آخرت مین اپنے آپ سے اقرب ہونا ممکن ہی تو اس نظر سے انکے ساتھ تواضع کرے ۔ دانا عالمون کا نفس اسی طرح ہوتا ہی کہ اسمین خوف اور تواضع ملے رہتے ہین اور مغرور اسکے برعکس ہین وہ اپنے نفس کے واسطے دوسرون کی نسبت کر زیادہ توقع رکھتے ہین اور انجام کا حال معلوم نہین واقع ہین انکو بڑی غلطی ہوتی ہی ۔ جو لوگ گنا ہگار یا معتقد بدعت ہین انسے تواضع کرنی اور غصہ کرنے اور علیحدہ رہنے کا یہ طریق ہی ۔ تیسرا تو ان سبب عبادت اور ورع پر تکبر کرنا اور یہ بھی بندون پر بڑے امتحان کی چیز ہی اسکا علاج یہ ہی کہ اپنے دل مین تمام خلق کے ساتھ متواضع ہونا لازم کرلے اور اسکی صورت یہ ہی کہ جو شخص اپنے آپ سے علم زیادہ رکھتا ہو اسپر تو کسی صورت سے تکبر کرنا نہین چاہیے اسلیے کہ علم کی فضیلت بہت ہی چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہی ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنیٰ رجل من اصحابی اسیطرح بہت روایات اس باب مین ہین پس اگر عابد یون کہے کہ اس سے فضیلت علما باعمل کی ہی عالم فاضل کی فضیلت نہین پائی جاتی تو اسکا جواب یہ ہی کہ تمکو معلوم نہین ان الحسنات یذہبن السیئات اور جسطرح یہ ہو سکتا ہی کہ علم کے سبب عالم سے باز پرس ہو اسی طرح یہ بھی ممکن ہی کہ علم عالم کی نجات کا وسیلہ اور اسکے گناہون کا کفارہ ہو اور یہ دونون باتین اخبار سے ثابت ہین اور چونکہ یہ امر عابد آدمی سے پوشیدہ ہی اسکو معلوم نہین ہو سکتا ہی کہ عالم کا علم اسکے حق مین کیسا ہوگا لہذا اسکو حقارت عالم کی نہ چاہیے بلکہ تواضع ہی چاہیے اور اس تقریر سے کوئی عالم بھی اپنے نفس کو عابد سے اچھا نہ جانے اسواسطے کہ گو باعتبار حدیث فضیلت عالم کے اسکو فضیلت ہی مگر اس اعتبار سے کہ خاتمے کا حال مشکوک ہی اس امر کا بھی احتمال ہی کہ عالم مرنے کے وقت ایسا ہو جاوے کہ ایک ہی گناہ کے سبب اسکا حال خدا کے نزدیک جاہل فاسق سے بھی برا ہو اور یہ اس گناہ کو خفیف سمجھتا ہو مگر خدا کے نزدیک وہ بڑا گناہ ہو اور جب یہ حال ممکن ہوا تو عالم کو ہمیشہ اپنے نفس کا خوف چاہیے غرضکہ عالم ہو خواہ عابد ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کا خوف ضرور ہی اور اسی کا انکو حکم ہی دوسرے کے نفس پر خوف کرنے کا مامور نہین اپنے نفس پر ہمیشہ خوف کرتا رہے اور دوسرے کے واسطے رجا اور انھین باتون سے تکبر سے بچا رہیگا ۔ یہ حال عابد کا عالم کے ساتھ ہی اور غیر عالم کی دو قسمین ہین ۔ ایک تو مستور الحال اور ایک ظاہر حال جن لوگون کا حال اسپر منکشف نہین انپر بھی تکبر نہ چاہیے کیونکہ شاید وہ لوگ عابد کی نسبت کم گناہگار ہون اور عبادت زیادہ کرتے ہون اور خدا کے ساتھ محبت زیادہ رکھتے ہون اور جن لوگون کا حال کہ عابد پر ظاہر ہو پس انپر تکبر جبھی کرسکتا ہی جبکہ معلوم ہو کہ اسنے تمام عمر مین ان لوگون کی نسبت گناہ کم کیے ہین اور چونکہ تعداد تمام عمر کے گناہون کی نہ اپنے گناہون کی معلوم ہو سکتی ہی نہ غیر کی تو یہ معلوم ہونا کہ ہمارے گناہ دوسرے کی نسبت کم ہین غیر ممکن ہی اور اسی لیے تکبر کرنا بھی بیجا ہی ۔ ہان یہ معلوم ہو سکتا ہی کہ فلان شخص نے ہماری نسبت گناہ کبیرہ زیادہ کیے ہین مثلاً اگر کسی کو دیکھا کہ اسنے قتل ناحق کیا یا زنا کیا یا شراب پی تو معلوم ہوا کہ اسکا گناہ سخت ہی مگر باوجود اسکے تکبر نہ چاہیے اسواسطے کہ دل کے گناہ مثلاً کبر اور حسد اور ریا اور خیانت اور اعتقاد باطل اور وسوسہ خدا کی صفات مین یا اور اسیطرح کا گناہ سب خدا کے نزدیک بہت سخت ہین تو ایسا ہو سکتا ہی کہ عابد آدمی کے باطن مین کوئی ایسا گناہ ہو جاوے جس سے وہ خدا کے نزدیک مستحق غضب ہو اور فاسق معلن سے کوئی ایسی اطاعت قلبی مثل اخلاص یا محبت الٰہی یا خوف یا تعظیم کے بروے کار آوے جو عابد مین نہ پائی جاوے اور خدا تعالیٰ اس طاعت کے بدلے اسکے گناہ معاف فرماوے اور اسکا حال قیامت کو کھلے جب کہ عابد اس فاسق کو اپنے نفس سے بدرجہا اوپر دیکھے بہرحال فاسق کے بہتر ہو جانے مین امکان پایا جاتا ہی اور عابد کا بُرا ہو جانا ایک احتمال ضعیف و بعید ہی لیکن احتمالات بعیدہ جو اپنے مضر ہون انکو احتمال قریب ہی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ خوف اپنے نفس کا ہو اسی لیے دوسرے کے حال کی فکر نہ چاہیے بلکہ جو چیز اپنے حق مین خوفناک ہو اسی کی فکر چاہیے کیونکہ اپنا

کرتا وہ دوسرا تو کوئی آتش سے رہا اور نہ دوسرے کے عذاب سے اپنا عذاب ہلکا پڑیگا۔ ایسی باتین سوچنے سے طبیعت تکبر کی طرف سے ہٹ
جاتی ہی اور اپنے نفس کو دوسرے سے بہتر نہین سمجھتی ہی وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ آدمی کی عقل جب پوری ہوتی ہی جب اسمین دس خصلتین
ہوتی ہین ان مین سے نو بیان کرکے دسوین کو فرمایا کہ دسوین خصلت سے بزرگی کی تکمیل ہو جاتی ہی اور بول بالا ہوتا ہی اور وہ یہ ہی کہ سب
آدمیون کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اور اسکے نزدیک اسطرح کے آدمی ہین ایک تو وہ جو اس سے افضل اور اعلی ہین اور ایک وہ جو اس سے کمتر
درجہ کے ہین تو اسکو دونون فرقون کے ساتھ تواضع چاہیے اگر اپنے آپ سے کسی بہتر کو دیکھے تو خوش ہو اور تمنا کرے کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاؤن
اور اگر کسی کمتر کو دیکھے تو کہے کہ شاید یہ نجات پاوے اور مین ہلاک ہو جاؤن اور شاید یہ کچھ باطن مین خیر کرتا ہو جو اسکے حق مین اچھی ہی
اور مین نہ جانتا ہون یا کوئی اور عمدہ عادت ہو کہ جسکے باعث اللہ تعالی اسپر رحم کرے اور توبہ قبول فرما دے اور اسکا خاتمہ اچھا ہو
اور میری نیکی ظاہری ہی یہ میرے حق مین اچھی نہین اور یہ طاعت کہ مین نے ظاہر مین کی ہی اسمین ہو سکتا ہی کہ کوئی آفت آگئی ہو
جس سے اسکا ثواب جاتا رہا ہو جب دونون فریق سے اسطرح پیش آویگا تب اسکی عقل پوری ہوگی اور اپنے وقت کا سردار ہوگا انتہی
پس جو شخص کہ خدا کے نزدیک بدبخت ہو سکتا ہی اور قلم تقدیر بھی اسکی شقاوت پر چل چکا ہی اسکو کسی حال مین تکبر کرنا نہ چاہیے
اگر کسی کو غلبہ خوف ہوتا ہی تو ہر ایک شخص کو اپنے آپ سے بہتر جانتا ہی اور فضیلت اسی کا نام ہی چنانچہ روایت ہی کہ ایک عابد ایک
پہاڑ پر چلا رہا اسکو خواب مین یون حکم ہوا کہ فلانے موچی سے جا کر اپنے لیے دعا کر عابد اسکے پاس آیا اور پوچھا کہ تمھارا عمل کیا ہی اسنے
کہا کہ مین دن کو روزہ رکھ کر مزدوری کرتا ہون اور اسمین سے کچھ خیرات کرتا ہون اور کچھ بال بچون کو کھلاتا ہون عابد پھر آیا اور کہنے لگا
کہ یہ عمل تو اچھا ہی مگر ایسا تو نہین جیسا صرف خدا کی طاعت کے سوا اور کچھ نہ کرے دوسری بار پھر خواب مین اسکو حکم ہوا کہ موچی سے جا کر
پوچھ کہ تیرا رنگ زرد کیون ہی جب آکر دریافت کیا تو اسنے کہا کہ جو آدمی مجھے نظر پڑتا ہی مین یہی تصور کرتا ہون کہ یہ تو نجات پاویگا اور مین
ہلاک ہو جاؤنگا تب عابد نے کہا کہ اسیوجہ سے یہ شخص مقبول ہی۔ اور اس خصلت یعنی خوف کی فضیلت قرآن مجید سے بھی ثابت ہی جیسا کہ
اللہ تعالی فرماتا ہی یوتون ما اتوا وقلوبهم وجلة انهم الى ربهم راجعون یعنے طاعات تو بجا لاتے ہین مگر انکے قبول ہونے کا بڑا خوف رکھتے ہین
اور فرمایا ان الذین هم من خشیة ربهم مشفقون اور فرمایا انا کنا من قبل فی اهلنا مشفقین اور باوجودیکہ فرشتے گناہون سے پاک ہین اور
ہمیشہ عبادت مین مصروف انکا وصف بھی خوف سے فرمایا جیسا کہ اس آیت مین ہی یسبحون اللیل والنهار لا یفترون وهم من
خشیته مشفقون پس جب خوف اور حذر جاتا رہتا ہی تبھی کبر سوجھتا ہی اور خاتمہ کے وقت غلبہ بیخوفی کا آپ کھلجاتا ہی کہ کبر کرنا ہی دلیل
بیخوفی کی ہی اور کبر اور بیخوف ہونا دونون مہلک ہین اور تواضع دلیل خوف کی ہی جو باعث نجات ہی اس سے معلوم ہوا کہ عابد جو اپنے
دل مین کبر رکھتا ہو اور لوگون کو حقارت کی آنکھ سے دیکھتا ہو اور ظاہر مین اعمال صالح بھی کرتا ہو تو جتنی برائی کہ کبر سے ہوگی اتنی بھلائی
اعمال سے نہوگی یہ باتین ایسی ہین کہ انکا جاننا مرض کبر کو دل سے دور کرتا ہی انکے سوا اور کسی چیز سے نہین جاتا مگر یہ کہ نفس بعد اس
معرفت کے تواضع پوشیدہ رکھتا ہی اور جھوٹا دعوی برائت کا کبر سے کرتا ہی جب کوئی بات آپڑتی ہی تو اپنی طبیعت ہی پر آجاتا ہی اور
اپنے وعدے کو بھول جاتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ صرف پہچان لینا کبر کا علاج کے لیے کافی نہین بلکہ اسکا پورا کرنا عمل سے چاہیے
اور پہچان کبر کی مواضع مین متواضعون کے افعال سے نفس کا امتحان لینا چاہیے ہر چند امتحان بہت سے ہین مگر پانچ امتحانون سے
اسکے باطن کا حال معلوم ہو جاتا ہی پہلا امتحان یہ ہی کہ کسی اپنے ہمسر سے کسی مسئلہ مین مناظرہ ہو اور اسوقت طرف مقابل کی زبان
پر امر حق جاری ہو پس اگر اسپر امر حق کو ماننا اور طرف مقابل کا مشکور ہونا اور بیان حق پر اسکی تعریف کرنی گران گذرے تو معلوم کرنا
چاہیے کہ ابھی مجھمین کبر چھپا ہوا ہی اسوقت چاہیے کہ خدا کا خوف کرے اور اس کبر کے علاج مین مشغول ہو اول علمی علاج کرے کہ اپنے نفس کو

اسکی خست یاد دلاوے اور خاتمے کا تردد یاد کرے اور یہ کہ کبر سوائے خدا تعالےٰ کے اور کسی کی شان کے شایان نہین اور علاج علمی اسطرح
کرے کہ قبول حق کا اقرار جو نفس پر گران ہو اسکو بزور قبول کرے اور بتکلف زبان سے حمد وثنا طرف مقابل کی کرے اور اسکا شکر گذار
ہو کہ آپ نے خوب بات نکالی مین اس سے غافل تھا خدا تعالےٰ آپکو جزائے خیر دیوے غرضکہ دانائی کی بات مومن کی گم ہوئی چیز ہی
جب اسکو ملجاوے تو جس شخص کے بتلانے سے ملے اسکا شکر گذار ہو جب اسیطرح چند مرتبہ مواظبت کریگا تو یہ بات اسکی سرشت ہو جاویگی
اور دل پر امر حق کا قبول کرنا گران نہ رہیگا۔ اور جب تک آدمی کو اپنے ہمسرون کی تعریف گران گذرے جب تک کبر موجود ہو اور اگر
تنہائی مین تو گران نہین معلوم ہوتی مجمع مین تعریف کرنا شاق معلوم ہوتا ہی تو اس صورت مین کبر تو نہین مگر ریا ہی اسوقت ریا کا علاج
کرے جیسا ہمنے پہلے لکھا ہی کہ لوگون سے طمع منقطع کرے اور دل کو یہ بات یاد دلاوے کہ اسکا نفع اسی مین ہی کہ خود اسمین کوئی کمال
ایسا ہو جو خدا کے نزدیک اچھا ہو نہ خلق کے نزدیک اسی طرح کی اور باتین جو ہمنے ریا کے علاج مین لکھی ہین سوچے اور اگر تنہائی اور
مجمع مین دونون مین شاق معلوم ہو تو کبر اور ریا دونون ہونگے اور صرف ایک چیز سے نجات ہو جانے سے کچھ فائدہ نہین جب تک کہ
دوسرے سے بھی نہ بچے اسلیے دونون کا علاج چاہیے کیونکہ دونون مرض مہلک ہین دوسرا امتحان یہ ہی کہ اپنے ہمسرون اور برابر والون کے
ساتھ محفلون مین جمع ہو اور انکو اپنے اوپر ترجیح دے اور انکے پیچھے چلے اور صدر جگہ مین انکے نیچے بیٹھے اگر یہ بات نفس پر شاق ہو تو متکبر
ہی اسپر مواظبت بتکلف کرے یہانتک کہ اس امر کی گرانی دل سے جاتی رہے اس سے کبر بھی جاتا رہیگا۔ اور ایسی صورت مین ایک شیطانی
کا فریب بھی ہوتا ہی وہ یہ ہی کہ آدمی جو تیون کے پاس بیٹھتا ہی یا اپنے ہمسرون اور اپنے درمیان مین کسی ارذل قوم کو بٹھلا دیتا ہی اور جانتا ہی
کہ مین نے تواضع کی حالانکہ اصل مین یہ کبر ہوتا ہی اسلیے کہ متکبرون کے نفس پر یہ بات آسان معلوم ہوتی ہی اور وہم کرتے ہین کہ ہمنے باوجود استحقاق
کے اپنی جگہ چھوڑ دی تو واقع مین تکبر کرتے ہین مگر اظہار تواضع سے تکبر کرتے ہین بلکہ یون چاہیے کہ اپنے ہمسرون کے پاس ہی بیٹھے بلکہ انکے نیچے
وہا ہوا بیٹھے اسطرح کا بیٹھنا کبر کی برائی دل سے نکال ڈالتا ہی تیسرا امتحان یہ ہی کہ اگر کوئی فقیر دعوت کرے تو اسکو قبول کرے اور رفقا
اور اقارب کی حاجات کے لیے بازار مین جاوے اگر یہ امر شاق ہو تو کبر ہی کیونکہ یہ افعال مکارم اخلاق مین سے ہین اور انپر بہت بڑا
ثواب ہی پھر جو نفس انسے نفرت کرتا ہی تو بجز اسکے کہ خبث باطنی ہی اور کوئی وجہ نہین ہی ایسی صورت مین اسکے دور کرنے مین مشغول ہو اور
جو معارف کہ ہمنے کبر کے مرض کے دور کرنے مین ذکر کیے ہین ان سب کو یاد کرے چوتھا امتحان یہ ہی کہ اپنے اور اپنے گھر والون اور دوستون
کے کام کی چیز بازار سے گھر لے آوے اگر نفس اس بات کو نہ مانے تو کبر ہی پھر اگر تنہائی مین شاق نہ گذرے تو ریا ہی ہر صورت کبر اور ریا
دونون امراض دلی مہلک ہین اگر انکا تدارک نہ کیا جاوے اور بڑے افسوس کی بات ہی کہ لوگون نے دل کا علاج تو بالکل چھوڑ دیا اور
بدن کا علاج بہت کرتے ہین باوجودیکہ بدن کا علاج کرین یا نہ کرین انکو موت بیشک آویگی اور دلون کو بدون سلامتی کے سعادت نہین
مل سکتی چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہی اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اور روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضنے ایک بار ایک لکڑیون کا
بوجھ اٹھایا لوگون نے انکی خدمت مین عرض کیا کہ آپکے یہان تو غلام اور چاکر تھے جو یہ کام کرتے آپنے فرمایا کہ البتہ مگر مینے اپنے
نفس کا امتحان چاہا کہ اسکو برا تو نہین جانتا۔ تو آپکی ہمت کو دیکھنا چاہیے کہ اپنے نفس کے صرف عزم پر کفایت نہین کی بلکہ امتحان بھی
کر لیا کہ سچا ہی یا جھوٹا اور ایک حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو کوئی میوہ یا انجیر وغیرہ اپنے آپ لے آوے وہ کبر سے بری ہی پانچوان امتحان
یہ ہی کہ کپڑے گھٹیا پہنے اگر تنہائی مین نفس انپر راضی نہو تو کبر ہوگا اور اگر مجمع مین ایسا لباس پہننے سے نفرت کرے تو ریا ہی۔ حضرت
عمر بن عبد العزیز رح رات کو ٹاٹ پہنتے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کوئی اونٹ کو باندھے اور اون کا کپڑا پہنے
وہ کبر سے بری ہی اور فرمایا کہ مین بندہ ہون زمین پر کھانا کھاتا ہون اور اون کا کپڑا پہنتا ہون اور اونٹ کو باندھتا ہون اور کھانے کے بعد

[illegible]

انگلیان چاٹتا ہون اور غلام کی دعوت منظور کرتا ہون جو میرے طریق سے پھرے وہ مجھ سے نہین اور روایت ہی کہ حضرت ابو موسی اشعری رضی
سے کسی نے عرض کیا کہ بعض لوگ جمعہ مین اسواسطے نہین حاضر ہوتے کہ انکے پاس کپڑے ویسے نہین آپنے صرف ایک عبا پہنکر
لوگون کو نماز پڑہائی غرض یہ ہوگی کہ ایسی ہوتی ہین کہ ان مین ریا اور کبر دونون اکٹھے ہوجاتے ہین جو خاص مجھ سے ہی اسکا نام ریا ہی اور
جو تنہائی مین ہو اسکا نام کبر ہی اسکو خوب جان لینا چاہیے اسواسطے کہ جو شر کو نہین جانیگا اس سے نہین بچیگا اور جو مرض کو نہ
پاویگا اسکا علاج بھی نہ آویگا۔

دسوان بیان تواضع مین نہایت درجے کی ریاضت کا۔ جاننا چاہیے کہ شکل اور اخلاق کے اس خلق کے بھی
تین درجے ہین ایک درجہ زیادتی کی طرف کو جھکتا ہوا ہی اسکا نام تکبر ہی اور ایک درجہ کمی کی طرف کو مائل ہی اسکا نام خست و ذلت
ہی اور درجہ اوسط کا نام تواضع ہی اور عمدہ یہ بات ہی کہ درجہ اوسط یعنی تواضع کو اختیار کرنا چاہیے جسمین ذلت اور خست کی نوبت نہ
پہونچے کیونکہ خدا تعالے کے نزدیک اوسط امور محبوب ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے ہمسرون پر بڑہنا چاہے وہ متکبر ہی
اور جو انسے پیچھے رہنا چاہے وہ متواضع ہی متواضع مشتق وضع بمعنے رکہنے سے ہی یعنی اپنی قدر دوسرے کی قدر رکھ دینے والا
اور عالم اگر کسی موچی کے واسطے اپنی جگہ چھوڑ دے پھر اٹھتے وقت اسکی جوتیان سیدھی کرے اور دروازے تک ساتھ پہونچانے
جاوے تو اسکے حق مین یہ کام ذلت اور خست کا ہی یہ بھی اچھا نہین بلکہ میانہ روی خدا کے نزدیک عمدہ بات ہی ہر ایک کو اسکا
حق دینا چاہیے اسطرح کی تواضع اپنے ہمسرون کے لیے زیبا ہی یا جو شخص اپنے رتبہ کے قریب ہو اور بازاری کے لیے عالم کی تواضع
اسی قدر چاہیے کہ خندہ پیشانی ہو کر گفتگو کرے جو بات پوچھے نرمی سے پوچھے اور اگر وہ دعوت کرے تو قبول کرے اسکی حاجت
مین جہانتک الوسع سعی کرے اسکے لیے کھڑا ہو جاوے اپنے آپ کو اس سے بہتر نہ سمجھے بلکہ اپنے نفس پر اسکی نسبت زیادہ خائف رہے
اسکو بنظر حقارت نہ دیکھے کیونکہ اپنا اور اسکا خاتمہ معلوم نہین۔ حاصل یہ کہ تواضع حاصل کرنے کے لیے اپنے برابر والون اور
کمتر رتبے والون سے تواضع کیا کرے تاکہ عمدہ تواضع کا عادی ہونا آسان ہو جاوے اور کبر جاتا رہے جب یہ امر آسان معلوم
ہوگا تب خلق تواضع اسمین ہوجاویگا اور اگر شاق گذریگا اور بتکلف یہ افعال کرے گا تو متکلف کہلاویگا متواضع نہین ہوگا کیونکہ خلق
وہی ہوتا ہی جسکے باعث فعل بسہولت بے دشواری اور تامل صادر ہو اور اگر سہولت اس درجے کو پہونچے کہ اپنی قدر کی رعایت مشکل
پڑجاے اور نوبت خوشامد اور ذلت کی پہونچ جاوے تو یہ بھی حد سے تجاوز کرتا ہی اسصورت مین کچھ ایک اپنے نفس کو برتری دینی چاہیے
یہانتک کہ درجہ اوسط حاصل ہو اسلیے کہ ایماندار کو اپنے نفس کا ذلیل رکھنا درست نہین اور درجہ وسط جسکو صراط مستقیم سمجھنا چاہیے
اس خلق اور اخلاق مین بہت باریک ہی مگر مائل ہونا کمی کی طرف یعنی خوشامد کی طرف بہ نسبت زیادتی یعنی تکبر کے جانب کے آسان ہی
جیسے مال مین اسراف کی طرف مائل ہونا بخل کی نسبت لوگون کے نزدیک اچھا ہی حد سے زیادہ اسراف اور حد سے زیادہ بخل دونون
مذموم ہین اور ایک دوسرے سے برائی مین بڑھکر ہین اسی طرح نہایت درجے کا تکبر اور نہایت درجے کی ذلت بھی مذموم ہین اور ایک
بہ نسبت دوسرے کے زیادہ برا ہی اور بہتر میانہ روی ہی اور سب امور کو انکی واجبی جگہ مین رکھنا جیسا کہ شریعت و عادت حکم دے
انبیا اخلاق کبر و تواضع کو اسی قدر پر کفایت کرتے ہین۔

فصل دوم بیان عجب مین اس فصل مین پانچ بیان ہین

بیان اول عجب کی مذمت۔ عجب کی برائی کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہی چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی ویوم حنین
اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا اسکو بہ سبیل انکار ذکر فرمایا ہی کہ یہ عجب اچھا نہ تھا اور فرمایا وظنوا انہم مانعتہم حصونہم من اللہ فاتاہم اللہ

جان سے انکو خیال [illegible] ۱۲

مین حیث لم یحتسبوا اس آیت مین کفار پر قلعون اور شوکت سے عجب کرنے کا انکار ہی اور فرمایا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعًا اس آیت کا مآل بھی عجب کرنے کی طرف رجوع کرتا ہی اور انسان سے کبھی ایسا ہوتا ہی کہ جس عمل مین خطا ہو اسپر عجب کرتا ہی جیسے کہ صواب کے عمل سے عجب کیا کرتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ثلث مہلکات شح مطاع وھوی متبع واعجاب المرء بنفسہ اور حضرت ابو ثعلبہ رض سے اشارہ ذکر آخر اس امت مین ارشاد فرمایا کہ جب تو بخل کی پیروی اور ہواے نفسانی کا اتباع اور اہل راے کی خود رائی دیکھے تو اپنے آپ علیحدہ ہو جائیو۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ دو باتون مین تباہی ہی ایک ناامید ہونا اور دوسرے عجب۔ اور یہ اسلیے فرمایا کہ سعادت دو ہی باتون سے ملتی ہی ایک طلب و کوشش دوسرے مستعد ہونا اور ناامید آدمی سعی و طلب نہین کرتا اور معجب کو یہ اعتقاد ہوتا ہی کہ مین سعید ہون اور اپنے مطلب کو پہونچ چکا اور تحصیل حاصل اور امر محال کو کوئی طلب نہین کرتا عجب والے کے نزدیک سعادت حاصل ہی اسلیے اسکی تحصیل سے باز رہتا ہی اور ناامید کے نزدیک سعادت کا پانا محال ہی اسلیے عاجز ہی اسی لیے حضرت ابن مسعود رض نے ان دونون کو مہلک بتایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی فلا تزکوا انفسکم ابن جریج اسکے معنی یون فرماتے ہین کہ جب آدمی کوئی اچھا کرے تو یون نہ کہے کہ مین نے کیا۔ اور زید بن اسلم یہ فرماتے ہین کہ اپنے نفسون کو یہ اعتقاد مت کرو کہ نیکوکار ہین اور یہی معنی عجب کے ہین۔ جنگ احد مین حضرت طلحہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بچانے کے واسطے گر پڑے تھے کہ آپ محفوظ رہین اور تیر سے ضرب آگے پہونچتا تھا کہ حضرت طلحہ کی ہتھیلی زخمی ہو گئی چونکہ انسے یہ کام بہت عمدہ سرزد ہوا تھا کہ اپنی جان کو حضرت پر فدا کر دیا تھا اس لیے انکی نظرون مین بھی اس فعل کی عظمت تھی انکے اس عجب کو حضرت عمر رض نے فراست سے معلوم کر کے فرمایا کہ جب سے طلحہ رض کی انگلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زخمی ہوئی ہی تب سے ان مین عجب معلوم ہوتا ہی اور شوریٰ کے وقت جب حضرت ابن عباس رض نے حضرت عمر رض سے ذکر حضرت طلحہ رض کا کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص مین بوے نخوت ہی تو مقام غور ہی کہ جب ایسے لوگ عجب سے نہ بچے تو ضعیفون کا بدون احتیاط کہان پتا ہی مطرف رح فرماتے ہین کہ اگر مین رات بھر سوتے مین کاٹون اور صبح کو اس خواب غفلت سے نادم ہون تو اس بات سے بہتر جانتا ہون کہ تہجد پڑھون اور صبح کو عجب کرون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لو لم تذنبوا لخشیت علیکم ما ہو اکبر من ذلک العجب العجب اس حدیث مین آپ نے عجب کو سب گناہون سے بڑا فرمایا اور بشر بن منصور رح چونکہ عبادت پر مواظبت رکھتے تھے اسلیے انکا حال ایسا ہو گیا تھا کہ انکو دیکھنے سے خدا اور روز جزا یاد آتا تھا ایک روز نماز بہت طویل پڑھی اور ایک آدمی آپکے پیچھے دیکھتا رہا آپ نے سلام پھیر کر اس سے فرمایا کہ جو کچھ حال تو نے میرا دیکھا اس سے تعجب مت کر کیونکہ ابلیس خبیث نے فرشتون کے ساتھ بہت مدت عبادت کی تھی اسکا مآل جو کچھ ہوا سو معلوم ہی اور حضرت عائشہ رض سے کسی نے پوچھا کہ آدمی بڑا کب ہوتا ہی آپ نے فرمایا کہ جب وہ خود گمان کرے کہ مین اچھا ہون اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ یعنی احسان جتانا نتیجہ صدقے سے بڑے جاننے کا ہی اور کسی عمل کا بڑا جاننا ہی عجب ہی اس سے معلوم ہوا کہ عجب قطعًا برا ہے۔

دوسرا بیان عجب کی آفت کے ذکر مین۔ ازآنجا کہ جسقدر مذکور ہوا عجب بھی ایک کبر کے اسباب مین سے ہی اسلیے عجب سے کبر پیدا ہو کر اس سے بہت سی آفتین پیدا ہوتی ہین اور یہ آفتین تو بندون کے ساتھ ہین اور اگر خدا کے ساتھ دیکھے تو عجب سے اتنی خرابیان ہوتی ہین گناہون کا بھول جانا کہ بعض کو کبھی یاد و تلاش نہین کرتا اس گمان سے کہ مجھے انکا کچھ پروا نہین رہی کہ اسکی تلاش کرون تو نسیًا منسیًا کر دیتا ہی اور اگر کسی گناہ کو یاد کرتا ہی تو اسکو صغیر جانتا ہی اسکے تدارک مین کوشش نہین کرتا بلکہ جانتا ہی کہ یہ تو معاف ہو جاوے گا۔ اور عبادات و اعمال کا بڑا جاننا اور ان پر خوش ہونا اور انکے کرنے سے خدا پر احسان کرنا اور خدا کی نعمت کو بھول جانا کہ اسی کی توفیق و قدرت سے یہ عمل کیا ہی پھر جب آدمی اپنے اعمال پر عجب کرتا ہی تو اسکی آفات سے

ح ۵ [illegible] ح ۴ تین چیزین ہلاک [illegible] بخل [illegible] آدمی [illegible]
[illegible] ح ۶ اگر تم گناہ [illegible] ابن حبان و بیہقی [illegible] بخاری [illegible]

اندھا ہو جاتا ہی اور جو شخص آفات اعمال کو نہ جانے اسکی اکثر سعی ضائع ہو جاتی ہی مثلاً اعمال ظاہری اگر پاک وصاف وخالص از آمیزش نہون تو بہت کم نفع دینگے اور آفات کی جستجو اُسی کی ہوتی ہی جسپر خوف غالب ہو عجب والا تو اپنے نفس پر اور اپنی رائے پر مغرور ہوتا ہی اور عذاب الٰہی سے مامون جانتا ہی کہ خدا کے نزدیک میرا ایک رتبہ ہی اور گویا خدا پر میرا حق اور احسان ہی یعنی وہ عمل کہ خدا تعالیٰ کی نعمتون اور عطایا مین سے ہین انکے کرنے سے اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہی اور اسی عجب کے باعث اپنے نفس کی حمد وثنا وتزکیہ کرتا ہی اور جب اپنی رائے اور عمل اور عقل پر عجب ہوتا ہی تو استفادہ اور مشورہ لینے اور پوچھنے سے محروم رہتا ہی اپنی ہی رائے پر اصرار کرتا ہی اپنے سے زیادہ عالم سے سوال کرنا برا جانتا ہی اور اکثر رائے خطا ہی پر عجب کرکے اسوجہ سے خوش ہوتا ہی کہ یہ بات ہمارے دل مین گذری اور اگر دوسرے کے دل مین آتی تو خوش نہ ہوتا اسی وجہ سے اصرار اسپر کرتا ہی اور کسی نصیحت ووعظ والے کی بات نہین سنتا بلکہ دوسرون کو جاہل کی طرح دیکھتا ہی اور اپنی خطاؤن پر مصر ہوتا ہی اگر یہ رائے امر دنیاوی مین ہوتی ہی تو نیل مرام سے محروم رہتا ہی اور اگر امر دینی مین خصوصاً عقائد مین ہو تو اس سے ہمیشہ کے واسطے تباہ ہوتا ہی اور اگر اپنی رائے پر اعتماد نہ کرتا اور نور قرآنی سے اقتباس کے واسطے علماء دین کی مدد لیتا اور درس علم پر مواظبت کرتا اور اہل بصیرت سے پیاپی پوچھتا تو حق تک پہونچ جاتا غرض اسیطرح کی خرابیان عجب سے ہوتی ہین اور اسی لیے عجب کو مہلکات مین سے جانتے ہین اور سب مین بڑی آفت عجب کی یہ ہی کہ آدمی اس گمان سے کہ مین مطلب کو پہونچ گیا اور بے پرواہ ہو گیا سعی مین سستی کرتا ہی اور اسمین کچھ شک نہین کہ یہ امر عین بربادی ہی خدا بچاوے +

تیسرا بیان عجب اور ناز کی حقیقت اور اُسکی تعریف سے واضح ہو کہ عجب ایسے ہی وصف مین ہوتا ہی جو یقیناً کمال ہو اور جو شخص کہ اپنے نفس کا کمال کسی علم یا عمل یا مال مین جانتا ہی اُسکی دو حالتین ہین اول تو یہ کہ اُس کمال کے جاتے رہنے خواہ چھن جانے یا متغیر ہونے کا خوف اُسکو لگا ہو تو ایسی حالت مین آدمی معجب نہ کہلاویگا دوسرے یہ کہ اُسکے زوال کا تو خائف نہین مگر چونکہ اُسکو نعمت من جانب اللہ جانتا ہی اسوجہ سے خوش ہوتا ہی نہ اس جہت سے کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہی تو ایسا شخص بھی معجب نہین اور ایک تیسری حالت اور ہوتی ہی جسکا نام عجب ہی وہ یہ ہی کہ نہ تو خوف زوال ہو اور نہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ یہ کمال و رفعت خدا تعالیٰ کی نعمت وعطا ہی بلکہ اسوجہ سے اطمینان وفرحت ہو کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہی اور میرا ہی وصف ہی اور مین نے ہی اُسکو پیدا کیا ہی ایسی حالت مین جب دل پر یہ بات غالب ہو کہ یہ نعمت منجانب اللہ ہی جب وہ چاہیگا چھین لیگا تو اس سے عجب جاتا رہیگا اس بیان سے تعریف عجب کی معلوم ہوئی کہ عجب یہ ہی کہ نعمت کو بڑا جانے اور اُسپر مطمئن ہو اور اُسکا منعم کی طرف منسوب ہونا یاد نہ رکھے اور اگر عجب پر اتنی بات اور زیادہ کرے کہ نفس مین یہ جاوے کہ خدا پر میرا حق ہی اور اُسکے نزدیک میرا ایسا رتبہ ہی کہ اتنے عمل کی پاداش مین مجھے دنیا ہی مین توقع بڑائی کی ہی اور بعید ہی کہ مجھے کوئی آسیب پہونچے جیسا اور بدکارون کو ہوتا ہی تو اس حالت کا نام ادلال بالعمل یعنی اپنے عمل پر ناز کہلاتا ہی گویا عمل کیا کرتا ہی اپنے نفس کا نازبردار خدا کو سمجھتا ہی اور دنیا مین بھی یہ صورت ہوتی ہی کہ آدمی کسی کو کچھ چیز دیتا ہی اور اُسکو بڑا کام سمجھتا ہی اور اُسپر احسان کرتا ہی اس بات سے تو صرف معجب ہوتا ہی لیکن اگر اس سلوک کے بدلے مین اُس سے خواستگار خدمت کا ہو یا اُس سے کچھ سوال کرے یا وہ اگر اُسکی حاجتون مین تن دہی نہ کرے تو اس بات کو بعید جانے تو اُسکو ناز کہتے ہین حضرت قتادہ رضہ نے اس آیت کی تفسیر مین وَلَا تَمۡنُن تَسۡتَكۡثِرُ فرمایا ہی کہ اپنے عمل سے ناز مت کر اور ایک حدیث مین وارد ہی کہ نماز ناز کرنے والے کی اُسکے سر سے اونچی نہین اُٹھتی اور اگر آدمی ہنسے تو اپنی خطا کا مقر ہو تو اس بات سے بہتر ہی کہ روئے اور عمل پر ناز بیجا کرے خلاصہ یہ کہ ادلال کا مرتبہ عجب کے بعد ہی اور ادلال وہی کرے گا جو عجب کرے گا اور بعضے عجب والے ناز نہین کرتے اسواسطے کہ عجب تو صرف نعمت کے بڑے جاننے اور منعم کے بھولنے سے ہوتا ہی اسمین یہ شرط

اور ناز کرکے احسان کرے اور جتاوے یہ ادلال ہے ۱۲ اسکی اصل عجب ہے یعنی ان ۱۲

نہیں کہ توقع جزا کی بھی ہو اور ادلال ہے توقع جزا کے نہیں ہوتا پس اگر اپنی دعا کے قبول ہونے کی توقع کی اور جب قبول نہوئی تو دل میں برا جانا اور تعجب کیا تو عمل پر ادلال کرنے والوں میں ہوگا کیونکہ فاسق کی دعا قبول ہونے سے تعجب نہیں کرتا اپنی دعا غیر مقبول ہونے سے تعجب کرتا ہے یہ ہے بیان عجب اور ادلال کا اور یہ مقدمہ اور سبب کبر کا ہے

چوتھا بیان عجب کے مجمل علاج میں - جاننا چاہیے کہ علاج ہر بیماری کا یہ ہے کہ جو اسکا سبب ہو اسکی ضد سبب کے مقابل کیا جاوے اور چونکہ سبب عجب کا جہالت محض ہوا تو اسکا علاج وہ معرفت ہوگی جو اس جہالت کی ضد ہو اور عجب یا تو اپنے فعل سے ہوتا ہے جو بندے کے اختیار میں ہو جیسے عبادت اور روزہ نماز اور عزت اور خلق کی سیاست و صلاح یا ایسی چیزوں سے ہوتا ہے جنمیں آنکا اختیار نہو جیسے جمال یا اور قوت اور نسب وغیرہ اور اکثر صورت اول میں زیادہ عجب ہوا کرتا ہے بنسبت دوسری کے اسلیے ہم اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آدمی جو پرہیز اور تقوی اور عبادت اور دوسرے اعمال سے عجب کرتا ہے تو دو اعتبار سے یہ عجب ہوسکتا ہے ایک تو یہ کہ جیسا اس عبادت وغیرہ کا محل ہوا ہو یا ایک اس اعتبار سے کہ وہ عمل اسنے کیا ہو اور اسی کی قدرت و اختیار سے ظہور میں آیا ہے پس اگر اعتبار اول سے عجب ہے تو محض جہالت ہے اسواسطے کہ محل اور ظرف کو کچھ دخل ایجاد و تحصیل عمل میں نہیں وہ ایک سطح ہے کہ جس پر چیز دوسرے کے ڈالنے سے آتی ہے تو ایسی چیز پر کہ جو طرف ہے عجب کرتا ہے جسکا اختیار اسکے نہیں اور اگر دوسرے اعتبار سے عجب کرتا ہے یعنی اس جہت سے کہ عمل میرے ارادہ سے تھا اور میرے اختیار و قدرت سے کامل ہوچکا تو یہ سوچنا چاہیے کہ قدرت اور اختیار اور ارادہ اور اعضا اور تمام اسباب جنسے عمل پیدا ہوا کہاں سے میرے پاس آئے ہیں اگر یہ سب چیزیں خدا کی نعمت سے ہیں کہ بلا کسی سابقہ حق اور وسیلہ کے عنایت ہوئی ہیں تو چاہیے کہ عجب خدا کے کرم اور بخشش اور فضل پر ہو جسنے ایسا انعام کیا جسکا مستحق نہ تھا اور بلا ذریعہ وسائل کے دوسرے بندوں پر اسکو ترجیح دے مثلاً اگر بادشاہ اپنے غلاموں کو دیکھے اور ان میں سے ایک کو خلعت دے اور اسمیں نہ کوئی وصف ہو نہ جمال نہ کوئی خدمت نہ وسیلہ تو اس غلام کو چاہیے کہ اس بات کا تعجب کرے کہ بادشاہ نے جو یہ سرفرازی مجھکو بخشی اور اوروں پر ترجیح دی اور بے استحقاق نوازا کمال جود و سخاوت پروری ہے اور اپنے نفس پر عجب کرنا یعنی ہوی اسکو ہرگز نہ چاہیے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ غلام عجب کرے اور کہے کہ بادشاہ بڑا عادل ہے ظلم نہیں کرتا نہ بے سبب تقدیم و تاخیر کسی کی کرتا ہے اگر اسنے مجھ میں کوئی صفت اچھی نہیں سمجھی تو خلعت کیسے عنایت فرمایا تو اسکو یوں کہنا چاہیے کہ وہ صفت جو مجھ میں ہے وہ بادشاہ کی عطا سے ہے کہ مجھی کو عنایت کی اور کسی کو نہیں دی یا کسی اور شخص کی طرف سے ہوا اگر وہ عطا سلطانی ہی ہے تو تجھکو عجب کرنا نہ چاہیے بلکہ اسکی صورت ایسی ہوگی کہ مثلاً پہلے تجھکو گھوڑا دیا اور تو نے عجب نہ کیا جب اسنے مثلاً غلام دیا تو عجب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے پاس چونکہ گھوڑا تھا اسواسطے بادشاہ نے مجھے غلام دیا دوسرے لوگوں کے پاس گھوڑا نہ تھا اسواسطے انکو نہ دیا تو تجھکو یہی کہا جاویگا کہ گھوڑا بھی تو اسی نے دیا ہے اسمیں کیا فرق ہوا کہ دونوں اکٹھے دے دیتا یا ایک پہلے دیا ایک پیچھے جب ہر ایک اسی کی بخشش ہے تو تجھکو چاہیے کہ اسی کے فضل و کرم کا عجب کرے نہ اپنے نفس کا اور اگر وہ صفت دوسرے کی عطا ہے تو البتہ ہوسکتا ہے کہ اسپر عجب کرے کیونکہ وہ بادشاہ کی عطا میں سے نہیں مگر یہ بات دنیا کے بادشاہوں میں ہوسکتی ہے بادشاہ حقیقی کے مقابل نہیں بن سکتی وہ تو سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے صفات و صفت سب اسی کی ایجاد سے ہیں مثلاً اگر آدمی عبادت پر تو جہ عجب کرے کہ خدا نے مجھکو توفیق عبادت اسوجہ سے دی کہ مجھکو محبت الہی تھی تو ہم پوچھتے ہیں کہ تیرے دل میں محبت کس نے پیدا کی ہے تو ضرور یہی کہیگا کہ خدا نے پیدا کی ہے تو ہم کہینگے کہ محبت اور عبادت دونوں خدا کی نعمتیں ہیں کہ تجھکو بے استحقاق اور بے وسیلہ عنایت فرمائیں تو تعجب اسکی احسان پر چاہیے کہ اپنے فضل سے تجھکو وجود عنایت فرمایا اور اسمیں صفات اور اسباب اعمال پیدا کیے

اس سے معلوم ہوا کہ عابد کو اپنی عبادت پر اور عالم کو علم پر اور خوبصورت کو جمال پر اور تونگر کو مال پر عجب کرنا بے معنی ہے کیونکہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں اور اسکا وجود صرف ان نعمتوں کا محل ہے اور وہ بھی اسی کے فضل وجود سے ہوا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ جو کام ہم کرتے ہیں اسپر ہم توقع ثواب کی رکھتے ہیں تو اگر وہ کام ہمارا نہیں تو ثواب کی توقع کس لیے ہے اگر وہ کام محض اختراع خدا کا مخلوق ہے تو ہمکو ثواب کیونکر ملتا ہے اور اگر وہ ہمارا ہے اور ہماری قدرت سے ہوا تو اسپر ہم عجب کیوں نہ کریں اس کے کیوں بھول جاتیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ تیری ایک بات تو حق صحیح ہے اور دوسری میں کچھ مسامحت ہے حق صحیح تو یہ ہے کہ آدمی اور اسکی قدرت و حرکت اور ارادہ اور سب چیزیں خدا کی مخلوق اور اختراع کی ہوئی ہیں تو جب کبھی جو عمل کرتا ہے خواہ نماز پڑھتا ہے یا خاک پھینکتا ہے تو وہ نہیں کرتا بلکہ خدا کرتا ہے چنانچہ آگی تصدیق و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ میں موجود ہے اور یہی بات درست ہے اہل دل کو اسکا ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ ہو اول خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا کیا پھر اسکے اعضا کو پھر اعضا میں قوت اور قدرت اور صحت پیدا کی پھر عقل اور علم اسکے لیے پیدا کیے اور ارادہ کو پیدا کیا اگر آدمی چاہے کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز اپنے نفس میں سے دور کر دے تو نہیں کر سکتا پھر اعضا میں جو حرکات پیدا کیں وہ بھی اپنے اختراع سے بنائیں انمین کچھ دخل انسان کی نہیں مگر اتنی بات ہے کہ خداوند کریم نے ان اشیا کو ترتیب پیدا کیا مثلاً حرکت جب پیدا کی جب عضو میں قدرت پیدا کر چکا اور دل میں ارادہ اور ارادہ جب پیدا کیا جب پہلے علم مراد کا پیدا کیا اور علم اسوقت پیدا کیا جب کہ اسکا محل یعنی دل پیدا کر لیا تو یہ ترتیب جو خدا تعالیٰ نے پیدا اشیا کے بارے میں رکھی کہ ایک چیز کو دوسری کے بعد بنایا اس سے آدمی کو خیال ہوتا ہے کہ میں خود موجد اپنے فعل کا ہوں اور یہ اسکی غلطی ہے اور اسکی توضیح اور یہ بات کہ خدا کے پیدا کیے ہوئے عمل پر آدمی کو ثواب کیسے ہوتا ہے باب الشکر میں لکھی ہے اسلیے کہ یہ مضمون وہیں مناسب تھا جسکی طبیعت چاہے وہاں دیکھ لے اب ہم دوسرے جواب کو جس میں تھوڑی سی مسامحت ہے لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ آدمی اگر یہ جانے کہ عمل میری قدرت سے ہوا تو خیال کرے کہ قدرت کہاں سے آئی عمل کا ہونا بدون وجود عامل اور خود عمل اور ارادہ اور قدرت اور دوسرے لوازم عمل کے نہیں ہو سکتا اور یہ سب چیزیں خدا سے تعالیٰ کی طرف سے ہیں آدمی کی جانب سے نہیں اگر عمل قدرت ہی سے ہوا ہے تو قدرت صرف کلید ہے اور کنجی کے ہے اور وہ خدا کے قبضہ میں ہے جب تک کنجی نہیں پائیگی انسان عمل کسطرح کریگا کیونکہ عبادات سعادت کے خزانے ہیں اور انکی کنجیاں قدرت اور ارادہ اور علم ہیں جو خدا سے تعالیٰ کے اختیار میں ہیں فرض کرو کہ تمکو تمام دنیا کے خزانے ایک مضبوط قلعہ میں نظر پڑیں اگی کنجی کسی محافظ کے پاس ہو پس اگر اسکے دروازے پر یا دیوار کے گرد ہزار برس پڑے رہوگے تو لینا تو کیا ایک اشرفی وغیرہ کا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوگا اور اگر محافظ تمکو کنجی حوالہ کر دے تو بہت سہولت سے اشرفیاں لے سکتے ہو کہ قفل کھولتے ہی ہاتھ بڑھایا اور لے لیں اب ہم پوچھتے ہیں کہ محافظ نے جو تمکو کنجی حوالہ کی اور قفل پر مسلط کر دیا اور اختیار میں چھوڑ دیا تب تم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دولت لی تو تم محافظ کے کنجی دینے پر عجب کروگے یا اپنے ہاتھ بڑھا کر لینے کا عجب کروگے اسمیں تو شک نہیں کہ محافظ کے ممنون احسان ہوگے کیونکہ ہاتھ ہلانے کی تو محنت چنداں نہیں معاملہ کنجی ملنے پر تھا اسیطرح جب قدرت دی گئی اور ارادہ مسلط کیا گیا اور تمام دواعی عمل کے حرکت میں آگئے اور موانع اور عوائق دور ہو گئے یہانتک کہ کوئی مانع دور ہونے سے نہ رہا اور نہ کوئی باعث فرو گذاشت کیا گیا تب سلطیح آدمی پر عمل کرنا آسان ہوا اور بواعث کا حرکت میں آنا اور عوائق کا دور ہونا اور اسباب کا مہیا ہونا سب بجانب اللہ ہوا کوئی چیز اپنی اختیار کی نہیں اس لیے عجب ہی کہ آدمی اپنے نفس پر عجب کرے اور جسکی سبب سے یہ سب کچھ ہوا اسکے فضل وجود پر عجب نہ کرے کہ اسنے کسطرح تمکو فاسقوں پر ترجیح دی کہ انپر تو سامان فساد کو مسلط کر دیا اور اس سے دور رکھا انکے لیے دوست اور ہمنشین بڑے بڑے ٹھہرا لیے اور اس سے دور رکھنے کے واسطے اسباب شہوات و لذات مہیا کیے اور اس سے علیحدہ رکھے انکے لیے خیر کی بواعث علیحدہ رکھے اور تمہارے لیے مہیا رکھے یہانتک کہ انکو شر کی سوجھی اور اسکو خیر کی اور باوجود ان باتوں کے جو کہیں تو کوئی وسیلہ سا لابد اسکی طرف سے اور کوئی پہلا جرم فاسقوں کی طرف سے

[illegible]

نہ تھا بلکہ مطیع کو جو ترجیح و تقدم عنایت ہوا وہ بھی اسی کے فضل سے ہوا اور گنہگار کو جو بُعد اور شقاوت ملی وہ بھی اسی کے عدل سے تو عجب آدمی
اس حال کو جان کر عجب کرے تو بڑے تعجب کی بات ہے کیونکہ جس عمل پر کہ آدمی کی قدرت کارگر ہوتی ہے اسکے لیے بھی خدا تعالے ایک
ایسا شوق اسمین پیدا کر دیتا ہے کہ اسکے خلاف نہین کر سکتا تو اگر واقع مین انسان ہی کسی فعل کا فاعل ہے تو گویا مضطر ہو کر اس فعل کو کرتا ہے
اسی جہت سے شکر و احسان اسکو سزاوار ہے جو انسان مین شوق اس فعل کا پیدا کیا انسان نے کیا کیا جو عجب کرے اور باب توحید و توکل مین بیان
کیا جاویگا کہ اسباب اور مسببات مسلسل ہین اور انسے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل و خالق سوا خدا کے کوئی نہین اور ایک طرفہ بات یہ ہے کہ
جس شخص کو خدا تعالے نے عقل مرحمت فرمائی اور مفلس رکھا وہ بے علم تونگر کے حال سے تعجب کر کے کہتا ہے کہ باوجودیکہ مین عاقل و
فاضل ہوں خدا نے مجکو ایک دن کی غذا بھی اچھی طرح نہین دی اور یہ شخص باوجودیکہ غافل و جاہل ہے اسکو اتنی نعمت دنیا کی عطا
کی اور یہ اسکا تعجب اس بات کے قریب پہونچ جاتا ہے کہ اس فعل خداوندی کو ظلم تصور کرے اور اس مغرور کو یہ معلوم نہین کہ اگر خدا
تعالے اسکو رزق اور مال دونوں دیتا تو یہ فعل ظاہر مین زیادہ تر ظلم کے مشابہ ہوتا اسواسطے کہ تب فقیر جاہل کہتا کہ الٰہی تونے اسکو دونوں
چیزین دین مجکو دونوں سے محروم رکھا مجکو بھی دونوں خواہ ایک دی ہوتی اور اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول
مین جب انسے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ عاقل مفلس رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ عقل بھی رزق مین شمار ہو جاتی ہے اور زیادہ
عجب یہ ہے کہ فقیر عاقل جو کسی جاہل کو اپنے آپ سے زیادہ بہتر حال دیکھتا ہے اگر اس سے کہا جاوے کہ تمہارا دل چاہتا ہے تو اپنی عقل و مفلسی کو
اسکی جہل و تونگری سے عوض کر لے تو اسکو ہرگز نہ مانیگا اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالے کی نعمت اسی پر زیادہ ہے پھر تعجب کیون کرتا ہے
اسیطرح جو عورت خوبصورت مفلس ہو وہ اگر کسی بدصورت عورت کو زیور و جواہر سے آراستہ دیکھتی ہے تو تعجب کیا کرتی ہے کہ میرا ایسا
حسن ہوتے ہوئے بے زینت رہے اور یہ بدصورتی صورت یون آراستہ و پیراستہ ہو حالانکہ یہ نہین جانتی کہ مال کے عوض اسکو خوبصورتی نہایت پسند ہوتی
اور اگر اس سے کہا جاوے کہ خواہ جمال اور افلاس کو اختیار کر یا بدصورتی اور تونگری کو تو جمال ہی کو پسند کریگی اس سے معلوم ہوا
کہ نعمت الٰہی اسپر بہتر ہے اور یہ شخص مفلس دانا اور عاقل ہو کر اپنے دل مین کہے کہ الٰہی تونے دنیا سے مجھے کیون محروم رکھا اور جاہلون
کو مرحمت کی تو اسکا یہ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی بادشاہ کسی کو گھوڑا عنایت کرے تو وہ کہنے لگے کہ جہان پناہ مجکو آپ غلام کیون نہین دیتے
میرے پاس تو گھوڑا ہے بادشاہ جواب دے کہ اگر مین گھوڑا تجھے نہ دیتا تب تو تو غلام کے نہ ملنے سے تعجب نہ کرتا فرض کر کہ مین نے
تجھے گھوڑا نہ دیا کیا میری ایک نعمت کو دوسری کا ذریعہ کرتا ہے کہ میری ہی نعمت کو دوسرے کے واسطے حجت گردانتا ہے اسیطرح کے اوہام
جاہلون کو ہوا کرتے ہین اور ان سب کا منشا جہل ہے اور یہ وہم اسطرح جاتا ہے کہ یقینا یہ جان لے کہ بندہ اور اسکے عمل اور اوصاف سب
منجانب اللہ نعمت ہین اور بے استحقاق ملے ہین اس علم سے عجب اور ادلال جاتا رہتا ہے اور تضرع اور شکر اور خوف نعمت کے زائل
ہونے کا دل مین سماتا ہے اور جو اسطرح سمجھیگا وہ اپنے علم و عمل پر عجب نہ کریگا اسواسطے کہ جانیگا کہ یہ سب منجانب اللہ ہین
جب حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی مین فخریہ عرض کیا کہ الٰہی کوئی رات ایسی نہین آتی کہ کوئی آدمی آل داؤد مین
نہو اور نہ کوئی روز ایسا آتا ہے کہ کوئی ان مین سے روزہ دار نہو اور ایک روایت مین ہے کہ کوئی ساعت رات دن کی ایسی نہین گذرتی کہ کوئی
عابد آل داؤد کا تیری عبادت نماز یا روزہ یا ذکر نہ کرتا ہو خدا تعالے نے انپر وحی بھیجی کہ یہ باتین ان مین کہان سے ہین یہ لوگ تو
میرے ہی سبب سے ہین اگر میری مدد تیرے ساتھ نہوتی تو کچھ طاقت نہوتی اور دیکھ مین تجھکو تیرے نفس پر چھوڑ دونگا حضرت ابن عباس
فرماتے ہین کہ حضرت داؤد پر جو معاملہ گذرا وہ عمل پر عجب کرنے کی جہت سے تھا کیونکہ عمل کو آل داؤد کی طرف نسبت کر کے بیان کیا
یہانتک کہ خدا تعالے نے انکو انکے نفس پر چھوڑ دیا اور ایسا گناہ کیا جو موجب غم اور ندامت کا ہوا اور ایک روایت مین ہے کہ

داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی بنی اسرائیل تجھ سے دعا مانگتے ہیں بطفیل حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا کیونکر
کرتے ہیں ارشاد ہوا اسلیئے کہ میں نے انکو جانچا تو انھوں نے صبر کیا عرض کیا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لے تو میں بھی صبر کرونگا اسمیں گھمنڈا و ادلال
قبل الوقت پایا جاتا ہی حکم ہوا کہ میں نے انکا امتحان جو لیا تھا تو یہ نہیں بتایا تھا کہ کس چیز میں امتحان لونگا اور نہ یہ کہ کس سے مہینے اور کس کس
دن میں لونگا اور تجھ سے کہے دیتا ہوں کہ اسی برس اور اسی مہینے میں کل کو تیرا امتحان ایک عورت کے باب میں لونگا بچا رہنا پھر جو کچھ اس
معاملہ میں آپ سے سرزد ہوا وہ معلوم ہی ہی اسیطرح جب حنین کی لڑائی میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت و کثرت
پر تکیہ کیا اور خدا کے فضل کو بھول گئے اور کہنے لگے کہ آج قلت اور کمی کے باعث مغلوب نہونگے تو اپنے نفسوں پر چھوڑ دیئے گئے اور انجام
یہ ہوا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہی ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین اور ابن عیینہ
روایت کرتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی تو نے مجکو اس بلا سے امتحان کیا ہی میرے اوپر جب کوئی واقعہ
گذرا ہی تو میں نے تیری رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا ہو پس ایک ابر میں سے دس ہزار آوازیں سنائی دیں کہ یہ بات تجکو کہاں سے
حاصل ہوئی حضرت ایوب علیہ السلام نے خاک اپنے سر پر ڈالکر عرض کیا کہ الٰہی تجھی سے عنایت ہوئی تجھی سے عنایت ہوئی اول کو بھولے
ہوسے تھے پھر رجوع کر کے اپنے صبر کو منسوب بخدا بتنا الی کی طرف کیا اور اسی سے خدا بے تعالیٰ فرماتا ہی ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکی
منکم من احد ابدا اور حدیث شریف میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی کو جو سب لوگوں سے افضل تھے فرمایا کہ ما منکم
من احد ینجیہ عملہ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب باوجود صفائی
اعمال و قلوب کے اس حدیث سننے کے بعد اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم خاک یا گھاس یا پرند ہوتے تو خوب تھا اس بصیرت والے سے
عمل پر عجب کرنا اور نفس پر خائف نہونا بہت بعید ہی یہ ہی علاج عجب کا جس سے بالکل مادہ عجب کا دل سے اکھڑ جاتا ہی اور جب یہ دل پر غالب
ہو جاتا ہی تو خوف سلب نعمت کا اسکو عجب نہیں کرنے دیتا بلکہ جب کافروں اور فاسقوں کو دیکھتا ہی کہ بلا کسی گناہ سابق کے نعمت ایمان یا
طاعت ان سے چھین لی گئی تو اپنے نفس پر خوف کر کے کہتا ہی کہ جس ذات کو یہ پروا نہیں کہ بے گناہ محروم کر دے اور بے وسیلہ عنایت کرے
اسکو اسکی کہاں پروا ہی کہ پھر لے لیوے ایسا اکثر ہوا ہی کہ مومن مرتد ہو گیا اور بہت شخص فاسق ہو کر خاتمہ اچھا ہوا اسیطرح کے خیالات کی طرح
اسکے دل میں عجب نہ آنے دینگے واللہ اعلم

پانچواں بیان ان چیزوں کے اقسام کا جنسے عجب ہوتا ہی اور جدا جدا ہر ایک کا علاج

واضح ہو کر ہم باب سے تکبر ہوتا تھا انھیں سے عجب بھی ہوتا ہی جیسا پہلے مذکور ہوا اور کبھی عجب ایسی چیز سے بھی ہوتا ہی جس سے تکبر نہیں ہوتا
مثلاً اپنی راے خطا سے عجب کرنا جو جہل کے سبب اچھی معلوم ہوتی ہی اس لحاظ سے جن چیزوں سے عجب ہوتا ہی وہ آٹھ قسم ہیں اول یہ
کہ اپنے جمال اور صورت اور صحت اور قوت اور تناسب اعضا یا اور متعلقات بدن سے عجب کرے اور صرف اپنی خوبصورتی پر التفات
کر کے بھول جاوے کہ یہ خدا کی نعمت اور معرض زوال میں ہی اور علاج اسکا وہی ہی جو ہم جمال کے باعث کبر ہونے کے باب میں
لکھا ہی یعنی اپنی ابتدا اور انتہا سے امر کی ناپاکیوں کو سوچے اور سمجھے کہ پہلے کیسے کیسے خوبصورت اس خاک کے پیوند ہوے اور قبروں
میں انکے بدن ایسے بدبو ہو گئے کہ طبیعت کو انسے نفرت ہو گئی ؎

خاک انھوں کا بستر ہی اور سر کے نیچے پتھر ہی	آہ وہ تکیں پیاری پیاری کیسے جا اوڑھیاں کیتی ہیں

دوسرے یہ کہ اپنے زور کے باعث عجب کرے جیسے عاد کی قوم نے کہا تھا جسکا حال قرآن مجید میں خدا بے تعالیٰ فرماتا ہی من اشد منا
قوۃ اور جسطرح عوج نے اپنی قوت پر اعتماد کر کے ایک پہاڑ کو اٹھا کر چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر رکھ دے کہ سب اسکے

نکلے دبے رہین مگر خدا تعالے کے حکم سے چند ہد ہدون نے جنکی چونچ نرم ہوتی ہے اُس پہاڑ مین اسطرح سوراخ کیا کہ وہ پہاڑ اُسی کی گردن کا طوق بنگیا
اور کبھی ایماندار بھی اپنی قوت پر تکیہ کرتا ہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین ایک رات مین سو عورتون کے پاس
جاؤنگا اور لفظ انشاء اللہ نہ کہا اُسکے پاداش مین جو اُنکا ارادہ تھا یعنے لڑکے کا ہونا اُس سے محروم رہے اسیطرح قول حضرت داؤد علیہ السلام
کا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لیگا تو صبر کرونگا قوت پر بھروسا ہونے کے باعث تھا اور قوت پر عجب کے باعث آدمی لڑائیون مین گھس جاتا ہے
اور اپنی جان کو خرابی مین ڈال دیتا ہے اور جو شخص اُسکی ایذا کے درپے ہوتا ہے یا سپہ مین سبقت کرتا ہے اور اس عجب کا علاج وہی ہے جو ذکر
ہوا یعنے یہ سمجھے کہ ایک دن کے بخار سے آدمی کی طاقت ڈھیلی ہو جاتی ہے اور کیا عجب ہے کہ خدا تعالے عجب کے باعث کوئی ادنی آفت
مسلط کر دے اور زور دور کر دے تیسرے یہ کہ اپنی عقل و کیاست پر عجب کرے کہ باریک دقیقہ رس اور دنیا و دین کی مصلحتون کو خوب
سمجھتا ہون اور اُسکا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی راے پر اصرار کرنے لگتا ہے اور جو شخص اُسکی راے کے خلاف کہے اُسکو جاہل تصور کرتا ہے اور کسی
مشورہ نہین لیتا اور اہل علم کی بات کم سنتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی راے کے سامنے اُنکی حاجت نہین سمجھتا ہے بلکہ حقیر اور ذلیل جانتا ہے اور اسکا
علاج یہ ہے کہ جو کچھ سمجھ دار فیاض نے اسکو عقل عطا ہوتی ہے اُسپر خدا کا شکر کرے اور سوچے کہ اگر ادنی مرض سر کے دماغ مین ہو جاوے
تو وسواس و جنون ایسا ہو جاویگا جس سے لڑکے ہنسینگے اگر مین عقل پر عجب کرون اور شکر خدا بجا نہ لاؤن تو کیا بعید ہے کہ عقل سلب ہو جاوے
اور چاہیے کہ اپنی عقل اور علم کو کم سمجھے کہ مجھکو کچھ تھوڑا ہی آتا ہے گو زیادہ ہی پڑھا ہو اور یہ جانے کہ جتنا لوگون کو معلوم ہے استقدر مجھکو
معلوم نہین تو جو بات اور لوگون کو بھی نہین معلوم ہے اُس سے تو بطریق اولی جاہل ہونگا اور اپنی عقل کو بے وقوفی اور نقصان کی تہمت
لگاوے اور احمقون کا حال دیکھے کہ اپنی عقلون پر کیسے عجب کرتے ہین اور لوگ اُنپر ہنستے ہین تو خوف کرے کہ مین بھی ویسا ہی نہون
اور سمجھے نہ معلوم ہوا اسواسطے کہ جس شخص کی عقل مین قصور ہوتا ہے اُسکو اپنا قصور کبھی نہین معلوم ہوتا اسی لیے ضرور ہوا کہ اپنی مقدار عقل کو
پہچانے اور یہ بات دوسرے کے کہنے سے معلوم ہوگی اپنے آپکو معلوم نہین ہوسکتی اور دشمنون سے معلوم ہوگی نہ دوستون سے کیونکہ جو شخص منہ
دیکھی بات کہتے ہین وہ تعریف کرینگے اس جہت سے عجب اور زیادہ ہوگا اور اُسکے گمان مین یہ بات اسکے نفس مین بہتر ہوگی اور عجب کے
باعث نفس کی جہالت نہ جانیگا چوتھے یہ کہ نسب کے باعث عجب کرے جیسے بعض سیدون کو عجب ہوتا ہے اور خیال کرتے ہین کہ شرف نسب اور
آبا کے طفیل کے باعث ہماری مغفرت ہو جاویگی اور بعض یہ خیال کرتے ہین کہ تمام خلق ہمارے لونڈی غلام ہین اور اسکا علاج یہ ہے
کہ یون جانے کہ جب مین نے افعال و اخلاق مین اپنے بڑون کی مخالفت کی اور گمان کیا کہ مین اُنکے درجہ کو پہونچ گیا تو یہ جہالت ہے اور
اگر اُنکی پیروی کا دعوی ہے تو اُن مین عجب کہان تھا اُن مین تو خوف اور اپنے آپکو حقیر جاننا اور خلق کو بڑا سمجھنا اور نفس کی مذمت
کرنی وغیرہ باتین تھین اور اُنکو شرف طاعت اور علم اور عمدہ خصلتون سے ہوا تھا نہ نسب کی جہت سے تو تمکو بھی وہی شرف حاصل
کرنا چاہیے جو اُن مین تھا ورنہ نسب مین تو آخر جنکی اولاد مین اپنے اکابر تھے اُنکی اولاد مین بہت سے قبائل ایسے ہین جو ایمان خدا اور
روز جزا پر نہین رکھتے اور خدا کے نزدیک وہ کتے اور سور سے بھی بُرے ہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی
یعنے تمہارے نسبون مین کچھ فرق نہین سب کی اصل ایک ہی ہے پھر فائدہ نسب کا ذکر فرمایا وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا پھر فرمایا کہ شرف
تقوی سے ہے نہ نسب سے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے پوچھا کہ لوگون مین سب سے
بزرگ اور سب سے دانا کون ہے تو آپ نے یہ جواب ارشاد نفرمایا کہ جو میری نسل مین ہو بلکہ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرے اور سب سے
زیادہ اُسکی تیاری کرے اور اس آیت کی شان نزول یہ تھی کہ حضرت بلال رضہ نے فتح مکہ کے روز جب اذان دی تو حارث بن ہشام اور سہیل
بن عمرو اور خالد بن اسید نے کہا کہ یہ غلام حبشی اذان دیتا ہے اُسوقت یہ حکم ہوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کا کبر دور کر دیا تم سب اولاد آدم ہو اور آدم خاک سے بنا ہے۔ اور ایک حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جماعت قریش قیامت میں اور اعمال تو لوگ نہیں لاوینگے تم لوگ دنیا کو اپنی گردنوں پر لاد کر لاؤگے اور محمد پکار کر
میں بھی ایسا ہی جواب دونگا یعنی تم سے منہ پھیر لونگا اس حدیث سے یہ غرض ہے کہ اگر دنیا کی طرف مائل ہو گئے تو تمکو نسب قریش مفید نہ
ہوگا اور جب یہ آیت اتری وانذر عشیرتک الاقربین آپ نے سب کو ایک ایک کر کے پکارا یہانتک کہ فرمایا اے فاطمہ محمد کی بیٹی اور اے
صفیہ عبد المطلب کی بیٹی اور محمد کی پھوپھی تم اپنے واسطے آپ عمل کرو بہت جانیو کہ میں تمکو کچھ خدا سے بچا دونگا تو جو شخص ان باتوں کو
جانیگا اور تصور کریگا کہ حسب تقوی کی برابری کریگا اسی قدر شرف پاویگا اور میرے بزرگوں کی عادت تواضع کی تھی تو میں ضرور تواضع اور تقوی میں ان
انہوں کی اقتدا کریگا اور نہ اپنے نسب کو اپنی زبان و حال سے برا کریگا کیونکہ منسوب تو اچھے لوگوں کی طرف ہوگا اور تواضع اور تقوی اور خصلت
میں ان جیسا نہ ہوگا تو گویا فرع کے برا ہونے سے اصل کی برائی ظاہر کریگا اب اگر کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس قول
کے کہ میں تمکو خدا سے کچھ نہ بچا دونگا حضرت فاطمہ رض اور حضرت صفیہ رض سے یہ بھی کہا تھا کہ لیکن تم دونوں کو مجھ سے قرابت ہے اسکا حق ادا کرونگا
اور قوم سلیم کو فرمایا کہ کیا تم میری شفاعت کی توقع رکھتے ہو اور عبد المطلب کی اولاد توقع شفاعت نہ کریں تو ان دونوں حدیثوں سے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت میں اپنے قرابت والوں کو خاص کرینگے اور یہیں لحاظ سیدوں کو بھی توقع شفاعت
ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا متوقع ہے اور کہتا ہے لب بخشان بے شفاعت ما
منکر بر گناہ و طاعت ما اور سید بھی بشرطیکہ خدا کے غضب سے ڈرتا رہے اسی بات کا سزاوار ہے کہ آپ کی شفاعت کا متوقع ہو لیکن خدا
کے غضب میں اگر مبتلا ہوا تو پھر کسی کو اسکی شفاعت کی اجازت نہیں شفاعت کے اعتبار سے گناہ کی دو قسمیں ہیں ایک تو ایسے گناہ جو موجب
غضب الٰہی کے ہوں انکی شفاعت کے لیے اجازت نہ ہوگی اور ایک قسم کے گناہ ہیں شفاعت کے سبب معاف ہونگے جیسے دنیوی بادشاہوں
کے یہاں ہوتا ہے کہ بعض خطا جرم کی ایسی ہوتی ہے کہ اس پر بادشاہ کو نہایت غصہ ہوتا ہے اسوقت جتنے مقرب ہیں درگاہ میں انکو مجال سفارش
نہیں ہوتی اسیطرح بادشاہ حقیقی کے یہاں بھی بعض گناہوں سے شفاعت کے باعث چھٹکارا نہ ملیگا بلکہ خود شفاعت ہی بے اذن نہ ہوسکیگی
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا یشفعون الا لمن ارتضی اور فرمایا من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ اور فرمایا ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ
اور فرمایا فما تنفعہم شفاعۃ الشافعین اور جب گناہ دو قسم کے ٹھہرے کہ کسی میں شفاعت منظور ہوگی اور کسی میں نہ ہوگی تو خوف کرنا واجب
ہوا اور اگر سب گناہوں کی شفاعت ہوسکتی تو آپ قریش کو طاعت کے لیے امر نہ فرماتے اور حضرت فاطمہ زہرا اپنی لخت جگر کو گناہ
سے منع نہ فرماتے بلکہ انکو اجازت دیتے کہ دنیا میں جتنا چاہو لذات وشہوات سے بہرہ اٹھا لو پھر آخرت میں تمکی شفاعت کر کے لذت
آخرت بھی کامل دلواتے خلاصہ یہ کہ تقوی کو چھوڑ کر توقع شفاعت گناہوں میں ڈوبا رہنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی مریض پیٹ بھر کر بدپرہیزی
کرے اور جانے کہ میرا معالج بڑا طبیب نامی اور نہایت مہربان باپ بھائی سے بھی زیادہ میرے حال کا نگران ہے اور یہ محض جہالت ہے
اسواسطے کہ طبیب کی کوشش و ہمت سے بعض امراض دور ہوسکتے ہیں کل نہیں ہوسکتے تو اسکے بھروسے پر پرہیز کا چھوڑنا نہ چاہیے
طب کا اثر صرف امراض خفیفہ اور غلبہ مرض کے وقت کارگر ہوتا ہے ہر وقت اثر نہیں ہوتا اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ عنایت شفاعت کرنے
والوں کی خواہ انبیا ہوں یا صلحا قریبوں اور رشتہ داروں کے حق میں ایسی ہے کہ کبھی منظور ہو اور کبھی نہو اس سے بیخوف وخذر ہونا نہ چاہیے
دیکھو سب خلق سے بہتر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انکا خوف کے مارے یہ حال تھا کہ تمنا کرتے تھے کہ ہم چوپائے ہوتے
تو خوب تھا باوجودیکہ تقوی بھی کامل رکھتے تھے اور حسن اعمال اور صفائے دلی بھی حاصل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
خاص اپنے واسطے وعدہ جنت سن چکے تھے اور شفاعت آپ کی سب اہل اسلام کے لیے عموماً جانتے تھے مگر کسی بات پر تکیہ نہ کیا اور

۱۷ طبرانی بروایت عمران بن حصین بسند ضعیف اور قریش کی بھلائی کا ... ۱۲ ... کو مسلم ... ۱۲ اح سے بخاری و مسلم بروایت ابوہریرہ ۱۲ اح سے مسلم بروایت ابوہریرہ بلفظ دیگر ۱۲ اح طبرانی در اوسط و بیہقی در شعب ... [illegible]

نہ خوف و خشوع انکے دل سے جدا ہوا تو جس شخص کو ان میں سے کوئی بات بھی میسر نہو نہ معلوم کہ وہ کیسے عجب کرتا ہے آٹھویں یہ کہ ظالم سلاطین کی قرابت سے عجب کرے یا اپنے آپ کو انکے اعوان میں سمجھ کر عجب کرے دین اور علم کے نسبت سے نہ کرے تو یہ عجب بھی نہایت درجہ کی جہالت ہے اور اسکا علاج یہ ہے کہ انکی رسوائی کو سوچے کہ جو کچھ ان ظالموں نے اللہ کے بندوں پر ظلم کیا اور اللہ کے دین میں فساد مچایا اسکے باعث وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہیں اور اگر دوزخ میں انکی صورت نظر پڑے اور انکی بدبو اور پلیدی کو جو ہیبت ناک ہے دیکھ لے تو پھر دیکھنے والا ان سے ایسا نفرت کرے کہ کبھی انکی طرف نسبت اپنے آپکو نہ کرے بلکہ جو انکی طرف اپنی نسبت کرے اسکو بھی برا جانے کیونکہ اسکی نظروں میں ذلیل اور حقیر ہو جاوینگے اور اگر قیامت کے روز انکا حال اسپر کھل جاوے کہ جن جن لوگوں پر ظلم کیا تھا وہ لوگ انکو لپٹے ہوئے ہیں اور فرشتے انکے سر کے بال پکڑے ہوئے اوندھے منہ جہنم میں لیے جاتے ہیں اور بندوں پر ظلم کرنے کی بدولت سے طرح طرح کی ذلت و رسوائی میں مبتلا ہیں تو خدا سے پناہ مانگے اور کہے کہ سور اور کتے کی قرابت منظور ہے ان لوگوں کی منظور نہیں غرضکہ ظالموں کی اولاد کو چاہیے کہ اگر خدا تعالیٰ انکو ظلم سے بچاوے تو اسکا شکر کریں کہ ہمارا دین سلامت رکھا اور اگر انکے آبا مسلمان تھے تو انکے لیے استغفار کرتے رہیں ایسے لوگوں کے نسب سے عجب کرنا محض جہالت ہے نواں یہ کہ آدمی اسوجہ سے عجب کرے کہ میری اولاد یا خادم یا غلام یا اقربا یا یار و مددگار بہت ہیں جیسے کفار نے کہا تھا نحن اکثر اموالا واولادا یا جیسا اہل اسلام نے غزوہ حنین میں کہا تھا کہ آج کمی کے باعث ہم مغلوب نہونگے اور اسکا علاج وہی ہے جو ہم کہہ چکے ہیں اور کہہ آئے ہیں کہ اپنا ضعف اور انکا ضعف دھیان کرے اور جانے کہ سب کے سب بندے عاجز ہیں اپنی جانوں کے واسطے کچھ نفع و ضرر کا اختیار نہیں رکھتے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله علاوہ اسکے انپر عجب کرنے سے کیا فائدہ یہ لوگ تو بعد موت کے سب جدا ہو جاوینگے قبر میں تنہا ذلیل و خوار چھوڑ جاوینگے کوئی رفیق ہوگا نہ آشنا نہ باپ نہ بیٹا نہ بیگانہ یگانہ بلکہ وہ خود ہی جاکر اسکی نعش کو خاک میں سانپ اور بچھو اور کیڑوں کے حوالہ کر دینگے اور ایسے آڑے وقت میں اسکے کچھ کام نہ نکلیگا اور اسیطرح قیامت کے میدان میں بھی پاس سے بھاگ جاوینگے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم یفر المرء من اخيه وامه وابيه وصاحبته وبنيه ایسے لوگوں سے کیا فائدہ ہے کہ جب شدت کی حاجت انکی طرف ہوگی جبھی جدا ہو جاوینگے اور اپنی اپنی راہ لگینگے اور اتنی عجب کیسے آتا ہے قبر میں اور قیامت میں اور پل صراط پر بجز اپنے عمل اور اللہ کے فضل کے اور کچھ کام نہ آویگا تو تعجب ہے کہ آدمی ایسی چیز پر تکیہ کرے جو کام نہ آوے اور وجود انکا اسکے نفع و ضرر اور موت و حیات کی مالک ہے اسکو بھول جاوے دسواں یہ کہ مال سے عجب کرے جیسا خداوند کریم دو باغ والے کا قول نقل فرماتا ہے انا اكثر منك مالا واعز نفرا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غنی کے پاس ایک فقیر آکر بیٹھا اسنے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اور سکڑ گیا آپنے فرمایا کیا تو اس بات سے ڈرتا ہے کہ اسکا افلاس تجھے لگ جاویگا غرضکہ یہ عجب مال کا ہے اور علاج اسکا یہ ہے کہ مال کی آفتوں کو اور اسکے حقوق کی کثرت کو اور فقرا کی فضیلت کو اور جنت کی طرف انکی سبقت کو سوچے اور یہ کہ مال صبح آتا ہے شام جاتا ہے اسکی کچھ اصل نہیں بہت سے کفار بھی مال و دولت زیادہ رکھتے ہیں اور اس حدیث کے مضمون پر غور کرے کہ اس اثنا میں کہ آدمی لباس پہنکر تبختر کرتا ہے اور دل میں خوش ہوتا ہے یکایک امر الہی زمین کو ہوتا ہے وہ اسکو نگل جاتی ہے اور قیامت تک دھنستا چلا جاتا ہے اس میں اشارہ ہے کہ مال و نفس پر عجب کرنے کا ایسا عذاب ہوتا ہے حضرت ابو ذر رض روایت کرتے ہیں کہ میں ہمراہ رکاب جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد شریف میں داخل ہوا آپنے فرمایا کہ اے ابو ذر اپنا سر اٹھا میں نے سر اٹھا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بہت عمدہ کپڑے پہنے ہے تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اپنا سر اٹھا پھر جو میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابو ذر یہ شخص خدا کے نزدیک تمام زمین سے بہتر ہے [illegible] باب ذم دنیا اور باب ذم مال میں لکھی ہیں کسے حقارت اغنیا کی اور شرافت فقرا کی [illegible] ظاہر ہوتی ہے

کسطرح ہوسکتا ہی کہ اپنی ثروت پر عجب کرے بلکہ اسکو تو یہی خوف لگا رہتا ہی کہ حقوق مال کے ادا کرنے میں کہیں قصور ہوا ہو حلال وجہ سے لیا ہی کہ نہیں معرض میں صرف کیا ہی کہ نہیں اور جو ایسا نہیں کرتا وہ عجب کیا کرتا ہی اسکا مال تو بجز ذلت اور وبال کے اور کچھ نہیں آٹھویں یہ کہ اپنی راے غلط پر عجب کرے چنانچہ اللہ تعالے ایسے ہی شخص کے حال میں فرماتا ہی افمن زین لہ سوء عملہ فرآہ حسنا اور دوسری جا ارشاد کیا یحسبون انہم یحسنون صنعا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلط راے پر عجب کرنا اس امت کے آخر زمانے میں ہوگا اور یہ ایسی بلا ہی کہ اس سے پہلی قومیں برباد ہوگئیں کیونکہ اسی سے ہر ایک فرقہ جدا جدا ہوگیا ہر ایک یہی جانتا ہی کہ میں ہی خوب جانتا ہوں اور اپنے ہی اعتقاد پر خوش ہی اور جتنے اہل بدعت وضلالت ہیں سب اپنی بدعت وضلالت پر اسلیے مصر ہیں کہ اپنی راے پر عجب کرتے ہیں اور بدعت پر عجب کرنے کے یہ معنی ہیں کہ جس بات کی طرف آدمی کی خواہش اور شبہہ راغب ہوا اسکو اچھا جانے اور راستی گمان میں اسکو برحق سمجھے اور اس عجب کا علاج اور دنکی نسبت سخت تر ہی اسلیے کہ جسکی راے غلط ہی وہ اپنی راے کی غلطی سے ناواقف ہی اگر واقف ہو تو اسکو ترک کرے پس جس بیماری ہی کو نہیں جانتا اسکا علاج کیسے کرے گا اسی لیے اسکا علاج بہت مشکل ہی مگر عارف آدمی اس بات پر قادر ہی کہ جاہل کو اسکی جہل سے مطلع کرکے اس سے دور کردے ہاں اگر وہ اپنی جہالت پر بھی معجب ہوگا تو عارف کی کب سنیگا بلکہ اسکو بھی الزام لگا دیگا کیونکہ اسپر خدا تعالے نے ایک بلا کو مسلط کردیا ہی جو موجب اسکی بربادی کی ہی اور وہ اسکو نعمت جانتا ہی تو اسکا علاج کیسے ہوسکتا ہی اور جس چیز کو وہ اپنے اعتقاد میں سبب سعادت جانتا ہی اس سے وہ نفرت کیسے کریگا تاہم علاج مجمل یہ ہی کہ ہمیشہ اپنی راے کو متہم جانے یعنی غلطی کی تہمت سے خالی نہ سمجھے اور اسکے دھوکے میں نہ آوے جبتک کہ کوئی دلیل کتاب اللہ اور حدیث سے یا کوئی دلیل عقلی صحیح جسمیں سب شرطیں دلیلوں کی ہوں اسکی مدد ومعاون نہ پاوے اور دلائل شرعی اور عقلی کا جاننا اور انکی شرطیں اور مواقع غلطی کو پہچاننا ہر شخص کا کام نہیں اسکے واسطے طبیب کامل اور عقل تیز اور تلاش اور استعداد قوی اور کلام مجید وحدیث کا روزمرہ مطالعہ اور اہل علم کے پاس ہمیشہ بیٹھنا اور مدام درس وتدریس کا شغل رکھنا چاہیے اور ان امور کے ہونے کبھی بعض امور میں انسان سے غلطی کا خوف موجود ہی اسی لیے جو شخص اپنی تمام عمر تحصیل علم میں مستغرق نہ کرسکے اسکے لیے یہ بہتر ہی کہ مذاہب کی باتوں پر کان نہ دھرے اور نہ ان میں خوض کرے صرف یہ اعتقاد کرے کہ خداے تعالے ایک ہی اسکا کوئی شریک نہیں اور نہ کوئی اسکے مانند ہی وہی سنتا دیکھتا ہی اور اسکا رسول مقبول برحق ہی جو کچھ اسنے خبر دی وہ سچ ہی اور طریقہ سلف کو اختیار کرے اور جو کچھ احکام کتاب اللہ اور حدیث میں ہوں بے بحث وتکرار اور بدون سوال تفصیل کے مان لے اور ایمان وتصدیق کرکے معصیتوں سے پرہیز وتقوے کرے اور طاعتوں کو بجالاوے اور سب مسلمانوں سے شفقت پیش آوے اور اگر مذاہب اور بدعتوں میں خوض کرے گا اور عقائد میں تعصب کا پابند ہوگا تو اسی طرح ہلاک ہوجاویگا کہ اسکو خبر بھی نہوگی یہ تو اسکا حال ہوا جو شخص علم کے سوا اور چیز میں اپنی زندگی میں مصروف ہو لیکن جو شخص کہ عزم کرے کہ صرف علم ہی کا ہو رہونگا تو اسکے لیے اول مہم دلیل اور شروط دلیل کو پہچاننا ہی اور اسمیں طول بہت کھینچ جاتا ہی اکثر مطالب میں یقین اور معرفت کو پہونچنا بہت دشوار ہی سواے زبردست لوگوں کے جو نور الٰہی سے موید ہوتے ہیں اور کی قدرت نہیں کہ امر یقینی کو معلوم کرے اور ایسے لوگ اب بہت کمیاب ہیں خداے تعالی ہر گمراہی سے بچاوے اور جہال کے خیالات سے بھی پناہ دے الحمد للہ اولا وآخرا وصلے اللہ علے سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین-

دسواں باب غرور یعنی مغالطے کی مذمت میں

راضی ہیں جو کہ حیات دنیوی پر مغرور
بے شک ہی دماغ عقل میں انکے فتور

مرنے پہ کھلے گا آنکھ پہ راز نہاں		چلمنگے مرا جگہ یاد رہ شن فقہ ور

جاننا چاہیے کہ آدمی کے واسطے ہوشیار و چوکنا رہنا مفتاح سعادت ہے اور غرور و غفلت میں رہنا کلید شقاوت ہے اور بندون پر خدا تعالے
کی نعمت ایمان و معرفت سے زیادہ نہین اور نہ کشادگی سینہ کے سوا کوئی اور چیز اسکی طرف وسیلہ اور کفر و معصیت سے بڑھکر کوئی بلا
نہین اور نہ کوئی شئی سواے نابینائی دل اور جہالت کے اسکی طرف داعی ارباب بصیرت کو دل ایسا عنایت ہوا ہے جس کی شان میں یہ آیت
ہے کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولاغربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم
تمسسہ نار نور علی نور اور غفلت والون کے دل کی یہ کیفیت ہے کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا
فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور پس ہوشیارون کو جو خدا ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کے واسطے
انکے دل کھول دیتا ہے اور غافل اور مغرورون کو بصیرت نہین دیتا کہ وہ اپنے نفس کی ہدایت کے کفیل ہون وہ لوگ ہوا نفسانی
اور شیطان ہی کو اپنا رہبر اور دلیل سمجھتے ہین بہرحال چونکہ غرور سب شقاوتون کی اصل اور منبع ہلاکات ہے تو اسواسطے بیان کرنا اسکی
راہون کا اور تفصیل ان حالات کی جنمین غرور کثرت سے آتا ہے ضروری ہوا کہ مرید بعد انکے پہچاننے کی انسے احتراز کرے اسواسطے
ہم اقسام غرور و غفلت اور اصناف مغرورین کی قاضیون اور علماء و طلباء سے بیان کرتے ہین جو ظاہر امور کا اچھا جانکر انکے باطن سے
غافل رہتے ہین اور اثنا سے بیان مین وجہ انکی غفلت کی بھی بیان کرتے جاوینگے اور اگرچہ یہ امر از حد شمار ہے الا مثالون سے ایسی
تنبیہ ہو سکتی ہے کہ سب کی حاجت نہ رہے اور گروہ مغرور غافلون کے اگرچہ بہت ہین مگر چار اصناف مین سب آجاتے ہین صنف اول
علماء صنف دوم عابد صنف سوم صوفی صنف چہارم ارباب دولت اور ان اصناف کے پھر بہت سے فرقے ہین اور انکی غفلت غرور کی
وجہین بھی مختلف ہین مثلاً بعض لوگ امر منکر کو اچھا سمجھتے ہین جیسے بعض لوگ مال حرام سے مسجدین بناکر انہیں زیب و زینت
کرتے ہین اور اسکو کار ثواب جانتے ہین اور بعض لوگ اس بات مین تمیز نہین کرتے کہ اپنے نفس کے واسطے کوشش کرتے ہین یا
خدا کے واسطے جیسے واعظ جنکی غرض خلق کے نزدیک قبول اور جاہ کی ہوتی ہے اور بعض لوگ امر مہم کو چھوڑکر دوسرے کام مین
مصروف ہوتے ہین اور بعض اشخاص فرض کو ترک کرکے نفل مین مشغول ہوتے ہین اور بعض آدمی مغز کو چھوڑکر پوست کی طرف
متوجہ ہوتے ہین جیسے نماز پڑھنے والا جسکی ہمت صرف مخارج حروف ہی کی طرف ہو غرض اسطرح کی بہت سی وجہین ہین کہ بدون تفصیل اقوال و بیان کے مثالون کے
توضیح انکی نہین ہوسکتی اول ہم مذمت غرور کی اور اسکی حقیقت و تعریف اور مثالین بیان کرینگے بعد علماء کا غرور بیان کرینگے یہ باب مشتمل ہے دو بیانون پر

بیان اول غرور کی مذمت اور اسکی حقیقت اور مثالین ۔ واضح ہو کہ یہ دو آیتین مذمت غرور کے لیے کافی ہین اول فلا تغرنکم الحیوۃ
الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرور دوسری ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الامانی حتی جاء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین کہ حبذا نوم الاکیاس وفطرہم کیف یغبنون سہر الحمقی واجتہادہم ولمثقال ذرۃ من صاحب تقوی ویقین افضل من ملا الارض من المغترین
اور ایک حدیث مین فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ عزوجل جو کچھ علم کی فضیلت
اور جہل کی مذمت مین وارد ہے وہ غرور کی مذمت پر دلیل ہے اسواسطے کہ غرور بھی ایک قسم کی جہالت کا نام ہے کیونکہ جہالت اسکا نام
ہے کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہے ویسی نہ جانے اور غرور بھی ایک جہل ہے مگر ہر ایک جہل غرور نہین بلکہ غرور کے لیے

مغرور کہنا اور مغرور ہے بھی چاہیے پس جبکہ اعتقاد کسی شے موافق مرضی نفسانی کے ہو اور کسی شبہہ یا خیال فاسد کو بزعم خود دلیل سمجھکر اپنی جہالت پر
اڑ جاوے اور واقع میں وہ شبہہ یا خیال دلیل نہو تو جہل کہ اس سے ہی دلیل سے حاصل ہوگا اسکو غرور کہتے ہیں پس تعریف غرور کی یہ
ہوئی کہ شیطان کے شبہہ اور مکر کے باعث نفس ایسی چیز پر جم جاوے جو ہوائے نفسانی کے موافق اور خواہش طبع کے مطابق ہو اس سے
یہ لازم آیا کہ جو شخص کسی نکسی شبہہ سے حال یا آل میں خیر کا معتقد ہو وہ مغرور ہو اور اکثر آدمیوں کا یہی حال ہے کہ اپنے نفسوں کے
لیے بہتری کا گمان رکھتے ہیں حالانکہ انکا گمان بہتری غلط ہے اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ مغرور ہیں گو انکے اقسام غرور جدا ہیں
اور درجات بھی مختلف ہیں اتنا کہ بعضوں کا غرور بعض کی نسبت ظاہر تر اور شدید تر ہوتا ہے اور سب میں سخت تر دو غرور ہیں ایک تو
کافروں کا اور ایک گنہگاروں اور بدکاروں کا اب ہم ان دونوں کی مثالوں کو لکھتے ہیں جن سے انکے غرور کی حقیقت معلوم ہو
مثال اول کافروں کے غرور کی ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جنکو حیات دنیا نے مغرور کر رکھا ہے اور بعضوں کو شیطان نے حیات
دنیا ہی نے خدا سے مغرور کر رکھا ہے انکا قول یہ ہے کہ نقد بہ نسبت ادھار کے بہتر ہے اور دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار تو اس سے دنیا ہی بہتر ٹھہری
اسی کو اختیار کرنا چاہیے اور انکا یہ بھی قول ہے کہ دنیا یقینی ہے اور آخرت موہوم ہے اور یقین شک سے بہتر ہوتا ہے شک کے واسطے یقین کو
چھوڑنا نہ چاہیے یہ شعر انہیں کے حسب حال ہے شعر اب تو آرام سے گذرتی ہے + عاقبت کی خبر خدا جانے اسیطرح کی دلیلیں
سب بکتی ہیں اور مشابہ دلیل شیطانی کے ہیں جسنے کہا تھا انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین اور ان لوگوں کا حال خدا
تعالے فرماتا ہے اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون اور اسیطرح کے غرور کا علاج یا تو
سچے ایمان ہی سے ہوتا ہے یا دلیل و حجت کی ضرورت ہوتی ہے پہلی صورت تو یہ ہے کہ خدائے تعالے کے ان اقوال کو سچا جانے
ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق اور وما عند اللہ خیر اور والاخرۃ خیر وابقی اور وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور اور فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا
چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو انکی خبر بہت سی جماعتوں کو کفار سے پہونچائی تو معًا زمرہ اسلام میں داخل ہوئے اور آپ
کو سچا جانا اور ایمان لائے کوئی دلیل نہ مانگی اور بعض لوگ عرض کرتے کہ ہم آپ سے خدا کی قسم دیکر پوچھتے ہیں کہ کیا خدائے تعالے
نے آپکو رسول کر کے بھیجا ہے آپ فرماتے کہ ہاں وہ لوگ ایمان لے آتے یہ ایمان عوام کا ہے غرور کے حیطے سے خارج ہے بلکہ انکی تصدیق
ایسی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کا قول سچ جانتا ہے یعنی جب وہ کہتا ہے کہ مکتب کا جانا کھیل کی جگہ جانے سے بہتر ہے تو لڑکا سچ جانتا ہے
گو وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کس وجہ سے مکتب کا جانا بہتر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وجہ اس قیاس کے فاسد ہونے کی معلوم ہوجا
جو شیطان نے گڑھ کر دل میں ڈالا ہے کیونکہ ہر ایک مغرور کے غرور کا ایک سبب ہوتا ہے اور اسی سبب کو دلیل جانتا ہے اور
کل دلیلیں ایک قسم کی قیاس ہوتی ہیں جو نفس میں آتی ہیں اور باعث اطمینان نفس ہوتی ہیں گو اس شخص کو معلوم نہو اور
نہ اس بات کی قدرت رکھتا ہو کہ اسکو علما کے طور پر بیان کیجیے اب اس مثال میں جو قیاس مذکور ہے اسمیں دو جملے ہیں ایک تو یہ
ہے کہ دنیا نقد اور آخرت ادھار ہے یہ جملہ تو درست ہے مگر دوسرا جملہ کہ نقد بہ نسبت ادھار کے بہتر ہے اسمیں دھوکا ہے یہ جملہ درست نہیں
بلکہ اگر نقد اور ادھار مقدار اور مقصود میں برابر ہوں تو البتہ یہ جملہ درست ہے اور اگر نقد بہ نسبت ادھار کے کم ہے تو ادھار ہی بہتر ہے
دیکھو یہی مغرور کافر تجارت میں ایک روپیہ نقد اسلیے لگاتا ہے کہ اس سے دس ادھار ملینگے تب نہیں کہتا کہ نقد بہ نسبت ادھار
کے بہتر ہے میں اس ایک کو کیوں ضائع کروں اسیطرح اگر مرض میں طبیب عمدہ کھانوں اور میووں سے منع کردے تو اسی وقت
مرض کے خوف سے چھوڑ دیگا حالانکہ انکی لذت نقد ہے اور تکلیف مرض کبھی زمانہ آئندہ میں ہوگی اور سوداگر خشکی و تری میں
مصیبتیں سفر وست اٹھاتے ہیں تاکہ آئندہ کو راحت اور نفع ملے اور کسی کے خیال میں نہیں آتا کہ نقد بہ نسبت ادھار کے

[illegible]

بہتر ہی حاصل یہ کہ فی الحال مین اگر دس ملین تو ایک نقد کی نسبت بہتر ہونگے اب اگر مدت دنیا اور مدت آخرت مین نسبت دیکھو تو سمجھ آتا ہی ہین بھلا
انسان زیادہ سے زیادہ سو برس جیتا ہی اور اس عمر کو اگر مدت آخرت سے نسبت کرو تو آخرت کے کروڑوین حصے کے برابر بھی نہین ہوتی تو اگر
دنیا ایک کو چھوڑے تو آخرت مین لاکھ بلکہ بے انتہا پاویگا اور اگر باعتبار نوع کے لحاظ کیا جاوے تو دنیا کی لذت مین سیطرح کی کدورت اور رنج
و مصیبت ہین اور آخرت کی لذت صاف و پاک خالص ہے دو دہی بہر صورت یہ کہنا کہ نقد ادھار سے بہتر ہی یہی غلطی کا مقام اور دھوکا
ہی اور اس غلطی کی وجہ یہی ہوئی کہ جیسا لوگون سے سنا ویسا ہی یقین کر لیا یہ نہ سمجھا کہ اس جملے کے معنی یہ ہین کہ نقد و ادھار اگر مقدار و مقصود
مین برابر ہون تب نقد بہتر ہوتا ہی اور اسوقت شیطان ایک اور قیاس جاتا ہی کہ یقین شک سے بہتر ہوتا ہی اور آخرت مشکوک ہی یہ قیاس
پہلے کی نسبت سے بھی زیادہ نکما ہی کیونکہ اسکے دونون جملے بے اصل ہین مثلاً جملہ اول یقین بہتر ہی شک سے یہ جبھی ہی جب دونون
مساوی ہون ورنہ ظاہر ہی کہ سوداگر مشقت تو یقینا کرتے ہین اور نفع مشکوک ہوتا ہی اور طالب علم تحصیل علم مین محنت یقینا کرتا ہی
اور فضل و علم کے مرتبے پر پہونچنا امر مشکوک ہی اور شکاری تلاش شکار مین گشت یقینا کرتا ہی اور شکار کا ملنا امر مشکوک ہی اور بیمار بدمزہ
دوا کا ذائقہ تو یقینا پاتا ہی اور شفا مین شک ہوتا ہی غرض جتنے امور عقلا کے نزدیک احتیاط مین داخل ہین وہ سب اسی طرح کے ہین کہ امر
مشکوک کے لیے یقین کو چھوڑنا پڑتا ہی تاجر کہتا ہی کہ اگر مین تجارت نہ کرون اور مصیبت نہ اٹھاؤن تو بڑا نقصان ہو اور بھوکا رہون
سوداگری سے محنت تھوڑی ہوتی ہی اور فائدہ بہت ہی اسی طرح مریض کہتا ہی کہ ضرر تلخی و بدمزگی دوا کا تھوڑا ہی بہ نسبت اس خوف کے
جو مجھکو مرض سے ہی اسکا انجام موت کا ہی پس اس بنا پر جو شخص آخرت مین شک بھی رکھتا ہی اسپر بحکم احتیاط واجب ہی کہ یون کہے کہ زندگی
کے چند روز صبر کر لینا میرے حق مین اچھا ہی ان امور کی نسبت جو آخرت مین لوگ کہتے ہین کیونکہ اگر بالفرض آخرت کے معاملات جھوٹے
ہوے تو مجھے کیا نقصان ہوا ایک چند روز زندگی کی عیش جاتی رہیگی ازل سے ابتک بھی تو مین ایسا ہی تھا کہ عیش نہ کرتا تھا مین
جانونگا کہ عدم ہی رہا اگر معاملات آخرت سچ ہوے تو ابد الآباد تک آگ مین جاونگا اسکی برداشت نہین ہو سکیگی چنانچہ حضرت علی رضی
نے کسی ملحد سے ارشاد فرمایا تھا کہ جو کچھ تو کہتا ہی اگر یہ سچ ہی تو ہمارا اور تیرا دونون کا کچھ ضرر نہین اور اگر ہمارا قول درست ہی تو ہم نجات
پاوینگے اور تو ہلاک ہوگا اور یہ قول آپ نے اسلیے نہین کہا تھا کہ معاذ اللہ کچھ آپ کو آخرت مین شک تھا بلکہ اس ملحد کی فہم کے موافق
تقریر فرمائی تھی اور اسکو سمجھا دیا کہ اگر تجھکو آخرت کا یقین نہین تو بڑے مغالطے مین ہی - اور دوسرا جملہ قیاس مذکور کا یہ ہی کہ آخرت
مشکوک ہی یہ بھی غلط ہی بلکہ آخرت ایمان والون کے نزدیک یقینی چیز ہی اور اسکا یقینی ہونا دو چیزون سے معلوم ہوتا ہی ایک تو
ایمان اور تصدیق اور انبیا اور علما کی تقلید سے کہ اس سے بھی یہ مغالطہ جاتا رہتا ہی اور یقین آخرت کا آجاتا ہی اور عوام اور اکثر خواص کا
یقین اسیطرح کا ہوتا ہی اور انکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بیمار اپنے مرض کی دوا نہین جانتا اور تمام طبیب و معالج اس بات پر متفق
ہین کہ اسکی دوا فلانی بوٹی ہی تو بیمار کو سنتے ہی اطمینان ہو جاویگا اور انکو سچا جانیگا اُنسے اس باب مین دلیل طبی نہین پوچھیگا بلکہ انکے
صرف کہنے کا یقین و اعتماد کر کے وہی دوا شروع کر دیگا اور اگر کوئی سودائی یا مدہوش اطبا کے قول کو جھوٹا بتاوے حالانکہ مریض خود
قرائن حال سے جانتا ہی کہ اطبا اول تو گنتی مین اس مدہوش سے زیادہ ہین دوسرے فضل و علم مین بڑھ کر ہین تیسرے تجربہ طبی
انکو حاصل ہی اور یہ شخص علم طب خاک نہین جانتا تو ظاہر ہی کہ اطبا کے قول کے سامنے اسکا قول نہ مانیگا اور نہ انکے قول کو اسکے
بکنے سے جھوٹا جانیگا اور نہ اپنے اعتقاد کو اسکی حجت سے سست کریگا اور اگر بالفرض اسکے قول کا اعتبار کر کے اطبا کے قول کو
چھوڑ دیگا تو بیشک خود بھی مدہوش اور مغرور ہو جاویگا - اسیطرح جو شخص ان لوگون کو دیکھتا ہی جو آخرت کے مقر اور مخبر ہین کہ یہ
فرماتے ہین کہ سعادت اخروی کے حاصل ہونے کے لیے دوا سے نافع تقوی ہی اور یہ بھی جانتا ہی کہ یہ لوگ تمام خلق مین سے بہتر ہین

اور بصیرت و معرفت و عقل میں سب سے اعلیٰ رتبہ رکھتے ہیں یعنی انبیا اور علما اور اولیا اور حکما اور اس امر میں تمام اقسام خلق کے انھیں لوگوں کا
کہنا مانتے ہیں البتہ جن لوگوں کے اوپر شہوات کا غلبہ ہے اور تمتع نفس تمتع دنیاوی پر مرتے ہیں وہ انکا کہنا نہیں مانتے اس نظر سے کہ انکو شہوات
کا چھوڑنا بہت شاق ہے اور اپنے نفس سے کہتے ہیں کہ ہم وہ نہیں ہیں اسواسطے آخرت کے منکر ہوے انبیا کو جھٹلایا تو جسطرح بچے کے کہنے یا
کسی مدہوش کے کہنے سے انبیا کا قول اطبا پر رد نہیں ہوتا تھا اسیطرح ایسے ہی لوگوں اور بندگان شہوات کا انکار بھی انبیا اور علما
اور اولیا اور علما کے قول کے سچا ہونے میں کچھ خلل انداز ہوگا اور اتنا ایمان خلق کے لیے کافی ہے یعنی اس سے غرور بکلی دفع ہوتا ہے اور ایسا
پکا یقین ہے کہ عمل پر بھی آمادہ کرتا ہے اور آخرت کے یقینی معلوم ہونے کی دوسری چیز انبیا کے واسطے تو وحی ہے اور اولیا کے لیے الہام اور یہ نہ
گمان کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو امر آخرت کو جانا یا اور امور دین کو پہچانا تو امر ت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سنکر
بطور تقلید بھی مان لیا جیسا کہ ہم لوگوں نے آنحضرت صلعم سے سنکر جان لیا ہے اور اس سے یہ لازم آوے کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا اور آپ نے حضرت جبرئیل سے سنا فرق کچھ نہیں جیسے معرفت آپ کی تھی ویسی ہی ہماری ہے حالانکہ یہ بات نہیں کہ تقلید کو معرفت
نہیں کہتے تقلید تو ایک اعتقاد درست کا نام ہے اور انبیا جو عارف کہلاتے ہیں انکی معرفت اسطرح ہے کہ انکے لیے حقیقت اشیا کی جسطرح وہ
اصل میں ہیں جوں کی توں کھول دیجاتی ہے اور وہ ان اشیا کو چشم بصیرت سے ایسا دیکھ لیتے ہیں جیسے ہم لوگ کسی محسوس چیز کو چشم
ظاہر سے دیکھ لیتے ہیں تو وہ جو کچھ خبر دیتے ہیں دیکھکر بیان فرماتے ہیں صرف سننے اور تقلید کی خبر نہیں ہوتی مثلاً انپر حقیقت روح کی منکشف ہوتی
ہے کہ وہ امر الٰہی ہے اور امر الٰہی سے وہ غرض نہیں جو مقابل نہی کے ہے اسلیے کہ وہ کلام کے اقسام میں سے ہے اور روح کلام نہیں اور امر
بمعنی شان بھی نہیں تاکہ اس سے یہ لازم آوے کہ روح مخلوق خدا سے تعالے کی ہے کیونکہ مخلوق ہونا تو تمام مخلوق میں پایا جاتا ہے
روح کی تخصیص کیا ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ عالم کی دو قسمیں ہیں عالم امر اور عالم خلق اور یہ دونوں اللہ ہی کے ہیں الا جو چیزیں کہ
مقدار و کمیت رکھتے ہیں وہ تو عالم خلق میں داخل ہیں اسواسطے کہ باعتبار لغت کے خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں جو مقدار سے صحیح ہو سکتی
ہیں اور جو چیز کہ کمیت اور مقدار سے منزہ و پاک ہے وہ عالم امر میں داخل ہے اور اسکو سِرّ روح یعنی راز روح سے تعبیر کرتے ہیں اور
اسکے ذکر کی اجازت نہیں اسلیے کہ اسکے سننے سے اکثر خلق کو نقصان ہوتا ہے جیسے راز شب قدر کا افشا نہ کیا گیا تو جو اس راز روح کو
پہچان لیتا ہے وہ اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے اور جب نفس کو پہچان لیتا ہے تو خدا کو پہچان لیتا ہے اور نفس اور خدا کی معرفت سے یہ بات معلوم
ہوجاتی ہے کہ روح انسانی اپنی طبیعت اور سرشت کی رو سے امر ربانی ہے اور اسکا عالم جسمانی میں ہونا ایک امر عجیب ہے اس عالم میں
اسکا آنا اسکے مقتضاے طبیعت اور ذات سے نہیں ہوا بلکہ ایک امر عارضی اجنبی سے جو اسکی ذات میں داخل نہیں اور یہ امر عارض وہ ہے جو
حضرت آدم علیہ السلام کو پیش ہوکر معصیت کہلایا اور انکو جنت سے اتار جانا کہ جنت انکی ذات کی مقتضا کے بموجب انھیں کو سزاوار تھی کیونکہ
جنت قرب الٰہی میں ہے اور آدم باعتبار روح کے امر ربانی تھے تو امر ربانی کا شوق بمقتضاے طبع اور ذات کے قرب ربانی کی طرف ہونا چاہیے
بشرطیکہ اس عالم اجنبی کا کوئی امر عارضی اسکو مقتضاے طبع سے مانع نہو ورنہ اپنے نفس اور خداے تعالے کو دونوں کو بھول جاویگا
اور اپنے نفس پر ظالم ٹھہریگا کیونکہ ایسے لوگوں کو یہ حکم ہوتا ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساہم انفسہم اولئک ہم الفاسقون فاسقون کے
معنے یہ ہیں کہ جو انکا مقتضاے طبع اور گمان استحقاق تھا اس سے خارج ہوجاتے ہیں یہ لفظ مشتق ہے فسق سے جسکے معنی لغت میں اصل
سرشت سے تجاوز کرنے کے بھی آتے ہیں اور یہ باتیں گلدستہ گلزار اسرار میں عارفوں ہی کے دماغ سے انکی خوشبو کے شائق ہیں اور کم ہمتوں کو
تو انکے الفاظ سننے سے خلجان چڑھتا ہے اسلیے کہ یہ باتیں انکو مضر پڑتی ہیں جیسے گلاب کی خوشبو گوبر کے کیڑے کو بری معلوم ہوتی ہے یا آفتاب
کی روشنی شپروں کو بری لگتی ہے اور سِرّ قلبی سے عالم ملکوت تک کا منکشف ہونا معرفت اور ولایت کہلاتا ہے اور جسکو یہ راز کھلے اسکو ولی اور

[illegible] ۱۲

بنا

عارف مشاہدہ کرتے ہین اور یہ رتبہ آغاز مقامات انبیا کا ہی اور مقامات اولیا کا انتہا ہے رتبہ ہی تو اولیا کے مقامات کی انتہا انبیا کے مقامات کی ابتدا ہوتی ہی انبیا ہم اصل مدعا
کی طرف رجوع کرتے ہین کہ شیطان کا مغالطہ یہی ہے کہ آخرت مشکوک ہی اسکو یا تو یقین تقلیدی سے دفع کرنا چاہیے یا بصیرت و مشاہدہ
باطنی سے دور کرنا چاہیے اور اہل ایمان جب اپنی زبان سے گفتگو اور عقائد سے خدا تعالے کے احکام تلف کر دیتے ہین اور شہوات و معاصی مین
مبتلا ہو کر اعمال صالحہ ترک کر دیتے ہین تو وہی اس مغالطے مین کافرون کے شریک ہو جاتے ہین کیونکہ انہون نے بھی زندگی دنیا کو آخرت
پر ترجیح دی ہاں اتنی بات ہی کہ اصل ایمان کے باعث عذاب ابدی سے بچ جاوینگے اور دوزخ سے کچھ عرصے بعد نکل آوینگے باہم انکے
مغرور ہونے مین کچھ شبہ نہین اسواسطے کہ گو انکا اعتراف ہی کہ آخرت دنیا سے بہتر ہی مگر چونکہ میل دنیا کی طرف کیا اور اسی کو اختیار کیا
انکیلیے صرف ایمان فلاح ابدی کے لیے کافی نہین جب تک کہ عمل نہو چنانچہ قرآن شریف اسکا شاہد ہی اللہ تعالے فرماتا ہی وانی لغفار لمن تاب
وآمن وعمل صالحا ثم اہتدی اور ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور احسان کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الاحسان ان تعبد اللہ
کانک تراہ اور ایک آیت یہ ہی والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات غرضکہ تمام کتاب اللہ مین وعدۂ مغفرت متعلق ایمان
اور عمل صالح دونون سے ہی صرف ایمان ہی پر نہین تو جو لوگ کہ دنیا پر مطمئن ہو کر خوش ہوتے ہین اور اسکی لذات مین ڈوبے رہتے ہین
اور مرنے کو برا جانتے ہین اس خطرے کی وجہ سے کہ لذتین چھوٹ جاوینگی اسوجہ سے کہ آگے کو ہمکو کیا معاملہ گزریگا ایسے لوگ دنیا کے معاملے
مین ہین خواہ کافر ہون یا مسلمان آپ ہم وہ باتین کافرون اور گنہگارون کے مغالطے کی جو اللہ کی نسبت کہتے ہین لکھتے ہین کافرون کا
مغالطہ تو خدا سے یہ ہی کہ ان مین سے کچھ لوگ اپنے دلون مین خواہ زبان سے کہتے ہین کہ اگر واقع مین خدا تعالے قیامت بپا فرماویگا
تو غیرون کی نسبت ہم زیادہ مستحق ہونگے جیسا کہ خدا تعالے نے دو شخصون کے سوال و جواب مین ایک کا قول نقل فرمایا وما اظن الساعۃ
قائمۃ ولئن رددت الی ربی لاجدن خیرا منہا منقلبا اور خلاصہ اس قصے کا بموجب تفسیر کے یہ ہی کہ ان دونون شخصون مین سے کافر آدمی نے
ایک محل ہزار دینار کو بنایا اور ایک باغ ہزار دینار کو لیا اور خادم بھی ہزار دینار کو لیے اور ایک عورت سے ہزار دینار پر شادی کی اور دوسرا
شخص ایماندار اسکو ہر ایک بار نصیحت کرتا گیا اور کہتا گیا کہ تو نے ایسا مکان مول لیا جو فنا ہو جاویگا جنت کا مکان مول کیون نہ لیا جو کبھی فنا
ہوتا نہ یہ باغ بھی فنا ہو جاویگا باغ جنت پائدار تھا وہی مول لیا ہوتا اور یہ لوگ جا کر بی بی سب مر جاوینگے اور جنت کی حورین و غلمان
فنا پذیر نہین وہ کافر ہر ایک بات مین یون جواب دیتا کہ جنت ہی کہان جو کچھ اسکا حال لوگ کہتے ہین وہ سب جھوٹ ہی اور اگر بالفرض جنت
ہوگی تو مجھے جنت مین اس سے بہتر ملیگا اسیطرح قول عاص بن وائل کا بھی قرآن مجید مین منقول ہی کہ لاوتین مالا وولدا اسکے جواب
مین ارشاد ہوا اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمن عہدا کلا اور جناب ابن ارت کہتے ہین کہ میرا کچھ قرض عاص بن وائل پر تھا مین تقاضا
کرنے کو گیا اگر اسنے نہ دیا مین نے کہا کہ مین آخرت مین لے لونگا اسنے جواب دیا کہ میری بھی وہان مال اور اولاد ہوگی اسمین سے تیرا قرض
بھی دے دونگا تب یہ آیت اتری افرایت الذی کفر بایاتنا وقال لاوتین مالا وولدا اور دوسری آیت مین ارشاد ہی ولئن اذقناہ رحمۃ منا من
بعد ضراء مستہ لیقولن ہذا لی وما اظن الساعۃ قائمۃ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی غرض اسطرح کی باتین اس مغالطے کی ہین
جو اللہ تعالے سے متعلق ہی اور وجہ اس دھوکے کی یہ ہی کہ شیطان یہان بھی ایک قیاس اپنے قیاسون مین سے لا کھڑا کرتا ہی مثلا اول
وہ لوگ اپنے اوپر دنیاوی نعمتین دیکھتے ہین تو اسی پر آخرت کی نعمتون کو قیاس کر لیتے ہین اور کبھی دیکھتے ہین کہ عذاب مین تاخیر ہوئی
یعنی جو ظلم و زیادتی کہ دنیا مین ہوئی اسکا کوئی جلد بدلہ یہان نہوا اسی پر عذاب آخرت کو بھی قیاس کر لیتے ہین جیسا کہ خدا تعالے
نے انکا قول نقل فرمایا ویقولون فی انفسہم لولا یعذبنا اللہ بما نقول اسکے جواب مین ارشاد ہوا حسبہم جہنم یصلونہا فبئس المصیر بعض اوقات
ایمان والون کو دیکھتے ہین کہ وہ لوگ فقرا ہے خستہ حال گرد آلودہ ہین تو انکو حقیر جانتے اور کہتے ہین کہ یہی لوگ ہین جنپر خدا نے احسان کیا

اور یہہ نہیں کیا اور یہہ کہتے ہیں کہ اگر ایمان کوئی عمدہ شی ہوتی تو ان حقیر لوگون کو ہمسے پہلے نہ ملتی غرض یہہ قیاس کہ شیطان انکے دل میں ڈالتا ہی
اُسکے جملے یون ہوتے ہین کہ اللہ تعالے نے دنیا میں ہمپر احسان کیا اور جو شخص محسن ہوتا ہی اسکو محبت ضرور ہوتی ہی اور جسکو محبت ہوتی ہی
وہ آگے کو بھی احسان کریگا اور مستقبل کو زمان گذشتہ پر قیاس کرنے کی وجہ یہ ہی کہ خدا تعالے کے احسان کو اپنی بزرگی اور محبت کی وجہ سمجھا جاتا ہی
یعنی یہ تصور کرتا ہی کہ اگر میں خدا کے نزدیک ذی رتبہ اور محبوب نہیں تو مجھپر احسان کیون کیا اور مغالطہ اس جملے میں ہی کہ جو محسن ہی وہ محبت
رکھتا ہی نہیں بلکہ اس جملے میں ہی کہ انعام خداوندی دنیا میں احسان ہی اسی مغالطے کے باعث دھوکا ہو گیا اور یہ سمجھا کہ میں خدا کے
نزدیک بزرگ و ذی رتبہ ہون اور اسکی دلیل ایسی چیز کو سمجھ لیا کہ جو بزرگی پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ارباب بصیرت کے نزدیک دلیل
ذلت و خواری کی ہی اور اسکی مثال ایسی ہی کہ ایک شخص کے دو غلام صغیر ہون اور وہ ایک سے تو محبت رکھتا ہی اور دوسرے سے نہیں جس سے
محبت کرتا ہی اسکو کھیلنے سے منع کرے اور مکتب میں بٹھلا رکھے اور وہان سے اٹھنے نہ دے تاکہ ادب و قاعدہ اسکو خوب معلوم ہو جاوے
اور میوہ جات و لذیذ کھانے جو اسکو مضر ہون انکو اسکے پاس نہ آنے دے بلکہ جو دوائین کہ اسکو نافع ہون انکو پلاوے اور دوسرے غلام کو
جس سے محبت نہیں مہمل چھوڑ دے جہان چاہے وہان رہے کھیلے کودے مکتب میں نہ جاوے جو چاہے سو کھاوے پس یہ دوسرا غلام اگر
یہ تصور کرے کہ میں اپنے آقا کے نزدیک محبوب و بزرگ ہون اسلیے کہ مجھکو تمام شہوات و لذات و اغراض پر اختیار دے دیا ہی تو یہہ محض حماقت
ہی اور مغالطہ ہی اسیطرح پر چونکہ لذات دنیاوی سب کے سب مہلکات ہین اور اللہ سے دور کرتے ہین تو خدا تعالے اپنے محبوب بندے کو
انسے بچا لیتا ہی جیسے بیمار کو اسکے گھر والے محبت ہی کی راہ کھانا پینا بعض اوقات نہیں دیتے اور یہہ روایتین آثار کی اول گذر چکی ہین کہ ارباب
بصیرت سلف میں ایسے تھے کہ جب انپر دنیا آتی تو غم کرتے اور کہتے کہ کوئی گناہ ہو گیا ہی جسکا عذاب ہمکو جلد پہونچا اور دنیا کو موجب غضب الٰہی
اور اسکی بے اعتنائی کا اپنے اوپر سمجھتے تھے اور جب فقر آتا تو کہتے کہ خوب ہوا صلحا کا شعار ہمارے پاس آیا اور مغرور پر جب دنیا آتی
ہی تو جانتا ہی کہ میں خدا کے نزدیک بڑا ہون اور جب چلی جاتی ہی تو جانتا ہی کہ میں خدا کے نزدیک حقیر ہون چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہی فاما
الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اہانن کلا اسمین یہہ ارشاد فرمایا کہ یہہ گمان
غلط ہی حضرت حسن یہہ فرماتے ہین کہ خدا تعالے نے فقط کلا سے دونون کو جھوٹا کر دیا یعنی جسکو اکرام سمجھا ہی نہ وہ میرا اکرام ہی اور جسکو
اہانت سمجھی ہی نہ وہ میری اہانت بلکہ کریم وہ شخص ہی جسکو طاعت کے باعث میں بزرگی دون خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور ذلیل وہ ہی جسکو میں
گناہ کے باعث حقیر کرون خواہ دولت ور ہو یا گدا گر اور اس مغالطے کا علاج یہ ہی کہ کرامت اور ذلت کے دلائل کو بصیرت سے یا تقلید
سے پہچانے اسطرح کہ یہہ معلوم کرے کہ شہوات دنیوی کی طرف ملتفت ہونا کیسے خدا تعالے سے دور کر دیتا ہی اور انسے علیحدہ رہنے سے
کیونکر تقرب الی اللہ ہوتا ہی اور یہہ بات مقامات اولیا و عارفین میں الہام سے معلوم ہوتی ہی اسکا اگر بیان کیا جاوے تو ذکر مکاشفہ میں
جا پڑتا ہی جو علم معاملے کے مناسب حال نہیں اور تقلید کے طور پر یہہ معلوم کرنا یون ہی کہ اللہ تعالے کی کتاب پر ایمان لاوے اور اسکے
رسول کو سچا جانے اور خدا تعالے نے ایسے لوگون کا یہہ حال بیان فرمایا ہی ایحسبون انما نمدہم بہ من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل
لا یشعرون اور فرمایا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون اور اسکی تفسیر میں لکھا ہی کہ جتنا وہ گناہ کرتے ہین ہم انکو نعمت زیادہ دیتے ہین تاکہ انکا
مغالطہ اور زیادہ ہو اور فرمایا فتحنا علیہم ابواب کل شی حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون اور فرمایا انما نملی لہم لیزدادوا
اثما اور فرمایا ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون انما یؤخرہم لیوم تشخص فیہ الابصار اور انکے سوا اور بہت سی آیات قرآنی و احادیث
انکا حال موجود ہی پس جو شخص ان آیات کا معتقد ہوگا اسکو دھوکا نہوگا اسواسطے کہ منشا اس غلطی کا یہ ہی کہ اللہ تعالے اور اسکی
صفات سے مغرور آدمی جاہل ہی اور جو شخص اللہ تعالے کو پہچان لیتا ہی وہ اسکے عذاب سے بیخوف نہیں ہوتا اور نہ اسطرح کے خیالات

۱۷ ترمذی و حاکم بروایت قتادہ بن النعمان ۱۲ منہ

فاسد ہے دھوکا کھاوے وہ اپنے مد نظر حالات فرعون وہامان وقارون اور سلاطین روے زمین کے رکھتا ہے کہ انکو اللہ تعالے نے ابتدا مین
کسطرح کا عروج دیا پھر سب کو تباہ و برباد کر دیا اور خود اپنے عذاب سے کلام مجید مین جابجا ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا فلا یامن مکر اللہ الا القوم
الخاسرون اور فرمایا ومکروا مکرا ومکرنا مکرا وہم لا یشعرون اور فرمایا ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین اور فرمایا انہم یکیدون کیدا واکید کیدا
فمہل الکافرین امہلہم رویدا پس جیسا کہ وہ غلام جسکو آقا نے چھوڑ رکھا ہے اس چھوڑ رکھنے سے اس بات پر استدلال نہین کر سکتا کہ میرا
آقا مجھی کو زیادہ چاہتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آقا نے یہ امر اسکی تخریب و تعذیب کے لیے کیا ہو باوجود اسکے کہ آقا نے اس غلام کو اپنے
عذاب کرنے کی اطلاع بھی نہین دی تو اسطرح کا وسوسہ خدا کے باب مین کب درست ہوگا جسنے تو جابجا اپنے کلام مین ارشاد
بھی فرمادیا ہے کہ ہمارا چھوڑے رکھنا اور نعمت دینا اور عذاب نہ کرنا ان لوگون کے حق مین اچھا نہین پھر اگر کوئی خدا کے عذاب سے
بیخوف ہوجاوے تو بجز مغالطے کے اور کیا متصور ہوسکتا ہے اور اس دھوکے کا منشا یہی ہوا کہ دنیا کی نعمت کے ملنے سے مغرور کو یہ
معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک میرا بڑا رتبہ ہے حالانکہ احتمال یہ بھی ہے کہ نعمت دنیا دلیل ذلت کی ہو مگر چونکہ یہ احتمال ہواے نفسانی کے
موافق نہ تھا اسواسطے اسکو نہ مانا جو اسکے مطابق پایا شیطان نے دل کو اسی طرف جھکایا یعنی یہی احتمال دل مین رہا کہ دنیا مین نعمت
ملنی دلیل بزرگی کی ہے اور یہ نہایت درجے کا دھوکا ہے دوسری مثال مغالطہ عاصی ایماندارون کا ہے کہ کہتے ہین خداے تعالی کریم ہے
اور ہمکو اسکے عفو کی توقع ہے اور اسپر اعتماد کرکے اعمال بھی چھوڑ دیتے ہین اور اس اپنی تمنا اور غرور کا نام توقع اور رجا رکھ لیا ہے
اور رجا جانتے ہین کہ رجا کرنی دین مین عمدہ بات ہے خدا کی نعمت وسیع ہے اور اسکی رحمت سب کو پہونچیگی اسکا کرم عمیم ہے بھلا اسکے دریاے
رحمت کے سامنے بندون کے گناہ کی کیا حقیقت ہے ہم موحد اور ایماندار ہین بذریعہ ایمان اس سے توقع رکھتے ہین اور بعض اوقات
انکے رجا کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ ہمارے آبا و اجداد جنت اور عالی رتبے تھے یہ کہ اپنے نسب پر مغرور رہین اور خوف و تقوے
و ورع مین اپنے آبا کے مخالف اور شاید یہ تصور کرتے ہین کہ ہم خدا کے نزدیک اپنے باپ دادون کی نسبت کر کے بھی بزرگ ہین کیونکہ
انکے آبا تو باوجود ورع و تقوی کے خائف رہتے تھے اور یہ لوگ باوجود فسق و فجور کے بیخوف ہین اور یہ نہایت درجے کا دھوکا ہے انکے
دلون مین شیطان نے یہ مغالطہ ڈالا ہے کہ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے اسکی اولاد سے بھی محبت رکھتا ہے اور چونکہ اللہ تعالی انکے
اکابر کو محبوب جانتا تھا تو تمکو بھی جانیگا پھر تمکو طاعت کی کیا حاجت ہے حالانکہ ان لوگون کو یہ یاد نہین آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے
یہ چاہا تھا کہ اپنے لڑکے کو کشتی مین ساتھ سوار کرین اور دعا مانگی کہ رب ان ابنی من اہلی ارشاد ہوا یا نوح انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے واسطے دعا مانگی مگر نامنظور ہوئی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت
مانگی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرین اور انکے لیے استغفار کرین زیارت کا حکم ہوگیا مگر مغفرت چاہنے کی اجازت نہوئی آپ جب
قبر پر تشریف لے گئے تو محبت مادری کی جہت سے بیٹھے ہوے روتے رہے غرضکہ ان لوگون کو ایک یہ دھوکا ہے دھوکا خدا کے ساتھ ہے
کیونکہ اللہ تعالے مطیع سے محبت کرتا ہے اور گنہگار کو برا جانتا ہے تو جیسا باپ اگر مطیع ہو اسکی اولاد گنہگار کے باعث اسکو برا نہین جانتا
ایسا ہی باپ کی محبت کے باعث نام سکے گناہگار بیٹے سے بھی محبت نہین رکھتا اور اگر محبت باپ کی بیٹے تک چلی آوے تو بغض بھی
بیشک پہونچیگا مگر اصل یہی ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری اور جس شخص کو یہ خیال ہے کہ باپ کے تقوی کی جہت سے مجھے نجات ہوجاویگی
وہ ایسا ہے جیسا کوئی خیال کرے کہ باپ کے شکم سیر ہونے سے میرا پیٹ بھی بھرجاویگا اور اسکے پانی پینے سے میری پیاس بجھ جاویگی اور
اسکے عالم ہونے سے مین بھی عالم ہوجاونگا اور اسکے حج کرنے سے مجھے بھی کعبے کی زیارت میسر ہوجاویگی حالانکہ یہ کوئی امر متصور نہین
ہوسکتا اس سے معلوم ہوا کہ تقوی عین فرض ہے اسمین بیٹے کی عوض باپ کافی نہوگا اور خدا کے یہان ثواب تقوی ہی پر ملیگا اس روز

لڑادمی اپنے بھائی اور مان باپ سے بھاگیگا البتہ جس شخص پر غضب الٰہی زیادہ ہوگا اور اسکے لیے سفارش کی اجازت بھی ہو جاویگی تب
سفارش کے طور پر کوئی کچھ کام آوے تو آوے جیسا باپ کہ ذکر بعجب مین گذرا اب اگر یہ کہو کہ گنہگار جو یہ کہتے ہین کہ خدا کریم ہے اور رحم اسکی
رحمت کے متوقع ہین تو انہین غلطی کیا ہے یہ دونون جملے صحیح ہین اور دلون پر لگتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان انسان کو ایسے ہی
کلام سے بہکاتا ہے جو ظاہر مین مقبول ہو اور باطن مین مردود اور اگر ظاہر کلام بھی اچھا نہوتا تو دل فریب مین کیون آجاتے اگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی قلعی کھول دی ہے جیسا کہ حدیث مذکور ہوئی کہ دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو فرمان بردار کرکے مابعد
موت کے لیے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو ہوائے نفسانی کے پیچھے پڑا رہے اور پھر اللہ پر آرزو دین کرے تو واقع مین یہ صورت تمنا
اور آرزو بے عمل کی ہے جسکا شیطان نے نام بدل کر رجا اور توقع کہہ دیا اور اس سے جاہلون کو فریب دے دیا حالانکہ رجا کی تشریح خدا
تعالے یون فرماتا ہے ان الذین آمنوا والذین ہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ یعنی رجا کرنے کے لائق یہ لوگ
ہین کیونکہ کلام مجید مین ثواب اجرت کو آخرت اور جزاے اعمال قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا انما توفون اجورکم یوم القیامۃ اور جزاء بما کانوا
یعملون اب ہم یہ پوچھتے ہین کہ اگر کوئی شخص کریم ہو اور وعدے کا پورا اور مزدوری جتنی ٹھہرالے اس سے زیادہ دیدے وہ اگر کسی مزدور
کو برتن مانجنے کے واسطے مقرر کرے اور مزدور سب برتنون کو توڑ مار برابر کرے پھر اس بات کا منتظر ہو کر بیٹھا رہے کہ اجرت دینے والا
کریم ہے وہ اجرت دے ہی دیگا تو ایسے شخص کو عاقل لوگ بجز اسکے کہ مغرور اور منٹھی کہین اور کیا کہینگے اور وجہ اس غلطی کی جہال کو یہ ہے
کہ وہ لوگ توقع اور غرور کے معنون مین تمیز نہین کرتے - حضرت حسن رح سے کسی نے پوچھا کہ کچھ لوگ کہتے ہین کہ ہم اللہ سے توقع رکھتے
ہین اور عمل نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ یہ انکا خیال خام ہے جو شخص کسی چیز کی توقع رکھتا ہے اسکی جستجو کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے
بھاگا کرتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہین کہ ایک رات مین سجدے مین اس زور سے گیا کہ میرے دونون آگے کے دانت ٹوٹ گئے
کسی نے مجھ سے کہا کہ ہم تو اللہ سے توقع مغفرت رکھتے ہین یعنی اس لیے عمل نہین کرتے مسلم رح نے جواب دیا کہ رجا یہ ہرگز نہین جس چیز
کی رجا ہوتی ہے آدمی اسکو ڈھونڈھتا ہے اور جس سے ڈرتا ہے اس سے بھاگتا ہے اور ایک مثال یہ ہے کہ کسی کو توقع اولاد کی ہو حالانکہ ابھی
تک نکاح نہین ہوا یا نکاح ہوا مگر نوبت ہم بستری کی نہین آئی تو ایسے شخص کو اولاد کی توقع کرنی خام خیالی ہے اسیطرح جو شخص اللہ تعالے
کی رحمت کا متوقع ہو اور ایمان ہی نہ رکھتا ہو یا ایمان تو ہو اعمال صالح نہ کیے ہون یا اعمال صالح بھی کرتا ہو مگر اعمال بد بھی نہ چھوڑے ہون
تو وہ بھی خیال خام مین مبتلا ہے ہان جسطرح نکاح کرنے کے بعد اور صحبت وغیرہ کے بعد اگر خوف و رجا دونون ہو کہ خداے تعالے لڑکے
کے پیدا ہونے مین اپنا فضل رکھے اور رحم مادر سے آفات سے دور رکھے اور ماں بھی سلامت رہے تو یہ دانائی کی بات ہے ایسا ہی اگر
ایمان لاوے اور نیک کام کرے اور برائیون کو چھوڑ دے اور قبول نہونے کا خوف کرے اور یہ کہین عمل نیک کو دوام نہو یا کہین خاتمہ برا ہو اور
اس بات کی توقع ہو کہ خداے تعالے قول ثابت پر قائم رکھے اور دین کو موت کے وقت بچاوے اور خاتمہ توحید پر ہو اور دل کو خواہش شہوات
سے تمام عمر حفاظت مین رکھے تاکہ گناہون کی طرف انکا میلان ہی نہو تو ایسا شخص دانا و ہوشیار ہے اور انکے سوا سب لوگ خیال خام مین
پڑے ہین قیامت کے دن جب عذاب آگھیریگا تب معلوم کرینگے کہ گمراہ کون تھا اور اسوقت کہینگے ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا
انا موقنون یعنی ہمنے یقین کرلیا کہ جیسے لڑکا بدون نکاح و صحبت کے نہین ہوتا اور کھیتی بدون جوتنے بونے کے نہین ہوتی اسی طرح ثواب آخرت
بھی بدون عمل صالح کے نہین ملتا تو ہمکو اب دنیا مین بھیج دے کہ ہم نیک عمل کرین ہمکو تیرے کہنے کا یقین اب ہوا ہے جو تونے کہہ رکھا تھا
کہ وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری اور اسی مضمون کی آیات یہ بھی ہین کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر
یعنی کیا تمکو پیغمبر نے سنا نہین دیا تھا کہ اللہ کا طریق بندون مین اسطرح جاری ہے اور ہر ایک نفس کو اسکے کردار کا بدلہ ملیگا تو پھر کیا دھوکا کی

کہ تم اللہ تعالےٰ کے باب میں مغالطہ کہا گئے یعنی سمجھنے کے اندر کیسے دہوکے میں رہے اسوقت جواب دینگے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر اللہ تعالےٰ فرماتا ہی فاعترفوا بذنبہم فسحقا لاصحاب السعیر اب یہ جاننا چاہیے کہ رجا دو جگہ مین کرنی عمدہ بہی ہی ایک صورت تو یہہ ہی کہ جو گناہگار کہ ہمیشہ گناہ ہو جب اسکے دل مین توبہ کا خطرہ گذرے تو شیطان بہکاتا ہی کہ تیری توبہ مقبول نہوگی اور اسکی غرض یہہ ہوتی ہی کہ رحمت الٰہی سے مایوس ہو جاوے تو ایسے حال مین واجب ہی کہ مایوسی کو دور کرکے رجا کرے اور یاد کرے کہ خداے تعالےٰ کریم ہی توبہ قبول کرتا ہی اور توبہ ایک طاعت ہی جس سے گناہ دور ہو جاتے ہین چنانچہ اسکی تصدیق قرآن شریف مین ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہی قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو الغفور الرحیم وانیبوا الی ربکم یہان انابت کا حکم بندون کو فرمایا اور دوسری جگہہ ارشاد ہی وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اہتدی پس جب آدمی توقع مغفرت توبہ کے ساتھ کرے تو اسکو راجی اور متوقع کہنا چاہیے ورنہ توقع مغفرت کی باوجود گناہون پر اصرار کرنے کے رکہنی سراسر خام خیالی ہی مثلاً ایک شخص بازار مین ہی اور اسپر جمعہ کا وقت تنگ ہوگیا اور اسکے دل مین آیا کہ جمعہ کو چلیے اور شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جمعہ تو اب ملنے کا نہین تو کیون کہین جاتا ہی لیکن اسنے شیطان کا قول نہ مانا اور جمعہ کے واسطے دوڑ گیا اور اسکو امید ہی کہ جمعہ پایگا تو بیشک یہہ شخص راجی اور متوقع ہی اور اگر اپنے کاروبار مین مصروف رہا اور یہہ تمنا کی کہ امام میرے واسطے دیر کرے گا یا کسی دوسرے کے واسطے متوسط وقت تک ٹہرا رہیگا یا کسی اور سبب سے توقف کرے گا تو ایسا شخص مغرور کہلائیگا دوسری صورت رجا کی یہہ ہی کہ نوافل اور فضائل سے اسکا نفس قاصر ہی اور صرف فرائض پر اکتفا کرتا ہی اور اپنے نفس کے واسطے متوقع نعمت الٰہی کا ہی اور ان اشیا کا جنکا وعدہ خداے تعالےٰ نے نیک بندون کیلیے کیا ہی یہانتک کہ اس توقع کے سرور سے ایک مزہ عبادت کا جوش کرے اور اسکو نوافل پر متوجہ کرے اور یہہ مضمون یاد آوے قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلوتہم خاشعون اس آیت تک کہ اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس ہم فیہا خالدون تو ایسی صورت مین پہلی رجا سے تو ناامیدی جو مانع توبہ ہی ٹوٹ جاتی ہی اور دوسری رجا سے سستی جو مانع نشاط اور تہیہ عبادت ہی جاتی رہتی ہی حاصل یہہ کہ جو توقع کرنیوالے پر یا تہیہ عبادت پر برانگیختہ کرے اسکو رجا کہتے ہین اور جو رجا کہ موجب سستی کا عبادت مین یا باعث میل طبیعت کا طرف ناحق کے ہو تو وہ غرور اور خیال خام ہی مثلاً آدمی کے دل مین آیا کہ گناہ کو ترک کرکے عمل مین مشغول ہو اسوقت شیطان نے یہہ سوجہایا کہ تو اپنے نفس کو کیون عذاب دیتا ہی اور ایذا اٹہاتا ہی تیرا رب تو کریم اور غفور ہی اور اس شخص نے اس وسوسے سے توبہ اور عبادت مین سستی کی تو یہہ غرور مین داخل ہی ایسے حال مین بندے پر واجب ہی کہ خوف کا استعمال کرے اور اپنے نفس کو خداے قہار کے غضب اور نہایت درجے کے عذاب سے ڈراوے اور کہے کہ اگرچہ خدا تعالےٰ گناہون کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہی مگر اسکا عذاب بہی بہت سخت ہی اور باوجودیکہ وہ کریم ہی لیکن کافرون کو ابد الآباد تک دوزخ مین رکہیگا گو انکے کفر سے کچہہ اسکا ضرر نہین بلکہ عذاب و محنت اور مرض و علت اور فقر و فاقہ جو اسنے اپنے بندون پر دنیا مین مسلط کیا ہی اسکو قدرت ہی کہ ان چیزون کو انپر سے دور کردے جس ذات کا دستور اپنے بندون مین یون جاری ہی اور اسنے حکم اپنے عذاب سے ڈرنے کا کیا ہی تو پہر کیسے خوف نکیا جاوے حاصل اسکی صورت کیا ہی غرضکہ خوف و رجا دونون سے آدمی عمل پر آمادہ ہوتا ہی جو آرزو ایسی ہو کہ اس سے عمل پر اشتعال نہو تو اسکو تمنا اور غرور کہنا چاہیے اور اکثر لوگ جو اعمال مین سستی کرتے ہین اور دنیا کی طرف متوجہ ہین اور خدا تعالیٰ کی طرف سے منہہ پہیر رہے ہین اور آخرت کے لیے سعی نہین کرتے تو یہی وجہ ہی کہ انکو تمنا اور غرور ہی جسکو رجا سمجہے ہوے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف مین جو خبر دی ہی کہ اس امت کے آخر زمانے مین غرور غالب ہوگا وہ نہایت درست ہی ویسا ہی دیکہا جاتا ہی پہلے زمانے کے لوگ تو عبادتون پر مداومت کرتے تہے اور جو عمل کرتے تہے دل مین خوف بہرا رہتا تہا باوجودیکہ رات بہر اللہ کی طاعت مین کاٹ دیتے

اور تقوی اور شبہات سے احتیاط اور شہوات سے کنارہ حد سے زیادہ کرتے پھر بھی تنہائی مین اپنے نفسون کے لیے روتے اور اس زمانے کا حال
دیکھو تو ہر زبان و ہر محلہ رنگے دیگر ہست کا مضمون ہے کہ لوگ گناہون پر پڑے ہوئے ہین اور دنیا مین ڈوبے ہوئے اور خدا سے اعراض کیے ہوئے
اسپر بھی خوش اور بیخوف اور مطمئن ہین کہتے ہین کہ ہم اللہ تعالے کے کرم پر اعتماد رکھتے ہین اور اُسکے فضل و عفو و مغفرت کے متوقع ہین گویا انکا
دعوی یہ ہے کہ ہمکو خدا کا فضل و کرم اس درجے کا معلوم ہوا ہے کہ اُسقدر انبیا اور صحابہ اور سلف کے اکابر صلحا کو بھی معلوم نہوا ہے نہین سمجھتے کہ اگر
صرف تمنا سے کاربرآری ہوتی اور ادنی سی بات سے حاجت پوری ہوجاتی تو یہ لوگ کیون اتنا ڈرتے اور خوف و حزن مین پڑے رہتے
سعدی اگر بگریہ میسر شدے وصال + صد سال میتوان بتمنا گریستن + وہان تو رونے کے سوا کچھ اور بھی چیز ضرور ہے اور ہمنے اسکی تحقیق باب
خوف و رجا مین لکھی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت معقل بن یسار رضہ روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ لوگون پر ایسا زمانہ آویگا
کہ جیسا بدن پر کپڑے پرانے ہوجاتے ہین اسی طرح اسوقت مین قرآن پرانا ہوجاویگا سب باتین لوگون کی سراسر طمع ہونگی اور اُسکے ساتھ خوف
بالکل نہوگا اگر کوئی نیکی کرے گا تو کہیگا کہ یہ مقبول ہوگی اور اگر بدی کریگا تو کہیگا کہ یہ مجھسے معاف کردیجاویگی اس حدیث مین آپ نے یہ ارشاد
فرمایا کہ لوگ خوف کی جگہ طمع استعمال کرینگے اسلیے کہ قرآن مجید کی خوف دلانے والی آیتون سے جاہل ہونگے اور یہی حال خدا سے تعالے نے
نصاری کا ذکر فرمایا جیسا کہ ارشاد کیا فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی ویقولون سیغفر لنا اور اسکے معنی یہ ہین
کہ وہ لوگ وارث کتاب یعنی عالم ہین اور اس ادنی چیز کی متاع لیتے ہین یعنے اپنے شہوات دنیاوی کے طالب ہین خواہ حلال ہون یا حرام اور
اللہ تعالے فرماتا ہے ولمن خاف مقام ربہ جنتان اور فرمایا ذلک لمن خاف مقامی وخاف وعید قرآن مجید مین اول سے آخر تک تحذیر و تخویف
بھری ہے اگر فکر کرنے والا جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہو اسمین تامل کرے تو بجز اسکے کہ اسکا غم بڑھ جاوے اور خوف زیادہ ہوجاوے اور کچھ
متصور نہین مگر لوگون کا یہ حال ہے کہ گھاس سی کاٹتے چلے جاتے ہین خیال کرتے ہین تو مخارج حروف اور کسرہ اور ضمہ اور نصب پر کرتے ہین
اور اشعار کی طرح پڑھتے ہین معانی کی طرف التفات کا قصد کبھی نہین کرتے نہ اسکے مضامین پر عمل کرین عالم کے واسطے اس سے زیادہ غرور
اور خام خیالی کیا ہوگی یہانتک وہ حیلے مذکور ہوئے جو اللہ کے باب مین غرور و مغالطے کے لیے لوگ کہتے ہین اور رجا اور غرور کا فرق بھی
بیان کردیا گیا اور اسی کے قریب غرور اُن لوگون کا ہے جو طاعت و معصیت دونون کرتے ہین مگر معصیت زیادہ کرتے ہین اور توقع مغفرت
کی رکھتے ہین اور جانتے ہین کہ ہماری نیکیون ہی کا پلہ جھکیگا گو بدی کے پلہ مین بدیان زیادہ ہون اور یہ نہایت جہالت ہے بعض لوگ
چند درم حلال و حرام کے خیرات کرتے ہین اور جو کچھ مال مسلمانون کا اور شبہات کا لیتے ہین وہ اس خیرات سے بہت زیادہ ہوتا ہے اور شاید
یہ خیرات بھی مسلمانون کے مال ہی مین سے ہو مگر انکو اسپر تکیہ ہوتا ہے اور یہ گمان ہے کہ اگر ہزار درم حرام کے پیدا کرین اور دس درم حرام
یا حلال سے خیرات کردین تو یہ نیکی اور وہ بدی مساوی ہین اور یہ کیسی بڑی جہالت ہے اگر ایک پلے مین دس درم رکھین اور دوسرے مین
ہزار اور دونون برابر ہوجاوین یا ہلکا پلہ بھاری کو اٹھا دے تو انکا قول بھی درست ہوسکتا ہے اور بعض یہ تصور کرتے ہین کہ ہماری نیکیان
گناہون سے زیادہ ہین اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگ برائیون کی تو شمار نہین کرتے اور نہ انکی تلاش کرین مگر نیکی کرنے کو یاد رکھتے
ہین مثلاً ایک شخص دن مین سو بار استغفر اللہ یا سبحان اللہ کہتا ہے پھر مسلمانون کی غیبت و ہتک کرتا ہے اور تمام دن ایسی ہی باتین بکتا
رہتا ہے جنسے خدا سے تعالے خوش نہین اور ان باتون کو شمار نہین کرتا تو جب کہیگا یہی کہیگا کہ مین ایک تسبیح استغفار یا اور کلمے کی پڑھتا ہون
اس بات سے غافل رہیگا کہ دن بھر کیا بکتا رہتا ہون اور اگر دن بھر کی لغو باتون کو لکھے تو ایک تسبیح سو گنی یا ہزار گنی ہوجاوین حالانکہ
کرام کاتبین نے وہ سب لکھ لین ہین اور اللہ تعالے نے ہر کلمہ لغو کے پیچھے عذاب کا وعید فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ما یلفظ من قول الا لدیہ
رقیب عتید اس شخص کو ہمیشہ اپنے تسبیح و تہلیل کے ثواب کی سوچ رہتی ہے اور اسپر التفات نہین کرتا کہ غیبت کرنے والون اور جھوٹون و چغلخورون

اور منافقون کے عذاب مین کیا کچھ دارومدار ہو اور آفات زبان کے باعث کتنی خرابی بھگتنی پڑیگی یہ مغالطہ نہین تو کیا ہو اور یاد رکھو کہ کرام کاتبین اگر آدمی سے اپنے لکھنے کی مزدوری لیا کرتے اور تسبیح و تہلیل پر کچھ نہ لیتے تو اُسوقت اپنی ضروری باتون کو بھی نہ بولتا اور اب جن باتون کو سادی تسبیح کے سمجھتا ہو اُنسے بھی زبان بند کر لیتا اس نظر سے کہ کہین مزدوری زیادہ نہ دینی پڑے تو بڑی شرم کی بات ہو کہ آدمی ایک دو پیسہ کی بچاؤ کے واسطے تو احتیاط کرے اور جنت فردوس کے ہاتھ سے جاتے رہنے کے خوف سے کچھ احتیاط نہ کرے اگر سوچو تو بڑی ہی مصیبت ہو کیونکہ بیہودہ کام کرنا پڑا کہ اگر اسمین شک کرین تو کافر منکر ٹھہرتے ہین اور اگر اسکی تصدیق کرتے ہین تو احمق اور مغرور ہوتے ہین تو جو شخص مضامین قرآنی کو سچ جانتا ہو اُسکے یہ عمل نہین ہوتے ہمکو خدا ے تعالے ناشکری اور کفران سے بچاوے اُسی کی ذات اس قابل ہو کہ اُس سے خوف اور حذر کیا جاوے جو دلون پر ایسی غفلت و غرور کو مسلط کرنے پر قادر ہو کہ باوجود قرآن جیسے احکام واضح کے ہم لوگون کو تنبیہ اور عبرت نہین ہوتی اور جھوٹی آرزوون اور شیطان و نفس کے بہانون پر تکیہ کر کے مغرور بن رہے ہین

دوسرا بیان مغرورون کی چارون صنفون کے فرقون کا حال اور اسمین چار فصلین ہین فصل اول

صنف اول یعنی اہل علم کے فرقون کا حال اُن مین سے ایک فرقہ وہ ہو جو علوم شرعی اور عقلی کو خوب سیکھتے ہین اور اُن مین تعمق اور شغل اتنا کرتے ہین کہ اعضاء ظاہری کے در پے مطلق نہین ہوتے ہین اور نہ اُنکو گناہون سے روکتے ہین اور نہ طاعت بجا لاتے ہین اُنکو اپنے علم کے باعث مغالطہ پڑ گیا ہو اور اس خیال مین ہین کہ ہم خدا ے تعالے کے نزدیک وہی رتبہ ہین اور علم کے باعث ہم ایسے ہو گئے ہین کہ خدا ے تعالے ہم جیسون کو عذاب نہ دیگا بلکہ لوگون کے حق مین ہماری شفاعت سُنیگا اور ہمسے ہماری بزرگی کی جہت سے بازپرس گناہون اور خطاؤن کی نکرے گا اور واقع مین اُنکو دھوکا ہو اسلیے کہ اگر نظر بصیرت دیکھین تو معلوم کرین کہ علم دو طرح کے ہین ایک علم معاملہ یعنی خدا کو اور اُسکے صفات کو پہچاننا جسکا نام اصطلاح مین معرفت ہو اور دوسرا علم معاملہ یعنی پہچاننا حلال اور حرام کا اور نیز اخلاق مذمومہ اور عمدہ کا اور کیفیت اُنکے علاج کی اور بُرے اخلاق سے بھاگنے کی تدبیر وغیرہ کو یہ دوسری قسم علم کی یعنی علم معاملہ اسی لیے تحصیل کرتے ہین کہ عمل ہو اور اگر ان علوم کی علت غائی عمل نہو تو یہ نکمے ہوتے اور جس علم سے کہ مقصود عمل ہوتا ہو وہ عمل ہی اُسکی قیمت ہو اُسکی مثال یہ ہو کہ ایک شخص کسی مرض مین مبتلا ہو اور اُسکی دوا ایک معجون مرکب چند اجزا سے ہو جسکو بجز طبیب حاذق کے اور کوئی نہین جانتا اور یہ شخص اپنے گھر سے طبیب کی تلاش مین نکلا اور اُسکو تلاش کر کے اُسکے پاس گیا طبیب نے اُسکو دوا بتلائی اور اُسکے سب اجزا کی قسم اور مقدار اور پیدا ہونے کی جگہ اور جہان سے ملتی ہو وہ مقام اور کیفیت اُنکے کوٹنے اور چھاننے کی اور ترکیب ملانے اور معجون بنانے کی سب بتفصیل بیان کر دی مریض نے اُسکو سیکھ کر خوشخط نسخہ لکھ لیا اور اپنے گھر چلا آیا اور ہر روز اُسکو دیکھنا اور پڑھنا شروع کیا اور دوسرے بیمارون کو دیا مگر آپ کبھی بنا کر نہ کھایا تو بھلا اس امر سے اُسکی بیماری کچھ کم ہو جاویگی بلکہ اگر ہزار نسخے روز لکھے اور ہزار آدمیون کو بتلاوے جو سب کے سب شفا پاوین اور ایک رات مین ہزار بار پڑھ لیا کرے تب بھی کچھ اثر نہوگا اور بیماری مین کمی نہ پڑیگی ہان اگر کچھ پیسا خرچ کر کے دوا مول لے اور اُسکا معجون بناوے اور جسطرح استعمال سکھایا تھا ویسا ہی استعمال کرے اور اُسکی تلخی پر صبر کر کے پرہیز مضر چیزون سے کرتا رہے اور وقت معین پر سب شرطون کے ساتھ کھاتا رہے تب توقع شفا کی ہو سکتی ہو اور اسمین بھی احتمال ہو کہ شفا نہو اور جب بالکل دوا نہ کھاوے اور سمجھے کہ شفا ہو جاویگی تو خام خیالی ہو اسیطرح جو عالم کہ علم فقہ اور احکام عبادات سیکھے اور خود عمل نہ کرے اور گناہون کو جان لے اُنسے اجتناب نہ کرے اور اخلاق مذمومہ کا علم خوب پڑھے اور اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے اور علم عمدہ اخلاق کا تحصیل کرے اور اُنکے ساتھ متصف نہو تو وہ مغرور ہو کیونکہ خدا ے تعالے فرماتا ہی قد افلح من زکاہا یہ نہین فرمایا کہ فلاح اُس شخص کو ہو جو نفس کے تزکیہ سے واقف ہو اور اُسکو لکھکر لوگون کو سکھلاوے یہان شیطان ایک اور دھوکا پیش کرتا ہو کہ اس مثال سے اور تحصیل علم سے کچھ سروکار نہین یہ تو صحیح ہی کہ دوا کا

جاننا مرض کو دور نہین کرتا اگر علم کی تحصیل قرب الٰہی اور ثواب کے لیے ہوتی ہے وہ علم سے حاصل ہے چنانچہ فضائل علم ہر باب اخبار وارد ہین پس اگر آدمی
بیچارہ بیہوش ہوا تو اس دھوکے مین آجاتا ہے کیونکہ یہ نفس کی مراد کے موافق ہے اور عمل چھوڑ بیٹھتا ہے اور اگر دانا صاحب تمیز ہوتا ہے تو شیطان کو یہ جواب
دیتا ہے کہ تو مجھے فضائل علم کے یاد دلاتا ہے اور جو وعید کہ بدکار عالمون کے باب مین وارد ہے جو اپنے علم پر عمل نہین کرتے تم اسکو بھلائے دیتا ہے دیکھو تو
خداے تعالیٰ فرماتا ہے فمثلہ کمثل الکلب اور مثل الذین حملوا التوریۃ ثم لم یحملوہا کمثل الحمار یحمل اسفارا تو کتے اور گدھے کے مشابہ ہونے سے اور کونسی
رسوائی بڑھکر ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ جسکو علم زیادہ ہوا اور ہدایت زیادہ نہو وہ خدا تعالیٰ سے دور ہی ہوجاتا ہے اور فرمایا کہ عالم دوزخ
مین ڈالا جاویگا اور اسکی انتین نکل پڑینگی اور جیسے گدھا چکی گھماتا ہے اسیطرح انکو آگ مین چکر دیگا اور فرمایا سب مین برے لوگ عالم
بے عمل ہین اور حضرت ابو درداء رضی فرماتے ہین کہ جاہل کو تو ایک ہی بار خرابی ہے کہ اسنے نہ پڑھا اگر خدا کی مرضی ہوتی تو پڑھ جاتا مگر عالم کی
سات بار خرابی ہے یعنے اس بہت سے کہ اسکا علم اسپر حجت ہوگا اور یہ کہا جاویگا کہ اپنے علم سے کیا عمل کیا اور اللہ کی نعمت کا شکر کیسے ادا کیا
اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب لوگون سے زیادہ عذاب قیامت مین اس عالم کو ہوگا جسکو اپنے علم سے نفع نہوا ہو یعنی
عمل نکیا ہو تو یہ روایات اور اور روایتین جو باب علم مین علماے آخرت کی علامات کے بیان مین ہمنے لکھی ہین حد شمار سے زیادہ ہین مگر
اتنی بات ہے کہ یہ روایتین عالم بدکار کی مرضی کے موافق نہین اور فضائل علم اسکے مطابق ہین اسی سبب شیطان انکو انہین کی طرف
جھکاتا ہے اور یہ نہایت مغالطہ ہے کیونکہ اگر عقل سے غور کرے تب تو اسکی مثال یہی ہے جو ہمنے لکھی ہے اور اگر ایمان کی راہ سے غور کرے تو جس
شخص نے فضائل علم کی خبر دی ہے اسی نے علماے بے عمل کی برائی بھی کہی ہے اور یہ کہ انکا حال خدا کے نزدیک جاہلون کے حال سے بھی ابتر ہے
تو پھر اس امر کا معتقد ہونا کہ مین خیر پر ہون باوجودیکہ بازپرس خداے تعالیٰ کی بھی مجھی سے زیادہ ہے عین غرور ہے اور جو شخص علم مکاشفہ کا
مدعی ہے کہ خداے تعالیٰ اور اسکے صفات و اسما کا علم رکھتا ہے اور عمل کا تارک ہے اور اوامر و نواہی کو بجا نہین لاتا اسکا بہت سخت مغالطہ ہے اور اسکی
مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کی خدمت کرنی چاہے اور بادشاہ کو اور اسکے اخلاق و اوصاف و رنگ و شکل اور طول و عرض اور عادت
نشست کو جانے مگر یہ نہ معلوم کرے کہ بادشاہ کو کونسی چیز محبوب ہے اور کونسی مبغوض اور کس چیز سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناخوش
یا ان باتون کو بھی جان لیا مگر اسکی ملازمت و خدمت کا جو ارادہ کیا تو ایسی باتین کین جو موجب اسکے غصہ کا ہوتی ہین اور لباس و ہیئت اور
حرکات و سکنات و گفتگو جو اسکو محبوب ہین ان سب سے عاری رہا جب بادشاہ کے سامنے گیا اور اسکا مقرب اور خاص ہونا چاہا اس ذریعے
سے کہ مین بادشاہ کے نسب اور نام اور شہر اور صورت و شکل و عادت و سیاست اور معاملہ رعیت سے واقف ہون لیکن جو باتین کہ بادشاہ
کو ناپسند تھین ان مین آلودہ رہا اور اسکی محبوب چیزون سے عاری تو مقرب و خاص ہونا خیال خام ہے ہان اگر بالفرض یہ سب باتین
نہ جانتا اور صرف بادشاہ کو اور اسکے محبوب اور مبغوض چیزون ہی کو پہچانتا تو البتہ مقرب اور خاص ہوجاتا اسیطرح جو شخص کہ تقوی مین کوتاہی
کرتا ہے اور شہوات کی پیروی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسنے خدا کی معرفت صرف برائے نام جانی ہے پوست ہی پر ملتفت ہوا مغز کو چھوڑ دیا اسلیے کہ اگر خدا
کو حق معرفت جانتا تو بیشک خوف خدا دل مین ہوتا اور تقوی کرتا یہ نہین ہوسکتا کہ کوئی عاقل آدمی شیر کو پہچانے اور پھر اس سے نہ ڈرے
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی کی کہ مجھ سے ایسا ڈر جیسا درندہ ضرر رسان سے ڈرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات آدمی شیر کا نام
اور رنگ اور شکل ہی جانتا ہے اور ڈرتا نہین تو اسنے اب تک گویا شیر کو پہچانا ہی نہین پس جو شخص کہ خداے تعالیٰ کو پہچانتا ہے وہ یہ بھی
جان لیتا ہے کہ اسکی صفت یہ بھی ہے کہ عالم کے لوگون کو تباہ کردے اور کچھ پروا نہ کرے اور یہ کہ اسکے قبضۂ قدرت مین انسان بھی ہے کہ اگر اسکو
اور اس جیسے ہزارون کو ہلاک کردے یا ابد الآباد عذاب مین رکھے تو اسکی شان مین اس سے کچھ اثر نہوگا اور نہ اسکو کچھ رحم آویگا اور نہ
افسوس ہوگا اور اسی لحاظ سے اسنے فرمایا ہے کہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اور شروع کتاب آسمانی زبور کا ہے کہ خوف خدا سب حکمتون کی جڑ ہے

اور

ط۔ تو اسکی کہاوت جیسے کتا ۱۲ ط۔ کہاوت انکی جنپر لادی توریت پھر نہ اٹھائی انھون نے جیسے کہاوت گدھے کی پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابین ۱۲ ح ۳۷۷ باب العلم مین گذری ۱۲ ح ۱۴۷ گیا رگذر چکی ۱۲ ح ۱۵ باب العلم مین گذری ۱۲ ح ۹ جلد اول باب العلم مین گذری ۱۲
ط۔ اللہ سے ڈرتے وہی ہین اسکے بندون مین جنکو سمجھ ہے ۱۲

اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ خوف خدا کے لیے علم کافی ہو اور اسمین مغالطہ کھانے کے لیے جہل بس ہو اور ایک شخص نے حضرت
حسن رح سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اسکا جواب دیا اُسنے کہا کہ فقہا اسطرح نہین بیان کرتے آپ نے فرمایا کہ تو نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا ہو
فقیہ اسکا نام ہو جو راتون کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے اور دنیا کا تارک ہو اور ایک قول آپ ہی کا یہ بھی ہو کہ فقیہ وہ ہو کہ مدارات
کرے اور کسی سے خصومت نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کو پھیلا دے اگر کوئی اُسکی مانے تب بھی شکر کرے اور نہ مانے تب بھی شکر
کرے اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ وہی ہو جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو سیکھے اور اسکے صفات مین سے یہ جانے کہ کون سی چیز اسکو
محبوب ہو اور کون سی اسکے نزدیک مکروہ اور اسی کا نام عالم ہو جسکو خدا بہتری دینا چاہتا ہو اسکو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہو اور جو ایسا
نہو اسکو مغرور سمجھنا چاہیے اور ایک فرقہ اور ہو جو علم و عمل دونون کرتے ہین یعنی ظاہری طاعات ادا کرتے ہین اور گناہون کے تارک ہین مگر
اپنے دلون کو نہین ٹٹولتے کہ اُنمین وہ صفات جو خدا کے نزدیک مذموم ہین مثل کبر اور حسد اور ریا اور طلب ریاست اور علو اور اپنے
ہمسرون کو ایذا دینی اور شہرون اور بندون کے درمیان شہرت طلب کرنی وغیرہ نیست و نابود کرین اور بعضون کو اتنی بھی خبر نہین
ہوتی کہ یہ صفات بُرے ہین اسی واسطے اُنکے مرتکب ہوتے ہین اور وہ کنارہ نہین کرتے اور ان احادیث پر دھیان نہین دیتے کہ آپنے
فرمایا کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہو اور جس شخص کے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا وہ جنت مین نجاویگا اور حسد نیکیون کو ایسا کھا لیتا ہو جیسے
آگ لکڑی کو اور محبت شرف اور مال کی نفاق ایسا بڑھاتی ہین جیسا پانی ساگ کو اور سوا اسکے ان روایات کے اور بہت سی احادیث
اخلاق مذمومہ کے باب مین وارد ہین جو ابواب مہلکات مین اوپر مذکور ہوئی ہین ان لوگون نے اپنے ظاہر کو تو بنا لیا مگر باطن کو بالکل
بھول گیے ویسا ہی رہنے دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو یاد نہ کیا کہ خدا تعالیٰ تمہاری صورتون اور مالون کو
نہین دیکھتا بلکہ دلون اور اعمال کو دیکھتا ہو صرف اعمال کی تو خبرداری کی اور دلون کی نہ کی حالانکہ اصل دل ہی ہو اور نجات اسی کی سلامتی پر
منحصر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو الا من اتی اللہ بقلب سلیم اور ان لوگون کی مثال ایسی ہو جیسے گورستان کے اندر پختہ کنوان ہو کہ
ظاہر مین تو چونہ وغیرہ سے آراستہ ہو مگر باطن مین بدبو ہو یا جیسے مردون کی قبرین کہ ظاہر مین خوب آراستہ رہتی ہین اور اُنکے اندر
مردار ہین یا اندھیری کوٹھری جسکی چھت پر چراغ رکھا ہو کہ اوپر بہت چاندنا ہو مگر اندر کچھ نہین یا کوئی شخص بادشاہ کی ضیافت کے لیے
دروازہ مکان کا تو خوب مزین کردے اور گھر کے اندر خس و خاشاک بھر ارکھے تو ظاہر ہو کہ یہ ایک بڑی غلطی ہو اور اس سے بھی زیادہ قریب
کی مثال یہ ہو کہ ایک شخص نے کھیت بویا اور کھیتی کے ساتھ گھاس بھی اُگ آیا جس سے کھیت بگڑ جاوے اسکو کہا گیا کہ اگر تو کھیت نولاویگا
اور اس گھاس کو جڑ سے اکھاڑ دیگا تو کھیت درست ہو جاویگا اُسنے جڑ سے تو نہ اکھاڑا گھاس کی پتیان اور سر نوچنا شروع کیا اور جڑین
مضبوط ہوتی گیئن اور پھیلتی گئین یہانتک کہ کھیت مین کچھ دانہ بھی نہ پیدا ہوا اسیطرح گناہون کی جڑین اخلاق ذمیمہ ہین جو دل کے
اندر ہین اگر آدمی دل کو اُنسے صاف نہ کرے تو طاعات ظاہری سے پھل کیسے پاویگا بہت سی آفتون مین سے کچھ بچ رہے تو بچ رہے
بلکہ ایسے شخص کی مثال یہ ہو کہ جیسے کسی کو خارش ہو اور طبیب نے اسکو دوا ملنے کی اور پینے کی بتائی کہ ملنے کے باعث جلد کو فائدہ ہوگا اور پینے سے اسکی
جڑ جاتی رہیگی مریض نے صرف لگانے کی دوا پر قناعت کی اور پینے کی دوا نہ پی اور ایسی چیزین کھاتا رہا جس سے مادہ خارش زیادہ ہو تو اسکی خارش
کبھی نہ جاویگی گو کتنی ہی دوا ہر روز لگایا کرے کیونکہ جڑ تو اندر موجود ہو جب وہ جاوے تو یہ بھی جاوے اور ایک فرقہ اور ہو جو ان اخلاق باطنی کا علم
بھی رکھتے ہین اور جانتے ہین کہ شریعت کی رو سے یہ بُری ہین مگر چونکہ اپنے نفسون کو بڑا سمجھتے ہین اسلیے گمان کرتے ہین کہ ہم مین یہ باتین نہین اور
ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا رتبہ نہین رکھتے جو ہمکو ایسی چیزون سے آزماوے یہ چیزین عوام کے امتحان کی ہین نہ ہم جیسے عالمون کے امتحان
کی پھر اگر ان لوگون سے آثار کبر اور ریاست اور شیخی اور شرف کے ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ یہ کبر نہین بلکہ دین کی عزت کی خواہش اور شرف

علم کا اظہار کرتا اور خدا کے دین کو مدد دیتی اور مخالفون کو اور بدعتیون کو زک دیتی ہی اسلیے کہ اگر ہم گھٹیا کپڑا پہنین اور مجالس مین نیچی جگہ بیٹھین تو
اعداے دین ہنسینگے اور بدگوئی کرینگے اور ہماری ذلت کیا ہوگی گویا اسلام کی ہوگی اور ان مغرورون کو یہ معلوم نہین کہ انکا دشمن تو واقع مین
شیطان ہی جس سے خداے تعالےٰ نے ڈرایا ہی اور وہ انکی ان حرکات پر خوب ہنستا ہی اور انکو مسخرہ بناتا ہی اور یہ بھی معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دین کی نصرت کیسی کی تھی اور کافرون کو کیسی زک دی تھی اور آپ کے اصحاب کیا درجہ تواضع اور فروتنی کا رکھتے تھے اور فقر اور مسکنت پر
کیسے قائم تھے یہانتک کہ جب شام مین حضرت عمر رضہ پر گھٹیا لباس کا اعتراض لوگون نے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگون کو خداے تعالےٰ نے
اسلام سے عزت دی ہی ہم دوسری چیز مین اپنی عزت کی خواہش نہین رکھتے پھر یہ فرقہ مغرور دین کی عزت عمدہ لباس اور باریک وحریری ریشمی
کپڑون مین جو حرام ہین اور سواریون اور گھوڑون مین کہان سے طلب کرتا ہی اسیطرح اگر کسی کو اپنے ہمسرون مین سے یا اپنے مقابل کو جو اسکی
ادنیٰ بات نہ مانے براہ حسد کچھ کہتا ہی تو یہ نہین جانتا کہ براہ حسد کہتا ہون بلکہ تاویل یون کرتا ہی کہ یہ غصہ خدا کے واسطے ہی اور منکر کا جواب یہ ہی
جو عداوت اور ظلم سے امر حق کو نہین مانتا اور اپنے نفس پر حسد کا تو گمان ہی نہین کرتا تاکہ یہ بات بھی سوچے کہ اگر وہ عداوت والا کسی اور
عالم کی برائی کرے یا اور کسی طرح کی انکے ساتھ ریاست وغیرہ مین مزاحمت کرے تب بھی مجھے ایسا ہی غصہ اور عداوت ہو جیسا اب ہی یا نہین
تاکہ حسد اور غصے کا حال معلوم ہو کہ خدا کے واسطے ہی یا اپنے نفس کے واسطے لیکن اکثر یہی ہوتا ہی کہ جب کسی دوسرے عالم پر طعن ہوتا ہی تو
اپنے آپ خوش ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ اسکا غصہ اور حسد خبث باطنی کی جہت سے ہی نہ خدا کے واسطے اسیطرح جو شخص اپنے اعمال و علوم
سے ریا کرتا ہی اور اسکو وسوسہ ریا دل مین گذرتا ہی تو کہتا ہی کہ مین ریا تھوڑا ہی کرتا ہون میری غرض اظہار علم وعمل سے یہ ہی کہ لوگ میری
اقتدا کرین اور انکو دین کی راہ ملے اور عذاب الٰہی سے چھوٹ جاوین اور اس مغرور کو یہ نہین سوجھتا کہ اگر واقع مین ایسا ہی ہوتا تو لوگ اگر
کسی دوسرے عالم کی اقتدا کرین تب بھی مجھکو ایسا ہی خوش ہونا چاہیے جیسا اپنی اقتدا سے ہوتا ہون کیونکہ غرض تو لوگون کی بہتری سے ہی
کسی کے ہاتھ پر ہو جیسے کسی کے بہت سے خادم بیمار ہون اور اسکو انکا علاج کرانا منظور ہو تو اسمین کچھ فرق نہین ہوگا کہ انکا علاج یہ شخص کرے
یا کوئی دوسرا کرے اور اسمین بھی شیطان ایک اور پیچ لگاتا ہی اور یون سوجھاتا ہی کہ جب لوگ میرے سبب سے ہدایت پاوینگے تو ثواب مجھکو ہوگا
تو مین خوش ہوا تو اپنے ثواب کی جہت سے خوش ہوتا ہون اسلیے نہین ہوتا کہ لوگ مجھے مانتے ہین یہ منصوبے اپنے نفس مین کرلیتا ہی حالانکہ
خداے تعالےٰ کو دل کا حال خوب معلوم ہی کہ اگر اس سے بالفرض کوئی نبی کہہ جاوے کہ تجھکو خاموش رہنے اور عالم کے خفیہ رکھنے مین
بہ نسبت اظہار علم کے زیادہ تر ثواب ہی اور اسکے ساتھ ہی اسکو قید کرکے زنجیرون سے جکڑ دیا جاوے تو ضرور ایسے بہانے کریگا کہ قید خانے کو
کسیطرح توڑ کر اور زنجیرین تڑا کر اسی جگہ جاوے جہان اسکی وعظ وتدریس کے باعث اسکی ریاست چلے۔ اسیطرح جو شخص بادشاہون کے پاس
جاکر انسے دوستی پیدا کرتا ہی اور انکی ثنا کرتا ہی اور تواضع اور انکسار بجا لاتا ہی جب اسکو یہ بات دل مین گذرتی ہی کہ ظالم بادشاہون کے واسطے
فروتنی حرام ہی تو شیطان اسکو مغالطہ دیتا ہی کہ تیری تواضع اس قسم کی نہین یہ صورت تو جب ہی جب تجھے انکے مال کی طمع ہو تیری غرض تو
یہ ہی کہ مسلمانون کی سفارش بادشاہ سے کرکے انپر سے ضرر دور کرے اور شر اعدا سے تو بھی بچا رہے اور خدا کو اسکے دل کا حال خوب معلوم ہی
کہ اسکا مقصد یہ نہین جو دعویٰ کرتا ہی اگر یہی مراد ہوتی تو کوئی دوسرا شخص اگر بادشاہ کا مقرب ہوکر تمام مسلمانون کی سفارش کرتا اور اسکی سفارش
منظور ہوتی تو یہ شخص اس سے نہ جلتا بلکہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جاوے تو کچھ عجب نہین کہ یہ شخص بادشاہ کے سامنے اسپر جھوٹ لگاوے اور اسکے
عیب بتاوے اور کیا کیا نہ کر گذرے اور بعضون کا غرور اس درجے کو پہنچتا ہی کہ بادشاہونکا مال لے لیتا ہی اور جب دھیان آتا ہی کہ یہ مال
حرام ہی تو شیطان یہ سوجھاتا ہی کہ یہ مال لاوارث ہی اور وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے ہوتا ہی اور تو مسلمانونکا امام اور عالم ہی تجھ سے دین قائم ہی تجھکو بمقدار
حاجت اسمین سے لے لینا درست ہی تو اس مغالطے سے تین باتون مین دھوکا کھاتا ہی اول تو اسمین کہ یہ مال لاوارث ہی اسلیے کہ صریح اسکو معلوم ہی

کہ بادشاہ بطور خراج مال مسلمانون کا اپنی قلمرو سے لیتا ہی اور جن لوگون سے لیا ہی وہ خود زندہ ہین یا اُنکی اولاد و ورثہ موجود ہین غایت یہ کہ مثلاً دس آدمیون سے سو دینار لیے تھے وہ سب خلط ملط ہوگئے ہین تو اس مال کی حرمت مین کیا شبہہ ہی اسکو یہ سمجھنا کہ مال لاوارثی ہی نہایت بیجا ہی بلکہ واجب یہ ہی کہ اُنکے مالون کو دے دے گویا ایک چیز دوسری مین مل گئی ہو دوسرا دھوکا اسمین یہ ہی کہ اپنے آپ کو دین کی بہتری اور قیام کا موجب سمجھا اسلیے کہ جو لوگ بادشاہون کے مال کو حلال جانتے ہین اور طالب دنیا کے راغب ہین اور ریاست پر متوجہ ہین اور آخرت سے روگردان وہ لوگ دین کے بگاڑنے والے ہین اور ایسے لوگون کی نسبت بہت زیادہ ہین جو دنیا مین زہد کرکے متوجہ الی اللہ ہون اس سے معلوم ہوا کہ ایسے عالم دین کے دجال اور باعث استحکام مذہب شیاطین ہین نہ امام و قوام دین متین اسلیے کہ دین کا امام وہی گنا جاتا ہی جسکی پیروی سے دنیا سے روگردانی حاصل ہو اور اللہ کی طرف توجہ کامل جیسے انبیا علیہم السلام اور صحابہ رضا اور علما سلف رحمہم اللہ تھے اور دجال اُسکو کہتے ہین جس سبب معاملات مذکورہ بالا کے لیے ہون تو ایسا شخص جو خدا سے روگردان اور دنیا پر متوجہ ہو اگر دجال نہین تو کون ہی وہ اپنی دانست مین اپنے آپ کو دین کا ستون سمجھتا ہی اور شاید اُسکے مرنے سے لوگون کو زیادہ نفع ہو بہ نسبت حیات کے اور اسی کی مثال حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی ہی کہ برا عالم ایسا ہی جیسے بیٹھا پانی کے منہ پر پتھر کہ نہ خود پانی جذب کرے نہ بہنے دے کہ اور کھیتون کو نفع ہو اور ہر چند اقسام غرور اہل علم اس آخر زمانے مین خارج از حد شمار ہین الاّ نمونہ از خروارے ہم نے تھوڑے سے لکھ دیے اور ایک فرقہ اور ہی جنہون نے علم بھی خوب پڑھا اور اعضا کو پاک و صاف کیا اور طاعات کو ادا کیا اور معصیت ظاہری سے بھی بچے اور اخلاق نفس اور اوصاف قلبی یعنی ریا اور حسد اور کبر وغیرہ کے درپے ہو کر اسمین کوشش کی کہ نفس ان اخلاق سے بری ہو جاوے اور اسی لیے دل مین سے ان چیزون کی جڑین ظاہری کاٹ ڈالین مگر باوجود اسکے مغرور رہے یعنی دل کے کونون مین خفیہ مکر شیطانی اور فریب نفسانی ایسے رہ گئے جنکا معلوم کرنا بہت مشکل و دقیق تھا اُنکو اُنکی اطلاع نہوئی اسواسطے اُنکو ویسا ہی چھوڑ دیا اور ان لوگون کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی کھیت نولانا چاہے اور اسمین جا بجا پھر کر جہان جہان گھاس نظر آئے تم اسکو جڑ سے اُکھاڑ دے مگر جن رویدگی کے سر ابھی تک زمین سے نکلے ہی نہ تھے اور اُنسے خیال کر لیا کہ سب نکل آئے گویا یعنی بہت ذرا ذرا سی سوئیان تھین کہ وہ گھاس کی جڑون مین پھوٹ کر زمین کے اندر ہی اندر پھیل گئی تھین اسکی نظر مین نہ آئین تو اسکو تو یہی خیال ہوگا کہ مین نے سب گھاس اُکھاڑ ڈالی حالانکہ وہان غفلت ہی غفلت مین نیچے نیچے ان جڑون نے پھیل کر کھیتی کی جڑون کو بگاڑ دیا اسیطرح عالم بھی کبھی سب باتین کرتا ہی مگر خفیہ دقائق کی طرف توجہ نہین کرتا پس بعض عالم دن رات جاگتے ہین اور علوم کی جمع و ترتیب اور تحسین الفاظ اور تصنیفات کے لکھنے مین بسر اوقات کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ اس سے ہماری غرض دین خدا کو ظاہر کرنا اور اسکی شریعت کو پھیلانا ہی اور خفیہ باعث شاید یہ ہوتا ہی کہ اطراف مین ہمارا نام مشہور ہو اور لوگ سب طرف سے آکر ہمسے رجوع ہون اور زہد و ورع اور علم کی مدح دنیا مین زبانین کھلین اور حاجات و اغراض مین لوگ ہمکو اپنے اوپر ترجیح دین اور استفادہ کے واسطے گرد جمع رہین اور جب ہم اچھی طرح کسی بات کو بیان کرین تو وہ دل لگا کر سنین اور ہمکو مزا ملے یا جب ہماری گفتگو سنین تو اسکی تصدیق کے واسطے سر ہلا دین یا رقت کرین یا اچنبھی مین ہو جاوین اور اس بات سے خوش ہونا کہ ہمارے توابع اور ساتھی اور مستفید بہت ہین اور سب ہمسرون مین ہمین کو یہ خاصیت حاصل ہی کہ علم و ورع اور زہد ظاہری سب ہم مین موجود ہین اور عامہ خلائق پر زبان طعن دراز کرنا نہ اس نظر سے کہ کچھ دین کی حمیت سے درد کیا ہو بلکہ اپنے آپکو خاص اور بہتر دار سمجھ کر عوام کے عیب بیان کرنے اور رسوا سے انکے اور ایسی ہی باتین اسباب خفیہ اُنکے علم و عمل کی ہو سکتی ہین اور ظاہرا زندگی اُس بیچارے مغرور کی در پردہ اُسی حکومت و امارت اور توقیر اور لوگون کی تعریف پر منحصر ہی اگر آدمیون کے دل اُس سے پھر جاوین اور اُسکو کسی عمل کے ظاہر ہونے سے زاہد نہ سمجھین تو کیا عجب ہی کہ اُسکا دل تشویش مین پڑے اور اس سے ورد و وظیفہ بھی کچھ نہ بن پڑے اور ایک طرح کے حیلے اور بہانے سے اپنے نفس کا عذر بیان کرے اور اپنے عیب چھپانے کے واسطے جھوٹ کی بول دے - اور کچھ

بعید نہین کہ جو شخص اُسکے زہد و تقوی کا معتقد ہو اُسکی تعظیم و توقیر زیادہ کرے گو حقیقت مین اُسکا اعتقاد ہو اُتنا خود بین نہو اور اگر کوئی بے علم و کم استعداد بہ
تقوی ہو اُسی قدر کا معتقد ہو تو اُس سے دل تنگ ہوتا ہی۔ اور بعض اوقات اپنے یارون مین سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہی اور اُسکی
وجہ یہ جانتا ہی کہ چونکہ اُسکو فضل و ورع زیادہ ہی اسلیے اُسکی تعظیم زیادہ کرتا ہون حالانکہ وجہ اُسکی درحقیقت یہ ہوتی ہی کہ وہ شخص اطاعت و
فرمانبرداری زیادہ کرتا ہی اور اُس سے کام بہت نکلتا ہی اور تعریف و توصیف زیادہ کرتا ہی خدمت کا زیادہ حریص ہوتا ہی یہین وجہ اُسکی تعظیم زیادہ
ہوتی ہی۔ اور بعض اوقات جو آدمی عالم سے استفادہ کرتے ہین اور عمل کی رغبت پیدا ہوتی ہی تو عالم کو یہ گمان ہوتا ہی کہ یہ تاثیر میرے اخلاص اور
صدق کی اور حق علم کے ادا کرنے کی ہی اور اسی گمان سے خدا کا شکر کرتا ہی کہ اُسنے میری زبان سے لوگون کو یہ فائدہ پہونچایا اور اِس امر کو باعث عفو
گناہ اور کفارہ سیات سمجھتا ہی اور ابھی تک اپنی نیت کی خبر نہین کہ درست ہی یا نہین اور ہوسکتا ہی کہ اگر ایسے ہی ثواب کا وعدہ اُسکو سنا یا جاوے
بشرطیکہ گمنامی اور گوشہ نشینی اور علم کا پوشیدہ رکھنا اختیار کرے تو اُسکی خواہش نکریگا کیونکہ اِس صورت مین لذت قبول اور لذت ریاست مفقود
ہی اور شاید شیطان کا قول ایسے ہی شخصون پر درست ہی یعنی وہ کہتا ہی کہ بنی آدم مین سے جو اِس بات کا مدعی ہو کہ مین اپنے علم کے سبب شیطان سے
پناہ مین ہوگیا تو وہ اپنی نادانی کے باعث میرے جال مین پڑگیا۔ اور کبھی عالم شخص تصنیف کتاب مین بہت کوشش کرتا ہی اور اِس خیال مین ہی
کہ مین خداے تعالے کا علم جمع کرتا ہون تاکہ لوگون کو اُس سے فائدہ ہو حالانکہ واقع مین منظور یہ ہوتا ہی کہ تصنیفات عمدہ کی جہت سے میرا نام مشہور ہو جاویگا
اگر یہ غرض نہین تو پھر جو کوئی دوسرا شخص اُس کتاب مین سے اصل مصنف کا نام مٹا دے اور اپنا نام اُسکی جگہ لکھ دیوے تو مصنف پر ناگوار کیون
گذرتا ہی باوجودیکہ اُسکو یہ معلوم ہی کہ ثواب اُس سے استفادہ کا مجھی کو ہوگا اور خدا کے نزدیک بھی مین ہی مصنف ہون شخص مدعی اُسکا مصنف نہین ہی
اور کبھی تصنیف مین آدمی اپنی تعریف صراحۃً بڑی لمبی چوڑی دعوی کے ساتھ ذکر کرتا ہی اور کبھی ضمناً تعریف اپنی کرتا ہی اس طرح کہ کسی دوسرے پر
طعن و اعتراض کرتا ہی تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ اُسکا مرتبہ دوسرے سے بڑھ کر ہی حالانکہ اعتراض اور طعن کی کچھ حاجت نہ تھی اور بعض اوقات اگر کسی
کی عبارت مین کچھ غلطی فاحش پاتا ہی تو اپنی کتاب مین اُس عبارت کو مع نام عبارت لکھنے والے کے لکھتا ہی اور اگر عمدہ عبارت ہوئی تو بے نام لکھتا ہی
تاکہ کوئی سمجھے کہ یہ عبارت خود مصنف کی ہی یا تو سب عبارت کو بعینہ چرا کر درج کر دیتا ہی یا اُسمین کچھ تصرف و تبدل کر کے نقل کرتا ہی جیسے کوئی شخص
کرتہ چرا کر اُسکی قبا بنوالے کہ چوری کا نہ معلوم ہو۔ اور کبھی اِس باب مین کوشش کرتا ہی کہ الفاظ کتاب کے مزین اور مسجع ہون اور ترتیب
بہت عمدہ ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ عبارت پوچ ہی اور اپنے گمان مین یہ سمجھتا ہی کہ اِس سے میری غرض حکمت کا رواج دینا اور اُسکا جتانا ہی تاکہ لوگون کو
جلد نافع ہو حالانکہ اُسکو یہ خبر نہین کہ بعض حکما نے تین سو ساٹھ جلدین حکمت مین لکھی تھین اُسوقت کے نبی کو حکم الٰہی ہوا کہ اُس سے کہدو کہ تونے
اس کلام فضول سے تمام زمین بھردی مین اُسمین سے کچھ بھی قبول نہین کرتا۔ اور بعض اوقات اِس قسم کے مغرور اگر جمع ہوتے ہین تو ہر ایک
کو یہی گمان ہوتا ہی کہ میرا نفس عیوب قلبی اور خفیہ برائیون سے بچا ہوا ہی اور جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہین اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک
گروہ ساتھیون کا ہو لیتا ہی تو ہر ایک اِس بات کو تاکتا ہی کہ میرے ساتھ آدمی بہت ہین یا دوسرے کے ساتھ اگر اپنے ساتھ والے بہت پاتا ہی تو خوش
ہوتا ہی گو جانتا ہو کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ مستحق کثرت جماعت کا ہی پھر جدا ہو کر جب لوگون کو تعلیم کرنی شروع کرتے ہین تو غیرت و حسد آپس مین
ہونے لگتی ہی اور اگر کوئی طالب علم مثلاً ایک عالم کے پاس آتا جاتا تھا اور اِس سے جدا ہو کر دوسرے کے پاس پڑھنے کو جانے لگا تو اول کے دل پر
نہایت شاق گذریگا پھر دل سے اُسکی کبھی خاطر نکریگا نہ اُسکی حاجت روائی کے لیے آمادہ ہوگا جیسے پہلے ہوتا تھا نہ اُسکی ثنا کہیگا باوجودیکہ معلوم ہی کہ دوسرے عالم کے
پاس بھی یہ طالب علم استفادہ ہی کے لیے جاتا ہی شاید اُس عالم کی جماعت مین رہنے سے اُسکا دینی نفع بہ نسبت جماعت پہلے عالم کے زیادہ ہو یا پہلے عالم کی جماعت مین کوئی
آفت اُسکو معلوم ہوئی ہو غرضکہ نفرت اِس عالم کے دل سے نہین جاتی۔ اور جب کسی کو اُنمین سے حسد شروع ہوتی ہی اور اُسکو ظاہر نہین کرسکتا تو بہانہ کر کے اُسکے دین
اور ورع مین طعنہ اور اعتراض کرتا ہی کہ کسی طرح اُسپر غصہ آوے اور جاتنا ہی کہ یہ غصہ مین خدا کے دین کے واسطے کرتا ہون نہ اپنے نفس کے لیے

اور اگر محسود کے عیب اُسکے سامنے ذکر ہوں تو اُنسے خوش ہوتا ہے اور اگر کوئی تعریف کرے تو اس سے ناخوش ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات اُسکی برائی سننے سے ترشرو ہوتا ہے کہ کوئی جانے کہ مسلمانوں کی غیبت اُسکو اچھی نہیں معلوم ہوتی اور باطن میں اُسکے عیوب سننے سے راضی اور خواہش مند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے سمجھتا ہے۔ حاصل یہ کہ اسطرح کی باتیں خفیہ عیب ہیں داخل ہیں جنکو بجز دانا لوگوں کے اور کوئی نہیں دریافت کرسکتا اور نہ بدون زبردستوں کے کوئی بچ سکے ہم جیسے ضعیفوں کو اُسکے سمجھنا بہت دشوار ہے مگر اتنی بات ہے کہ ادنی درجہ آدمی کے لیے یہ ہے کہ اپنے عیوب کو سمجھے اور اُنکو برا سمجھکر اُنکی اصلاح میں کوشش کرے جب خدا تعالیٰ کسی انسان کی بہتری چاہتا ہے تو اُسکو اُسکے نفس کے عیب سوجھا دیتا ہے اور جو شخص اپنی نیکی سے خوش ہو اور بدی کو برا جانے توقع ہے کہ اُسکا حال اچھا ہو اور اُسکی اصلاح جلد ممکن ہے بہ نسبت اس مغرور کے جو اپنے نفس کو پاک سمجھے اور اپنے علم و عمل سے خدا پر احسان جتاوے اور گمان کرے کہ سب لوگوں سے بہتر میں ہی ہوں خدا تعالیٰ ہمکو غفلت و غرور سے پناہ میں رکھے اور اس بات سے بھی بچاوے کہ خفیہ عیوب کو پہچان کر اُنکی اصلاح نہ کریں یہانتک بیان منافقان لوگوں کا تھا جنھوں نے علوم ضروری کو حاصل کیا الا عمل کی بہت سے مثل میں کوتاہی کی۔ اب ہم اُن لوگوں کا غرور لکھتے ہیں جو علوم میں سے ایسے ہی علوم پر قانع ہیں ضروری نہیں اور علوم ضروریہ کو چھوڑ کر غیر ضروریہ ہی پر مغرور ہیں یا تو اس نظر سے کہ علم ضروری سے اپنے آپ کو بے پروا سمجھتے ہیں یا اس لحاظ سے کہ جو کچھ جانتے ہیں وہ اسی علم غیر ضروری میں جانتے ہیں۔ انہیں سے ایک فرقہ تو وہ ہے جو علم فتوی و حکومات اور خصومات کا اور تفصیل معاملات دنیوی کی جو خلق میں جاری ہوتے ہیں اسی کو سیکھتے ہیں اور فقہ کا نام خاص اسی علم کو دیتے ہیں اور اُسکو علم مذہب کہتے ہیں اور اُسکی تحصیل میں اکثر اعمال ظاہری اور باطنی کو ضائع کر دیتے ہیں نہ تو اعضاے ظاہری کے دیکھ بھال کرتے ہیں کہ اُنکی حفاظت کریں مثلاً زبان کو غیبت سے روکیں اور پیٹ کو حرام سے اور پاؤں کو بادشاہوں کے یہاں جانے سے اسیطرح سب اعضا کو اُنکے اعمال بد سے بچاویں اور دل کی حفاظت کریں کہ اُسکو کبر اور حسد اور ریا اور تمام مہلکات سے علیحدہ کریں تو ایسے لوگ دو وجہ سے مغرور ہیں اول باعتبار عمل کے دوم باعتبار علم کے عمل کے اعتبار سے تو وجہ غرور کی ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور یہ کہ ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار خود مرض کا علم کر اُسکو پڑھنا اور لوگوں کو بتانا شروع کرے بلکہ اُنکی مثال ایسی ہے جیسا کہ علت بواسیر یا ہیضہ یا ان کا روگ ہو اور اُسکے باعث قریب مرگ ہو جاوے اور حاجت اس مرض کے علاج اور دوا سیکھنے کی ہو اُسکی جگہ علاج استحاضہ کا سیکھے اور رات دن اسی کو پڑھتا رہے باوجودیکہ جانتا ہے کہ میں مرد ہوں مجھکو کبھی حیض یا استحاضہ نہ ہوگا لیکن یہ خیال کرتا ہے کہ یہ بیماری اکثر عورتوں کو ہوا کرتی ہے شاید کوئی مجھ سے علاج پوچھے اور یہ بڑی غلطی ہے اسیطرح فقیہ بیچارہ سے پر کبھی محبت دنیا اور اتباع شہوات اور حسد اور کبر اور ریا و تمام مہلکات غالب ہیں اور کیا بعید ہے کہ موت توبہ سے پہلے ہی آ دباوے اور اُسکی تلافی نہ کرنے پاوے اور خدا سے ایسے حال میں ملے کہ وہ اُسپر ناراض ہو پھر اگر یہ شخص اُنکا علاج تو نہ کرے اور مسائل سلم اور اجارہ اور ظہار اور لعان اور جراحات اور دیات اور دعوی اور گواہ اور حیض کے سیکھے جنکی طرف کبھی اُسکو حاجت نہو اور اگر کسی دوسرے کو حاجت بھی ہو تو اور مفتی بہت ہیں تو باوجود اسکے پھر ان مسائل کا سیکھنا اسی نظر سے ہے کہ اُسمیں جاہ و ریاست اور مال حاصل ہوتا ہے اور شیطان نے اُسکو مغالطہ دے رکھا ہے مگر اُسکو خبر نہیں کیونکہ اپنے دل میں یہ گمان کرتا ہے کہ میں اپنے دین کے فرض میں مشغول ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ اگر بالفرض اُسکی نیت بھی درست ہو اور جیسا کہتا ہے ویسا ہی ہو تب بھی فرض کفایہ میں مشغول ہونا اور فرض عین کو ادا نہ کرنا گناہ ہے اگر فقہ کو خدا ہی کے واسطے سیکھتا ہے تب بھی اپنے اعضاے ظاہری اور دل کے باب میں جو امور فرض عین ہیں اُنسے غافل ہے اور غرور باعتبار علم کے یہ ہے کہ اُسنے صرف علم فتاوی کی تحصیل کیا اور اُسی کو علم دین جانا علم قرآن و حدیث کو نہ سیکھا بلکہ بعض اوقات محدثین پر اعتراض کرتا ہے کہ یہ لوگ کچھ سمجھتے نہیں اخبار کے ناقل ہیں روایات کو یاد کر لیتے ہیں اور نیز علم تہذیب اخلاق اور علم معرفت جس سے خدا کی جلال و عظمت معلوم ہوتی ہے اور مورث خوف و ہیبت اور خشوع و مسکنت کا ہوتا ہے اور تقوی اور احتیاط کا باعث

اسکو بھی ترک کر دیا اور اسپر طرہ یہ ہے کہ بے خوف و مطمئن ہو کر خدا پر تکیہ ہے کہ خدا ہم پر ضرور ہی رحم کریگا کیونکہ ہم اسکے دین کے ستون ہیں اور اگر ہم علم فتاوی سیکھیں تو حرام حلال کیسے معلوم ہووین غرضکہ ایسا شخص علم مقصود وضروری کو چھوڑ بیٹھا ہے اور غلطی میں رہتا ہے وجہ اسکی غلطی کی یہ ہے کہ شرع میں تعریف اور تعظیم فقہ کی بہت سنی یہ نہ جانا کہ یہ کونسا فقہ ہے یعنی فقہ کی تعریف شرع میں ہے وہ وہ علم ہے جس سے خدا تعالی اور اسکے صفات کی جو باعث خوف ور جا ہین معرفت ہو اور اسکی عظمت دل پر ایسی غالب ہو کہ دل ہمیشہ خائف رہے اور تقوی کیا کرے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فے الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون اس سے معلوم ہوا کہ فقہ سے وہی علم مراد ہے جس سے خوف حاصل ہو اور وہ علم یہ نہیں ہو سکتا جسکو یہ مغرور فقہ سمجھا ہے اسواسطے کہ اس علم کا مقصود دعا وی کا بچانا اور شروط معاملات بجا لانا اور مالون سے بدنون کا محفوظ رکھنا اور قتل وغیرہ سے بچاؤ کرنا ہے جو لا بکہ مال خدا کی راہ میں صرف کرنے کی ہے اور بدن سواری اور علم مقصود یہ ہے کہ راہ سلوک کی معرفت ہو اور دل کی گھاٹیاں جنکو صفات مذمومہ کہتے ہین طے ہو جاویں کیونکہ بندے کے اور خدا کے درمیان یہی صفات حاجب ہین اگر کوئی انہین ملوث مرجاویگا تو خدا تعالی سے محجوب رہیگا پس جو شخص صرف فقہ ہی پر اقتصار کرے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی راہ حج میں چلنے کے عوض مشک اور موزہ سینے پر اکتفا کرے ہر چند اگر جیسے ہین نہون تو حج نہایت دشوار ہے مگر صرف انہین پر اکتفا کرنے سے تو نہ حاجی ہو سکتا ہے نہ راہ حج میں ہو سکتا ہے اور سینے آگی تفصیل باب علم میں لکھی ہے اور بعض لوگ ایسے عالمون میں سے صرف فقہ کے وہ مسائل جنہین خلاف ہو سیکھتے ہین اور سوا اسکے جدل طریق مجادلہ اور الزام طرف مقابل اور ساکت کرنے مخالف کے اور غلبہ و فخر کے لیے امر حق کو نہ ماننے کی اور کوئی بات نہیں سیکھتے تمام عمر انکو رات دن ارباب مذاہب کے جھگڑون اور اپنے ہمسرون کے عیوب کی تلاش رہتی ہے اور طرح طرح کے حیلے اور فقرے ایذا رسان ڈھونڈھتے رہتے ہین اس قسم کے لوگون کو انسان میں سے درندہ تصور کرنا چاہیے انکا مقصود و حاقت ہے اور علم کا قصد صرف اسلیے کرتے ہین کہ اقران وامثال پر فخر کے لیے کام آوے اور جس علم کی حاجت مباہات میں نہیں دیکھتے ہین مثلاً علم قلب اور صفات مذمومہ کو مٹا کر انکی عوض صفات محمودہ کو حاصل کر کے راہ خدا پر چلنا ایسے علمون کو حقیر جانتے ہین اور انکا نام چکنی باتین اور واعظون کی گفتگو رکھ چھوڑا ہے علم تحقیق انکے نزدیک وہی ہے جس سے دو بحث والون کے جدال کی تفصیل معلوم ہو۔ یہ لوگ پہلے فرقہ اہل فتوی سے بھی کچھ بڑھ بڑھ کر ہین اسلیے کہ وہ فرض کفایہ تو کرتے تھے یہ لوگ جس علم میں مصروف ہین وہ تو فرض کفایہ بھی نہیں بلکہ سب قانون جدال کی فقہ میں بدعت ہین اکابر سلف سے منقول نہیں باقی رہین دلیلین احکام کی سو وہ کتاب اللہ اور حدیث میں موجود ہین طریق مناظرہ اور اسکے حیلے سب بدعت ہین اور صرف اظہار غلبہ اور مخالف کے ساکت کرنے کے لیے ایجاد کیے گئے ہین تاکہ اصطلاح بحث ہو الغرض حاصل یہ کہ یہ فرقہ بھی مغرور ہے اور اسکا غرور اہل فتوی کی نسبت شدید اور قبیح ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم کلام اور مناظرہ اسلیے پڑھتے ہین کہ اہل بدعت سے لڑتے جھگڑتے رہین اور مخالفون کے جواب دین یہ لوگ بہت باتین لگے رہتے ہین کہ مخالفین کے اعتراضات کو ڈھونڈھیے اور طریق مناظرے کا اور انکے ساکت کرنے کا سیکھیے اسی غرض کے واسطے بہت سے اقوال مختلف یاد کر لیتے ہین اور ایسے لوگون کے بہت سے فرقے ہین انکا اعتقاد یہ ہے کہ آدمی کا کوئی عمل بدون ایمان کے نہیں ہوتا اور جبتک آدمی ہمارا مناظرہ نہ سیکھ لے اور علم کلام کی دلیلین ہر عقیدے کی نہ جانے جبتک ایمان صحیح نہیں ہوتا اور انکو یہ بھی گمان ہے کہ کوئی شخص ہم سے زیادہ خدا تعالی کو نہیں پہچانتا نہ اسکے صفات کا عارف ہے اور جو شخص ہمارے مذہب کا معتقد نہیں اور ہمارا علم نہیں جانتا وہ بے ایمان ہے اور ان میں کا ہر ایک فرقہ اپنی ہی طرف بلاتا ہے بہر حال اس قسم کے لوگ دو طرح کے ہین ایک گمراہ اور ایک حق پر گمراہ فرقہ تو وہ ہے جو خلاف حدیث کی طرف بلاتا ہے اور فرقہ محق وہ ہے جو سنت و حدیث کی طرف بلاتا ہے مگر غرور و مغالطہ دونون میں ہے فرقہ گمراہ میں تو اس جہت سے کہ اپنی گمراہی سے غافل رہے اور اپنے نفس کی نجات جانتے ہین

سمجھتے رہے اور اسطرح کی بہت جماعتیں ہیں کہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور وجہ انکی گمراہی کی یہ ہوئی کہ انھون نے اپنی رائے کو متہم نہ جانا
اور دلیلوں کی شرائط اور انکا طریق اول معلوم نہ کیا اسی جہت سے جو دلیل واقع میں تھی اسکو شبہہ سمجھ لیا اور جو اصل میں شبہہ تھا اسکو دلیل
مان لیا اور فرقہ محق کا غرور اس لحاظ سے ہے کہ انھون نے جدل اور بحث کو نہایت ضروری اور دین کی عمدہ ثواب کی چیزون میں سے جانا اور
اس بات کے قائل ہوے کہ جب تک کوئی بحث و تلاش ہماری سی نہیں کرے گا تب تک اسکا دین پورا نہوگا اور یہ کہ جو شخص خدا و رسول کو بدون کسی بحث
و دلیل کے سچا جانے وہ مومن یا کامل الایمان نہیں نہ خدا کے نزدیک مقرب اور اسی گمان فاسد سے انھون نے اپنی تمام عمر تحصیل جدل اور مقالات
اور مزخرفات اور اعتراضات اہل بدعت میں بسر کی اور نفسون اور دلون کی خبر نہ لی یہانتک کہ وہ ایسے اندھے ہو گئے کہ گناہ ظاہری اور خطای
باطنی کو نہ دیکھ سکے سبحان اللہ انکا یہ قول ہے کہ جدل و بحث میں مصروف رہنا افضل اور اولی ہے موجب قرب الٰہی ہے گرچہ نکہ غلبہ اور ریا کی لذت
اور مخالفین کے الزام دینے کا مزا اور اپنی دانست میں حمایت دین خدا کی بُرائی دل میں سمائی ہوئی ہے اسلیے چشم بصیرت نہیں ورنہ قرن
اول کا حال دیکھتے کہ جنکی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ لوگ تمام خلق سے بہتر ہیں انھون نے بہت سے اہل بدعت
اور ہوا دیکھے مگر اپنی عمر اور دین کو نشانہ تیر خصومت و جدال نہ بنایا اور اپنے دلون اور اعضا کے تجسس ہی سے اس بحث و تکرار کی فرصت نہ لی
بلکہ کبھی گفتگو تک نہ کی ہان جبکہ بہ حاجت یا آثار قبول کے دیکھے وہان کچھ بقدر حاجت کہدیا جس سے گمراہ کو اپنی گمراہی معلوم ہو جاوے اور جب
کسی گمراہ کو گمراہی پر اصرار کرتے دیکھا تو اس سے روگردانی کی اور چھوڑ دیا اور خدا کے لیے اس سے بغض رکھا یہ نہ کیا کہ اس تمام عمر بحث و مشقت
رکھی ہو بلکہ انکا بر سلف کا قول ہے کہ سنت کی طرف بلانا امر حق ہے اور یہ بھی مسنون ہے کہ اس بلانے میں جدل نہ کیا جاوے چنانچہ ابو امامہ باہلی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس قوم کو ہدایت عنایت ہوتی ہے وہ گمراہ نہیں ہوتی جب تک کہ جدل
ان میں نہ پیدا ہو۔ اور ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضہ کے پاس تشریف لائے تو وہ جھگڑے اور خصومت میں مصروف تھے
آپ کو اسقدر غصہ ہوا کہ مارے غصہ کے منہ سُرخ ہو گیا گویا چہرۂ مبارک میں انار کے دانون کی سُرخی دکھتی تھی اور اسوقت یہ فرمایا الہٰذا امرتم اہٰذا
امرتم ان تضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض انظروا الی ما امرتم بہ فاعملوا و ما نہیتم عنہ فانتھوا غرض صحابہ رضہ کو جدال سے منع فرمایا حالانکہ صحابہ
اور جدال میں سب سے زیادہ بہتر تھے پھر انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باوجودیکہ تمام اہل ملت والون پر مبعوث ہوئے
تھے مگر کبھی کسی ملت والون کے پاس مجلس مجادلہ میں اسواسطے نہیں بیٹھے کہ کسی کو الزام دیجیے یا ساکت کیجیے یا کسی حجت کی تحقیق یا کسی
اعتراض کا جواب یا خود اپنی طرف سے اعتراض کیجیے البتہ آپنے مجادلہ صرف تلاوت قرآن سے فرمایا جو ان لوگون پر نازل ہوا تھا زیادہ
بحث نہین کی کیونکہ زیادہ گفتگو سے انکا دل پریشان ہوتا اور طرح طرح کے اعتراضات و شکوک واقع ہوتے کہ پھر دل سے محو نہین ہو سکتے تھے
اور یہ بات نہین کہ خدانخواستہ آپ انکے مجادلے سے عاجز تھے اور قیاس کے دقائق سے ناواقف یا اپنے اصحاب رضہ کو کیفیت جدل و الزام
کی تعلیم نہ کر سکتے تھے مگر اصل یہ ہے کہ دانا اور اہل احتیاط مجادلے پر فریفتہ نہین ہوتے انکا یہ قول تھا کہ اگر تمام روے زمین کے لوگ نجات
پاوین اور ہم ہلاک ہون تو انکی نجات سے ہمین کیا فائدہ اور اگر ہم نجات پاوین اور وہ ہلاک ہو جائیں تو ہمکو انکے ہلاک ہونے سے کچھ ضرر نہین
اور پھر مجادلہ اتنا چاہیے جتنا صحابہ رضہ کو یہود و نصاریٰ سے اور دوسری ملت والون سے ہوا انھون نے کچھ اپنی تمام عمر انکی مجادلات کی
تحریر میں ضائع نہین کی کہ ہم بھی ویسا ہی کرین اور اس بات سے غافل رہین جو ہمارے فقر و فاقہ کے دن کام آوے علاوہ ازین جس
بات میں کہ ہمیں غلطی کا بھی امکان ہے اور خطا سے مامون نہین اسمین ہم کیون خوض کرین پھر ہم دیکھتے ہین کہ بدعتی کے ساتھ اگر بحث کرو
تو وہ بحث کے باعث بدعت نہین چھوڑتا بلکہ تعصب اور خصومت سے اسکی بدعت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اسصورت میں ہمکو ان مخالفون کے
ساتھ بحث و تکرار کی نسبت یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس پر کوشش کرین اور اسی سے بحث و تکرار رکھین تاکہ وہ دنیا کو آخرت کے واسطے چھوڑدے

اور یہ ایسے حال مین ہو کہ فرض کرلین کہ ہمکو جدل و خصومت سے ممانعت نہین ہوئی اور جس حال مین کہ ممانعت اس سے وارد ہے تو جدال سے کسی کو سنت کی طرف بلانا گویا ایک سنت کا تارک ہو کر دوسرے کا طالب ہونا ہو تو بطریق اولے ہمارے حق مین یہی بہتر ہو کہ اپنے نفس کے درپے ہو کر اسکے صفات کو دیکھین کہ کون سی کو اللہ پسند کرتا ہو اور کسکو ناپسند پھر اسکے محبوب صفات کو اختیار کرین اور مبغوض سے کنارہ پھیرین اور ایک فرقہ اور ہو جو وعظ و نصیحت مین مصروف رہتے ہین اور ان سب مین اعلیٰ رتبہ ان لوگون کا ہو جو اخلاق نفس اور صفات قلبی یعنی خوف و رجا اور صبر و شکر اور توکل اور زہد اور یقین و اخلاص و صدق وغیرہ کی خوبیان لوگون کو سناتے ہین اور انکو یہ دھوکا ہو کہ از انجاکہ ہم ان صفات کو بیان کرتے ہین اور لوگون کو انکی تعلیم کرتے ہین تو ہم اول ان صفات کے متصف ہین حالانکہ خدا کے نزدیک ان مین ان صفات کا وجود نہین ہوتا اور اگر تھوڑی بہت کوئی صفت ہو تو ہر ایک عام مسلمان مین بھی کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہو انکو کیا ترجیح ہو مگر غرور انکا بڑا سخت ہو کیونکہ یہ اپنے نفس پر بہت تعجب کرتے ہین انکو یہ گمان ہو کہ جتنا ہمنے جس علم مین تبحر اور استعداد پیدا کی ہم اتنی ہی وہ چیز ہم مین باعث کمال ہوئی مثلاً ہمنے محبت مین تبحر پیدا کیا تو محبت الٰہی ہم مین ہوئی اور اخلاص کے دقائق کو سمجھا تو مخلص ہو گئے اور خفیہ عیب نفس کے پہچانے تو انسے بری ہو گئے اور اگر ہم مقرب الٰہی نہوتے تو خدا تعالےٰ ہمکو معنی قرب و بعد کے کیون بتاتا اور علم سلوک الی اللہ اور کیفیت سیر راہ کے منازل طے کرنے کی ہمکو کیون معلوم ہوتی غرض اسطرح کا عالم بیچارہ ایسے ایسے خیالات خام سے جانتا ہو کہ مین خائف ہون حالانکہ دراصل بیخوف ہو اور جانتا ہو کہ مین رجا رکھتا ہون اور دراصل مین غرور رکھتا ہو اور اپنی دانست مین راضی بقضائے الٰہی ہو مگر حقیقت مین نہین اور یہ سمجھ خود متوکل ہو لیکن واقع مین عزت و جاہ و مال و اسباب پر تکیہ رکھتا ہو اور اپنے گمان مین مخلص ہو اور در واقع ریاکار ہو بلکہ اگر اخلاص کا وصف بیان کرتا ہو تو اثناے بیان مین اخلاص نہین کرتا اسیطرح ریا کا ذکر کرتا ہو تو وہ بھی خالی از ریا نہین ہوتا اسوسطے کہ اسکی مراد یہی ہو کہ لوگون کا میری طرف یہ اعتقاد ہو جاوے کہ اگر یہ شخص مخلص نہوتا تو اتنے دقائق ریا کے کہان سے سوچتے اور زہد دنیا کا بیان بھی اسی لیے کرتا ہو کہ اپنے آپ شدت سے اسکا حریص ہو غرضکہ بظاہر لوگون کو اللہ کی طرف بلاتا ہو اور خود اس سے بھاگتا ہو اورون کو خوف خدا دلاتا ہو آپ مامون ہو دوسرون کو یاد الٰہی کو کہتا ہو خود بھولا ہوا ہو غیرون کو خدا سے قریب کرتا ہو اور اپنے آپ دور ہوتا ہو ترغیب اخلاص کی دیتا ہو اور خود غیر مخلص ہو صفات مذمومہ کی مذمت کرتا ہو اور اپنے آپ انسے موصوف ہو لوگون کو خلق سے روگردان کرتا ہو اور آپ سب سے زیادہ اسکا حریص ہو جس جگہ بیٹھکر لوگون کو خدا کی طرف بلاتا ہو اگر وہان کوئی نہ بیٹھنے دے تو جہان اسپر باوجود وسعت کے تنگ ہو جاوے کہتا ہو کہ میری غرض خلق کی اصلاح ہو لیکن اگر کوئی اسکا ہمسر ایسا ہو کہ خلق اسکے پاس جاوے اور اسکے ہاتھون بہتری کو پہونچے تو غم اور حسد کے مارے جل جاوے اور اگر اسکے سامنے کوئی شخص کسی کی اسکے ہمسرون مین سے تعریف کرے تو تمام خدائی سے اسکو برا سمجھے تو اس قسم کے لوگون کو بڑا غرور ہو اور انکا آگاہ ہونا اور راہ راست پر آنا بھی دشوار ہو کیونکہ اچھے اخلاق کی ترغیب اور اخلاق بد کی نفرت جب ہوتی ہو جب ان اخلاق کے آفات اور فوائد سے واقفیت ہو اور ان لوگون کو اگرچہ انپر وقوف ہوا مگر مفید نہوا کیونکہ خلق کو راہ راست بتلانے کی محبت نے انکو عمل سے روک دیا پھر کس چیز سے انکا علاج کیا جاوے اور کون سی چیز سے انکو ڈرایا جاوے ڈرانے والی باتین تو وہ خود لوگون کے سامنے ذکر کرتے ہین مگر خود خوف نہین کرتے ہان اتنی بات ہو سکتی ہو کہ انکو جو دعویٰ ہو کہ ہم سب عمدہ اخلاق سے موصوف ہین تو اسکا امتحان انکو بتلا دیا جاوے کہ اسپر اپنے نفسون کا تجربہ کر لین وہ یہ ہو کہ مثلاً انکو دعویٰ محبت الٰہی کا ہو تو سوچین کہ ہمنے خدا کی محبت کے باعث کون سی دنیا کی محبوب چیزین چھوڑ دین ہین اور خوف الٰہی کا جو دعویٰ ہو اس خوف سے کون سی چیزون سے باز رہے ہین اور زہد کا جو دعویٰ ہو تو قدرت پا کر کون سی چیز خدا کے واسطے ترک کی ہو اور خدا کے ساتھ انس کا دعویٰ ہو تو بتاوین کہ تنہائی کبھی اچھی معلوم ہوئی ہو اور خلق کے دیکھنے سے نفرت ہوئی ہو ان امور مین سے کچھ بھی نہین ہوا بلکہ جب مریدون کو حلقہ باندھے گرد دیکھتے ہین

تو دل میں حلاوت کامل پاتے ہیں اور اگر تنہا ہو کر خدا کے واسطے بیٹھیں تو وحشت ہوتی ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ کہیں محب کو اپنے محبوب سے بھی وحشت ہوتی ہے اور اسکے سوا دوسروں سے الفت ۔ حاصل یہ کہ دانا لوگ تو اپنے نفسوں کا امتحان ان صفات سے کرتے ہیں اور طالب صفات حقیقی کے ہوتے ہیں یہ نہیں کہ صرف ظاہر کی بنا و سٹ پر قانع ہو جاویں بلکہ خدا سے عہد مستحکم کرتے ہیں اور ظاہر و باطن یکسان کرتے ہیں اور جو لوگ مغالطے میں ہیں وہ اپنے نفسوں کو اچھا جانتے ہیں مگر قیامت کو حال کھلیگا تب فضیحت ہونگے بلکہ دوزخ میں ڈالے جاوینگے اور آگ انکی بکل جائیگی اور انکو اسی طرح چکر دینگے جیسا گدھا چکی پھراتا ہے چنانچہ اس مضمون کی حدیث اوپر گذری اور یہ حال اسلیے ہوگا کہ خود نصیحت دیگر سے نصیحت کو اپنا دستور العمل کیا تھا اور وجہ ان لوگوں کے مغالطے کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دلوں میں کسی قدر اصول ان اشیا یعنے محبت و خوف خدا اور رضا بالقضا کے پاتے ہیں اور پھر ان امور میں منازل عالیہ کے بیان کرنے کی قوت بیانیہ ان میں ہوتی ہے تو انکو یہی گمان ہوتا ہے کہ ہم جو مدارج محبت و خوف الہی کے بیان کر سکتے ہیں اور ہمکو خدا نے تعالے نے انکا علم دیا ہے اور لوگوں کو ہمارے کہنے سے نفع ہوتا ہے یہ سب اسی جہت سے ہیں کہ ہم ان اوصاف سے موصوف ہیں اور انھوں نے یہ نہ سمجھا کہ ماننا کلام کا ہوتا ہے اور کلام معرفت اور زبان کے جاری ہونے سے ہوتا ہے اور معرفت سیکھنے سے ہوتی ہے تو ان باتوں میں سے کسی سے یہ نہیں لازم آتا کہ بولنے والا ان صفات کیساتھ موصوف بھی ہو اور عالم لا انہا میں اور اسیطرح کے عالم میں کیا فرق ہے محبت و خوف ناآمین صرف قدرت بیانی البتہ اس عالم میں ہے اس سے کام نہیں رہا بلکہ کیا عجب ہے کہ اس قدرت کے باعث زیادہ تر بیخوف ہوا اور خلق کی طرف مائل ظاہر کرے اور دل میں محبت الہی برائے نام رہ جاوے انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار مرض کو اور دوا کو اور صحت اور شفا کو بہت فصاحت سے بیان کرسکے کہ دوسرے مریض ذکر کرنے کو اور نہ اسباب و علامات صحت و مرض کے اور نہ درجات و اصناف مرض اور دوا کے بیان کر سکیں یہ سب کچھ کہہ سکتا ہے تو اس کہنے سے بیمار ہی میں کیا فرق ہو گا وہ اور بیمار رہیں ویسا ہی یہ بھی ہے فرق صرف علم میں ہے کہ اصطلاحات طبی سے واقف ہے پس صرف صحت کی تعریف جاننا اور اپنے آپ کو تندرست سمجھنا عین جہالت ہے اسیطرح محبت و خوف الہی اور توکل اور زہد اور سب صفات کا جاننا اور چیز ہے اور انکے ساتھ متصف ہونا اور چیز جوان دونوں کو ایک سمجھے وہ بڑی غلطی میں ہے ۔ یہ حال ان واعظوں کا ہے جنکے بیان میں کچھ عیب نہیں یعنی طریق انکے وعظ کا ایسا ہی ہے جیسا قرآن و حدیث اور حضرت حسن بصری رح وغیرہم کے وعظ کا ڈھنگ ہے اور ایک فرقہ اور ہے جنہوں نے واعظ کے طریق و آئین سے عدول کیا ہے اور اب کے سب واعظ اسیطرح کے ہیں شاذ شاذ و نادر جنکو خدا نے تعالے نے بچایا ہے ایسے ہوں مگر ہم کسی کو نہیں جانتے شاید اطراف بلاد میں کہیں ہوں اس قسم کے واعظوں کا یہ دستور ہے کہ لوگوں کو اجنبی بات سنانے کے واسطے بہت سی جھوٹی سچی باتیں بے سروپا اور ایسے کلمات جو قانون عقل و شرع سے خارج ہوں بیان کرتے ہیں اور بعض لوگ الفاظ مزین اور مسجع کہتے ہیں اور ذلیل ہیں اشعار وصال اور فراق کے پڑھتے ہیں اس غرض سے کہ انکی وعظ میں لوگ بہت سا بجنیں اور حال کریں گو اغراض فاسدہ ہی کے لیے ہو تو ایسے لوگ انسانوں میں شیطان ہیں خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا سیدھا راستہ چھوڑ دیا پہلے فرقے نے گو اپنے نفسوں کی اصلاح نہ کی تھی دوسروں کی تو اصلاح کی تھی وعظ اور کلام صحیح صحیح بیان کیا تھا یہ لوگ تو خلق کی راہ مارتے ہیں کہ انکو بھی اللہ پر مغرور کیے دیتے ہیں اور اسکا نام رجا بتلاتے ہیں انکے وعظ سے خلق کو زیادہ تر جرات گناہوں کی ہوتی ہے اور دنیا کی رغبت بڑھتی ہے خصوصاً اس حال میں کہ واعظ آپ کپڑے اور سواری وغیرہ سے آراستہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسکی ہیئت سراپا دلیل ہے اس بات کی کہ شدت سے حرص دنیاوی رکھتا ہے تو یہ مغرور جتنی خرابی اپنے وعظ سے کرتا ہے وہ اصلاح کی نسبت زیادہ ہے بلکہ تامل دیکھو تو اصلاح کچھ بھی نہیں بہتوں کو گمراہی کرتا ہے اور ہر اسکے مغرور ہونے کی ظاہر ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو صرف زاہدوں کے کلام اور انکے اقوال مذمت دنیا میں جوں کے توں یاد کر لیتے ہیں اور بدون انکے معنے سمجھنے کے اوروں سے کہتے ہیں بعضے تو منبروں پر چڑھ کر بیان کرتے ہیں اور بعضے مسجدوں میں اور بعضے بازاروں میں اپنے

ساتھیون کو سُناتے ہین اور اُن مین سے ہر ایک کو یہی گمان ہی کہ جب ہم مین اور بازاریون اور سپاہیون مین اتنا فرق ہوگیا کہ ہمکو یہ اقوال زاہدون اور اہل دین کے یاد ہین اور ان دونون کو نہین تو اسقدر سے ہمارا مطلب حاصل ہی اور مغفرت الٰہی ہمارے حال کے شامل اور عذاب اخروی سے بھی مامون رہینگے گو اپنے ظاہر و باطن کو گناہ سے نہ بچا دین غرضکہ نجات کے واسطے اُنکے نزدیک یاد کرنا کلام اہل دین کا کافی ہی اور اس فرقے کا غرور اس سے پہلے فرقے کی نسبت بھی ظاہر تر ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو اپنے اوقات علم حدیث کے سننے اور بہت سے روایات کے جمع کرنے اور اونچے اونچے اسناد کی جستجو کرنے مین بسر کرتے ہین ایسے عالم کی ہمت اسی مین مصروف رہتی ہی کہ شہرون مین گشت کرے اور بہت سے محدثین سے استفادہ کرے تاکہ یہ کہہ سکے کہ مجھکو روایت فلان فلان شخص سے ہی اور جو سند میرے پاس ہی وہ اور کسی کے پاس نہین ان لوگون کا مغالطہ کئی وجہ سے ہی ایک تو یہ کہ ان لوگون کا حال ایسا ہی جیسا کہ کوئی کتابین اپنی بغل مین لیے پھرے کہ ایسے پھرنے سے کچھ عالم نہین ہوجاتا اسیطرح یہ لوگ بھی معانی سنت کی طرف اپنی توجہ نہین کرتے بجز نقل کے اور کچھ نہین جانتے اور بزعم خود اسی قدر کو کافی سمجھتے ہین حالانکہ اُنکا علم ناقص ہی دوسری وجہ یہ کہ جب معانی حدیث کے نہ سمجھینگے تو اُسپر عمل کیسے کرینگے اور بعضے احادیث کو سمجھتے بھی ہین اور عمل نہین کرتے تیسری وجہ یہ کہ اس بہانے سے وہ علم جو اُنپر فرض عین ہی یعنے معرفت علاج قلب کی اُسکو چھوڑ دیتے ہین اور سندون کی کثرت کرنے اور اُنمین سے اونچی سند کی تحصیل مین مصروف رہتے ہین حالانکہ اُن مین سے اُنکو کسی چیز کی حاجت نہین چوتھی وجہ جسپر کہ اس زمانے کے لوگ کرتے ہین یہ ہی کہ حدیث شریف کے سننے کے لیے جو جو شرط چاہیئے اُسکو بھی بجا نہین لاتے اور یہ امر ضروری ہی اسواسطے کہ صرف سننے سے اور کوئی فائدہ نہین تو الفاظ حدیث کے معین ہونے کا تو فائدہ ہی جب الفاظ معین ہوجاوین تب اُسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اور سمجھنے کے بعد عمل ہوتا ہی اسیطرح بترتیب پانچ چیزین ہوتی ہین اول سننا پھر سمجھنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا پھر اُسکو دوسرون مین منتشر کرنا - ان لوگون نے ان پانچ باتون مین سے صرف سننے پر قناعت کی اور سننا بھی جیسا چاہیے ویسا نہ کیا مثلاً کوئی لڑکا کسی شیخ کی مجلس مین حاضر ہو کہ وہان درس حدیث کا ہو رہا ہی اور اُستاد تو سوتے ہین لڑکا کھیل مین مصروف ہی باوجود اسکے اُس لڑکے کو سند حدیث کے سننے کی ملجاتی ہی جب وہ بڑا ہوتا ہی تو اس بات کے درپے ہوتا ہی کہ کوئی مجھسے آکر سُنے اور اگر کوئی بالغ مجلس حدیث مین جاتا ہی تو وہ بھی اکثر غافل ہوکر کان نہین دھرتا خواہ باتین کرنے لگتا ہی یا لکھنے مین مشغول ہوتا ہی یہانتک کہ اُستاد جو حدیث بیان کر رہا ہی اگر کچھ الفاظ مین تغیر یا تصحیف کردے تو اُسکو خبر بھی نہو اور نہ اُسکو پہچانے اور یہ سب باتین غرور و جہالت کی ہین اسلیے کہ اصل حدیث کے باب مین یہ ہی کہ اُسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنے اور جیسا سنے ویسا یاد رکھے اور جسطرح یاد ہو اُسیطرح روایت کرے یعنے روایت بعد حفظ کے ہوتی ہی اور حفظ بعد سننے کے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا نہوسکے تو صحابہ یا تابعین سے سُنے اُنسے سننا بھی ایسا ہی جیسا آنحضرت سے یعنے غرض سننے سے یاد کرنا ہی تاکہ جون کی تون دوسرون سے بیان کرے اور یاد کرنا بھی اسیطور پر ہو کہ جیسا سُنا ویسا ہی یاد کیا یہانتک کہ ایک حرف کی تبدیل نہونے پاوے اور اگر کوئی شخص اُسمین کچھ تبدیل کردے یا خطا کرے تو حفظ کرنے والے کو اُسکی غلطی معلوم ہوجاوے پھر حفظ حدیث کے دو طور ہین ایک تو یہ کہ دل ہی دل مین ہمیشہ یاد کرے اور دوسرا ایسا کرے جیسے اپنے اور روزمرہ کے حالات مین کان پڑی باتین یاد کرلیتے ہین دوسرے یہ کہ جیسا سنے ویسا لکھ لیوے اور نہایت صحت کے ساتھ لکھے اور اس نوشتہ کی حفاظت کرے کہ کسی دوسرے کا ہاتھ اُسکو نہ لگے اور حفاظت خواہ اپنے ساتھ رکھنے سے یا اپنی تحویل مین رکھنے سے کرے کیونکہ اگر دوسرے کے ہاتھ وہ کتاب پڑیگی کیا عجب ہی کہ اُسمین کچھ تغیر ہوجاوے اور چونکہ خود اُسکی حفاظت نہین کی تھی تو یہ معلوم بھی نہوگا کہ کسی دوسرے نے اسمین کچھ بدل دیا غرض حفظ حدیث کی یہی دو صورتین ہین یا تو دل مین محفوظ ہو یا کتاب مین لکھی ہوئی ہو کہ جب اُسکو دیکھین تو جو کچھ اُستاد سے سُنا ہی اُسکا دھیان آجاوے اور اُسمین تبدیل و تحریف کا خوف نہ رہے پس

جس صورت مین کہ مثلاً تمنے حدیث نہ دل مین یاد کی نہ کتاب مین لکھی اور صرف ایک مبہم آواز کان مین ڈالکر اُستاد کے پاس سے مفارقت کی اور اتفاقاً اُسی اُستاد کی وہی کتاب حدیث کہین نظر پڑی جسمین احتمال ہی کہ شاید کچھ تبدیل ہوگئی ہو یا تمنے اور روایت سنی ہو اور اُسمین دوسری طرح ہو تو تم یہ نہین کہہ سکتے کہ ہمنے یہ کتاب اُستاد سے پڑھی ہی کیونکہ تمکو یہ تو معلوم ہی نہین کہ جو کچھ تمنے سنا ہی وہ اس کتاب کے موافق ہی یا مخالف شاید تمھارا سننا اُس سے ایک ہی دو کلمے مین مختلف ہو بہر صورت تمھارے پاس کوئی قطعی دلیل نہین جس سے اختلاف پہچان سکو یا قطعی پڑھنا ثابت کرو کیونکہ نہ خود تمکو دل مین یاد ہی نہ تمنے اُستاد کا مقولہ صحیح صحیح لکھ رکھا ہے تو بدون ان دونون باتون کے کیسے کہہ سکتے ہو کہ ہمنے یہی سُنا ہی حالانکہ خداے تعالے فرماتا ہی وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اِس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اِس زمانے مین مدعی ہین کہ ہمنے فلانی کتاب فلان اُستاد سے پڑھی ہی اگر اُن مین یہ شرط مذکورہ بالا موجود نہین تو اُنکا دعوی جھوٹا ہی اور کمتر درجہ سننے کی شرط کا یہ ہی کہ تمام و کمال کتاب کان پر ایسی طرح گذرے جو کچھ یاد بھی ہو تی جاوے کہ اگر بالفرض اُسمین کچھ تبدیل ہو تو فوراً معلوم کر لے اور جب یہ صورت جائز رکھی کہ خواہ لڑکا ہو یا غافل یا سوتا یا لکھتا سب کے سب پڑھنے مین داخل کیے جاوین تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شیرخوار یا مجنون مجلس حدیث مین ہو تو اسکا سننا بھی معتبر چاہیے بالغ ہونے کے بعد خواہ ہوش مین آنے کے پیچھے اُنسے اور لوگ سند کرین حالانکہ یہ امر سب کے نزدیک ناجائز ہی اُسکا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ شیرخوار تو بات کو نہ سمجھتا ہی اور نہ یاد کرتا ہی اسلیے اُسکا سننا بھی معتبر نہین تو ہم کہتے ہین کہ جو لڑکا کھیل رہا ہی اور غافل آدمی جو لکھنے مین مشغول ہی وہ کب سمجھتا اور یاد کرتا ہی اور اگر کوئی جاہل جرأت کرکے کہے کہ شیرخوار لڑکے کا سننا بھی جائز ہی تو اُسکے الزام کو کہنا چاہیے کہ پھر پیٹ کے بچے کا سننا بھی معتبر ہونا چاہیے اور اگر وہ یہ فرق نکالے کہ پیٹ کا بچہ آواز نہین سنتا اور شیرخوار سنتا ہے تو یہ فرق مفید نہین اسواسطے کہ غرض تو بیان حدیث سے ہی کچھ آواز کے سننے سے نہین دوسرے دن سے جب کہیگا جب حدیث نقل کریگا آواز کی سماعت سے کچھ سروکار نہین اسطرح کے سننے والے کو چاہیے کہ جب بالغ ہو تو اتنی ہی بات کہے کہ مین نے بڑا ہو کر یون سُنا ہی کہ لڑکپن مین ایک ایسی مجلس مین حاضر ہوا تھا جسمین حدیث ہوا کرتی تھی اور اُنکی آواز مجھتک پہونچتی تھی گر مین نہین جانتا کہ وہ کیا تھی تو اسمین تو شک نہین کہ سب کے نزدیک اسطرح کی روایت ناجائز ہی اور جسقدر اسمین کچھ زیادتی کریگا وہ صریح جھوٹ ہوگا۔ اور اگر بالفرض کسی ترکی شخص سے حدیث سننا جائز ہو جو عربی سے محض ناواقف ہی تب البتہ سننا طفل شیرخوار کا بھی معتبر ہو سکتا ہی کہ صوت مبہم دونون کو پہونچتی ہی اور یہ نہایت بعید ہی علاوہ ازین ماخذ سماع کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ آپ فرماتے ہین نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا اب ہم پوچھتے ہین کہ جس شخص کو یہ خبر نہین کہ کیا سنا ہی وہ ادا کسطرح کریگا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بڑی غلطی ہی اور اسمین اس زمانے کے لوگ مبتلا ہین اگر لوگ احتیاط و جستجو کرین تو ایسے ہی شیخ ملینگے جنھون نے لڑکپن مین ایسی ہی غفلت کے ساتھ حدیث کو سُنا ہوگا مگر چونکہ محدثین کو جاہ و قبول اسمین حاصل ہی اسواسطے بیچارون کو یہ ڈر ہی کہ سننے مین یہ شرط لگانے سے کہین حلقہ کم نہو جاوے اور جاہ مین خلل پڑے اور نیز حدثین جو اس شرط سے سُنی ہونگی وہ بھی کم ہو جاوینگی بلکہ کیا عجب ہی کہ اسطرح کی کوئی بھی نہ نکلے تو فضیحت ہونا پڑے اسواسطے یہ اصطلاح ٹھہرالی کہ حدیث کے سننے مین صرف یہی شرط ہی کہ آواز سنے گو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اسمین کیا بیان ہی حالانکہ اس باب مین انکا قول معتبر نہین کیونکہ سماع کی تعریف داخل انکے علم مین نہین یہ امر متعلق علماے اصول فقہ سے ہی ہمنے جو شرائط لکھے ہین وہ اصول فقہ کے قانون کے بموجب صحیح ہین غرض یہ کہ اُن لوگون کا مغالطہ یہ ہی اور اگر بالفرض احادیث کو کہ شرائط کے ساتھ ہی سیکھین تب بھی مغرور ہین اسلیے کہ صرف حدیث کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین اور روایات کے جمع کرنے مین عمر ضائع کرکے ضروریات دین اور معرفت معانی حدیث سے غافل رہتے ہین یہ نہین سمجھتے کہ مقصود علم حدیث سے یہی سلوک راہ آخرت ہی اور کیا عجب ہی کہ اسکے لیے ایک ہی حدیث عمر بھر کو کافی ہو چنانچہ بعض اکابر سے مروی ہی کہ وہ ایک مجلس حدیث مین حاضر ہوے اول حدیث جو شیخ نے پڑھی یہ تھی مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ

ترک کیا الا الیقین وہ بزرگ اس حدیث کو سنکر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھے اسی قدر کافی ہے پہلے اتنا ہولوں تو دوسری سنونگا پس جو لوگ غرور سے بھاگتے ہیں ہم انکا سننا ایسا ہوتا ہی اور ایک فرقہ اور ہے جو علم نحو اور شعر اور لغت میں مشغول ہوکر مغالطے میں پڑے اور اپنی دانست میں مغرور ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ دین کا مدار کتاب اللہ اور حدیث پر ہے اور ان دونوں کا مدار علم نحو اور لغت پر ہی اسی وجہ سے اپنی عمر دقائق اور نحو اور فن شعر اور معرفت لغت میں تلف کرتے ہیں اور انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنی تمام عمر خوشخطی کی تحصیل میں ضائع کرے اور کہے کہ علوم چونکہ بدون لکھے یاد نہیں رہتے اسواسطے لکھنا اچھی طرح سیکھنا اور خوشخط ہونا ضروری ہے اور اگر عقل ہو جانے کہ اصل خط اور املا ضروری کا سیکھنا کافی ہے اسقدر چاہیے کہ پڑھا جاسکے اور زیادہ مقدار کافی سے تجاوز کرنا ہے اسی طرح ادیب بھی اگر تامل کرے تو جان لے کہ لغت عربی مثل لغت ترکی کے ہے جو اپنی عمر لغت عربی کی تحقیق میں ضائع کرے وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو لغت ترکی خواہ ہندی کی تحقیق میں دن تلف کرے فرق صرف اتنا ہے کہ احکام شریعت زبان عربی میں ہیں تو عربی کے لغت کا اتنا ہی علم کافی ہے جس سے احادیث و قرآن کے الفاظ معلوم ہو جاویں اور اسی قدر نحو کا سیکھنا بھی کافی ہے جس سے حدیث و قرآن کے معنی کو تعلق ہو الا اگر اسمیں اتنا تعمق اور مشغولی کرے کہ کسی حد پر بس نہ کرے تو محض فضول ہے جسکی کچھ حاجت نہیں پھر اگر انھیں علوم پر اکتفا کرکے معانی و احکام شرعی سے باز رہے اور عمل نہ کرے تو شدت سے مغرور ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی عمر صرف قرآن کے مخارج حروف کی تصحیح میں بسر کرے اور اسی پر کفایت کرے تو ظاہر ہے کہ یہ غلطی ہی ہے اسلیے کہ مقصود حروف سے معانی ہیں حروف بمنزلہ ظروف اور آلہ کے ہیں پس جس شخص کو دفع صفرا کے لیے سکنجبین پینے کی حاجت ہو اور وہ اپنی عمر اس پیالے کی درستی میں صرف کرے جسمیں پینا منظور ہے تو ایسا شخص مغرور و جاہل ہے اسیطرح اہل نحو اور لغت والوں اور ادیبوں اور قاریوں کا غرور سمجھنا چاہیے اگر وہ ان علوم میں ایسے مستغرق ہوں کہ جو علوم انپر فرض عین ہیں انکو نہ سیکھیں خلاصہ یہ کہ سب میں عمدہ مغز تو عمل ہے اور عمل کا جاننا بمنزلہ پوست کے ہے اور یہ بھی باعتبار اور چیز کے جو اسکے اوپر ہی مغز ہے یعنی معرفت عمل کے اوپر کا پوست الفاظ کا سننا اور اسیطرح یاد کرنا ہے اور یہ بھی باعتبار اپنے اوپر کی چیز کے مغز ہے اور اپنے اندر کی چیز کے پوست ہے اسکے اوپر کی چیز معرفت علم لغت و نحو ہے اور سب سے اوپر کا پوست مخارج حروف ہیں اور جو شخص کہ ان پوستوں میں سے کسی پر قانع ہے وہ مغرور ہے لیکن اگر ان پوستوں کو ذریعہ اور سیڑھی نیل مرام کی سمجھے اور ہر ڈنڈے پر بقدر حاجت چڑھ کر آگے بڑھ جاوے یہانتک کہ مغز عمل اور اصل مقصود کو پہونچ جاوے تو ایسا شخص اپنے دل اور جوارح سے واقع میں حقیقت عمل کا طالب ہے اور نفس سے بھی یہی کام لیتا ہے اور اعمال کی درستی اور انکو آمیزش آفات سے صاف کرنے میں عمر بسر کرتا ہے اور تمام علوم شرعیہ میں مخدوم اور مقصود بھی یہی بات ہے اور سب علوم اسکے خادم اور وسیلے اور پوست اور منازل ہیں اور جو شخص مقصد تک نہیں پہونچا وہ نقصان میں ہے خواہ پاس کی منزل میں ہو یا دور کی اور چونکہ یہ علوم متعلق علوم شرعیہ سے ہیں اسواسطے جو ہم انکو سیکھتا ہے اسکو مغالطہ ہو جاتا ہے مگر علم طب اور حساب اور دوسرے علوم جو علوم شرعیہ سے بظاہر متعلق معلوم نہیں ہوتے تو انکے عالموں کو یہ اعتقاد تو نہیں ہوتا کہ انسے ہماری مغفرت ہوگی کیونکہ ہمنے علم سیکھا ہے اسی نظر سے ایسے علوم سے غرور بھی کمتر ہوتا ہے بہ نسبت اس غرور کے جو علوم شرعی کی تحصیل سے ہوتا ہے اسلیے کہ علوم شرعی اچھے بھی ہوتے ہیں جیسے پوست مغز کی شرکت میں اچھا کہا جاتا ہے لیکن عمدہ تر بالذات وہی ہے جو سب سے اعلی ہے اور دوسرے کو جو اچھا کہتے ہیں تو اسوجہ سے کہ اس سے اول قسم تک پہونچ سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی پوست ہی کو مقصود سمجھکر اسمیں تفوق حاصل کرے وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو فن فقہ میں بڑا مغالطہ کھاتے ہیں وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ جو کچھ پیشگاہ قاضی سے حکم ہوتا ہے ویسا ہی حکم خدا تعالی کے یہاں بھی ہوگا اسی لحاظ سے لوگوں کے حق نہ دینے کے لیے حیلے بناتے اور الفاظ مبہم کی بڑی بڑی تاویلیں کرتے ہیں

اور ظاہر نصوص پر فریفتہ ہوکر اسمین خطائین کین اور یہ امر از قبیل خطاے اجتہادی ہی جو اکثر واقع ہوتی ہی مگر یہ قسم ایسی ہی کہ سواے دانائون کے اور سب پر پسپل گئی ہی ہم انکے توہمات کی کچھ مثالین لکھے دیتے ہین مثلاً یہ لوگ فتوی دیتے ہین کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو مہر معاف کردے تو شوہر پر خدا کے یہان بھی مواخذہ نہوگا حالانکہ یہ کلیہ غلط ہی کیونکہ بعض اوقات شوہر اپنی منکوحہ سے برائی کرتا ہی یہانتک کہ وہ سب باتون مین تنگ ہوکر اسکی بدخلقی سے نجات چاہنے کے واسطے اسکو مہر معاف کردیتی ہی کہ کسیطرح عذاب سے چھٹی پاؤن تو اگرچہ اسنے معاف تو کردیا مگر بخوشی خاطر معاف نہین کیا اور خداے تعالے فرماتا ہی فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ہنیئا مریئا معلوم ہوا کہ نفس کی رضامندی معاف کرنے مین شرط ہی اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جو بات آدمی دل سے کرے اسمین نفس راضی بھی ہو مثلاً دل سے خون نکلوانا چاہتا ہی لیکن نفس کو برا معلوم ہوتا ہی اسیطرح عورت کے معاف کرنے مین رضامندی نفس کی نسبت ہوتی کہ کوئی ضرورت معاف کرنے کی مقابل نہوتی اور یہ صورت ہی کہ جب دو باتون مین اسکو تردد ہوا تو آسان بات کو اختیار کرلیا یہ واقع مین ڈانٹ ہی کہ اپنے نفس پر جبر کرلیا ہان اتنی بات ہی کہ دنیا کا قاضی دلون کے حال کو اور غرض کو نہین جان سکتا اسی لیے ظاہر کے معاف کرنے کو دیکھتا ہی اور عورت پر ظاہر مین کوئی زبردستی نہین ہوئی اور باطن کے جبر پر خلق کو اطلاع نہین لیکن جب قاضی اکبر خداوند کریم قیامت کے میدان مین حکم کے واسطے درپے ہوگا اسوقت یہ امر مسلوب اور مفسد نہ پڑیگا اسیطرح جائز نہین کہ کسی انسان کا مال بدون رضامندی نفس لیا جاوے پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے مجمع مین کچھ مانگے اور وہ دوسرا لوگون کی شرم کے مارے دینے سے انکار نہ کرسکے اور اسکے دل مین یہ ہو کہ اگر یہ شخص تنہائی مین مانگتا تو دینا نہ پڑتا لیکن لوگون کی مذمت کا خوف اور مال کے جانے کا رنج دونون موجود ہین اور نفس نے ان دونون مین متردد ہوکر دونون مین سے آسان کو اختیار کرلیا یعنے رنج مال کے دینے کا آسان معلوم ہوا اسی کو اختیار کیا اور مال حوالہ کیا تو ہم پوچھتے ہین کہ اسمین اور ڈانڈ مین کیا فرق ہی کیونکہ ڈانڈ مین یہی ہوتا ہی کہ اگر دل مال کے دینے مین پس و پیش کرے تو بدن کو ضرب ایذا پہونچے تو بدن کی ایذا مال کی نسبت سخت معلوم ہوتی ہی اسواسطے مال دے دیا جاتا ہی اسیطرح جہان حیا اور ریا کا شبہہ ہو اس جگہہ سوال کرنا گویا دل پر کوڑا لگانا ہی تو بہر حال اسمین باطن کی ضرب ہی اور ڈانڈ مین ظاہر کی ضرب ہی خدا کے نزدیک دونون مین کچھ فرق نہین وہان باطن و ظاہر ایک ہین اور حاکم ظاہری صرف آدمی کے ظاہر قول ہی کو دیکھکر حکم ملک کا کردیتا ہی اسلیے کہ اسکو دل کا حال معلوم نہین اسیطرح اگر کوئی شخص اسوجہ سے کسی کو کچھ دیوے کہ اسکی زبان کی شرارت سے محفوظ رہے یا اسکی چغلی سے بچا رہے تو یہ مال لینا حرام ہی اسطرح پر جو مال لیا جاوے سب حرام ہی دیکھو حضرت داود علیہ السلام کے قصہ مین کیا مذکور ہی کہ بعد اسکے کہ خداے تعالے نے انکا قصور معاف فرمایا انہون نے عرض کیا کہ میرا معاملہ طرف ثانی سے کسطرح نبیڑیگا حکم ہوا کہ اس سے معاف کرالے وہ شخص مرگیا تھا حکم ہوا کہ بیت المقدس کے پتھر مین اسکو پکار آپ نے پکارا کہ اے اوریا اسنے کہا کہ حاضر ہون اے نبی اللہ آپ نے مجھکو جنت مین سے بلالیا کیا ارشاد ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے تیرے ساتھ کچھ برائی کی ہی تو معاف کردے اسنے جواب دیا کہ مین نے معاف کی آپ اسی معاف کرنے پر تکیہ کرکے واپس گئے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے قصور کا ذکر بھی اوریا سے کیا تھا یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین انہون نے کہا کہ اب پھر جاکر قصور کو مفصل اس سے کہو پھر آپ نے آکر اسکو پکارا اسنے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہی کہا کہ مین نے تیری کچھ خطا کی ہی اسنے عرض کیا کہ مین نے اسکو معاف نہین کردیا آپ نے فرمایا کہ تو نے پوچھا تو ہوتا کہ وہ خطا کیا ہی اسنے عرض کیا کہ آپ فرمائین وہ کونسا قصور ہی آپ نے تمام قصہ اسکی عورت کا سنایا پھر اسکا جواب کچھ نہ آیا آپ نے فرمایا کہ اے اوریا تو جواب نہین دیتا اسنے عرض کیا کہ اے نبی اللہ ایسی حرکت انبیا نہین کرتے اور میرا اور آپ کا معاملہ خدا کے سامنے نبیڑیگا حضرت داود علیہ السلام نے از سر نو رونا اور چیخنا شروع کیا یہانتک کہ خداے تعالے نے انسے وعدہ کیا کہ قیامت کو مین اس سے قصور معاف کرادونگا اس روایت سے

معلوم ہوتا ہو کہ بدون رضائے نفس بخش دینے کا کچھ اعتبار نہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رضائے نفس بدون بتلائے کے معلوم نہین ہوتی تو اسطرح معاف کر لینے اور ہبہ مین بھی رضائے نفس جبھی ہوگی جب انسان اپنے اختیار پر تنہا چھوڑ دیا جاوے اور اسوقت خود اُسکی ذات مین سے باعث ہبہ وغیرہ کے پیدا ہون یہ نہین کہ حالت اضطرار مین کوئی حیلہ یا الزام اسکا باعث ہوجاوے اور انہین فقہی حیلون مین سے یہ بھی ہو کہ جب مال پر سال پورا ہونے کو ہو تو مرد اپنی زوجہ کو مال ہبہ کردے اور جب اُسکی ملک پر سال گذرنے کو ہو تو وہ شوہر کو بخشدے تاکہ زکاۃ نہ دینی پڑے ایسے حال مین فقیہ یہی حکم دینگے کہ زکاۃ ساقط ہوئی مگر ہم اُسسے یہ پوچھتے ہین کہ اگر تمھاری یہ غرض ہو کہ مطالبہ سلطان یا محصل زکاۃ کا نہ رہا تب تو یہ حکم درست ہو اسواسطے کہ اُنکی نظر ظاہر ملک پر ہو اور وہ جاتی رہی اور اگر یہ غرض ہو کہ وہ شخص قیامت کی بازپرس سے بھی بچا رہیگا اور اسکا حال ایسا ہوگا کہ گویا مالدار ہوا ہی نہ تھا یا جیسا کوئی بیع وشرا بطور تجارت کرے تو اس صورت مین کمال ہی درجے کی نادانی فقہ دینی اور سر زکوٰۃ سے ہو کیونکہ زکوٰۃ اسیواسطے دیتے ہین کہ آدمی کی طبیعت سے بخل جاتا رہے اسلیے کہ بخل ایک مہلک چیز ہو چنانچہ حدیث شریف[ح] مین تین مہلک چیزون مین بخل مطاع بھی داخل ہو اور صورت مفروضہ مین اس شخص کا فعل موجب بخل کی اطاعت کا ہو پہلے سے ایسا نہ تھا پس جس چیز کو اُسنے باعث اپنی نجات کا سمجھا کہ زکوٰۃ نہ دینی پڑے وہی باعث اُسکی بربادی کا ہوا خدا تعالےٰ کو اُسکے دل کا حال معلوم ہو کہ مال کی محبت و حرص رکھتا ہو اور حرص مین اس درجے کو پہونچگیا کہ بخل کے دور کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈھتا ہو یہی جہالت و غرور ہو اور ایک توہم اُن فقہا کا یہ ہو کہ خدا تعالےٰ نے فقیہ وغیرہ کے مصالح کے واسطے بقدر حاجت مال کو مباح فرمایا ہو مگر یہ لوگ حاجت مین اور شہوات اور تمنا و فضول مین فرق نہین کرتے جس چیز سے اپنی رعونت کامل ہوتے دیکھتے ہین اُسکو حاجت سمجھتے ہین حالانکہ یہ اُنکی غلطی ہو بلکہ دنیا جو بندون کی حاجت کے واسطے مخلوق ہوئی ہو اُسکے یہ معنی ہین کہ جسقدر عبادت اور سلوک راہ خدا مین کام آوے اُسقدر اُنکو مباح ہو پس جسقدر سے آدمی دین اور عبادت مین استعانت لے تو وہ حاجت مین داخل ہوگی اور اُسکے سوا سب فضول اور شہوات کہلاویگی خلاصہ یہ کہ فقہا کے اسطرح کے توہمات اگر ہم ذکر کرین تو اُنکے واسطے دفتر چاہیے ہمنے تفصیل کو طویل سمجھکر صرف مشتے نمونہ از خروارے چند مثالین لکھدین جنسے معلوم ہو کہ اُنکے توہمات اس قسم کے ہوتے ہین۔

دوسری فصل ارباب عبادت و عمل کے غرور مین

یہ لوگ بھی چند فرقے ہین بعضون کو نماز مین اور بعضون کو تلاوت قرآن مجید مین اور بعضون کو حج مین بعضون کو جہاد مین بعضون کو زہد مین مغالطہ ہوتا ہو اسیطرح جو جسطرح کا عمل کرتا ہو وہ اُسمین خالی غرور سے نہین البتہ دانا آدمی مغالطہ نہین کھاتے لیکن ایسے لوگ کمتر ہین غرضکہ اُن مین ایک قسم ایسا ہو جو فرائض کو چھوڑکر نوافل اور مستحبات مین مشغول ہوتے ہین اور کبھی مستحبات مین ایسے مستغرق ہوتے ہین کہ نوبت افراط و اسراف کی پہونچ جاتی ہو مثلاً بعضے لوگون پر وضو مین وسوسہ غالب ہو جاتا ہو تو اُسمین حد سے زیادہ مبالغہ کرتے ہین یہانتک کہ جو پانی شریعت کی رو سے پاک ہو اُسمین بھی اُن کو خلجان رہتا ہو اور دور دراز احتمالات نجاست کو قریب تصور کرتے ہین اور اکل حلال کا ذکر آوے تو اُسکے احتمالات قریب کو بھی بعید جانتے ہین بلکہ بعض اوقات حرام محض کھا لیتے ہین حالانکہ اگر پانی کی احتیاط کو کھانے مین استعمال کرتے تو صحابہ رضہ کی سیرت سے زیادہ مشابہ ہوتے جیسا کہ حضرت عمر رضہ کے حال مین ہو کہ آپنے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو کرلیا باوجودیکہ احتمال نجاست ظاہر ہو لیکن کھانے مین اتنی احتیاط تھی کہ بہت سی حلال چیزین بھی چھوڑ دیتے تھے اس خوف سے کہ حرام مین مبتلا نہون پھر ان لوگون مین سے بعض اشخاص پانی بہانے مین اسراف کرتے ہین حالانکہ اس سے ممانعت قطعی ہو اور بعضون کو اتنا وہم ہوتا ہو کہ وضو ہی کرتے کرتے جماعت جاتی رہتی ہو خواہ وقت نکلجاتا ہو اور اگر وقت رہے بھی تب بھی اُنکی غلطی مین کچھ شک نہین اسلیے کہ

ح [illegible] ابن ماجہ [illegible] روایت [illegible] ابوداؤد [illegible] ۱۲

اول وقت نماز تو فوت ہوگیا اور اگر اول وقت بھی رہے تب بھی پانی کے اسراف سے مغرور رہوگا اور اسراف بھی نکرے تو عمر سی عزیز تر چیز کو ایسی شی مین ضائع کرنا جسمین بہت وسعت ہی تمام خیالی ہی مگر کیا کیا جاوے کہ شیطان لوگون کو بڑے عمدہ طریق سے عبادت سے باز رکھتا ہی اور جب تک کسی چیز کو عابد کے دل مین جا نہین دیتا کہ یہ عبادت ہی تب تک اسکی رہزنی نہین کرسکتا مگر اس طرح کے خیالات سے انکو اللہ سے دور کرتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی جسپر نماز کی نیت مین شک غالب ہوتا ہی اسکو شیطان اتنی مہلت نہین دیتا کہ نیت درست کرلے بلکہ اتنا پریشان کرتا ہی کہ یا جماعت جاتی رہے یا وقت نماز فوت ہوجاوے اور اگر تکبیر نماز کی کر بھی لی تو ابھی تک صحت نیت مین تردد رہتا ہی اور کبھی اللہ اکبر کہنے مین وسوسہ کرتے ہین اتنا کہ شدت احتیاط کے باعث الفاظ تکبیر کے بدلجاتے ہین شروع نماز مین تو یہ صورت ہوتی ہی پھر تمام نماز مین غافل رہتے ہین دل کو حاضر نہین کرتے اور مغالطے سے جانتے ہین کہ یہ کچھ خدا کے نزدیک اچھی بات ہی کہ اپنی جانون پر شروع نماز مین نیت درست کرنے کے لیے اتنی مشقت اٹھاتے ہین اور ایک فرقہ اور ہی کہ انپر وسوسہ حروف الحمد اور تمام وظائف کے مخارج کا غالب رہتا ہی وہ ہمیشہ تشدید پر دھرا اور ضاد اور ظا کے جدا کرنے اور تمام مخارج حروف کی تصحیح مین احتیاط کرتے ہین ساری نماز مین اسیکو ضروری جانکر اور چیزمین فکر ہی نہین کرتے معنی قرآن اور اسکی نصیحتون اور اسرار کے سمجھنے سے کچھ سروکار نہین رکھتے اور یہ بہت بڑا مغالطہ ہو اسلیے کہ خدا تعالے نے خلق کو حکم تلاوت قرآن کا ایسی ہی طرح پر دیا ہی جیسی وہ لوگ روز مرہ گفتگو کرتے ہین پھر اسمین بناوٹ اس درجے کی کہان سے آئی ان لوگون کی مثال ایسی ہی جیسے کسی شخص کو ایک پیام دیا گیا کہ بادشاہ کے حضور مین جاکر اسکو بجنسہ ادا کردینا جب یہ بادشاہ کے سامنے پہونچا تو پیام ادا کرنے مین مخارج حروف کا خیال بہت سا کیا اور لفظون کو چبایا اور کئی کئی دفعہ کہنا شروع کیا اس بات کی خبر نرکھی کہ پیام کا مضمون کیا تہا اور بادشاہون کے حضور رعایت آداب کس طرح ہوا کرتی ہی تو ایسا شخص بجز اسکے کہ تادیب وسرزنش کراکر پاگل خانے مین بھجوا دیا جاوے اور کس بات کے لائق ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو قرآن پڑھنے مین مغالطہ کہاتے ہین کہاس سی کاٹتے چلے جاتے ہین اور بعض اوقات ایک دن مین ایک ختم کرتے ہین مگر زبان سے تو قرآن پڑھتے ہین اور دل مین طرح طرح آرزو دین گذرتی ہین اسلیے کہ پڑہنے مین معانی کی طرف تو توجہ ہی نہین تاکہ انکی زجر و توبیخ اور وعظ سے کچھ اثر دل مین ہو اور ان خیالات واہی سے بچے اور اوامر و نواہی پر توقف کرے اور عبرت کے مضامین سے عبرت پیدا ہو یا اور کوئی مقصود تلاوت جو باب تلاوت قرآن مین ہمنے لکھے ہین ان مین سے کوئی حاصل ہو اور اس پڑہنے پر پھر یہ گمان ہی کہ مقصود قرآن کے اوتارنے سے یہی ہی کہ سینے مین گنگناٹ اسکا رہے معنی سمجھ مین نہ آوین تو نہ آوین اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی آقا اپنے غلام کو ایک رقعہ لکھے اور حکم دے کہ فلان بات کرنا اور فلان مت کرنا غلام نے اس رقعے کے سمجھنے کی طرف اور اسکے بموجب عمل کرنے پہ توجہ نہ کی بلکہ اس رقعہ کے یاد کرنے پر کفایت کی تو ظاہر ہی کہ اسنے عدول حکمی اپنے آقا کی کی مگر سننے کو بہت نغمہ اور آواز بلند سے دن مین سو دفعہ پڑہتا رہا تو بیشک یہ غلام سزاوار سزا ہوگا اور اگر اسکو یہ گمان ہو کہ یہ رقعہ اسی لیے آیا تہا تو صریح مغالطہ ہی یا ان قرآن کی تلاوت سے یہ غرض ہوتی ہی کہ بھول نجاوے یاد رہے اور حفظ سے یہ مقصود ہی کہ معنے پر غور ہو اور معنی سے یہ مراد ہی کہ انکے موجب عمل کرے اور فائدہ اٹھاوے اور بعض اوقات قاری کی آواز اچھی ہوتی ہی تو تلاوت سے لذت پاتا ہی اور گمان کرتا ہی کہ یہ لذت مناجات الٰہی کی ہی اور اسکے کلام سننے کی ہی حالانکہ یہ لذت فقط آواز کی ہی اگر وہی ورد سے اور کوئی شعر اور کلام پڑھیگا تب بھی وہی لذت ہوگی اور اسکو مغالطہ اسی جہت سے ہوا کہ دل مین تامل نہ کیا کہ یہ لذت قرآن مجید کے حسن عبارت ومعانی کی ہی یا آواز کی اور ایک فرقہ اور ہی جو روزے پر فریفتہ ہین اور کبھی برابر روزے رکھتے ہین یا ایام متبرک مین روزہ رکھتے ہین مگر اپنی زبانون کو غیبت سے اور دلون کو ریا سے اور پیٹ کو حرام سے اور کلام کو بیہودگی سے نہین بچاتے دن بہر فضول بکتے رہتے ہین اور باوجود اسکے اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہین جو بات فرض ہی اسکو ادا نہین کرتے نفل کے رہا سہا

اسکو بھی جیسی چاہیے ویسی نہین ادا کرتے اور یہ صحیح وضو کا ہو اور ایک فرقہ اور ہی کہ حج پر مغرور ہین حج کرنے ہو جاتے ہین تو حقوق اور دین لوگون
کے نہین دیتے بے اجازت مان باپ کے اور بدون زاد حلال کے نکل کھڑے ہوتے ہین اور کبھی بعد ادا فرض حج کے ادا کیے بعد کرتے
ہین راستے مین نماز اور فرائض کو ضائع کر دیتے ہین اور کپڑے اور بدن کے پاک کرنے سے عاجز ہوتے ہین اور لوگون پر چندہ ساڑ اسکے
جاتے ہین اور ناشائستہ راہ مین فحش اور جھگڑے سے پرہیز نہین کرتے بعض لوگ مال حرام پیدا کرکے راستے مین رفیقون کو دیتے
جاتے ہین اور غرض اس دینے سے ریا اور شہرت ہوتی ہی تو انکے ذمہ دوہرا گناہ ہوتا ہی اول تو حرام سے پیدا کیا دوسرے ریا مین خرچ
کیا پھر گھر پر جو آتے ہین تو دل مین صفات ذمیمہ اور اخلاق بد کا اضافہ ہوتا ہی پہلے سے حج کرنے سے انکو دور نہین کر لیتے اور ریا انہین اسکو
بہتر سمجھتے ہین حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو اپنے ذمے کام محتسب کا لے لیتے ہین اور لوگون کو امر معروف اور نہی
منکر کرتے ہین مگر اپنے نفس سے غافل ہوتے ہین جب کسی کو نصیحت کے واسطے کہتے ہین تو سختی اور درشتی اور ریاست کے طور پر کہتے ہین
اور اگر خود انسے ارتکاب کسی امر کا ہو جاوے اور کوئی شخص اعتراض کرے تو غصہ ہو کر کہتے ہین کہ ہم محتسب ہین ہمارے اوپر اعتراض
کرتے ہو اور بعضون کا یہ دستور ہوتا ہی کہ اپنی مسجد مین لوگون کو بلاتے ہین اور جو کوئی دیر کر کے آتا ہی اسکو سخت و سست کہتے ہین اور اس سے
غرض ریا اور ریاست ہوتی ہی اور اگر مسجد کی خدمت کا کوئی دوسرا شخص کفیل ہو جاوے تو اسپر خفا ہونے لگتے ہین بلکہ بعض اشخاص خود اذان
کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم خدا کے واسطے اذان کہتے ہین لیکن اگر کوئی دوسرا شخص انکے پیچھے آکر اذان کہدے تو اسپر قیامت ٹوٹ
پڑے اور کہین کہ ہمارا حق تو نے کیون لیا اور ہمارے ثواب مین کیون دخل دیا اسیطرح بعض اوقات کفالت امامت کرتے ہین اور اسکو
بہتر سمجھتے ہین حالانکہ غرض یہ ہوتی ہی کہ کوئی یون کہے کہ مسجد کے امام ہین اسی نظر سے اگر کوئی غیر شخص جو انکے نسبت متقی اور عالم ہو
امامت کے لیے بڑھ جاوے تو انکو برا معلوم ہوتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین جا رہتے ہین اور اسی دھوکے مین
پڑ جاتے ہین نہ اپنے دلون کو دیکھتے ہین نہ اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہین انکے دل وطنون مین پڑے ہوتے ہین اور ہر ایک
روشناس سے اس قول کے سننے کے منتظر ہین کہ فلان شخص مکہ کا مجاور ہی اور بعض دفعہ ایسا شخص خود ہی فخر سے کہتا ہی کہ مین اتنے
برس مجاور مکہ رہا اور جب لوگون سے سنتا ہی کہ یون کہنا برا ہی تو زبان سے فخر کو چھوڑ دیتا ہی مگر دل مین چاہتا رہتا ہی کہ لوگون کو حال
معلوم ہو جاوے پھر کبھی مکہ معظمہ مین اسواسطے بیٹھتا ہی کہ لوگ اپنے ہاتھ کے میل مین سے کچھ اسکو دین اور جب اسطرح کچھ پیدا کر لیتا ہی
تو بخل کرتا ہی اور اسکا جی نہین چاہتا کہ کسی فقیر کو ایک لقمہ بھی بطور خیرات دے ڈالے تو اس شخص مین ریا اور بخل اور طمع اور چند
دوسرے مہلکات جمع ہو جاتے ہین اور اگر مکہ کا مجاور نہوتا تو ان سے محفوظ رہتا لیکن محبت تعریف کی اور اس قول کی کہ کوئی کہے
کہ مجاور مکہ ہی ایسی دل پر سمائی کہ باوجود آلودہ ہونے کے ان رذائل مین مکہ کا پڑا رہنا منظور کیا تو ایسا شخص بھی مغالطے مین ہی
حاصل یہ کہ جو عمل خواہ عبادت ہی اسمین بہت سے آفات ہین جو شخص کہ اسکے آفات کی راہون سے ناواقف ہی اور اسپر اعتماد
بہتری کا رکھتا ہی وہ واقع مین غلطی پر ہی اور آفات کی راہون کی تفصیل بدون تمام ابواب اس کتاب کے معلوم نہین ہو سکتی مثلاً
غرور نماز کے مداخل مفصل باب نماز مین ملینگے اور حج اور زکوۃ اور تلاوت اور دوسرے عبادات مین غرور کی راہین ان ابواب مین ملینگی
جنمین ہمنے ان اشیاء کا ذکر کیا ہی یہان غرض یہ ہی کہ مجمل اشارہ ان ابواب کے ذکر کی طرف ہو جائے اور ایک فرقہ اور ہی جو مال
مین زہد کرتے ہین اور خوراک و پوشاک سے گھٹیا پر قناعت کرتے ہین اور گھرون کی عوض مسجدون مین جا رہتے ہین اپنے گمان مین
زاہدون کا مرتبہ حاصل کر لیا ہی مگر باوجود اسکے رغبت ریاست اور جاہ کی رکھتے ہین خواہ علم سے یا وعظ سے صرف زہد سے تو ایسے
لوگون نے اگرچہ مال چھوڑ دیا مگر بڑی مہلک چیز مین جا پہنچے اسلیے کہ جاہ بہ نسبت مال کے زیادہ مہلک ہی اگر یہ لوگ جاہ کو تارک ہو کر

مال لیتے تو شاید بچ بھی جاتے اُب تو مغالطے مین پڑ گئے یعنی اپنے آپ کو تصور کیا کہ ہم زاہد ہین حالانکہ یہ نہین جانتے کہ دنیا کسکو کہتے ہین اور یہ کہ اسکی تمام لذتون کا انتہائی درجہ ریاست ہی اور جو شخص ریاست کی خواہش کرتا ہی وہ بیشک منافق اور حاسد اور متکبر اور ریاکار اور سب اخلاق بد سے موصوف ہوتا ہی۔ اور کبھی عابد ریاست کا بھی تارک ہو کر تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرتا ہی مگر مغرور اس صورت مین بھی رہتا ہی اسواسطے کہ اپنے اس فعل سے اغنیا کو سخت و سست کہتا ہی اور انکو نظر حقارت سے دیکھتا ہی اور عجب کی راہ سے اپنے نفس کے واسطے انکی نسبت زیادہ ثواب کا متوقع ہی اور کچھ اور دل کی خباثتین اپنے اندر رکھتا ہی اور اسکو معلوم نہین اور اگر کبھی اسکو کوئی شخص مال دنیا دے تو اس خوف سے نہین لیتا کہ لوگ کہینگے کہ زہد جاتا رہا اور اگر دینے والا کہے کہ مال حلال ہی ظاہر مین لے لو تنہائی مین واپس کر دینا تو نفس پر لوگون کی مذمت کے خوف سے لینا شاق ہوگا گو زہد مین کچھ فرق نہ پڑے اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص لوگون کی ثنا کا خواہشمند ہی جو کہ دنیا کی لذات مین سے سب سے زیادہ لذیذ ہی اور مدعی زہد ہے فی الدنیا کا ہے حالانکہ مغرور ہی علاوہ ازین بعض اوقات توقیر اغنیا کی کرنے لگتا ہی اور اُن کو فقرا پر ترجیح دیتا اور جو اپنا معتقد اور ثنا گو ہی اسکی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہی اور جو کسی دوسرے زاہد کا معتقد ہی اُس سے نفرت کرتا ہی اس طرح کی سب باتین شیطان کے دھوکے اور فریب ہین۔ اور عابدون مین کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اپنے نفس پر بہت سختی کرتے ہین اور اعضای ظاہری سے بہت کام لیتے ہین مثلاً دن رات مین ہزار رکعت نماز پڑھتے ہین اور ایک ختم قرآن کرتے ہین اور ان باتون مین سے کسی مین رعایت دل کی نہین کرتے کہ اسکو بھی ریا اور کبر اور عجب وغیرہ مہلکات سے پاک کرین یا تو اس جہت سے کہ انکو مہلک نہین جانتے اور اگر جانتے بھی ہین تو اپنے نفس کے مہلک نہین سمجھتے اور یا اس جہت سے کہ اپنے اعمال ظاہری سے یہ سمجھتے ہین کہ گو یہ چیزین نفس کی مہلک ہین مگر ہم مغفور ہین اور ہم سے احوال دل کا مواخذہ نہوگا اور یا یہ بھی جانتے ہین کہ مواخذہ ہوگا مگر گمان کرتے ہین کہ ہمارے اعمال ظاہری کی بدولت نیکیون کا پلہ جھکا رہیگا اور یہ سب دہی خیالات ہین اصل یہ ہی کہ متقی کی ایک ذرہ بھر نیکی اور ہوشیاری کی ایک عادت اُن جلیون کے پہاڑ کی برابر اعمال ظاہری سے افضل ہی پھر یہ مغرور باوجودیکہ لوگون کے ساتھ کج خلق اور سخت ہی اور باطن کا بلوث ریا اور محبت ثنا سے خالی نہین جب کوئی اسکو کہتا ہی کہ تم زمین کے قطب اور ولی اللہ اور محبوب خدا ہو تو نہایت خوش ہوتا ہی اور زیادہ تر مغالطے مین پڑتا ہی اور سمجھتا ہی کہ اپنی دلنسبت مین لوگون کا اچھا کہنا اس بات کی دلیل سمجھتا ہی کہ مین خدا کے نزدیک اچھا ہون اور یہ خبر نہین کہ لوگون کو میرے دل کی خباثتون کا حال معلوم نہین اور ایک فرقہ اور ہی جو نوافل پر حریص ہوتے ہین اور فرائض کو چندان معتبر نہین جانتے کوئی نماز چاشت سے خوش ہوتا ہی اور کوئی تہجد وغیرہ سے اور فرضون مین یہ لذت نہین پاتا نہ فرائض کو اول وقت ادا کرنے کا حریص ہوتا ہی اور اس حدیث قدسی کو یاد نہین کرتا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ جتنا تقرب بندون کو میری طرف ادای فرض سے ہوتا ہی اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوتا اور یہ جانتا ہی کہ خیرات میں ترتیب کو چھوڑ دینا بھی برا ہی مثلاً بعض دفعہ آدمی پر دو فرض ایسے ہوتے ہین کہ ایک جاتا رہتا ہی اور دوسرا نہین جاتا اور دو نفلین ایسی ہوتی ہین کہ ایک کا وقت تنگ ہی اور دوسری کا نہین تو ہر ایک مین ترتیب کا نگاہ رکھنا ضرور ہی اگر ترتیب کا خیال نہ کریگا تو مغالطے مین پڑیگا اور اسکی نظیرین بیشمار ہین کیونکہ گناہ بھی ظاہر ہی اور طاعت بھی ظاہر مگر اسمین مشکل بات یہی ہی کہ کون سی طاعت کو کس پر مقدم کیا جاوے مثلاً کل فرائض کو نوافل پر مقدم سمجھنا چاہیے اور فرض عین کو فرض کفایہ پر اور وہ فرض کفایہ جسکا ادا کرنا صرف اپنے ہی اوپر آپڑے اُسکو اُس فرض کفایہ پر مقدم سمجھے جسکو کوئی دوسرا ادا کرے اور فرض عین مین سے بھی جو مہتم تر ہی اسکو پہلے ادا کرے اسکے بعد وہ ہو جو اسکی نسبت کم ہی اور جو قضا ہونے والا ہو اُسکو اول ادا کرے اُس سے کہ وہ قضا نہو جیسے ماں کی حاجت کو باپ کی حاجت سے پہلے ادا کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین کس سے سلوک و احسان کرون آپ نے فرمایا اپنی ماں سے اُسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپ نے فرمایا کہ اپنی ماں سے پھر اُسنے عرض کیا کہ پھر

کس سے آپ نے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اُسنے پوچھا کہ اُسکے بعد کس سے احسان کرون آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ سے پھر اُسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپ نے فرمایا ادناک فادناک یعنے جو سب سے قریب ہو اُس سے اُسکے بعد وہ جو اُس سے قریب ہو اُس سے معلوم ہوا کہ صلۂ رحم مین ابتدا زیادہ تر قریب سے کرے اور اگر قرابت مین برابر ہون تو زیادہ تر محتاج سے اور اگر اسمین بھی برابر ہون تو جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو اُس سے شروع کرے اسی طرح جسکے پاس اتنا مال ہو کہ خدمت والدین اور حج کو کفایت نہ کرے وہ براہ مغالطہ حج کرتا ہے حالانکہ خدمت والدینکا حج پر مقدم کرنی چاہیے کیونکہ خدمت والدین مہم تر ہے بہ نسبت حج کے- اسیطرح اگر ایک شخص نے کسی سے کچھ وعدہ کیا اور ایفاے وعدہ کے وقت جمعہ کا وقت آگیا اور جمعہ ایسی چیز ہے کہ قضا ہوجاویگا تو اسصورت مین ایفاے وعدہ مین مشغول ہونا گناہ ہے گو وہ بھی بذات خود طاعت ہے اسیطرح اگر کسی کے کپڑے پر نجاست لگ گئی اُسکے واسطے ماں باپ اور گھر کے لوگون کو سخت و سُست کہنے لگا تو مغالطہ ہے ہر چند نجاست بھی بُری ہے اور ماں باپ کا ایذا دینا بھی بُرا مگر اُنکی ایذا سے پرہیز کرنا زیادہ مہم ہے بہ نسبت نجاست سے بچنے کے اس طرح کی مثالین جنمین ایک ممنوع بات دوسرے کے مقابل ہے یا ایک طاعت دوسرے کے مزاحم بہت ہین مگر انمین ترتیب کا لحاظ نہ رکھنا مغالطہ ہے اور یہ مغالطہ نہایت درجہ باریک ہے کیونکہ آدمی کو یہ وہم ہوتا ہے کہ مین طاعت کرتا ہون یہ نہین سمجھتا کہ جو طاعت مجھپر اس سے زیادہ مہم اور ضروری تھی اُسکو ترک کرنے سے یہ دوسری طاعت گناہ ہوگئی- اور اسی قبیل سے ہے مشغول ہونا خلافیات فقہ مین اُس شخص کے حق مین جسکو طاعات و معاصی ظاہری و باطنی کا کام رہا ہوا ہو جو اعضاے ظاہری اور قلب سے متعلق ہین اسلیے کہ فقہ سے مقصود اُن مسائل کا جاننا ہے جنسے دوسرے کا کام نکلے تو اُن مسائل کا جاننا جو اُسکے دل کے کار آمد ہین بیشک مناسب تر ہے مگر یہ محبت ریاست اور جاہ اور لذت مباہات اور غلبہ اقران آدمی کو اندھا کردیتے ہین اسی جہت سے مغالطہ مین پڑتا ہے اور جانتا ہے کہ مین دین کا امر ضروری کر رہا ہون-

تیسری فصل صوفیون کے مغالطے مین- اُن لوگون پر دھوکا بہت غالب ہوتا ہے اور اُنکے بھی بہت سے فرقے ہین ایک فرقہ اُن مین وہ ہے جو حال کے صوفی ہین اُنکا دستور یہ ہے کہ سچے صوفیون کی طرح اپنا لباس و ہیئت اور الفاظ اور آداب اور مراسم اور اصطلاحات بناتے ہین اور ظاہر حالات مین اُنکے موافق ہوتے ہین مثلاً راگ سنتے ہین اور حال کرتے ہین اور طہارت اور نماز اُنھین کی طرح بجا لاتے ہین مصلون پر سر جھکا کر اور گریبان مین گردن ڈال کر متفکرون کی طرح بیٹھتے ہین لمبی لمبی سانس لیتے ہین آواز بات کرنے مین بہت پست کرتے ہین غرض جتنی شمائل اور صورت اچھے صوفیون کی ہوتی ہے سب اختیار کرتے ہین اور اسی لحاظ سے اُنکو مغالطہ ہوتا ہے کہ ہم بھی صوفی ہوگیے لیکن خدا جسکو بچا لیتا ہے وہ دھوکے مین نہین آتا ظاہری صورت تو صوفیون کی اختیار کرتے ہین مگر اپنے نفسون پر مجاہدہ اور ریاضت اور دل کی حفاظت اور ظاہر و باطن کو خفی اور جلی گناہون سے پاک نہین کرتے جو صوفیون مین ادنیٰ درجے کی باتین ہین اور اگر یہ سب باتین بھی کر گذرین تب بھی مین نہین کہ سکتا کہ اپنے آپ کو صوفیون مین شمار کرین اور بڑا بول بولین پھر جبکہ اُن باتون کے گرد ہی نہ پھرے ہون اور نہ اپنے نفسون سے کبھی اُنکے طالب ہوے ہون بلکہ حرام اور شبہات اور بادشاہون کے مال پر گرتے ہون اور ایک ایک کوڑی اور پیسے اور روٹی کے ٹکڑے پر جان دیتے ہون اور ذرا ذرا سی بات پر حسد کرتے ہون اور بشرطیکہ کوئی ذراسی مخالفت اُنکے کسی مطلب مین کرے تو ایک دوسرے کی ہتک عزت کے روادار ہون تو پھر کیسے صوفی کہلاینگے اور ان لوگون کا مغالطہ ظاہر ہے اور اُنکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بڑھیا سُنے کہ دلیرون اور بہادرون کے چہرے لکھے جاتے ہین اور اُنکے واسطے جاگیرین مقرر ہوتی ہین تو اُسکو بھی شوق جاگیر لینے کا دامنگیر ہو اُسکے لیے ایک زرہ پہنے اور سر پہ خود رکھے اور جو اشعار کہ میدان کارزار مین گردان دلاور جوش جرأت کے واسطے پڑھتے ہین اُنکو کسی سے سیکھ لے اور جسطرح پہلوان معرکۂ جنگ مین اکڑ کر چلتے ہین وہ بھی دریافت کرلے غرض تمام اُنکے شمائل اور گفتگو اور حرکات و سکنات سیکھ کر لشکر مین جاوے کہ دلیرون مین نام لکھا جاوے جب وہان پہونچے تو افسر محکمہ کو حکم

کہ اسکا زرہ و خود اُتار کر سب اعضا درست دیکھ لو اور کسی پہلوان سے کشتی کراؤ تاکہ معلوم ہو کہ کتنی جرأت اسمین ہی جب بموجب حکم لباس ظاہری اُتارا جاوے تو معلوم ہو کہ ایک بڑھیا کم زور جس سے اچھی طرح زرہ و خود بھی نہ چل سکے موجود ہی اُسوقت اس سے کہا جاوے کہ تو بادشاہ سے مسخری کرنے آئی تھی کہ سب لوگون مین اُسکی سبکی ہو اور قریب مین آجاوے پھر اسکو حکم دیا جاوے کہ اسکو پکڑ کر ہاتھی کے پاؤن مین ڈلوا دو کہ ہڈی پسلی سب پیس ڈالے یہی حال اُن لوگون کا جو ظاہر مین لباس صوفیون کا رکھتے ہین قیامت مین اُس بڑے بادشاہ کے سامنے پیش ہونگے جو لباس ظاہری اور گدڑی کو نہین دیکھتا راز دل سے سروکار رکھتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو اس پہلے فرقہ کی نسبت زیادہ مغالطے اور غرور مین ہین اُنکو یہ شاق معلوم ہوتا ہی کہ کپڑے گھٹیا ہون اور صوفی بننے کو بھی دل چاہتا ہی اور بدون لباس صوفیون کے صوفی بن نہین سکتے اسواسطے انھون نے حریر اور ریشم تو چھوڑ دیا مگر نفیس مرقع اور عمدہ عمدہ مخطط کپڑے اور رنگین سجادے تلاش کیے اور کپڑے ایسے پہنے جو ریشمی سے بھی قیمت مین زیادہ ہون اور جان لیا کہ صرف کپڑے رنگنے اور پیوند لگانے سے صوفی ہوگئے اور یہ نہ جانا کہ کپڑے صرف اسواسطے رنگے کہ اُنکو ہمیشہ میل کے باعث دھونا نہ پڑے اور چونکہ اکابر سلف پیوند لگا کپڑا پہنتے تھے نیا نہ پہنتے تھے اسواسطے انھون نے بھی پیوند لگا پہنا مگر ایسے عمدہ مخطط کو کاٹ کاٹ کر مرقعات سلوانے سے کیسے پہلے لوگون کے مشابہ ہوگئے ان لوگون کی خام خیالی سب مغرورون سے بڑھکر ہی اسلیے کہ نفیس نفیس کپڑے پہنتے ہین اور لذیذ کھانے کھاتے ہین خوب مزے اوڑاتے ہین حکام ظالم کا مال لیتے ہین اور ظاہری گناہون سے بھی نہین بچتے باطن کا تو کیا ذکر ہی اور پھر صوفی کے صوفی بنے ہوئے ہین اور اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہین اُن لوگون کا شر خلق مین بھی پھیلتا ہی کیونکہ جو انکی پیروی کرتا ہی وہ تباہ ہوتا ہی اور جو پیروی نہین کرتا اُسکا عقیدہ سب صوفیون کی طرف سے ڈھیلا ہوجاتا ہی سب کو وہ ایسا ہی جانتا ہی اور سچے صوفیون کی نسبت بھی اُسکی کیفیت کو دیکھنے سے زبان طعن کھولتا ہی اور یہ سب انھین لوگون کی شامت اور شرارت سے ہوتا ہی اور ایک فرقہ اور ہی جو علم معرفت کے مدعی ہین اُنکو دعویٰ ہی کہ ہم سب مقامات و حالات سے عبور کر چکے ہر وقت مشاہدۂ حق مین رہتے ہین اور قرب الی اللہ مین پہونچے ہوئے ہین حالانکہ ان باتون کے صرف نام اور الفاظ ہی سنے ہوتے ہین لیکن چند باتین، خلاف قیاس اہل معرفت کی سیکھ لیتے ہین اور انھین کو گاتے پھرتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ یہ باتین سب پہلون اور پچھلون کے علم سے اعلیٰ ہین اور یہین لحاظ فقہا اور مفسرین اور محدثین اور عابدین کو بھی بنظر حقارت دیکھتے ہین عوام بیچارے کس گنتی مین ہین یہانتک کہ اگر کوئی کسان یا جلاہہ اپنا کام چھوڑ کر چند روز اُنکی صحبت مین رہتا ہی اور وہ باتین وہی سیکھتا ہی تو وہ بھی اُنکو کہتا پھرتا ہی اور جانتا ہی کہ جو کچھ مین کہتا ہون سب وحی کی رو سے کہتا ہون اور بڑے راز و نیاز کی باتین سُناتا ہون عابدون اور علما کو کچھ مال نہین جانتا عابدون کو تو کہتا ہی کہ یہ لوگ محنتی اور مزدور ہین اور علما کے باب مین کہتا ہی کہ یہ بولنے کی جہت سے خدا سے تعالے سے محجوب ہین اپنے آپ کو دعویٰ کرتا ہی کہ خدا رسیدہ دوست مقرب ہون حالانکہ خدا کے نزدیک وہی لوگ منافق اور بدکار ہین اور اہل دل کے نزدیک احمق اور جاہل نہ کبھی علم پڑھا نہ کوئی خلق درست کیا نہ عمل آراستہ کیا نہ دل کی حفاظت کی بجز اسکے کہ جو دل نے چاہا وہ کیا اور چند بیہودہ باتین سیکھ کر یاد کر لین۔ اور ایک فرقہ اور ہی جنھون نے شریعت کو لپیٹ دھرا اور آزادی مین مبتلا ہوے احکام کو ترک کر کے سب حلال اور حرام کو برابر سمجھا اُن مین سے بعض یہ کہتے ہین کہ خدا سے تعالے ہمارے عمل سے بے پرواہی پھر ہمکو اپنے نفس پر تکلیف کرنے سے کیا فائدہ اور بعض کا یہ قول ہی کہ لوگون کو حکم ہے کہ دلون کو شہوات اور محبت دنیا سے پاک کرین مگر یہ بات محال ہی غرض کہ امر ناممکن کا حکم دیا گیا ہی اور اُس دھوکے مین وہ آوے جسکا تجربہ نہو ہمنے تو امتحان کر کے دیکھ لیا کہ یہ امر محال ہی اور اُس احمق کو یہ خبر نہین کہ حکم شہوت غضب کے دور کرنے کا جو ہوا ہی تو اُس سے یہ مراد نہین کہ ہم انکو جڑ سے اُکھاڑ دین بلکہ یہ حکم ہی کہ ہم انکو ایسا دبا دین کہ ہر ایک اُن مین سے تابع حکم شرع اور عقل کا ہو جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اعمال ظاہری کا تو کچھ اعتبار نہین خدا سے تعالے دلون کو دیکھتا ہی اور ہمارے دل خدا کی محبت مین شیفتہ و فریفتہ ہین اور معرفت مین کمال کو

پہونچ گئے بدن سے تو ہم دنیا کے کام کرتے ہیں اور دل آستانۂ لامکان کے معتکف ہیں ہم میں جو شہوات کی پابندی ہے تو ظاہری کے اعتبار سے ہے دل کے اعتبار سے نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم لوگ عوام کے رتبے سے بڑھ گئے ہیں ہم کو حاجت تہذیب نفس کی اعمال بدنی سے نہیں اور چونکہ ہم لوگ معرفت میں قوی ہیں تو شہوات ہمکو راہ سلوک سے نہیں روک سکتیں اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے درجے سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں اسلیے کہ انکو ایک ہی خطا مانع سلوک کافی ہوتی تھی اسکے واسطے برسوں گریہ وزاری اور نوحہ واشکباری متواتر کرتے تھے - ان لوگوں کی قسمیں جو اپنے آپ کو آزاد اور شاہد صوفیوں کے سمجھتے ہیں بہت ہیں اور بار سب کے مغالطے کی یہی ہے کہ شیطان ان کے وسوسے میں آجاتے ہیں اسلیے کہ بدون علم کے پڑھے اور کسی واقف کار شیخ کی اقتدا کیے مجاہدے میں لگ جاتے ہیں حالانکہ اقتدا عالم کی کرنی چاہیے کہ بے علم خود ان خدا ارشاد خفتہ + اور ایک فرقہ اور ہے جو ان لوگوں سے بھی بڑھ کر ہے وہ اعمال اچھی طرح کرتے ہیں اور طلب حلال میں سعی کرتے ہیں اور دل کے درپے رہتے ہیں یہانتک کہ بعضے تمام مقامات زہد اور توکل اور رضا اور محبت کے مدعی ہوتے ہیں مگر ان مقامات کی حقیقت کو جانتے ہیں نہ شروط وعلامات وآفات پہچانتے ہیں بعضے مدعی اس بات کے ہوتے ہیں کہ ہم عاشق خدا اور اسکے فریفتۂ دام محبت ہیں اور شاید انھوں نے خدا سے تعالے کے باب میں ایسے خیالات باندھ لیے ہوں جو عجب نہیں کہ بدعت ہوں یا کفر اس پر بھی محبت اہل معرفت کرنے لگتے ہیں پھر یہ طرہ یہ ہے کہ بعض کام ایسے کرتے ہیں جو خدا سے تعالے کو برے معلوم ہوں مثلاً خدا کے کام پر اپنے نفس کی خواہش کو ترجیح دینا اور بعضے کام خلق کی شرم سے نہ کرنے اور اگر علیحدہ ہوتے تو خدا تعالی کی شرم سے ہرگز نہ چھوڑتے مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ باتیں خلاف محبت ہیں بعض لوگ قناعت وتوکل پر عمل کرتے ہیں اور جنگلوں میں بے زاد وتوشہ پھرتے ہیں تاکہ دعوی توکل ٹھیک آترے لیکن یہ نہیں جانتے کہ ایسا کرنا بدعت ہے سلف کے اکابر وصحابہ رضی سے منقول نہیں حالانکہ وہ لوگ انکی نسبت توکل کو زیادہ پہچانتے تھے انھوں نے یہ نہیں سمجھا کہ جان کو خطرے میں ڈالنا اور توشہ نہ لینا توکل ہے بلکہ وہ لوگ توشہ لیکر خدا پر توکل کرتے تھے اپنے توشے پر اعتماد نہ کرتے تھے ان لوگوں کا یہ دستور ہے کہ گو ظاہر میں زاد نہیں لیتے مگر کسی اور سبب پر اپنا جی پکا کر لیتے ہیں خدا پر توکل حسبنا کبھی نہیں کرتے غرضکہ منجیات کے جتنے مقامات ہیں ان میں مغالطہ بھی ہوتا ہے جس سے لوگ دھوکا کھا جاتے ہیں ان میں آفات کا آنا بعضے جلد چہارم میں بیان کیا ہے یہاں کچھ ضرورت لکھنے کی نہیں - اور ایک فرقہ اور ہے کہ انھوں نے غذا ہی کے باب میں اپنے نفس پر تنگی کر رکھی ہے یہانتک کہ غذا سے حلال ہی کھاتے ہیں مگر سوا اس خصلت کے دل اور اعضا کو اور خصائل کا پابند نہیں کرتے اور بعض اشخاص اپنے کھانے میں اور لباس ومکان میں تو حلال نہیں ڈھونڈتے اور چیزوں میں بہت اسکی کاوش کرتے ہیں اور بیچارے کو یہ خبر نہیں کہ خدا سے تعالے اپنے بندوں سے نہ تو صرف حلال غذا سے راضی ہے اور نہ اس بات سے کہ تمام اعمال کرے اور طلب حلال نہ کرے بلکہ خدا سے تعالے کی رضامندی کے واسطے سب طاعات کا بجا لانا اور ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیے اور جو یہ خیال کرے کہ تھوڑی سی بات سے کام نکلجاویگا وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ خوش خلقی اور تواضع اور سخاوت کے مدعی ہیں اور صوفیوں کی خدمت کے درپے چند لوگوں کو جمع کر کے تکلف انکی خدمت کرتے ہیں اور اس خدمتگاری کو اپنی ریاست اور مال کا جال بنا رکھا ہے بظاہر تو خدمت کرتے ہیں اور غرض انکی تکبر ہے ظاہر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کا اتباع کرینگے مگر در اصل مخدوم ومتبوع بننا چاہتے ہیں انکی خدمت سے اپنا نفع ڈھونڈتے ہیں پھر مال حرام اور شبہات کا اکٹھا کر کے انکی خدمت کرتے ہیں تاکہ خدمتگاری میں نام مشہور ہو اور بہت سے تابع ہو جاویں بعضے لوگ بادشاہوں کا مال لے کر صوفیوں کو کھلا دیتے ہیں اور بعضے اس مال کو راہ حج میں انپر صرف کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہماری غرض صرف ان لوگوں کی خدمت ہے حالانکہ ان سب کا باعث ریا اور شہرت ہوتی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ خدا سے تعالے کے احکام میں سے ظاہر وباطن میں اور کچھ بجا نہیں لاتے صرف حرام مال لیکر خدمت کرنے پر راضی ہیں اور جو شخص مال حرام لیکر راہ حج میں صرف کرے اسکی مثال ایسی ہے جیسے

کوئی مسجد بنوائے اور اسپر استرکاری پاخانہ کی کرے اور جانے کہ میری غرض عمارت سے ہی اور ایک فرقہ مجاہدہ اور تہذیب اخلاق اور نفس کے پاک کرنے مین مشغول ہوکر عیوب نفس کی بحث مین بہت مبالغہ کرتے ہین اور ہر حال مین عیوب کے جویان رہ کر انکی آفات مین نکتے نکالا کرتے ہین مثلاً کہتے ہین کہ نفس مین یہ عیب ہی اور اگر اسکو عیب جاننے سے غفلت کرے تو یہ بھی عیب ہی اور اسکے عیب ہونے پر اگر توجہ کرے تو یہ بھی عیب ہی اسیطرح گفتگو سے مسلسل بیان کرتے ہین اور ان چکنی باتون مین اوقات ضائع کرتے ہین اور جو شخص عمر بھر عیوب کی تلاش اور انکے علاج کی تحریر مین رہے اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص حج کے موانع اور اسکی آفات کی تلاش مین رہے اور راہ حج کو طے نہ کرے تو اس سے اسکو کیا فائدہ ہوگا اور ایک فرقہ اور ہی جو اس رتبے سے آگے بڑھ گئے ہین اور سلوک طریق بھی شروع کر دیا ہی اور ابواب معرفت انپر کھل گئے ہین پس جب ان معرفت کے مبادی سے انکے منہ مین خوشبو پہونچتی ہی تو اس سے متعجب اور خوش ہوتے اور اسکی غرابت سے تعجب کرتے ہین اسواسطے انکے دل اسی کی طرف ملتفت ہوکر سوچتے رہ جاتے ہین کہ یہ دروازہ ہمپر کیسے کھلا اور دوسرون پر کیون بند ہی اور یہ مغالطہ ہی اسواسطے کہ خداے تعالیٰ کی راہ کے عجائبات کی کچھ انتہا نہین اگر سالک ہر عجیب بات پر ٹھہر جائے اور اسی کا مقید ہو رہے تو مقصود کیسے حاصل ہوگا اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی ملازمت کو جاوے اور اسکے دروازے کے صحن مین ایک باغ دیکھے جس مین ایسے شگوفے اور پھول ہون جو اسنے کبھی نہ دیکھے ہون اور کھڑا ہوکر انکی تماشا کرے یہان تک کہ بادشاہ کی ملازمت کا وقت فوت ہو جاوے تو عجائبات پر توقف کرنا اور انکی سیر و تامل کا پابند ہونا بھی مغالطے مین داخل ہی جیسا مولانا روم رحمہ اللہ فرماتے ہین شعر اے برادر بے نہایت درگہیست + ہرچہ بروے میرسی بروے مایست + اور ایک فرقہ اور ہی جو انسے بھی کچھ آگے نکل گئے ہین یعنی جو انوار و عطایا کہ انپر رستے مین فائض ہوتے ہین انپر توجہ نہین کرتے اور نہ انسے اظہار فرح و سرور کرکے اس جگہ توقف کرتے ہین بلکہ برابر راہ قطع کرنے سے کام رکھتے ہین یہانتک کہ قریب منزل مقصود پہونچکر اس حد پر جا لگے ہین جسکا نام قرب الی اللہ ہی اور یہان آکر یہ گمان کہ ہم واصل الی اللہ ہو گئے توقف کیا اور دھوکا کھایا کیونکہ خداے تعالیٰ کے نور کے ستر پردے ہین جب سالک کسی ایک پردہ ان پردون مین سے پہونچتا ہی اسکو گمان ہوتا ہی کہ مین خدا رسیدہ ہو گیا اور اسی بات کی طرف اشارہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول مین جسکا حال قرآن مجید مین خداے تعالیٰ اسطرح ارشاد فرماتا ہی فلما جن علیہ اللیل راے کوکبا قال ہذا ربی اس آیت مین کوکب سے مراد ستارہ آسمانی نہین کیونکہ ان ستارون کو تو آپ کم سنی مین بھی دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ معبود نہین یہ تو بہت سے عوام ازین نادان بھی جانتے ہین کہ ستارے خدا نہین پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے شخص ستارے سے کسطرح مغالطہ کھا سکتے ہین جس سے گنوار تک مغالطہ نہین کھاتے بلکہ مراد اس کوکب سے ایک نور ان انوار مین کا ہی جو اللہ جل شانہ کے حجاب سالکین کے راستے پر ہین اور خداے تعالیٰ تک پہونچنا بدون ان حجابون کے طے کیے ممکن نہین اور ان نوری حجابون مین سے بعضے بڑے ہین اور بعضے چھوٹے اور چونکہ اجرام فلکی مین سب سے چھوٹا ستارہ معلوم ہوتا ہی اسلیے چھوٹے حجاب کے لیے کوکب کو استعارہ کر لیا اور اجرام نورانی مین سب سے بڑا آفتاب اور متوسط درجے پر قمر ہی اس تحقیق کے بعد آیت کے معنے سننے چاہئین کہ بموجب اس آیت کریمہ کے وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیر آسمان کے ملکوت کی فرمائی تو نور رستے مین نور آتا گیا اور جو نور اول ملا اسی کو معلوم کیا کہ مین پہونچ گیا مگر پھر معلوم ہوا کہ اسکے بعد اور کچھ ہی اسپر ترقی کی اور اسیطرح ترقی کرتے چلے گئے یہانتک کہ صرف وہی حجاب باقی رہا جسکے بعد مرتبہ وصول شمار ہو اسکی عظمت دیکھکر فرمایا کہ ہذا اکبر یعنی یہ سب سے بڑا ہی جب اسکو بھی باوجود عظمت و جلال کے اوج کمال پر نہ پایا اور نیز نقصان و ہبوط سے خالی نظر نہ آیا تو فرمایا لا احب الآفلین انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین اور سالک طریق معرفت کو کبھی مغالطہ ہو جاتا ہی اور ان حجابون مین سے کسی پر توقف کر دیتا ہی اور بعض اوقات

حجاب اول ہی پر ٹھہر جاتا ہی اور اول حجاب جو بندے کے اور خدا کے درمیان ہی وہ نفس ہی اسلیے کہ وہ بھی ایک امر ربانی ہی یعنی ایک نور ہی خدا تعالیٰ کے انوار سے جسکو سرِ قلب کہتے ہین اور جسمین حقیقت حق کی تمام و کمال جلوہ افروز ہوتی ہی یہانتک کہ تمام عالم کی گنجایش اُسمین ہو جاتی ہی اور سب پر محیط ہو جاتا ہی اور صورت کل کی اُسمین جھلکتی ہی سچ ہی کہ ارض و سما کہان تیری وسعت کو پا سکے ، میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما گیا اور اس حالت مین اُسمین نہایت درجہ کی چمک ہو جاتی ہی کیونکہ وجود سب کا سب جیسا واقع مین ہو ویسا ہی اُسمین ظاہر ہو جاتا ہی اور شروع مین اُسکی یہ کیفیت ہوتی ہی کہ ایک فانوس اُسپر سرپوش کی طرح رہتا ہی مگر جب خداے تعالیٰ کے نور کی تجلی اُسپر ہوتی ہی تو وہ چمک پڑتا ہی اور دل کا جمال کھلجاتا ہی ایسے وقت مین جسکے دل پر یہ حال گذرتا ہی اگر وہ اپنے دل کی طرف التفات کرتا ہی تو اُسمین اسقدر زیادتی جمال کی پاتا ہی کہ حیران ہو جاتا ہی بلکہ کبھی اُسی حیرانی مین کلمۂ انا الحق زبان سے نکلجاتا ہی اور اگر پھر اُسکو کچھ راز نہین کھلتا تو اُسی مغالطے پر جم جاتا ہی اور ہلاک ہو جاتا ہی حالانکہ یہ مغالطہ خدا کے انوار مین سے ایک ادنی ستارے سے ہو گیا ابھی تک نوبت قمر کی بھی نہ پہونچی تھی شمس کا تو کیا ذکر ہی اور واقع مین یہ جگہ بھی مغالطے کی ہی اسلیے کہ تجلی کرنے والی چیز اور جسمین وہ تجلی کرتی ہی دونون ایک صورت کی ہو جاتی ہین مثلاً جو شی رنگین کہ آئینے مین نظر آتی ہی آئینے کا رنگ بھی ویسا ہی نظر آتا ہی یا شیشہ سفید مین اگر کوئی رنگدار چیز بھر دو تو شیشہ اُسی رنگ کا معلوم ہوگا اسی لحاظ سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک اور تجلی اُن مین زیادہ ہی تو مغالطے سے اُنھین کو خدا جان لیا جیسے کوئی شخص ستارے کو آئینے یا پانی مین دیکھکر گمان کرے کہ یہ ستارہ اسی کے اندر ہی اور اُسکے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاوے تو مغرور کہلاویگا - اور طریق معرفت کے طی کرنے مین جتنی قسم کے مغالطے ہوتے ہین اُنکے بیان کو دفتر چاہیے اور جبتک تفصیل علم مکاشفہ کی بالکل نہ کیجاوے تب تک سب کا بیان بھی نہین ہو سکتا اور علم مکاشفہ کے بیان کی اجازت نہین اور غالب ہی کہ جسقدر ہمنے بیان کیا ہی اسکو بھی ذکر کرنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ جو اس طریق کا چلنے والا ہی اُسکو غیر سے سننے کی حاجت نہین اور جو نہین چلتا اُسکو سننے سے کچھ فائدہ نہین بلکہ احتمال ضرر کا ہی اسواسطے کہ جب ایسی چیز سنتا ہی جو سمجھ مین نہین آتی اُس سے حیرت پیدا ہوتی ہی لیکن اتنا فائدہ ہی کہ جس مغالطے مین وہ رہتا ہی اُس سے نکلجاتا ہی اور کبھی یہ بھی ہوتا ہی کہ امر معرفت کو جو اپنے خیال فاسد اور ذہن مختصر اور عقل قاصر مین ایک ادنی بات سمجھتا ہی ان حالات کے سننے سے یقین کر لیتا ہی کہ واقع مین یہ امر بہت بڑا ہی اور نیز اولیاء اللہ کے مکاشفات کا ذکر اگر کیا جاتا ہی تو اُسکا بھی یقین ہو جاتا ہی اور جسکو مغالطہ قوی ہوتا ہی وہ ہر حال مین یکسان ہی جیسا پہلے نہین مانتا تھا ابھی نہین مانتا -

چوتھی فصل ارباب اموال کے مغالطے کا ذکر انکے بھی بہت فرقے ہین - ایک فرقہ وہ ہی جو مسجدون اور مدرسون اور سراون اور پلون کی تعمیر کے حریص ہوتے ہین یعنی ایسی چیزون کے بنانے کی جنکو سب لوگ دیکھین اور اُن عمارات پر اپنا نام کندہ کرا دیتے ہین تاکہ ہمیشہ اُنکی یادگار رہے اور مرنے کے بعد یہ نشانی باقی رہے اور اپنی دانست مین اس فعل سے مستحق مغفرت ہو جاتے ہین حالانکہ دو سبب سے یہ لوگ مغالطے مین ہین اول تو اس جہت سے کہ عمارات مذکورہ کو ایسے مال سے بناتے ہین جو ظلم اور غصب اور رشوت وغیرہ وجوہات ممنوع سے پیدا کرتے ہین پس اول تو اسوجہ سے خدا کے غضب کے سزاوار ہوے کہ مال حرام کمایا دوم اسوجہ سے کہ اُسکو اپنی ریا و شہرت کے لیے اُڑایا اُنپر واجب تھا کہ اُس مال کو نہ پیدا کرتے اور جب اُسکو تحصیل کر کے خدا کے گناہگار ٹھہرے تو چاہیے تھا کہ توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع کرتے اور مال مالکان کے حوالے کرتے خواہ اصل مال یا اصل نہ رہتا تو اُسکا بدلا دے دیتے اور اگر مالک نہ ملتا تو اُسکے وارث کو دیتے اور اگر کوئی وارث بھی نہ ملتا تو اُس مال مسلمان کو سب سے ضروری مصلحت مین خرچ کرتے اور غالب ہی کہ مساکین کو بانٹنا اُس مال کا زیادہ ضروری معلوم ہوتا مگر مساکین کو نہین تقسیم کرتے اس خوف سے کہ مبادا دوسرے لوگون کو معلوم ہو جاوے تو وہی عمارت بنالین اور کوئی شہرت اُنھین کے ہاتھ لگے اس سے معلوم ہوا کہ عمارت پر جو یہ لوگ حریص ہین کچھ اسواسطے نہین کہ ثواب کے خیر چاہتے ہون بلکہ اُنکی غرض ریا

اور نیک نامی اور محبت تنا ہی اور جانتے ہین کہ انکے باقی رہنے سے ہمارا نام جو انپر کندہ ہی وہ بھی بنا رہیگا اور دوسری وجہ یہ ہی کہ وہ یہی سمجھتے ہین کہ ان عمارتون مین روپیہ لگانا اخلاص اور خیر کا کام ہی حالانکہ اگر انسے کہا جاوے کہ ایک روپیہ خرچ کرو مگر جس جگہ خرچ کرو وہان اپنا نام نہ لکھو تو ہرگز نفس قبول نکرے اور دشوار جانے اور خدا تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں ہی خواہ نام لکھا ہو یا نہین اگر لوگونکو دکھلانا منظور نہ ہوتا صرف خدا ہی کے لیے کام ہوتا تو نام لکھنے کی کیا حاجت تھی اور ایک فرقہ اور ہی کہ مال وجہ حلال سے پیدا کرکے مسجدونمین لگا دیتے ہین وہ مغالطے مین ہین دو جہت سے اول تو ریا اور طلب ثنا کی جہت سے اسلیے کہ بعض اوقات اپنے شخص کے پڑوس مین یا شہر مین ایسے محتاج ہوتے ہین کہ انسے سلوک کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہی اور مسجدون کے بنانے سے انکو دینا افضل ہوتا ہی مگر ان کو مسجدون مین لگا دینا اچھا معلوم ہوتا ہی اسکی وجہ یہی ہی کہ عمارت لوگون پر ظاہر ہوتی ہی اور دوسری وجہ مغالطے کی یہ ہی کہ مسجدون پر جو نقش ونگار کرتے ہین وہ ممنوع ہی اور نمازیون کا دھیان اس سے بٹتا ہی نظر انھین پر پڑتی ہی اور مقصود نماز سے فروتنی اور دل کا حاضر ہونا ہی اور جب دل نقش ونگار مین ہوا تو ثواب باطل ہوگا اور اسکا وبال نقش ونگار کرنے والے کے ذمہ رہیگا اور وہ اس خیال مین ہی کہ مین امر خیر کرتا ہون یہ میرے لیے وسیلہ رضائے الٰہی ہوگا حالانکہ اس سے خدا تعالیٰ کی ناراضی کا مستحق ہوا اسکو گمان ہی کہ مین خدائے تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہون اور اسکے حکم کو بجا لاتا ہون اور واقع مین نقش ونگار سے لوگون کے دلون کو پریشان کرتا ہی اور یہ بھی ممکن ہی کہ لوگ مسجدون مین یہ کیفیت دیکھکر اپنے گھرون کو ایسا ہی مزین کرین اور اسکا وبال بھی اسی شخص کی گردن پر رہے حاصل یہ کہ مسجد ایسی اسلیے ہوتی ہی کہ اسمین تواضع اور حضور دل اللہ کے سامنے ہو ـ حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ دو شخص ایک مسجد مین آئے ان مین سے ایک مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ مجھ جیسا آدمی خدا کے گھر مین جاوے یعنی شدت احتیاط و انکسار سے یہ جانا کہ اسی جگہ صدیقون مین لکھا گیا یعنی تعظیم مسجد اس درجے پر کہ اپنے جانے سے گویا مسجد کو آلودہ سمجھا اور ایسی ہی تعظیم مناسب بھی ہی یہ نہیں کہ مسجد کو مال حرام سے بناکے زخرفات سے لیپ پوت دیا اور خدا پر احسان کیا ـ اور حواریون نے ایکبار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت عرض کیا کہ دیکھیے یہ مسجد کیا عمدہ ہی آپنے فرمایا کہ اے میری امت مین تمسے سچ کہتا ہون کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی اینٹ پر اینٹ قائم نہ چھوڑیگا اس مسجد والون کے گناہ کے باعث سب کو برباد کریگا اللہ کے نزدیک نہ سونے چاندی کی کچھ قدر ہی اور نہ ان اینٹون کی قدر جو تمکو اچھی معلوم ہوتی ہین بلکہ اسکے نزدیک سب سے محبوب چیزین نیک بخت دل ہین انسے اللہ تعالیٰ زمین کو آباد کرتا ہی اور جب وہ نیک بخت نہیں رہتے تو انھین کی شامت سے زمین کو ویران کرتا ہی اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجدون کو ملمع کرو اور قرآنون کو چاندی سونا پہناؤ تو اسوقت تمپر تباہی آویگی ـ اور حضرت حسن رح سے منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ مسجد مدینہ منورہ کی تعمیر کا کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپکے پاس آئے اور فرمایا کہ اسکو سات ہاتھ اونچا بنائیے اور ملمع اور نقش نہ کیجیو غرضکہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہی کہ جو بات بری تھی اسکو اچھا سمجھ کر اسپر تکیہ کیا اور ایک فرقہ اور ہی کہ مال صدقات مین خرچ کرتے ہین اور فقرا و مساکین کو دیتے ہین مگر اس خیرات کے واسطے ایسا موقع ڈھونڈھتے ہین جہان لوگ جمع ہون اور فقرا مین سے بھی ایسون کی تلاش کرتے ہین جو شکر گزار اور نام مشہور کرنے والے ہون اور خفیہ خیرات کو برا جانتے ہین اور اگر کوئی فقیر انسے کچھ لیکر چھپاوے تو اسکو خطاوار اور ناشکر جانتے ہین اور کبھی حج مین بہت سا اٹھاتے ہین کہ ایک حج کے بعد دوسرا کرتے ہین مگر اپنے ہمسایون کو بھوکا ہی چھوڑتے ہین اسی لیے حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہی کہ آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے جو بے سبب بھی حج کرتے ہونگے چونکہ انکے پاس مال ہوگا اسواسطے سفر کرنے کو کچھ دشوار نہ جانتے ہونگے حج سے جو پھرینگے تو محروم اور لٹے کھسٹے آوینگے یعنی ثواب خاک نہ پاویگا آپ تو سواری پر جنگل و ریگستان مین پھرتے ہونگے اور انکے پڑوسی محتاج ہونگے کہ انکی خبر نہ لینگے اور ابو نصر رح کہتے ہین کہ ایک شخص حضرت بشر بن الحارث رح کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے

مین آپ سے رخصت ہونے آیا ہون آپ کو جو کچھ فرمانا ہو آپ بھی فرماوین آپ نے پوچھا کہ حج کے واسطے تیرے پاس کیا ہو اُسنے کہا کہ دو
ہزار درہم آپ نے فرمایا کہ حج سے تیرا مقصود کیا ہو سیر کرنا منظور ہو یا شوق خانہ خدا کا ہو یا رضامندی اللہ تعالے کی اُسنے عرض کیا کہ مجھکو رضائے
الٰہی منظور ہو آپ نے فرمایا کہ اگر گھر بیٹھے تجھکو رضائے الٰہی ان دو ہزار درمون کے خرچ سے ملجاوے اور تجھکو یقین بھی ہو جاوے کہ خدا کی
رضا ٹھیک ہوئی تو تو کریگا اُسنے کہا البتہ آپ نے فرمایا کہ تو جا اور ان درمون کو دس آدمیون کو دیدے قرضدار کو دے جو اپنا
قرض ادا کرے اور محتاج کو دے جو اپنی شکستہ حالی درست کرے اور عیال دار کو دے جو اپنے عیال کی پرورش کرے اور یتیم
کی پرورش کرنے والے کو دے جو یتیم کو خوش کرے اور اگر تیرا دل اس بات پہ پکا ہو کہ ایک ہی شخص کو ان اقسام مین سے دے تو
ایک ہی کو دے دینا اور یہ مین نے اسلیے کہا کہ کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا اور مظلوم کی فریاد کو پہونچنا اور ضرر کو ٹالنا اور کمزور
کی مدد کرنا فرض حج کے بعد سو حجون سے افضل ہین تو اب جا کر جیسا مین نے کہا اُسکے بموجب اس روپیہ کو تقسیم کر دے اور نہ جو دلمین
ہو وہ کہدے اُس شخص نے کہا کہ میرا دل تو سفر ہی پر جما ہوا ہی پس حضرت بشر رح نے تبسم فرمایا اور اُسکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مال
جب تجارات اور شبہات سے اکٹھا ہو جاتا ہو تو نفس یہ چاہتا ہو کہ کوئی حاجت پوری کیجیے اسکے لیے اعمال صالحہ ظاہر کیا کرتا ہو مگر خدا تعالے
نے قسم کھائی ہو کہ متقیون کے اعمال کے سوا اور کسی کے عمل قبول نہین کریگا۔ اور ایک فرقہ اور ہو کہ بخل کے مارے مال کو جمع کرتے
ہین اور عبادات ایسی کرتے ہین جنمین کچھ خرچ نہ پڑے مثلاً دن کو روزہ رکھنا یا رات کو جاگنا یا ختم قرآن کرنا وغیرہ اور یہ لوگ بھی مغرور ہین
اسلیے کہ بخل جو مہلک چیز ہو اُنکے دلون پر چھا رہی ہو اول اُنپر اُسی کا قلع و قمع مال کو دیکر کرنا چاہیے جو باتین کہ وہ کرتے ہین اُنکی کچھ حاجت
نہین اور اُنکی مثال ایسی ہو جیسے کسی کے کپڑون مین سانپ گھس جاوے اور وہ قریب ہلاکت کے ہو لیکن اطمینان سے تسکین صفرا کے
لیے سکنجبین بنا رہا ہو اب کہیے جسکو سانپ کاٹ لیگا اُسکو سکنجبین سے کیا فائدہ اور کب ضرورت ہوگی اسیواسطے حضرت بشر رح سے کسی نے
کہا کہ فلانا غنی روزہ نماز بہت ادا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ جو اُسکے حال کے مناسب تھا وہ تو اُسنے چھوڑ دیا جو دوسرون کے لائق بات
تھی وہ اختیار کی اُسکو یہ شایان تھا کہ بھوکون کو کھانا کھلاتا اور مساکین کو کچھ دیتا اپنے آپ جو بھوکا رہتا ہو اسکی نسبت گر یہ داد و دہش
بہتر تھی اور ایک فرقہ ہو کہ اُنپر بخل اسقدر زیادہ ہو کہ مال مین سے سواے زکوۃ کے اور کچھ نہین دیتے پھر مال زکوۃ بھی ایسا بڑا اور نکما
دیتے ہین کہ اپنے آپ ویسے مال سے نفرت کرین اور فقیرون مین سے ایسے فقیرون کو دیتے ہین جو اُنکی خدمت کرین اور اُنکے کاروبار
مین پھرا کرین یا آیندہ کو اُنسے کسی خدمت کے محتاج ہون یا کوئی کسی طرح کی غرض اُنسے نکلے یا ایسیون کو دیتے ہین جو کسی بڑے شخص
کی سفارش لیکر آیا ہو اُسکو اسلیے دیتے ہین کہ ہماری قدر اُس بڑے آدمی کی نظرون مین ہو جاوے کہ ہمنے اُسکا کام کر دیا وہ بھی
ہمارے کام مین دریغ نہ کرے تو یہ باتین سب کی سب نیت کی مفسد اور عمل کی تباہ کرنے والی ہین اور جو شخص ایسا کرتا ہو وہ مغرور ہو
اور اُسکو یہ گمان یہ ہو کہ مین اللہ تعالے کا مطیع ہون حالانکہ بدکار و گناہگار ہو کہ خدا کی عبادت پر غیر سے عوض چاہتا ہو اسطرح کی باتین
مال والون کے مغالطے کی ہین اور یہ بھی زائد از شمار ہین الاجنس مغالطے کی تنبیہ طور پر کچھ دیگئی ہین اور ایک فرقہ اور ہو کہ وہ عوام خلق اور مالدارون اور فقرا مین
سب مین اُس قسم کے لوگ ہوتے ہین وہ وعظ کی مجالس مین گئے ہی کو اپنے نجات کیواسطے کافی و وافی اعتقاد کرتے ہین اور مجلس وعظ مین آنا ایک رسم و عادات مقررہ کر لی ہو
اور یہ گمان ہو کہ صرف واعظ کے سننے ہی سے ثواب ملیگا گو اُسپر عمل نہ کرین اور یہ اُنکا خیال خام ہو اسلیے کہ مجلس وعظ کو جو فضیلت ہو
تو اسی جہت سے ہو کہ اُس سے آدمی کو رغبت خیر کی ہوتی ہو اگر یہ بات کسی مجلس مین نہو تو اُسمین کچھ بزرگی نہین اور رغبت اسیواسطے
اچھی ہو کہ اُس سے آدمی آمادہ عمل ہوتا ہو اگر وعظ سے رغبت ایسی ضعیف ہوئی کہ عمل پہ آمادہ نہ کیا تو ایسی رغبت سے کیا فائدہ اور جو چیز
کسی اور چیز کے واسطے مطلوب ہوتی ہو اگر وہ دوسری چیز اُس سے نہ ملے تو اول چیز کو لیکر کیا کرے۔ اور کبھی واعظ کی زبانی جو فضیلت

مجلس وعظ کی سنتے ہین اور رونے کا ثواب گوش زد ہوتا ہی تو مغالطے مین پڑتے ہین اور عورتون کی طرح رونے لگتے ہین اور کبھی کوئی کلام خوفناک
سنتے ہین تو اس سے زیادہ اور کچھ نہین کرتے کہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہتے ہین کہ خدا تو ہی بچائیو یا خدا پناہ دے یا معاذ اللہ یا سبحان اللہ وغیرہ
اور اپنے گمان مین جو کچھ کرتے ہین وہ سب اچھا کرتے ہین حالانکہ مغالطہ صریح ہی اور انکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی بیمار حکیمون کے مطب مین جایا
کرے اور جو کچھ وہان ذکر ہو اسکو سنا کرے یا کوئی بھوکا کسی ایسے کے پاس بیٹھا کرے جو خوب مزہ دار کھانون کے ذکر اس سے کیا کرے تو اس سے
نہ تو مریض کا مرض جاوے گا نہ بھوکے کی بھوک جاوے اسیطرح طاعات کے اوصاف سننے اور عمل نہ کرنے سے خدا کے نزدیک کچھ فائدہ نہ ہوگا
اس سے معلوم ہوا کہ جس وعظ کے سننے سے آدمی مین کچھ تغیر اسطرح کا نہو جسکے باعث افعال بدل جاوین اور خداے تعالی کی طرف
بتوجہ قوی یا ضعیف متوجہ ہو جاوے اور دنیا سے روگردان ہو تو اسطرح کا وعظ اسکے حق مین اور زیادہ باعث بازپرس کا ہوگا اگر اسکو
آدمی اپنے لیے ذریعہ سعادت سمجھے تو غلط فہمی ہی ۔ اور اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کچھ تمنے مغالطے کی وجہین لکھی ہین یہ ایک ایسی بات ہی کہ اس سے
کوئی خالی نہین اور اس سے بچنا بھی غیر ممکن ہی اور اس سے آدمی کو ایک یاس پیدا ہوتی ہی کیونکہ اتنی طاقت تو کسی مین نہین ہی کہ ان
آفات خفیہ سے بچے تو ضرور ہی کہ ناامید ہو کر بیٹھ رہیگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ انسان اگر کسی چیز مین ہمت ہار دے تو البتہ اس چیز کو بڑا بھی
جانتا ہی اور ناامید بھی ہوتا ہی اور اس راہ کو دشوار گذار سمجھتا ہی لیکن اگر ہمت اور خواہش صحیح کسی شی کی کرتا ہی تو غرض تک پہونچنے کے
لیے اچھی فکر و فہم سے بڑی باریک باتین اور خفیہ راہین نکال لیتا ہی مثلاً اگر آسمان سے جانور باوجود فاصلے کے اتارنا چاہے تو اتار
سکتا ہی یا مچھلی کو سمندر کی تہ مین سے اوپر نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہی یا پہاڑون مین سے چاندی اور سونا نکالنا چاہے تو کھود کر نکال
سکتا ہی یا جنگل کے وحشی آزاد کو گرفتار کرنا چاہے تو کر سکتا ہی یا درندون اور ہاتھیون اور دوسرے بڑے جانورون کو مطیع بنایا چاہے
تو بنا سکتا ہی یا سانپ و اژدہا کو پکڑ کر کھیلنا چاہے تو ہو سکتا ہی کہ انکو پکڑ کر زہر مہرہ انکے اندر سے نکال لے یا اگر یہ چاہے کہ کیڑے کے
تھوک سے ریشم منقش بن جاوے تو تدابیر سے بنا سکتا ہی یا مقدار ستارون کی اور انکا طول و عرض معلوم کرنا چاہے تو علم ہندسہ کے
ذریعے سے زمین پر کھڑا کھڑا دریافت کر سکتا ہی غرضکہ آدمی تدبیرین نکالنے مین استاد ہی ہر ایک چیز کی تدبیر اور ہر ایک کا سامان جدا بناتا
ہی اور ہر شے سے جدا کام لیتا ہی مثلاً گھوڑے سے سواری کا کام اور کتے سے شکار کا اور باز سے پرندون کے شکار کا لیتا ہی اور ان اشیا کو
اسی لیے اپنے قابو مین رکھتا ہی مچھلی کے شکار کو جال بناتا ہی غرض بغور دیکھو تو اسطرح کی باریک تدبیرین آدمی کی بہت سی ہین اور یہ
سب تدبیرین صرف اسلیے کی ہین کہ انسے دنیا کی غرض نکلے اور حصول مطالب کے لیے مدد ملے پس اگر اسکو امر آخرت پیش آوے اور فقط
ایک ہی کام ہو یعنے دل کا سیدھا کرنا تو اسوقت اس کام سے عاجز ہو کر کہنے لگے گا کہ یہ امر محال ہی اور کسکو قدرت ہی کہ ایسا کرے
نہین بلکہ انسان کی ہمت کے سامنے محال نہین اگر صرف ایک ہی مطلب پر ہمت لگا دے چنانچہ مشہور ہی ۔ ہر کارے کہ ہمت
بستہ گردد ۔ اگر خارے بود گلدستہ گردد ۔ اور نیز ہمت مردان مدد خدا مثل مشہور ہی علاوہ ازین سلف کے علما اس کام سے عاجز نہوے
اور جنہون نے انکا اتباع اچھی طرح کیا وہ بھی اس سے نہ ہارے اب بھی جو شخص سچا ارادہ اور ہمت قوی رکھتا ہوگا وہ کبھی عاجز نہوگا بلکہ
جتنی محنت کہ لوگون کو دنیاوی تدابیر کے پیدا کرنے مین اور اسکے اسباب کی درستی مین لگتی ہی اسکا دسوان حصہ بھی اس شخص کو نہین لگتی
اور مغالطے سے بچنے کے لیے تین باتین آدمی مین ضرور ہونا چاہیئین عقل اور علم اور معرفت عقل سے ہماری مراد وہ نور اصلی خلقی ہی
جس سے کہ انسان اشیا کی حقیقت کا ادراک کرتا ہی اصل پیدایش مین آدمی کی ہوشیاری اور دانائی یہی ہی اور حمق اور غباوت یعنی
غبی آدمی تمیز مغالطہ کی نہین کر سکتا اسلیے عقل کی صفائی اور فہم کی تیزی اصل پیدایش سے ہونی ضرور ہی اگر انسان شروع پیدایش
سے ایسا نہوگا تو اسکا حاصل کرنا ممکن نہین البتہ اتنا ہو سکتا ہی کہ جب اصل عقل موجود ہو تو تجربہ وغیرہ سے اسکو زور دے سکتے ہین

اس سے معلوم ہوا کہ بنیاد سعادت کی عقل و کیاست ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی تبارک الذی قسم العقل بین عبادہ اشتاتا ان الرجلین لیستوی عملہما وبرہما وصومہما وصلاتہما ولکنہما یتفاوتان فی العقل کالذرۃ فی جنب احد وما قسم اللہ لخلقہ حظا ہو افضل من العقل والیقین اور حضرت ابو درداء رضہ سے مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو تہجد گذار او حج اور عمرہ ادا کرتا ہو اور صدقہ وجہاد فی سبیل اللہ اور عیادت مریض اور جنازے کا ساتھ دینا اور ضعیف کی اعانت کرنا یہ سب باتین بجا لاتا ہو اسکا درجہ قیامت مین خدا کے نزدیک کتنا ہوگا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکو ثواب بقدر عقل ملیگا اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ ایک آدمی کی تعریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے کی اور سب نے اسکو اچھا کہا آپ نے پوچھا کہ اسکی عقل کیسی ہی لوگون نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اخلاق اور فضل کا ذکر کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکی عقل بتاؤ کہ کیسی ہی کیونکہ بیوقوف اپنی حماقت کے باعث بدکاری کے گناہ سے بھی زیادہ خطا کر بیٹھتا ہی اور قیامت کے روز لوگون کو قرب عقل ہی کے مقدار پر ہوگا۔ اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کبھی کسی شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپ کے سامنے ہوتا تو اسکی عقل کا حال پوچھتے اگر لوگ عقل کو اچھا کہتے تو آپ فرماتے کہ وہ ہونہار ہی اور اگر عقل کو اچھا نہ بتلاتے تو فرماتے کہ وہ ہرگز رسیدہ نہوگا۔ اور ایک دفعہ جو ایک شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپ سے کسی نے کیا آپ نے پوچھا کہ اسکی عقل کیسی ہی لوگون نے کہا کہ عقل تو کچھ بھی نہین آپ نے فرمایا کہ جس درجہ پر تم گمان کرتے ہو وہان تک وہ شخص نہین پہونچیگا اس سے معلوم ہوا کہ تیزی فہم اور عقل جبلی کا درست ہونا بھی ایک نعمت خدا کی ہی جو اصل پیدایش مین رکھدیتا ہی اور اگر یہ نعمت حمق و بلادت سے جاتی رہتی ہی تو پھر اسکا تدارک نہین ہوسکتا دوسری بات رفع مغالطے کے لیے معرفت ہی اور اس سے ہماری غرض چار چیزون کا پہچاننا ہی اپنے نفس کا اور خدا تعالے کا اور دنیا کا اور آخرت کا اپنے نفس کو یون جانے کہ بندہ ذلیل ہی اور اس عالم مین مسافر ہی اور شہوات بہیمی سے اجنبی اور اسکی طبیعت کے موافق صرف معرفت خدا تعالے اور اسکا دیدار ہی اور اس بات کا جاننا بدون معرفت نفس اور معرفت رب کے نہین ہوسکتا اسکے جاننے کے واسطے جو کچھ ہمنے باب محبت اور بیان عجائبات دل اور باب تفکر اور باب شکر مین لکھا ہی اس سے مدد لے کیونکہ ان ابواب مین وصف نفس اور جلال کبریا کے اشارات مذکور ہین جنسے تنبیہ فی الجملہ ہوجاتی ہی اور کمال معرفت اسکے بعد ہی اسلیے کہ وہ علوم مکاشفہ مین سے ہی اور ہمنے اس کتاب مین صرف علم معاملہ کو لکھا ہی اور معرفت دنیا اور آخرت کے لیے ان باتون سے مدد لے جو باب مذمت دنیا اور باب ذکر موت مین لکھی ہین تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کو آخرت سے کچھ نسبت ہی نہین جب ان چارون کو پہچان لے گا تو خدا تعالے کی معرفت کے باعث تو دل مین محبت الٰہی جوش کریگی اور آخرت کی معرفت سے شدت رغبت اسکی طرف پیدا ہوگی اور دنیا کے پہچاننے سے اسکی طرف سے سخت روگردانی حاصل ہوگی اور سب سے زیادہ ضروری کام اسکی نظرون مین وہی ہوگا جو خدا تک پہونچا دے اور آخرت مین کام آوے اور جب یہ ارادہ غالب ہوگا تو سب باتون مین اسکی نیت درست ہوگی اگر کھانا کھاوے گا یا قضاے حاجت کو جاوے گا اور کوئی کام کرے گا سب سے مقصود یہی ہوگا کہ سلوک راہ آخرت پر مدد ملے اور اس درستی نیت سے مغالطہ دور ہوجاویگا جسکا منشا کشش اغراض اور میل دنیا اور جاہ اور مال کا ہی اسلیے کہ انھین چیزون سے نیت بگڑتی ہی اور جب تک دنیا اسکے نزدیک آخرت کی نسبت محبوب رہیگی اور خواہش اپنے نفس کی رضاے الٰہی کی نسبت محبوب رہیگی تب تک چھوٹنا مغالطے سے ممکن نہین اور جب دل پر خدا کی معرفت اور اپنے نفس کی معرفت کے باعث جو کمال عقل کے سبب ہوتی ہی محبت الٰہی غالب ہوگی تو ایک تیسری چیز کی اور حاجت ہوگی یعنے علم اس بات کا کہ راہ خدا کو کسطرح طے کرنا چاہیے اور اسمین سے نزدیک کرنے والی اور دور کرنے والی چیزین کون سی ہین اور راستے کے آفات اور مہلکات اور گھاٹیان کون سی ہین اور ان سب باتون کو ہمنے اس کتاب مین لکھا ہی مثلاً جلد اول مین شروط عبادت اور اسکے آفات لکھے ہین شروط کی رعایت رکھنی چاہیے اور آفات سے احتراز کرنا ضروری سمجھے اور جلد دوم مین اسرار معاملات

اور جن چیزون کی طرف آدمی مضطر ہو اُنکو قواعد شرع کے بموجب عمل مین لاوے اور جس سے مستغنی ہو اُس سے اعراض کرے اور اس جلد
مین وہ باتین ہین جو خدا کی راہ مین موانع ہین یعنے صفات مذمومہ خلق کے پس صفت مذموم کو جانے اور اُسکے علاج کا طور دریافت کرے اور جلد
چہارم سے صفات محمودہ معلوم ہوتے ہین کہ جب کوئی صفت مذموم آدمی اپنے اندر سے مٹا دے تو اُسکے عوض مین اچھی صفت پیدا کرے ان
سب باتون کو جان لیگا تب ممکن ہو کہ جو اقسام مغالطہ کہ ہمنے لکھے ہین اُن سے بچ سکے اور ان سب کی اصل یہ ہو کہ محبت الٰہی دل پر غالب ہو
اور محبت دنیا دل سے اُتر جاوے یہانتک کہ ارادہ مستحکم ہو جاوے اور نیت درست اور یہ بات جبھی ہو سکتی ہو جب وہ باتین جو ہمنے لکھی ہین ہم انکو
پہچانے یہانتک ایک اور بات جاننے کی ہو کہ ان سب امور کے جاننے کے بعد آدمی پر ایک اور خوف باقی ہو وہ یہ ہو کہ اُسوقت شیطان اُسکو
فریب دے کر اس بات کا آمادہ کرتا ہو کہ خلق کو نصیحت کرنا اور علم کو پھیلانا اور جو بات اپنے آپ کو خدا نے بتلائی اُسکو دوسرون کو بتلانا چاہیے
کیونکہ مخلص آدمی جب اپنے نفس کی تہذیب اور اخلاق کی درستی سے فارغ ہوتا ہو اور تمام کدورتون سے دل کو صاف کرکے راہ راست پر آجاتا
ہو اور دنیا کو حقیر جانکر ترک کرتا ہو اور خلق سے طمع منقطع کرکے اُنکی طرف التفات نہین کرتا اور سوا خدا کے اور اُسکے ذکر و مناجات کی لذت
کے اور شوق دیدار کے اور کوئی کام نہین رکھتا اور شیطان اُسکے بہکانے سے عاجز ہوتا ہو کہ دنیا کی طرف سے آکر اُسکو بہکا دے تو اُسکی اطاعت
نہین کرتا اسلیے دین کی راہ سے اُسکے پاس آتا ہو اور کہتا ہو کہ خلق خدا پر رحمت کر اور اُنکے دین کے بچانے کے واسطے اُنکو نصیحت کر اور تم
کی طرف اُنکو بھی بلا اُسوقت بندۂ مخلص رحمت کی نظر سے جو لوگون کو دیکھتا ہو تو اُنکو اپنے کامون مین سرگردان اور پریشان اور دین مین بہرے اور
اندھے پاتا ہو مرض سب پر غالب ہو اور اُنکو خبر نہین نہ کوئی طبیب کہ اُنکا علاج کرے سب مرنے کے قریب ہین اس حال کے دیکھنے سے اُسکو
رحم آتا ہو کیونکہ اُسکے پاس وہ دوا ہے معرفت ہو جس سے اُنکو راہ راست پر لا سکتا ہو اور اُنکی گمراہی ظاہر کرکے راہ سعادت بتلا سکتا ہو اور
اس بتلانے مین کچھ محنت و مشقت بھی نہین نہ کچھ دینا پڑے پس اسکی مثال ایسی ہوتی ہو جیسے کسی کو کوئی بڑا مرض ہو جسکی تکلیف کی برداشت
نہ کر سکے اور اُسکے مارے رات بھر بے چین اور دن بھر بے قرار رہے کھانا پینا حس و حرکت شدت درد کے سبب کچھ نہ کر سکے اور اُسکے علاج کو
آسان چٹکلا بے دام اور بے محنت کا ہاتھ لگ جاوے جسکے کھانے مین تلخی بھی نہو اور اُسکو استعمال کرکے اچھا ہو جاوے رات کو اچھی طرح
سونے لگے اور دن کو آرام و آسائش سے رہے سب کدورت مبدل بصفا ہو جاوے اور تندرستی کی لذت بعد اس تکلیف کے کام جان
مین پہونچنے لگے پھر وہ شخص بہت سے اپنے ہم جنسون کو دیکھے کہ اُنکو بھی وہی مرض ہو جو اُسکو تھا اور وہ بھی رات بھر جاگتے ہین اور مضطرب
رہتے ہین اور آہ آہ کرتے گذرتی ہو تو جو دوا اُسنے اپنی کی تھی وہی یاد آجاوے اور کہے کہ مین اُنکو بہت سہل تدبیر سے چند روز مین اچھا
کر سکتا ہون اور رحمت اور شفقت کے مارے ایک دم کی تاخیر اُنکے علاج مین نہ کرے ایسا ہی بندۂ مخلص جب راہ راست پر پہونچ جاتا ہے
اور امراض دلی سے شفا پاتا ہو اور لوگون کو دیکھتا ہو کہ اُنکے دل مریض ہین اور علاج نہایت مشکل کہ طبیب اُس سے عاجز ہین اور یہ
ہلاک و تباہ ہوا چاہتے ہین اور مجکو اُنکا علاج کرنا سہل ہو تو خود بخود اُسکی ذات مین سے ایک پکا ارادہ اُنکی نصیحت کرنے کا پیدا ہوتا ہو
اور اس بات پر شیطان اور اشتعال دیتا ہو کہ شاید اُسی بہانے اُسکو لے ڈالے جب وہ شخص نصیحت مین مشغول ہوتا ہو تو شیطان کا منتظر
بن پڑتا ہو کہ اول اُسکو ریاست کی طرف بلاتا ہو مگر نہایت پوشیدہ کہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہو اور اُس شخص مخلص کو خبر
نہونے پاوے جب یہ سلسلہ جنبانی دل مین اُسکے ہونے لگتی ہو تو پھر بناوٹ اور زینت کی طرف بلاتا ہو کہ اچھے اچھے الفاظ اور نغمات
اور حرکات استعمال کرنے چاہیین اور لباس و صورت مین تکلف کرنا چاہیے جب ان باتون پر لا ڈالتا ہو تو آدمی اُسپر ہجوم کرتے ہین
اور اُسکی توقیر و تعظیم بادشاہون سے بھی زیادہ کرتے ہین کیونکہ اپنے امراض کا شافی اُسکو جانتے ہین کہ صرف رحمت اور شفقت کے
باعث بے طمع علاج کرتا ہو اسیواسطے اُسکو ماں باپ اور اقارب سے بھی زیادہ محبوب جانتے ہین اور اپنے مال و تن سے اُسکی خدمت مقدم

سمجھتے ہیں اور اُسکے سامنے مثل نوکر و غلام کے ہوجاتے ہیں اور محفلون میں سب پر ترجیح دیتے ہیں اور بادشاہون اور سلاطین سے زیادہ مانتے ہیں اِس
سلسلے سے اُسکی طبیعت پھول جاتی ہی اور نفس کو وہ راحت و لذت ملتی ہی کہ اُسکا کیا کہنا ہو اُسکے سامنے سب لذتین گرد ہوجاتی ہین پس باوجود ترک دنیا کے
اُسکی سب سے بڑی لذت اِسین جا پڑتا ہی اُسوقت شیطان موقع پاکر اپنا ہاتھ اُسکے دل کی طرف بڑھا دیتا ہی اور اُسکو ایسے ہی کام مین لگاتا ہی جسمین وہ
لذت باقی رہے اور نفس کے شیطان کی طرف جھکنے کی پہچان یہ ہی کہ اگر مثلاً کسی بات مین کسی شخص سے غلطی ہوجاوے اور لوگون کے سامنے کوئی
اُسپر انکار و اعتراض کرے تو غصہ کرے گا اور اگر دل مین اُس غصے کو بُرا سمجھے تو فوراً شیطان سوجھاتا ہی کہ یہ غصہ اللہ کے واسطے ہی کیونکہ اگر
مریدون کا اعتقاد تجھپر درست نہوگا تو خدا کی راہ سے علٰحدہ ہوجاوینگے اسی سے مغالطہ کھا جاتا ہی اور کبھی اُس دھوکے کے سبب غیبت کرنے لگتا ہی
یعنی جس شخص سے اعتراض کیا تھا اُسکی غیبت کرتا ہی جو حرام ہی حالانکہ اُسکے کہنے کے واسطے الفاظ حلال بہت سے ہین اُنکو نہین کہتا اور کبر مین مبتلا
ہوجاتا ہی جو امر حق سے اعتراض کرنے اور اُسپر مشکور رہنے کا نام ہی اور پہلے خطرات سے بھی احتراز کرتا تھا۔ اسی طرح اگر کسی موقع پر ہنس پڑتا ہی
یا بعض وظائف مین سُستی کرتا ہی تو نفس کو اضطرار رہتا ہی کہ کہین ایسا نہو کہ لوگون کو اسکی خبر ہوجاوے اور میری توقیر جاتی رہے اس خیال سے
استغفار کرتا ہی اور اُونچی اُونچی سانس لیتا ہی اور کبھی اعمال و وظائف اُنکے دکھلانے کو بڑھا دیتا ہی اور شیطان دل مین ڈالتا ہی کہ یہ باتین تو
اسواسطے کرتا ہی کہ لوگ خدا کی راہ سے سُستی نہ کرین اور تیرے اس عمل کے چھوڑنے سے کہین وہ بھی نہ چھوڑ بیٹھین حالانکہ سب یہ فریب اور دھوکا
ہی اصل مین نفس کا اضطراب تلف ریاست کے خوف سے اس بات کا سبب ہوا ہی اور اسی جہت سے اگر لوگ کسی اُس جیسے دوسرے شخص
کی خطا یا قصور پر واقف ہون تو کچھ درد نہین آتا بلکہ اُسکو اچھا سمجھتا ہی اور خوش ہوتا ہی اور اگر اُسکے ہمسرون مین سے کسی کی طرف لوگون کے
دل مائل ہون اور اُسکے کلام کی تاثیر اُسکی نسبت زیادہ ہو تو اُسپر نہایت شاق گذرے پس اگر اُسکو شوق و لذت ریاست نہین تو دوسرے
کے ہونے کو غنیمت کیون نہین جانتا اسلیے کہ اُسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص اپنے چند یارون کو کنوین مین گرا ہوا دیکھے اور اُسکے منھ پر کوئی
سِل رکھی ہو جسکے سبب وہ اوپر نہ نکل سکتے ہون اور یہ شخص درد و رحم کے باعث وہان آوے تاکہ پتھر کو سرکا کر اپنے یارون کو نکالے اور اکیلے
اُسکا سرکانا مشکل ہو اب اگر کوئی دوسرا شخص اگر اُسکی مدد کرے کہ اُس پتھر کا ہٹانا اُسپر سہل ہوجاوے یا خود وہ شخص اپنے آپ تنہا اُسکو ہٹادے
تو اُس شخص کو بہت خوش ہونا چاہیے کیونکہ اُسکی غرض تو یہی تھی کہ اپنے یارون کو اُس قید سے نجات ہوجاوے وہ حاصل ہوگئی اسی طرح
نصیحت کرنے والے کی غرض اگر یہی ہی کہ مسلمان لوگ دوزخ سے بچین تو جو شخص اِس امر مین اُسکا معین و مددگار ہو یا خود ہی کفیل اِس غرض کا
ہو تو بُرا نہ ماننا چاہیے بالفرض اگر سب اپنے آپ ہی ہدایت پر آجاتے تو کیا بُرائی تھی اب اگر دوسرے کے سبب سے راہ سیکھا تو کیون بُرا مانتا ہی
غرضکہ شیطان کے فریب سے یہ نوبت ہوتی ہی جب یہ بات بھی آدمی مین ہوجاتی ہی تب تو شیطان دل کے بڑے بڑے گناہون کی طرف
اُلاتا ہی اور اعضاے ظاہری سے فاحش خطائین کراکر تباہ کرتا ہی خدا بچاوے نفس کا راہ پر آکر گمراہ ہوجانا بہت مصیبت ہی معاذ اللہ منہا
اب باقی رہی یہ بات کہ نصیحت کس صورت مین درست ہی تو جاننا چاہیے کہ جب آدمی کا قصد صرف للہ لوگون کی ہدایت ہی ہو اور اِس
بات کو چاہتا ہو کہ کاش کوئی ایسا ملجاوے جو اِس بات مین میرا معین و مددگار ہو یا یہ لوگ آپ ہی آپ راہ راست پر آجاوین اور لوگون کے
مال اور ثنا خوانی سے طمع بالکل قطع کردے اور اُنکی تعریف و مذمت کو یکسان جانے اور خدا کے نزدیک اگر اچھا ہی تو اُنکی مذمت کی کچھ پروا نکرے
اور اگر اُسکے نزدیک سزاوار حمد نہین تو خلق کی تعریف سے خوش نہو اور سب لوگون کو ایسی نظر سے دیکھے جیسے سادات کو یعنی کسی پر تکبر نکرے
اور سب کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اسلیے کہ خاتمے کا حال معلوم نہین یا جیسے بہائم کو دیکھتے ہین یعنی جسطرح بہائم کو دیکھنے سے یہ غرض نہین
ہوتی کہ اُنکے دل مین اپنی جگہ ہو اور نہ اُنکے دیکھنے کی پروا ہوتی ہی کہ وہ ہمکو کسطرح دیکھین اور اِسی لیے اُنکے سامنے کچھ حاجت
زینت اور تکلف کی نہین ہوتی مثلاً چوپایے کے چرانے والے کو یہ غرض ہوتی ہی کہ اُنکی نگاہبانی چور اور درندون سے کرے یہ نہین ہوتی

کہ وہ مجھکو تاکین اسیطرح سالک کو چاہیے جب تک سب لوگون کو چوپاؤن کی طرح خیال نکریگا یعنے جیسا اُنکا دیکھنا مقصود نہین ہوتا ویسا ہی آدمیونکا
دیکھنا مقصود نہ جانیگا تب تک اُنکی اصلاح مین مشغول ہونے سے سالم نہ بچیگا بلکہ بعض اوقات اُنکو تو اصلاح پر لاویگا اور اپنے آپ بگاڑیگا جیسے
شمع کہ اورون کو روشنی دیتی ہی اور اپنے آپ جلتی جاتی ہی اب اگر کوئی کہے کہ اگر وعظ کا کہنا اُسیوقت پر منحصر کیا جاوے جب واعظ کو یہ درجہ
جو اوپر مذکور ہوا حاصل ہو جاوے تو دنیا وعظ سے خالی ہو جاویگی اور دل خراب ہو جاوینگے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ حدیث شریف مین وارد ہی
کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ لیکن اگر لوگ دنیا کی محبت نکرین تو تمام عالم درہم برہم ہو جاوے اور سب کارخانے ابتر ہو جاوین اور دل اور
بدن سب ہلاک ہو جاوین مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تھا کہ دنیا کی دوستی مہلک ہی اور اُسکو مہلک بیان کرنے سے بہت لوگونکو
دل سے اُسکی دوستی نہین نکلے گی صرف چند لوگ اُسکی محبت چھوڑینگے جنکے چھوڑنے سے دنیا ویران نہوگی اسی واسطے آپنے حق خیر خواہی
بھی ادا کیا کہ جو کچھ اُسمین خطرہ تھا اُسکو بیان فرمادیا اور اُسکے چھوڑ دینے کے خوف و خطرے کے ذکر کو ترک نہین فرمایا کیونکہ اس بات پر اعتماد
کلی تھا کہ اُسکے شہوات مہلک جو خدا سے تعالے نے اپنے بندون پر مسلط کر رکھے ہین وہ اُنکو کشان کشان دوزخ کی طرف لے آوینگے اور اللہ تعالے
کا یہ قول سچا ضرور ہوگا ولکن حق القول منی لاملان جہنم من الجنۃ والناس اجمعین جب یہ صورت ہی تو واعظون کی زبان ریاست کی محبت کے
باعث کبھی بند نہوگی اور اگر کوئی اُنسے کہے کہ وعظ محبت ریاست کے لیے حرام ہی اُسکے کہنے سے وعظ ترک نکرینگے جیسے تمام لوگ شراب خواری
اور زنا اور چوری اور ریا اور ظلم اور دوسرے گناہ نہین چھوڑتے حالانکہ خدا اور رسول کا فرمانا برابر سنتے ہین کہ یہ سب گناہ حرام ہین پس
آدمی کو اپنے نفس کا خیال چاہیے لوگون کی فکر اپنے آپ کو کیا ضرور ہی بقول شخصے کہ قاضی جی کیون دبلے کہ شہر کا اندیشہ ہی اللہ تعالے
کے کارخانے عجیب ہین ایک آدمی کو یا چند آدمیون کو بگاڑ کر بہت سے لوگون کی اصلاح کرتا ہی اور خود فرماتا ہی ولولا دفع اللہ الناس
بعضہم ببعض لفسدت الارض اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ اللہ تعالے اس دین کو ایسے لوگون سے تقویت دیگا جنکو کچھ بہرہ دین مین
نہو پس یہ خوف البتہ ہی کہ عبرت و وعظ کے قبول کرنے کی راہ بند ہو جاوے مگر یہ بات کہ واعظ باعث ریاست اور محبت دنیا کو مد لحاظ رکھکر
یا وعظ گوئی سے بدون اس محبت ریاست کے اپنی زبانین روک لین یہ کبھی نہوگا۔ اور اگر کوئی سالک اس فریب شیطانی سے واقف
ہو کر اپنے نفس کی اصلاح مین مشغول ہو اور وعظ چھوڑ دے یا وعظ کہے اور صدق و اخلاص کی شرطین اُسمین ملحوظ رکھے تب بھی اُسکے
ایک بہت بڑا خوف درپیش ہی اور وہ یہ ہی کہ شیطان اُسوقت اُس سے کہتا ہی کہ تونے مجھکو تھکا دیا اور اپنی ذکا اور عقل کے کمال کے باعث
مجھسے بچ گیا بہت سے اولیا اور اکابر میرے قابو مین آگئے مگر تو میرے ہاتھ سے نکلگیا تو بڑا ہی صابر ہی اور خدا کے نزدیک تیرا بڑا رتبہ ہی
اسلیے کہ تجھکو اتنی قوت دی کہ مجھکو مغلوب کر لیا اور جو جو حیلے مین نے تجھپر چلائے سب تو سمجھ گیا پس سالک یہ بات شیطان کی سنکر سچ جانتا ہی
اور غرور سے بھاگ کر عجب مین جا پڑتا ہی تو اپنے نفس پر عجب کرنا نہایت درجے کا مغالطہ ہی اور یہی سب مین بڑا مہلک ہی اور سب گناہون سے
زیادہ اسیواسطے شیطان کا مقولہ ہی کہ اے ابن آدم اگر تو یہ گمان کرے کہ اپنے علم سے مجھسے چھوٹ گیا تو جان لے کہ جہالت سے میرے پھندے
مین آپڑا پس اگر کوئی اپنے نفس پر عجب بھی نہ کرے اور شیطان کے دھوکے مین نہ آوے اور یہ جانے کہ یہ رتبہ مجھکو خدا سے تعالی کی طرف سے
ہی میری طرف سے نہین اور مجھ جیسا شخص شیطان کے دفع پر قادر نہین ہوسکتا مگر یہ کہ توفیق الٰہی اور اُسکی مدد شامل حال ہو اس لیے
کہ نفس انسانی نہایت ضعیف اور عاجز اور اقل قلیل ہی جب اس سے ایسا بڑا کام معلوم ہوا تو ظاہر ہی کہ یہ اپنے آپ اُسپر قادر نہین
ہوا بلکہ خدا سے تعالے کی مدد سے ہوا تو باوجود اس جاننے کے بھی ایک اور خوف اُسکو باقی ہی وہ یہ کہ کہین خدا کے فضل پر مغرور ہو کر اُسکے کرم پر
تکیہ نہ کر بیٹھے اور اُسکے عذاب سے مامون نہو جاوے اور گمان کرنے لگے کہ مین آگے کو بھی ایسا ہی رہونگا اور کسیطرح کے فتور و انقلاب سے خوف نکرے
یعنے صرف خدا کے فضل پر تکیہ رکھے اور اُسمین خوف و عذاب نہ ملاوے اور چونکہ جو شخص خدا سے تعالے کے عذاب سے بیخوف رہتا ہی وہ قطعًا زیان کار ہوتا ہی

[illegible]

اسلیے ایسے شخص کو مناسب یہ ہو کہ اول تو یہ سب باتین مذکورۂ بالا خدا کے فضل سے سمجھے پھر اپنے نفس پر اس بات کا خوف کرتا رہے کہ کہین کوئی صفت ذمیمۂ دل کے صفات سے مثل محبت دنیا اور ریا اور بدخلقی اور مغالطے وغیرہ سے مجھ سے دور ہونے کو رہ گئی ہو اور مین اُس سے غافل رہا ہون اور اس بات کا خوف ہر دم رکھے کہ کہین یہ حال جو اب حاصل ہو چھین نہ جاوے اور کسی وقت خدا کے عذاب اور خاتمے کے اندیشے سے غافل نہ رہے اور یہ اندیشہ ایسا ہو کہ اس سے چھٹکارا اور نجات بدون پل صراط کے اترے نہین ملتی چنانچہ روایت ہو کہ شیطان کسی پر اولیاء اللہ مین سے انکی نزع کے وقت کہ کچھ سانس انکا باقی تھا ظاہر ہوا اور کہا کہ میان صاحب تم مجھ سے نکل گئے انھون نے فرمایا کہ ابھی تک تو نہین نکلا یعنے خاتمہ بخیر ہولے تو یقین تجھ سے بچنے کا ہو اور اسی لیے اکابر فرماتے ہین کہ آدمی سب تباہ کار ہین مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہونے والے ہین مگر عامل اور عامل بھی سب ایسے ہی ہین مگر مخلص اور مخلص بھی بڑے خطر پر ہین اس قول سے معلوم ہوا کہ مغرور سب تباہ کار ہین اور مخلص جو غرور سے بھاگتے ہین وہ بھی خطرے پر ہین اسی جہت سے خوف و احتیاط اولیاء اللہ کے دل سے کبھی جدا نہین ہوتی اور چونکہ اعتبار خاتمے پر ہو اسلیے خدا تعالیٰ سے ہم دعا مانگتے ہین کہ حسن خاتمہ نصیب فرماوے آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین جلد ثالث تمام ہوئی اسکے بعد جلد رابع کا انشاء اللہ شروع ہوگا

تاریخ ختم ترجمہ جلد ثالث از مترجم

ہوا جبکہ آوازۂ ختم ہر سو	تو دل کو ہوئی فکر تاریخ کیا ہو
باجودت طبع احسن کو فوراً	کیا بہر تعمیل ایمائے ابرو
کہا اسنے تو ترجمہ سے ہو فارغ	یہ تاریخ لکھہ جلد ثالث باردو
۱۲۸۱ ۱۲۸۱	۱۲۸۱ ۱۲۸۱

الحمد للہ اولاً و آخراً

خاتمۃ الطبع از جانب مولوی محمد علی صاحب مصحح

الحمد للہ و المنۃ کہ اندنون کتاب مستطاب یعنی مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد سوم جسمین کیفیت امراض معنوی کبر و غضب و حقد و حسد وغیرہ کو بخوبی بیان کیا اور انسے بچنے کے طریقے بتلائے ہین و نیز حالات بزرگان دین متین و ائمہ کاملین بھی لکھ دیے ہین تا کہ مم انکے حالات سے ہم لوگ عبرت حاصل کرین اور انکی پیروی کو اپنی سعادت اُخروی سمجھین بعون الٰہی بار سوم بخط پاکیزہ و بحسن صحت بماہ دسمبر سنہ ۱۸۹۱ء مطبع نامی گرامی جناب منشی نول کشور صاحب سی-آئی-ای- مین طبع ہوئی-

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد چہارم